بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قد جاءکم من اللہ نور و کتٰب مبین

بے شک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب

رفیع الشان مترجم

قرآنِ عظیم

فارسی ترجمہ قرآن از

غوث العالم حضرت سید شاہ محمد اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ از فارسی ترجمہ و تفسیر جدید

علامہ سید محمد ممتاز اشرفی

ناشر

مخدوم اشرف اکیڈمی

الاشرف لان سیکٹر 14 اورنگی ٹاؤن کراچی پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

قرآن کریم تمام علوم کا منبع اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اس کا نزول عربی زبان میں ہوا ہے۔ قرآن کی تعلیمات کو عام کرنے اور اقوام عالم تک اس کا پیغام پہنچانے کیلئے دوسری زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔ فارسی زبان میں بھی قرآن کریم کے متعدد ترجمے موجود ہیں۔ جن کی تعداد تقریباً باون (۵۲) تک پہنچتی ہے۔ زیر نظر قرآن کریم کا فارسی ترجمہ قدوۃ الکبراء غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ ہے۔ قدوۃ الکبراء نے اپنے زمانۂ سلطنت ۷۲۷ھ میں قرآن کریم کا عظیم نسخہ اپنے ہاتھ سے تحریر فرمایا' اور اس کا فارسی ترجمہ بھی تحریر فرمایا۔ اس ترجمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ قرآن کریم کے مقتضیات واحوال کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے ہر لفظ کا ترجمہ راجح تفسیر کے بنا پر اس طرح کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی روح اور اس کا مفہوم برقرار رہنے کے ساتھ صنائع وبدائع بھی باقی رہیں۔ عربی زبان کے مقابل میں فارسی زبان کا دامن تنگ ہونے کے باوجود فارسی ترجمہ کو عربی عبارت سے ہم آہنگ کردینا مخدوم اشرف کے کمالِ علم ومعرفت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ جسے قارئین کرام اس فارسی ترجمہ میں جگہ جگہ ملاحظہ کریں گے۔ قرآن کریم کا یہ فارسی ترجمہ قرآن کریم کے دوسرے تراجم کے درمیان جدت طرازی' ندرت بیانی اور مفہوم کی ادائیگی کے اعتبار سے ممتاز ہے۔

فارسی زبان اپنی چاشنی اور شیریں بیانی کے باوجود لوگوں کے درمیان غیر مانوس الاستعمال ہوتی جارہی ہے۔ فارسی زبان سے لوگوں کی عدم دلچسپی کا حال یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کے فارغین بھی اس کے چند الفاظ اور جملوں ہی سے آگاہ ہو پاتے ہیں۔ لھٰذا مخدوم اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے اس فارسی ترجمہ سے استفادہ کو عام بنانے کیلئے اردو ترجمہ کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس عظیم کام کیلئے ایسے عالم دین کی تلاش تھی جو فارسی' عربی اور اُردو' تینوں زبان کا ماہر ہو۔ میری نظرِ انتخاب عزیز القدر مولانا سید محمد ممتاز اشرفی سلمہٗ پر پڑی اور میں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ انھوں نے میری اس خواہش کو بسرو چشم قبول کیا۔ اور ترجمہ کا کام شروع کردیا۔ جب مختصر عرصہ کے بعد انھوں نے مکمل ترجمہ میرے سامنے پیش کیا' تو میری حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی' اور بے ساختہ میری زبان سے دعائیہ کلمات نکلے۔

جب میں نے عزیز القدر مولانا سید محمد ممتاز اشرفی کا تحریر کردہ اردو ترجمہ کے صفحات کو دیکھا تو میری خوشیاں دوبالا ہو گئیں۔ کیوں کہ مخدوم اشرف کے فارسی ترجمہ کا سلیس اور آسان اردو میں اس طرح ترجمہ کیا گیا ہے کہ اردو ترجمہ بھی

فارسی ترجمہ کی طرح بلاواسطہ قرآن کریم کا ترجمہ ہی معلوم ہوتا ہے۔ گویا کہ اردو ترجمہ کو فارسی ترجمہ کے مزاج' انداز بیان اور تعبیر سے پوری طرح ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ انھوں نے مخدوم صاحب کے فارسی ترجمۂ قرآن کو اُردو کا جامہ پہنا دیا ہے تو اس میں مبالغہ نہیں ہوگا۔

قدوۃ الکبراء غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ فارسی ترجمہ کا یہ نسخہ مدینہ منورہ میں حرم شریف کے قریب کسی مکان میں موجود تھا۔ جب حرم شریف کی توسیع ہوئی تو یہ قرآن شریف مع فارسی ترجمہ جناب محمد علی صاحب مہاجر مدنی کو ملا اور ان سے ڈاکٹر سید مظاہر اشرف اشرفی جیلانی کو ملا۔ اس نسخہ میں فارسی عبارت بعض جگہ چُھوٹ گئی ہے اور کہیں کہیں الفاظ کے رسم الخط اور نقطہ میں تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ قیاس اور قرینہ کا سہارا لے کر چھوٹے ہوئے الفاظ کا اضافہ اور رسم الخط و نقطے کی تبدیلی کی جاسکتی تھی لیکن قیاس و قرینہ سے اس قسم کا اضافہ اور تبدیلی ایک قسم کی تحریف ہی ہوگی اور مخدوم اشرف کا فارسی ترجمہ اور اہل نظر و قارئین کے سامنے بعینہٖ پیش نہیں ہو سکے گا۔ لهٰذا قدوۃ الکبراء غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ فارسی ترجمہ کو بعینہٖ عوام کے سامنے پیش کرنے کی غرض سے اس نسخہ کو بغیر ترمیم اور اضافہ کے کمپوز کرایا گیا ہے اگر قارئین کو کسی جگہ کوئی لفظ چھوٹا ہوا یا الفاظ رسم الخط اور نقطہ کے اعتبار سے بدلا ہوا نظر آئے تو اسے ناقل کی غلطی پر محمول کر سکتے ہیں۔ اُردو ترجمہ سے فارسی کی چُھوٹی ہوئی عبارت اور رسم الخط نقطہ کے اعتبار سے بدلے ہوئے الفاظ کی نشاندہی ہو جاتی ہے۔ لهٰذا فارسی ترجمہ کے اس نسخہ کو بعینہٖ شائع کرنے سے قرآن کریم کے ترجمہ کی تحریف لازم نہیں آتی ہے۔ قرآن کریم سے ہر مسلمان کو کسی نہ کسی زاویے سے لگاؤ ہوتا ہے۔ اس لگاؤ کو مزید بڑھانے اور مخدومی ترجمہ کے بعض مقامات کی وضاحت کی غرض سے جو تفسیر لکھی گئی ہے وہ بھی اپنی جامعیت کے اعتبار سے قابلِ تحسین ہے۔ کیونکہ یہ تفسیر مستند کتبِ تفاسیر' کتب احادیث اور دیگر قابلِ اعتبار کتابوں کا ایک بہترین خلاصہ ہے۔ یہ تفسیر اہل علم اور عوام ہر دو کیلئے مفید ثابت ہوگی۔ اُردو میں لکھی گئی تفسیروں میں یہ ایک منفرد اور جامع تفسیر ثابت ہو گی' اور ان شاء اللہ خواص و عوام میں مقبولیت حاصل کریگی۔

مولانا سید محمد ممتاز اشرفی پاکستان کے ایک ذی استعداد باعمل عالم دین ہیں۔ دار العلوم اشرفیہ رضویہ اورنگی ٹاؤن کراچی میں درس و تدریس کا کام انجام دے رہے ہیں۔ تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف بھی ان کا مشغلہ ہے۔ ان کی متعدد کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ جن میں درسی کتابوں کی شروحات بھی شامل ہیں۔ میں دعاء گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ان کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے' ان کی دینی و علمی کوشش کو شرف قبولیت بخشے اور مزید دینی و علمی کام کو انجام دینے کی توفیق بخشے۔ امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

ازقلم: سید شاہ محمد ممتاز اشرفی

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی جانب سے بنی نوع انسان کی رشد وہدایت اور انسان کو انسانیت کا جامہ پہنانے کیلئے آخری اور تحریف وتبدیل سے پاک کتاب ہے۔ قرآن رنگ ونسل اور اختلافِ زبان کا فرق کئے بغیر ہر ایک کیلئے ہدایت کا دامن پھیلائے کھڑا ہے اور قیامت تک بنی نوع انسان کو دین ودنیا کی کامیابی کی راہیں بتاتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کسی کتاب کے ترجمے اتنی زبانوں میں نہیں ہوئے جتنی زبانوں میں قرآنِ کریم کے ترجمے ہو چکے ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی تفصیل اس طرح ہے۔

نمبرشمار	زبان	تعداد	نمبرشمار	زبان	تعداد
1	اردو	92	16	جرمنی	16
2	فارسی	52	17	لاطینی	15
3	ہندی	18	18	ہسپانوی	6
4	گجراتی	9	19	ہولندی (ڈچ)	5
5	پشتو	14	20	روسی	6
6	سندھی	67	21	چینی	5
7	پنجابی	6	22	پرتگالی	4
8	بنگلہ	6	23	ارمنی	4
9	ملیالم	3	24	ڈینشی	4
10	سنسکرت	2	25	سویڈش	3
11	میرٹھی	1	26	پولش	3
12	تامل	1	27	جاپانی	3
13	گورکھی	1	28	مربیہ	2
14	کنڑی	1	29	تلیگو	3
15	اطالوی	19	30	ترکی	7

نمبر شمار	زبان	تعداد	نمبر شمار	زبان	تعداد
31	سواحلی	6	41	برمی	2
32	انگریزی	26	42	مکلسرین	2
33	فرانسیسی	22	43	بوہیمیہ	2
34	ارگونین	1	44	آسٹرین	2
35	البانیہ	1	45	انڈوچائنا	1
36	بلغاریہ	1	46	حبشی	1
37	رومانی	1	47	جاوی	1
38	فلپائن	1	48	مالٹی	1
39	ہنگری	2	49	کریول	1
40	یونانی	2	50		

حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ اور حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے ترجمے

برصغیر پاک و ہند میں عام طور پر فارسی اور اردو میں تراجم ہوئے لیکن اب فارسی زبان سے لوگوں کی دلچسپی ویسی نہیں رہی جیسی آج سے کچھ صدی پہلے تھی موجودہ دور کے دینی مدارس میں بھی اب فارسی پڑھائی نہیں جاتی بلکہ چکھائی جاتی ہے اس لئے حالات کے پیشِ نظر جو کتابیں فارسی زبان میں ہیں یا قرآن کے جو ترجمے فارسی میں ہیں۔ عام لوگوں کے استفادہ کی غرض سے انکے بھی اردو ترجمے کئے جا رہے ہیں۔ فارسی ترجمۂ قرآن سے اردو ترجمۂ قرآن جو آپکے ہاتھوں میں ہے یہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے کیونکہ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۰۸ھ نے قرآن پاک کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ فارسی زبان میں سب سے پہلا ترجمۂ قرآن حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۱۷۶ھ کا ہے جبکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمۂ قرآن آپ سے بھی پہلے کا ہے۔ ان دونوں تراجم میں اختلافِ زمانہ کے سبب زبان ایک ہونے کے باوجود لب و لہجہ اور الفاظ میں نمایاں فرق موجود ہے۔ میں طوالت سے بچتے ہوئے ان دونوں تراجم میں سے چند آیات کے ترجمے قارئین کی خدمت میں ہدیۂ نذر کر رہا ہوں امید ہے کہ دونوں ترجمے کے فرق کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کا ترجمہ ☆ **حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا ترجمہ**

(۱) بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بنام خدای بخشایندہ مہربان

(۱) بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

بنام اللہ بخشایندہ مہربان

نوٹ! حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے اسم جلالت [اللہ عزوجل جو کہ قرآن پاک میں ۲۹۹۷ مرتبہ آیا ہے] کا ترجمہ خدای کیا ہے جبکہ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے اسم جلالت کا ترجمہ نہیں کیا ہے گویا کہ ان دونوں تراجم میں یہ ایک واضح فرق ہے اور یہ فرق اختلافِ زمانہ کی وجہ سے ہوا۔

(۲) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ	(۲) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ
وہر آئنہ آسان کردیم قرآن رابرائے	وہر آئنہ آسان کردیم قرآن راتا پند
یادکردن پس آیا ہست پند گیرندہ	گیرند پس آیا ہیچ پند پذیرندہ ہست

نوٹ! پیش کردہ آیت سورہ قمر کی ہے اور یہ آیت سورہ قمر میں چار مرتبہ ہے۔

(۳) فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ	(۳) فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ
پس بکدام از نعمتہاء پروردگار خود تکذیب میکنید	پس کدام یک راازنعمتہائے پروردگار خویش دروغ می شمرید

نوٹ! پیش کردہ آیت سورہ رحمٰن میں ۳۱ مرتبہ ہے لہذا یہ فرق ایک دو مرتبہ کا نہیں ہے بلکہ آیت کے مطابق ۳۱ مرتبہ کا ہے۔ اس لئے یہ فرق بھی دونوں ترجموں کو تقسیم کر رہا ہے۔

(۴) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ	(۴) وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ
ویل آنروز مرتکذیب کنندگانرا	وائے آنروز دروغ شمارندگانرا

نوٹ! پیش کردہ آیت سورہ مرسلات کی ہے اور یہ آیت سورہ مرسلات میں ۱۰ مرتبہ ہے۔

ان چار آیات کے فرق کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ نکتہ سمجھنے میں اب کوئی دشواری نہیں رہی ہوگی کہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ اور حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے ترجمۂ قرآن میں اختلافِ زمانہ کے سبب زبان ایک ہونے کے باوجود لب ولہجہ اور الفاظ میں بڑا فرق ہے۔ من شاء التفصيل فليرجع الیٰ ترجمتهما.

﴿ترجمۂ قرآن اور لطائفِ اشرفی﴾

یہاں اس نکتہ کی جانب بھی اشارہ کرتا چلوں کہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کا ترجمۂ قرآن اور لطائف اشرفی میں بہت ساری آیاتِ قرآنیہ کے ترجمے میں لفظ بہ لفظ موافقت موجود ہے میں یہاں بھی طوالت سے بچتے ہوئے چند آیاتِ قرآنیہ کے ترجمے پیش کر رہا ہوں۔ جنھیں تفصیل مطلوب ہو وہ اپنی قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت اپنی قلبی تسکین کی خاطر حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کے فارسی ترجمۂ قرآن اور لطائف اشرفی کے فارسی نسخہ کے مطالعہ کیلئے صرف کرے۔ انشاء اللہ بفیضانِ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ قلب کو تسکین حاصل ہو جائیگی۔

(۱) اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ

ہر آئنہ ابراہیم دردمند بردبار بود (لطائف اشرفی صفحہ نمبر ۲۸۶ جلد اول لطیفہ نمبر نہم)

ہر آئنہ ابراہیم دردمند بردبار بود (فارسی ترجمۂ قرآن حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ)

(۲) اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ

پرستید پروردگار خود رازاری کنان وپوشیدہ ازمردمان ہر آئنہ اودوست ندارد از حد گذرندگان را

(لطائف اشرفی صفحہ نمبر ۲۸۶ جلد اول لطیفہ نمبر نہم)

پرستید پروردگار خود رازاری کنان وپوشیدہ ازمردمان ہر آئنہ اودوست ندارد از حد گذرندگان را (ترجمۂ قرآن)

(۳) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

اے مسلمانان چوں روبروشوید باگروہی پس ثابت باشید ویاد کنید خدا را لبسیار (لطائفِ اشرفی جلد اول صفحہ ۲۸۷ لطیفہ نہم)

اے مسلمانان چوں روبروشوید باگروہی پس ثابت باشید ویاد کنید خدا را لبسیار (ترجمۂ قرآن)

﴿ترجمۂ قرآن کس رسم الخط میں ہے؟﴾

یہاں یہ بحث بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کا فارسی ترجمۂ قرآن جواب تک قلمی نسخہ ہی تھا اسکی کتابت کس رسم الخط میں ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ رسم الخط خطِ نستعلیق ہے۔ اگر اس رائے کے مطابق تحقیق کی جائے تو یہ بات بآسانی ثابت ہوجائیگی کہ خطِ نستعلیق حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کے زمانے میں ایجاد ہوچکا تھا۔ اردو کی مشہور لغت قائد اللغات میں خطِ نستعلیق کا تعارف کچھ یوں ہے۔

''وہ ایرانی خط، جو خط نسخ اور تعلیق سے ملا کر نکالا گیا ہے۔ خوبصورت گول حرفوں والا خط، جس میں آج کل اردو زبان لکھی جاتی ہے'' (صفحہ نمبر ۴۷۵)

سمنان ایران ہی کا ایک علاقہ ہے اور خطِ نستعلیق ایرانی ہی ہے اس لئے اس خط میں کتابت بعید از قیاس نہیں ہے۔ اب رہا مسئلہ کہ یہ خط کس سن میں ایجاد ہوا تاکہ سمجھنے میں اور آسانی ہو۔ کہا جاتا ہے کہ اس خط کا مُوجد میر علی تبریزی ہے جس نے ۷۹۸ھ میں اسے ایجاد کیا۔ اگر پیش کردہ سن کا ہی اعتبار کر لیا جائے جب بھی حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کا دور ہے۔ آئین اکبری کے صفحہ نمبر ۱۴۴ پر ابوالفضل کا قول موجود ہے کہ یہ یقینی نہیں کہ خطِ نستعلیق کے مُوجد میر علی تبریزی ہے کیونکہ یہ خط صاحبقران امیر تیمور سے پہلے بھی لکھا جاتا تھا۔ اس لئے یہاں یہ توجیہ مناسب رہے گی کہ خطِ نستعلیق میر علی تبریزی سے پہلے بھی تھا لیکن باقاعدہ فن کی شکل میں نہیں بلکہ لوگوں میں یہ خط رائج تھا اور لوگ خط وکتابت اور کتابوں کے قلمی نسخے اس خط میں لکھتے تھے۔ ۷۹۸ھ میں میر علی تبریزی نے اسے باقاعدہ فن کی شکل دی۔ اس لئے اسے مُوجد کہا جاتا ہے۔ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کے ترجمۂ قرآن کے رسم الخط کو اگر خطِ نستعلیق مان لیا جائے جب بھی اس میں کوئی خرابی اور کوئی اعتراض نہیں ہے۔

میں نے جب رسم الخط کی تحقیق کیلئے چھان پھٹک کی تو اس نتیجے پر پہنچا کہ آیاتِ قرآنیہ کا خط، خط یاقوت موصلی ہے اور

یہ خط ۶۰۸ھ میں ایجاد ہو چکا تھا۔ یہاں اس خط کے نمونے پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کے خط کے نمونے بھی پیش خدمت ہے۔ ان دونوں نمونوں کے بعد قارئین کو بھی فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔

نمونہ قرآن مجید بخط یاقوت موصلی
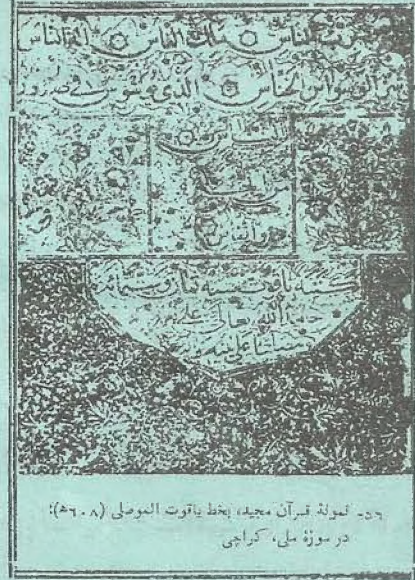
۵۶- نمونۂ قرآن مجید، بخط یاقوت الموصلی (۶۰۸ھ): در موزۂ ملی، کراچی

نمونہ قرآن مجید بکتابت حضرت مخدوم

﴿خصوصیاتِ ترجمہ﴾

ہر گل را بوئے دیگر است کے تحت مترجمینِ قرآن کریم میں سے ہر ایک کے ترجمہ میں کچھ نہ کچھ انکی اپنی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ قرآن کریم چونکہ جوامع الکلم ہے اس لئے اس کے ہر ہر لفظ میں جامعیت پائی جاتی ہے۔ جو جسقدر لفظ کی تحقیق کی جانب گیا وہ ایک نیا جوہر لے کر آیا۔ اس سلسلے میں میری رائے تو یہ ہے کہ مترجم قرآن کریم علمی وسعتوں کیساتھ ساتھ اپنی قلبی صفائی میں جس قدر کمال رکھتا ہوگا اللہ تعالی اسی قدر اس کیلئے اپنی لاریب کتاب کے رموز و اسرار اس پر منکشف فرماتا ہے۔ اسکی کئی مثالیں ہمارے پاس موجود ہیں لیکن سب سے مشہور مثال یہ ہے کہ حضرت غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ اسی قلبی صفائی کے سبب جب اپنی محفل میں قرآن کریم کے رموز و اسرار بیان فرماتے تو علامہ ابن جوزی جیسا محدث تعجب سے اپنی گریبان چاک کر لیتا۔ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ غوث پاک کی اولاد میں سے ہیں اور آپ اپنے زمانے کے ایک بلند پایہ عالم دین بھی تھے۔ آپکی علمی وسعتوں کی نظیر کی ایک جھلک مکتوباتِ اشرفی میں موجود ہے۔ ان مکتوبات میں آپ سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات اس قدر علمی و تحقیقی انداز میں مذکور ہیں کہ پڑھنے والا بے ساختہ آپکی وسعت علمی کی گواہی دینے لگتا ہے۔ اس علمی وسعت کیساتھ ساتھ قلبی صفائی میں آپکا کیا مقام ہے یہ بھی پاک و ہند میں کسی پر مخفی نہیں ہے لہذا آپکی ذات جہاں ایک علمی شخصیت ہے وہیں ایک بہترین روحانی شخصیت بھی ہے۔ ایسا انسان

جب قرآن کریم کا ترجمہ کریگا تو کسقدر اسکے ترجمے کی خصوصیات ہوگی یہ کوئی اہل دل ہی بتا سکتا ہے۔ میں یہاں چند خصوصیات پیش کررہا ہوں صرف اس نکتہ نظر سے کہ ہر مترجم قرآن کے ترجمے میں انکی اپنی کچھ نہ کچھ خصوصیات ہوتی ہیں میرا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ ان خصوصیات کو پیش کر کے کسی کے ترجمے کو کم تر یا کسی کے ترجمے پر اعتراض کروں۔ ہاں جنکے ترجمے پر اعتراض قائم ہو چکا ہے وہ تو ہے ہی الگ سے اعتراض مقصود نہیں ہے۔ **وما توفیقی الا باللہ**.

(۱) صِبْغَةَ اللّٰهِ. دین خدا راست ست (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۳۸)

اس آیت کا پسِ منظر کچھ اسطرح ہے کہ کوئی شخص دینِ نصاریٰ میں داخل ہونا چاہتا یا ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو یہ لوگ زرد رنگ کے پانی میں ڈبوتے پھر نکال کر کہتے کہ اب یہ پکا نصرانی ہوگا اور نصاریٰ اپنے علاوہ سارے ادیان کو باطل سمجھتے تھے۔ پیش کردہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا اور ان پر یہ بات واضح کی کہ بچہ جس دینِ فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے وہی اللہ کا دین ہے اور اس کے دین سے بہتر اور کوئی دین نہیں ہے۔ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے آیت میں موجود لفظِ صبغۃ کا ترجمہ دین کیا ہے جس سے آیت کے مفہوم کو سمجھنے میں دیگر تراجم کے مقابلے میں آسانی پیدا ہوئی اور اس قسم کی آسانیاں ترجمے میں خصوصیت پیدا کرتی ہیں۔ آپ نے صبغۃ کا ترجمہ دین کیا اور آپکا یہ ترجمہ مفسرین کرام کی تفسیر کے مطابق ہے چنانچہ تفسیر جلالین میں ہے۔ **المراد بھا دینہ الذی فطر الناس علیہ**.

(۲) بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ. بلکہ ایشاں شد زندگانی ولیکن شما آگاہ نشوید (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۵۴)

شہدائے کرام کو بعدِ شہادت جو زندگی دی جاتی ہے وہ زندگی پہلی زندگی سے ارفع واعلیٰ ہوتی ہے۔ علامہ احمد الصاوی المتوفی ۱۲۲۳ھ نے تفسیر صاوی میں لکھا ہے کہ **حیاۃ اخریۃ بالجسم والروح لیست کحیاۃ اھل الدنیا** یعنی شہداء کے جسم اور روح دونوں کو حیاتِ اخروی دی جاتی ہے اور یہ حیات اہل دنیا کی حیات کی طرح نہیں ہے۔ اب اگر بَلْ اَحْيَاءٌ کا ترجمہ یوں کیا جائے "بلکہ وہ سب زندہ ہیں" تو اس سے یہ ابہام پیدا ہو سکتا ہے کہ شہداء کی زندگی وہی ہے جو انھیں پہلے حاصل تھی کیونکہ زندہ ہیں کا لفظ اسی جانب اشارہ کر رہا ہے۔ اس کے برعکس حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے ایشاں شد زندگانی ترجمہ کر کے نہ صرف اس ابہام کو دور کر دیا بلکہ اس نظریئے کی جانب اشارہ بھی کر دیا کہ شہداء کو بعدِ شہادت جو زندگی دی جاتی ہے وہ پہلی زندگی سے کہیں ارفع واعلیٰ ہوتی ہے کیونکہ آپکے ترجمے کے مطابق فقرہ یوں ہوگا کہ "وہ سب زندگانی (میں) ہوئے" مطلب یہ ہے کہ وہ سب فانی زندگی دیکر حیاتِ ابدی کیساتھ زندہ ہوئے۔

اس ترجمے سے دوسرا ابہام یہ بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ شہداء پر آنِ واحد کیلئے بھی موت نہیں آئی کیونکہ جب یہ ترجمہ ہوگا کہ "وہ سب زندہ ہیں" تو اسکا مطلب ہوگا کہ وہ سب ایک لحہ کیلئے بھی مرے نہیں۔ حالانکہ قرآن کریم کے اعلان کے مطابق ہر جاندار پر موت طاری ہوگی لیکن حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کے ترجمہ میں لفظ شد بتا رہا ہے کہ قانونِ خداوندی کے تحت کچھ لحوں کیلئے ان شہداء پر بھی موت طاری ہوئی پھر وہ سب ارفع واعلیٰ حیات کیساتھ زندہ ہوئے گویا یہ کہا جاسکتا ہے کہ بَلْ اَحْيَاءٌ کا ترجمہ "بلکہ وہ سب زندہ ہیں" غلط نہیں ہے لیکن یہ ترجمہ اپنے اندر وہ خوبی اور کمال نہیں

رکھتا ہے جو وہ ترجمہ اپنے اندر رکھتا ہے جسے حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے کیا ہے یعنی بلکہ ایشاں شدزندگانی ''بلکہ وہ سب زندگانی (میں) ہوئے'' یہاں یہ نکتہ بھی بتاتا چلوں کہ پیش کردہ آیت میں حیاتِ شہداء کے بارے میں ارشاد ہے کہ تم انکی حیات کو سمجھ نہیں سکتے ہو اس لئے کہ اہل دنیا کے پاس جو زندگی ہے وہ شہداء کی زندگی سے کم تر ہے لہذا یہاں کے مناسب وہی ترجمہ ہے جسے حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے کیا ہے جبکہ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۶۹ میں ارشاد ہے کہ وہ سب اپنے رب کے حضور رزق پاتے ہیں گویا اس آیت میں محل اطلاع عطائے رزق ہے نہ کہ عطائے زندگانی۔ اس لئے حضرت مخدوم علیہ الرحمۃ نے یہاں کی مناسبت سے یوں ترجمہ کیا ''بلکہ زندہ اند نزدیک پروردگار خویش روزی دادہ میشوند'' رزق اسے دیا جاتا ہے جو زندہ ہو اس لئے یہاں بَلْ اَحْیَاءٌ کا ترجمہ کیا ''بلکہ وہ سب زندہ ہیں'' ان دونوں مقام کے ترجمے کے فرق میں بہت ساری خوبیاں پوشیدہ ہیں۔ فَانْظُرُوْا بِنَظْرِ الْفَهْمِ یَا اُولِی الْاَبْصَارِ.

(۳) وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ. وغلبۂ شرک سخت تر است از قتل۔ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۹۱)

فتنہ کا لفظ اپنے اندر بہت وسعت رکھتا ہے اس لئے انسان بھی تھوڑی تھوڑی سی بات میں کہہ دیتا ہے کہ فتنہ نہ پھیلاؤ قرآن کریم میں بھی فتنہ کا لفظ وسیع مطالب کے بیان کیلئے آیا ہے لیکن عام طور پر مترجمینِ قرآنِ کریم نے فتنہ کا ترجمہ نہیں کیا حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے بھی بہت سے مقامات پر لفظِ فتنہ کا ترجمہ نہیں کیا۔ پیش کردہ آیت میں آپ نے سیاق وسباق کا لحاظ کرتے ہوئے لفظ فتنہ کا ترجمہ ''غلبۂ شرک'' سے کر کے تفسیری سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ اس ترجمہ پر آپ کیلئے صد آفرین ہے۔

(۴) اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ. یادور کردہ شوند از وطن۔ (سورہ مائدہ آیت ۳۳)

یہ ٹکڑا آیتِ محاربہ کا ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالی اور اسکے رسول ﷺ سے (اسکے احکام سے روگردانی کر کے اعلانِ) جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں ان کیلئے چار سزاؤں میں سے ایک سزا ہے (۱) اسے قتل کیا جائیگا (۲) یا اسے سولی دی جائیگی (۳) یا ایک ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹا جائیگا (۴) یا اسے جلا وطن کیا جائیگا۔ پیش کردہ ٹکڑے میں چوتھی سزا کا ذکر ہے اور اس میں "الارض" کا لفظ قابلِ غور ہے۔ جن لوگوں نے اسکا ترجمہ یہ کیا ''یا زمین سے نکال دیئے جائیں'' تو ان لوگوں نے الارض کے حقیقی معنی کا اعتبار کیا ہے اس لئے ہم اسے غلط نہیں کہہ رہے ہیں البتہ یہاں یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ ایسے شخص کو اگر زمین سے نکال دیا جائے تو کیا وہ دریا میں جا کر دریائی مخلوق کیساتھ رہے گا' یا آسمان میں جا کر فرشتوں کیساتھ رہیگا۔ آخر زمین سے نکالنے کے بعد اسکا مسکن کہاں ہوگا؟ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے ان سارے سوالات کو ذہن میں رکھتے ہوئے الارض کا ترجمہ وطن کیا اس ترجمہ کے بعد اب وہ سارے سوالات بیکار ہو گئے جو اس مقام پر پیدا ہو رہے تھے۔ هذا من فضل ربی.

(۵) لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ. تا بیامرزد ترا خدای آنچہ گذشت از ذنب تو و آنچہ ماندہ است (سورہ فتح آیت نمبر ۲)

اس آیت کے علاوہ دو اور مقامات ہیں جن میں ذنب کی اضافت نبی کریم ﷺ کی جانب کی گئی ہے لیکن تینوں مقامات پر حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے لفظِ ذنب کا ترجمہ کئے بغیر اس اضافت کو باقی رکھا جس سے دو فائدے حاصل ہوئے (۱) بغیر تاویل کے اصل کلمہ کا ترجمہ ہوگیا (۲) شانِ رسالت کا دفاع حسین انداز میں ہوا۔ اس آیت کے تحت باقی کلام سورہ فتح کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں۔

﴿تحدیثِ نعمت﴾

الحمد للہ علی احسانہ: حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا فارسی ترجمۂ قرآن کا اردو ترجمہ خوش اسلوبی کے ساتھ مکمل ہوا۔ اس کام کی تکمیل میں جہاں محنتِ شاقہ کارفرما ہے وہاں اس سے بھی انکار نہیں ہے کہ مرشدِ گرامی قبلہ سیدی وسندی حضرت شیخ اعظم سید شاہ محمد اظہار اشرف الاشرفی الجیلانی دامت برکاتہم العالیہ کی دعا لمحہ بہ لمحہ شاملِ حال رہی۔ جسکے نتیجے میں اتنا بڑا اور اتنا مشکل کام آسان ہوا۔ یہاں یہ بات بھی واضح کرتا چلوں کہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کا صرف فارسی ترجمۂ قرآن ہے اطراف میں ''اظہار العرفان'' کے نام سے جو تفسیر آپ ملاحظہ فرمائیں گے وہ تفسیر میں نے ترجمۂ قرآن پڑھنے والوں کی سمجھ کیلئے اضافہ کیا ہے۔ یہ تفسیر جن کتب تفاسیر یا دیگر کتب سے لکھی گئی ہے اسکا حوالہ آپ ہر آیت کی تفسیر کے اختتام پر ملاحظہ فرمالیں گے۔ تفسیر کے درمیان اس برائیکٹ [----] میں آپکو جو عبارت ملے گی وہ پیش کردہ تفسیر کی کتاب کی عبارت نہیں ہے بلکہ وہ عبارت میری اپنی ہے۔ میں نے مسئلہ کو مزید سہل انداز میں سمجھانے کی غرض سے اسکا اضافہ کیا ہے۔ تفسیر کا نام ''اظہار العرفان'' میں نے اپنے پیرومرشد حضرت سید شاہ اظہار اشرفی دامت برکاتہم العالیہ کی نسبت سے رکھا ہے جبکہ اردو ترجمۂ قرآن کا نام ''اشرف البیان'' حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ کی نسبت سے رکھا ہے۔

ترجمہ کرتے وقت اس امر کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ کے فارسی ترجمہ ہی سے اردو ترجمہ کیا جائے اور ہوا بھی ایسا ہی۔ تاہم بعض مقامات پر اردو ترجمہ کو رواں کرنے کی غرض سے لفظ کا لازم معنی سے بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر کچھ لفظ کا اضافہ بھی تفہیمِ معنی کی غرض سے کیا گیا ہے لیکن اضافے کو اس برائیکٹ (---) میں رکھا گیا ہے تاکہ تمیز کرنے میں سہولت ہو۔ حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ نے فارسی ترجمہ سن ۷۲۷ ہجری میں کیا تھا یہ سن فارسی ترجمۂ قرآن کے شروع میں اس طرح لکھا ہوا ہے۔

نوشتہ ایں صحیفہ برحق القران العظیم

بدست خود ظلِ ہمایوں سلطان سمنان ۷۲۷ھ

فارسی ترجمۂ قرآن اب تک ایک مرتبہ بھی کہیں سے نہیں چھپا ہے بلکہ قلمی نسخہ ہی ہے۔ اس قلمی نسخہ سے اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک قلمی نسخہ پاکستان میں ہے اور ایک انڈیا میں بھی ہے۔ اس لئے کتابت کی خطا (جس سے

بچنا بہت مشکل ہے) کی وجہ سے کہیں کہیں عبارت میں کچھ فرق بھی محسوس ہو سکتا ہے لہذا اس فرق کو محلِ نزاع نہ بنانا ہی عقل مندی ہے۔

ترجمہ اور تفسیر کے پڑھنے والوں سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ ترجمہ اور تفسیر میں کہیں پر بھی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع کیجئے۔ انشاء اللہ اس غلطی کی تحقیق کے بعد ضرور اصلاح کی جائے گی اور مطلع کرنے والوں کیلئے دعائے خیر بھی کی جائیگی۔

آخر میں اپنے تمام معاونین کا شکریہ ادا کرنا چاہونگا جنہوں نے اس کام میں میرا ساتھ دیا۔ متن کو اسکین کر کے لائن بہ لائن ڈالنے اور اندر کے صفحات کے ڈیزائن کا کام محمد عمر حسین اشرفی زید مجدہٗ نے کیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ کمپوزنگ کا کام مولانا حافظ محمد ممتاز علی اشرفی زید مجدہٗ نے انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آخر میں اپنے تمام پڑھنے والوں سے گذارش کرونگا کہ اس بندۂ ناچیز کو بھی اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

طالبِ دعا

سید شاہ محمد ممتاز اشرفی

﴿حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی﴾

﴿رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر سوانح حیات﴾

آپ کا نام ''اشرف'' لقب جہانگیر اور محبوب یزدانی ہے۔ آپ ۶۸۸ھ مطابق ۱۲۸۹ء میں سمنان کے ریاست میں پیدا ہوئے۔ آپکے والد ماجد کا نام سلطان سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ والدہ ماجدہ کا نام خدیجہ بیگم ہے۔ آپکے والد ماجد ریاست سمنان کے بادشاہ تھے۔ یہ قدیم شہر اس وقت بھی ایران کے رقبہ مملکت میں موجود ہے اور طول البلد ۵۴ اور عرض البلد ۳۵ کے درمیان واقع ہے۔ یہ دریائے خضر سے (جسے اب بحیرۂ کیسپین کہتے ہیں) تقریباً سو میل کا شان سے ۱۵۰ میل اور اصفہان سے ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا ہفت قرأت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ چودہ برس کی عمر میں تمام علوم حدیث، تفسیر، ادب، فلسفہ، کلام اور منطق وغیرہ سے فارغ التحصیل ہو گئے۔ صغر سنی سے ہی درویشوں اور عارفوں کی خدمت میں حاضری اور حصول فیض کا شوق تھا۔ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی علیہ الرحمۃ سے باطنی نعمتیں اور برکتیں حاصل کرتے تھے۔ جب عمر ۱۵ سال کی ہوئی تو والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا۔ ارکانِ دولت اور اعیانِ سلطنت نے آپکو تختِ حکومت پر بٹھایا۔ رعایا پروری اور عدل و انصاف کا ایک ایسا شہرہ ہوا کہ شاہانِ اطراف رشک کرتے تھے۔ جب آپکی عمر ۲۵ سال ہوئی تو ماہِ رمضان میں ستائیسویں شب حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور بزبانِ فصیح ارشاد فرمایا کہ اے اشرف تمہارا کام پورا ہو گیا ہے۔ اگر وصالِ الٰہی اور مملکتِ لامتناہی چاہتے ہو تو بادشاہی چھوڑ دو اور ملکِ ہند کی طرف کوچ کرو۔ وہاں ایک بزرگ شیخ علاؤ الدولہ گنج نبات ہیں جو تانبے کو کندن بنا دیتے ہیں۔ یہ کلماتِ بشارت ارشاد فرما کر حضرت خضر علیہ السلام نظر سے غائب ہو گئے اور صبح کی سفیدی نمودار ہوئی حضرت نے ترکِ سلطنت کا عزم مصمم کیا۔ تختِ شاہی پر اپنے چھوٹے بھائی محمد اعرف کو بٹھایا۔ ان کو امورِ مالی اور ملکی دینی و دنیوی کیلئے مفید نصیحتیں فرما کر اجازتِ سفر کیلئے والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ماں اپنے وقت کی رابعہ بصریہ تھیں۔ انھوں نے فرمایا کہ اے فرزند تیری ولادت سے پہلے حضرت خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو بشارت دی تھی کہ تجھ کو ایسا بیٹا نصیب ہوگا کہ آفاق اسکے خورشیدِ ولایت سے منور ہو جائیگا۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ اس بشارت کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ میں تجھ کو خدا کے سپرد کرتی ہوں لیکن ایک وصیت میری یہ ہے کہ جب شہر سمناں سے رخصت ہو تو آدابِ سلطنت اور دبدبہ مملکت کیساتھ باہر نکلو۔ مادر مشفقہ کی تعمیل ارشاد کیلئے آپ بارہ ہزار لشکر کیساتھ شہر سے باہر نکلے۔ آپکو شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔ بوقتِ رخصت ایک غزل زبان مبارک پر تھی۔ انکے دو شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

ترکِ دنیا گیر تا سلطاں شوی ۔۔۔ محرم اسرارِ باجاناں شوی

برگزراز خواب وخور مردانہ وار ۔۔۔ تا براہ عشق چوں مرداں شوی

﴿سلسلہ قادریہ کی اجازت﴾

حضرت کی سلسلہ قادریہ کی خلافت واجازت کا واقعہ کچھ یوں ہے کی جب آپ سینکڑوں کوس کی مسافت، جنگلوں، پہاڑوں اور دشوار گذار گھاٹیوں سے گذرتے ہوئے خطہ اوچھ میں پہنچے جو اس زمانہ میں ایک مشہور شہر تھا اور اسوقت تک اُچ کے نام سے ایک قصبہ ملتان شریف کے قریب زیارت گاہ خاص و عام ہے وہاں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ علم ظاہر و باطن، فقر و استغناء میں یکتائے روزگار تھے۔ پہلے شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم پائی تھی جو حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ اسکے بعد زیارت حرمین شریفین کیلئے گئے اور عرب کے مشائخ سے استفادہ کیا۔ چودہ خانوادوں کی خلافت حاصل کی۔ حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے اشرف تمہارا یہاں آنا مبارک ہو مگر میرے بھائی علاؤالدین تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اس لئے یہاں رکنا مناسب نہیں ہے پھر آپ مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ خلوت میں تین شب رہے جب پہلی شب ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ مخدوم جہانیاں کے ساتوں اعضاء کٹے ہوئے الگ الگ پڑے ہیں اور ان میں سے ہر ایک مختلف زبانوں میں حمد و تسبیح الٰہی میں مصروف ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد باہم وہ اعضا مل گئے اور ارشاد فرمایا کہ برادر اشرف یہ تم کو مبارک ہو۔

دوسری شب پھر خلوت فرمایا تو دیکھا کہ مخدوم جہانیاں کا جسم مبارک تجلی بسیط سے اسقدر پھیل گیا کہ خلوت گاہ بھری ہوئی ہے۔ مطلق گنجائش باقی نہیں بلکہ آپکے جسم کے کچھ حصے دروازوں اور روشن دانوں سے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ حالت جاتی رہی اور ارشاد فرمایا کہ برادر اشرف یہ بھی مبارک ہو۔ تیسری رات آخری بار حاضری ہوئی دیکھا کہ جسم مبارک ایسا لطیف صاف اور شفاف ہو گیا ہے کہ سر سے پاؤں تک ہر ذرہ آئینہ کی طرح جھلک رہا ہے تھوڑی دیر کے بعد آئینہ مکدر ہوا تو فرمایا کہ برادر اشرف یہ بھی مبارک ہو۔ صبح الوداع کے وقت حلقہ اصحاب میں ذکر جہر کی اجازت دی اور تمام کارہائے دینی و دنیوی کیلئے "یا غفور" کا تعویذ عنایت فرما کر رخصت کیا اور فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان روز اول سے الفت و محبت مقرر تھی اور ہمارے درمیان باہم وہ وابستگی ہے جو جسم کو جان سے ہوتی ہے۔

﴿سلسلہ چشتیہ کی اجازت و بیعت﴾

آپ مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے روانہ ہوئے۔ ہنوز آپ راہ میں تھے کہ شیخ علاؤالدین گنج نبات رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میں دو سال سے جس دوست کا انتظار کر رہا تھا وہ امروز فردا میں آنے والا ہے۔ چند ہی روز کے بعد آپ پنڈوہ شریف پہنچے۔ شیخ گنج نبات رحمۃ اللہ علیہ سنبھل کے درخت کے نیچے انتظار فرما رہے تھے آپکو لیکر خانقاہ گئے کھانا کھلانے کے بعد ایک بیڑا پان اپنے ہاتھ سے آپکو کھلایا اسکے بعد تین بیڑے یکے بعد دیگر کھلائے۔ چار بیڑوں کے بعد بیعت کیلئے اشارہ کیا۔ خدام ہٹ گئے اور جو طریقہ بیعت کا آپ کے یہاں رائج تھا

اسکے مطابق کیا اور اپنی کلاہ مبارک حضرت کے سر پر رکھ دی۔ حاضرین مجلس نے آپکو مبارک دی۔ اسکے بعد آپ اپنے مُرشد کی خانقاہ شریف میں ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ چار سال کے بعد آپکے پیرو مُرشد نے فرمایا کہ اب آپکو لقب ملنا چاہیئے لیکن ہم لقب اپنی طرف سے نہیں دیتے بلکہ القاب آسمان سے نازل ہوتے ہیں چنانچہ حضرت گنج نبات رحمۃ اللہ علیہ پندرھویں شعبان کی مبارک رات میں وظائف سے فارغ ہو کر خلوت گاہ میں مراقبہ کیا۔ صبح ہوتے ہی در و دیوار سے آواز آنے لگی "جہانگیر جہانگیر" مرشد نے فرمایا الحمد للہ فرزند اشرف کو جہانگیر کا خطاب ملا۔ اسوقت آپ اپنے حجرے میں مشغول بحق تھے جب نمازِ صبح کیلئے باہر آئے باجماعت نماز ادا کی اور خانقاہ کے دستور کے مطابق سب اصحاب سے مصافحہ کیا تو ہر شخص کی زبان پر تھا کہ خطابِ جہانگیر مبارک ہو۔ حضرت نے اسی وقت یہ قطعہ عرض کیا۔

مرا از حضرت پیر جہاں بخش　　　خطاب آمد کہ اے اشرف جہانگیر

(مجھے حضرت سے خطاب ملا کہ اے اشرف جہانگیر)

اکنوں گیرم جہانِ معنوی را　　　کہ فرمان آمد از شاہم جہانگیر

(اب میں نے جہانِ معنوی کو پکڑا کیونکہ میرے شاہ نے مجھے جہانگیر فرمایا)

تقریباً چار سال گزرنے کے بعد آپکے مرشد نے فرمایا کہ اے اشرف تمہیں جونپور روانہ ہونا ہے وہاں جا کر مخلوقِ خدا کی تربیت کرو چنانچہ رمضان ختم ہونے کے بعد آپکے پیرو مرشد نے اجازت وخلافت سے نوازا اور رخصت کیا۔ آپ سن ۷۵۰ھ میں زیارت حرمین شریفین کے بعد دوبارہ مرشد کی بارگاہ میں پہنچے اور تقریباً چار سال تک مرشد کی خدمت میں رہے۔ دوبارہ رخصت کے وقت ہادی طریقت نے بشارت دی کہ تم کو مرتبہ غوثیت عطا ہوگا اور اس وقت تم محمد نور یعنی مخدوم زادہ کیلئے قطبیت کی سفارش کرنا پھر آپ کے مرشد نے آپکو وہ مدفن بھی کشف سے دکھایا جہاں آپ کی آخری آرام گاہ بنی۔

﴿ کچھوچھہ مقدسہ کی مختصر تاریخ ﴾

جب آپکے پیرو مرشد نے آپکو مدفن دکھایا تو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک گول تالاب ہے اور اسکے درمیان ایک نقطہ تل کے برابر ہے اور وہی مدفن گاہ ہے۔ پنڈوہ شریف سے رخصت ہو کر حضرت جونپور پہنچے تو اسی مقام کی جستجو شروع کی اور اپنے اصحاب کیساتھ تلاش کرتے ہوئے موضع بھڈوڈ پہنچے وہاں کے زمیندار ملک محمود کے ہمراہ مقام مقصود کی تلاش میں نکلے تو ایک گول تالاب نظر آیا جسے دیکھ کر حضرت نے فرمایا یہی وہ مقام ہے جو میری آخری آرامگاہ بنے گا' پھر آپ وہاں کے مشہور جوگی کو مسلمان کرنے کے بعد خانقاہ کی تعمیر میں مشغول ہو گئے۔ ملک محمود کے تعاون سے چند ہی دنوں میں خانقاہ کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ تین سال کے قلیل عرصہ میں وہ تختہ گل وگلزار ہو گیا اس علاقہ کا نام حضرت نے روح آباد رکھا خانقاہ کا نام کثرت آباد مقرر کیا اور اس کثرت آباد میں ایک مختصر سا حجرہ آپ کیلئے مخصوص تھا وہ وحدت آباد کے نام سے موسوم ہوا۔

حضرت فرماتے تھے کہ آئندہ زمانہ میں اس جگہ بڑی رونق ہوگی۔ اکابر روزگار رجال الغیب اور بہت سے اولیاء اللہ یہاں آئیں گے اور فیض اندوز ہونگے۔ وہی مقام ضلع فیض آباد (سابقہ) لیکن اب ضلع امبیڈکر نگر یوپی ہندوستان میں کچھوچھہ کے نام سے مشہور ہوا اور تالاب کے وسط میں مرقد مبارک زیارت گاہ خلائق ہے۔ حضرت مخدوم پاک نے روح آباد کی طرف یوں اشارہ فرمایا۔

اشرف از دل بروکن میل سمنان را　　که روح آباد سمنانست ما را

کچھوچھہ تک پہنچنے کیلئے بس اور ٹرین دونوں کا راستہ ہے۔ اکبر پور اسٹیشن پر اتر کر بذریعہ بس یا رکشہ کچھوچھہ مقدسہ پہنچتے ہیں۔

﴿وصال مبارک﴾

حضرت کا وصال ۲۸ محرم الحرام ۸۰۸ھ بمطابق ۶ جولائی ۱۴۰۵ عیسوی کو ہوا۔ وصال کی صبح شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ آپکے پہلو میں بیٹھے تھے۔ سید عبد الرزاق نور العین رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر تبرکات اور بزرگوں کے خلعت عطا کئے۔ اور بعض مریدین مخلصین کو بھی عطا کئے پھر فرمایا کہ بھائیو! اشرف کو اپنے سے دور مت سمجھنا۔ اس کے بعد حضرت نور العین رحمۃ اللہ علیہ کو ظہر کیلئے امام بنایا اور خود ان کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ جب نماز سے فراغت ہوئی تو شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے چند اشعار سننے بیٹھ گئے اور اسی دوران آپ کی روح مبارک خلدِ بریں پر پہنچی۔

﴿آپ کی تصنیفات﴾

(۱) ترجمۂ قرآن پاک بہ زبان فارسی (۲) شرح ہدایہ (فقہ) (۳) شرح عوارف (۴) شرح فصول الحکم
(۵) فوائد العقائد (۶) فتاوی اشرفیہ (۷) زیچ سامانی (۸) تفسیر نور بخشیہ
(۹) کنز الاسرار (۱۰) دیوان اشرف (۱۱) رسالہ غوثیہ (۱۲) حدود منازل خلفائے راشدین
(۱۳) مراۃ الحقائق (۱۴) بحر ذاکرین (۱۵) حجۃ الذاکرین (۱۶) حاشیہ بر حواشی مبارک
(۱۷) بشارت الاخوان (۱۸) مکتوبات اشرفی (۱۹) نحو اشرفیہ (۲۰) رسالہ تصوف و اخلاق
(۲۱) رسالہ تحقیقاتِ عشق (۲۲) ارشاد الاخوان (۲۳) تنبیہ الاخوان (۲۴) اشرف الانساب
(۲۵) اشرف الفوائد (۲۶) فوائد الاشرف وغیرہم۔

قرآن کریم
جملہ حقوق محفوظ ہیں

قرآن مجید
جملہ حقوق محفوظ ہیں

سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ سَبْعُ اٰيَاتٍ

سورہ فاتحہ مکی ہے اور اس میں سات آیات ہیں ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٢ الرَّحْمٰنِ

ثنای و ستائش خدا یراست پرور دگار عالمہا بخشائندہ

ثناء و تعریف (اُس) اللہ کیلئے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے ٢ رحم والا

الرَّحِيْمِ ۝٣ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝٤ اِيَّاكَ

مہربان خداوند روز جزا ترا می پرستیم

مہربان ٣ جزا کے دن کا مالک ٤ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں

نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝٥ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

و از تو مدد می طلبیم بنما ما را راہ راست

اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ٥ تو ہمارے لئے سیدھی راہ ظاہر فرما ٦

الْمُسْتَقِيْمَ ۝٦ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

راہ آنانکہ انعام کردی بر ایشاں

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا ٧

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝٧

بجز آنا نکہ خشم گرفتہ شد بآنہا و بجز گمراہان

ان لوگوں (کے راستہ) کے سوا جن پر غضب ہوا اور گمراہوں (کے راستہ) کے سوا ٨

١ سورہ فاتحہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی کیونکہ مکہ مکرمہ میں فرضِ صلوۃ اور مدینہ منورہ میں تحویلِ قبلہ کے موقع پر نازل ہوئی۔ اس میں سات آیات، ٢٥ کلمات اور ١٢٣ حروف ہیں۔ (غرائب القرآن) یہ سورت اصولِ دین اور فروعِ دین مثلاً عقیدہ، عبادت، تشریع، یوم آخرت پر اعتقاد، اللہ تعالیٰ کے صفات حسنیٰ پر ایمان، عبادت و استعانت میں اسے خاص کرنے وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اس سورت کو سورۃ الفاتحہ، ام الکتاب، سبع مثانی، شافیہ، وافیہ، اساس اور حمد بھی کہتے ہیں علامہ قرطبی نے اس سورت کے بارہ نام لکھے ہیں (صفوۃ التفاسیر)

٢ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھو گے تو گویا کہ تم نے اللہ کا شکر ادا کیا اس لئے اللہ تمہیں اور زیادہ دیگا۔ (ابن جریر)

٣ حضرت عزرمی فرماتے ہیں کہ اللہ رحمٰن ہے جمیع خلق کیلئے اور رحیم، خاص مؤمنین کیلئے ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق رحمٰن سے مراد رَحْمٰنُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (دنیا اور آخرت میں رحم فرمانے والا) ہے جو صرف ایمان والوں کیلئے ہے۔ (ابن جریر)

٤ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یوم حساب یعنی قیامت کا دن ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس دن مجازی بادشاہ بھی نہ ہوگا۔ (ابن جریر)

٥ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ [ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں] اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم تجھے ایک مانتے ہیں، تجھ ہی سے ڈرتے ہیں اور تجھ ہی سے امید رکھتے ہیں اور وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا مطلب یہ ہے کہ ہم تیری اطاعت میں اور اپنے تمام امور میں تیری ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ (ابن جریر) ٦ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم سے مراد قرآن ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اسلام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اے محمد ﷺ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پڑھیئے یہ سنکر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے ہدایت والے راستے کے بارے میں الہام کیا ہے اور وہ اللہ کا دین ہے جس میں کوئی کجی نہیں ہے۔ حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ صراط مستقیم سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں ساتھی یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا راستہ ہے۔ (ابن جریر) بیشک مؤمن جب اللہ تعالیٰ کو دلیلِ واحد سے پہچان لیتا ہے تو اسکی نظر میں ممکنات کی اقسام میں کوئی موجود ایسا نہیں ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے وجود، علم، قدرت، جود، رحمت اور حکمت پر دلائل نہ ہوتے ہوں، اور کبھی دینی انسان دلیلِ واحد سے صحیح ہوتا ہے اور وہ باقی دلائل سے غافل رہتا ہے اس لئے مؤمن کا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہنا یہ معنی رکھتا ہے کہ "اے ہمارے معبود! ہم نے جان لیا کہ ہر شے میں تیری ذات، صفات، قدرت اور علم پر دلائل کی کیفیت موجود ہے [اس لئے ان دلائل کی راہ ہمارے لئے ظاہر فرما]" (تفسیر کبیر) ٧ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ راستہ جس پر اللہ نے انعام فرمایا ہے وہ ملائکہ، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ہے۔ (ابن جریر) ٨ حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہود ہیں اور جب وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں۔ (ابن جریر) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے سورہ فاتحہ کی مثل کوئی سورت تورات میں نازل ہوئی نہ انجیل میں، زبور میں اور نہ (خود) قرآن میں۔ (ترمذی) سورہ فاتحہ کے اختتام پر تھوڑی سی خاموشی کے بعد آمین کہنا سنت ہے۔ تھوڑی سی خاموشی کے بعد آمین اس لئے کہنا چاہیئے تاکہ قرآن اور غیر قرآن کے درمیان فصل ہو جائے۔ (القرطبی)

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَّسِتٌّ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعُوْنَ رُكُوْعًا

سورہ بقرہ مدنی ہے، اس میں ۲۸۶ آیات اور ۴۰ رکوع ہیں [۱]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشنده مهربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

الٓمّٓ ۚ ﴿١﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى

این کتاب هیچ شبه نیست دراں راهنما

یہ کتاب جس میں کوئی شبہ نہیں ہے راہ دکھانے والی (ہے)

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٢﴾ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ

بر پرہیزگاراں را آنانکہ ایمان می آرند بنا دیده

پرہیزگاروں کو [۲] وہ لوگ جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور

الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣﴾ وَالَّذِيْنَ

بر پا می دارند نماز را و از آنچہ روزی دادیم ایشاں را خرچ کند

نماز قائم رکھتے ہیں اور اس میں سے جو روزی ہم انہیں دی خرچ کرتے ہیں [۳] اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر

يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ

و آنانکہ ایمان می آرند بآنچہ فرود آوردہ شد بسوے تو و آنچہ

جو آپ کی جانب اتار گیا اور جو

مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿٤﴾

فرود آوردہ شد پیش از تو و بآخرت ایشاں یقین دارند

آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ سب آخرت پر یقین رکھتے ہیں [۴]

[۱] سورہ بقرۃ مدنی ہے اس میں ۲۵۵۰۰ حروف، اور ۶۱۲۱ کلمات اور ۲۸۶ آیات ہیں۔ (غرائب القرآن) اس پر اتفاق ہے کہ سورہ بقرہ قرآن کریم کی سب سے بڑی سورت ہے، یہ سورت شریعت کے بڑے احکام پر مشتمل ہے اس میں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، زوجین کے معاملات، طلاق اور عدت جیسے احکام کا بیان ہے، اس کی ابتدا میں مؤمنین، کافرین اور منافقین کے صفات بیان کئے گئے ہیں، اس کے بعد ان تینوں کی حقیقت خوب واضح کی گئی ہے، پھر حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا، اس سورت میں بنی اسرائیل یعنی یہود سے زیادہ تر خطاب کیا گیا۔ اس سورت کے اختتام پر مؤمنین کو توبہ اور دعا کی جانب رغبت دلائی گئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہونے والے گائے کے مشہور واقعے کے پیش نظر اس سورہ کو سورہ بقرہ کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبر نہ بناؤ بیشک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

[۲] ذٰلِكَ یہ اشارہ بعید کیلئے ہے۔ قرآن اگرچہ حسًا قریب ہے لیکن یہ رتبتًا ہم سے بہت بلند ہے اسی بلندی کی جانب اشارہ کے طور پر ذالک استعمال کیا گیا۔ قرآن کی شان یہ ہے کہ اگر اس میں غور وفکر کیا جائے تو اس کے کسی جز پر بھی شک نہیں ہوگا۔ کفار کی جانب سے جو شک کا ذکر آتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ سب قرآن میں غور وفکر کئے بغیر شک کرنے لگے یا یہاں یہ خبر "نہی" کے معنی میں ہے یعنی قرآن میں شک نہ کرو۔ تقوی اصطلاحِ شرع میں ایسی چیزوں سے بچنے کو کہتے ہیں جس سے اسے آخرت میں نقصان پہنچے۔ قرآن اگرچہ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ہے لیکن یہاں اغلب کے اعتبار سے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ فرمایا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر) [۳] غیب سے مراد جنت، دوزخ اور ملائکہ وغیرہ ہیں۔ نماز عباداتِ بدنیہ میں ام العبادات (عبادتوں میں اصل) ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے دوسری روایت میں ہے کہ نماز مؤمن اور کافر کے درمیان وجہِ امتیاز ہے اور زکوۃ عبادات مالیہ میں افضل العبادات (عبادتوں میں افضل) ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زکوۃ اسلام کا ذخیرہ ہے۔ علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ ایمان کے باب میں اہل قبلہ کے چار اقوال ہیں۔ پہلا قول: ایمان افعالِ قلوب، لسان اور جوارح کا نام ہے۔ یہ مذہب معتزلہ، خوارج اور زیدیہ کا ہے، لیکن معتزلہ کا کہنا ہے کہ ایمان جب با سے متعدی ہو تو تصدیق تضمینِ اقرار پر ہوگی۔ دوسرا قول: ایمان قلب اور لسان دونوں کا نام ہے یعنی دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے اقرار کرنا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایمان اقرار باللسان اور معرفت بالقلب کا نام ہے۔ تیسرا قول: ایمان فقط عملِ قلب کا نام ہے۔ چوتھا قول: ایمان فقط اقرار باللسان کا نام ہے۔ (غرائب القرآن) [۴] وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ سے مراد اہل کتاب ہیں جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ (غرائب القرآن) وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ سے مراد کتب سابقہ وصحائفِ سابقہ ہیں۔ آخرت سے مراد قیامت ہے۔ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ سے متقین کے چھ اوصاف بیان کئے جا رہے ہیں (الف) ایمان بالغیب (ب) اقامتِ صلوۃ (ج) ادائے زکوۃ (د) قرآن پر ایمان (ہ) کتب سابقہ وصحائف پر ایمان (و) قیامت پر ایمان۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین شخص کیلئے دو اجر ہیں۔ ایک وہ شخص جو اہل کتاب ہو اپنے نبی پر ایمان لائے اور حضرت محمد ﷺ پر بھی ایمان لائے۔ دوسرا وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے آقا کا بھی۔ تیسرا وہ شخص ہے جس نے اپنی باندی سے وطی کی ہو اور علم وادب سکھایا ہو پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا ہو۔ (بخاری)

أُولَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥﴾

ایشاں بر ہدایت از جانب پروردگار خویش و ایشانند رستگاران

یہی لوگ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ١

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ

ہر آئنہ آنانکہ کافر شدند برابر است بر ایشاں کہ ترسانی ایشانرا یا نترسانی ایشانرا

بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے برابر ہے ان پر کہ آپ انہیں ڈرائیں یا انھیں نہ ڈرائیں

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ

ایمان نیارند مہر نہاد خدا بر دلہائے ایشاں و بر شنوای ایشاں

ایمان نہیں لائیں گے ٢ اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مُہر لگا دی

وَعَلَىٰٓ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ

و بر چشمہائے ایشاں پردہ است و ایشانراست عذاب بزرگ و از مردمان کسے

اور ان کے آنکھوں پر پردہ ہے' اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے ٣ اور لوگوں میں سے

مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾

ہست کہ میگوید ایمان آوردیم بخدا و بروز باز پسین و نیستند ایشاں مومنان

کچھ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور وہ سب مؤمن نہیں ہیں ۴

يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّآ

فریب می دہند خدا را و مومنانرا و بحقیقت نمی فریبند مگر

دھوکا دیتے ہیں اللہ کواور مؤمنین کو اور حقیقت میں دھوکا نہیں دیتے مگر

أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ

نفسائے خود را آگاہ نمی شوند در دلہائے ایشاں بیماریست پس افزوں داد بایشاں خدا

اپنے آپ کو اور انہیں خبر نہیں (ہوتی) ۵ ان کے دلوں میں بیماری ہے پس اللہ نے ان میں بیماری بڑھا دی

تفسیر اظہار العرفان

١ یہاں کامیابی سے مراد اُخری کامیابی ہے اگرچہ دنیوی کامیابی میں بھی کامیاب ہوتا ہے۔ اس آیت میں اوصاف ستہ [جس کا ذکر پچھلے صفحہ میں موجود ہے] کے متحمل اشخاص کو کامیابی کی بشارت دی جارہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مُفْلِحُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جو چیز بھی طلب کرتے ہیں پالیتے ہیں (ابن جریر)

٢ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سابقہ آیتوں میں مؤمنین کے صفات بیان کئے تو اب کافرین کے صفات بیان ہورہے ہیں تاکہ مؤمنین اور کافرین کے درمیان فرق خوب واضح ہوجائے۔ یہ قرآن کریم کے طریقہ بیان میں سے ہے کہ اگر نیکوکار کا بیان ہوتا ہے تو اسکے بعد ہی گناہگار کا بیان بھی ہوتا ہے تاکہ اہل سعادت اور اہل شقاوت کے درمیان تمیز واضح ہوجائے۔ کافرین وہ ہیں جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کیا ایسے لوگوں کے قلوب اتنے سخت ہوگئے ہیں کہ اے محمد ﷺ آپ انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ان پر برابر ہے یہ سب ایمان نہیں لائیں گے گویا اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے (صفوۃ التفاسیر) حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ابتدائی چار آیات یعنی مُفْلِحُوْنَ تک مؤمنین کے بارے میں نازل ہوئیں اسکے بعد دو آیات اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے عَذَابٌ عَظِيْمٌ تک کافروں کے بارے میں اور اس کے بعد تیرہ آیات یعنی وَمِنَ النَّاسِ سے شَيْءٍ قَدِيْرٌ تک منافقین کے بارے میں ہیں۔ (ابن جریر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس پر حریص تھے کہ تمام لوگ ایمان لے آئیں اور ہدایت کی پیروی کریں اس پر اللہ نے فرمایا کہ مؤمن وہی ہونگے جن کیلئے سعادت روزِ اول ہی میں لکھ دی گئی ہو اور جن کیلئے روز اول ہی سے شقاوت لکھ دی گئی ہو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ (ابن کثیر) ٣ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے اگر توبہ کرلے تو اس سیاہ نقطے کو ہٹا دیا جاتا ہے ورنہ گناہ کے سبب سے وہ نقطہ بڑھتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اسکا پورا دل سیاہ ہوجاتا ہے پھر اس کے نزدیک خیر وشر میں کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔ (ترمذی شریف) ۴ یہاں سے منافقین کا بیان ہورہا ہے۔ ان لوگوں سے اسلام کو زیادہ نقصان پہنچتا ہے اس لئے ان کی پہچان کیلئے آیات بھی زیادہ نازل ہوئیں۔ اس رکوع میں منافقین کے چار قبائح بیان کئے گئے ہیں (١) يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ الخ سے پہلی قباحت کا بیان ہے یعنی مکروفریب اور دھوکا دہی ان کا مشغلہ ہے۔ (٢) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا الخ سے دوسری قباحت کا بیان ہے یعنی روئے زمین پر فساد برپا کرتے ہیں (٣) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا الخ سے تیسری قباحت کا بیان ہے یعنی ایمان لانے کی بجائے اہل ایمان کو بیوقوف گردانتے ہیں (۴) وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ سے چوتھی قباحت کا بیان ہے یعنی ان کے اندر دورخی ہے اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کچھ کہتے ہیں اور کافروں سے جب ملتے ہیں تو کچھ اور کہتے ہیں۔ (غرائب القرآن) ۵ علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ نفاق' خیر ظاہر کرنے اور شر کو چھپانے کو کہتے ہیں۔ اسکی چند قسمیں ہیں اول: اعتقادی جسکے سبب منافق دائمی طور پر جہنم کا مستحق ہوتا ہے۔ دوم: عملی یہ بڑے بڑے گناہ ہیں [اس کے سبب بندہ دائمی طور پر جہنم کا مستحق تو نہیں ہوتا لیکن جتنے گناہ ہونگے اتنی سزا کاٹنی پڑے گی] یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ منافقین کے صفات مدنی سورت میں بیان کئے گئے اس لئے کہ مکہ میں نفاق نہیں تھا بلکہ کفر تھا (صفوۃ التفاسیر) ہمارے علماء يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ منافقین اپنے زعم میں سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کو [معاذ اللہ] دھوکا دے رہے ہیں' بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ منافقین گمان کرتے تھے کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کو [معاذ اللہ] دھوکا دے رہے ہیں اسی بناء پر جب یہ لوگ آپ کے دربار میں آتے ہیں تو کفر کی بجائے ایمان ظاہر کرتے ہیں (القرطبی)

مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا

بیماریرا و ایشانراست عذاب درد دہندہ بسبب آنکہ دروغ می گفتند و چوں

اور ان کیلئے تکلیف دینے والا عذاب ہے اس سبب کہ جھوٹ کہتے تھے [۱] اور جب

قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ

گفتہ شود ایشانرا تباہکاری مکنید در زمین گویند بجز ایں نیست کہ ما

ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں کہ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم

مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا

صلاح کاریم آگاہ شو بتحقیق ایشانند تباہکار و لیکن آگاہ

اصلاح کرنے والے ہیں [۲] ہوشیار ہو جاؤ حقیقت میں یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں لیکن

يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا

نمی شوند و چوں گفتہ شود ایشانرا کہ ایمان آرید چنانکہ ایمان آوردند گویند

انہیں خبر نہیں [۳] اور جب ان سے کہا جائے کہ ایمان لاؤ جیسے لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں

اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ

آیا ایمان آریم چنانچہ ایمان آوردہ اند بے خبردان آگاہ شو بتحقیق ایشانند بے خبردان

کیا ہم ایمان لائیں جیسے نادان ایمان لائے ہوشیار ہو جاؤ حقیقت میں یہی لوگ نادان ہیں

وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا

و لیکن نمی دانند و وقتیکہ ملاقات می کنند با اہل ایمان گویند

لیکن جانتے نہیں ہیں [۴] اور جب اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں

اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا

ایمان آوردہ ایم و چوں تنہا شوند با شیاطین خود گویند ہر آئنہ ما با شمائیم جز ایں نیست

ہم ایمان لائے اور جب شیطانوں کی طرف تنہا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں اسکے سوا کچھ نہیں ہے

[۱] مرض ایسی حالت کو کہتے ہیں جس کے سبب بندہ اعتدالِ خاص سے نکل جاتا ہے اور اسکے افعال میں خلل پیدا ہو جاتا ہے لیکن مجازاً اعراض نفسانیہ کو کہتے ہیں۔ جس کے سبب جہل، حسد، کینہ وغیرہ پیدا ہو جائیں اس جگہ مرض سے مراد یہی مرض ہے۔ (بیضاوی) ابن اسلم کہتے ہیں کہ آیت میں مرض سے مراد مرض فی الدین ہے جسمانی مرض نہیں ہے یہ لوگ شک کیساتھ اسلام میں داخل ہوئے اور جوں جوں آیتوں کا نزول ہوتا رہا ان کے شکوک وشبہات بڑھتے رہے [اسی کیفیت کی فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا سے تعبیر کی گئی] (صفوۃ التفاسیر) علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی کریم ﷺ کو منافقین کے بارے میں علم تھا لیکن اسکے باوجود منافقین کے قتل سے آپکو کیوں روکا گیا۔ اس سلسلے میں چار اقوال ہیں (۱) منافقین کے نفاق پر آپ ﷺ کے سوا کوئی اور واقف نہ ہوا، علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قاضی اپنے علم کے سبب فیصلہ نہیں دیگا، اس لئے نبی کریم ﷺ نے منافقین کے قتل کا فیصلہ نہیں دیا۔ دیگر احکام میں یہ قاعدہ جاری ہوگا یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے (۲) اصحابِ شافعی کہتے ہیں کہ منافقین کو قتل اس لئے نہیں کیا کہ وہ سب زندیق تھے، زندیق وہ ہے جو کفر چھپائے اور ایمان ظاہر کرے ایسے انسان سے توبہ طلب کی جاتی ہے اسے قتل نہیں کیا جاتا۔ (۳) منافقوں کو تالیف قلوب کی مصلحت کے پیش نظر قتل نہیں کیا گیا (۴) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے اصحاب کی حفاظت فرمائی اس حیثیت سے کہ منافقین انہیں فساد میں ڈال نہ سکیں یا انکے دین میں فساد ڈال نہ سکیں لہذا منافقین کے باقی رہنے سے اہل ایمان کو کوئی نقصان نہیں، اس لئے انہیں قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا [واضح رہے کہ منافقین نے اسلام اور اہل اسلام کو نقصان پہنچانے کے بہت سارے طریقے اپنائے تھے لیکن اللہ تعالیٰ ان تمام طریقوں کو خود منافقین کے حق میں باعثِ نقصان بنا دیا اور اسلام اور اہل اسلام کو انکے شر سے محفوظ رکھا] (القرطبی) [۲] فساد صلاح کی ضد ہے۔ شے کا اعتدال سے نکلنا فساد کہلاتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فساد سے مراد کفر اور عمل بالمعصیت ہے۔ (ابن جریر) منافقین کے فساد کی صورت یہ تھی کہ دین کی اہانت کرتے تھے اور نافرمانی کا اظہار کرتے تھے اور شریعتِ مطہرہ کے احکام میں شکوک وشبہات ڈالتے تھے۔ انہیں فسادی کہنے والا اللہ تعالیٰ ہے یا اللہ کے رسول ﷺ ہیں یا مؤمنین نے انکے کرتوت دیکھ کر فسادی کہا۔ (بیضاوی) آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین میں کفر کر کے اور اہل کفر سے دوستی کر کے اور لوگوں کو حضرت محمد ﷺ اور قرآن پر ایمان لانے سے روک کر فساد نہ کرو۔ اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے گمان میں فساد کو اصلاح سمجھتے تھے (القرطبی) [۳] ان کا دل نور ایمان سے بجھا ہوا ہے اس لئے یہی لوگ فساد جیسے مرض میں مبتلا ہیں (صفوۃ التفاسیر) [۴] یعنی جس طرح مہاجرین وانصار ایمان لائے اسی طرح تم بھی ایمان لاؤ، یا جس طرح یہود میں سے عبداللہ بن سلام ایمان لائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ایمان لائے اسی طرح تم بھی ایمان لاؤ۔ واضح رہے کہ سفہاء، سفیہ کی جمع ہے اور یہ خفتِ عقل کو کہتے ہیں اسکی ضد حلم ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ السفیہ سے ماخوذ ہے جسکا معنی ہے جان بوجھ کر جھوٹ باندھنا۔ یہ دونوں صفت منافقین میں پائی جاتی ہیں اس لئے کہ انہوں نے معجزاتِ رسول ﷺ کو دیکھا مگر ایمان نہیں لائے اس لئے جب انہیں جہنم میں ڈالا جائیگا تو کون ہے جو انہیں صبر عطا کریگا۔ (مظہری)

نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿١٤﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ

کہ ما تمسخر میکنیم خدا تمسخر میکند با ایشاں و مہلت می دہد ایشانرا در

کہ ہم تمسخر کرتے ہیں ۱ اللہ تمسخر فرماتا ہے (اپنی شان کے لائق) ان سے اور انہیں مہلت دیتا ہے

طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١٥﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ

طغیانش سر گشتہ شدہ ایشاں آں کسانند کہ خریدند گمراہی را

کہ اپنی سرکشی میں پڑے رہیں ۲ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے

بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿١٦﴾

عوض ہدایت پس سود نیافت تجارت ایشاں و راہ یاب نشدند

خریدی پس ان کی تجارت نے فائدہ نہ دیا اور وہ سب راہ پانے والے نہ ہوئے ۳

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ

از داستان ایشاں مانند داستان کسے ہست کہ افروخت آتش پس چوں روشن کرد آتش

ان سب کی کہانی اس شخص کی کہانی کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی، پس جب آگ نے روشنی پھیلائی

مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا

حوالی او را در ساخت خدا نور ایں گروہ را و بگذاشت ایشانرا در تاریکیہا

اسکے ارد گرد تو اللہ اس گروہ کے نور کو لے گیا اور انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا

يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿١٨﴾ اَوْ

ہیچ نہ بینند کرانند گنہگانند کورانند پس ایشاں باز نمی گردند یا داستان ایشاں

کہ وہ سب کچھ نہیں دیکھ پاتے ۴ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں اس لئے وہ سب نہیں لوٹیں گے ۵ یا انکی کہانی

كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ

مانند باران بر گشت آمدہ از آسمان کہ باشد در وے تاریکیہا و رعد و برق

اس تیز بارش کی مثل ہے جو آسمان سے آئے جس میں تاریکیاں اور رعد اور برق ہو

تفسیر اظہار العرفان

۱ شانِ نزول یہ ہے کہ عبداللہ بن اُبی اور اسکے ساتھی آرہے تھے کہ راستے میں چند صحابہ سے ملاقات ہوئی۔ ابن اُبی کہنے لگا دیکھنا ابھی ان مسلمانوں کو بیوقوف بنائیں گے چنانچہ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگا مرحبا بالصدیق اے بنی تمیم کے سردار، شیخ الاسلام، غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور اپنے مال وجان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے والے، اسکے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا مرحبا اے بنی عدی کے سردار اور فاروق کا لقب پانے والے، اسکے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا مرحبا اے عمِ رسول، انکے داماد اور بنی ہاشم کے سردار اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بیضاوی)

۲ اللہ کے استہزاء فرمانے سے متعلق مفسرین کرام مختلف اقوال پیش کرتے ہیں (۱) جزائے استہزاء کو استہزاء کا نام دیا گیا ہے جیسے جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی ہے) حالانکہ جب انسان کو اسکی برائی کا بدلہ دیا جائے تو وہ برا نہیں ہے (۲) استہزاء کا وبال انکی طرف لوٹ جاتا ہے اس لئے اسکے مقابلے میں استہزاء آرہا ہے (۳) استہزاء کا معنی خفت بھی ہے اس لئے یہاں معنی یہ ہوگا کہ اللہ انھیں اور لوگوں میں حقیر کرتا ہے (۴) یہاں استہزاء سے مراد صحابہ کا ان کے حق میں استہزاء فرمانا ہے لیکن اللہ نے اسکی نسبت اپنی طرف کر لی جیسے فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ (تم نے انھیں قتل نہ کیا اور لیکن اللہ نے انھیں قتل کیا) (۵) قیامت کے روز اللہ ان سے استہزاء فرمائیگا جیسے کہ اس آیت يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ الخ (سورہ حدید آیت ۱۳) میں اسکی وضاحت موجود ہے (۶) یہاں استہزاء مشاکلت کے قبیل سے ہے کہ استہزاء کا جواب شکلاً استہزاء ہے ورنہ حقیقتاً استہزاء نہیں ہے (غرائب القرآن) وَيَمُدُّهُمْ: یعنی اللہ تعالیٰ انہیں لمبی مدت عطا فرماتا ہے اور انہیں اس مدت میں مہلت دیتا ہے جیسا کہ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا یعنی ہم انہیں مہلت اس لئے دیتے ہیں تاکہ یہ اپنے گناہوں میں اضافہ کریں، گویا آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ انہیں لمبی عمر اس لئے دی جاتی ہے کہ وہ سرکشی میں اضافہ کریں تاکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ انکے عذاب میں اضافہ فرمائے (القرطبی) ۳ یعنی وہ ہدایت جسے اللہ نے ہر انسان میں پیدا کی۔ اسے چھوڑ کر ضلالت کی طرف جاتے ہیں۔ (بیضاوی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی لی۔ ایک مطلب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ایمان پر کفر کو پسند کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہے فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى یعنی انھوں نے ہدایت پر گمراہی کو پسند کیا۔ اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے شراء فرمایا ورنہ منافقین تو کبھی مؤمنین میں نہیں ہوئے اس لئے وہ اپنے ایمان کو کیسے بیچیں گے۔ جاننا چاہیئے کہ ضلالت کی اصل حیرت ہے اسی وجہ سے نسیان [بھول] کو ضلالت کہتے ہیں کیونکہ بندہ جب کسی چیز کو بھولتا ہے تو حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں اسے کروں جب تو میں بھولنے والوں میں سے ہو جاؤنگا (القرطبی) ۴ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ اس آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو کچھ لوگ مسلمان ہو گئے لیکن جلد ہی منافق ہو گئے۔ انکی مثال اس شخص کی سی ہے جو پہلے اندھیرے میں تھا پھر اسنے روشنی جلائی جس سے اسکا ارد گرد روشن ہو گیا فائدہ اور ضرر پہنچانے والی چیزیں واضح ہو گئیں اچانک وہ روشنی بجھ گئی اور وہ حسبِ سابق تاریکیوں میں گھر گیا۔ یہی حال منافقین کا ہے کہ وہ شرک کی تاریکی میں تھے مسلمان ہوئے تو روشنی میں آگئے لیکن دوبارہ کفر وشرک کی طرف لوٹ گئے تو ساتھ ہی روشنی بھی جاتی رہی۔ (ابن جریر) ۵ اس آیت کریمہ میں بطریقِ تمثیل انہیں بہرہ، گونگا اور اندھا کہا گیا ہے یہ سب جس طرح حق سن کر اسے تسلیم نہیں کرتے تھے اسی طرح حق دیکھ کر بھی نہیں مانتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ یہ لوگ سماعتِ حق، بصارتِ حق اور نطقِ حق سے محروم تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ سب نہ ہدایت سنتے تھے نہ دیکھتے تھے اور نہ غور وفکر کرتے تھے۔ (ابن جریر)

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ

در می آرند انگشتان خود را گوشہائے خود بسبب آواز پُر ہول

اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں خوفناک آوازوں کے سبب

حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ

بترس مرگ و خدا احاطہ کنندہ است کافرانرا نزدیک است کہ برق

موت کے ڈر سے' اور اللہ کافروں کو گھیرے میں لینے والا ہے ۱؎ قریب ہے کے بجلی

يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ

بر باید چشمہائے ایشاں را ہر گاہ روشنی دہد برق ایشانرا راہ روند دراں روشنی و چوں

انکی آنکھیں اچک لے جائے' جب بجلی انہیں روشنی دیتی تو اس روشنی میں راہ چلتے اور جب

اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ

تاریکی دہد ایشاں ایستند و اگر خواستی خدا ہرآئنہ بردے شنوای ایشانرا

انہیں تاریکی دیتی تو کھڑے ہو جاتے اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور ان کی سماعت

اَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

و دیدہائے ایشانرا ہر آئنہ خدای بر ہمہ چیز توانا ست اے مردمان

اور ان کی بصارت لے جاتا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۲؎ اے لوگو!

اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

پرستید پروردگار خود را آنکہ آفرید شما را و کسانے را کہ پیش از شما بودند

تم سب اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور ان لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے پہلے تھے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا

تا در پنا شوید آنکہ ساخت برائے شما زمین را بساطے

تا کہ تم پناہ میں آ جاؤ ۳؎ وہ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ یہاں بتانا مقصود یہ ہے کہ منافقوں کا قصہ ان دو قصوں سے مشابہ ہے اب آپ کو اختیار ہے کہ ان دونوں میں سے جس کے ذریعے چاہیں منافقین کی پہچان کرائیں (بیضاوی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رعد وہ فرشتہ ہے جو بادلوں کو چلاتا ہے۔ حضرت علی ﷛ فرماتے ہیں برق فرشتوں کے کوڑے کو کہتے ہیں (ابن جریر) مروی ہے کہ منافقین مدینہ میں سے دو شخص رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر مشرکین کی طرف بھاگ نکلے تو ان پر وہ بارش مسلط ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے گرج' چمک اور کڑک کا ذکر کیا ہے جب وہ بجلی کے کڑک سے دوچار ہوتے تو اس خوف سے کہ کہیں یہ کڑک ان کے کانوں کے پردے نہ پھاڑ دے وہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے جب بجلی چمکتی تو اسکی روشنی میں چلنے لگتے اور جب اندھیرا چھا جاتا تو انھیں کچھ بھی نظر نہ آتا بالآخر چلتے چلتے وہ اپنے مقام پر پہنچ گئے تو کہنے لگے کہ کاش صبح نمودار ہو تو محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ہاتھ ان کے ہاتھوں میں دے دیں چنانچہ وہ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے ہاتھ نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں میں دیکر سچے دل سے ایمان لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دو منافقوں کے قصے کو منافقین مدینہ کیلئے بطور مثال کے بیان فرمایا۔ منافقین کا معمول تھا کہ جب وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو اس خوف سے کہ شاید ان کے بارے میں کوئی آیت نازل ہو جائے یا کسی طور انکا کوئی ذکر آ جائے اور وہ مارے جائیں اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے بالکل اسی طرح جیسے کہ مذکورہ بالا دو بھگوڑے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت حسن سے سوال کیا گیا کہ بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے کہ بادل سے' آپ نے جواب دیا کہ آسمان سے' بادل تو صرف بارش کی علامت ہے۔ خالد بن معدان کہتے ہیں کہ بارش عرش کے نیچے سے نکل کر آسمان تک پہنچتی ہے پھر ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف یہاں تک کہ آسمانِ دنیا میں آکر جمع ہو جاتی ہے پھر جس جگہ برسنا چاہتی ہے تو وہاں کے بادلوں کو سیاہ کر دیتی ہے۔ حضرت عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔ (مظہری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہود نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ رعد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: بادل پر متعین ملائکہ میں سے ایک فرشتہ ہے جس کے پاس آگ کا کوڑا ہوتا ہے جس سے وہ بادل کو وہاں سے چلاتا ہے جہاں اللہ چاہتا ہے۔ یہود نے سوال کیا کہ ہم جو آواز سنتے ہیں وہ کیا ہے آپ نے فرمایا: یہ زجر کی آواز ہے (القرطبی) ۲؎ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ سے اس جانب اشارہ ہے کہ مسلمانوں سے مال غنیمت میں حصہ لینے کیلئے دوڑ پڑتے ہیں لیکن جب انھیں راہِ خدا میں جہاد کرنے کو کہا جائے تو رُک جاتے ہیں۔ ایسی آیات جو انکی طبیعت کے لائق نازل ہوتیں تو کہتے ہم ایمان لائے اور جب نماز' روزہ' حج' اور زکوۃ وغیرہ سے متعلق کوئی آیت نازل ہو تو شک کرنے لگ جاتے اور انکار کی راہ نکالنے لگتے۔ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا سے اسی جانب اشارہ ہے۔ (صاوی) اس آیت کریمہ سے منافقوں کو یہ باور کرانا مقصود ہے کہ جس اللہ نے تمہیں سماعت و بصارت دی ہے وہی اسے سلب بھی کر سکتا ہے اُسے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ (ابن جریر) ۳؎ حضرت علقمہ اور حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ہر آیت جس کے شروع میں يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ہو مکہ میں نازل ہوئی اور ہر وہ آیت جس کے شروع میں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ہو مدینہ میں نازل ہوئی۔ آیت میں ناس سے کیا مراد ہے اس میں دو اقوال ہیں (۱) اس سے کفار مراد ہیں کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے ہیں (۲) اس سے عام انسان مراد ہیں خواہ مؤمن ہو یا کافر۔ ایسی صورت میں مؤمنین کو عبادت پر مداومت کا حکم ہے اور کافروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت شروع کرنے کا حکم ہے۔ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ: آیت میں خصوصیت کے ساتھ یہ یاد دلانا کہ اس اللہ کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا' اس لئے کہ اہل عرب یہ اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا پس جس بات کا اقرار تھا اسے ہی بنیاد بنا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی گئی۔ (القرطبی)

وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۖ وَّ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ

و آسمان را سقفے و فرود آورد از آسمان آب پس پردت آورد بسبب وے

اور آسمان کو چھت اور آسمان سے پانی اتارا پس اسکے سبب قسم قسم کے میوے

الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّكُمۡ ۚ فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا وَّاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۲﴾

از انواع میوہ ہا روزی براے شما پس مقرر مکنید ہمتیان بر ایں خدا دانستہ

تمہاری روزی کے لئے نکالے پس تم اللہ کیلئے دانستہ طور پر شریک نہ ٹھہراؤ [۱]

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ

و اگر ہستید در شبہ از آنچہ فرود آوردیم بر بندہ ما بیاورید یک سورہ

اور اگر تم اس کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر اتارا تو اسکی مثل ایک سورت

مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ۖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ

از مانند آں و بخوانید مددگاران خود را بجز خدا

لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے سارے مددگاروں کو بلا لو

كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوۡا

اگر ہستید راستگویان پس اگر نکردید و البتہ نتوانید کرد پس حذر کنید

اگر تم سچ کہنے والے ہو [۲] پس اگر نہ کر سکو اور ہر گز نہ کر سکو گے تو ڈرو

النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ

ازاں آتش انگیز وے مردمان و سنگہا باشند آمادہ کردہ

اس آگ سے جسکا ایندھن لوگ اور پتھر ہونگے' تیار کی گئی ہے

لِلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۲۴﴾ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ

براے کافران و بشارت دہ آنکسانرا کہ ایمان آوردہ اند و کردند کارہائے ستائش ہر آئنہ

کافروں کیلئے [۳] اور ان لوگوں کو بشارت دیجئے جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے بیشک

تفسیر اظہار العرفان

[۱] اس آیت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ جب اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری ضروریات کی چیزیں پیدا کیں تو پھر تم اسے چھوڑ کر کسی اور کی عبادت کیسے کر سکتے ہو ان تمام کاموں میں اسکا کوئی شریک نہیں ہے۔ تو تم کیوں شریک ٹھہراتے ہو۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی غیر کو خدا سمجھ کر یا خدا کا بیٹا سمجھ کر یا اسکے برابر ٹھہرا کر شریک کرنا شرک کہلاتا ہے۔ (الفوز الکبیر) جس کی قرآن پاک میں جابجا مذمت کی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ کفار کی دونوں اصناف یعنی کافرین ومنافقین کی مذمت میں نازل ہوئی۔ (ابن جریر) یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات سے مستغنی بنایا۔ نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان بھی اس جانب اشارہ کر رہا ہے آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم تم میں سے کوئی ایک رسی لے اور لکڑیاں جمع کر کے اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے یہ اس سے بہتر ہے کہ کسی سے سوال کیا جائے وہ اسے دے یا نہ دے۔ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ: یہاں علم سے عام علم مراد نہیں ہے بلکہ وہ خاص علم مراد ہے جو ہر مخلوق کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا' آسمان سے پانی اتارا اور اس پانی سے رزق نکالا' انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسکا دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر یہ قوت پیدا کی ہے کہ اگر وہ غور وفکر سے کام لے تو اسے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے واللہ اعلم۔ (القرطبی)

[۲] اثبات الوہیت کے بعد اب اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی رسالت کا اثبات فرما رہا ہے وجہ استدلال یوں ہے کہ ہم نے جو کتاب اپنے عبد پر نازل فرمائی ہے اگر تمہیں کچھ شک ہو تو اس جیسی کوئی کتاب یا کوئی سورت بنالاؤ اگر نہیں لاسکتے تو تمہیں ماننا پڑے گا کہ یہ مخلوق کا کلام نہیں ہے بلکہ خالق کا کلام ہے اور میں نبی کے سوا کسی اور پر وحی نازل نہیں فرماتا لہٰذا تمہیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور جن پر نازل ہوا ہے وہ اللہ کے نبی ہیں یعنی حضرت محمد ﷺ (ابن جریر) یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی عبدیت کی اضافت اپنی جانب اس لئے فرمائی تاکہ جب اسکا ذکر ہو تو اس ذکر کے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر بھی ہو۔ اس کے علاوہ اس جانب تنبیہ کے لئے اضافت ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے والے ہیں (مظہری) [۳] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گندھک کا پتھر ہے۔ (ابن جریر) دوسرے قول کیمطابق اس سے مراد وہ بت ہے جس کی وہ لوگ عبادت کرتے تھے۔ (بیضاوی) تیسرے قول کے مطابق پتھر سے مراد سونا اور چاندی ہے۔ مروی ہے کہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو سات مرتبہ سمندر میں ڈال کر نکالی گئی پھر اس کے بعد جہنم میں تین ہزار سال تک روشن کی گئی ایک ہزار سال میں وہ آگ سفید ہوگئی پھر دوسرے ہزار سال میں وہ سرخ ہوگئی اور تیسرے ہزار سال میں وہ آگ سیاہ ہوگئی۔ واضح رہے کہ قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہے تم اور جن بتوں کی تم عبادت کرتے ہو جہنم کے ایندھن بنائے جائیں گے۔ اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔ لیکن اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام اسی طرح وہ تمام صالحین جن کی لوگ عبادت و پرستش کرتے تھے مستثنٰی ہیں کیونکہ یہ لوگ ان کی عبادت سے قطعاً راضی نہ تھے۔ قوم نے جہالت میں آکر ان کی عبادت شروع کردی اس لئے سزا صرف قوم کو ملے گی۔ (صاوی وغرائب القرآن) اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ سے معلوم ہوا کہ جہنم تیار ہو چکا ہے کیونکہ اعدت ماضی کا صیغہ ہے اور اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِيۡنَ سے معلوم ہوا کہ جنت بن چکی ہے۔ اسی طرح وہ حدیث جو صلوۃ الکسوف سے متعلق ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر جنت پیش کی گئی میں نے اسے ملاحظہ کیا اسی طرح جہنم کو دیکھا۔ (غرائب القرآن)

لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا

بآنکہ ایشانرا بوستانہا میرود زیر آں جویہا ہر گاہ دادہ شوند از آنجا روزی

ان کیلئے ایسے باغات ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں جب اس جگہ روزی دی جائیگی

مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ

از قسم میوہ گویند ایں ہمانست کہ دادہ شدہ بودیم پیش ازیں

میوہ کی قسم سے تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ہمیں اس سے پہلے دیا گیا

اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۗۙ وَّ هُمْ

و آوردہ شود بایشاں آں روزی مانند یکدیگر و ایشانرا ست در آنجا زنان پاک کردہ شدہ و ایشاں

اور انکے پاس ایک دوسرے سے ملتی جلتی روزی لائی جائیگی اور انکے لئے اس جگہ پاک بیویاں ہیں اور وہ سب

فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا

در آنجا جاویدند بدرستیکہ خدا شرم نمی دارد آنکہ زند داستانے

اس میں ہمیشہ رہیں گے ۱ بیشک اللہ حیا نہیں فرماتا ہے کہ مثال دے

مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ

پشہ و بالا تر ازاں اما آنانکہ ایمان آوردند پس میدانند

مچھر اور اس سے اوپر کی پس وہ لوگ جو ایمان لائے جانتے ہیں

اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ

کہ ایں داستان راست ست از پروردگار ایشاں و اما آنانکہ کافرند میگویند

کہ یہ مثال ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور وہ لوگ جو کافر ہیں کہتے ہیں

مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّ یَهْدِیْ

چہ چیز خواستہ است خدا ایں داستان خدا گمراہ میکند بسبب وے بسیاریرا و ہدایت میکند

اللہ نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا ہے اللہ اسکے ذریعے بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور ہدایت دیتا ہے

۱ مِنْ قَبْلُ: اس میں دو وجوہ ہیں (۱) کہیں گے یہ وہ رزق ہے جس کا وعدہ دنیا میں ہم سے کیا گیا تھا (۲) یہ رزق دنیا کے اس رزق سے مشابہ ہے جو ہمیں دیا گیا تھا اس لئے کہ جنت کے پھل کا رنگ دنیا کے پھل کے رنگوں سے مشابہ ہوگا۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ جنت میں ایک رزق کے بعد دوسرا رزق دیا جائیگا اس وقت یہ کہیں گے کہ یہ دوسرا رزق پہلے رزق کے مشابہ ہے۔ (القرطبی) دلائل توحید و رسالت کے بعد اب اس کے ماننے والوں کے انعام و اکرام کا ذکر ہو رہا ہے۔ الصّٰلِحٰتِ: یہاں اس سے مراد ایسے نیک اعمال ہیں جو دینِ اسلام سے ہوں اور کرنے والا دین اسلام میں رہتے ہوئے ادا کرے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ سے مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں اولاد، حیض اور بول و براز سے پاک ہونگیں۔ (ابن جریر) وَهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ: کا مفہوم یہ ہے کہ اہل جنت کیلئے جنت میں فنا نہیں ہے اور نہ انہیں نکالا جائیگا۔ معتزلہ کے نزدیک خلد، بمعنی ثباتِ دوام اور بقائے لازم ہے اور اشاعرہ کے نزدیک خلد بمعنی ثباتِ طویل ہے دائم ہو یا دائم نہ ہو اور اگر خلد کے مفہوم میں کوئی تاکید آ جائے تو اسکا معنی دائمی ہوگا جیسے خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا۔ (غرائب القرآن) حضرت معاذ ﷺ فرماتے ہیں کہ عمل صالح وہ ہے جس میں چار چیزیں پائی جاتی ہیں۔ علم، نیت، صبر اور اخلاص۔ حضرت عثمان بن عفان ﷺ فرماتے ہیں کہ عملِ صالح وہ عمل ہے جو ریاء سے پاک ہو۔ اس آیت کریمہ میں یہ دلیل بھی ہے کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں۔ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا: حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کھائیں گے اور پئیں گے [لیکن] بول و براز نہیں کرینگے نہ ناک کی رینٹ نکالیں گے اور نہ تھوکیں گے، حمد و تسبیح میں مشغول ہونگے جیسے وہ اپنے آپکو کھانے میں مشغول رکھیں گے اور انکی خوشبو مشک ہوگی۔ وَهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ: حضرت ابوہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں سب سے پہلا گروہ جو داخل ہوگا ان سب کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہونگے، دوسرا گروہ جو داخل ہوگا انکے چہرے آسمان کے ستاروں سے زیادہ روشن ہونگے الخ۔ حضرت انس ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سے کوئی ایک عورت بھی زمین پر آ جائے تو پوری زمین کو روشن کر دیگی اور پوری زمین میں اسکی خوشبو پھیل جائیگی الخ۔ حضرت ابوہریرہ ﷺ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے صالحین بندوں کیلئے وہ کچھ تیار کیا ہے جسے کسی آنکھ نے نہ دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر اسکا خیال گذرا۔ چاہو تو یہ آیت تلاوت کر لو فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ یعنی کسی جان کو نہیں معلوم جو ان کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپائی گئی ہے۔ انہی سے مرفوعاً روایت ہے کہ جنت میں مقام سوط دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ حضرت ابوسعید ﷺ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ تم سب کیلئے میری رضا حلال ہو گئی اب میں اسکے بعد کبھی بھی تم سے ناراض نہیں ہونگا۔ حضرت جابر ﷺ سے مرفوعاً روایت ہے کہ پس ایک حجاب اٹھایا جائیگا تو لوگ اللہ تعالیٰ کی زیارت کرینگے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت میں انہیں جنتی نعمتیں دی ہونگیں ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ نعمت انکے نزدیک اپنے رب کی زیارت ہوگی پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ یعنی بھلائی والوں کیلئے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ۔ (مظہری)

بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ

بسبب وے بسیاریرا و گمراہ نمی کند بوے مگر بدکارانرا آں فاسقانرا کہ شکستند

اسکے ذریعے بہت سوں کو اور گمراہ نہیں کرتا اس سے مگر بدکاروں کو[1] وہ فاسقین جو توڑتے ہیں

عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۪ وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ

پیمان خدا بعد از بستن آں و می برند آنچہ فرمودہ است

اللہ کے عہد کو اس کے باندھنے کے بعد اور جسے جوڑنے کا حکم اللہ نے دیا ہے

اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ

خدا پیوستن آں و تباہی میکنند در زمین ایشانند

اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں یہی لوگ

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا

زیاں کاران چہ گونہ کافر شوید بخدا حالانکہ بودید بے جان

نقصان اٹھانے والے ہیں[2] تم سب اللہ کا کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے

فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

پس گردانید شما را بعد ازاں بمیراند شما را زندہ گرداند شما را باز بسوے وے گردانیدہ شوید

تو اس نے تمہیں جاندار بنایا پھر تمہیں موت دیگا پھر تمہیں زندہ کریگا پھر اسی کی جانب تم سب لوٹائے جاؤ گے[3]

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى

وے آنست کہ بیا فرید برائے شما آں چہ در زمین ہمہ یکجا باز متوجہ شد

وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا پھر متوجہ ہوا

اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ

بسوے آسمان پس راست کرد آں ہفت آسمان و او بہر چیز

آسمان کی جانب اور ان سات آسمانوں کو برابر کیا اور وہ ہر چیز کا

تفسیر اظہار العرفان

[1] جب وہ لوگ قرآن کی مثل لانے سے عاجز ہو گئے تو دوسرے انداز میں اعتراض قائم کرنے لگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے منافقین کیلئے دو مثالیں یعنی مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ اور كَصَيِّبٍ دی تو وہ سب کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ بلند ہے کہ اس جیسی مثال دے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (غرائب القرآن) حیا کا معنی خدمت کے ڈر سے انکسار کے ہے لیکن یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی بات کرنے سے حیا نہیں فرماتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ اللہ کے حضور ہاتھ اٹھاتا ہے تو رب کو حیا آتی ہے کہ اسے خالی ہاتھ واپس کرے۔ (بیضاوی) فَوْقَهَا کے دو مفہوم ہیں ایک تو یہ ہے کہ مچھر کے اوپر یعنی پَرْ اس وقت معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مچھر یا اس سے بھی حقیر کی مثال دینے میں حیا نہیں فرماتا۔ دوسرا یہ ہے کہ فوق اس سے بڑھ کرْ کے مفہوم میں ہے' اس وقت معنی یہ ہوگا کہ مچھر یا اس کے علاوہ کی مثال دینے میں حیا نہیں فرماتا۔ (تفسیر کبیر) ان مثالوں سے اہل ایمان کے ایمان میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور اہل کفر کے کفر میں اضافہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى یعنی ہم انھیں اسی جانب پھیریں گے جس کام کیلئے پیدا کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ وہ کام اس کیلئے آسان فرما دیتا ہے (بخاری) اس آیت کا مفہوم بھی یہی کچھ ہے۔ شریعتِ مطہرہ کی رُو سے فاسق وہ ہے جو اللہ کے حکم سے منہ موڑے اور کبائر کا مرتکب ہو۔ اہل سنت کے نزدیک گناہِ کبیر کے ارتکاب سے بندہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا مگر عاصی ہو جاتا ہے۔ معتزلہ کے نزدیک بندہ کفر اور ایمان کے درمیان ہوتا ہے یعنی نکاح' میراث' غسل' نماز' دفن میں اسکا حکم مؤمن کی طرح ہے اور ذم' لعنت' اس سے برأت' اسکے اعتقاد سے عداوت اور شبہات قبول نہ کرنے میں اسکا حکم کافرین کی طرح ہے۔ (غرائب القرآن) فسق کی تین قسمیں ہیں (الف) فسقِ تغابی یعنی بندہ سے اچانک کوئی گناہ ہو جائے لیکن فوراً توبہ کر لے (ب) فسقِ منہمک یعنی اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو حرام سمجھتا ہے لیکن نفس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسکا مرتکب ہو جاتا ہے (ج) فسقِ جحو دیعنی اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال سمجھ کر کرنا۔ یہاں اس آیت میں یہی فسق مراد ہے۔ اس فسق سے بندہ کافر ہو جاتا ہے۔ اول الذکر دو قسموں سے بندہ کافر نہیں ہوتا لیکن گناہگار ہوتا ہے اور اس پر توبہ لازم ہوتی ہے۔ (صاوی) [2] وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ سے مراد یہ ہے کہ انبیائے کرام اور ہمارے نبی ﷺ کے درمیان قطع کرتے ہیں یا مؤمنین سے قطع تعلق کر کے کافرین سے تعلق جوڑتے ہیں (غرائب القرآن) [3] اس آیت کریمہ میں دو موت اور دو حیات کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ انسان کا عدم پہلی موت ہے۔ پیدائش سے لے کر انتقال تک پہلی حیات ہے۔ عالم شہادت سے رخصت ہو کر عالم برزخ میں جانا دوسری موت ہے اور عالم برزخ سے عالم آخرت کی طرف کوچ کرنا دوسری حیات ہے۔ واضح رہے کہ دو موت اور دو حیات کا بیان عمومی طور پر ہے ورنہ بعض لوگوں کو تین موت اور تین حیات عطا کی گئیں۔ مثلاً ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ یعنی پھر ہم نے تمہیں مرنے کے بعد زندہ کیا۔ اسی طرح طاعون کے خوف سے بھاگنے والوں سے کہا گیا فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ترجمہ: تو اللہ نے ان سے فرمایا مر جاؤ پھر انھیں زندہ فرما دیا۔ اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام سے متعلق ہے فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ترجمہ: تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس پھر زندہ کر دیا۔ ان جیسی آیات میں متذکرہ دو موت اور دو حیات کے علاوہ تیسری موت اور حیات کا ذکر ہے لیکن یہ عام نہیں ہے۔ (غرائب القرآن)

عَلِيمٌ ﴿٢٩﴾ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ

دانا ست و یاد کن چوں گفت پروردگار تو بفرشتگان کہ من آفریننده ام در زمین

جاننے والا ہے[۱] اور یاد کرو جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں پیدا کرنے والا ہوں

خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ

جانشین را گفتند آیا می آفرینی در زمین کسے را تباہی کند در وے و بریزد

جانشین[۲] عرض کیا: کیا تو زمین میں ایسے کو بنائے گا جو اس میں فساد کریگا اور خون بہائے

الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ

خون و ما تسبیح میکنیم بحمد تو تقدیس میکنیم برائے تو فرمود

گا اور ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیرے لئے پاکی بیان کرتے ہیں' فرمایا:

إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٠﴾ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ

ہر آئینہ می دانم آنچہ شما نمیدانید و بیا موخت خدا آدم را نامہائے مخلوق تمام آں باز

بیشک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو[۲] اور اللہ نے آدم کو تمام مخلوق کے نام سکھا دیئے پھر

عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ أَنۢبِـُٔونِي بِأَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ

پیش آورد آنچیز ہا بر فرشتگان پس گفت خبر دہید مرا بنامہائے ایں چیز ہا

فرشتوں پر اسے پیش کیا اور فرمایا ان چیزوں کے نام مجھے بتاؤ

إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ ﴿٣١﴾ قَالُوا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ

اگر راست گوئی ہستید گفتند بپاکی یاد میکنیم ہیچ دانش ما را مگر

اگر تم سب سچ کہنے والے ہو[۳] عرض کی ہم پاکی کے ساتھ (تجھے) یاد کرتے ہیں ہمارے پاس علم نہیں مگر

إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَآ ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٣٢﴾ قَالَ يٰٓـَٔادَمُ أَنۢبِئْهُم

آنچہ تو آموختی بما ہر آئنہ توئی دانا حکیم است فرمود اے آدم خبر دہ فرشتگانرا

جتنا تو نے ہمیں بتایا' بیشک تو ہی جاننے والا حکمت والا ہے[۴] فرمایا: اے آدم! فرشتوں کو بتاؤ

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنی تیسری نعمت بیان فرما رہا ہے۔ پہلی نعمت تخلیق انسان ہے' دوسری نعمت اسے زندہ رکھنا ہے اور تیسری نعمت تمام چیزوں کو انسان کیلئے پیدا کرنا ہے لَکُمْ لِاَجْلِکُمْ یعنی تمہارے لئے پیدا کیا۔ گویا تمام کائناتِ ارضی انسان کے خدام ہیں اور انسان اسکا مخدوم' پھر تعجب ہے کہ انسان اعلیٰ ہوکر ادنیٰ کی عبادت کیسے کرنے لگ گیا۔ استوی کا صلہ جب "الی" ہوتو اس کے معنی ہوتے ہیں قصد کیا اور ارادہ کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آسمان کی طرف صعود فرمایا۔ اس تفسیر پر یہ آیت مثل "اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی" ترجمہ: رحمٰن نے عرش پر استوی فرمایا' کے متشابہات میں سے ہوگی ابن کیسان فراء اور نحویوں کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ استوی کا معنی آسمان پیدا کرنے کی طرف توجہ کرنا ہے۔ ملائکہ کے بارے میں عقلاء کا خیال ہے کہ یہ موجود ہیں اور جسم لطیف رکھتے ہیں۔ نصاری کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ روحیں ہیں جو انسانی جسم سے نکل گئی ہیں۔ حکماء کا خیال ہے کہ جوہر ہے اور انسانی حقیقت سے بالکل الگ ہے اور ان کے دو گروہ ہیں ایک آسمان میں اللہ کی تسبیح میں مستغرق ہے اور دوسرا دنیا کے انتظام پر مامور ہے۔ (بیضاوی)

۲؎ خلیفہ نائب اور قائم مقام کے معنوں میں آتا ہے۔ یہاں اس سے آدم علیہ السلام اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام مراد ہیں۔ عالم اجساد کے اعتبار سے خلیفۂ اول حضرت محمد ﷺ ہیں۔ واضح رہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی کے ۱۶۰ اجزاء سے ہوئی اسی وجہ سے ان کی اولاد کی ۶۰ (ساٹھ) طبیعتیں ہیں۔ کفارۂ ظہار اور کفارۂ صوم میں ساٹھ روزے رکھے جاتے ہیں۔ حضرت آدم ﷺ کی کل مدت ۹۴۰ سال ہے۔ جسوقت آپ کا وصال ہوا اس وقت ایک لاکھ آپ کے فرزند روئے زمین پر موجود تھے۔ (صاوی) خلیفہ بنانے کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے کہ وہ تنہا کام نہیں کرسکتا' یا اس لئے کہ اصل نہ ہو تو اسکی جگہ خلیفہ کام کرے یا پھر اسلئے کہ بعد انتقال اسکی جگہ سنبھال لے۔ اللہ تعالیٰ کو ان تینوں میں سے کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے لیکن آدم علیہ السلام اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو خلیفہ اس لئے بنایا تاکہ نوعِ انسان کو فیض پہنچائیں کیونکہ بندہ عالم ظلمات میں رہتا ہے اس لئے اسے عالم نورانیت سے فیض کیلئے کوئی واسطہ چاہیئے۔ نُسَبِّحُ تسبیح سے ہے جسکا معنی ہے اللہ تعالیٰ کو ان باتوں سے پاک ماننا جو اسکی شان کے لائق نہ ہو۔ نُقَدِّسُ تقدیس سے ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صفاتِ جلیلہ کے ساتھ موصوف کرنا' واضح رہے کہ فرشتوں کا قبل از تخلیق پر قیاس تھا یا اللہ تعالیٰ نے انھیں اسکی خبر دی اسوقت عبارت یوں ہوگی اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً یَفْعَلُ کَذَا کَذَا ترجمہ: بیشک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں جو یہ یہ امور انجام دیگا (غرائب القرآن) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی کی ایک مٹھی سے پیدا کیا جو تمام زمین سے لی گئی تھی لہذا اولادِ آدم زمین کے مطابق پیدا ہوئی۔ ان میں سرخ بھی ہیں سفید بھی اور سیاہ بھی اور اسکے بین بین بھی۔ نرم' سخت' برے اور اچھے (سب قسم کے) ہیں (ترمذی) ۳؎ الاسماء سے مراد اسمائے الٰہیہ ہیں دیگر اقوال کے مطابق یہ کہ انبیاء وصلحاء کے نام ہیں' خداوندی مخلوق کے نام ہیں' مختلف ممالک کی بولیاں مراد ہیں۔ اشیاء کے خواص اور معلومات مراد ہیں۔ اس آیت کریمہ سے ان پر یہ واضح کرنا تھا کہ تم عاجز ہو کیونکہ کسی چیز کے بارے میں علم نہ ہو تو اسکا انتظام ناممکن ہے (بیضاوی) ۴؎ جب فرشتوں پر حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت واضح کردی گئی تو فرشتوں نے بھی جواباً عجز کا اقرار کرتے ہوئے قَالُوْا سُبْحٰنَکَ الخ کا جملہ عرض کیا اسکا معنی ہے ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں (بیضاوی) حضرت آدم علیہ السلام کے علوم نے جمیع ملائکہ کو عاجز کیا جبکہ علوم محمد ﷺ نے جمیع کائنات کو عاجز کیا۔ (صاوی)

بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ

بنامہاے اینہا پس خبر داد ایشانرا بنامہاے آنہا فرمود آیا نگفتہ بودم شما را ہر آئنہ

ان سب کے نام پس جب انہیں ان سب کے نام بتا دیئے (تو اللہ نے) فرمایا: کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ بیشک

اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ

من میدانم پنہاے آسمان ہا و زمین و میدانم آنچہ آشکارا میکنید

میں آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہوں اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو

وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

و آنچہ پوشیشہ میداشتید و چوں گفتیم بفرشتگان سجدہ کنید آدم را

اور جو تم چھپاتے ہو ۱ اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾

پس سجدہ کردند مگر ابلیس نکرد و سر کشی نمود و گشت از کافران

تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے قبول نہ کیا اور غرور کیا' اور کافروں میں سے ہو گیا ۲

وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا

و گفتیم اے آدم بمان تو زوجہ تو در بہشت و بخورید از بہشت

اور ہم نے فرمایا: اے آدم! تو اور تیری زوجہ جنت میں رہ اور جنت سے بے روک ٹوک

رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ

خوردن بسیار ہر جا کہ خواہید و نزدیک نشوید بایں درخت کہ خواہید شد از

جہاں سے چاہو کھاؤ اور اس درخت کے قریب نہ جاؤ کہ گناہگاروں میں سے

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا

گناہگاران پس بلغزانید ہر دو را شیطان از آنجا پس بر آورد ایشانرا ازاں کہ

ہو جاؤ گے ۳ پس شیطان نے اس جگہ دونوں کو لغزش دی تو انہیں اس جگہ سے نکالا جس میں

۱ جب فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اس بات کا اقرار کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مخاطب کیا کہ فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتاؤ جن کا ہم نے تمہیں علم دیا۔ (بیضاوی) اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چیزوں کے نام بتانے کا حکم اس لئے دیا تا کہ ملائکہ پر آپکی فضیلت ظاہر ہو جائے۔ جاننا چاہیئے کہ اس آیت کریمہ میں علم اور اہل علم کی فضیلت پر دلالت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بیشک ملائکہ طالب علم کی رضا کیلئے اپنے پَروں کو بچھاتے ہیں۔ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ہے کہ ملائکہ افضل ہیں یا اولادِ آدم افضل ہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ بشر کے رسول' ملائکہ کے رسول سے افضل ہیں' اسی طرح بشر کے اولیاءٔ ملائکہ کے اولیاء سے افضل ہیں۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ملائے اعلیٰ افضل ہیں۔ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: اس ٹکڑے میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا ہاں جسے اللہ بتائے [تو وہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے غیب جان لیتا ہے] جیسے انبیائے علیہم السلام۔ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ یہاں چھپانے سے مراد ابلیس کا اپنے دل میں تکبر اور معصیت چھپانا ہے (القرطبی)

۲ اس سجدے کے بارے میں مفسرین کرام کے مختلف اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ سجدہ تعبدی کا نہ تھا بلکہ تعظیمی تھا اس لئے کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا حرام ہے اور اللہ تعالیٰ حرام کام کا حکم نہیں دیتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کیلئے تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام قبلہ کی طرح تھے جیسے عرب والے کہتے ہیں صَلِّ لِلْقِبْلَةِ یعنی قبلہ کی طرف سجدہ کرو۔ اس صورت میں لام "الی" کے معنی میں ہوگا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ یہاں سجدہ جھکنے اور خضوع کے معنی میں ہے۔ ایسی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو جھک کر سلام کیا۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ اللہ کے سوا سجدہ کسی کو جائز نہیں ہے۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر سجدہ کسی اور کیلئے جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (غرائب القرآن' ترمذی) ابلیس ملائکہ میں سے تھا یا جنوں میں سے تھا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اکثر متکلمین خصوصاً معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ابلیس جنوں میں سے تھا انکی دلیل سورہ کہف کی آیت نمبر ۵۰ ہے۔ کثیر فقہائے اسلام کا مذہب یہ ہے کہ ملائکہ میں سے تھا۔ ان کے نزدیک ملائکہ کو بھی کبھی غایتِ پوشیدگی کی بناء پر جن کہہ دیا جاتا ہے (غرائب القرآن) اس آیت کریمہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء ملائکہ سے افضل ہیں۔ اس آیت میں كَانَ بمعنی صَارَ یعنی انکار کر کے ہو گیا کافروں میں سے' یا یہ اپنے اصل معنی میں ہے اس وقت معنی یہ ہوگا کہ وہ علم باری تعالیٰ میں کافر تھا (تفسیر کبیر) ۳ یہاں سے حضرت آدم علیہ السلام کی تیسری نعمت کا ذکر ہو رہا ہے پہلی نعمت تمام مسمیات کا علم عطا کرنا' دوسری نعمت مسجودِ ملائکہ بنانا اور تیسری نعمت جنت میں ان کا ٹھکانا بنانا۔ حضرت آدم علیہ السلام ایک دن سوئے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بائیں جانب سے حضرت حوا کو پیدا فرمایا اور حکم دیا کہ تم دونوں جنت میں رہو۔ (بیضاوی) شَجَرٌ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں (۱) انگور کا درخت تھا (۲) گیہوں کا درخت تھا (۳) کافور تھا (۴) شجر سے مراد شجرۃ العلم ہے۔ بہر کیف قرآن پاک میں واضح طور پر نہیں آیا ہے کہ یہ کونسا درخت تھا اور نہ ہمیں اسکا مکلف بنایا گیا ہے (بیضاوی) حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکانِ جنت سے آدم کو آزمایا جیسے کہ اللہ نے ملائکہ کو سجدہ سے آزمایا۔ (غرائب القرآن)

فِيهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۖ وَلَكُمْ

بودند و فرمودیم فرو روید بعض شما دشمن باشد بعضے را و شما راست

وہ تھے اور ہم نے فرمایا: نیچے اترو تمہارا بعض، بعض کا دشمن ہو گا اور تمہارے لئے

فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٣٦﴾ فَتَلَقَّىٰ آدَمُ

در زمین آرامگاہ و بہرہ مندے بامدتے پس فرا گرفت آدم

زمین میں آرامگاہ اور فائدہ اٹھانا ایک مدت تک ہے ۱ پس آدم نے

مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿٣٧﴾

از پروردگار خود سخنے پس باز گشت خدا بمہربانی بروے ہر آئنہ اوست با گرندہ مہربان

اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لیئے، پس اللہ نے مہربانی سے ان پر رجوع فرمائی، بیشک وہ بہت زیادہ رجوع فرمانے والا مہربان ہے

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۖ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ

فرمودیم فرو روید از آنجا ہمہ شما پس اگر بیاید بشما از من ہدایتی پس ہر کہ

۲ ہم نے فرمایا تم سب اس جگہ سے نیچے اترو، پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جس نے

تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ

پیروی کرد ہدایت مرا پس ہیچ ترس نیست براں جماعت و نہ ایشاں اندوہ خورند و کسانیکہ

میری ہدایت کی پیروی کی اس جماعت پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہونگے ۳ اور وہ لوگ جنہوں نے

كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا

نگرویدند و دروغ داشتند آیتہاے ما را ایشانند باشندگان دوزخ ایشاں در آنجا

کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخ والے ہیں، وہ سب اس میں

خَالِدُونَ ﴿٣٩﴾ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي

جاویدند اے فرزندان یعقوب یاد کنید آں نعمت مرا کہ

ہمیشہ رہیں گے ۴ اے فرزندانِ یعقوب! میری اس نعمت کو یاد کرو

۱ اِهْبِطُوْا تم سب چلے جاؤ یا اتر جاؤ۔ اس لفظ کے پیش نظر اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے کہ جنت زمین پر ہے یا آسمان میں۔ ابو القاسم بلخی، ابو مسلم اصفہانی فرماتے ہیں کہ جنت زمین پر ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال کو ہبوط کہتے ہیں جیسے اِهْبِطُوْا مِصْرًا اسی معنی میں ہے جبکہ جبائی کا کہنا ہے کہ جنت ساتویں آسمان میں ہے اور حضرت آدم علیہ السلام ساتویں آسمان سے زمین پر تشریف لائے۔ (غرائب القرآن) جنت سے زمین پر آنے والے پانچ تھے۔ (۱) آدم (۲) حوا (۳) مور (۴) سانپ (۵) ابلیس۔ حضرت آدم علیہ السلام سراندیپ میں اترے، حضرت حوا جدہ میں اتریں، ابلیس ایلہ اور سانپ اصفہان میں اتارے گئے۔ (صاوی) اِلٰى حِيْنٍ کے بارے میں علماء کی مختلف تاویلات ہیں (۱) اس سے مراد موت تک ہے (۲) اس سے قیامت تک کا زمانہ مراد ہے (القرطبی)

۲ کلمات کی تفسیر میں چند اقوال ہیں (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حج ہے (۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دعا مراد ہے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ لَا اِلٰهَ اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْلِىْ اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ سِرِّىْ وَ عَلَانِيَتِىْ فَاقْبَلْ مَعْذِرَتِىْ وَ تَعْلَمُ حَاجَتِىْ فَاَعْطِنِىْ سُوَالِىْ وَ تَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِىْ فَاغْفِرْلِىْ ذُنُوْبِىْ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يُبَاشِرُ قَلْبِىْ وَيَقِيْنًا صَادِقًا حَتّٰى اَنَّهٗ لَنْ يُّصِيْبَنِىْ اِلَّا مَا كَتَبْتَ لِىْ وَارْضِنِىْ بِمَا قَسَمْتَ لِىْ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تمہیں معاف فرمایا اور اس دعا کو آپکی ذریت میں سے جو بھی پڑھیگا میں اسے بھی معاف کردونگا اسکے غم کو دور کردونگا اور اسکی آنکھوں سے فقر اتار دونگا۔ (غرائب القرآن) ایک قول کے مطابق پڑھیگا اس سے مراد رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ہے۔ (جلالین) توبہ تین چیزوں سے متحقق ہوتی ہے (۱) علم (۲) حال (۳) عمل۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر اہل دنیا کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے تو بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے آنسوؤں سے کم ہونگے اور اگر اہل دنیا اور حضرت داؤد علیہ السلام کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے تو بھی حضرت نوح علیہ السلام کے آنسو زیادہ ہونگے اور اگر اہل دنیا، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے تب بھی ان سب آنسوؤں سے حضرت آدم علیہ السلام کے آنسو زیادہ ہونگے۔ (غرائب القرآن) ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کلمات کیساتھ دعا کی: اَسْئَلُكَ اَنْ تَغْفِرَلِىْ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ [صلی اللہ علیہ وسلم] (روح البیان) ۳ اس آیت میں ہدایت سے مراد انبیاء اور ان پر نازل ہونے والی کتب اور صحائف ہیں۔ کسی مصیبت کے آنے سے پہلے جو خدشہ ہوتا ہے اسے خوف کہتے ہیں اور جب یہ مصیبت گذر جاتی ہے اور اسکے سبب جو غم ہوتا ہے اسے حزن کہتے ہیں مثلاً کسی مریض کی بیماری اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس کے مرنے کا خدشہ لاحق ہو جاتا ہے تو یہ کیفیت خوف کی ہوتی ہے تو جو صدمہ پہنچتا ہے اسے حزن کہتے ہیں (بیضاوی) آیت میں هُدًى سے کیا مراد ہے اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں (۱) سدی کہتے ہیں کہ اس سے کتاب اللہ مراد ہے، بعض کہتے ہیں کہ اس سے ہدایت کیلئے توفیق مراد ہے، ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس سے رسولوں کی ہدایت مراد ہے اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کی جانب بذریعہ ملائکہ پہنچتی رہی اسی طرح انکی اولاد کی جانب بھی۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ: اس ٹکڑے کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں ان کیساتھ جو کچھ پیش ہونے والا ہے اسکا انہیں کوئی خوف نہیں ہے اور دنیا میں جو کچھ چھوٹ گیا اسکا انہیں کوئی غم نہیں ہوگا (القرطبی) ۴ اس آیت کریمہ میں اللہ کی ہدایت سے روگردانی کرنے کی سزا بتائی جارہی ہے۔ (مظہری)

تفسیر اظہار العرفان

أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِي أُوفِ بِعَهْدِكُمْ

ارزانی داشتیم بر شما وفا کنید پیمان مرا تا وفا کنم پیمان شما را

جو میں نے تمہیں عطا کی اور میرا وعدہ وفا کرو میں تمہارے وعدے کو پورا کروں ہوگا

وَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ ﴿٤٠﴾ وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ

و از من بترسید و ایمان آرید فرود آورده ام باور کننده با شما ست

اور خاص مجھ ہی سے ڈرو اور ایمان لاؤ (اس پر) جو میں نے اتارا ہے (اسکی) تصدیق کرنے والا جو تمہارے پاس ہے

وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا

و مباشید نخستین منکرے او را و مستانید عوض آیتہائے من بہای اندک

اور نہ ہو جاؤ اس کا اول انکار کرنے والا اور میری آیتوں کے عوض تھوڑی قیمت نہ لو

وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ﴿٤١﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ

و از من حذر کنید و خلط مکنید راست را با نا راست

اور خاص مجھ سے ڈرو ۲ اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ

تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤٢﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

و پنہاں مکنید راست را دانستہ و بر پاداریں نماز را و دہید زکوۃ را

اور حق کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ ۳ اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ ادا کرو

وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿٤٣﴾ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ

و نماز گذارید با نماز گذارندگان آیا می فرمائید مردمان را بہ نیکوکاری و

اور نماز ادا کرنے والوں کے ساتھ نماز ادا کرو ۴ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور

تَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٤٤﴾

فراموش کنید خویشتن و شما می خوانید کتاب را آیا نمی فہمید

اپنے آپکو فراموش کرتے ہو اور تم کتاب پڑھتے ہو کیا تم سب سمجھ نہیں رکھتے ہو ۵

۱ اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی صفوۃ اللہ یا عبد اللہ ہے۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ ان کی اولاد کو اسرائیل کہتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام یہودا تھا ان کی اولاد کو یہود کہتے ہیں۔ (بیضاوی) بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ نے دس نعمتیں نازل فرمائیں۔ فرعون سے نجات' سمندر میں راستہ بنا دینا' بادلوں سے سایہ کرنا' انھیں عفو فرمانا' غفران خطایا' ہدایت کیلئے تورات دینا' پتھر سے بارہ چشمے نکالنا' مرنے کے بعد زندہ کرنا' مَن' کا نازل کرنا اور سلوٰی اتارنا۔ بنی اسرائیل کے دس قبائح بیان کیے گئے ہیں۔ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا یعنی سن کر نافرمانی کرنا' بچھڑے کو معبود بنانا' اللہ کو اعلانیہ دیکھنے کا مطالبہ کرنا' تبدیلِ قول' ایک کھانے پر صبر نہ کرنا' تحریف کلم' حق سے اعراض کرنا' بادلوں کا پتھر کی طرح ہونا' آیاتِ الٰہی سے انکار کرنا اور انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کرنا۔ بنی اسرائیل پر دس قسم کے عقوبات کیے گئے' ذلت' مسکنہ' غضب' عطائے جزیہ' قتل نفس' بندر بنا دینا' خنزیر بنا دینا' آسمان سے رجز کا نازل کرنا' صاعقہ کا انہیں پکڑ لینا اور تحریم طیبات۔ (صاوی)

۲ یعنی تم اہل کتاب ہو کر اسکا اول انکار کرنے والے نہ ہو جاؤ۔ (بیضاوی) تھوڑی قیمت پر فروخت نہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ زیادہ معاوضہ مل جائے تو احکامِ الٰہی کا سودا کر لو بلکہ مطلب یہ ہے کہ احکامِ الٰہی کے مقابلے میں دنیاوی مفادات کو اہمیت نہ دو۔ احکامِ الٰہی تو اتنے قیمتی ہیں کہ ساری دنیا کا مال و منال بھی انکے مقابلے میں ہیچ اور قلیل ہے۔ شانِ نزول یہ ہے کہ کعب بن اشرف اور دوسرے علمائے یہود اپنی قوم سے خراج لیتے تھے انہیں خطرہ تھا کہ اگر ہم تورات سے نبی آخر الزماں کی علامات بتا دینگے تو یہ سب محمد ﷺ پر ایمان لے آئیں گے اور اس طرح ہماری آمدنی بند ہو جائیگی۔ (خازن) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میرے رسول ﷺ کی جو معرفت تمہارے پاس ہے اسے نہ چھپاؤ۔ (ابن جریر) ۴ سابقہ آیت میں اصول بتانے کے بعد اب اس آیت میں فروع اسلام کا حکم بتایا جا رہا ہے اور نماز با جماعت پڑھنے کی تاکید فرمائی جا رہی ہے۔ اِرْكَعُوا تم سب رکوع کرو' یہاں رکوع بول کر ساری نماز مراد ہے۔ یہ تسمیۃ الکل باسم الجزء کے قبیل سے ہے۔ واضح رہے کہ یہودیوں کی نماز میں رکوع نہیں تھا لیکن رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کے حکم سے معلوم ہوا کہ انہیں مسلمانوں جیسی نماز پڑھنے کی ترغیب دی جا رہی ہے (غرائب القرآن) جمہور کا اس پر اتفاق ہے کہ با جماعت نماز سنت مؤکدہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جماعت سے نماز' تنہا نماز سے ۲۷ درجہ افضل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جماعت کیساتھ نماز' تم میں سے کسی ایک کی تنہا نماز سے ۲۵ درجہ افضل ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ مسجد کے قریب رہنے والوں کی نماز [جائز] نہیں ہے مگر مسجد ہی میں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض گذار ہوا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو مجھے مسجد تک پہنچا دے پس [اس نابینا شخص نے] رسول اللہ ﷺ سے رخصت چاہی کہ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ آپ نے اسے رخصت دیدی پھر جب وہ شخص جانے کیلئے مڑا تو آپ نے اسے بلایا اور پوچھا: کیا تم نماز کیلئے کہی جانے والی آذان کی آواز سنتے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: پھر تو تمہیں جماعت کیلئے آنا ہی پڑیگا (القرطبی) ۵ یہ آیت کریمہ علمائے یہود کے بارے میں نازل ہوئی' کیونکہ یہ لوگ اپنے اقرباء سے کہتے تھے کہ دینِ محمد حق ہے تم سب اس پر ایمان لے آؤ لیکن خود ایمان نہیں لاتے تھے۔ (جلالین)

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى

و مدد طلبید بشکیبها و نماز و هر آئنه نماز دشوار است مگر بر

اور صبر اور نماز سے مدد طلب کرو اور بیشک نماز دشوار ہے مگر ان لوگوں پر

الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ

فروتنی کنندگاں آنانکہ میدانند کہ ایشاں ملاقات خواہند کرد پروردگار خود و آنکہ

جو عاجزی کرنے والے ہیں [۱] جو جانتے ہیں کہ اپنے رب سے ملاقات کرینگے اور

اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ

ایشاں بسوئے وے باز خواہند گشت اے فرزندانِ یعقوب! یاد کنید آں نعمت را

یہ کہ اسی کی جانب لوٹیں گے [۲] اے فرزندانِ یعقوب! میری اس نعمت کو یاد کرو

الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾

کہ ارزانی داشتیم بر شما و آنکہ فضل دادیم شما را بر ہمہ

جو میں نے تمہیں عطا کی اور بیشک میں نے تمہیں تمام عالم پر فضیلت دی [۳]

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا

و حذر کنید از آنروز کہ کفایت نکند ہیچ کس از کس چیزیرا و

اور تم سب اس دن سے ڈرو کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے کچھ بھی کفایت نہ کریگا

يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا

و پذیرفتہ نشود از ہیچ کس شفاعت وگرفتہ نشود از کسے عوض و نہ ایشاں

اور کسی شخص کی طرف سے شفاعت قبول نہیں کی جائیگی اور نہ کسی کی طرف سے فدیہ لیا جائیگا اور نہ [۴] وہ سب

هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ

یاری دادہ شوند و یاد کنید من آں وقت کہ رہانیدیم شما را از کسان فرعون میرسانیدند

مدد کیئے جائیں گے [۵] اور یاد کرو میری نعمت کو جب ہم نے تمہیں قوم فرعون سے نجات دی وہ سب

تفسیر اظہار العرفان

[۱] اس آیت میں مصائب ومشکلات کا حل بتایا جارہا ہے کہ جب بھی تمہیں ان سے نجات چاہیئے تو صبر اور نماز سے اعانت حاصل کرو۔ صبر کی تین قسمیں ہیں (۱) مصیبت پر صبر (۲) دوامِ اعانت پر صبر (۳) مصیبت کے چھوڑنے پر صبر (صاوی)

[۲] اس آیت میں خَاشِعِيْنَ کی تشریح موجود ہے۔ يَظُنُّوْنَ کی دو تفسیر ہیں (۱) يَظُنُّوْنَ، يَعْلَمُوْنَ کے معنی میں ہے۔ حضرت ابن مسعود ﷺ کے نزدیک يَظُنُّوْنَ کی جگہ يَعْلَمُوْنَ ہے۔ درحقیقت نماز مومن کی معراج ہے اور سجدہ کی حالت میں بندہ رب کے قریب ہوجاتا ہے۔ اس قرب کو علم کا درجہ دیا جارہا ہے (۲) يَظُنُّوْنَ يُوْقِنُوْنَ کے معنی میں ہے کیونکہ اسکے فوراً بعد "اَنَّ" آرہا ہے جو کہ تخصیص کیلئے ہے اور جو چیز یقینی ہوگی وہ متحقق ہوگی۔ اس آیت کریمہ سے اہل سنت رویت باری تعالٰی کے وجود پر دلیل قائم کرتے ہیں جبکہ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ معتزلہ فرقہ کے نزدیک لِقا رویت کو مستلزم نہیں ہوتی۔ ان کی دلیل فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ ترجمہ: تو اس کے پیچھے اللہ نے انکے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے۔ (توبہ آیت ۷۷) دوسری آیت وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ترجمہ: اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے (بقرۃ آیت ۲۲۴) پہلی آیت منافقین سے متعلق ہے اور منافق رب کو نہیں دیکھے گا معلوم ہوا کہ لِقا رویت کو مستلزم نہیں ہے اسی طرح دوسری آیت میں مومن اور کافر دونوں کو خطاب ہے اور کافر رب کو نہیں دیکھے گا۔ معلوم ہوا کہ لِقا رویت کو مستلزم نہیں ہے۔ اہل سنت اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں لِقا ادراک کا سبب ہے اس لئے اس جگہ لقا کا اصل معنی مراد نہیں ہے بلکہ ادراک کے معنی میں مجازاً آیا ہے۔ (غرائب القرآن و بیضاوی) [۳] یہاں تکرار یاددہانی کیلئے ہے اور عالمین پر فضیلت سے مراد اس زمانے کے لوگوں پر فضیلت ہے یا یہاں عالم بمعنی جم غفیر یعنی ہم نے تمہیں لوگوں کے جمِ غفیر میں فضیلت دی جیسے بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ: ہم نے اس میں کثرت سے برکت دی۔ (غرائب القرآن) [۴] یوم سے مراد یوم قیامت ہے۔ عذاب سے نجات دلانے کی جتنی صورتیں ہیں۔ اللہ نے ان تمام صورتوں کو مسدود فرمادیا۔ عذاب سختی سے دور کیا جائیگا یا کسی اور طریقے سے اول طریقے کو مدد یعنی نصر کہتے ہیں۔ دوسرے طریقے کی پھر دو قسمیں ہیں اول کچھ دے کر عذاب سے چھوڑا جائیگا تو اسے فدیہ کہتے ہیں، دوم کسی سفارش کے ذریعے سے عذاب سے نجات دلائی جائیگی اسے شفاعت کہتے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے کافروں کیلئے ان تینوں کی نفی فرمادی اور واضح کردیا کہ کافرین کسی بھی صورت میں عذاب سے نجات حاصل نہیں کرپائیں گے۔ معتزلہ نے اس آیت سے اہل کبائر کے حق میں شفاعت کی نفی پر استدلال کیا ہے۔ اہل سنت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ شفاعت کے متعلق بیان شدہ آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کفار کیلئے خاص ہے اور اس بات کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ خطاب کفار کو ہے۔ (بیضاوی) جاننا چاہیئے کہ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ باعتبار حکم عام نہیں ہے بلکہ یہاں کافرین کے حق میں یہ حکم ہے نہ کہ اہل ایمان کے بارے میں۔ اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں ایک گروہ کے حق میں شفاعت کی نفی فرمائی ہے تو دوسرے گروہ کے حق میں شفاعت کو ثابت فرمایا ہے چنانچہ کافروں کے بارے میں ارشاد ہے فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ یعنی شفاعت کرنیوالوں کی شفاعت انہیں نفع نہ دیگی۔ اہل ایمان کے بارے میں ارشاد ہے وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى یعنی اور وہ سب شفاعت نہیں کرینگے مگر اس کیلئے جسے وہ پسند فرمالے۔ دوسری آیت میں ارشاد ہے وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ یعنی اور اسکے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کیلئے وہ اذن فرمائے۔ (القرطبی)

سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ

سخت ترین عذاب ذبح میکردند۔ پسران شما را و زنده میگذاشتند دختران شما را

تمہیں سخت ترین عذاب پہنچاتے تھے تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے

وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿٤٩﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ

و دریں کار آزمائشی بزرگ بود از پروردگار شما و آنوقت کہ شگافتیم برائے شما دریا را

اور تمہارے رب کی طرف سے اس کام میں بڑی آزمائش تھی! اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو شگاف کیا

فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَ

پس خلاص کردیم شما را و غرق ساختیم کسان فرعون را و شما میدیدید و

پس تمہیں نجات دی اور قوم فرعون کو غرق کیا اور تم دیکھ رہے تھے ۲ اور

اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ

آنوقت کہ میعاد مقرر کردیم با موسیٰ چہل شب پس گرفتید شما

جب ہم نے موسیٰ کیلئے چالیس راتیں میعاد مقرر کیں پھر تم نے موسیٰ کے

الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ

گو سالہ را پس از رفتن موسیٰ و شما ستمگار بودید پس در گذاریم شما

جانے کے بعد بچھڑے کو (معبود) بنا لیا اور تم سب ظلم کرنے والے تھے ۳ پھر ہم نے تمہیں اسکے بعد

مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى

بعد ازیں تا بود کہ سپاس داری کنید و آنوقت کہ موسیٰ را

معاف کیا تا کہ تم سب شکر ادا کرو ۴ اور (یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ کو

الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿٥٣﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى

دادیم کتاب و حجت تا بود کہ راہ یابید و آنوقت کہ گفت موسیٰ

کتاب اور حجت دی تا کہ تم راہ پاؤ ۵ اور جب موسیٰ نے اپنی

۱ فرعون قوم عمالقہ کے بادشاہ کا لقب تھا اسکا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا۔ فرعون لفظ فرعنہ سے ماخوذ ہے جو نافرمانی اور سرکشی کے معنی میں ہے اسکی الوہیت کے ادعا کی مدت چار سو سال ہے۔ فرعون روزانہ ایک گائے کا بچھڑا کھاتا تھا اور چالیس روز کے بعد رفع حاجت کرتا تھا۔ (صاوی) بنی اسرائیل پر نازل کردہ نعمتوں کا تفصیلی تذکرہ کے بعد اب یہاں سے اجمالی طور پر تذکرہ ہو رہا ہے۔ (غرائب القرآن) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کاہنوں نے فرعون سے کہا کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جو تمہاری بادشاہت کو لے جائیگا تو فرعون نے یہ سن کر حکم دیا کہ ہر ہزار عورتوں پر ایک سو مرد نگہبان ہو جائیں، اور ہر سو پر دس مرد نگہبان ہو جائیں اور ہر دس پر ایک مرد نگہبان ہو جائے جو شہر کی حاملہ عورتوں پر نظر رکھیں اگر لڑکا جنے تو اسے قتل کر دیا جائے اور اگر لڑکی جنے تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ (ابن جریر)

۲ اس آیت کریمہ میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل جائیں پس آپ انہیں لے کر نکل گئے۔ جب صبح ہوئی تو فرعون اور اسکے لشکر نے تعاقب کیا آخر ساحل پر ان کے نزدیک پہنچ گئے تب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام حکم دیا کہ اپنا عصا دریا پر مارو جب آپ نے عصا مارا تو بارہ خشک راستے ظاہر ہو گئے جب بنی اسرائیل کے لوگ ان راستوں کے ذریعے دریا عبور کر رہے تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے اے موسیٰ! ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم میں سے کوئی دستہ ڈوب نہ جائے لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کی آسانی کیلئے کھڑکیاں اور روشن دان بنا دیئے تا کہ ایک دوسرے سے باخبر رہیں۔ اس طرح دریا خیر و عافیت سے عبور کر گئے اور جب فرعون نے دریا کو خشک راستوں میں تقسیم دیکھا تو اپنے لشکر سمیت اس میں اتر پڑا۔ دریا میں طوفانی لہریں بپھر گئیں اور وہ سب ایک ہی وقت میں ڈوب کر تباہ ہو گئے۔ یہ ایک بہت بڑا احسان ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر کیا اور یہ خالق وحکیم کی سچی گواہی پر مشتمل آیات میں سے ایک ہے۔ (بیضاوی) ۳ فرعون کے ہلاک ہونے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل مصر میں واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات دینے کا وعدہ کیا اور ذوالقعدہ اور عشرہ ذوالحجہ کی میقات مقرر کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے بعد قوم بچھڑے کی عبادت میں مشغول ہو گئی اس آیت میں اسی جانب اشارہ ہے۔ (بیضاوی) ۴ کلمہ لَعَلَّ ترجی کیلئے آتا ہے یا اشفاق کیلئے اور یہ دونوں جہل بالعاقبت کے وقت حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کیلئے محال ہے۔ مفسرین کرام اسکا جواب کئی طریقے سے دیتے ہیں (الف) اس کلمہ سے ترجی کا معنی اس وقت ہوگا جب یہ عباد کی جانب راجع ہوگا لیکن جب اللہ تعالیٰ کے کلام میں واقع ہوگا تو یہ تحقیق کے معنی میں ہوگا (ب) یہ کلمہ علی طریق اجماع واقع ہے نہ کہ علی سبیل التحقیق تا کہ بندہ اسی پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائے (ج) یہاں لعل مجاز کی جگہ واقع ہے نہ کہ حقیقت کی جگہ پر (د) لعل بمعنی "کَیْ" ہے تا کہ بندہ اپنے کریم سے لَو لگا لے (ح) قفال کہتے ہیں لعل تکریر اور تاکید کے ہے۔ (غرائب القرآن) ۵ کتاب سے مراد تورات ہے۔ فرقان کی تفسیر میں چند اقوال ہیں (الف) حق اور باطل کے درمیان فرق کرنیوالا (ب) کفر اور ایمان کے مابین عصا اور ید سے فرق کرنیوالا (ج) حلال و حرام کے درمیان فرق کرنے والا (د) فرقان سے مراد انفراق بحر [دریا چیر کر اس میں راستہ بنانا] ہے (ح) فرقان سے ایسی نصرت مراد ہے جو ان کے اور دشمن کے درمیان فرق پیدا کر دے (ط) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت دی گئی اور حضرت محمد ﷺ کو فرقان، تا کہ اہل کتاب ہدایت حاصل کریں۔ (غرائب القرآن)

لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

قوم خود را اے قوم من ہر آئنہ شما ستم کردید بر خویشتن بفرا گرفتن گو سالہ را

قوم سے فرمایا: اے میری قوم! بیشک تم نے اپنے آپ پر ظلم کیا بچھڑے کو (معبود) بنا کر

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ

پس باز آئید بسوے آفرید گار خود پس بکشید خویشتن را ایں بہتر است شما را نزدیک

پس تم سب اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو اور اپنے آپکو قتل کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے تمہارے پیدا

بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾ وَاِذْ

آفریدگار شما پس خدا باز گشت بمہربانی بر شما ہر آئنہ اوست قبول کنندہ مہربان و آنوقت کہ

کرنیوالے کے نزدیک، پس اس نے مہربانی سے تم پر رجوع فرمائی، بیشک وہ توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے[1] اور جب

قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً

گفتید اے موسیٰ ہر گز باور نداریم ترا تا آنکہ بہ بینیم خدا را آشکارا

تم نے کہا اے موسیٰ! ہر گز ہم آپ پر یقین نہیں کرینگے یہاں تک کہ ہم اللہ کو اعلانیہ دیکھ لیں

فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ

پس گرفت شما را صاعقہ و شما میدیدید باز زندہ گردانیدیم شما را

پس تمہیں کڑک نے پکڑ لیا اور تم دیکھ رہے تھے [2] پھر ہم نے تمہیں دوبارہ زندہ کیا

مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ

پس از مردن شما تا شکر گذاری کنید و سایبان ساختیم بر شما

تمہارے مرنے کے بعد تا کہ تم شکر بجا لاؤ [3] اور ہم نے تم پر بادلوں کو

الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ

ابر را فرود آوردیم بر شما من و سلوی گفتیم بخورید از

سائبان بنایا اور ہم نے تم پر من و سلویٰ اتارا ہم نے فرمایا کھاؤ

تفسیر اظہار العرفان

[1] بَرِیٌٔ کا اصل معنی ایک چیز کو دوسری چیز سے منفصل کرنا ہے مثلاً بَرَی الْمَرِیْضُ مِنْ مَّرْضِهٖ یعنی مریض اپنے مرض سے جدا ہوا۔ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اپنے آپ کو ہلاک کرو یا قطع شہوت کرو۔ بعض علماء کے قول کے مطابق انہیں حکم ہوا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کریں اور بعض کہتے ہیں کہ موحدوں کو حکم دیا گیا کہ گوسالہ پرستوں کو قتل کریں اور بعض کہتے ہیں کہ پہلے گروہ نے خود بھی پوجا نہ کی اور دوسروں کو منع بھی کیا اس لئے وہ توبہ میں شریک نہ ہوا کیونکہ ان کی توبہ کی حجت نہ تھی۔ روایت ہے کہ وہ اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو دیکھتے تھے اور اللہ کے حکم کو بجالانے کی قوت نہ رکھتے تھے لہذا گہرے اور سیاہ رنگ کے بادل ان پر پھیلا دیئے گئے تا کہ وہ ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں اور وہ صبح سے شام تک ایک دوسرے کو قتل کرتے رہے آخر کار حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا کی جس سے بادل چھٹ گئے اور ان کی توبہ قبول کر لی گئی۔ اس واقعہ میں ۷۰ ہزار افراد قتل ہوئے۔ (بیضاوی)

[2] حضرت موسیٰ علیہ السلام ۷۰ آدمیوں کو لے کر توریت لینے کوہِ طور گئے جب آپ توریت لے کر واپس ہونے لگے تو ان لوگوں نے کہا اے موسیٰ جب تک ہم اللہ کو اعلانیہ نہ دیکھ لیں آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جس پر بطور عتاب ان پر بجلی گری اور وہ سب مر گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے دوبارہ زندہ ہوئے۔ اس آیت سے معتزلہ فرقہ دلیل قائم کرتا ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ ممتنع ہے کیونکہ اس مطالبہ پر انہیں سزا دی گئی اور یہ قاعدہ ہے کہ امر جائز پر سزا نہیں دی جاتی۔ اہل سنت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ کے امتناع سے آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ پر دلیل قائم نہیں کی جاسکتی ہے اور آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ ہی محل نزاع ہے۔ اس آیت میں دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ کے محال ہونے کو بیان کیا گیا ہے نہ کہ آخرت میں۔ (بیضاوی وغرائب القرآن) [3] بعث کے بعد موت کا لفظ اس لئے آیا کہ اسکا معنی بیہوشی اور نیند سے اٹھانے کا بھی آتا ہے جیسا کہ اللہ نے اصحاب کہف کے بارے میں فرمایا ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ۔ (بیضاوی) یہاں موت سے مراد حقیقی موت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے انھیں دوبارہ زندہ کیا گیا تا کہ وہ اپنی بقیہ زندگی پوری کر لیں۔ (صاوی) مروی ہے کہ جو ۷۰ آدمی کوہِ طور پر گئے تھے ہلاک ہو گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تضرع اور انکساری سے دعا کی کہ یا اللہ! میں بنی اسرائیل کو جا کر کیا جواب دونگا تو انہیں زندہ فرما دے پس اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ فرما دیا۔ ان پر یہ موت ایک دن اور ایک رات طاری رہی۔ (مظہری) حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ان سب پر حقیقی موت طاری ہوئی اور انکے جسم سے روح اس طرح نکل گئی جس طرح عام لوگوں کی موت پر نکل جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو نئے سرے سے زندہ کیا تا کہ اپنی زندگی کا بقیہ حصہ پورا کر لیں۔ حضرت نحاس کہتے ہیں کہ اس واقعہ کی خبر اہل ایمان کو اس لئے دی گئی تا کہ قریش کے ان لوگوں پر حجت قائم ہو جائے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے منکر تھے۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ: یعنی مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں دوبارہ اس لئے زندہ کیا تا کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ۔ بعض علمائے تفسیر نے آیتِ کریمہ کی تفسیر یہ کی کہ ہم نے تمہاری جہالت کے بعد تمہیں سکھایا، لیکن اول قول اصح ہے اس لئے کہ وہ حقیقت پر مبنی ہے اور موت ان کیلئے بمنزلہ سزا ہو گئی۔ مروی ہے کہ بنی اسرائیل نے دیکھا کہ پہاڑ انکے اوپر ہوا میں معلق ہے اور زمین میں انکے چاروں جانب آگ ہی آگ ہے، یہ ہے وہ منظر جسکے سبب وہ سب ایمان لانے پر مجبور ہو گئے (القرطبی)

طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

پاکیزہا آنچہ دادیم بر شما را و ایشاں ستم نکروند بر ما و لیکن بر خویش

(اس) ستھرے سے جو ہم نے تمہیں دیا' اور ان سب نے ہم پر ستم نہ کیا لیکن

يَظْلِمُوْنَ ۝۵۷ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا

ستم میکردند و آنوقت کہ گفتیم در آئید دریں دیہ پس بخورید از آنجا

اپنے آپ پر ستم کرتے تھے[1] اور جب ہم نے کہا تم سب اس گاؤں میں داخل ہو جاؤ اور ہر اس جگہ سے

حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ

بافزونی ہر جا کہ خواہید و در آئید بدروازہ سجدہ کنان و بگوئید سوال تا آمرزش است

جہاں تمہارا دل چاہے بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازہ سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور اپنی معافی کا سوال کرو

نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۵۸ فَبَدَّلَ

تا بیامرزیم شما را گناہان شما را و زیادہ دہیم نیکوکاران پس بدل کردند

تاکہ ہم تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں' اور ہم عنقریب نیکوکاروں کو زیادہ دیں گے[2] پس بدل دیا

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا

کسانیکہ ستمگار بودند سخنے بجز آنچہ فرمودہ شد ایشانرا پس فرود آوردیم

ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا قول کو اس سے (جو) نہ فرمایا گیا تھا پس ہم نے اتارا ان لوگوں پر

عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۵۹

بر آں ستمگاران عذابے از آسمان بسبب بدکار بودن ایشاں

جنہوں نے ظلم کیا آسمان سے ایک عذاب اس سبب کہ وہ سب بدکار تھے[3]

وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ

و آنوقت کہ آب خواست موسی برائے قوم خود پس گفتیم بزن

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کیلئے پانی کی دعا کی تو ہم نے فرمایا اپنے

[1] مفسرین کرام کے نزدیک یہ واقعہ مقام تیہ میں پیش آیا تھا۔ جو مصر اور شام کے درمیان واقع ہے جب ان لوگوں نے قوم عمالقہ کی بستی میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تو بطور سزا اس میدان میں ۴۰ سال تک پڑے رہے۔ بعض کے نزدیک صحرائے سینا میں اترنے کے بعد جب سب سے پہلے پانی اور کھانے کا مسئلہ پیش آیا تو اس وقت یہ انتظام کیا گیا۔ مَنّ بعض کے نزدیک تُرَنْجَبِیْن کو کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک وہ اوس (شبنم) ہے جو درخت پر گرتی ہے شہد کی طرح میٹھی اور خشک ہو کر گوند کی طرح ہو جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شہد یا میٹھا پانی ہے۔ بخاری کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کھنبی (من) کی قسم سے ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی لیکن اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح انہیں کھانا بلا وقت مل جاتا تھا اسی طرح کھنبی بغیر کسی کے بوئے پیدا ہو جاتی ہے۔ مَنّ ہر ایک آدمی ایک صاع لے کر جاتا تھا۔ سَلْوٰی' بٹیر یا چڑیا کی طرح ایک پرندہ تھا۔ (غرائب القرآن) روزانہ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک من و سلوی اترتا ہر شخص اتنی مقدار میں لیتا جتنی اسے ایک دن اور ایک رات کیلئے ضرورت ہوتی۔ جمعہ کے روز دو دن کی مقدار کے برابر لے لیتے تھے کیونکہ ہفتہ کے روز من وسلوی نہیں اترتا تھا۔ (مظہری)

[2] جمہور کے نزدیک آیت میں قریہ سے مراد بیت المقدس ہے' بعض نے کہا کہ اس سے بیت المقدس کا شہر اریحا مراد ہے' ابن کیسان کہتے ہیں کہ اس سے ملک شام مراد ہے' ضحاک کہتے ہیں کہ رملہ' اردن' فلسطین اور تدمر مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو جن کلمات کے کہنے کا حکم دیا تھا وہ عبادت کے قبیل میں سے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور زبان سے حِطَّةٌ یعنی گناہ اترے' کہتے ہوئے جانا لیکن وہ لوگ دروازے میں سرین کے بل داخل ہوئے اور [حطۃ کی بجائے] حبۃ فی شعرۃ کہتے ہوئے داخل ہوئے۔ حضرت سدی اور حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس تبدیلی سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کا ارادہ کیا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کا استہزاء بھی کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر اپنا عذاب نازل فرمایا۔ حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ ان پر طاعون کا مرض مسلط ہوا اور ان میں سے ستر ہزار لوگ اس بیماری میں ہلاک ہوئے۔ مروی ہے کہ جس دروازہ سے ان لوگوں کو داخل ہونے کا حکم تھا اس دروازہ کو چھوٹا کر دیا گیا تھا تاکہ یہ لوگ رکوع کرتے ہوئے اس میں داخل ہوں مگر ان لوگوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ سرین کے بل داخل ہوئے۔ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ: یعنی جن لوگوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی ہم ان پر مزید احسان بڑھائیں گے۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ جن لوگوں نے اپنی مرضی سے دوسرے دن کیلئے بھی من وسلویٰ اٹھایا انکی اس غلطی کو معاف کیا جائیگا اور جن لوگوں نے اپنی مرضی سے دوسرے دن کیلئے من وسلویٰ نہیں اٹھایا ان کیلئے اللہ تعالیٰ انعام واکرام کو اور بڑھائیگا۔ جاننا چاہیئے کہ محسن اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے عقیدۂ توحید کو درست کرے' اپنے نفس کی سیاست کو عمدہ کرے' اللہ تعالیٰ کی جانب سے عائد کردہ فرائض کو ادا کرے اور مسلمانوں کو اپنے شر سے بچائے۔ حدیث جبرائیل علیہ السلام میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت [اس تصور کیساتھ] کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ (القرطبی) [3] رِجْزٌ اصل میں اس مقام کو کہتے ہیں جہاں اونٹ بٹھائے جاتے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد عذاب یعنی طاعون ہے۔ واضح رہے کہ طاعون ان کیلئے عذاب ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کیلئے رحمت ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو طاعون میں مرے وہ شہید ہے۔ (صاوی)

الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ

بعصائے خود سنگ را پس رواں شد از سنگ دوازدہ چشمہ بدانست

عصا کو پتھر پر مارو پس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے جان لیا

كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا

ہر قوم آب خود را گفتیم بخورید و بنوشید از روزی خدای

ہر قوم نے اپنے پانی (پینے کی جگہ) کو، ہم نے فرمایا: کھاؤ اور پیو اللہ کی روزی سے

تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۞ وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ

و فساد مکنید در زمین تباہی کناں و آنوقت کہ گفتید اے موسی ہر گز

اور زمین میں فساد کرنیو الوں (کی طرح) فساد نہ کرو! اور جب تم نے کہا اے موسیٰ!

نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا

شکیبا نکنیم بر یک طعام پس طلب برای ما از پروردگار خود تا بیروں آرد برای ما ازانچہ

ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہیں کرینگے پس آپ ہمارے لئے اپنے رب سے طلب فرمائیں تا کہ وہ ہمارے لئے نکالے

تُنْۢبِتُ الْأَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا

می رویاند زمین از ترہ وے و یاد رنگ وے و گندم وے وعدس وے

اس سے جو زمین اگاتی ہے اسکی ترکاری سے اور اسکی ککری سے اور اسکے گندم سے اور اسکے مسور سے

وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنٰى بِالَّذِي

و پیاز وے گفت موسی آیا بدل میکنید آنچہ وے فرو تر ست بآنچہ

اور اس کے پیاز سے۔ موسیٰ نے کہا: کیا تم بدلتے ہو اس کو جو کم تر ہے اس چیز کے

هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَّا سَأَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ

وے بہتر است فرو روید بشہرے پس ہر آئنہ باشد شما را آنچہ خواستید و زدہ شد

عوض جو بہتر ہے، تم سب کسی شہر میں اترو پس بیشک تمہارے لئے وہ ہے جسکا تم نے سوال کیا اور ان پر

۱ جس پتھر سے پانی نکلا تھا اس پتھر کے بارے میں پانچ اقوال ہیں پہلا قول: وہ کوہ طور کا ایک مربع پتھر تھا جس کو بنی اسرائیل اپنے ساتھ اٹھالائے تھے اور اللہ کے حکم سے اس سے بارہ چشمے جاری ہوئے اور چشمہ ایک نہر کی صورت میں بہہ کر ہر قبیلہ کی طرف جاتا تھا لشکر کی تعداد چھ لاکھ تھی اور بارہ میل تک پھیلا ہوا تھا۔ دوسرا قول: یہ وہ پتھر تھا جس کو حضرت آدم علیہ السلام نے جنت سے اتارا تھا اور حضرت شعیب علیہ السلام کو وراثت میں ملا اور انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا کے ساتھ دیا تھا۔ تیسرا قول: یہ وہ پتھر تھا جس پر آپ نے کپڑے غسل کے وقت اتار رکھے تھے اور یہ بھاگ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے آپ کو بہتان اور الزام سے محفوظ فرما لیا تھا جو آپ کو خصیوں میں نفخ کا طعنہ دیتے تھے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس پتھر کو اپنے ساتھ اٹھا لینے کا حکم دیا تھا۔ چوتھا قول: یہ کوئی خاص پتھر نہیں تھا بلکہ عام سا پتھر تھا۔ پانچواں قول: یہ پتھر مرمریں کا تھا اور مربع تھا۔ (بیضاوی) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا جنتی لکڑی کا تھا اور آپکا قد مبارک بھی اسی قدر تھا اس کے دو حصے تھے ایک حصے سے اندھیرے میں روشنی کا کام لیتے تھے اور دوسرے حصے کو گرمی اور دھوپ میں سایہ کیلئے استعمال کرتے تھے آپ اس عصا سے بکریاں چراتے تھے اور بھیڑیا بھگاتے تھے۔ (صاوی) استقاء یعنی پانی طلب کرنا یہ اسوقت ہوتا ہے جب پانی ختم ہو جائے اور قطرہ قطرہ سوکھنے لگ جائے جب معاملہ ایسا ہو جاتا ہے تو اسوقت حکم ہے کہ بندہ عبودیت، فقر، مسکنہ اور ذلت کا اظہار توبۃ النصوح کیساتھ کرے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم استقاء کی غرض سے عید گاہ کی جانب تواضع و انکساری کرتے ہوئے تشریف لے گئے۔ جاننا چاہیئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو پتھر پر مارا تو پتھر سے بارہ چشمے نکل پڑے۔ یہ آپکا معجزہ تھا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ شان عطا کی کہ آپ نے اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے۔ پتھر سے پانی کا چشمہ نکلنا ہمارے مشاہدے میں ہے کیونکہ دن رات پتھر سے پانی کے چشمے نکلتے رہتے ہیں جبکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی مبارک سے پانی کا جو چشمہ جاری فرمایا آپ سے پہلے کسی نبی سے ثابت نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے ہمارے پاس پانی نہیں تھا پس آپ کے پاس ایک برتن لایا گیا آپ نے اپنی انگشت مبارک اس برتن میں ڈالی تو میں نے دیکھا کہ آپکی انگلیوں کے درمیان سے پانی جاری ہو گیا۔ آپ یہ فرماتے جاتے کہ آؤ طہارت کی جانب۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس روز آپکی تعداد کیا تھی، آپ نے فرمایا پندرہ سو۔ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ: مشرب پینے کی جگہ کو بھی کہتے ہیں اور مشروب کو بھی کہتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں اسباط اسی طرح تھے جس طرح عرب میں قبائل ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی نسبت سے بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان قبائل میں الگ الگ چشمے جاری کئے۔ عطاء کہتے ہیں کہ جس پتھر سے چشمے جاری ہوئے تھے اس پتھر کے چار سرے تھے ہر سرا سے تین تین چشمے جاری ہوئے۔ بارہ قبیلوں میں سے ہر ایک قبیلہ پچاس ہزار نفوس پر مشتمل تھا چوپائے اسکے علاوہ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر جب عصا مارا تو پتھر پر عورتوں کے پستان کی طرح ابھار پیدا ہو گیا پہلے تر ہوا اسکے بعد بہنے لگا (القرطبی)

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۖ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ

بر ایشاں خواری و بینوائی و باز گشتند بغضبے از خدا ایں

رسوائی اور ذلت مار دی گئی اور وہ سب اللہ کے غضب میں لوٹے یہ

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ

سبب آنست کہ باور نمی داشتند آیتہائے خدارا و می کشتند پیغمبران را

اس سبب ہے کہ وہ سب اللہ کی آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے اور نبیوں کو ناحق

بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ اِنَّ

ناحق ایں سبب گناہ کردن ایشاں ست و آنکہ از حد در می گذشتند ہر آئنہ

قتل کرتے تھے یہ اس سبب ہے کہ ان لوگوں نے نافرمانی کی اور وہ سب حد سے گذرتے تھے[۱] بیشک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ

آنانکہ مسلمان شدند و آنانکہ یہود شدند و ترسان و بے دینان

وہ لوگ جو مسلمان ہوئے اور یہودی ہوئے اور نصرانی اور بے دینوں

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ

ہر کہ از ایشاں ایمان آرد بخدا و بروز باز پسین و کرد کار شایستہ پس ایشاں راست مزد ایشاں

ان میں سے جو بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کیلئے ان کے رب کے

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ وَاِذْ

نزدیک پروردگار ایشاں و نہ ترسی بود بر ایشاں و نہ ایشاں اندوگین شوند و آنوقت کہ

پاس اجر ہے اور نہ ان پر کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ سب غمگین ہونگے[۲] اور جب

اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۗ خُذُوْا مَآ

گرفتیم پیمان شما را و داشتیم بالائے شما طور را گفتیم بگیرید آنچہ

ہم نے تم سے وعدہ لیا اور تمہارے اوپر ہم نے (کوہ) طور اٹھایا' فرمایا: جو ہم نے تمہیں

ع ۷ — ۷

[۱] یہ واقعہ بھی مقام تیہ کا ہے۔ من اور سلوی دو کھانے تھے اور انھوں نے طعام واحد کہا اسکا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں نے طعام واحد سے تبدیل اور اختلاف کی نفی کی کیونکہ اگر کسی دسترخوان پر مختلف انواع کے کھانے ہوں لیکن یہی کھانے روزانہ آتے ہوں تو کہا جائیگا کہ لَا يَأْكُلُ فُلَانٌ اِلَّا طَعَامًا وَّاحِدًا۔ (فلاں کھانا نہیں کھاتا ہے مگر ایک ہی قسم کا' مِصْرًا سے مراد کوئی بھی شہر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی شہر میں چلے جاؤ اور وہاں زراعت کرو۔ پہلے انہیں بغیر محنت ومشقت کے کھانا مل جایا کرتا تھا اب انہیں محنت کرنی پڑے گی اس لئے فرمایا کہ کیا تم اعلیٰ کو ادنیٰ سے بدلتے ہو یعنی محنت خود اپنے سر لیتے ہو۔ ان پر ذلت و رسوائی کی تین وجہیں بیان کی گئی ہیں۔ اول: حقوق اللہ سے جہالت اور اس سے انکار۔ دوم: قتل انبیاء۔ سوم: اعتداد و ظلم۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ سبب اول سے متقدمین گناہوں کی جانب اشارہ ہے اور سبب ثانی سے وہ گناہ مراد ہے جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نافرمانی کر رہے تھے' یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کیا ان کے ایک کھانے پر صبر نہ کرنا اور دوسرے کھانے کا مطالبہ کرنا معصیت ہے یا نہیں؟ علماء کے دو اقوال ہیں پہلا قول یہ ہے کہ انکا یہ سوال کرنا معصیت ہے کیونکہ مکلف کے لائق یہ ہے کہ جس حال میں بھی اللہ اسے رکھے رہنا چاہیئے۔ خصوصًا نعمت عفو اور صفو پر۔ بایں سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حیرت وتعجب سے فرمایا اَتَسْتَبْدِلُوْنَ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اِنْفِجَارِ مَاءٍ (پانی کے بارہ چشمے پھوٹ جانے) کے بعد كُلُوْا وَاشْرَبُوْا کے امر کا ایجاب باقی نہ رہا بلکہ اباحت رہ گئی اس لئے ان کا سوال معصیت نہیں ہے۔ بایں سبب اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ دیا جس کا انھوں نے سوال کیا۔ (غرائب القرآن) ناحق قتلِ انبیاء سے مراد یہ ہے کہ انھوں نے اپنے عقیدے کے پیش نظر انبیاء کو بغیر کسی وجہ کے قتل کیا جیسے حضرت شعیب علیہ السلام' حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام وغیرہ۔ (بیضاوی) کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو فقرِ قلب اور حرص علی المال میں مبتلا فرمایا۔ (مظہری) [۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد بعثتِ محمد ﷺ سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ہے جیسے حضرت سلمان فارسی' حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ وغیرہ کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لائے تھے اور بعثت کے بعد حضور ﷺ پر بھی ایمان لائے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے ایمان باللسان مراد ہے اور یہ منافقین کی جماعت تھی جسے اللہ تعالیٰ نے یہود ونصاری کے ساتھ بیان کیا۔ اس اعتبار سے مفہوم یہ ہوا کہ بیشک منافقین' یہود نصاری اور صَابِئِيْنَ میں سے جو بھی اللہ پر ایمان لائے۔ یہودی ھوادۃ بمعنی محبت سے ماخوذ ہے یا تھود بمعنی توبہ سے بنا ہے اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان کا یہ نام توبہ کرنے یا ایک دوسرے سے محبت کرنے کی وجہ سے پڑا ہے لیکن اصطلاح میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کو کہا جاتا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کے نام سے موسوم ہے۔ صَابِئِيْنَ صَابِئٌ کی جمع ہے یہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر جائیں۔ یہ عرب کے شمال مشرق میں شام وعراق کی سرحد پار کر کے آئے تھے۔ یہ توحید ورسالت کے قائل تھے اور بعض کے نزدیک ملائکہ پرست اور ستارہ پرست تھے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ انکا کوئی دین نہیں تھا اسی بنا پر لادین لوگوں کو صابی کہا جاتا ہے۔ مَنْ اٰمَنَ کی دو تفسیر ہے۔ پہلی تفسیر کے مطابق جو لوگ جملہ اہل ادیان سے اپنے اپنے مذہب میں ان کے تبدیل ہونے سے پہلے سچے دل سے معبود ومعاد کے قائل تھے پھر اعلانِ نبوت کے بعد اسلام میں داخل ہوئے۔ دوسری تفسیر کے مطابق جو ان کافروں میں سے سچے دل سے مؤمن ہو گیا اور اسلام کی صداقت کا قائل ہوا اس کیلئے اللہ کے یہاں اجر ہے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ

داده ایم شما را باستواری و یاد دارید آنچه در آنست تا بود که در پنای شوید باز روگردانید

دیا ہے اسے مضبوطی سے لو اور جو کچھ اس میں ہے یاد رکھو تا کہ تم سب متقی ہو جاؤ[1] پھر تم نے اسکے بعد

مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ

بعد ازیں پس اگر نبودے بخشائش خدا بر شما و مہربانی او

روگردانی کی پس اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی

لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿٦٤﴾ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ

ہر آئنہ می شدید زیانکاران و ہر آئنہ دانستہ اید آنکسانرا کہ از حد در گذشتند از شما

تو ضرور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوتے[2] اور بیشک تم نے جان لیا ان لوگوں کو جو تم میں سے

فِی السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنٰهَا

در شنبہ پس گفتیم ایشانرا بوزنہ شوید خوار شدہ پس ساختیم ایں قصہ را

ہفتہ کے دن حد سے بڑھے پس ہم نے ان سے کہا پھٹکارے ہوئے بندر ہو جاؤ[3] پس ہم نے اس قصہ کو

نَكَالًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهَا وَ مَا خَلْفَهَا وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿٦٦﴾

عبرتی برائے آں قوم کہ پیش ایں دیہ بود و پس از ایشاں آیند و پندے پرہیزگارانرا

عبرت بنایا ان کیلئے جو آبادی میں ان سے پہلے تھے اور جو انکے بعد ہونگے اور پرہیزگاروں کیلئے نصیحت ہے[4]

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا

و آنوقت گفت موسیٰ بقوم خود ہر آئنہ خدا می فرماید شما را بکشتن

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: بیشک اللہ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا

بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ

گاوے گفتند آیا مارا میکردی مسخرہ گفت پناہ میگیرم بخدا ازانکہ باشم

حکم دیتا ہے تو قوم نے کہا: کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں (موسیٰ نے) کہا: میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں اس سے

[1] روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب توریت لائے اور آپ نے وہ فرائض جو اس میں شامل تھے بیان کئے تو انہیں بہت مشکل معلوم ہوئے اور انہیں ماننے سے انکار کر دیا ان کے انکار پر اللہ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کوہ طور کو ان کے سروں پر سائبان کی صورت میں معلق کر دیا جب تک کہ انھوں نے قبول نہ کیا۔ (بیضاوی) اس میثاق کے بارے میں مفسرین کرام کے کئی اقوال ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقلوں کو وہ دلائل ودیعت کئے ہیں جو صانع کے وجود' اسکی قدرت و حکمت اور اسکے انبیاء اور رسل کے صدق پر دلالت کرتے ہیں اور یہ سب عہد و پیماں میں سے زیادہ قوی عہد و پیماں ہے اس لئے کہ یہ کسی بھی صورت میں خلاف' جھوٹ اور تبدیلی کا احتمال نہیں رکھتا یہ اصم کا قول ہے' اور دوسرا قول وہ ہے جو عبدالرحمن بن زید اسلم سے مروی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے پاس سے تورات کی تختیاں لیکر لوٹے تو بنی اسرائیل نے ان میں سخت تکالیف کے احکام پڑھے تو ان پر دشوار ہوا اور انھوں نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو جبرائیل علیہ السلام کو کوہِ طور جڑ سے اکھاڑ کر اور اسے اٹھا کر ان پر معلق کرنے کا حکم دیا گیا اور موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اگر تم قبول کر لوگے تو ٹھیک ورنہ اسے تم پر اُلٹا دیا جائیگا تو اسوقت انھوں نے قبول کیا اور عہد و پیماں کے تابع ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دو عہد و پیماں ہیں (١) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت کو انکی پشت سے نکالا اور ان کو انکی اپنی جانوں پر گواہ بنایا (٢) اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر انبیائے کرام علیہم السلام کی پیروی کرنا لازم کی اور یہاں یہی عہد و پیماں مراد ہے۔ (غرائب القرآن) طور اصل میں ہر ایک پہاڑ کا نام ہے لیکن یہاں مراد وہ پہاڑ ہے جو فلسطین میں ہے (صاوی) جب اللہ کے حکم سے کوہِ طور کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بلند کیا تو بنی اسرائیل مارے خوف کے سیدھی طرف کی نصف پیشانی پر سجدہ کرنے لگے جو بعد میں چل کر یہی ان کی عبادت کا حصہ بن گیا۔ (صاوی) [2] قفال کہتے ہیں کہ ان کا توراۃ سے پھرنا کئی طریقے سے ہے (١) توراۃ میں تحریف کرنا (٢) توراۃ کے اوائل پر عمل کرنا (٣) توراۃ کے متاخر حصے پر عمل کرنا اور باقی حصے کو چھوڑ دینا' اس جرم میں بعض پر خسف کا عذاب نازل ہوا' بعض پر طاعون کا عذاب اترا اور بعض کو آگ سے جلا دیا گیا۔ (غرائب القرآن) [3] انہیں حکم دیا گیا کہ تم ہفتے کے دن عبادت کیا کرو تو ان میں سے کچھ لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں اس کے بارے میں زیادتی کی اور شکار میں مصروف ہو گئے یہ لوگ ساحل پر آباد ایک ایلہ نامی بستی میں رہائش پذیر تھے جب ہفتہ کا دن آتا تو ساری مچھلیاں بحرِ اخضر میں سے منہ باہر نکال لیتی تھیں اور جب یہ دن گذر جاتا تو اِدھر اُدھر پھیل جاتیں اس لئے انھوں نے حوض بنا کر ان سے نالیاں ملا دیں اور مچھلیاں ان نالیوں کے ذریعے حوض میں داخل ہو جاتیں اور یہ اتوار کو شکار کر لیتے۔ (بیضاوی) اس مسئلے میں یہ لوگ تین گروہ میں بٹ گئے پہلا گروہ بارہ ہزار نفوس پر مشتمل تھا اور انھوں نے شکار میں حصہ لیا اس لئے انہیں بندر بنا دیا گیا پھر تین دن کے بعد ہلاک ہو گئے' دوسرا گروہ جنھوں نے شکار نہ کیا اور نہ کرنے والوں کو منع کیا انہیں بھی بندر بنا دیا گیا' تیسرا گروہ شکار سے بچا رہا اور کرنے والوں کو منع کیا یہ گروہ اس عذاب سے بچ گیا۔ واضح رہے کہ اب جو بندر کی نسل ہے یہ ان کی ذریت سے نہیں ہے بلکہ یہ دوسری مخلوق ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کے جوانوں کو بندر بنا دیا گیا اور ان کے بوڑھوں کو خنزیر بنا دیا گیا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ انکی شکل تبدیل نہیں ہوئی تھی بلکہ دل ضرور بندروں کی طرح مسخ ہو چکا تھا' یہاں بندروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (بیضاوی وصاوی) [4] نکال وہ سخت سزا ہے جو دوسروں کیلئے باعثِ عبرت ہو۔ لِمَا بَیْنَ یَدَیْهَا سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسوقت تھے۔ خَلْفَهَا جو بعد میں آنے والے تھے (بیضاوی)

مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا

از نادان گفتند سوال کن برائے ما از پروردگار خود تا بیان کند برائے ما چه

کہ میں نادانوں میں سے ہو جاؤں (قوم نے کہا: آپ ہمارے لئے اپنے رب سے سوال کریں تا کہ ہمارے واسطے بیان کرے کہ

هِيَ ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ۭ

کاره است گفت هر آئنه خدا می فرماید که وے گاویست نه پیر است و نه نازا

وہ کیسی ہے۔ (موسیٰ نے) کہا: بیشک اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جو نہ بوڑھی ہو اور نہ کم عمر

عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ۭ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا

میانه است ایں و آں پس بکنید آنچه فرموده شدید گفتند

درمیانہ ہو اسکے اور اُسکے پس تم سب کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے ۲ قوم نے کہا

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ

سوال کن برائے ما از پروردگار خود تا بیان کند برائے ما چیست رنگ آں گاؤ گفت هر آئنه خدا میفرماید

آپ ہمارے لئے اپنے رب سے سوال کریں کہ بیان کرے ہمارے لئے اس گائے کا رنگ کیا ہے (موسیٰ نے) کہا: بیشک اللہ فرماتا ہے

اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاۗءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾

که گاویست زرد نیک زرد است رنگ او خوش میکند بینندگان را

کہ زرد رنگ کی ایک گائے ہے اسکا رنگ خوب زرد ہے دیکھنے والوں کو خوش کرتی ہے ۳ قوم نے کہا:

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ

گفتند سوال کن برائے ما از پروردگار خود تا بیان کند برائے ما چه کاره است آن گاؤ

آپ ہمارے لئے اپنے رب سے سوال کریں کہ بیان کرے کہ ہمارے لئے وہ کیسی گائے ہے

تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ۭ وَاِنَّآ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ

هر آئنه مشتبه شدند بر ما و هر آئنه ما اگر خواسته خدا راه یافتگانیم گفت

بیشک بہت سی گائے ہم پر مشتبہ ہیں اور بیشک ہم اگر اللہ نے چاہا تو راہ پائے ہوئے ہونگے ۴ (موسیٰ نے) کہا

۱ قصہ یہ ہے کہ ان میں ایک بوڑھا تونگر تھا اسکے بھتیجوں نے اسکی وراثت کے لالچ میں اسکے بیٹے کو قتل کر کے شہر کے دروازے میں ڈال دیا اور پھر خون بہا مانگنے لگے تب انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا کہ اسکا ٹکڑا اسکے جسم پر مارو تو مقتول زندہ ہو کر خود قاتل کا نام بتا دیگا۔ (بیضاوی) علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا کہنا کفر ہے یا نہیں؟ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ان کا یہ کہنا کفر ہے کیونکہ مردے کا زندہ ہو کر قاتل کا نام پتہ بتانا اللہ کی قدرت میں سے ہے اور ان لوگوں نے اس جملے سے اس میں شک کیا اور اس لئے بھی کہ انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر شک کیا کہ گائے ذبح کرنے کا حکم اللہ کا ہے یا نہیں یہ بھی باعث کفر ہے جبکہ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ یہ کفر نہیں ہے کیونکہ انبیاء کی باتوں پر تعجب کرنا فطری عمل ہے اور اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا تعجب ہی کے قبیل سے ہے اس لئے کفر نہیں ہے۔ (غرائب القرآن) جاننا چاہیئے کہ اس آیت میں دلیل موجود ہے کہ دین اللہ دین مسلمین اور ہر وہ شخص جسکی تعظیم واجب ہو ان سب کا استہزاء منع ہے ایسا کرنے والا جہالت کا مرتکب ہوگا اور وعید کا مستحق ہوگا۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ مُزاح استہزاء نہیں ہے کیا آپ کو نہیں معلوم کہ مُزاح نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور آپ کے بعد ائمہ کرام سے بھی مُزاح ثابت ہے۔ مروی ہے کہ ایک شخص کوفہ کے قاضی عبید اللہ بن حسن کے پاس آیا تو آپ نے از راہِ مزاح ان سے پوچھا کہ تمہارا یہ جبہ دنبیہ کے اُون سے بنا ہوا ہے۔ اس شخص نے کہا: اے قاضی جاہلوں والی حرکت نہ کر۔ قاضی عبید اللہ نے اس شخص سے پوچھا کہ تم نے کہاں پایا کہ مزاح جہالت ہے اس شخص نے اسکے جواب میں یہی آیت تلاوت کی۔ یہ سنکر قاضی نے اس شخص سے اعراض کیا کیونکہ یہ شخص مزاح اور استہزاء کے فرق کو نہیں جانتا تھا (القرطبی) ۲ فَارِضٌ بمعنی بوڑھی یہ فرض سے مشتق ہے بمعنی قطع۔ گویا کہ وہ اپنی عمر کو قطع کر چکی۔ بِكْرٌ بمعنی کنواری، بِكْرًا اولیت کا معنی دیتا ہے جیسے آغاز صبح کو بکرة کہتے ہیں۔ عَوَانٌ بمعنی نصف عمر یعنی جوان اور بڑھاپے کے درمیان ہو۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ جو بھی گائے چاہتے ذبح کر دیتے تو انہیں کفایت کرتی لیکن انھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور اللہ نے بھی ان پر سختی کی ان کے رویے کی وجہ سے اور انہیں بار بار سوال کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا۔ (بیضاوی) فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ: اس جملہ سے امر کی تجدید مقصود ہے اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ تکلفات کو چھوڑ دو اور جس کام کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اسے کرو۔ فقہائے کرام کہتے ہیں کہ یہ حصہ دلالت کر رہا ہے کہ امر وجوب کیلئے ہوتا ہے (القرطبی) ۳ فَقُوْعٌ بمعنی خالص زرد رنگ، گویا کہ ان سے یوں کہا گیا کہ وہ ایک ایسی زرد رنگ کی گائے ہے کہ اسکی زردی تیز ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ وہ کالے رنگ کی گائے تھی کیونکہ کلام عرب میں کالے رنگ کیلئے صَفْرٌ کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے اعشٰی نے قیس کی تعریف میں شعر کہے تو صَفْرٌ کو سَوْدًا کے معنی میں استعمال کیا۔ تَسُرُّ سرور سے ماخوذ ہے جسکا اصلی معنی لذت ہے جو حصول نفع کے وقت دل میں ہوتی ہے۔ (بیضاوی) ۴ اب یہ لوگ کہنے لگے کہ ہمیں گائے کے بارے میں اچھی طرح پتہ نہیں چل رہا ہے ذرا اور کھول کر بیان کر دیں کیونکہ اس رنگ اور حلیہ کی گائیں تو کئی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر وہ لوگ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ نہ کہتے تو قیامت تک انہیں گائے کے بارے میں نہ بتایا جاتا۔ (غرائب القرآن)

إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا

ہر آئنہ میفرماید کہ وے گاویست کہ نہ محنت کشندہ کہ شورند زمین را و نہ

بیشک اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایک ایسی گائے ہے جو مشقت جھیلنے والی نہ ہو کہ زمین کو نرم کرے اور نہ

تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيهَا ۚ قَالُوا الْـَٔانَ

آب میدہد زراعت را سلامت است ہیچ فال نیست در وے گفتند ہنوز

کھیت کو پانی دیتی ہو سلامت ہے اس میں کوئی عیب نہ ہو (قوم نے) کہا: اب

جِئْتَ بِالْحَقِّ ۚ فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿٧١﴾ وَ

آوردے سخن راست ذبح کردند او را نزدیک نبودند ازآنکہ کنند و

آپ حق لے کر آئے پس انھوں نے اسے ذبح کی اور قریب تھا کہ وہ ایسا نہ کرتے [1] اور

إِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ

آنوقت کہ کشتند شخصی را پس نزاع کردید در وے و خدا بیروں آرندہ است چیزیرا کہ

جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا پس تم نے اس میں جھگڑا کیا اور اللہ نکالنے والا ہے اس چیز کو

تَكْتُمُونَ ﴿٧٢﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ

پنہاں میکردید پس فرمودیم بزنید ایں شخص را بعضوے از گاؤ ایں طور زندہ میکند خدا

جسے تم چھپاتے ہو [2] پس ہم نے فرمایا: اس شخص کو اس گائے کے بعض حصے سے مارو اللہ اس طرح زندہ فرماتا ہے

الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ قَسَتْ

مردگانرا و می نماید شما را آیتہاے خود تا بود کہ در یابید باز سخت شد

مُردے کو اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تا کہ تم غور و فکر کرو [3] پھر اس کے بعد

قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ

دلہاے شما بعد ازیں پس آنہا مانند سنگ اند بلکہ زیادہ تر

تمہارے دل سخت ہوئے پس وہ پتھر کی مثل ہیں بلکہ سختی میں

[1] روایت ہے کہ ان میں ایک نیک بزرگ کے پاس ایک بچھڑی تھی۔ وہ اُسے لے کر جنگل میں لے آیا اور کہنے لگا اے اللہ! میں اپنے جوان بیٹے کیلئے حتی کہ وہ خوب جوان ہو جائے تیرے پاس امانت رکھتا ہوں جب وہ گائے جوان ہوکر ان صفات کی حامل بن گئی تو بنی اسرائیل نے اس یتیم اور اسکی والدہ سے اسکا بھاؤ کیا اور اسکی قیمت اسکی کھال میں جتنا سونا آسکتا تھا منظور کرلی گئی حالانکہ اس گائے کی قیمت اصل کے اعتبار سے تین دینار تھی واضح رہے کہ پہلا مَا هِيَ حقیقت میں صنفیت پوچھنے کیلئے ہے اور دوسرا مَـا هِـيَ حقیقت میں شخصیت پوچھنے کیلئے ہے یعنی وہ گائے پہاڑی ہے یا دریائی، آبادی کی ہے یا صحرائی۔ اب یہاں پوچھ رہے ہیں کہ پالتو گائے میں سے کونسی گائے ذبح کی جائے۔ اس اعتبار سے سوال میں تکرار نہیں آتا۔ لَا ذَلُوْلٌ بقرۃ کی صفت ہے یعنی کھیت کو پانی پلانے کیلئے رام نہ کرلی گئی ہو۔ یہاں لَا بمعنی غیر کے ہے۔ لَا شِيَةَ اسکی جلد کی رنگ کے خلاف کوئی رنگ نہیں اور یہ درحقیقت وِشَـايَةٌ وَشْيًـا اور وِشْيَةٌ کا مصدر ہے۔ (بیضاوی) تُثِيـرُ ہل چلاتی ہو چونکہ ہل چلانیوالی گائے کی گردن میں نشانات پڑ جاتے ہیں اس لئے یہ قید لگائی گئی کہ نہ وہ ہل چلاتی ہو۔ لَا تَسْـقِـي نہ وہ سیراب کرتی ہو چونکہ اس میں بھی گائے کی گردن پر نشانات آجاتے ہیں اس لئے لَا تَسْقِي فرمایا۔ کثرتِ سوال کی بناء پر ہوسکتا تھا کہ وہ لوگ ایسا نہ کرتے یا ان کے درمیان جو اختلاف تھا اس بناء پر وہ ایسا نہ کرتے یا قاتل کو چھپانے کی غرض سے ایسا نہ کرتے۔ (مظہری)

[2] اس آیت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فساد کسی صورت میں بھی پسند نہیں ہے اس لئے اس فساد کے ازالے کی صورت بتائی جارہی ہے۔ دوسری یہ بات بھی بتانا مقصود ہے کہ جرم خواہ کتنا ہی چھپ کر کرو اللہ اسے ظاہر فرمادیتا ہے کیونکہ قتل رات کی تاریکی میں ہوا پھر بھی اللہ نے اسے ظاہر فرمادیا۔ (غرائب القرآن) اس شخص کو قتل کیوں کیا گیا اس کے بارے میں دو اقوال ہیں (١) مقتول کی ایک خوبصورت بیٹی تھی قاتل اس سے نکاح کرنا چاہتا تھا لیکن گھر والوں نے اس سے انکار کیا اس لئے جوان نے اسکے باپ کو قتل کرکے دوسری بستی میں ڈال آیا بعض نے کہا کہ دو بستیوں کے درمیان رکھ آیا (٢) میراث طلب کرنے کی غرض سے قتل کیا گیا۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل جس مسجد میں عبادت کیلئے جاتے تھے اس مسجد کے بارہ دروازے تھے ہر دروازے سے ایک قوم داخل ہوتی تھی لوگوں نے لاش اس دروازے پر پائی جہاں سے مقتول کے رشتہ دار بھی داخل ہوتے تھے (القرطبی) [3] گائے سے جو بعض حصہ لیا گیا تھا اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ پہلا قول: زبان کے حصے کو لیا گیا تھا۔ دوسرا قول: سیدھی ران سے گوشت لیا گیا تھا۔ تیسرا قول: دُم سے لیا گیا چوتھا قول: کان کے پاس سے لیا گیا۔ پانچواں قول: یہ ہے کہ دونوں شانوں سے لیا گیا لیکن ظاہر آیت یہ ہے کہ انہیں اختیار تھا کہ جہاں سے چاہیں گوشت لے کر مُردے کو دے ماریں۔ مقتول کو دوبارہ زندہ کرکے اللہ تعالیٰ یہ باور کرا رہا ہے کہ جو اس مُردے کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے وہ قیامت میں تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعث بعد الموت کی پانچ مثالیں سورۃ بقرۃ میں دیں۔ پہلی مثال ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ پھر ہم نے تمہیں مرنے کے بعد زندہ کیا۔ (بقرۃ آیت ٥٦) دوسری مثال یہی واقعہ ہے (بقرۃ آیت ٧٣) تیسری مثال مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ تم سب مرجاؤ پھر اللہ نے انہیں زندہ کیا (بقرۃ آیت ٢٤٣) چوتھی مثال فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ پس اللہ نے انہیں سو سال تک موت دی پھر زندہ فرمایا۔ (بقرۃ آیت ٢٥٩) پانچویں مثال رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى اے میرے رب تو مجھے دکھا کہ مردے کیسے زندہ فرمائیگا (بقرۃ آیت ٢٦٠) (غرائب القرآن)

قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ

در سختی و ہر آئنہ از سنگہا آنست کہ رواں میشود از وے جوبہا و ہر آئنہ

اس سے بھی زیادہ اور بیشک پتھروں میں سے بعض وہ ہے کہ اس سے نہریں جاری ہوتی ہیں اور بیشک

مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ

از سنگہا آنست کہ می شگافد بیروں آید از وے آب و ہر آئنہ از سنگہا آنست کہ فرو می افتد

پتھروں میں سے بعض وہ ہے جو پھٹ جاتا ہے اوراس سے پانی باہر آتا ہے اور بیشک پتھروں میں سے بعض وہ ہے کہ جواللہ کے

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ

از ترس خدا و نیست خدا بے خبر از آنچہ میکنید اے مومنان آیا امید میدارید کہ

خوف سے گر جاتا ہے' اور جوتم کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے[۱] اے مؤمنو! کیا تم امید رکھتے ہو کہ

اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ

یہود منقاد شوند شما را و ہر آئنہ گروہ از ایشاں می شنیدند کلام

یہود تمہارا کہا مان لیں گے اور بیشک ان میں سے ایک گروہ تھا جو اللہ کے کلام کو سنتا

اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

خدا پس بدل میکردندش بعد از فہمید بودند او را دانستہ

پھر اسے بدل دیتا سمجھنے کے بعد جان بوجھ کر [۲]

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ

و چوں ملاقات کنند با مومنان گویند ایمان آوردیم و چوں تنہا شوند بعضے از ایشاں

اور جب مؤمنوں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب تنہا ہوتے ہیں انکے بعض

اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

با بعضے گویند آیا خبر میدہد ایشانرا بآنچہ کشادہ است خدا بر شما

بعض کی طرف تو کہتے ہیں کیا تم انہیں بتا دیتے ہو جو اللہ نے تم پر کشادہ کیا ہے

تفسیر اظہار العرفان

[۱] اس آیت کے خطاب کے بارے میں تین اقوال ہیں پہلا قول: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے یہودیوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ دوسرا قول: نبی کریم ﷺ کے زمانے کے یہود کو خطاب ہے۔ تیسرا قول: ان یہودیوں کو خطاب ہے جنہوں نے ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس آیت کریمہ میں کلمہ اَوْ شک کیلئے نہیں ہے کیونکہ شک عدم علم پر دلالت کرتا ہے اور اللہ علام الغیوب سے کیا چیز پوشیدہ ہے یہاں اَوْ تخییر کیلئے آیا ہے یعنی ان کے قلوب کی مثال یہ لو یا وہ لو کسی صورت بھی ان کے قلب نرم نہیں ہیں۔ اس آیت کریمہ سے اور وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور نہیں ہے کوئی شے مگر حمد کے ساتھ اسکی تسبیح کرتی ہے' کیا تو نے نہ دیکھا کہ بیشک اللہ کی پاکی بیان کرتے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے) سے اہل سنت یہ عقیدہ اخذ کرتے ہیں کہ ہر شے اللہ کو پہچانتی ہے اور اسکی تسبیح کرتی ہے اور اس سے ڈرتی ہے سوائے جن وانس کے کافروں کے۔ (غرائب القرآن) قَسْوَۃً کا مطلب مضبوطی اور سخت پن جیسے پتھر ہوتا ہے اور قساوت سے دل کی پسندگیری اور عبرت حاصل کرنے سے دوری مراد ہے۔ اَوْ اَشَدُّ: ان پتھروں سے مراد یہ ہے کہ تمہارے دل بھی ان پتھروں کی طرح سخت ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت جیسے لوہا وغیرہ۔ خَشْیَۃ ایسے ڈر کو کہتے ہیں جو تعظیم کے ساتھ آئے اور خوف عام ہے کبھی تعظیم کے ساتھ آتا ہے اور کبھی بغیر تعظیم کے۔ غافل سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسکی نسبت رب تعالیٰ کی طرف درست ہے کیونکہ یہاں مقام نفی میں وارد ہے جیسے لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ (نہ اسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند) (بیضاوی وغرائب القرآن) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ذکر اللہ کے بغیر زیادہ کلام نہ کیا کرو اس لئے کہ ذکر اللہ کے بغیر کثرتِ کلام سے دل سخت ہوتا ہے اور لوگوں میں سے اللہ سے سب سے زیادہ دور سخت دل والا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں شقاوت میں سے ہیں' آنکھوں کا آنسو نہ بہانا' دل کی سختی' لمبی امیدیں اور دنیا کی حرص۔ وَاِنَّ مِنْھَا لَمَا یَھْبِطُ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ: گویا کہ کہا جا رہا ہے کہ پتھروں میں سے بعض پتھر وہ ہیں جو تمہارے قلوب سے زیادہ نفع بخش ہیں کیونکہ ان میں سے پانی کا چشمہ جاری ہوتا ہے اور وہ لڑک کر تمہاری جانب آتا ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ کوئی پتھر پہاڑ کے سرے سے لڑک کر نیچے نہیں آتا' نہ کسی پتھر سے پانی کا چشمہ جاری ہوتا ہے اور نہ اس میں سے پانی نکلتا ہے مگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتا ہے۔ ابن بحر کہتے ہیں کہ اس جگہ مِنْھَا کی ضمیر قلوب کی جانب راجع ہے نہ کہ حجارہ یعنی پتھر کی جانب۔ اسوقت اس ٹکڑے کا مطلب یہ ہوگا کہ اور قلوب میں سے کتنے قلوب ہیں جو اللہ کے خوف سے عاجزی کرتے ہیں' لیکن اس ضمیر کو حجارہ ہی کی جانب لوٹانا صحیح ہے اس میں کوئی استحالہ بھی نہیں ہے کیونکہ بعض جمادات کو معرفت عطا کی گئی اور سمجھ بھی جیسے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو زمانہ جاہلیت میں مجھ پر سلام پڑھتا تھا (القرطبی) [۲] یہاں خطاب مؤمنین کو ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ نے یہود کے اسلاف کی قباحتوں اور ان کے برے معاملہ کو بیان فرما دیا تو اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے کے یہودی بھی قباحتوں اور برے معاملہ میں کم نہیں ہیں کیونکہ یہ چیزیں انہیں وراثت میں ملی تھیں۔ ان میں کا ایک گروہ اللہ کے کلام میں تحریف کرتا ہے مثلاً نبی کریم ﷺ کے اوصاف اور آیت رجم وغیرہ۔ تحریف سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی خواہش کے مطابق تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ (غرائب القرآن وبیضاوی)

لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ

تا مناظرہ کنند با شما بآں دلیل نزد پروردگار شما آیا در نمی یابید ایں یہود آیا نمی دانند کہ

تا کہ تمہارے رب کے پاس اس دلیل کیساتھ تم سے مناظرہ کریں کیا تم عقل نہیں رکھتے[۱] کیا یہ یہود نہیں جانتے کہ

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَمِنْهُمْ

ہر آئنہ خدا میداند آنچہ پنہاں میکنند و آنچہ آشکارا می نمایند و بعضے از ایشاں

بیشک اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ سب ظاہر کرتے ہیں[۲] اور ان میں سے بعض

اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا

نا خوانندگان نمی دانند کتاب را مگر میدانند آرزوہائے باطل و نیستند ایشاں مگر

اَن پڑھ وہ ہیں جو نہیں جانتے کتاب کو مگر جانتے ہیں کتاب کو باطل آرزوؤں سے اور نہیں ہیں وہ سب مگر

يَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۤ

گمان کنندگان پس وائے آنکسانرا کہ می نویسند نوشتہ دستہائے خود

گمان کرنے والے[۳] پس ان لوگوں کیلئے خرابی ہے جو کتاب کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں

ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ

باز می گویند از نزدیک خدا ست تا بستانند عوض وے بہای اندک را

پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے تا کہ اسکے بدلے تھوڑی قیمت خریدیں

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

پس وائے ایشانرا بسبب نوشتن دستہائے ایشاں و وائے ایشانرا بسبب پیشہ گرفتن

پس خرابی ہے ان کیلئے ان کے ہاتھوں کے لکھنے کے سبب اور خرابی ہے ان کیلئے بسبب اسکے جو کماتے ہیں[۴]

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ

و گفتند نرسد بما آتش دوزخ مگر چند روز شمردہ شدہ بگو

اور انھوں نے کہا نہ پہنچے گی ہمیں دوزخ کی آگ مگر گنتی کے چند دن؛ آپ فرما دیجئے

[۱] اس آیت میں یہودیوں کے منافقانہ رویہ کو بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ لوگ جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو انکی تعریف کرتے ہیں اور جب آپس میں مل بیٹھتے ہیں تو ایک دوسرے پر زجر کرتے ہیں کہ توریت کی باتیں انہیں کیوں بتا دیتے ہو۔ آیت کے آخر میں اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کہہ کر اللہ یہ باور کرا رہا ہے کہ کیا تم نہیں سمجھتے کہ جسے تم چھپاتے ہو میں اسے اپنے نبی ﷺ کو بتا سکتا ہوں اتنی عقل بھی تمہارے پاس نہیں ہے (غرائب القرآن)

[۲] اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ تتمہ ہے یعنی اللہ وہ ہے جو ظاہر اور پوشیدہ ہر ایک کو جانتا ہے جب وہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے تو جب چاہے اپنے نبی ﷺ کو اسکی خبر دے اس لئے تم کچھ چھپا نہیں سکتے۔ (غرائب القرآن)

[۳] اَمَانِيَّ اُمْنِيَّةٌ کی جمع ہے اور اسکا معنی وہ تمنا ہے جو انسان اپنے نفس پر مقرر کرلے اور بعض کے یہاں اسکا مطلب یہ ہے کہ صرف منہ سے لفظوں کو بڑبڑاتے ہیں۔ اسکو واضح کرنے کیلئے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بطور گواہ پیش کرتے ہیں۔ تمنی کتاب اللہ اول لیلہ یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جس رات شہید ہوئے اس کے شروع میں حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور کی قرأت کی طرح رُک رُک کر ترتیل سے کتاب اللہ کو پڑھا لیکن یہ معنی ان کے امی ہونے سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ (بیضاوی) اُمِّيُّوْنَ یہ انسان کی حقیقت کی طرف منسوب ہے کیونکہ جب انسان پیدا ہوا تھا تو کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا (اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ سے نکالا تم کچھ نہیں جانتے تھے) اور اُمّی اسے کہا جاتا ہے جو نہ پڑھ سکتا ہو اور نہ لکھ سکتا ہو۔ (صاوی) حضرت مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ امانی من گھڑت باتوں کو کہتے ہیں اسی سے حضرت عثمان کا یہ قول ہے کہ مَا تَمَنَّيْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ یعنی جب سے میں مسلمان ہوا جھوٹ نہیں کہا۔ (مظہری) اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ لوگ گمان کو یقین کا درجہ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ضال مضل محرف فرقہ کا ذکر فرمایا، اسکے بعد منافقین کا فرقہ جو ان میں تھے، اس کے بعد مجادلین کا فرقہ، پھر عوام کا بیان جو ان کی تقلید کرتے تھے (غرائب القرآن) [۴] اس آیت میں کلمہ وَيْلٌ آیا ہے جس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں (۱) ہر تکلیف دینے والی چیز کو ویل کہتے ہیں (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عَذَابٌ اَلِيْمٌ کو ویل کہتے ہیں (۳) حضرت سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جہنم کے پیپ کو ویل کہتے ہیں (۴) اللہ کے رسول ﷺ سے مروی ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام ویل ہے، جس میں کافر چالیس سال تک گرتا رہے گا جب بھی اسکی تہہ تک نہ پہنچ سکے گا۔ حضرت عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ اگر اس وادی سے آگ کا ایک ٹکڑا ڈال دیا جائے تو پہاڑ اس کی تپش سے جل جائیگا۔ بہر حال یہ ان بدنصیبوں کیلئے ہے جو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر اسکی نسبت اللہ کی طرف کر دیتے ہیں۔ ہاتھوں سے لکھتے تھے اسکے دو مفہوم ہیں اولاً احکام خداوندی میں تحریف کرتے تھے۔ ثانیاً اپنی مرضی سے لکھتے پھر اسکی اسناد اللہ تعالیٰ کی جانب کر دیتے تھے اس لئے یہ وعید ان دونوں کیلئے ہے۔ (غرائب القرآن) مروی ہے علمائے یہود جان بوجھ کر تورات سے رسول اللہ ﷺ کے صفات چھپا دیتے تھے تا کہ لوگوں سے جو خراج حاصل ہوتا تھا وہ بند نہ ہو جائے۔ تورات میں آپ کی یہ صفات تھیں کہ آپ حسن الوجہ، حسن شعر (بال) اور سُرمیلی آنکھ والے ہونگے۔ (مظہری) جاننا چاہیئے کہ یہ آیت اور اس سے پہلی آیت شریعت مطہرہ میں تبدیلی، تغیر اور اپنی طرف سے اضافہ کرنے والوں کو ڈرا رہی ہیں۔ ہر وہ شخص جو دین میں اپنی طرف سے اضافہ کرے یا کسی حکم کو تبدیل کرے وہ بھی اس وعید شدید میں داخل ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بارہا اپنی امت کو اس سے ڈرایا (القرطبی)

أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ

آیا گرفتید از پیش خدا پیمانے تا ہر گز خلاف نکند خدا پیمان خود را

کیا تم نے اللہ سے کوئی وعدہ لیا ہے پھر تو اللہ ہرگز اپنے وعدہ کے خلاف نہ کریگا

أَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۰ بَلٰى مَنْ كَسَبَ

یا میگوئید آنچہ بر خدا نمی دانید آرے کہ کرد کار

یا تم اللہ پر وہ کہتے ہو جسے تم نہیں جانتے ۱ کیوں نہیں جو برا کام

سَيِّئَةً وَّأَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ

بدو بگیرد آمد او را گناہ او پس ایشانند باشندگان

کرے اور اسے اسکا گناہ گھیر لے پس وہی لوگ جہنم کے

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

دوزخ ایشاں در آنجا جاویدند و کسانیکہ ایمان آوردند و کردند کارہائے

رہنے والے ہیں؛ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۲ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک

الصّٰلِحٰتِ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۸۲

شایستہ ایشانند باشندگان بہشت ایشاں در آنجا جاویدند

کام کئے وہی لوگ جنت کے رہنے والے ہیں وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے ۳

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ

و آنگاہ کہ گرفتیم پیمان بنی اسرائیل کہ نمی پرستید

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ تم سب نہ پوجو گے

إِلَّا اللّٰهَ قف وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

مگر خدا و بوالدین نیکو کنید و باہل قرابت و یتیمان

مگر اللہ کو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو گے اور اہل قرابت کے ساتھ اور یتیموں کے ساتھ

ع ۹ ۱۱ ۹

۱ یہاں سے یہود کے قبائح میں سے ایک اور قبیح فعل بتایا جا رہا ہے کہ یہود کہتے تھے ہم نے چالیس دنوں تک بچھڑے کی عبادت کی ہے اس لئے چالیس دنوں تک جہنم میں رہیں گے پھر جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائیں گے، حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہود کا کہنا تھا کہ دنیا کی مدت سات ہزار سال ہے اور ہمیں ہر ہزار کے عوض ایک دن جہنم میں رکھا جائیگا اس لئے کُل سات روز تک ہم جہنم میں رہیں گے۔ (غرائب القرآن) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں عہد سے مراد توحید ہے اور اس پر یہ آیت دلالت کرتی ہے مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ترجمہ: جس نے رحمٰن سے عہد باندھا یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا۔ (مظہری)

۲ بَلٰى جواب نفی سے خاص ہے۔ بَلٰى کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے ایک تو ماقبل کی نفی کی تردید کیلئے جیسے زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ [کافروں نے گمان کیا کہ ہرگز وہ اٹھائے نہیں جائیں گے آپ فرما دیجئے کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے] دوسرا یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آتا ہے جو نفی پر واقع ہو جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى [کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے کہا کیوں نہیں] سَيِّئَةٌ اور خَطِيْٓئَةٌ میں فرق یہ ہے کہ سَيِّئَةٌ مقصود بالذات میں کہا جاتا ہے اور خَطِيْٓئَةٌ کا لفظ مقصود بالعرض میں ہوتا ہے۔ اَحَاطَتْ یعنی اس پر گھیرا ڈال لیا یہاں تک کہ وہ خَطِيْٓئَةٌ میں اس طرح گھر گیا کہ اسکی اطراف بھی خالی نہ رہیں اور یہ جملہ کافروں پر صحیح صادق آتا ہے کیونکہ غیر کافر کیلئے خواہ تصدیق بالقلب اور اقرار باللسان کے بعد کوئی عمل بھی نہ ہو جب بھی خَطِيْٓئَةٌ نے اسکو نہیں گھیرا کیونکہ قلب اور لسان اسکے گھراؤ سے خارج ہو گئے۔ (بیضاوی) اس آیت کریمہ میں یہودیوں کے اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً کے قول کو هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ [وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے] سے رد کیا جا رہا ہے (غرائب القرآن) سلف صالحین نے اسکی تفسیر کفر سے کی ہے اسکی تحقیق اس طرح ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور پھر نہیں رُکتا تو ایک گناہ کرنے کے سبب کئی گناہوں کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے اور وہ اس میں اس طرح غرق ہو جاتا ہے کہ اور بڑے جرم کی طرف ابھرتا ہے یہاں تک کہ "ذُنُوب" اس پر مستولی ہو جاتے ہیں اور اس کے دل پر قابو پا لیتے ہیں پھر وہ بالطبع گناہوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور انکو اچھا سمجھتا ہے اور اس بات پر یقین کر لیتا ہے کہ معاصی کے ارتکاب کے سوا اور کوئی لذت نہیں ہے اور گناہ سے روکنے والے سے بخل کرتا ہے اور نصیحت کرنے والے کو جھوٹا خیال کرتا ہے۔ اس آیت کریمہ سے معتزلہ صاحب کبیرہ کے خلود فی النار پر دلیل قائم کرتے ہیں جبکہ اہل سنت اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ احاطت ذنوب اور تحریف وغیرہ صریح کفر ہے نہ کہ گناہ کبیرہ۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ایک لمحہ کی توحید سے ۵۰ سال کا کفر منہدم ہو جاتا ہے تو ۵۰ سال کی توحید سے ایک ساعت کی معصیت کیوں نہیں منہدم ہوگی۔ (بیضاوی و غرائب القرآن) ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً سے کیا مراد ہے۔ جواب میں عطاء نے کہا کہ اس سے شرک مراد ہے۔ حضرت حسن اور حضرت قتادہ سے خطیئہ کے بارے میں پوچھا گیا تو ان دونوں نے کہا کہ اس سے گناہ کبیرہ مراد ہے (القرطبی) ۳ اس آیت میں یہود کے دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے جنت و جہنم میں جانے کا سبب بیان کیا جا رہا ہے جن کے نامۂ اعمال میں کفر و شرک ہوگا وہ دائمی طور پر جہنم کے مستحق ہوں گے اور جن کے نامۂ اعمال میں ایمان کے ساتھ اچھے اعمال ہونگے وہ دائمی طور پر جنت کے مستحق ہونگے۔ (غرائب القرآن)

وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

و بے نوایان و گوئید بمردم سخن نیک و بر پادارید نماز

اور مسکینوں کے ساتھ اور لوگوں سے نیک بات کہو اور نماز قائم رکھو

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

و بدہید زکوۃ را پس بر گشتید روگردان شدہ اندک از شما و شما روگردانندگان بودید

اور زکوۃ ادا کرو پھر تم سب نے روگردانی کی مگر تم میں سے تھوڑے اور تم سب روگردانی کرنے والے تھے[۱]

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ

و آنگاہ کہ گرفتیم پیمان شما را مریزید خون یکدیگر و بیروں مکنید

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ ایک دوسرے کا خون نہ بہاؤ گے اور اپنی قوم کو ان

اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ

قوم خود را از خانہائے خود پس قبول کردید و شما حاضر آمدہ پس

کے گھروں سے نہ نکالو گے پس تم نے قبول کیا اور (اس پر) تم سب گواہ ہو[۲] پھر

اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا

شما آں گروہید کہ می کشتید قوم خویش را و بیروں کنید گروہے را

تم وہ گروہ ہو جو اپنی قوم کو قتل کرتے ہو اور اپنی قوم میں سے ایک

مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ

از قوم خود از خانہاے ایشاں یکے مددگار میشود بر ستم کردن در حق ایشاں بگناہ

گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو انکے خلاف ستم اور گناہ کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ

و اگر اسیر شدہ آیند فدا می دہید عوض ایشاں حال آنکہ حرام است بر شما

اور اگر تمہارے پاس قیدی بن کر آئیں تو انکے عوض فدیہ دیتے ہو حالانکہ انکا نکالنا تم پر

تفسیر اظہار العرفان

[۱] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آٹھ قسم کے احکام جاری کئے جا رہے ہیں (۱) عبادتِ الٰہی (۲) والدین کے ساتھ حسنِ سلوک (۳) رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک (۴) یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک (۵) مسکینوں کے ساتھ حسنِ سلوک (۶) لوگوں سے اچھی بات کہنا (۷) اقامتِ صلوۃ (۸) ادائے زکوۃ۔ واضح رہے کہ احکامِ خداوندی کی دو قسمیں ہیں بدنی' اور مالی' ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں عام اور خاص۔ بدنی عام عبادتِ مطلقہ ہے جو تمام جوارح سے ادا کی جاتی ہے اسکا حکم لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ سے دیا جا رہا ہے۔ بدنی خاص جیسے نماز اسکا حکم اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ سے ہو رہا ہے۔ مالی خاص جیسے زکوۃ اٰتُوا الزَّكٰوةَ سے ہو رہا ہے۔ مالی عام اسکا سبب نسب ہوگا یا نہیں اگر نسب ہوگا تو سابق ہوگا یا مقارب یا لاحق' سابق جیسے والدین' مقارب جیسے رشتہ دار' لاحق جیسے یتیم اور اگر مالی عام کا سبب غیر نسب ہوگا تو محتاج ہوگا یا نہیں' اول جیسے فقیر اور مسکین' ثانی نوعِ اشتراک سے ہوگا تو محتاج ہوگا تو اس کیلئے اچھی بات کا حکم دیا گیا ہے گویا کہ یہ آیت حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں اعتبار سے جامع ہے اور احکامِ خداوندی کے اعتبار سے بھی نہایت جامع ہے۔ یتیم اس بچہ کو کہتے ہیں جس کا باپ اسکی بلوغت سے پہلے انتقال کر گیا ہو۔ مساکین' مسکین کی جمع ہے اور یہ سکون سے بنا ہے گویا کہ فقر دائمی طور پر باقی رہتا ہے اس لئے اسے مسکین کہتے ہیں۔ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا کے بارے میں پہلا قول یہ ہے کہ الناس سے مراد مؤمنین ہیں یعنی قُوْلُوْا لِلْمُؤْمِنِيْنَ حُسْنًا کیونکہ آیتِ قتال سے ثابت ہے کہ کفار پر سختی کی جائے اور آپس میں رحم دلی سے پیش آئیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں تخصیص قول مراد ہے یعنی قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا فِي الدُّعَاءِ اِلَى اللّٰهِ وَالْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ (لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے میں امر بالمعروف میں نرمی سے بات کہو) تیسرا قول اہل حقیقت کا ہے اور یہ عموم کے قائل ہیں اور اسے کئی صورتوں میں تقسیم کرتے ہیں' پہلی صورت: اگر امورِ دین میں کلام ہو تو اس وقت رفق اور لین واجب ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا یعنی تم ان سے نرمی سے بات کہو۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ سے فرمایا گیا وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ یعنی اگر آپ سخت دل ہوتے تو یہ سب آپ کے گرد سے فرار ہو جاتے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ فساق کو اطاعت کی طرف دعوت دی جائے اس وقت بھی حسنِ قول واجب ہے جیسے اللہ کا فرمان اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ یعنی اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے بلاؤ۔ اب رہا امورِ دنیا میں تو وہ معلوم ہے کہ اگر لطیف بالقول سے غرض کی جانب جانا ممکن ہو تو یہی اپنائیں گے ورنہ سختی۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو قول تم اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی لوگوں کیلئے پسند کرو۔ (غرائب القرآن) اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ یعنی ان علمائے یہود میں سے بہت کم ایمان لائے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ یعنی ان کی قوم کی عادت میں سے ہے کہ وہ لوگ عہد کر کے توڑ ڈالتے تھے یا اسکا معنی یہ ہے کہ تمہارے باپ دادا نے عہد کر کے توڑا سوائے ان میں سے چند کے۔ (مظہری) [۲] لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ سے یہ سوال ابھرتا ہے کہ انسان اپنا خون کیسے بہا سکتا ہے اس لئے انہیں اپنا خون نہ بہانے کا حکم کیا معنی رکھتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ غیر کو قتل کرنا اپنے آپ کو قتل کرنا ہے کیونکہ قتل کے بعد قصاص میں اسے بھی قتل کیا جائیگا یا اس سے مراد یہ ہے کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ (غرائب القرآن) وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ: یعنی تم لوگ اپنے دلوں کے ساتھ اس نصیحت کے وقت حاضر تھے' بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ تم سب اپنا خون بہانے کیلئے اور اپنے لوگوں کو انکے شہروں سے نکالنے کیلئے حاضر تھے (القرطبی)

اِخْرَاجُهُمْ ؕ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ

بیروں کردن ایشاں آیا ایمان آرید بپارہ از کتاب و کافر میشوید بپارہ

حرام ہے کیا تم کتاب کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حصے کا انکار کرتے ہو

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ

پس چیست سزا آنکہ چنیں کرد از شما مگر خواری در زندگانی دنیا

پس کیا سزا ہے جو تم میں سے ایسا کرے مگر دنیا کی زندگی میں خواری

الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا

و روز قیامت باز گردانیدہ شوید بسوے سخت ترین عذاب و نیست

اور قیامت کے روز سخت ترین عذاب کی جانب لوٹائے جائیں گے اور

اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا

خدای بے خبر از آنچہ مکنید ایں گروہ آنانند خریدند

اللہ اس سے جو تم کرتے ہو بے خبر نہیں ہے [۱] یہ وہ گروہ ہے جو آخرت کے

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

زندگانی دنیا بآخرت پس سبک کردہ نشود از ایشاں عذاب

بدلے دنیا کی زندگی خریدتے ہیں پس ان سب سے عذاب ہلکا نہ کیا جائیگا

وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

و نہ ایشاں یاری دادہ شوند و ہر آئنہ دادیم موسیٰ را کتاب

اور نہ وہ سب مدد کئے جائیں گے [۲] اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی

وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ؗ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ

و از پے در پے آوردیم از موسیٰ پیغامبران و دادیم عیسیٰ پسر

اور ہم نے موسیٰ کے بعد پے در پے پیغمبروں کو بھیجا اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو

[۱] مروی ہے کہ بنی قریظہ اوس اور نضیر خزرج کے حلیف تھے۔ جب یہ دونوں قبیلے آپس میں جنگ کرتے تو ہر ایک قبیلہ اپنے حلیفوں کے قتل اور تخریب وغیرہ میں مدد کرتا تھا۔ جب فریقین سے کوئی آدمی قید ہو جاتا تو دونوں فریق مل کر اسکا خون بہا لے کر اسے آزاد کرا لیتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ شیاطین کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر تمہارے پاس آئیں تو تم ان کو تم پند و نصیحت سے چھڑانے کے در پے ہوتے ہو۔ (بیضاوی) اس آیت میں اشارہ ہے کہ جس طرح ظلم حرام ہے اسی طرح ظالم کی اعانت بھی حرام ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صانع کے منکرین کیلئے اَشَدُّ الْعَذَابِ کا ذکر ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ عناد کا کفر اغلظ ہوتا ہے اس لئے اشد عذاب فرمایا گیا یا یہاں مراد اشد من خزی ہے نہ کہ مطلقاً اشد ہے۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ میں گناہگاروں کیلئے سخت وعید ہے اور نیکوکاروں کیلئے بہترین بشارت ہے۔ اس لئے کہ عدمِ غفلت کیساتھ جب قدرتِ کاملہ بھی پائی جائے تو حقوق کا انکے مستحق تک پہنچنے پر دلالت کرتی ہے۔ (غرائب القرآن) یعنی اے گروہِ یہود! تم نے وعدہ کر کے اپنے وعدے کو توڑ دیا تم نے وعدہ کیا تھا کہ اپنے دینی بھائی کو قتل نہیں کرو گے تم نے انہیں قتل کیا، تم نے وعدہ کیا کہ انہیں ان کے شہروں سے نہیں نکالو گے اس کے باوجود تم نے نکالا، تم نے وعدہ کیا تھا کہ گناہ اور ظلم کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرو گے تم نے ایک دوسرے کی مدد کی، اسی طرح جن قیدیوں کو چھڑانا تم پر حرام تھا تم نے انکی طرف سے فدیہ دیکر چھڑا لیا۔ تمہارا کردار تو یہ بتا رہا ہے کہ تم توریت کے بعض احکام کو مانتے ہو اور اس کے بعض احکام سے انکار کرتے ہو ایسی صورت میں تمہارے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں بہت سخت عذاب ہوگا۔ (صفوۃ التفاسیر) ہمارے علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے چار عہد لئے تھے (۱) ترکِ قتل (۲) لوگوں کو انکے شہروں سے نہ نکالنا (۳) گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرنا (۴) ان میں سے کوئی قیدی ہو جائے تو انہیں فدیہ دیکر چھڑا لینا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ان احکام میں سے تین کو چھوڑ بیٹھے اور صرف قیدیوں کو فدیہ دیکر چھڑاتے تھے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ کے طور پر فرمایا: کیا کتاب کے بعض حصے پر عمل کرتے ہو اور بعض حصے کا انکار کر دیتے ہو۔ واضح رہے کہ یہاں کتاب سے مراد توریت ہے۔ ہمارے یعنی اہل اسلام کے [موجودہ] حالات میں سے ایک حالت یہ بھی ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو فتنے کے وقت تن تنہا چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ ہمارا مسلمان بھائی کافروں کے ہاتھوں ظلم میں مبتلا ہو جاتا ہے [مقام سبق ہے کہ ایسے برے حالات میں بھی بنی اسرائیل اپنے بھائیوں کو فدیہ دیکر چھڑا لیتے تھے] حضرت ابن خُویز منداد کہتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ قیدیوں کو [جو مستحق رہا ہو] قید سے رہا کرانا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ایسے قیدیوں کو رہا فرمایا اور اپنی امت کو بھی اس کا حکم دیا۔ اسی بناء پر مسلمانوں میں یہ عمل جاری و ساری ہے اور اس پر اجماع امت ہے۔ (القرطبی) [۲] اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی گمراہی اور نافرمانی کا سبب بیان فرما رہا ہے کہ لوگوں نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو ترجیح دی اور جن لوگوں نے آخرت کے بدلے دنیوی زندگی خریدی۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ اس قدر ناراض ہے کہ ایک لمحہ کیلئے بھی ان کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائیگی اور نہ ہی ان کیلئے کوئی ایسا مددگار ہوگا جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے گا۔ (صفوۃ التفاسیر)

مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا

مریم را نشانہاے روشن و قوت او را بروح پاک آیا و ہر گاہ نزد ما

روشن نشانیاں عطا کیں اور ہم نے پاک روح سے انہیں قوت دی جب کبھی ہماری طرف سے

جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ

آمد بشما و فرستاده بآنچه دوست ندارد نفسائے شما گردن نہادید

تمہارے پاس رسول آئے وہ جسے تمہارے نفوس پسند نہ کرے تو تم نے تکبر کیا

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ؗ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا

پس قومیرا دروغ داشتید و قومی را میکشتید و گفتند دلہاے ما

پس ایک گروہ نے جھٹلایا اور ایک گروہ قتل کرتا ہے ۱ اور انہوں نے کہا ہمارے دلوں

غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

در پرده است بلکہ رانده است ایشانرا خدا بنا گرویدن ایشاں پس اندکے از ایشاں ایمان می آرند

پرپردہ ہے بلکہ انکے انکار کرنے کے سبب ان پر اللہ کی لعنت ہے پس ان میں بہت کم ہیں جو ایمان لاتے ہیں ۲

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا

و آنوقت کہ آمد بدیشاں کتاب از نزدیک خدای گواه مر آنچیز یرا کہ

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آئی ان چیزوں پر گواہ بن کر جو

مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ

بایشاں است و بودند پیش ازیں کتاب طلب فتح کنند بر آنانکہ کافر شدند

ان کے پاس ہیں اور اس کتاب سے پہلے کافروں پر فتح طلب کرتے تھے اور جب انکے پاس

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ؗ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

پس آنوقت کہ آمد ایشاں آنکیرا کہ شناخت بودند کافر شدند بآں پس لعنت خدای براے کافران

وہ آئے جنہیں وہ پہچان چکے تھے تو انہوں نے ان کا انکار کر دیا پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے ۳

۱ کتاب سے مراد توریت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے یکبارگی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یکبارگی تورات نازل فرمائی تو آپ میں اسے اٹھانے کی طاقت نہ رہی پھر اللہ تعالیٰ نے ہر آیت کے اٹھانے کیلئے ایک فرشتہ پیدا فرمایا جب یہ بھی نہ اٹھا سکے تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک حرف اٹھانے کیلئے فرشتے پیدا فرمائے جب یہ بھی نہ اٹھا سکے تو تب اللہ تعالیٰ نے توراۃ کو ہلکا کر دیا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود اٹھالیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد پے در پے یہ سب رسول آتے رہے' یوشع' اشمول' شمعون' داؤد' سلیمان' شعیا' ارمیا' عزیز' حزقیل' الیاس' یسع' یونس' زکریا' یحییٰ علیہم السلام وغیرہ۔ یہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک ہی شریعت پر قائم تھے۔ مریم بمعنی خادم بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ عبرانی زبان میں عورت کو مریم کہا جاتا ہے جیسے مرد کو وزیر۔ بینات واضح معجزات مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردے کو اللہ کے حکم سے زندہ فرمانا' کوڑھ کے مرض کو تندرست کرنا' برص والے کو صحیح کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ روح القدس اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ روح القدس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ آپ مسِ شیطان سے محفوظ تھے یا اللہ تعالیٰ کے یہاں مکرم ہونے کی وجہ سے یہ صفت پائی جاتی ہے اسی بنا پر رُوْحَنَا کہہ کر روح کو اپنی طرف مضاف کیا' یا آپ کو روح القدس اس لئے کہا جاتا ہے آپ گندے ارحام اور اصلاب سے باہر رہے یا روح سے مراد انجیل مقدس اور اسمِ اعظم ہے جس سے آپ مُردے کو زندہ فرماتے تھے یا روح سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور قدس سے مراد اللہ تعالیٰ اس وقت یہ اضافتِ تشریفی ہوگی جیسے بیت اللہ۔ (غرائب القرآن) فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیونکہ انکی قوم نے انہیں جھٹلایا۔ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ جیسے زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا' یا یہ بات واضح کرنے کیلئے ہے کہ ابھی تک تمہارا وطیرہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے ہو' کبھی ان پر جادو کرتے ہو اور کبھی انہیں زہر دیتے ہو اگر میں انہیں تم سے نہ بچاؤں تو تم قتل سے بھی دریغ نہ کرو گے۔ (بیضاوی) ۲ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر آپکی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوگا کیونکہ ہمارے دل پردے والے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ ہمارے قلوب ہر طرح کے علم سے پُر ہیں اس لئے ہمیں کسی اور کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انکے قول کی تردید فرمائی ہے۔ (مظہری) ۳ يَسْتَفْتِحُوْنَ کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ غلبہ اور نصرت کی دعا کرتے تھے۔ جب یہود' مشرکین سے شکست کھا جاتے تو اللہ سے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما تاکہ ان کی برکت سے ہم دشمنوں پر غلبہ حاصل کرلیں۔ اس وقت اِسْتِفْتَاحٌ بمعنی اِسْتِنْصَارٌ ہوگا اسکا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہودی کافروں کو خبر دیتے تھے کہ عنقریب نبی آخر الزماں تشریف لانے والے ہیں۔ جب وہ نبی آخر الزماں تشریف لے آئے تو انکار کرنے لگے۔ (غرائب القرآن) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس امت کی مدد فرمائی انکے ضعفاء کے صدقے' انکی دعاؤں' انکی نمازوں اور انکے اخلاص کے بدلے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پاس ضعیف لاؤ۔ تمہیں رزق دیا جاتا ہے انکے صدقے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خیبر کے یہودیوں کا مقابلہ غطفان سے ہوا تو خیبر کے یہود بھاگ نکلے پھر اس دعا کیساتھ میدان میں واپس آئے "اے اللہ: ہم تجھ سے اس نبی امی کے وسیلہ سے نصرت کی دعا کر رہے ہیں جسے تو نے آخر زمانہ میں بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے" چنانچہ اس دعا کے صدقے غطفان پر انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔ (القرطبی)

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

بد چیزیست کہ ایشاں فروختند باں چیز نفسہاے خود آنکہ کافر شوید بآنچہ فرو فرستادہ است خدا

بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انھوں نے اپنے نفسوں کو بیچا یہ کہ اسکا انکار کرتے ہیں جو اللہ نے اتارا ہے

بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

از جہت حسد بآنکہ فرو فرستد خدا از فضل خود بر آنکسیکہ خواہد از

حسد کے سبب سے' اس لئے کہ اللہ اپنے فضل کو اتارتا ہے اپنے بندوں میں سے

عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

بندگان خود پس باز گشت بخشمے بر خشمے دیگر و مر کافرانراست

جس پر چاہے پس وہ سب ایک غضب سے دوسرے غضب کی طرف لوٹے اور کافروں کیلئے

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٩٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

عذاب خوار کنندہ و چوں گفتہ شوند مر ایشانرا بگروید بآنچہ فرستاد خدای

خوار کرنے والا عذاب ہے ۱ اور جب ان سے کہا جائے اس پر ایمان لاؤ جسے اللہ نے اتارا

قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ

گفتند بگرویدیم ما بآنچہ فرستاد بر ما و کافر می شوند بدانچہ جز کتاب ایشاں ست

کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے جو ہم پر اتارا گیا اپنی کتاب کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ

و آں راست است باور دارندہ مر آنچیز یرا کہ بایشاں است چرا می کشتید

اور وہ حق ہے جو ان کے پاس ہے تصدیق کرنے والا آپ فرما دیجئے پھر اللہ کے نبیوں کو

اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩١﴾ وَلَقَدْ

پیغامبران خدا را پیش ازیں اگر بودید شما مومنان و ہر آئنہ

اس سے پہلے کیوں قتل کرتے تھے اگر تم سب مؤمنین ہو ۲ اور بیشک

۱ اِشْتَرَوْا انھوں نے خریدا۔ لیکن یہاں اِشْتَرَوْا بَاعُوْا کے معنی میں ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ جب مکلّف اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہے تو اس عذاب سے بچاؤ کیلئے عمل کرتا ہے گویا کہ اپنے نفس کو اس عمل سے بیچ ڈالا۔ فضل سے مراد وحی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی آمد کے بعد آپ کے نبی آخرالزماں ہونے کا انکار کردیا۔ یہ انکار محض حسد کی بنا پر تھا کہ نبی آخرالزماں ہماری نسل سے کیوں نہ آئے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ انکا انکار نسلی منافرت اور حسد وعناد پرمبنی تھا۔ فَبَآءُوْا بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں (۱) تکذیبِ عیسیٰ علیہ السلام پہلے غضب کا سبب ہے اور تکذیبِ محمد ﷺ غضب ثانی کا سبب ہے۔ یہ قول حسن' شعبی' عکرمہ' ابو العالیہ اور قتادہ کا ہے (۲) اول غضب بچھڑے کی عبادت کے سبب سے ہے جبکہ دوسرا غضب حضور ﷺ کی نعت چھپانے کے سبب سے ہے یہ قول سدی کا ہے (۳) یہاں فقط دو غضب مراد نہیں ہیں بلکہ غضب کے انواع مراد ہیں جو مترادف ہیں' یہ قول عطا اور عبید بن عمیر کا ہے (۴) یہاں تاکید غضب اور تکثیر غضب مراد ہے' یہ قول مسلم کا ہے۔ (غرائب القرآن)

۲ یہود کہتے تھے کہ ہم تورات پر ایمان رکھتے ہیں اس لئے قرآن پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے۔ یہود کے اس دعویٰ کو رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر توراۃ پر ایمان لانے میں سچے ہو تو انبیاء کو قتل کیوں کرتے تھے کیا توراۃ میں ان کے قتل سے متعلق کوئی حکم تھا۔ معلوم ہوا کہ یہود کا ایمان توراۃ پر بھی صحیح نہ تھا۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ سے یہود کے ایمان پر شک کا اشارہ دیا گیا ہے اور دعوائے ایمان کو جھوٹا بتایا گیا یعنی تم لوگ نبی ﷺ کی تکذیب کے سبب دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہو۔ (غرائب القرآن)

[چونکہ اس آیتِ کریمہ میں قرآن کریم پر ایمان لانے کی دعوت دی جارہی ہے اس لئے مناسب ہے کہ قرآن کی فضیلت پر چند احادیثِ کریمہ پیش کردی جائیں] حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس مؤمن کی مثال جو قرآن کو پڑھتا ہو ترنج پھل کی طرح ہے جسکی خوشبو عمدہ اور جسکا ذائقہ بھی عمدہ ہے' اور اس مؤمن کی مثال جو قرآن کو نہیں پڑھتا ہے چھوارے جیسی ہے جس میں خوشبو نہیں ہے اور اسکا ذائقہ عمدہ ہے' اور اس منافق کی مثال جو قرآن کو پڑھتا ہے ریحانہ پھول کی طرح ہے جسکی خوشبو عمدہ ہے اور اسکا ذائقہ کڑوا ہے' اور اس منافق کی مثال جو قرآن کو نہیں پڑھتا ہے اندرائن [کے پھل کی طرح ہے] جس میں کوئی خوشبو نہیں اور اسکا ذائقہ کڑوا ہے (مسلم) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے (بخاری) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کتاب اللہ سے ایک حرف تلاوت کریگا اس کیلئے اسکے بدلے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے' لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے (ترمذی) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے جو شخص قرآن [کے سیکھنے' سکھانے یا پڑھنے] میں مشغول ہوا اور میرے مسئلہ کے ذکر میں مشغول ہو' میں مانگنے والوں سے زیادہ ایسے شخص کو عطا کرتا ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کلام اللہ کو سارے کلاموں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی اللہ کو اپنی مخلوق پر فضیلت حاصل ہے (ترمذی)

جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ

آمد بشما موسیٰ بمعجزہاے روشن پس فرا گرفتید گو سالہ از

تمہارے پاس موسیٰ روشن معجزے لے کر آئے پھر تم نے ان کے بعد بچھڑے کو (معبود)

بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا

پس او و شما ستمگاران اید و چوں فرا گرفتیم ما پیمان شما را و برداشتیم

بنا لیا اور تم سب ظلم کرنے والے تھے ۱؎ اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا اور ہم نے تمہارے

فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا

بر بالاے شما کوہ طور فرا گیرید آنچہ بشما دادہ ایم بقوۃ تمام و بشنوید گفتند

اوپر کوہِ طور کو اٹھا لیا جو ہم نے تمہیں دیا اسے مضبوطی سے لو کہا

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۗ وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ

شنیدیم و نافرمانی کردیم و خورانیدہ شد در دلہائے ایشاں گو سالہ بکفر ایشاں

ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی اور انکے دلوں میں بچھڑے (کی محبت) انکے کفر کے سبب پلا دی گئی

قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

بگو بدچیزیست می فرماید شما را باں چیز ایمان شما اگر ہستید شما مومنان

آپ فرما دیجئے وہ کیا ہی بری چیز ہے جسکا حکم تمہیں تمہارا ایمان دیتا ہے اگر تم سب مؤمن ہو ۲؎

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ

بگو اگر ہست شما را دار آخرت نزدیک خدای خاصہ بجز از

آپ فرما دیجئے اگر اللہ کے نزدیک آخرت کا گھر تمہارے لئے خاص ہے اور لوگوں

النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾

مردمان پس آرزو برید مرگ را اگر ہستید شما راستگویان

کے سوا تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچ کہنے والے ہو ۳؎

۱؎ اس آیت میں ان کے انکار کی ایک اور صورت بیان کی جارہی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام واضح دلیل لے کر آئے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں لیکن اسکے باوجود ان لوگوں نے انہیں بھی تنگ کیا اور ایک خدا کو چھوڑ کر بچھڑے کی عبادت شروع کر دی اس لئے اگر نبی آخر الزماں کو جاننے پہچاننے کے بعد بھی انکار کردیں تو یہ کوئی نئی بات نہ ہوگی۔ ظلم کی تین قسمیں ہیں (۱) اللہ اور بندے کے درمیان ظلم ان میں اعظم ظلم کفر وشرک ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے) (۲) ایک بندے کا دوسرے بندے کے ساتھ ظلم جیسے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (بیشک اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا) (۳) بندے کا اپنے نفس کے ساتھ ظلم جیسے فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ (پس ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں) ظلم کی ان تینوں اقسام میں جب آپ غور کریں گے تو آپ پر عیاں ہوگا کہ ظلم کی جو بھی قسم ہو وہ انسان کے اپنے ہی نفس کی طرف لوٹتی ہے اسی بنا پر اللہ فرماتا ہے وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ یعنی اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن انھوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا (مفردات) اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ انکا وہی طریقہ ہے جو ان کے اسلاف کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا (بیضاوی) حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے نو (۹) نشانیاں اور اسکے علاوہ معجزات لے کر آئے لیکن ان لوگوں نے ماننے سے انکار کیا۔ (مظہری)

۲؎ اس آیت میں یہود کے کفر وعناد کی انتہا بتائی جارہی ہے کیونکہ کسی کے کلام کو سن لینا اور سنتے وقت عمل نہ کرنے کی نیت رکھنا انتہائی شنیع فعل ہے۔ سَمِعْنَا ہم نے سنا۔ عَصَيْنَا ہم نے نافرمانی کی یعنی ان لوگوں نے آپ کی بات سنی اور پھر نافرمانی کی تلقین کی۔ اُشْرِبُوْا باب افعال سے ہے بمعنی پلا دیئے گئے۔ اس بچھڑے سے والہانہ محبت رکھنے کی وجہ سے اسکی صورت ان کے دلوں میں نقش ہوگئی جیسے کپڑے میں رنگ اور بدن میں شراب سرایت کرجاتی ہے۔ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مکان شراب کا بیان ہے جیسے اس آیت میں مکان نار کا بیان ہے۔ اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا. اس استعارہ میں ایک لطیف نکتہ ہے کہ جس طرح شراب اس کی حیات کا مادہ ہے جسے زمین نکالتی ہے اسی طرح شراب ان باعثِ شرم کاموں کیلئے مادہ ہے جو ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ (غرائب القرآن) ۳؎ یہ انکا دعویٰ تھا اللہ تعالیٰ نے بہترین انداز میں اس دعوے کو باطل کردیا کہ اگر آخرت کا گھر خاص تمہارے لئے ہی ہے تو موت کی تمنا کیوں نہیں کرتے تا کہ جلد از جلد اپنے حقیقی گھر میں پہنچ جاؤ۔ یہ لوگ تو ایسا نہیں کرتے ہاں مسلمان ہمیشہ اپنے آخرت کے گھر کی تیاریوں میں لگا رہتا ہے اور موت سے کبھی نہیں ڈرتا ہے چنانچہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں اور مسلمان موت سے نہیں ڈرتا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ جنگِ صفین کے موقع پر فرماتے ہیں کہ اب میں شہید ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملوں گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے موت کے آثار دیکھنے کے بعد فرمایا کہ میری محبوبہ (موت) میرے پاس ایسی حالت میں آئی کہ مجھے اسکی ملاقات کا شوق تھا۔ اَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ سے مراد جنت ہے (بیضاوی وغرائب القرآن) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: موت مومن کیلئے تحفہ ہے۔ حضرت جابر اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے کہ موت مؤمن کیلئے پھول ہے۔ حضرت حبان بن الاسود کہتے ہیں کہ موت ایک پُل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتی ہے۔ واضح رہے کہ یہ آیت اور احادیث کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ قبر آخرت کے منازل میں سے پہلی منزل ہے۔ مسئلہ: مال، جسم، اہل اور اولاد کی جانب سے ضرر کی صورت میں موت کیلئے دعا جائز نہیں ہے ہاں ایسا فتنہ جس سے ایمان خطرے میں پڑ جائے ایسی صورت میں موت کی دعا کرنا جائز ہے (مظہری)

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

و هرگز آرزو نکند مرگ را بسبب آنچه فرستاد دستهائے ایشاں و خدای دانا ست

اور ہرگز موت کی تمنا نہ کریں گے بسبب اسکے جو انکے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ

بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ

بستمگاران و ہر آئنہ بیابی ایشانرا حریص ترین مردمان بر زندگانی

ظالموں کو جاننے والا ہے ۱ اور تم انہیں لوگوں میں زیادہ حریص پاؤ گے زندگی پر

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ

و حریص تر از آنانکہ مشرک اند دوست میدارد یکے از ایشاں کاش عمر دادہ شود ہزار سال

اور مشرکوں سے (بھی) زیادہ حریص ہیں ان میں سے ہر ایک پسند کرتے ہیں کہ ہزار سال کی عمر دیدی جائے

وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ

و نیست رہانندۂ وی از عذاب آنکہ عمر دادہ شود و خدا

اور نہیں ہیں وہ سب رہا پانے والے عذاب سے یہ کہ عمر دے دی جائے اور اللہ

بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ

بینا ست بآنچہ میکنند بگو ہر کہ دشمن دارد جبرائیل را

دیکھنے والا ہے جو وہ سب کرتے ہیں ۲ آپ فرما دیجئے جو کوئی جبرائیل سے دشمنی رکھتا ہو

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا

پس تحقیق فرو آوردہ است قرآنرا بر دل تو بحکم خدا باور دارندہ آنچہ

پس تحقیق انھوں نے اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر اتارا تصدیق کرنے والا جو

بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ

پیش ویست و راہ نمایندہ مژدہ دہندہ برائے مؤمنان ہر کہ باشد

انکے سامنے ہے اور راہ دکھانے والا اور مؤمنین کیلئے خوشخبری سنانے والا ۳ جو کوئی

۱ از موجبات نار مثلاً رسول اللہ ﷺ اور قرآن حکیم سے کفر کرنا اور توراۃ جیسی مقدس کتاب کی تحریف کرنا۔ کیونکہ کاروبار کرنے کیلئے ہاتھ انسان کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ اسکی قدرت کا ایک آلہ ہے چنانچہ اسکے اکثر منافع اور عام کاریگریاں اسی پر موقوف ہیں لہذا اس سے کبھی نفس مراد لیا جاتا ہے اور کبھی قدرت۔ اس جملہ میں غیب کی خبر دی گئی ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے خبر دی ویسے ہی وقوع پذیر ہوا کیونکہ اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو ان سے یہ بات مشہور ہو جاتی اس لئے کہ تمنا کوئی عمل قلب نہیں ہے جو پوشیدہ رہے بلکہ تمنا تو یہ ہے کہ زبان سے کہے اور اگر بالفرض اسکا تعلق دل سے ہوتا بھی تو ضرور کہہ دیتے کہ ہم نے موت کی تمنا کی ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر وہ سب موت کی تمنا کرتے تو ہر ایک کو انکے تھوک سے پھندا لگ جاتا اور وہیں ڈھیر ہو جاتے یہاں تک کہ کوئی یہود زمین پر باقی نہ رہتا۔ (بیضاوی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسکی تفسیر دعوت مباہلہ سے کی ہے یعنی ان سے کہا گیا کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو مباہلہ کر لو۔ (ابن کثیر)

۲ یعنی یہود اور مشرکین زندگی پر حریص ہوتے ہیں اس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ مرنے کے بعد انہیں جہنم کی طرف جانا پڑیگا۔ (صفوۃ التفاسیر) وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ: یعنی وہ لوگ جو ہزار سالوں کی تمنا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انکے ایک ایک عمل سے واقف ہے۔ علمائے تفسیر کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ امور کو بھی جانتا ہے۔ لفظ بصیر کلام عرب میں کسی چیز کے جاننے اور اسکے بارے میں خبر دینے سے متعلق استعمال ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے فُلَانٌ بَصِيْرٌ بِالطِّبِّ یعنی فلاں علم طب جانتا ہے۔ (القرطبی) ۳ عبداللہ بن صوریا کے متعلق نازل ہوئی۔ اس نے آپ ﷺ سے اس فرشتے سے متعلق سوال کیا جو آپ پر وحی لے کر آتا ہے۔ آپ نے جب بتایا کہ وہ جبرائیل ہیں تو وہ کہنے لگا کہ یہ ہمارا دشمن ہے اور اس نے کئی دفعہ ہم سے عداوت کی اور سب سے زیادہ عداوت اس نے یہ کی اس نے ہمارے نبی کو وحی کی کہ بیت المقدس کو بخت نصر تباہ کریگا۔ ہم نے کوئی شخص بھیجا جو اسے قتل کر آئے اس نے بخت نصر کو شہر بابل میں ایک مسکین لڑکے کی صورت میں دیکھا اور اسے پکڑ کر قتل کرنا چاہتا تھا کہ جبرائیل نے اسے روک کر کہا کہ اگر تمہارے مالک نے تمہیں اسے ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے تو تم کبھی اس پر مسلط نہیں ہو سکتے اور اگر یہ بات نہیں ہے تو اسے قتل کیوں کرتے ہو (یہ بات وہ سن کر رک گیا) ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن یہود کے مکتب میں چلے گئے اور ان سے جبرائیل کے متعلق سوال کیا تو یہود کہنے لگے کہ یہ ہمارا دشمن ہے محمد ﷺ کو ہمارے اسرار پر مطلع کرتا رہتا ہے اور ہر قسم کا خسف وعذاب اس کے سپرد ہے اور ارزانی وسلامتی میکائیل کی تفویض میں ہے پھر آپ نے کہا کہ اللہ عزوجل کے یہاں ان دونوں کا کیا رتبہ ہے۔ کہنے لگے کہ جبرائیل اس کے دائیں اور میکائیل اس کے بائیں ہیں اور ان دونوں میں باہم عداوت ہے یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ تم کہتے ہو تو پھر باہم دشمن نہیں ہو سکتے اور یقیناً تم گدھے سے بھی زیادہ احمق ہو اور جوان دونوں میں سے کسی ایک کا بھی دشمن ہوگا وہ اللہ کا دشمن ہے پھر حضرت عمر لوٹ آئے۔ دیکھا کہ آپ کے آنے سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی کر چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر اللہ عزوجل نے تیری موافقت میں آیت نازل فرمائی ہے۔ (بیضاوی) جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں خصوصیت کیساتھ قلب کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ قلب عقل اور علم کی جگہ ہے اور معارف قلب ہی پر اتارے جاتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے شرف پر دلالت کر رہی ہے اور جو آپکا دشمن ہے اسکی مذمت کر رہی ہے۔ (القرطبی)

عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ

دشمن مر خدایرا و فرشتگان او و پیغمبران او و جبرائیل و میکائیل

دشمن ہو اللہ کا اور اسکے فرشتوں کا اور اسکے رسولوں کا اور جبرائیل کا اور میکائیل کا

فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ

پس ہر آئنہ خدا دشمنانرا مر کافرانرا و ہر آئنہ فرستادیم بسوے تو آیتہاے

تو بیشک اللہ دشمن ہے کافروں کیلئے ۱ اور بیشک ہم نے آپکی طرف روشن

بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا

روشن و کافر نمی شوند باں مگر تباہکاران ایا ہر گاہ عہد کردند

نشانیاں بھیجیں اور اسکا انکار نہیں کرتے مگر فسق کرنے والے ۲ اور کیا جب کبھی وہ سب پختہ عہد کریں

عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

عہد کردنے بشکستند گروہی از ایشاں بلکہ اکثر ایشاں نمیگرویدند

تو ان میں کا ایک گروہ اسے توڑ دیتا ہے بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں لاتے ۳

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا

و آنوقت کہ آمد بدیشاں فرستادہ از نزدیک خدا باور دارندہ مر آنچیز یرا کہ

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول تشریف لائے تصدیق کرنے والا اسکی جو

مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ

باایشاں ست بیفگندند گروہے از آنانکہ دادہ شد کتاب قرآنرا خدا را

ان کے پاس ہے تو ایک گروہ نے جنہیں کتاب دی گئی اللہ کی کتاب کو

وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا

ازپشت خود گویا کہ ایشاں نمیدانند و پیروی کردند آنچیز یرا کہ

اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینکا گویا کہ وہ سب جانتے نہیں ہیں ۴ اور انھوں نے پیروی کی اس چیز کی

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس میں تنبیہ ہے کہ ایک یا سب سے دشمنی کرنا کفر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لانے میں برابر ہے اور اس میں تنبیہ ہے کہ جس نے ان میں سے کسی ایک سے دشمنی کی تو گویا اس نے سب سے دشمنی کی۔ (بیضاوی) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دووزیر آسمان میں ہیں یعنی جبرائیل اور میکائیل اور دووزیر زمین میں ہیں یعنی ابوبکر اور عمر۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: بیشک آسمان میں دوفرشتے ہیں ان میں سے ایک سختی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا نرمی کا، پس ہر ایک (نرمی اور سختی) پہنچانے والے ہیں اُس نے حضرت جبرائیل اور میکائیل کا ذکر کیا' دونبی ہیں ان میں سے ایک سختی کا حکم دیتے ہیں اور ایک نرمی کا پس ہر ایک پہنچانے والے ہیں آپ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا اور میرے دوساتھی ہیں ایک نرمی کرنے کو کہتے ہیں اور دوسرے سختی کرنے کو ان میں سے ہر ایک ایسا کرتے بھی ہیں۔ آپ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا۔ (حاشیہ مظہری) ماوردی کہتے ہیں کہ جبرئیل اور میکائیل دونام ہیں جبریل کا معنی ہے عبداللہ' جبکہ میکائیل کا معنی ہے عبیداللہ۔ بعض مفسرین نے کہا کہ اسرافیل کا معنی ہے عبدالرحمٰن۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ یہ دعا فرمائی ''اے اللہ! اے جبریل' میکائیل اور اسرافیل کے رب! میں جہنم کی آگ کی گرمی سے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ جاننا چاہیئے کہ بندوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی عداوت یہ ہے کہ بندہ اسکی نافرمانی کرے' اسکی اطاعت سے گریز کرے اور اسکے نیک بندوں سے عداوت رکھے اور اللہ تعالیٰ کی عداوت بندوں کیلئے یہ ہے کہ وہ انکے کیئے ہوئے پر انہیں عذاب دے اور ان پر عداوت کے اثر کا اظہار فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ بطور نام صرف دوفرشتوں کو خاص کیا باقی فرشتوں کیلئے ملائکہ کا لفظ آیا ہے۔ بعض نے اسکی علت یہ بیان کی کہ یہود نے چونکہ خصوصیت کیساتھ ان دوفرشتوں کا ہی ذکر کیا اس لئے آیت میں ان دونوں کے نام کا ذکر ہے (القرطبی) ۲ یہ آیت ابن صوریا کے بارے میں نازل ہوئی جب اس نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ ہمارے پاس کوئی چیز نہیں لائے جسے ہم جانتے ہیں اور آپ پر سرے سے کوئی آیت نہیں اتری کہ ہم آپکی پیروی کریں (بیضاوی) واضح رہے کہ ان آیات میں دوفرشتوں کے ناموں کا ذکر ہے کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے ہیں جو روح کی غذا ہے اور حضرت میکائیل علیہ السلام رزق تقسیم فرماتے ہیں جو ابدان کیلئے غذا ہے (غرائب القرآن) ۳ نَبَذَ اس نے پھینکا لیکن یہاں فراموش کرنے کے معنی میں ہے۔ فریق اس لئے فرمایا کہ ان میں سے ایک گروہ نے عہد نہیں توڑا۔ عہد سے مراد نبی کریم ﷺ پر ایمان لانا ہے (بیضاوی) ۴ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کیونکہ ان کا اس رسول سے کفر کرنا جو اسکی تصدیق کرنے والا ہے درحقیقت اس کی مصدقہ باتوں میں اس سے کفر کرنا ہے اور بعض نے کہا کہ قرآن اور توراۃ کی باتوں کو پسِ پشت ڈالتے تھے۔ یہود چار گروہ میں منقسم ہیں (۱) جنہوں نے توراۃ پر ایمان لانے کے بعد اسکے حقوق ادا کیئے جیسے وہ لوگ جو اہل کتاب میں سے مسلمان ہوگئے اور وہ بہت کم ہیں۔ ان پر اللہ کا فرمان بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ دلالت کرتا ہے (۲) جنہوں نے اعلانیہ توراۃ کو پسِ پشت ڈال دیا اور فسق وتمرد کرتے ہوئے اسکے حدود سے تجاوز کیا' اللہ کا فرمان نَبَذَ فَرِيْقٌ اس پر دلالت کرتا ہے (۳) جنہوں نے اعلانیہ نہیں لیکن اس سے جاہل ہونے کی وجہ سے اعراض کیا اور یہ گروہ تعداد میں زیادہ ہیں (۴) جو بظاہر اس پر عامل ہیں لیکن حقیقتِ حال کو جانتے ہوئے بھی عناد اور سرکشی سے اس سے اعراض کرتے ہیں اور یہی لوگ متجاہل ہیں (بیضاوی)

الشَّيٰطِيۡنُ عَلٰى مُلۡكِ سُلَيۡمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيۡمٰنُ

می خوانند دیواں بر پادشاہی سلیمان شیاطین و ہرگز کافر نشد سلیمان

جو شیاطین پڑھتے ہیں سلیمان کی بادشاہت پر اور سلیمان ہرگز کافر نہ ہوئے

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيۡنَ كَفَرُوۡا يُعَلِّمُوۡنَ النَّاسَ السِّحۡرَ ۚ وَمَآ

و لیکن دیوان کافر شدند می آموختند مرداں جادو و آنچہ

لیکن شیاطین کافر ہوئے اور وہ سب لوگوں کو جادو سکھاتے اور جو

اُنۡزِلَ عَلَى الۡمَلَكَيۡنِ بِبَابِلَ هَارُوۡتَ وَمَارُوۡتَ ؕ وَمَا

فرو فرستادہ بروو فرشتہ دو شہر بابل ہاروت و ماروت

بابل کے شہر میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر اتارا گیا

يُعَلِّمٰنِ مِنۡ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوۡلَآ اِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَةٌ فَلَا تَكۡفُرۡ ؕ

نیاموزوند از ہیچ کس تا وقتیکہ گویند جز ایں نیست آزمائش خلقیم پس تو کافر مشو

اور وہ دونوں نہ سکھاتے کسی کو تا وقتیکہ کہہ دیتے اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہم آزمائش ہیں پس کافر مت ہو جاؤ

فَيَتَعَلَّمُوۡنَ مِنۡهُمَا مَا يُفَرِّقُوۡنَ بِهٖ بَيۡنَ الۡمَرۡءِ وَزَوۡجِهٖ ؕ

پس می آموزند ازاں دو ملک آنکہ جدائی افگند بآنچیز میان مرد و زن

پس سیکھتے تھے ان دونوں فرشتوں سے جسکے ذریعے مرد اور عورت کے درمیان جدائی ہوتی

وَمَا هُمۡ بِضَآرِّيۡنَ بِهٖ مِنۡ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوۡنَ

و نیستند ایشاں ضرر رسانندہ بسحر از ہیچ کس مگر بفرمان خدا و می آموزند آنچہ

اور وہ سب کسی کو جادو سے نقصان پہنچانے والے نہیں ہیں مگر اللہ کے حکم سے اور وہ سب

مَا يَضُرُّهُمۡ وَلَا يَنۡفَعُهُمۡ ؕ وَلَقَدۡ عَلِمُوۡا لَمَنِ اشۡتَرٰٮهُ

زیاں رسد ایشانرا و سود نکند ایشانرا و ہر آئنہ نیک دانستند ہر کہ نخرید

وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع اور بیشک انہیں خوب معلوم ہے جو انھوں نے خریدا!

ا۔ وَاتَّبَعُوْا کا عطف نَبَذَ پر ہے یعنی وہ لوگ کتاب اللہ کو پھینک کر جادو سحر میں پڑ گئے۔ شیاطین چپکے سے آسمان کی طرف جاتے اور وہاں سے باتیں سن کر آتے اور مزید اپنی طرف سے اس میں ملا کر کاہنوں کو بتا دیتے تھے اور وہ لوگوں کو بتا کر لوگوں کے ایمان کو خراب کیا کرتے تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے خلاف بھڑکاتے تھے یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ شیاطین جادو بھری ایک کتاب حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کے نیچے رکھ کر لوگوں کو بتانے لگے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جادو ہی سے اپنی سلطنت چلاتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسکا رد فرما دیا۔ سحر سے مراد وہ چیز ہے جس پر انسان کو قدرت نہ ہو اور اس کی تحصیل میں تقرب الی الشیاطین سے استعانت لی جائے اور یہ صرف اس شخص کیلئے میسر ہو سکتا ہے جو شرارت اور خبث نفس میں شیطان کا ہم جنس اور اس سے مناسبت رکھنے والا ہو جائے' اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ سحر کفر ہے۔ ہاروت اور ماروت دو فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے تھے اور دنیا میں مشہور و معروف ہوئے' آخر زہرہ نامی عورت سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگے تو اس نے ان کو شرک اور معاصی پر آمادہ کیا پھر وہ عورت ان دونوں فرشتوں سے سیکھے ہوئے اسمِ اعظم سے آسمان پر چڑھ گئی (یہ اسرائیلیات سے منقول ہے) بعض نے کہا کہ ملکین دو مردوں کا نام رکھا گیا ہے جو ان کی اصلاحِ باطن کی وجہ سے مشہور ہو گیا تھا۔ مشہور ہے کہ بابل کوفہ کے اِردگرد ایک شہر ہے۔ وَمَا يُعَلِّمٰنِ الخ کا ایک مفہوم یہ ہے کہ یہ دونوں کسی کو نصیحت کئے بغیر کچھ نہ سکھاتے تھے اور کہتے ہم تو صرف اللہ کی طرف سے آزمائش بن کر آئے ہیں۔ جو شخص جادو سیکھ کر عمل کریگا وہ کافر ہو جائیگا اور جو سیکھنے کے بعد عمل نہ کریگا وہ ایماندار رہے گا۔ اس قسم کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ (بیضاوی) جاننا چاہیئے کہ جادو ایسے الفاظ کے جاننے اور ایسے اعمال کے کرنے کا نام ہے جو انسان کو شیاطین کے قریب کر دے اور اسکے سبب شیاطین اسکے تابع ہو جائیں پھر انسان جب چاہتا ہے شیاطین سے مدد لیتا ہے۔ بغوی کہتے ہیں کہ اہلسنت کے نزدیک جادو کا وجود حق ہے لیکن اس پر عمل کرنا کفر ہے' شیخ ابو منصور کہتے ہیں کہ جادو علی الاطلاق کفر ہے (مظہری) ہمارے علماء کہتے ہیں کہ جادو وہ ہے جو ساحر وغیرہ کی جانب سے پایا جاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بہت سارے لوگ اسے جانتے ہیں اور ایک ہی وقت میں سب اسے دکھانے پر قدرت رکھتے ہیں جب کہ معجزہ کی شان یہ ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی شخص کو اللہ تعالیٰ یہ قدرت عطا فرماتا ہے اور اسکے معارضہ پر غیر قدرت نہیں رکھتا پھر [معجزہ اور جادو میں فرق یہ ہے کہ] ساحر نبوت کا دعویٰ نہیں کرتا جبکہ معجزہ کیلئے دعویٔ نبوت ضروری ہے بس یہ چند باتیں ہیں جن سے معجزہ اور جادو میں فرق واضح ہوتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ مسلمان جادوگروں کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے اسی طرح کافر ذمی اگر جادوگر ہو تو اسکے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ مسلم جادوگروں کو قتل کیا جائیگا اسے توبہ کرنے کو نہیں کہا جائیگا اور نہ اسکی توبہ قبول کی جائیگی' یہی قول احمد بن حنبل' ابو ثور' اسحاق' امام شافعی اور ابو حنیفہ کا ہے۔ جادوگروں کو قتل کیا جانا حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت ابن عمر' حضرت حفصہ' حضرت ابو موسیٰ' حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہم اور سات تابعین سے ثابت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار سے مار دیا جائے۔ (القرطبی)

مَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕقف وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ

او را در آخرت از نیکوئی بہرہ و ہر آئنہ بدچیزیست آنکہ فروختند بداں

اور نہیں ہے ان کیلئے بھلائی کا کوئی حصہ نہیں ہے آخرت میں اور ضرور بری چیز ہے جسکے بدلے انھوں نے

اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝١٠٢ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ

چیز تنہائے ایشاں اگر ہستید میدانند و اگر ایں جہوداں گرویدندے و پرہیز کردندے ہر آئنہ پاداش

اپنے نفسوں کو بیچا اگر وہ سب جانتے' اور اگر یہ یہود ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ضرور اسکا

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝١٠٣ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

یافتندے از نزدیک خدا بہتر بودے کاش میدانستند اے گروہ مومنان

بدلہ اللہ کے پاس سے پاتے جو بہتر ہوتا کاش کہ وہ سب جانتے [۱] اے گروہ مؤمنین!

اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَ

مگوئید رَاعِنَا و مگوئید اُنْظُرْنَا و نیک بشنوید و

رَاعِنَا مت کہو اور اُنْظُرْنَا کہو اور غور سے سنو اور

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝١٠٤ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

کافراں راست عذاب درد دہندہ دوست نمی دارند آنانکہ کافر شدند از

کافروں کیلئے درد ناک عذاب ہے [۲] پسند نہیں کرتے وہ لوگ جو کافر ہوئے

اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ

اہل کتاب و مشرکان کہ فرو آوردہ شود بر شما از ہیچ نیکی از پروردگار شما

اہل کتاب اور مشرکوں سے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی اتاری

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝١٠٥

جائے مخصوص کند از بخشایش خود ہر کہ خواہد و خدا صاحب فضل عظیم است ہر چہ نسخ میکنیم

جائے اور اللہ اپنی رحمت سے خاص فرماتا ہے جسے چاہے اور اللہ فضل والا عظیم ہے [۳] ہم جو آیت

[۱] اس سے معلوم ہوا کہ جادو بھی اس وقت تک نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے جب تک اللہ کا حکم نہ ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا تا کہ لوگوں کے سامنے جادو اور معجزہ کا فرق واضح ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اہل آسمان ان سے محبت کرتے ہیں اور سمندر میں مچھلیاں ان کی مغفرت کیلئے دعا کرتی ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ بہترین خیر علماء کی ہے اور سب سے بڑا شر علماء کا شر ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علم کی دو قسمیں ہیں' علم فی القلب پس یہ علم نافع ہے اور علم فی اللسان پس یہ ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے۔ (مظہری)

[۲] اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ۸۸ مقام پر اہل ایمان کو یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب فرمایا ہے [لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ خطاب ۸۹ مرتبہ آیا ہے] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ نے یہودیوں کو توراۃ میں یٰۤاَيُّهَا الْمَسَاكِيْنُ کہہ کر خطاب فرمایا' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان پر مسکنت اور ذلت مار دی گئی اور اس امت کو قرآن میں یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہہ کر خطاب فرمایا اس لئے اس خطاب سے امید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان ہمارا مقدر کر دیگا (غرائب القرآن وتفسیر کبیر) یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے تشریف آوری کے بعد اس ابتدائی دور کی بات ہے جب اسلام کا دائرہ وسیع ہو چلا تھا اور یہود اسلام کے فروغ پر جل بھن رہے تھے۔ اس زمانے میں جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں آتے تو دورانِ گفتگو ایسے گنجلک' پہلودار اور ذومعنی الفاظ میں باتیں کرتے کہ ظاہراً ادب و آداب بھی ملحوظ رہے اور اندرونی خبثِ باطن کی بھڑاس بھی نکل جائے۔ اسی قبیل کا ایک لفظ رَاعِنَا بھی تھا (حاشیہ لباب النقول فی اسباب النزول) رَاعِنَا کی ممانعت کے بارے میں مفسرین کرام کے چند اقوال ہیں۔ پہلا قول: مسلمان یہ لفظ اس وقت کہتے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے اور صحابہ نہ سن سکتے تو انتہائی عجز کے ساتھ رَاعِنَا عرض کرتے اور یہود اپنی عبرانی زبان میں گالی کیلئے استعمال کرتے تھے۔ دوسرا قول: قطرب کہتے ہیں اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے لیکن اہل حجاز مذاق کے وقت اس لفظ کا استعمال کرتے تھے۔ تیسرا قول: یہ کلمہ باب مفاعلت سے ہے اور اس باب میں مخاطبین کے درمیان مساوات پائی جاتی ہے اس لئے اللہ نے مساوات سے منع فرما دیا۔ چوتھا قول: رَاعِنَا کا لفظ خطاب مع استعلاء ہے اس لئے اللہ نے متبادل لفظ کا استعمال بتایا۔ پانچواں قول: یہ رَعُوْنَتٌ سے اسم فاعل ہے اور رَعُوْنَتٌ کا معنی احمق ہے' اس لئے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سخت منع ہے۔ حضرت سعد بن معاذ نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا اے اللہ کے دشمنو! آج کے بعد اگر یہ لفظ تم نے میرے نبی کیلئے استعمال کیا تو میں تمہاری گردن اڑا دونگا۔ (غرائب القرآن) اُنْظُرْنَا اصل میں معنی کے اعتبار سے اُنْظُرْ اِلَيْنَا ہے جس کا معنی ہے آپ ہماری طرف نظر التفات فرمایئے یا اُنْظُرْنَا بمعنی اِنْتَظِرْنَا ہے۔ اِسْمَعُوْا کا تقاضہ یہ ہے کہ کلام کو پہلے ہی سے اس قدر غور سے سنو کہ دوبارہ پوچھنے کی حاجت ہی نہ رہے (بیضاوی) [۳] یہ آیت ان یہودیوں کو جھٹلانے کیلئے نازل ہوئی جو مسلمانوں کی مؤدت کا دم بھرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم تمہارے حق میں اچھائی چاہتے ہیں۔ اَلْوَدُّ ایسی محبت کو کہتے ہیں جو انسان کے دل میں تمنا کے ساتھ ہو۔ خیر سے مراد وحی یعنی غیب کی خبریں ہیں (بیضاوی) وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الخ سے معلوم ہوا کہ نبوت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے اور اس فضل ونبوت سے بندوں کا فائدہ نہ اٹھانا تنگ نظری کا ثبوت ہے (بیضاوی) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت ہے جس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اس سے قرآن مراد ہے' بعض نے کہا کہ آیت میں رحمت عام ہے (القرطبی)

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ

از آیتی یا فراموش میگردانیم آنرا می آریم بهتر از و یا مانند وے آیا ندانستہ کہ

سے نسخ کرتے ہیں یا ہم اسے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لاتے ہیں یا اسی کی مثل ' کیا تمہیں نہیں معلوم کہ

تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ

خدا بر ہمہ چیز توانا ایا ندانستے کہ خدا را ست پادشاہی

اللہ ہر چیز پر قادر ہے [۱] کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آسمانوں اور زمین

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

آسمانہا و زمین ہا و نیست شما را بجز وے ہیچ دوستی

کی بادشاہت اللہ کیلئے ہے اور تمہارے لئے اسکے سوا کوئی دوست ہے

وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا

و نہ یاری دہندہ آیا کہ می خواہید کہ سوال کنید پیغمبر خود را چنانکہ

اور نہ کوئی مددگار [۲] کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو جیسا کہ

سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ

سوال کردہ شد موسیٰ پیش ازیں و ہر کہ بستاند کفر را عوض ایمان

اس سے پہلے موسیٰ سے کیا گیا اور جو ایمان کے عوض کفر لے

فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

پس ہر آئنہ گم کردہ راہ میانہ و دوست داشتند بسیاری از اہل کتاب

تو بیشک وہ میانہ راستے سے بھٹکا [۳] اور اہل کتاب میں سے بہت سے چاہتے ہیں کہ

لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ

کہ کافر گردانند شما را بعد از ایمان شما را بسبب حسد از نزدیک

تمہیں کافر بنا ڈالیں تمہارے ایمان کے بعدٗ حسد کے سبب جو ان کے دلوں میں

[۱] یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین یا یہود نے کہا کہ محمد ﷺ کو دیکھو اپنے اصحاب کو ایک کام کرنے کا حکم دیا اور پھر اس سے روک دیا یا اس کے برعکس حکم دیدیا۔ نَسْخٌ لغت میں کسی چیز سے اسکی صورت دور کر کے کسی دوسری چیز میں اسکو ثابت کرنے کا نام ہے جیسے سورج کا سایہ کو ختم کرنا یعنی ایک جانب سایہ دور کرتا ہے اور دوسری جانب سایہ ہو جاتا ہے یا نسخ بمعنی نقل ہے کیونکہ تناسخ کا لفظ نَسْخٌ بمعنی نقل سے بنایا گیا ہے۔ نسخ کی تین قسمیں ہیں (۱) نسخِ حکم: یعنی وہ آیاتِ کریمہ جن میں حکم کا نسخ ہے ایسی آیات گنتی کی ہیں امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید کی ۲۰ آیتوں کا حکم منسوخ ہے (الاتقان) (۲) نسخِ تلاوت مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آیتِ رجم تلاوت کرتے تھے یعنی اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. (۳) نسخِ حکم وتلاوت جیسا کہ مروی ہے کہ سورہ احزاب بمنزلہ سبع طوال کے تھی۔ مَا نَنْسَخْ نَسْخٌ حکم پر محمول ہے (بیضاوی وغرائب القرآن) جوازِ نسخ کی عقلی دلیل: چونکہ خدائے حکیم نے اپنے بندوں پر رحمت کرتے ہوئے انکی مصلحت اور تکمیلِ نفوس کیلئے آیاتِ قرآنیہ اور احکامِ شریعت کا نزول کیا ہے اور چونکہ مصالح عباد اسباب معاش کی طرح گردش روزگار کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں کیونکہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز ایک دور میں مفید ہو دوسرے دور میں نقصان دہ ہوتی ہے لہذا آیات و احکام کا تبدیل ہونا بھی ضروری تھا۔ (بیضاوی) خیر سے مراد یہ ہے کہ سہولت میں بندوں کیلئے انفع اور کثرت اجر کا باعث ہو جیسے اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وغیرہ۔ مِثْلِهَا سے مراد یہ ہے کہ تکلیف اور ثواب میں مثل ہو جیسے استقبال قبلہ بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ۔ (جلالین وصاوی)

جاننا چاہیئے کہ ناسخ ومنسوخ کی معرفت کیلئے علماء نے چند طریقے بتائے ہیں (۱) کوئی ایسا لفظ موجود ہو جو نسخ پر دلالت کرے جیسے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ "میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا سو اب تم قبروں کی زیارت کر سکتے ہو"۔ اسی طرح میں نے تمہیں شراب اور اسکے برتنوں سے منع کیا تھا لیکن اب تم برتن استعمال کر سکتے ہو (۲) راوی تاریخ ذکر کرے جیسے راوی کا یہ کہنا کہ "میں نے خندق کے سال یہ سنا" ایسی صورت میں عام الخندق سے پہلے والا حکم منسوخ ہوگا' یا راوی بیان کر کے یوں کہے کہ یہ حکم فلاں حکم سے منسوخ ہے (۳) امت کسی حکم پر اجماع کر لے کہ یہ حکم منسوخ ہے۔ (القرطبی)

[۲] رسول اللہ ﷺ کو خطاب کیا اور مراد آپ اور آپکی امت ہے۔ خطاب میں آپ کو مخصوص کرنے کی یہ وجہ ہے کہ آپ ان سب سے زیادہ عالم ہیں بلکہ ان کے علم کا مبداء ہی آپ ہیں (بیضاوی) وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ الخ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ تمہارے معاملات کی بھاگ دوڑ اسکے ہاتھ میں ہے اور وہی تمہاری مصلحت کے مطابق تبدیلی کرتا ہے۔ وَلِیٌّ اور نَصِيْرٌ میں فرق یہ ہے کہ ولی کبھی کمزوری کے باعث نصیر نہیں ہو سکتا اور نصیر اجنبیت کی وجہ سے ولی نہیں ہوتا (بیضاوی) [۳] اَمْ تُرِيْدُوْنَ کے خطاب میں چند اقوال ہیں (۱) یہ خطاب مسلمانوں سے ہے کیونکہ ایمان کے بدلے کفر لینا یہ اہل ایمان ہی سے ممکن ہے (۲) یہ خطاب اہل مکہ سے ہے۔ عبداللہ بن امیہ مخزومی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آ کر مختلف معجزات دکھانے کے بارے میں سوال کرنے لگا۔ یہ قول ابن عباس اور مجاہد کا ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ قریش نے آ کر آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ہمارے لئے صفا پہاڑ کو سونا بنا دیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے خوانِ نعمت آیا۔ (۳) یہ خطاب یہود سے ہے کیونکہ اسکا ذکر ہو رہا ہے (غرائب القرآن)

اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا

نفوس خود پس ازانکه واضح شد بر ایشاں حق پس در گذرانید و

ہے اس کے بعد کہ حق ان پر خوب واضح ہو چکا پس در گذر فرماؤ اور

وَاصْفَحُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

روگردانید تا آنکه آورد خدا فرمان خود را ہر آئنه خدا بر ہمه

چھوڑ دو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے بیشک اللہ ہر

قَدِیْرٌ ۝۱۰۹ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا

چیز توانا ست و برپادارید نماز را و بدہید زکوۃ را و آنچه پیش میفرمائید

چیز پر قادر ہے [۱] اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ ادا کرو اور جو تم نیک کاموں میں سے

لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا

برائے خویشتن از نیکوکاری خواہید یافت آنرا نزد خدا ہر آئنه خدا بآنچه

اپنے لئے آگے بھیجو گے اللہ کے پاس اسے پاؤ گے بیشک اللہ دیکھنے والا ہے جو

تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝۱۱۰ وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ

کنید بینا ست و گفتند ہرگز بہ بہشت در نیاید مگر آنکه

عمل تم کرتے ہو [۲] اور انھوں نے کہا: جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا مگر وہ جو

هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِیُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ

یہود باشد یا ترسا باشد ایں آرزوہائے باطلہ ایشاں ست بگو آرید دلیل خود را

یہودی ہو یا نصرانی، یہ ان سب کی باطل آرزوئیں ہیں، آپ فرما دیجئے اپنی دلیل لاؤ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۱۱۱ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ

اگر ہستید راستگویان بلے ہر کہ منقاد کرد روے خود را برائے خدا و او

اگر تم سب سچ کہنے والے ہو [۳] کیوں نہیں جو کوئی اپنا چہرہ اللہ کیلئے جھکا دے اور وہ

[۱] اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ عمار بن یاسر اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما جب دونوں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ اُحد سے لوٹے تو وہ دونوں یہود کے چند افراد سے ملے تو انہوں نے ان دونوں سے کہا کہ کیا ہم نے تم سے نہیں کہا تھا کہ یہود والوں کا دین حق ہے اور اسکے علاوہ سب باطل۔ پس اگر وہ حق ہوتا جس پر محمد (ﷺ) ہیں تو ان کے اصحاب نہیں مارے جاتے حالانکہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ قتال کرتے ہیں اور اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے تو حضرت عمار بن یاسر نے فرمایا: تمہارے نزدیک عہد شکنی کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا بہت ہی قبیح اور قابلِ نفرت۔ آپ نے فرمایا: میں نے محمد ﷺ سے اپنے مرنے تک انکی پیروی کرنے کا عہد کیا ہے لہذا میں اسے کبھی بھی نہیں توڑونگا تو انھوں نے کہا کہ بلاشبہ وہ صابی (اپنا دین تبدیل کرنے والے) ہو گئے ہیں تو حضرت حذیفہ نے فرمایا: میں راضی ہوں اللہ کے رب، اسلام کے دین، کعبہ کے قبلہ، قرآن کے امام اور مؤمنین کے بھائی ہونے پر۔ چنانچہ جب وہ دونوں واپس ہوئے تو حضور ﷺ کو اسکی خبر دی تو آپ نے فرمایا: تم دونوں نے بھلائی کو پا لیا اور تم دونوں کامیاب ہو گئے (صاوی) حسد کا مفہوم یہ ہے کہ جو نعمت اسکے بھائی کے پاس ہے اس سے سلب ہو کر حاسد کے پاس آجائے جبکہ اس کے مقابلے میں غبطہ کا لفظ آتا ہے، جسکا مفہوم یہ ہے کہ جو نعمت اسکے بھائی کے پاس ہے وہ رہے لیکن اللہ مجھے بھی عطا فرمائے اسے رشک کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حسد کی بھرپور مذمت فرمائی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ حسد کے چار مراتب ہیں (۱) غیر سے نعمت کا زوال چاہنا اگرچہ خود وہ نعمت اسے حاصل ہو یا نہ ہو یہ اخبث ہے (۲) یہ چاہنا کہ غیر سے نعمت زائل ہو کر اسکی طرف ہو جائے جیسے غیر کے خوبصورت گھر یا اس کی بیوی یا اسکی امارت میں رغبت کرنا پس ان کا حصول تو اس کیلئے مطلوب بالذات ہے لیکن دوسرے سے انکا زوال مطلوب بالعرض ہے یہ (پہلے سے) اخف ہے (۳) زوالِ نعمت کی خواہش تو نہ کرے البتہ اپنے لئے اس کی مثل نعمت کی خواہش کرے پھر اگر اسکی مثل نعمت کے حصول سے عاجز ہو جائے تو اسکا زوال چاہے تاکہ دونوں کے درمیان فرق ظاہر نہ ہو یہ کبھی مذموم ہوتا ہے اور کبھی غیر مذموم۔ (۴) اپنے لئے اسکی مثل نعمت کی خواہش کرنا پھر اگر اس نعمت کی مثل حاصل نہ ہو تو بھی غیر سے اسکا زوال نہ چاہے یہ آخری وہ ہے جس سے درگذر کیا گیا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ حاسد بین الخلق مذموم ہے عندالخالق ملعون ہے اور عندالابلیس مشکور ہے (غرائب القرآن) امر کے انتظار کے حکم سے مراد یہ ہے کہ ان سے لڑنے کا حکم آجائے (بیضاوی)

[۲] گویا کہ انہیں صبر اور حسنِ معاشرت کا حکم دیا اور عبادت و احسان سے اللہ سے پناہ لینے کی تلقین کی ہے مثلاً نماز یا صدقہ۔ (بیضاوی) حدیث شریف میں ہے کہ جب کسی بندے کا انتقال ہوتا ہے تو لوگ کہتے ہیں اس نے پیچھے کچھ نہیں چھوڑا، جبکہ ملائکہ کہتے ہیں اس نے آگے بھیجا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون ہے جو اپنے وارث کے مال کو اپنے مال سے زیادہ پسند کرتا ہو؟ صحابہ عرض گذار ہوئے یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنے وارث کے مال کو اپنے مال سے زیادہ پسند نہ کرتا ہو، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک ایسا نہیں جسے اسکے وارث کا مال اسکے اپنے مال سے زیادہ محبوب نہ ہو، تمہارا مال وہی ہے جو تم نے آگے بھیجا اور تمہارے وارث کا مال وہ ہے جسے تم نے پیچھے چھوڑا۔ (القرطبی) [۳] یہاں اللہ تعالیٰ پھر یہود کے غرور اور فریب نفس کو بیان فرما رہا ہے جس کی بنا پر وہ لوگ اپنے آپکو جنتی کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ محض انکی باطل آرزوئیں ہیں، حقیقت سے کوسوں دور ہیں۔

مُحۡسِنٌ فَلَهٗۤ اَجۡرُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ ۖ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ

نیکوکار باشد پس او را ست مزد او نزد پروردگار او و نہ ہیچ ترس بر ایشاں و نہ ایشاں

نیکوکار ہو پس اس کیلئے اسکے رب کے پاس اسکا اجر ہے اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ سب

يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ لَيۡسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَىۡءٍ

اندوگین شوند و گفتند یہود نیستند ترسایان بر ہیچ چیز

غمگین ہونگے ۱ اور یہود نے کہا کہ نصاریٰ کچھ بھی نہیں ہے

وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيۡسَتِ الۡيَهُوۡدُ عَلٰى شَىۡءٍ ۙ وَّهُمۡ يَتۡلُوۡنَ

و گفتند ترسان نیستند یہود بر ہیچ چیز و ایشاں میخوانند

اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود کچھ بھی نہیں ہے اور وہ سب کتاب

الۡكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ مِثۡلَ قَوۡلِهِمۡ ۚ

کتاب را ہمچنیں گفتند آنانکہ نمی دانند مانند قول ایشاں

پڑھتے ہیں۲ اسی طرح ان لوگوں نے کہا جو نہیں جانتے انکے قول کی مثل

فَاللّٰهُ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾

پس خدا حکم کند میان ایشاں روز قیامت در آنچہ اختلاف میکنند دراں

پس اللہ قیامت کے روز انکے درمیان فیصلہ فرمائیگا جس میں وہ سب اختلاف کرتے تھے ۳

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنۡ يُّذۡكَرَ فِيۡهَا اسۡمُهٗ

و کیست ستمگار تر ازانکہ منع کرد مسجدہائے خدا ازانکہ یاد کردہ شود نام خدا در وے

اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ کے گھروں میں روکے اس سے کہ اس میں اللہ کا نام کا ذکر کیا جائے

وَسَعٰى فِىۡ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمۡ اَنۡ يَّدۡخُلُوۡهَاۤ

و کوشش کرد در ویرانی آنہا ایشانند نمی سزد ایشانرا کہ در آیند بمسجد

اور اسکے ویران کرنے کی کوشش کرے وہی لوگ ہیں کہ ان کیلئے سزاوار نہیں ہے کہ مسجد میں آئیں

۱ یہاں خاص چہرے کا ذکر اس لئے آیا ہے کہ چہرہ انسانی اعضاء میں اشرف ہے اور سجدہ عبادت میں اعظم ہے اور سجدہ حاصل نہیں ہوتا مگر چہرہ سے۔ اس لئے خصوصیت سے چہرہ جھکانے کا ذکر ہے۔ (غرائب القرآن) بَـلٰـی سے ان کے قول کا رد ہو رہا ہے اور انہیں جنت کے حصول کا طریقہ بتایا جارہا ہے کہ جو نیک عمل کریگا وہ جنت کا مستحق ہوگا۔ (صاوی) [جاننا چاہیئے کہ کچھ ایسے صفات ہیں جن کے اپنانے والوں کو قرآن کریم نے لَا خَـوۡفٌ عَـلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ کی بشارت دی ہے مثلاً] اللہ تعالیٰ کا فرمان ''وہ لوگ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کیلئے انکا اجر ہے انکے رب کے پاس اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ سب غمگین ہونگے'' (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۷۴) ایک اور جگہ ارشاد ہے ''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی ان کیلئے انکے رب کے پاس اجر ہے اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ سب غمگین ہونگے'' (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۷۷) ایک اور جگہ ارشاد ہے ''اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تو جو ایمان لائے اور اصلاح کرے تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ سب غمگین ہونگے'' (سورہ انعام آیت نمبر ۴۸) ایک اور جگہ ارشاد ہے ''اے آدم کی اولاد! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں تو تم پر میری آیتیں پڑھے تو جو کوئی تقویٰ اختیار کرے اور اصلاح کرے تو نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ سب غمگین ہونگے'' (سورہ اعراف آیت نمبر ۳۵) ایک اور جگہ ارشاد ہے ''بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے تو نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ سب غمگین ہونگے'' (سورہ احقاف آیت نمبر ۱۳) ایک اور جگہ ارشاد ہے ''سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ سب غمگین ہونگے'' (سورہ یونس آیت نمبر ۶۲)

۲ مروی ہے نجران کا وفد اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا پھر ان کے درمیان یہودی علماء لائے گئے یہ دونوں ایک دوسرے سے مناظرہ کرنے لگے یہاں تک کہ ان دونوں کی آواز لڑنے کے سبب بلند ہوگئی یہود نے کہا کہ تم کسی دین پر نہیں ہو اس لئے کہ تم عیسیٰ کا بھی انکار کرتے ہو اور انجیل کا بھی۔ یہ سن کر نصاریٰ کہنے لگے کہ تم بھی کسی دین پر نہیں ہو اس لئے کہ تم موسیٰ اور توراۃ دونوں کا انکار کرتے ہو۔ وَهُـمۡ یَتۡلُوۡنَ الۡکِتَابَ میں واؤ حالیہ ہے اور کتاب سے مراد جنس کتاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ آپس میں ایسی بات کہتے ہیں حالانکہ وہ دونوں اہل کتاب اور اہل علم ہیں۔ قَـالَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ الخ سے مراد بت پرست اور منکرینِ صفاتِ باری تعالیٰ ہیں۔ معنی یہ ہوگا کہ ان کا آپس میں لڑنا ایسا ہی ہے جیسے بت پرست جس کے مذہب میں کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے اور وہ آپس میں لڑتے ہیں۔ سوال: دونوں ایک دوسرے کو لَیۡسَتۡ عَـلٰی شَیۡءٍ کہنے میں سچے ہیں کیونکہ دونوں دین منسوخ ہونے کے بعد یہی حکم رکھتے ہیں تو پھر ان کو توبیخ کیوں کی گئی۔ جواب: ان کا مقصد یہ نہیں تھا بلکہ ہر فریق دوسرے کو اصل ہی سے باطل قرار دیتا ہے اور ان کے نبی اور کتاب سے انکار کرتا ہے اس لئے توبیخ کی گئی۔ فَـاللّٰهُ یَحۡکُمُ الخ کے بارے میں بعض کا یہ قول ہے کہ قیامت میں اللہ ان کی تکذیب فرما کر دوزخ میں ڈال دیگا (غرائب القرآن وبیضاوی) یعنی قیامت کے روز جھوٹوں کے جھوٹ کو ظاہر فرمادیگا اور ان کی تکذیب کے سبب انہیں جہنم میں داخل فرمائیگا اور سچوں کے سچ کو ظاہر فرمادیگا اور ان کی سچائی کے سبب انہیں جنت میں داخل فرمائیگا۔ (مظہری)

اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ
مگر ہراساں ایشانراست خواری در دنیا و ایشانراست در آخرت
مگر ڈرتے ہوئے ان کیلئے دنیا میں خواری ہے اور آخرت میں ان کیلئے

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا
عذاب بزرگ و خدایراست مشرق و مغرب ہر سو کہ رو آرید
بڑا عذاب ہے ۱ اور مشرق و مغرب اللہ ہی کیلئے ہے جس سمت تم چہرہ لاؤ

فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ
ہم آنجا ست روئے خدا ہر آئنہ خدا فراخ نعمت است دانا ست و گفتند بگرفت
اس جگہ روئے خدا ہے' بیشک اللہ وسیع نعمت والا جاننے والا ہے ۲ اور انہوں نے کہا کہ اللہ

اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ
خدا فرزند را پاکی او را ست بلکہ برائے خدا ست آنچہ در آسمانہا و زمین ست ہر کے
نے فرزند بنایا اس کیلئے پاکی ہے بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کیلئے ہے ہر ایک

لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى
برائے وے فرمانبردارند آسمانہا و زمین است آفریندہ ست و چوں میکند
اسکی فرمانبرداری کرتے ہیں ۳ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور جب کسی

اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ
کارے پس جز ایں نیست کہ میگوید او را بشو پس می شود و گفتند آنانکہ ہیچ نمی دانند
کام کا ارادہ فرماتا ہے تو صرف اس سے فرماتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے اور ان لوگوں نے کہا جو نہیں جانتے ہیں

لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ
با ما سخن نمیگوید خدا یا نمی آید بما نشانے ہمچنیں گفتند کسانیکہ
اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں فرماتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی' اسی طرح ان لوگوں نے کہا

۱ مساجد مسجد کی جمع ہے اور اس کا لغوی معنی سجدہ کرنے کی جگہ ہے۔ اس میں مفسرین کرام کا اختلاف ہے کہ وہ کون ہیں جو اللہ کے گھروں میں عبادت سے روکتے ہیں۔ پہلے قول کے مطابق وہ عیسائی ہیں جنہوں نے بادشاہِ روم کے ساتھ مل کر بیت المقدس میں یہودیوں کو نماز پڑھنے سے روکا اور اس کے ویران کرنے میں حصہ لیا (ابن جریر) دوسرے قول کے مطابق مشرکین مکہ ہیں' جنہوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکا اور مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا' اسکے بعد صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی یہی کردار ادا کیا۔ (ابن کثیر) تیسرے قول کے مطابق ہر اس شخص کیلئے ہے جس نے مسجد کو خراب کیا اور نماز پڑھنے کی جگہ کو بیکار بنانے کی کوشش کی (بیضاوی) اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ الخ سے مراد یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تمہیں مشرکین مکہ پر غلبہ حاصل ہو جائے تو تم مشرکوں کو صلح اور جزیہ کے بغیر رہنے نہ دینا' چنانچہ جب ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ اب کسی مشرک کو حج ادا کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اور جس سے جو معاہدہ ہے اس معاہدہ تک ہی رہ سکتا ہے۔ یہ جملہ خبریہ ہے لیکن امر کے معنی میں ہے (صاوی)

۲ مشرق اور مغرب سے مراد زمین کے دونوں کنارے ہیں یعنی سب روئے زمین کا وہی مالک ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت مسافر کے سواری پر نماز پڑھنے سے متعلق نازل ہوئی جب قبلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے مختلف اطراف و جوانب منہ کر کے نماز پڑھی' صبح ہونے پر غلطی معلوم ہوئی تو پریشان ہو گئے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ایک اور قول کے مطابق جب مسلمانوں کیلئے قبلہ بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ بنا تو یہود طعن کرنے لگے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (بیضاوی وجلالین) وَجْهُ اللّٰهِ سے مراد یہ ہے کہ جس طرف تم پھرو گے اسی جانب اللہ کی رضا ہے۔ وَجْهُ اللّٰهِ سے مراد ذاتہ نہیں ہے۔ (صاوی) ۳ یہ آیت یہود کی جانب سے حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے' نصاریٰ کی جانب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے اور مشرکین کی جانب سے ملائکہ کو بنات اللہ کہنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ (بیضاوی) بَلْ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ الخ از روئے ملک' خلق' ابداع اور صنعت اسی کیلئے ہے اور زمین و آسمان کی خلقت میں ملائکہ' عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام شامل ہیں لہذا انہیں ابن اللہ یا بنات اللہ کی بجائے خلق اللہ' ملک اللہ' ابداع اللہ اور صنعت اللہ کہو۔ ولد کیلئے والد کی جنس سے ہونا ضروری ہے اور یہاں کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اور یہ سب ممکن الوجود ہیں۔ اولاد اس لئے ہوتی ہے کہ جب وہ بوڑھا ہو جائیگا تو وہ اس کیلئے سہارا ہو جائے' اللہ بڑھاپے سے پاک ہے لہذا اسے ولد کی کوئی حاجت نہیں۔ (غرائب القرآن) ۴ اس آیت میں بدیع مبدع کے معنی میں ہے۔ یہ چوتھی حجت ہے اسکا بیان یہ ہے کہ والد جو ولد کا عنصر ہے اس سے جب مادہ ولد منفصل ہوتا ہے تو وہ اس سے منفعل ہوتا ہے اور خدائے حکیم سب اشیاء کا مبدع فاعل علی الاطلاق اور منزہ عن الانفعال ہے لہذا وہ والد نہیں ہو سکتا. قَضٰى کا معنی شے کو تمام کرنا ہے خواہ قولاً ہو جیسے وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (اور تمہارے رب نے حکم دیا کہ صرف اسی کی عبادت کرو) یا فعلاً فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ. (تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا) لیکن یہاں قَضٰى بمعنی ارادہ کے ہے۔ كُنْ فَيَكُوْنُ سے مراد ارادۃ اللہ ہے نہ کہ حقیقت امر یا امتثال امر ہے۔ یہ پانچویں دلیل ہے کہ اِتِّخَاذ ولد کئی حالات گذرنے کے بعد میسر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فعل اس سے پاک ہے وہ تو جس شے کا ارادہ فرماتا ہے وہ ہو جاتی ہے (بیضاوی)

قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۘ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ ۗ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ

پیش از ایشاں بودند مانند قول بیکدیگر مشابہت دارند دلہائے ایشاں ہر آئنہ بیان کردیم نشانہا

جوان سے پہلے تھے انکے قول کی مثل' ایک دوسرے کے مشابہ ہیں انکے دل بیشک ہم نے اپنی نشانیاں بیان کردیں

لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ

برائے گروہ کہ یقین میکنند ہر آئنہ فرستادیم ترا براستی مژدہ دہندہ و بیم کنندہ

ان گروہ کیلئے جو یقین رکھتے ہیں ۱ بیشک ہم نے آپکو حق کیساتھ بھیجا خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا

وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ

و پرسیدہ نخواہد شد ترا از اہل دوزخ و ہرگز خشنود نشوند از تو جہوداں

اور اہل دوزخ کے بارے میں آپ سے نہ پوچھا جائیگا ۲ اور یہود و نصاریٰ ہرگز آپ سے

وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ

و نہ ترسان تا آنکہ پیروی کنی کیش ایشاں را بگو ہر آئنہ ہدایت خدا ہمانست

راضی نہ ہونگے یہاں تک کہ آپ انکے مذہب کی پیروی کریں' آپ فرما دیجئے بیشک اللہ کی ہدایت وہی

الْهُدٰى ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ

ہدایت و اگر پیروی کردی آرزوہائے باطلہ ایشاں پس از آنچہ آمدہ است بتو

ہدایت ہے اور اگر تو نے انکے باطل آرزوؤں کی پیروی کی بعد اسکے جو علم تمہارے پاس

مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٢٠﴾ اَلَّذِيْنَ

از دانش نباشد ترا برائے اخلاص از عذاب خدا ہیچ دوستی و نہ یاری دہندہ آنانکہ

آیا تو تمہارے لئے اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی دوست ہوگا نہ مددگار ۳ وہ لوگ

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۗ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ

دادیم ایشانرا کتاب میخوانند آنرا حق خواندن آں ایشاں باور میدارند

جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا پڑھنے کا حق ہے وہی ایمان رکھتے ہیں

وقف منزل

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی جاہل اور متجاہل اہل کتاب نے کہا کہ فرشتوں کی طرح اللہ ہم سے کلام کیوں نہیں فرماتا' یا اللہ ہماری طرف وحی کیوں نہیں فرماتا۔ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ استکبار ہے اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ انکار ہے کیونکہ جو کچھ ان کے پاس قرآن سے آ چکا ہے وہ آیات اللہ ہی تو ہے (غرائب القرآن) چنانچہ آپ سے یہ لوگ کلام اور آیت کی باتیں کرتے ہیں اس سے پہلے ان کے آباء و اجداد موسیٰ علیہ السلام سے رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں سوال کر چکے ہیں اس لئے ان کے قلوب ایک دوسرے سے مشابہ ہیں۔ (بیضاوی)

۲ جب یہود و نصاریٰ کی جانب سے عناد پر غایت اصرار اور کفر پر مصمم ارادہ کو بیان کیا تو اب اپنے نبی ﷺ کی تسلی کیلئے فرماتا ہے کہ ہم نے آپکو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ کے حق کو جو قبول کرلے آپ انہیں بشارت دیں اور جو انکار کرے اسے میرے عذاب سے ڈرائیں۔ آپ کا کام اتنا ہی ہے باقی انہیں سزا دینا میرا کام ہے۔ آپ اپنے دل کو تنگ نہ کریں کیونکہ جو لوگ جہنم میں جائیں گے ان کے بارے میں آپ سے سوال نہ کیا جائیگا (غرائب القرآن)

۳ اللہ کے رسول ﷺ کو یہ کہہ کر یہود و نصاریٰ کے مسلمان نہ ہونے کے بارے میں مبالغہ کے ساتھ خبر دی گئی ہے کیونکہ جب وہ حضور ﷺ سے ان کے دین کی پیروی کئے بغیر راضی نہیں ہونگے تو وہ آپکا دین کیسے قبول کر سکتے ہیں۔ شاید انہوں نے بعینہ یہی جملہ کہا ہو اور اللہ تعالیٰ نے حکایتاً فرمایا' اسی بنا پر جواب کی تعلیم دیتے ہوئے قُلْ فرمایا تاکہ واضح ہو جائے کہ دراصل اسلام ہی ہدایت الی الحق ہے نہ کہ تمہارا مذہب۔ (بیضاوی) مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! یہود جن نشانیوں کا مطالبہ کر رہے ہیں اگر آپ ان کے مطالبے پر ہر طرح کی نشانیاں دکھا بھی دیں جب بھی یہ آپ سے راضی نہ ہونگے' ہاں انکے راضی ہونے کی ایک صورت ہے کہ آپ اسلام کو چھوڑ کر اگر ان کی پیروی کرینگے تو یہ راضی ہو جائینگے۔ جاننا چاہیئے کہ ملت اسے کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں میں اور اپنے رسولوں کی زبانی اپنے بندوں کیلئے مشروع کیا۔ اس اعتبار سے ملت اور شریعت ایک ہی چیز ہے۔ دین اور ملت و شریعت میں فرق کیا گیا ہے پس ملت و شریعت اس حکم کا نام ہے جس کی جانب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بلایا ہو' اور بندوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم میں سے جسے ادا کیا ہو اسے دین کہتے ہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے اس آیت سے دلیل قائم کی ہے کہ ہر طرح کا کفر ملتِ واحدہ ہے ان علماء میں ابو حنیفہ' شافعی' داؤد اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان علماء کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے دین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے "مِلَّتَهُمْ" یعنی صیغہ واحد فرمایا۔ اسی طرح ایک اور مقام پر اسلام کے مقابلے میں سارے ادیان کو ایک ہی دین فرمایا۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ یعنی تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "دو ملتوں والا میراث نہیں پائے گا" اس حدیث میں دو ملت سے اسلام اور کفر مراد ہے [گویا کہ اسلام کے علاوہ جتنے بھی ادیان ہیں وہ سب ملتِ واحدہ ہیں] امام مالک اور امام احمد بن حنبل کی ایک دوسری روایت کے مطابق' کفر چند ملتوں کا نام ہے پس یہودی نصرانی کی میراث سے حصہ نہیں پائیگا اسی طرح یہود و نصاریٰ مجوسی کی میراث سے حصہ نہیں پائیگا۔ ان دونوں امام کی جانب سے مِلَّتَيْنِ اور مِلَّتَهُمْ کا جواب یہ ہے کہ اس سے کثرت مراد ہے اسی بناء پر ضمیر کثرت کی جانب مضاف ہے (القرطبی)

تفسیر اظہار العرفان

١٤ ع ٩ ١٤

بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٢١﴾ يٰبَنِيْٓ

ہدایت خدا را و ہر کہ منکر وے باشد پس ایشانند زیانکاران اے بنی

اللہ کی ہدایت پر اور جو کوئی اسکا انکار کرے وہی نقصان اٹھانے والے ہیں ١؎ اے بنی

اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ

اسرائیل یاد کنید آن نعمت مرا کہ انعام کردم بر شما و آنکہ

اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کیا اور یہ کہ

فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ

فضل دادہ ام شما را بر ہمہ عالمہا و حذر کنید از روزیکہ کفایت نکند کسے

میں نے تمہیں عالمین پر فضیلت دی ٢؎ اور اس دن سے ڈرو کہ کوئی شخص کسی شخص کی

عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا

از کسے چیزیرا و پذیرفتہ نشود از کسے بدل و سود ندہد او را

طرف سے کچھ بھی کفایت نہ کریگا اور نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائیگا اور نہ انہیں شفاعت

شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ

شفاعت و نہ ایشاں یاری دادہ شوند و چوں بیازموز ابراہیم را پروردگار او

فائدہ دیگی اور نہ وہ سب مدد کیے جائیں گے ٣؎ اور جب ابراہیم کو انکے رب نے چند کلمات سے

بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ۭ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ۭ

بسخنے چند پس تمام رسانید ایشانرا گفت ہر آئنہ من میگردانم ترا برائے مردمان پیشوا

آزمایا تو آپ نے اسے پورا کیا (اللہ نے) فرمایا: بیشک میں تمہیں لوگوں کیلئے پیشوا بنانے والا ہوں

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۭ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٢٤﴾ وَاِذْ

گفت و از فرزندان من نیز فرمود نرسد وحی من بستمگاران و آنگاہ کہ

عرض کی اور میرے فرزندوں سے بھی؟ فرمایا: میری وحی ظالموں کو نہ پہنچے گی ٤؎ اور جب

١؎ یہود کے ناخلف لوگوں کے بیان کے بعد اب ان میں جو لوگ صالح اور متقی تھے ان کا بیان ہو رہا ہے ان کے مومن ہونے کی خبر دی جا رہی ہے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر افراد جنہیں قبولِ اسلام کی توفیق ملی۔ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ کی چند تفاسیر ہیں (١) خوب توجہ اور غور سے پڑھتے ہیں، دورانِ تلاوت جہاں جنت کا ذکر آتا ہے تو جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہاں جہنم کا ذکر آتا ہے تو اللہ کی پناہ مانگتے ہیں (٢) اس کے حلال کو حلال اور حرام کردہ اشیاء کو حرام سمجھتے ہیں۔ ذرہ برابر بھی اس میں تحریف نہیں کرتے (٣) اس میں جو کچھ ہے لوگوں کو صاف صاف بتا دیتے ہیں (٤) آیاتِ محکمات پر عمل کرتے ہیں، متشابہات اور مقطعات پر ایمان رکھتے ہیں، کلام الٰہی میں سے جو کچھ سمجھ میں نہیں آتا اسے علماء سے حل کراتے ہیں (٥) اس کی ایک ایک بات کی پیروی کرتے ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ میں ساری ہی اقسام شامل ہیں (غرائب القرآن) حضرت قتادہ اور عکرمہ کہتے ہیں کہ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ سے مراد اصحابِ محمد ﷺ ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عام مومنین مراد ہیں یا اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اہل کتاب میں سے ایمان لائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت اہل سفینہ کے بارے میں نازل ہوئی جو جعفر بن ابی طالب کے ہمراہ آئے تھے ان کی تعداد چالیس تھی ٣٢ کا تعلق حبشہ سے تھا اور آٹھ کا تعلق شام کے رہبانیوں سے تھا۔ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو یہود میں سے ایمان لائے جیسے عبداللہ بن سلام، سعیہ بن عمرو، تمام بن یہودا، اُسید وغیرہ۔ (مظہری)

٢؎ نعمت حال حسنہ کو کہتے ہیں اور انعام غیر کی جانب بھلائی پہنچانے کو کہتے ہیں (مفردات) یہ آیت اللہ کی طرف سے یہود کیلئے نصیحت ہے۔ (ابن جریر) ٣؎ یہ آیت یہود کیلئے اللہ کی طرف سے ترہیب ہے (ابن جریر) ٤؎ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی نافرمانیاں بیان کرنے کے بعد اب ان نفوس کا بیان ہو رہا ہے جو ابتلاء کے بعد بھی فرمانبردار بن کر رہے۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ٦٩ مقامات پر ہوا ہے۔ اس آیت میں کلمات کے بارے میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ وہ ٣٠ خصال ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تین مقامات پر دس دس کر کے بیان فرمایا ہے۔ پہلا مقام: سورہ برأت آیت نمبر ١١٢ یعنی اَلتَّآئِبُوْنَ الخ، دوسرا مقام سورہ مؤمنوں آیت نمبر ١ تا ١٠ یعنی قَدْ اَفْلَحَ الخ، تیسرا مقام سورہ احزاب آیت نمبر ٣٥ یعنی اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ الخ. (بیضاوی) اَلْاِبْتِلَاءُ اختبار اور امتحان کے معنی میں ہے جسے تکلیف سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق اللہ نے دو امر میں سے ایک امر کو اپنانے کا حکم دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر چھوڑ دیا گیا گویا کہ کس امر میں اللہ کی رضا ہے یہ مسئلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے مقام امتحان ہوگا۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کے چند کلمات اپنے رب کے حضور پیش کیے کہ اللہ انہیں قبول فرماتا ہے یا نہیں جیسے رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى یعنی اے میرے رب مجھے دکھا دے تو مُردے کیسے زندہ فرمائے گا۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وغیرہ۔ امامت سے مراد نبوت ہے (غرائب القرآن) قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ کی برکت یہ رہی کہ ہر نبی جسے اللہ نے آپ کے بعد مبعوث فرمایا اور ہر کتاب جو آپ کے بعد نازل ہوئی وہ سب آپ ہی کی اولاد میں نازل ہوئی اور حضور ﷺ تک آپ کی اولاد میں آتے رہے۔ (ابن کثیر) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے پھیلی یعنی حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یونس، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت الیاس پھر حضرت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ (غرائب القرآن) عہد سے مراد امامت مطلوب یعنی نبوت ہے۔ حضرت سدی فرماتے ہیں کہ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ کا معنی یہ ہے کہ لَا يَنَالُ نُبُوَّةٌ اَهْلَ الظُّلْمِ وَالشِّرْكِ (نہ پہنچے گی نبوت اہل ظلم اور اہل شرک کو) (ابن جریر)

جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ۭ وَاتَّخِذُوْا

ساختیم خانہ کعبہ را مرجع برائے مردمان و محل امن و بگیرید اس جائے قدم ابراہیم ساختید

ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کیلئے لوٹنے کی جگہ اور امن کی جگہ بنایا اور دیگر تم ابراہیم

مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۭ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ

از جائے قدم ابراہیم نماز گاہ و وحی فرستادیم بسوے ابراہیم

کی قدم کی جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل

وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّاۗىِٕفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ

و اسماعیل کہ پاک سازید خانہ مرا برائے طواف کنندگان و اعتکاف کنندگان

کی طرف وحی بھیجی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کیلئے اور اعتکاف کرنے والوں کیلئے

وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿١٢٥﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ

و رکوع سجود کنندگان و آنگاہ کہ گفت ابراہیم اے پروردگار من بکن

اور رکوع سجود کرنے والوں کیلئے پاک رکھو[1] اور جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب! تو

هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ

این مکان را شہر با امن و روزی دہ ساکنان ویرا از میوہ ہا روزی دہ آں را کہ

اس مکان کو امن والے شہر میں کر دے اور اسکے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق دے ان میں سے

اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ

ایمان آورد از ایشاں بخدا و بروز آخر گفت و ہر کہ کافر شود پس بہرہ مند گردانمش

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے فرمایا اور جو (ان میں سے) کافر ہوا میں اسے تھوڑا

قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٢٦﴾

اندکی پس بہ بیچارگی برانم او را بسوے عذاب دوزخ و وے بدجائیست

برتنے دونگا پھر میں اسے دوزخ کے عذاب کی طرف مجبور کرونگا اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے[2]

[1] مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ مقام حضرت ابراہیم کا ہے یہ سنکر حضرت عمر نے عرض کیا پھر کیوں نہ ہم اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنالیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی (بیضاوی) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تین امور میں اپنے رب کی موافقت کی اور میرے رب نے تین امور میں میری موافقت فرمائی ایک مقامِ ابراہیم کی نماز پڑھنے کی جگہ بنانے میں' دوم امہات المؤمنین کے حجاب کے بارے میں اور سوم مجھے یہ خبر پہنچی کہ نبی ﷺ سے بعض ازواجِ مطہرات کی شکر رنجی ہوگئی ہے۔ تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گذار ہوا کہ اگر آپ نے انہیں ناراض کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کیلئے آپ سے بہتر مدارات کرنے والی عورتیں عطا فرمادیگا الخ۔ (بخاری) یہاں عَهِدْنَا بمعنی اَمَرْنَا ہے یعنی ہم نے ان دونوں کو حکم دیا کہ میرے گھر کو نجاستوں سے پاک رکھو۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ جب بندہ طواف کررہا ہوتو وہ طَائِفِيْنَ میں سے ہے جب وہ بیٹھ جائے تو عَاكِفِيْنَ میں سے ہے اور جب وہ نماز پڑھے تو اَلرُّكَّعِ السُّجُوْد میں سے ہے (غرائب القرآن) مروی ہے کہ آسمان سے ۱۲۰ رحمتیں نازل ہوتی ہیں ان میں سے ۶۰ طَائِفِيْنَ کیلئے ۴۰ مُصَلِّيْنَ کیلئے اور ۲۰ نَاظِرِيْنَ کیلئے۔ (صاوی) حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ عاکفون سے مجاورون یعنی وہاں اعتکاف کرنے والے مراد ہیں' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مصلون یعنی وہاں نماز پڑھنے والے مراد ہیں' بعض نے کہا کہ اس سے بغیر طواف کے وہاں بیٹھنے والے مراد ہیں۔ ان تینوں کا معنی قریب قریب ہی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ آیت میں رکوع اور سجود کو ذکر میں خاص کیا گیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں احوال میں نمازی اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ: بالمعنی اس میں اللہ تعالیٰ کے تمام گھر داخل ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے تمام گھروں کو پاک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آیت میں کعبہ کا خصوصیت کیساتھ ذکر اس لئے ہے کہ وہاں اسکے علاوہ اور کوئی اللہ تعالیٰ کا گھر نہ تھا' یا اس لئے کہ یہ گھر دیگر گھروں سے حرمت میں زیادہ ہے۔ (القرطبی) [2] اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور اس شہر کو حرم بنایا کہ اس میں کسی انسان کا خون نہ بہایا جائے' دوسرے پر ظلم نہ کیا جائے اور نہ شکار کیا جائے۔ (جلالین) جب اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیت میں یہ خبر دی کہ ظالموں کو میرا وعدہ نہیں پہنچے گا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواباً عرض کیا یا اللہ ان میں جو اہل ایمان ہوں انہیں رزق عطا فرما۔ (ابن جریر) جواباً اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں رزق ہر ایک کو دونگا کیونکہ رزق دنیوی رحمت کے ماتحت ہے اس لئے اسے امامت پر قیاس نہ کرو۔ (بیضاوی) بَلَدًا اٰمِنًا سے مراد مکہ ہے' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا اپنی ذریت اور مکہ کے رہنے والوں کیلئے کی۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صدقے حَرَمًا اٰمِنًا بنا' یا پہلے سے یہ حَرَمًا اٰمِنًا ہے۔ پہلا قول: مکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے پہلے بھی حَرَمًا تھا۔ آپ نے اس شہر کیلئے جو دعا کی وہ دراصل قحط وغیرہ سے حفاظت کی دعا تھی اور یہ دعا تھی کہ اسکے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق عطا فرمائے۔ دوسرا قول: مکہ آپکی دعا سے پہلے حَرَمًا اٰمِنًا نہ تھا اللہ تعالیٰ نے آپکی دعا کے صدقے مکہ کو حرمت والا اور امن والا شہر بنادیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کو رسول اللہ ﷺ کی دعا کے صدقے حرم بنادیا (القرطبی)

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ

و آنگاه که بلند میکردند ابراہیم بنیاد ہائے خانہ کعبہ و اسماعیل

اور جب ابراہیم و اسمٰعیل خانہ کعبہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٢٧﴾ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا

اے پروردگار ما قبول کن از ما ہر آئنہ توئی شنوای دانا اے پروردگار ما بکن ما را

اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول فرما بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے[۱] اے ہمارے رب! تو ہمیں

مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠ وَاَرِنَا

فرمانبردار خودت و از اولاد ما بکن گروہے منقاد خودت و بنما ما را

اپنا فرمانبردار کر دے اور ہماری اولاد میں سے ایک گروہ کو جھکنے والا بنا دے اور ہمیں

مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٨﴾ رَبَّنَا

طریق عبادت ہائے و بمہربانی باز آ برما ہر آئنہ توئی باز آئندہ مہربان اے پروردگار ما

عبادت کے طریقے سکھا اور ہم پر مہربانی فرما' بیشک تو بہت زیادہ رجوع فرمانے والا مہربان ہے[۲] اے ہمارے رب!

وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ

بفرست درمیان ایشاں پیغامبرے از ایشاں بخواند بر ایشاں آیتہائے تو و بیاموزد ایشاں

تو ان میں ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١٢٩﴾

را کتاب و علم و پاک کند ایشانرا ہر آئنہ تو غالب با حکمت است

کتاب و علم سکھائے اور انہیں پاک کرے' بیشک تو غالب حکمت والا ہے[۳]

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ

و کیست کہ روگرداند از کیش ابراہیم مگر آنکہ خوار ساخت نفس خود را

اور کون ہے جو ابراہیم کی ملت سے منھ پھیرے مگر وہ جو اپنے کو (عقل سے) خالی کر دے

[۱] بیت اللہ کی بنا کا واقعہ یوں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کی تخلیق سے پہلے پانی پیدا کیا تو پانی کے اوپر جھاگ بنا پھر وہ جھاگ پھیل کر زمین کی شکل اختیار کر گیا جس حصے سے جھاگ کی ابتدا ہوئی اسی مقام پر بیت اللہ شریف کی تعمیر ہوئی کیونکہ زمین اپنی پیدائش کے اعتبار سے اول ہے' جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو آپ کو وحشت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی وحشت دور کرنے کیلئے بیت المعمور کو اتارا جو کہ سرخ یاقوت سے بنا ہوا تھا اور اس کے دو دروازے تھے جو سبز زمرد سے بنے ہوئے تھے۔ اس بیت معمور کو اسی جھاگ اٹھنے کی جگہ پر رکھا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام ہند سے چالیس سال میں بیت المعمور کے پاس پہنچے۔ طوفانِ نوح میں اسے ساتویں آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ وہ حصہ خالی تھا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس مقام کی نشاندہی کی جس کے بعد آپ نے کعبہ کی تعمیر کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد دوبارہ اسے قوم عمالقہ نے بنایا۔ اس کے بعد قوم جرہم نے پھر قصی نے اور اس کے بعد قریش نے بنایا' پھر ابن زبیر نے انکی شہادت کے بعد جب منجنیق کی وجہ سے بیت اللہ کو نقصان پہنچا تو حجاج بن یوسف نے اسی طرز سے کعبہ کی تعمیر کی جس طرز پر قریش نے کی تھی اور تعمیر کی یہ صورت اب تک موجود ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ بیت اللہ کو دس نے بنایا (۱) ملائکہ (۲) حضرت آدم علیہ السلام (۳) حضرت شیث علیہ السلام (۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۵) قوم عمالقہ (۶) قصی (۷) قریش (۸) قوم جرہم (۹) ابن زبیر (۱۰) حجاج بن یوسف (صاوی)

[۲] اس آیت میں بعض کی تخصیص اس لئے ہے کہ انکو بتایا جا چکا تھا کہ انکی ذریت میں بعض لوگ ظالم بھی ہونگے یا اس سے مراد امتِ محمدیہ ﷺ ہے۔ اَرِنَا بمعنی عَلِّمْنَا ہے۔ مَنَاسِكَنَا سے مراد شرائع عبادت یا حج کا طریقہ ہے (بیضاوی وجلالین)

[۳] حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ تیسری دعا ہے۔ پہلی دعا رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا الخ' دوسری دعا رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ الخ اور تیسری دعا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا۔ اس ٹکڑے میں دو فریادیں ہیں اول یہ ہے کہ اس ذریت میں ایک رسول مبعوث فرما' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذریت میں حضرت محمد ﷺ کو نبی آخر الزماں بنا کر مبعوث فرمایا۔ رَسُوْلًا سے مراد باجماع مفسرین محمد ﷺ ہیں کیونکہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آمد پر فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا الخ اس آیت میں جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان ہی اوصاف کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ میں کتاب کے معانی اور حقائق مراد ہیں اگرچہ فقط تلاوت بھی مطلوب ہے کیونکہ اس سے بھی دو فائدے حاصل ہوتے ہیں اولاً کتاب تحریفِ لفظی سے محفوظ رہے گی۔ ثانیاً عبادت کا ایک رکن قرأت کی ادائیگی ہوگی لیکن حکمتِ عظمیٰ اور مقصود دلائل واحکام کی تعلیم ہے۔ وَالْحِكْمَةَ کے بارے میں چند اقوال ہیں (۱) قول اور عمل دونوں کی اصابت کو حکمت کہتے ہیں اور یہاں یہی مراد ہے (۲) حضرت وہب نے حضرت مالک سے دریافت کیا کہ حکمت سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا معرفتِ دین اور فقہِ دین مراد ہے (۳) حضرت قتادہ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سنت ہے (۴) حکمت سے مراد ایسے امور ہیں جو حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرے (۵) حکمت سے مراد آیاتِ محکمات ہیں۔ وَيُزَكِّيْهِمْ: رہنمائی کی تکمیل کیلئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے (۱) تَحْلِيَه یعنی اچھی صفات سے مزین ہونا۔ تَخْلِيَه: یعنی بری صفات سے خالی ہونا۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ سے وَالْحِكْمَةَ تک تحلیہ ہے اور وَيُزَكِّيْهِمْ تخلیہ ہے۔ (غرائب القرآن)

وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِی الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ

و هر آئنه برگزیدیم او را در دنیا و هر آئنه او در آخرت از

اور بیشک ہم نے انھیں دنیا میں برگزیدہ کیا اور بیشک وہ آخرت میں

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ

شایستہ گان آنگاہ کہ گفت او را پروردگار او کہ منقاد شو گفت منقاد شدم برائے پروردگار

صالحین میں سے ہونگے [۱] اور جب انکے رب نے ان سے فرمایا کہ گردن جھکاؤ، عرض کی میں نے عالمین کے

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ

عالمہا و وصیت کرد بایں کلمہ ابراہیم پسران خود را و یعقوب

رب کے لئے گردن جھکائی [۲] اور ابراہیم و یعقوب نے اپنے فرزندوں کو اس کلمہ کی وصیت کی

يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ

اے فرزندان من ہر آئنہ خدا برگزیدہ است برائے شما ایں دین را پس ازیں جہاں نروید مگر

اے میرے فرزندو! بیشک اللہ نے تمہارے لئے اس دین کو چن لیا ہے پس اس دنیا سے نہ جانا مگر

مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ

مسلمان شدہ آیا حاضر بودید آنگاہ پیش آمد یعقوب را مرگ

مسلمان ہوکر [۳] کیا تم سب اس وقت حاضر تھے جب یعقوب کے پاس موت آئی

اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِىْ ؕ قَالُوْا

آنگاہ کہ گفت فرزندان خود را چہ چیز را عبادت خواہید کرد بعد از من گفتند

جب اپنے فرزندوں سے کہا میرے بعد تم سب کس کی عبادت کروگے (فرزندوں نے) کہا

نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ

عبادت کنیم معبود ترا و معبود پدران ترا کہ ابراہیم و اسماعیل و

ہم (آپکے بعد) آپکے معبود اور آپکے آباء کے معبود کی عبادت کرینگے (یعنی) ابراہیم اور اسماعیل اور

تفسیر اظہار العرفان

[۱] حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کے دو بیٹے سلمہ اور مہاجر کو اسلام کی دعوت دی اور انہیں بتایا کہ توراۃ میں ہے کہ ذریت اسماعیل میں سے احمد نام کے نبی آخر الزماں تشریف لائیں گے پس جو ان پر ایمان لائیگا وہ ہدایت یافتہ ہوگا اور جو انکار کریگا وہ ملعون ہوگا یہ سن کر سلمہ ایمان لے آئے اور مہاجر نے انکار کیا' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت میں یہود و نصاری اور مشرکین عرب کیلئے توبیخ ہے اور ان کے حال پر تعجب کا اظہار کیا جارہا ہے۔ اَلرَّغْبَةُ اگر اسکا صلہ عَنْ آجائے تو معنی اعراض کرنا ہوگا ورنہ کسی شے کو پسند کرنا معنی ہوگا جیسے رَغِبَ عَنِ الْاَمْرِ اِذَا کَرِهَهٗ یعنی حکم سے اعراض کیا جب اسے ناپسند کیا۔ وَرَغِبَ فِیْهِ اِذَا اَرَادَهٗ اور اسکی چاہت کی جب اسکا ارادہ کیا۔ سَفِهَ متعدی اور لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ متعدی کی صورت میں چند مفہومات ہوسکتے ہیں (۱) سَفِهَ نَفْسَهٗ ای اِسْتَخَفَّهَا یعنی جس نے دینِ ابراہیم کو ہلکا جانا (۲) جَهِلَ نَفْسَهٗ فَلَمْ یُفَکِّرْ فِیْهَا یعنی جو مستقل بیوقوف ہو وہ دینِ ابراہیم پر غور و فکر نہیں کرتا (۳) اَهْلَکَ نَفْسَهٗ وَاَوْبَقَهَا یعنی انہوں نے دینِ ابراہیم کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاک کیا (۴) اَضَلَّ نَفْسَهٗ یعنی جس نے دینِ ابراہیم کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاک کیا' لازم کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ سَفِهَ فِیْ نَفْسِهٖ یعنی جو پیدائشی طور پر بیوقوف ہو۔ (غرائب القرآن)

[۲] یہ فرمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسوقت پیش ہوا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ستارے' قمر اور سورج کے امتحان میں مبتلا ہوئے' ابن کیسان اور کلبی آیت کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کیلئے توحید کیساتھ خاص کرو' بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو خشوع اور خضوع کا حکم دیا۔ جاننا چاہیئے کہ اسلام کلام عرب میں خضوع انقیاد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہر اسلام ایمان نہیں ہے لیکن ہر ایمان اسلام ہے اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے آگے جھکا دیتا ہے' لیکن جو اسلام لایا ہو ضروری نہیں کہ وہ مؤمن بھی ہو اس لئے کہ کبھی تلوار کے خوف سے اپنی گردن جھکا دیتا ہے۔ قدریہ اور خوارج کہتے ہیں کہ اسلام ہی ایمان ہے اس لئے ہر مؤمن مسلم ہے اور ہر مسلم مؤمن ہے۔ انکی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا یعنی دیہاتیوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے آپ فرما دیجئے ابھی تم ایمان نہیں لائے ہاں تم ابھی اسلام لائے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے اس کلام کے جواب میں کہ فلاں کو بھی عطا فرمایئے اس لئے کہ وہ مؤمن ہے' فرمایا: کیا وہ مسلم بھی ہے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہو رہا ہے کہ ایمان اسلام نہیں ہے اور اسلام ایمان نہیں ہے یعنی ان دونوں میں فرق ہے۔ کہا گیا ہے کہ ایمان باطن کا نام ہے اور اسلام ظاہر کا نام ہے' کبھی ایمان کا اطلاق اسلام پر بھی ہوتا ہے اور کبھی اسلام بول کر ایمان مراد لیتے ہیں (القرطبی) [۳] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار بیٹے تھے اسماعیل' اسحاق' مدین اور مدائن۔ بعض کے نزدیک آٹھ اور بعض کے نزدیک چودہ بیٹے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ روبین' شمعون' لاری' یہودا' یشسوخوز' زبولون' ذونی' نفقولی' لودا' اوشیر' بنیامین اور حضرت یوسف علیہ السلام۔ (بیضاوی) شان نزول یہ ہے کہ یہود نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کو نہیں معلوم کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ یہودیت پر قائم رہنا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بیضاوی)

اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٣﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ

اسحق اند عبادت کنیم آں معبود یگانه وما او را منقادیم ایں گروہی است در گذشتند مر ایشاں راست آنچه

اسحاق ان سب کا معبود ایک ہی معبود ہے ہم اسی کیلئے جھکنے والے ہیں ۱؎ یہ ایک گروہ ہے جو گذر چکا ہے ان کیلئے ہے جو انہوں

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٤﴾

کسب کروند و شما را باشد آنچه کردید و شما پرسیده نخواہید شد از آنچه بودند ایشاں که عمل میکردند و

نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم نے کمایا اور تم سے سوال نہ کیا جائیگا جو عمل وہ سب کرتے تھے ۲؎ اور

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۗ

گفتند باشید از جمع یہود یا ترسایاں تا راه یابید بگو بلکه متابعت کنیم کیش ابراہیم

انہوں نے کہا تم سب یہودی ہو جاؤ یا کہا نصرانی ہو جاؤ تا کہ ہدایت یافتہ ہو جاؤ آپ فرما دیجئے بلکہ ہم ملت ابراہیم کی

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٣٥﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ

حنیف شده و نبود از مشرکان بگوئید ایمان آوردیم بخدا وآنچه فرو فرستاده است بسوئے ما و آنچه

پیروی کرتے ہیں جو ہر باطل سے جدا ہے اور وہ مشرکوں سے نہ تھے ۳؎ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو ہماری طرف

اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى

فرو فرستاده است بسوئے ابراہیم واسماعیل واسحق ویعقوب ونبیرۂ او وآنچه داده شدند موسیٰ وعیسیٰ وآنچه داده شدند

اتارا گیا اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور انکے نبیرہ (پوتا نواسا) پر اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو عطا کیا گیا

وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ

وپیغامبران از خدائے تعالیٰ خود جدائی نمی افگنیم میاں از یکے از ایشاں وما او را منقادیم

اور نبیوں کو انکے رب کی طرف سے عطا کیا گیا اور ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان جدائی نہیں ڈالتے اور ہم اسی کیلئے گردن جھکانے والے ہیں ۱؎

لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿١٣٦﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

پس اگر ایمان آوردند بمانند آنچه شما ایمان آورده اید پس ہر آئنه راه یافتند واگر برگشتند پس جز ایں نیست

پس اگر وہ سب ایمان لائیں جیسا کہ تم ایمان لائے تو بیشک وہ سب راہ یافتہ ہوئے اور اگر اعراض کریں تو اسکے سوا کچھ نہیں ہے

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ یعنی تم یعقوب علیہ السلام کے فوت ہونے کے وقت جب انہوں نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی ان کے پاس موجود نہ تھے۔ بعض نے یہ بھی کہا کہ یہ خطاب مؤمنین سے ہے۔ مروی ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہاں کے رہنے والے بتوں اور آگ کی عبادت کرتے ہیں اسوقت آپ نے انہیں اللہ کی عبادت کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے والد تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام چچا تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام دادا تھے ان تینوں کو مجازاً آباء کہہ دیا گیا ہے۔ (غرائب القرآن) عرب والے عم (چچا) کو اَبْ (باپ) کہتے ہیں جس طرح اہل عرب خالہ کو اُم کہہ دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی کا چچا اسکے باپ کا بھائی ہوتا ہے (مظہری)

۲؎ یعنی ابراہیم اور یعقوب ان دونوں کے بیٹے۔ امت در اصل بمعنی مقصود ہے پھر جماعت کو امت کہنے لگے کیونکہ ہر ایک جماعت سے تعلق رکھنے والا گروہ اسکا قصد کرتا ہے ہر ایک کو اسکے عمل کا پھل ملے گا۔ مطلب یہ ہے کہ تم ان کی طرف منسوب ہونے سے ان کے اعمال سے مستفیض نہیں ہو سکتے۔ تمہیں اگر کسی قسم کا فائدہ ہو سکتا ہے تو صرف ان کی پیروی اور موافقت سے' چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے بنی ہاشم جب تم میرے یہاں اپنے انساب پیش کرتے ہو تو دوسرے لوگ اعمال کیوں لائیں اور چونکہ اعمال کا عوض ضرور ملنا چاہیئے لہذا تمہیں بھی انساب چھوڑ کر اعمال پیش کرنے چاہئیں یعنی جس طرح تمہیں ان کے نیک اعمال کے عوض ثواب نہیں ملے گا ویسے ہی انکے گناہوں کا تم سے مواخذہ نہیں کیا جائیگا (بیضاوی) ۳؎ یعنی ان کا مقابلہ ان دونوں قول میں سے ایک ہے۔ یہود کہتے ہیں کہ یہودی ہو جاؤ اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ نصرانی ہو جاؤ۔ حَـنِيْفٌ جو باطل سے جدا ہو اور حق کی طرف مائل ہو یا باطل چھوڑ کر حق کی طرف مائل ہونے والا۔ (بیضاوی وجلالین) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابن صوریا نے نبی ﷺ سے کہا کہ اے محمد ﷺ! جس راستے پر ہم چل رہے ہیں اسکے علاوہ اور کوئی سیدھا راستہ نہیں ہے ہماری اتباع کیجئے اور ہدایت پایئے اور نصاریٰ نے بھی اسی قسم کی باتیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۴؎ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ قُلْ بَلْ مِلَّةَ میں نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے اور قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا میں امت سے خطاب ہے۔ اس آیت میں ایمان باللہ کو مقدم کیا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ معرفتِ نبی اور کتاب معرفتِ رب پر موقوف ہے (غرائب القرآن) چونکہ قرآن پاک کے نزول کا مقصد مومنین کے اعمال کی اصلاح اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہے اس لئے نزول کی نسبت مومنین کی جانب ہے لہذا وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا فرمایا وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى سے مراد توراۃ اور انجیل ہے یہاں اُنْزِلَ کی بجائے اِيْتَاء آیا ہے کیونکہ ان کا جو تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہے وہ تعلق ماسبق سے جداگانہ ہے۔ اَسْبَاطٌ سِبْطٌ کی جمع ہے بمعنی ماخذ یعنی پوتا' مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کے پوتے یا بیٹے اور ان کی اولاد ہیں۔ خلیل کہتے ہیں کہ جس طرح عرب میں قبیلے ہیں ویسے ہی بنی اسرائیل میں اسباط ہوتے ہیں۔ (بیضاوی وغرائب القرآن) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل کتاب توریت کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور مسلمانوں کے سامنے عبرانی زبان میں اسکی تفسیر بیان کرتے تھے اس پر رسول اللہ ﷺ نے (مسلمانوں سے) فرمایا کہ اہل کتاب کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو بلکہ یہ کہہ دیا کرو ہم اس پر ایمان لائے جو اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف نازل فرمائی۔ (بخاری) لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ: فراء نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہم ایسا نہیں کرتے کہ رسولوں میں سے بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ یہود ونصاریٰ نے کیا۔ (القرطبی)

هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١٣٧﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ

ایشاں در مقام خلاف اند پس زود کفایت کند ترا ایشانرا خدا واوست شنوای دانا دین خدا راست ست و

کہ وہ سب مقام اختلاف میں ہیں پس عنقریب اللہ ان سے آپکی کفایت فرمائیگا اور وہی سننے والا جاننے والا ہے اللہ کا دین حق

مَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عٰبِدُونَ ﴿١٣٨﴾ قُلْ أَتُحَآجُّونَنَا

کیست نیکو تر از خدا و ما حق را پرستش کنندگانیم بگو ایا مخاصمت کنید با ما در دین خدا و

ہے اور کس کا دین اللہ کے دین سے بہتر ہے اور ہم حق کی پرستش کرنیوالے ہیں۲ آپ فرمادیجئے کیا تم سب ہم سے اللہ کے دن

فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَآ أَعْمٰلُنَا وَلَكُمْ أَعْمٰلُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ ﴿١٣٩﴾

او پروردگار ما و پروردگار شما است ما راست جزائے اعمال ما و شما را مکافات اعمال شما

کے بارے میں لڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال کے

أَمْ تَقُولُونَ إِنَّ إِبْرٰهٖمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطَ كَانُوا هُودًا

و ما او را مخلصانیم آیا می میگوئید بدرستیکہ ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب و پیغمبر زادگان

مکافات ہیں اور ہم خاص اسی کیلئے ہیں۳ کیا تم کہتے ہو کہ بیشک ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور پیغمبر زادگان دین

أَوْ نَصٰرٰى قُلْ ءَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللّٰهُ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهٰدَةً

بودند بر دین یہود یا در کیش نصرانی بگو آیا شما دانا ترید آیا اللہ و کیست ستمگار تر از آنکس بپوشد گواہی را کہ

یہود پر تھے یا نصرانی پر؛ آپ فرمادیجئے کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ اور کون ہے اس سے بڑا ظالم جو چھپائے گواہی کو جو اسکے

عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٤٠﴾ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا

نزد او ثابت است از خدا و نیست خدا بے خبر از آنچہ میکنید ایں گروہی است در گذشتہ برائے ایشاں است آنچہ کسب

نزدیک ثابت ہے اللہ کی طرف سے اور نہیں ہے اللہ بے خبر جو تم کرتے ہو۴ وہ قوم ایک جماعت تھی جو گذر چکی انہیں وہی ملا جو

مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤١﴾

کردند و شما باشد آنچہ کردید و شما مسئول نمی شوید از آنچہ دیگراں کردہ اند

اس نے خود عمل کیا اور تمہارے لئے جو تم نے کمایا اور سوال نہ کئے جاؤ گے اسکے بارے میں جو دوسرے لوگ عمل کرتے ہیں۵

ع ١٦ ١٢ ١٦

۱ اس آیت میں صحابہ کی مثل ایمان لانے کی ترغیب دی جا رہی ہے یعنی جس طرح اے صحابہ تم ایمان لائے ہو اگر یہ اسی طرح ایمان لے آئیں تو ہدایت یافتہ ہونگے ورنہ گمراہی میں بھٹکتے رہیں گے۔ یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ دینِ اسلام حق ہے اور واحد ہے تو مثل کا کیا معنی ہے یعنی فَإِنْ اٰمَنُوا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ۔ جواب: فَإِنْ اٰمَنُوا کلمہ شک میں واقع ہے جو دلیل ہے کہ امر فرض اور تقدیر پر مبنی ہے یعنی اگر یہود و نصاری کو تمہارے دین کی مثل کوئی دین ملے یا صحت کے اعتبار سے مساوی ملے تو ہدایت یافتہ ہونگے لیکن کوئی دین صحت میں تمہارے دین کی طرح نہیں ہے۔ بعض نے کہا کہ مثل میں با استعانت کیلئے ہے نہ کہ الصادق کیلئے ہے اور تمثیل تصدیق کے درمیان ہے یعنی اگر وہ ایمان میں تمہاری شہادت کی مثل شہادت سے داخل ہوں تو ہدایت یافتہ ہیں (غرائب القرآن) شِقَاقٌ بمعنی مخالفت اس آیت میں مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ وہ اپنے مخالفین سے محفوظ رہیں گے اور انہیں ان پر فتح ہوگی کیونکہ اللہ نے کفایت کی ذمہ داری لے لی ہے۔ (بیضاوی)

۲ صِبْغَةَ اللّٰهِ کے بارے میں کئی اقوال ہیں (۱) صِبْغَةَ اللّٰهِ بمعنی فِطْرَةَ اللّٰهِ۔ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا کہ فطرت حلیہ انسان ہے جیسے صبغہ حلیہ مصبوغ ہے (۲) بمعنی ہدایت اللہ یعنی اس نے اپنی ہدایت کی طرف رہنمائی کی (۳) بمعنی تطہیرہ یعنی اس نے ہمارے دلوں کو ایمان سے دھو کر صاف کر دیا (۴) بطور مشاکلت کے یہ لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ نصاری اپنی اولاد کو معمودیہ نامی زرد رنگ کے پانی میں نہلاتے تھے کہ وہ اس سے پاک ہو جاتے ہیں اور اس سے اسکی نصرانیت مستحکم ہو جاتی ہے (۵) بمعنی حُجَّةُ اللّٰهِ یعنی اللہ کی دلیل ہر اعتبار سے مستحکم ہے اس لئے تمہیں اس پر ایمان لانا چاہیئے (۶) سُنَّةُ اللّٰهِ یعنی یہ اللہ کا دستور ہے کہ اپنے دین کی درستگی کیلئے بعد دیگرے نبیوں کو مبعوث فرما کر ظاہر فرماتا ہے (بیضاوی وغرائب القرآن) صِبْغَةَ اللّٰهِ سے پہلے عَلَيْكُمْ مقدر ہوگا اور معنی یہ ہوگا کہ اللہ کا دین تمام ادیان سے درست ہے اس لئے تم اسے لازم پکڑو۔ (بیضاوی وجلالین) ۳ مروی ہے کہ اہل کتاب نے کہا کہ سارے انبیاء ہم میں سے ہوئے ہیں اگر آپ نبی ہوتے تو عرب سے نہ ہوتے بلکہ ہم میں سے ہوتے کیونکہ ہم اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاؤُهٗ یعنی اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور مشرکین عرب نے جھگڑتے ہوئے کہا کہ نبی ہم میں سے ہونے چاہئیں۔ لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ یعنی ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا تب یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں باور کرایا گیا کہ نبوت کسی قوم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے (بیضاوی وغرائب القرآن) ۴ مطلب یہ ہے کہ یہود کی جانب سے حجت فی اللہ ہے یا انبیاء علیہم السلام پر یہودیت و نصرانیت کا ادعا ہے۔ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہودیت اور نصرانیت دونوں کی نفی فرمائی اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ یہودی تھے اب تم ہی بتاؤ کہ اللہ زیادہ جانتا ہے یا یہود۔ توراۃ، انجیل اور قرآن تینوں میں فرمادیا گیا کہ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا۔ اب اہل کتاب اس مسئلہ کو چھپا رہے ہیں اس لئے اللہ نے فرمایا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کی شہادت کو چھپائے۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ ہر وعید کیلئے یہ کلام جامع ہے (بیضاوی وغرائب القرآن) ۵ تکرار آیت انہیں اس بات سے سخت ڈرانے اور اس پر ڈانٹ پلانے کیلئے ہے جو آباء واجداد پر افتخار واعتماد کرکے عمل چھوڑ بیٹھے تھے۔ بعض نے کہا کہ اس میں تکرار نہیں ہے بلکہ پہلی آیت میں یہود سے خطاب ہے اور اس آیت میں ہم مسلمانوں کو ان کی اقتداء سے ڈرایا گیا ہے۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ پہلی آیت میں تِلْكَ اُمَّةٌ سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور اس آیت میں تِلْكَ اُمَّةٌ سے مراد اسلاف، یہود اور نصاری ہیں (بیضاوی) سامعِ اگر کند ذہن ہو تو تکرار کلام اس کیلئے ابلغ ہوتا ہے تاکہ اقامتِ حجت ہو جائے۔ (صاوی)

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ

خواہند گفت بے خبراں از مردمان چہ چیز برگردانید ایشانرا

عنقریب لوگوں میں سے بے خبر لوگ کہیں گے کس نے پھیرا انہیں انکے قبلہ سے

الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ یَهْدِیْ

ازیں قبلہ ایشاں کہ بودند براں بگو خدا راست مشرق و مغرب رہ نماید ہرکرا خواہد بسوے راہ

جس پر یہ تھے آپ فرما دیجئے اللہ ہی کیلئے مشرق اور مغرب ہے جسے چاہے (اسے) سیدھی راہ دکھاتا

مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً

راست و ہمچناں ساختیم شما را گروہے مختار تا باشید

ہے [1] اور اسی طرح ہم نے تمہیں پسندیدہ جماعت بنائی تاکہ تم

وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ

گواہ بر مردمان و تا باشد رسول بر شما گواہ

لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور تاکہ رسول تم پر گواہ ہو جائیں [2]

شَهِیْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ

و مقرر نکردیم آں قبلہ را کہ بودی براں مگر برائے آنکہ بدانیم کسیرا

اور ہم نے مقرر نہ کیا اس قبلے کو جس پر تو تھا مگر اس لئے تاکہ ہم ظاہر کر دیں کون

یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ

کہ پیروی پیغمبر کند جدا از آنکس کہ باز گردد بر دو پاشنہ خود و ہر آئنہ است

رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون (انکی پیروی سے) پھرتا ہے اپنے دونوں ایڑیوں کے بل اور بیشک

لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ

ایں خصلت دشوار مگر بر آنانکہ راہ نمود است خدا و خدا

یہ خصلت دشوار ہے مگر ان لوگوں پر جنہیں اللہ نے ہدایت دی اور اللہ

تفسیر ظہر العرفان

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سفہاء سے مراد یہود ہیں کیونکہ انکی خواہش تھی کہ نبی کریم ﷺ انکے قبلہ کی پیروی کرتے رہیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سفہاء سے مراد مشرکین عرب ہیں کیونکہ تحویلِ قبلہ کے بعد یہ لوگ کہنے لگے کہ محمد ﷺ نے ہمارے دین سے تو انکار کر دیا لیکن ہمارے قبلہ کی پیروی کرتے ہیں۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ سفہاء سے مراد منافقین ہیں کیونکہ تحویلِ قبلہ کے بعد یہ لوگ استہزاء کرتے تھے۔ انکا کہنا تھا کہ ہم قبلۂ یہود [جو مغرب کی جانب تھا] اور قبلۂ نصاری [جو مشرق کی جانب تھا] جانتے ہیں ان دو قبلہ کے علاوہ تیسرا قبلہ نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نے انکے قول کو رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مشرق اور مغرب اللہ ہی کیلئے ہے۔ اس لئے وہ جس جانب چاہے قبلہ بنادے۔ (غرائب القرآن) صراط سیدھے راستے کو کہتے ہیں اسی وجہ سے صراط کے ساتھ مستقیم کا لفظ اکثر آتا ہے۔ سبیل کے معنیٰ بھی راستہ ہے لیکن یہ اس راستے کو کہتے ہیں جس میں سہولت موجود ہو' خواہ وہ راستہ سیدھا ہو یا نہ ہو۔ طریق کے معنیٰ بھی راستہ ہے لیکن طریق راستہ کے اس حصے کو کہتے ہیں جس پر انسان اپنا قدم رکھتا ہے۔ (مفردات)

[2] وسطاً دراصل اسم مکان ہے ایسی درمیانی جگہ کو کہتے ہیں جسکے ہر جانب کا فاصلہ مساوی ہو' پھر خصائل محمودہ کیلئے اسے بطور استعارہ استعمال کیا جانے لگا۔ اس لئے کہ اچھے خصائل افراط و تفریط کے درمیان ہی ہوتے ہیں جیسے جود اسراف اور بخل کے درمیانی درجے کا نام ہے پھر اسکا اطلاق اس شخص پر ہونے لگا جو خصائل محمودہ سے آراستہ ہو۔ (بیضاوی) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا: یعنی جس طرح کعبہ زمین کے وسط میں ہے اسی طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا' مطلب یہ ہے کہ یہ امت نصاریٰ کی طرح انبیاء علیہم السلام کے باب میں غلو نہیں کریگی اور یہود کی طرح انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی نہیں کریگی۔ حدیث میں ہے کہ خیر الامور درمیانہ ہے۔ لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا جائیگا۔ آپ عرض کرینگے اے میرے رب! میں حاضر ہوں' اللہ تعالیٰ فرمائیگا کیا آپ نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ آپ عرض کرینگے جی ہاں۔ پھر انکی امت سے پوچھا جائیگا کیا تم سب تک میرا پیغام پہنچا تھا۔ امت جواب دیگی ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا پھر اللہ تعالیٰ فرمائیگا [اس پر اے نوح آپ کے پاس] کیا ثبوت ہے کہ آپ نے ان سب تک میرا پیغام پہنچایا۔ آپ عرض کرینگے یا اللہ! حضرت محمد ﷺ اور انکی امت اس پر گواہ ہیں' یہ ہے اس آیت کا مطلب۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک جنازہ گذرا تو لوگوں نے اسکی تعریف کی یہ سنکر آپ نے فرمایا: واجب ہوئی' واجب ہوئی' واجب ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور جنازہ گذرا تو لوگوں نے اسکی برائی کی تو آپ نے فرمایا واجب ہوئی' واجب ہوئی' واجب ہوئی۔ اسکے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسکی تم لوگوں نے تعریف کی اس پر جنت واجب ہوئی اور جس شخص کی تم لوگوں نے برائی بیان کی اس پر جہنم واجب ہوئی اس لئے کہ تم سب زمین میں اللہ کے گواہ ہو' تم سب زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ (القرطبی) جاننا چاہیئے کہ حاملانِ عرش کا قبلہ عرش ہے' ملائکہ بررہ کا قبلہ کرسی ہے' ملائکہ سفرہ کا قبلہ بیت المعمور ہے' مؤمنین کا قبلہ کعبہ ہے اور متحرین کا قبلہ حق ہے۔ عرش کی تخلیق نور سے ہے' کرسی کی تخلیق موتیوں سے ہے' بیت المعمور کی تخلیق یاقوت سے ہے اور کعبہ کی تخلیق پانچ پہاڑوں سے یعنی سینا' زیتا' جودی' لبنان اور حراء سے۔ گویا کہ اشارہ ہے اگر تم ان پانچ پہاڑ جتنے گناہ بھی لیکر حج کرنے آؤ گے یا اسکی جانب رخ کرکے نماز پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرما دیگا (غرائب القرآن)

لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤٣﴾ قَدْ

ضائع نمی سازد گرویدن شما ہر آئنہ خدا بمردماں مہرباں و بخشائندہ است تحقیق

ضائع نہ فرمائے گا تمہارے ایمان کو بیشک اللہ لوگوں پر نہایت رحم فرمانے والا مہربان ہے ۱ تحقیق

نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً

می بینم گشتن روے تو در آسمان پس البتہ متوجہ گردانیم بآں قبلہ

ہم دیکھ رہے ہیں تمہارے چہرے کا پھیرنا آسمان کی جانب پس ضرور ہم متوجہ کرینگے اس قبلہ کی جانب

تَرْضٰىهَا ۖ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَحَيْثُ

کہ خشنود شوی بآں پس متوجہ گردان روے خودرا بطرف مسجد حرام و ہر جا کہ باشید

جس قبلہ پر آپ خوش ہو جائیں پس اپنے چہرے کو متوجہ کریں مسجد حرام کی جانب اور جس جگہ تم رہو

مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

متوجہ گردانید روے خود را بطرف وے و ہر آئنہ اہل

متوجہ کر لو اپنے چہرے کو اسکی جانب اور بیشک اہل

الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ

کتاب میدانند کہ ایں راست ست از پروردگار ایشاں و نیست خدا بے خبر

کتاب جانتے ہیں کہ یہ حق ہے انکے رب کی طرف سے اور نہیں ہے اللہ بے خبر

عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٤﴾ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ

از آنچہ میکنند و اگر بیاری پیش اہل کتاب ہر

اس سے جو وہ سب کرتے ہیں ۲ اور اگر آپ لائیں اہل کتاب کے سامنے ہر

اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا

نشانی ہر گز پیروی نکنند قبلہ ترا و نیست تو پیروی کنندہ قبلہ ایشاں و نیستند

نشانی ہرگز وہ پیروی نہ کرینگے آپکے قبلہ کی اور نہیں ہیں آپ پیروی کرنے والے انکے قبلہ کی اور نہیں ہیں

تفسیر اظہار العرفان

۱ جب نبی کریم ﷺ کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے لگے تو کچھ لوگ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے بھائی جو تحویلِ قبلہ سے پہلے نماز پڑھتے پڑھتے وصال فرما گئے انکا کیا حال ہوگا۔ اس پر وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ نازل ہوئی۔ (بیضاوی) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس جگہ لِنَعْلَمَ بمعنی لِنَرٰى ہے کیونکہ اہل عرب علم کو رویت کی جگہ رکھتے ہیں اور کبھی رویت کو علم کی جگہ رکھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ یعنی کیا آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے رب نے کیسا کیا۔ بعض نے کہا کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ”تاکہ تم جان لو ہمیں تو یہ معلوم ہی ہے کہ منافقین شک میں پڑے ہیں“۔ واضح رہے کہ منافقین کا یہ عقیدہ تھا کہ اشیاء کے ظہور سے پہلے انکا علم اللہ تعالیٰ کو [معاذ اللہ] نہیں ہوتا ہے، بعض نے اسکا یہ مطلب بیان کیا کہ ”ہم اہل یقین اور اہل شک کو جدا کریں“ بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ ”محمد ﷺ جان لیں“۔ (القرطبی) اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ: مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو اجر کو ضائع کریگا اور نہ ہی لوگوں کی اصلاح کرنا چھوڑیگا [رؤف اور رحیم میں فرق] رحیم مہربانی کرنے والے کو کہتے ہیں اور رؤف بہت زیادہ مہربانی کرنے والے کو کہتے ہیں، رحمت کبھی کسی مصلحت کے پیش نظر کراہت میں واقع ہوتی ہے جبکہ رأفت کراہت میں واقع نہیں ہوتی ہے۔ (غرائب القرآن)

۲ قد یہاں تحقیق کیلئے ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قد یہاں تکثیر کیلئے ہو۔ یعنی آپ کا بار بار آسمان کی جانب چہرہ اٹھانا رب دیکھ رہا ہے۔ (صاوی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے جبرائیل میری خواہش ہے کہ ہمارا قبلہ ان یہودیوں کے قبلہ کی جانب سے کسی اور جانب پھیر دیا جائے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ سنکر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میری بھی یہی خواہش ہے۔ اسکے بعد نبی کریم ﷺ بار بار آسمان کی جانب اس امید سے دیکھ رہے تھے کہ شاید جبرائیل کوئی پیغام لے کر آئے۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے۔ (غرائب القرآن) ۱۵ رجب المرجب ۲ ہجری واقعہ بدر سے دو ماہ پہلے آپ نے صحابہ کے ساتھ دو رکعت نماز ظہر ادا فرمائی تو آپ نماز ہی میں کعبہ کی طرف میزاب کی جانب پھر گئے۔ جس جگہ مرد تھے وہاں عورتیں آگئیں اور جہاں عورتیں تھیں ان صفوں میں مرد آ گئے۔ اس لئے اس مسجد کا نام قبلتین رکھا گیا۔ (بیضاوی) اس میں اختلاف ہے کہ بیت المقدس کی جانب کتنے عرصے نماز پڑھی گئی اس میں سات اقوال ہیں۔ (۱) ۹ ماہ (۲) دس ماہ (۳) تیرہ ماہ (۴) سولہ ماہ (۵) سترہ ماہ (۶) ۱۸ ماہ (۷) پورے دو سال (غرائب القرآن) شطر اصل میں اس شے کو کہتے ہیں جو کسی شے سے علیحدہ ہو جائے چنانچہ عرب والے دار الشطور اس گھر کو کہتے ہیں جو دوسرے گھروں سے جدا ہو پھر جانب کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اگرچہ وہ جانب علیحدہ نہ ہو جیسے شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ (بیضاوی) قِبْلَةً تَرْضٰىهَا کا مفہوم یہ ہے کہ بحسب طبع آپ جو پسند فرمائیں وہی آپ کا قبلہ ہوگا۔ ورنہ نبی کریم ﷺ کی شان یہ تھی کہ اوامرِ الٰہی کو مطلقاً پسند فرماتے تھے لیکن جب اس پسند میں طبع کی بھی موافقت ہوگئی تو اب یہ ادب ہوگا۔ (صاوی) یہ جملہ انکے علم کیلئے ہے کیونکہ اللہ کے دستور میں سے ہے کہ ہر شریعت کو قبلہ کے ساتھ خاص کیا اور اس بات کی تفصیل انکی کتابوں میں موجود ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے۔ (بیضاوی) وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ الخ متقین کیلئے وعدہ ہے اور معاندین کیلئے وعید ہے کیونکہ متقین کو انکے عمل کا بدلہ عطا فرمائے گا اور معاندین کو انکے عمل کی سزا عطا فرمائے گا گویا کہ دونوں کے عمل سے باخبر ہے۔ (غرائب القرآن) علمائے تفسیر کہتے ہیں کہ یہ آیت نزول کے اعتبار سے سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ پر مقدم ہے۔ (القرطبی)

بَعْضُهُم بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم

بعض ایشاں پیروی کنندہ قبلہ بعض دیگر اگر پیروی کنی خواہش ہاے ایشانرا

ان کے بعض پیروی کرنے والے بعض کے قبلہ کی ۔ اگر تو پیروی کرے انکے خواہشات کی

مِّن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ إِنَّكَ إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴۵﴾

بعد آنکہ آمدہ است بتو از دانش ہر آئنہ تو باشی آنگاہ از ستمگاران

بعد اسکے کہ تمہارے پاس علم آیا بیشک تو اسوقت ظلم کرنے والوں میں سے ہو گا ۱

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ ۖ وَ

کسانیکہ دادہ ایم ایشانرا کتاب می شناسند ویرا چنانکہ می شناسند فرزندان خویش را و

جنہیں ہم نے کتاب دی وہ سب انہیں (ایسے) پہچانتے ہیں جیسے اپنے فرزندوں کو پہچانتے ہیں اور

إِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۴۶﴾

ہرآئنہ گروہ از ایشاں می پوشند حق را دانستہ

بیشک ان میں سے ایک گروہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے ۲

الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿۱۴۷﴾ وَلِكُلٍّ

ایں راست ست از پروردگار تو پس مباش از شک آرندگاں و ہر کسے را

یہ حق ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے پس نہ ہو جاؤ شک لانے والوں میں سے ۳ اور ہر ایک کیلئے

وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا

جانبے ہست کہ وی متوجہ آنست پس شتاب کنند بسوے نیکیہا ہر جا کہ باشید

ایک جہت ہے جسکی طرف وہ متوجہ ہوتا ہے پس جلدی کرو نیکیوں کی طرف ۔ جس جگہ تم رہو

يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۴۸﴾

بیارد شما را خدا جمع ساختہ ہر آئنہ خدا بر ہمہ چیز تواناست

اللہ تم سب کو جمع کر کے لائیگا بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۴

۱ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ الخ سے بر سبیل فرض خطاب ہے۔نہ آپ انکی پیروی کریں گے اور نہ آپ کیلئے یہ وعید ہے۔ جیسے قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِيْنَ. رحمٰن کیلئے کبھی ولد ثابت نہ ہوگا اس لئے آپ بھی اللہ کے سوا کسی کی عبادت بھی نہ کرینگے یا یہ خطاب بواسطہ نبی ﷺ کے امت سے ہے جیسے یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ ۔(غرائب القرآن) جاننا چاہیئے کہ اس آیت میں خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے لیکن مراد آپکی امت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق آ جانے کے بعد جو اپنی خواہش کی پیروی کریگا وہ ظالموں میں سے ہوگا۔ نبی کریم ﷺ ایسے افعال کے مرتکب ہو ہی نہیں سکتے جس سے ظالم ہونا لازم آئے اس لئے کہ آپ ﷺ معصوم عن الخطاء ہیں۔ (القرطبی)

۲ یعنی اہل کتاب کے علماء محمد ﷺ کی نبوت اور آپکے نبی ہونے کو خوب پہچانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ رسول ﷺ کو بیٹے کی طرح کس طرح پہچانتے ہیں۔فرمایا جب میں نے رسول ﷺ کو دیکھا تو فوراً ایسے پہچان لیا جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہوں بلکہ اپنے بیٹے سے بھی زیادہ کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت میں کوئی شک نہیں ہے اور اپنے بیٹے کے بارے میں کوئی تحقیق نہیں شاید اسکی ماں نے خیانت کی ہو یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپکے سر کو بوسہ دیا۔ (غرائب القرآن) وَاِنَّ فَرِيْقًا الخ میں اہل کتاب کے ایک گروہ کو حق چھپانے کا مجرم قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان میں ایک گروہ وہ بھی تھا جنہوں نے حق کو چھپایا نہیں بلکہ اسے قبول کیا جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔

۳ اس آیت میں درحقیقت نبی کریم ﷺ کو شک سے منع فرمانا مراد نہیں ہے اس لئے کہ آپ سے ایسی توقع تھی ہی نہیں نیز نہی ایسے فعل کی ہوتی ہے جس میں آدمی کو اختیار ہو اور شک کا وجود و عدم دونوں اختیار سے خارج ہیں۔اس لئے شک سے منع فرمانا نہیں بن سکتا ہے اور یہ معنی بھی ہے کہ حق ایسی شے ہے کہ اس میں صاحب نظر کو شک کی گنجائش ہی نہیں یا یہ کہا جائے کہ امت کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ عارفین کی صحبت اختیار کریں اور معارف کو حاصل کریں تا کہ شک کے دائرہ سے نکل جائیں۔(بیضاوی) ۴ ہر قوم اور ہر جماعت کا ایک قبلہ ہے اور ایک سمت ہے۔ جہت اس جانب کو کہتے ہیں جس طرف منہ کرتے ہیں۔ اجزا مجتمع ہوں یا متفرق اللہ تعالیٰ محشر میں سب روحوں کو بدلہ دینے کیلئے جمع فرمائے گا۔ یا اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا سے مراد ہے کہ زمین کی گہرائی میں ہو یا پہاڑ کی چوٹی پر بہر حال اب وہ تم سب کی روحوں کو قبضہ فرمائے گا یا يَاْتِ بِكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ سفر میں جب قبلہ کا علم نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ تمہاری نماز قبلہ ہی کی طرف کر دے گا گویا کہ کعبہ کی طرف پڑھی ہے۔(بیضاوی) وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ کے تحت بعض نے کہا ہے کہ مقربین کا قبلہ عرش ہے، روحانین کا قبلہ کرسی ہے، انکرو بیین کا قبلہ بیت المعمور ہے، آپ سے پہلے انبیاء کا قبلہ بیت المقدس تھا۔آپ ﷺ کا قبلہ کعبہ ہے بلکہ آپ کے جسم کا قبلہ کعبہ ہے اور آپ کی روح کا قبلہ اللہ ہے۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دلیل پکڑتے ہیں کہ نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ تاخیر افضل ہے کیونکہ اس طرح انتظار کی فضیلت بھی حاصل ہوگی اور زیادہ سے زیادہ لوگ جماعت میں شامل ہونگے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فجر خوب اجالا کر کے پڑھو کیونکہ یہ اجر میں عظیم ہے۔(غرائب القرآن) اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ اللہ تمہیں مارنے، دوبارہ زندہ کر کے جمع کرنے اور جزا و سزا دینے پر قادر ہے۔(صاوی)

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

و هر جا که روی پس متوجه کن روے خودرا جانب مسجد

اور جس جگہ سے بھی تو نکلے پس اپنے چہرے کو متوجہ کرلو مسجد

الْحَرَامِ ؕ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

حرام و ہر آئنہ وے راست ست از خداے تو و نیست خدا بے خبر از آنچہ

حرام کی جانب اور بیشک وہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے اور نہیں ہے اللہ بے خبر اس سے جو

تَعْمَلُونَ ﴿١٤٩﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

میکنید و هر جا که روی پس متوجه کن روے خودرا جانب

عمل تم کرتے ہو ۱ اور جس جگہ سے بھی تو نکلے اپنے چہرے کو متوجہ کر لو

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۙ

مسجد کعبه و هر جا که باشید متوجه کن روے خودرا جانب وے

مسجد کعبہ کی جانب اور جس جگہ بھی تم رہو متوجہ کر لو اپنے چہرے کو اسکی جانب

لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا

تا نباشد مردمانرا بر شما الزام مگر آنانکه ستم کرده اند

تا کہ نہ رہے لوگوں کیلئے تم پر (کوئی) حجت مگر وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا

مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي ۚ وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ

ازیں جماعت پس مترسید ازیں جماعت و بترسید ازمن و تا تمام کنم نعمت خودرا بر شما

اس جماعت میں سے پس نہ ڈرو اس جماعت سے اور ڈرو مجھ سے اور تا کہ میں اپنی نعمت پوری کروں تم پر

وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٠﴾ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ

و شاید که شما راه یابید چنانکه فرستادیم درمیان شما پیغابرے از شما

اور تا کہ تم راہ پا لو ۲ جیسا کہ ہم نے بھیجا تمہارے درمیان تم میں سے ایک رسول

۱ جاننا چاہئے کہ امر تولیہ یعنی کعبہ کی طرف متوجہ ہونے کا بیان تین مرتبہ آیا ہے۔ علمائے کرام اسکے مختلف اسباب بیان فرماتے ہیں یہاں چھ اسباب بیان کئے جاتے ہیں' پہلا سبب: پہلی آیت جو لوگ مسجدِ حرام میں موجود ہوں ان پر محمول ہے۔ دوسری آیت مسجدِ حرام میں موجود نہ ہوں مگر شہر مکہ ہی میں موجود ہوں انکے بارے میں ہے۔ تیسری آیت غیر مکی کیلئے ہے۔ دوسرا سبب: پہلی آیت کو دوسری آیت سے مئوکد کیا گیا ہے جبکہ تیسری آیت میں غرض بیان کی گئی ہے یعنی لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ. تیسرا سبب: پہلی آیت سے یہ وہم ہوسکتا تھا کہ تحویلِ قبلہ محض ہوائے نفس کی خاطر ہے یعنی قِبْلَةً تَرْضٰهَا سے دوسری آیت میں اس وہم کو ختم کیا گیا اور بتا دیا گیا کہ ہمارے نبی ﷺ کی خواہش بھی وہی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ تیسری آیت میں غرض کا بیان ہے۔ چوتھا سبب: پہلی آیت میں تعمیم احوال [عام حالتوں] کا بیان ہے دوسری آیت میں تعمیم امکنہ [عام جگہوں] کا بیان ہے اور تیسری آیت میں تعمیمِ ازمنہ [عام زمانہ] کا بیان ہے۔ پانچواں سبب: شریعتِ اسلامیہ میں یہ پہلا نسخ تھا۔ اس لئے تکرار کے ذریعے اسکی تاکید کی گئی تا کہ انکار کی گنجائش نہ رہے۔ چھٹا سبب: پہلی آیت تکلیفِ خاص یعنی نبی کریم ﷺ سے متعلق ہے۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ دوسری آیت تکلیفِ عام یعنی امتی سے متعلق ہے وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۔ تیسری آیت اخص سے متعلق ہے یعنی ماسوا اللہ کے دنیا کی تمام چیزوں سے رشتہ توڑ کر اسکی جانب متوجہ ہو جاؤ۔ یہ طریقہ سنتِ خلیل الرحمن ﷺ ہے کیونکہ آپ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ [بیشک میں نے اپنا چہرہ اسکے لئے جھکا دیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا] پڑھتے تھے۔ و اللہ تعالیٰ اعلم بحقائق الامور . (غرائب القرآن) ۲ لِئَلَّا يَكُوْنَ الخ تحویلِ قبلہ کی غرض بیان کی جارہی ہے۔ یہود توراۃ میں نبی آخر الزمان ﷺ کی علامتوں میں سے یہ علامت پڑھتے آرہے تھے کہ ذو قبلتین ہونگے۔ اس لئے قبلہ تبدیل کر کے حجت مکمل کردی گئی تا کہ آپ کے نبی آخر الزماں ہونے میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ الخ یعنی تم انکی طعن و تشنیع سے خوف نہ کھاؤ۔ یہ تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ الخ حدیث میں ہے کہ نعمت کا پورا ہونا جنت میں داخل ہونا ہے اور جہنم سے خلاصی پانا ہے۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ نعمت کی تکمیل اسلام پر مرنا ہے۔ یہ آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ [آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین] سے منافی نہیں ہے کیونکہ یہاں تمامِ نعمت قبلہ سے متعلق ہے جبکہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ الخ میں تمامِ نعمت دین سے متعلق ہے۔ اسکا مفہوم یہ ہے کہ میں نے اپنی نعمت دنیا میں حصول شرف اور آخرت میں فوز و ثواب سے مکمل کی' یا اسکا مفہوم یہ ہے کہ میں نے دعائے خلیل مکمل کر دی' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ [اور ہماری اولاد میں سے ایک گروہ جھکنے والا] یا اسکا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ جیسے ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا ویسے ہی ایک عظیم رسول بھیج کر اپنی نعمت مکمل کر دی (بیضاوی و غرائب القرآن) زجاج اسکا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قبلہ کی پہچان کرا کے اپنی نعمت مکمل کی' سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت بندہ پر اس وقت مکمل ہوگی جب اللہ تعالیٰ اس بندہ کو جنت میں داخل فرمائیگا۔ (القرطبی)

يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ

می خواند بر شما آیتہا ما و پاک گرداند شما را و می آموزد شما راکتاب

جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٥١﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ

و حکمت و می آموزد شما را آنچہ نمی دانستید پس یاد کنید مرا

سکھاتا ہے اور تمہیں وہ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے [1] پس یاد کرو مجھے

اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿١٥٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

تا یاد کنم شما را و سپاس گوئید مرا و ناسپاسی من مکنید اے مسلمانان

تا کہ میں یاد کروں تمہیں اور شکر ادا کرو میرا اور میری ناشکری نہ کرو [2] اے مسلمانو!

اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٣﴾

مدد جوئید بصبر و نماز ہر آئنہ خدا باصابران است

مدد طلب کرو صبر اور نماز سے بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے [3]

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ

و مگوئید کسیرا کہ کشتہ شود در راہ خدا کہ ایشاں مردگانند بلکہ ایشاں زندہ اند

اور نہ کہو اسے مردہ جو اللہ کی راہ میں مارا جائے بلکہ وہ سب زندگانی (میں) ہوئے

وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿١٥٤﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ

و لیکن شما آگاہ نشوید و ہر آئنہ بیاز مائیم شما را بچیزے از ترس

لیکن تمہیں شعور نہیں [4] اور ضرور ہم تمہیں آزمائینگے کچھ چیزوں سے (مثلاً) خوف سے

وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۭ

و گرسنگی و نقصان مالہا و جانہا و میوہ ہا

اور بھوک سے اور مالوں کے نقصان سے اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے

[1] یعنی ہم نے تم میں ایک ایسے رسول کو بھیجا جن کی صداقت کو تم خوب پہچانتے ہو۔ (القرطبی)

[2] ذکر کی تین قسمیں ہیں (۱) ذکر باللسان اور یہ اللہ کی حمد کرنا، اسکی تسبیح کرنا، اسکی پاکی بیان کرنا اور کتاب اللہ کی تلاوت کرنا ہے (۲) ذکر بالقلب اور وہ یہ ہے اللہ کی ذات وصفات کے دلائل پر غور وفکر کرنا، طاعنین [دین میں طعنہ کرنے والے] کے شبہ کے جواب کیلئے غور وفکر کرنا، اوامر و نواہی کے دلائل کی کیفیت پر غور وفکر کرنا اور اسرار مخلوقات پر غور وفکر کرنا یہاں تک کہ موجد [پیدا کرنے والے] کی طرف ذرہ برابر بھی شبہات باقی نہ رہے (۳) ذکر بالجوارح اور وہ یہ ہے کہ مامور بہا پر عمل کرنا اور منہی عنہا یعنی جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے اس سے اپنے آپ کو روک لینا۔ اسی وجہ سے اللہ نے نماز کو ذکر فرمایا ہے فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ نمازِ جمعہ کیلئے سعی کرو۔ اس تقسیم کے بعد حاصل یہ ہوا کہ (الف) تم مجھے میری اطاعت کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں اپنی رحمت سے یاد کرونگا (ب) تم مجھے دعا سے یاد کرو میں تمہیں قبولیت سے یاد کرونگا (ج) تم مجھے دنیا میں یاد کرو میں تمہیں آخرت میں یاد کرونگا (د) تم مجھے خلوات میں یاد کرو میں تمہیں فلوات میں یاد کرونگا (ھ) تم مجھے رخا [سہولت] میں یاد کرو میں تمہیں بلا [مصیبت] میں یاد کرونگا (و) تم مجھے مجاہدہ میں یاد کرو میں تمہیں ہدایت میں یاد کرونگا (ز) تم مجھے صدق واخلاص میں یاد کرو میں تمہیں خلاص اور مزید اختصاص میں یاد کرونگا (ح) تم مجھے عبودیت میں یاد کرو میں تمہیں ربوبیت میں یاد کرونگا (ط) تم مجھے فنا میں یاد کرو میں تمہیں بقا میں یاد کرونگا (غرائب القرآن)

[3] انسان کی دو حالتیں ہیں (۱) راحت و آرام (۲) تکلیف و پریشانی۔ پہلی صورت میں اللہ کا شکر ادا کرنے کا حکم ہے جبکہ دوسری صورت میں صبر اور نماز سے مدد طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ انسان خوشی ہو یا غمی ہر حال میں اللہ کا ہو کر رہے۔ صبر سے مراد روزہ ہے بعض نے اگلی آیت یعنی لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ الخ کے تحت کہا ہے کہ صبر سے مراد جہاد ہے۔ (غرائب القرآن) [4] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت شہدائے بدر کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ بدر میں ۱۴ مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں سے ۶ مہاجرین اور ۸ انصار میں سے تھے۔ مفسرین کرام کا اس میں اختلاف رہا ہے کہ اللہ انہیں فی الحال زندہ فرما دیتا ہے یا بعد میں اکثر مفسرین اس جانب گئے ہیں کہ یہ احیاء فی الحال ہے۔ اللہ تعالیٰ شہداء کے اجزا کو جمع فرما کر انہیں زندہ کرتا ہے اور جنت کی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ اسی لئے اربابِ قلوب قبورِ شہداء کی ہمیشہ زیارت کرتے رہتے ہیں اور اسکی تعظیم کرتے ہیں۔ (غرائب القرآن) علماء کی ایک جماعت اس جانب گئی ہے کہ آیت میں جس حیات کا ذکر ہے وہ حیات شہداء کے ساتھ خاص ہے لیکن میرے نزدیک ایسا نہیں ہے بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ قوی ہے اور انکے حیات کے آثار شہداء کی نسبت زیادہ ظاہر ہیں یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے وصال کے بعد انکی بیویوں سے نکاح جائز نہیں ہے لیکن شہداء کی بیویوں سے نکاح جائز ہے۔ انبیاء علیہم السلام، شہداء اور بعض صلحاء کی حیات پر یہ دلالت بھی موجود ہے کہ انکے جسموں کو زمین نہیں کھاتی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا حرام کیا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا کہ حامل قرآن کے جسموں کو کھائے۔ (مظہری)

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا

و بشارت دہ صابران را آنانکہ چوں برسد بدیشاں مصیبت گفتند

اور بشارت دیجئے صابروں کو ۱ کہ جب انہیں مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ

ہر آئنہ ما از خدائیم و ہر آئنہ ما بسوے وے باز خواہیم گردید ایں گروہ بر ایشاں است درودہا از

بیشک ہم اللہ کیلئے ہیں اور بیشک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ۲ یہ گروہ ہے کہ ان پر صلوات ہیں

رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ

پروردگار ایشاں و بخشایش و ایشانند راہ یافتگاں ہر آئنہ صفا و مروہ

انکے رب کی طرف سے اور رحمت اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں ۳ بیشک صفا اور مروہ

مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ

از نشانہاے خداست پس ہر کہ حج خانہ کعبہ کند یا عمرہ بجا آرد پس نیست بزہ

اللہ کے نشانیوں میں سے ہے پس جو کوئی خانہ کعبہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو کوئی گناہ نہیں ہے

عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ

بروے در آنکہ طواف کند درمیان ایں ہر دو و ہر کہ نیکی بجا آورد نیکوئی را پس ہر آئنہ خدا

ان پر کہ طواف کرے ان دونوں کے درمیان اور جو کوئی نیکی کرے اپنی طرف سے پس بیشک اللہ

شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ

قبول کنندہ دانا ست ہر آئنہ آنانکہ می پوشند آنچہ فرود آوردہ ایم از سخنان روشن

قبول فرمانے والا جاننے والا ہے ۴ بیشک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں ہماری اتاری ہوئی روشن باتوں

وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ

و ہدایت بعد از آنکہ بیان کنیم آنرا برائے مردمان در کتاب

اور ہدایت کو بعد اسکے کہ ہم نے اسے بیان کیا لوگوں کیلئے کتاب میں

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صبر انسان کی خاصیت میں سے ہے۔ جانوروں میں پایا جاتا ہے اور نہ ملائکہ میں۔ جانوروں میں تو اس وجہ سے کہ شہوات کو روکنے کیلئے عقل نہیں ہے اور ملائکہ میں اس وجہ سے کہ عقل تو ہے لیکن شہوات نہیں ہے اور انسان میں شہوات اور عقل دونوں ہیں اس لئے انسان صبر سے متصف ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ۷۰ سے زیادہ مقامات پر خیر کی اضافت صبر کی جانب فرمائی ہے مثلاً وَ جَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ وغیرہ۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے کیونکہ ایمان کچھ چیزوں کے چھوڑنے کا نام ہے اور کچھ چیزوں کے کرنے کا لہذا نصف حصہ جسے چھوڑنے کا حکم ہے وہ صبر ہے (غرائب القرآن)

۲ (الف) قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ میں بندگی کا اقرار ہے اور وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ میں اللہ کی طرف اپنے معاملات کو سپرد کرنے کا اظہار ہے۔ (ب) اِنَّا لِلّٰهِ میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت کا اعتراف ہے وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ میں اپنے نفس کی ہلاکت کا اعتراف ہے۔ (ج) اِنَّا لِلّٰهِ میں مبداء [ابتدائے خلقت] کی طرف اشارہ ہے۔ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ میں معاد [دوبارہ زندہ کئے جانے] کی جانب اشارہ ہے (د) اِنَّا لِلّٰهِ میں فناء کا اعلان ہے وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ میں بقا کا اعلان ہے۔ (ہ) اِنَّا لِلّٰهِ میں قضا پر ایمان ہے وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ میں اللہ کی قدرت پر ایمان ہے۔ نبی کریم ﷺ ہر مصیبت کے وقت استرجاع [اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ] پڑھتے تھے۔ مروی ہے کہ ایک شب چراغ گل ہوگیا تو آپ ﷺ نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھی، پوچھا گیا کیا یہ بھی مصیبت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جو مومن کو ایذا دے مصیبت ہے۔ (غرائب القرآن) ۳ صلوۃ دراصل دعا کے معنی میں ہے لیکن جب اسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد تزکیہ نفس اور مغفرت ہوتی ہے۔ (بیضاوی) اللہ کی طرف سے صلوات بندے کی ثنا، مدح اور تعظیم ہے اور رحمت نعم عاجلہ و آجلہ ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہاں صلوات رافۃ کی جگہ ہے۔ (غرائب القرآن) ۴ صفا اور مروہ مکہ میں دو پہاڑ ہیں۔ من شعائر اللہ سے مراد یہ ہے کہ یہ پہاڑیاں اطاعتِ خداوندی کی علامت ہیں۔ شانِ نزول یہ ہے کہ صفا پر اساف اور مروہ پر نائلہ بت تھے زمانہ جاہلیت میں جب صفا و مروہ پر سعی کرتے تو ان بتوں کو مس کرتے تھے جب اسلام آیا اور بتوں کو توڑا گیا تو مسلمان انکے طواف کرنے سے احتراز اور نفرت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس بات پر اجماع ہے کہ حج اور عمرہ دونوں میں طواف مشروع ہے البتہ اسکے وجوب میں اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ان پہاڑیوں کا طواف سنت ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک واجب ہے۔ اسکے ترک کرنے سے ایک بکری کا ذبح کرنا لازم ہو گا۔ امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک رکن ہے۔ (بیضاوی) ایک روایت میں ہے کہ اساف ایک مرد تھا اور نائلہ عورت تھی ان دونوں نے خانہ کعبہ میں زنا کیا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں مسخ کے طور پر پتھر بنا دیا بعد میں اسے اٹھا کر ان پہاڑیوں پر رکھ دیا گیا تا کہ لوگ عبرت پکڑیں پھر شیطان نے زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو انکی عبادت پر ابھارا۔ تَطَوَّعَ کا معنی ہے وہ فعل جس میں اطاعت ہو خواہ وہ اطاعت فرض ہو یا نفل۔ (غرائب القرآن) ۵ یہ آیت علمائے یہود کے بارے میں نازل ہوئی جو حضور ﷺ کی نعت کو چھپاتے تھے۔ جیسے کعب بن اشرف، مالک بن صیف، عبداللہ بن صوریا وغیرہ۔ (صاوی) مَآ اَنْزَلْنَا سے مراد وہ علامتیں ہیں جو محمد ﷺ کی سچائی بتا رہی ہوں اور کتاب سے مراد توراۃ ہے (بیضاوی)

أُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

آنجماعت کہ لعنت میکند ایشانرا خدا و لعنت میکنند ایشانرا لعنت کنندگان مگر کسانیکہ

یہی جماعت ہے کہ اللہ ان پر لعنت کرتا ہے اور لعنت کرتے ہیں انہیں لعنت کرنے والے ۱ مگر وہ لوگ جنہوں نے

تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا

توبہ کردند و نیکوکاری پیش گرفتند و بیان کردند پس ایں گروہ را بمہربانی باز میگردم باایشاں و منم

توبہ کی اور نیکی اختیار کی اور بیان کیا پس اس گروہ پر میں مہربانی سے رجوع فرماتا ہوں اور میں

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ

باز گردندہ مہربان ہر آئنہ آنانکہ کافر شدند و کافر مردند و آں

بہت زیادہ رجوع (اور) مہربانی فرمانے والا ہوں ۲ بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے اور مر گئے اور وہ

كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ

گروہ بر ایشاں است لعنت خدا و فرشتگان و مردمان

گروہ اسی (کفر) پر رہا تو لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

ہمہ یکجا ہمیشہ باشند دراں لعنت و سبک کردہ نشود از ایشاں عذاب

۳ اس لعنت میں ہمیشہ رہینگے اور ہلکا نہ کیا جائے گا ان سے عذاب

وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

و نہ ایشاں مہلت دادہ شوند و معبود شما خدای یگانہ است نیست ہیچ معبود بجزوی

اور نہ انہیں مہلت دی جائیگی ۴ اور تم سب کا معبود ایک خدا ہے نہیں ہے کوئی معبود اسکے سوا

الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ ع اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

بخشایندہ مہربان ہر آئنہ در آفرینش آسمانہا و زمین

جو بہت رحم والا مہربان ہے ۵ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہ آیت علمائے یہود کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی کریم ﷺ کی نعت چھپاتے تھے۔ علمائے یہود نے رجم کے حکم کو چھپا رکھا تھا' بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جس نے حق کو چھپایا اس اعتبار سے یہ حکم عام ہوگا اور اس سے ہر وہ شخص مراد ہوگا جو دین کے علم کو ضرورت کے وقت چھپائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس سے کسی علم کے بارے میں سوال کیا گیا ہو اور وہ شخص اسے چھپالے تو قیامت کے روز اسے آگ کی لگام لگائی جائے گی [واضح رہے کہ حدیث شریف میں جو وعید وارد ہے وہ اس علم کے چھپانے سے متعلق ہے جسکی سائل کو ضرورت ہو اور سائل اس علم کا مستحق بھی ہو چنانچہ ایک دوسری جگہ] رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں سے انکی سمجھ کے مطابق کلام کرو' کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اللہ اور اسکا رسول جھٹلایا جائے۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا کہ حکمت کو اسکے اہل تک پہنچنے سے نہ روکو ورنہ تم سے ظلم صادر ہوگا اور حکمت کو غیر اہل تک نہ پہنچاؤ ورنہ تم سے ظلم صادر ہوگا' ایک اور مقام پر ارشاد ہوا کہ موتیوں کو خنزیروں کے گلے میں معلق نہ کرو۔ جاننا چاہیئے کہ قرآن پاک کی اسی آیت کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر کتاب اللہ میں یہ آیت نہ ہوتی تو میں تمہیں ایک حدیث بھی نہ بتاتا۔ علمائے کرام نے اس آیت کریمہ سے علم حق کی تبلیغ پر دلیل قائم کی ہے۔ (القرطبی) لعن کا اصل معنی دھتکار ہے۔ اللہ کی لعنت سے مراد یہ ہے کہ اللہ انہیں ہر خیر سے دور رکھتا ہے۔ اَللّٰعِنُوْنَ جو لعنت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں خواہ وہ ملائکہ ہوں یا جن' انسان ہوں یا زمین کے جانور۔ (بیضاوی) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب یہ آیت تلاوت فرماتے تو جو لعنت کے مستحق ہوتے ان پر لعنت کرتے ورنہ اہل کتاب پر لعنت کرتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان پر دو لعنتیں ہیں۔ ایک اللہ کی اور دوئم خلائق کی اور وہ اسطرح کہ جب انہیں قبر میں رکھا جائے گا اور ان سے سوال کیا جائیگا مَنْ رَّبُّكَ' مَا دِيْنُكَ اور مَنْ نَّبِيُّكَ تو یہ سب لا دریت [مجھے نہیں معلوم] کہیں گے تو عذاب کے فرشتے انہیں عذاب دینے کیلئے مارینگے۔ تو ان سب کی چیخ نکل جائے گی۔ یہ چیخ جن وانس کے سوا ہر شے سنے گی۔ اور ان پر لعنت کرے گی۔ (غرائب القرآن) ۲ یعنی جن لوگوں نے علم کو چھپانے اور دیگر ان معاصی سے توبہ کرلی۔ جن سے توبہ ضروری تھی۔ وَاَصْلَحُوْا یعنی ہر خرابی کا تدارک کیا۔ بَيَّنُوْا سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے انکی کتاب توراۃ میں بیان کیا ہے۔ اسکو صاف صاف بیان کردے۔ (بیضاوی) ۳ یعنی جو حق بات چھپاتے رہے اور بغیر توبہ کے مرگئے تو ان پر اللہ کی مستقل پھٹکار ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلی آیت میں لعنت سے مراد انکی زندگی میں لعنت ہے اور دوسری آیت میں انکی موت کے بعد لعنت مراد ہے۔ (بیضاوی) ۴ خَالِدِيْنَ سے مراد یہ ہے کہ وہ لعنت میں ہمیشہ رہینگے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جہنم میں ہمیشہ رہینگے۔ (غرائب القرآن) ۵ اس میں عام مخلوق سے خطاب ہے کسی خاص جماعت یا گروہ کو نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کا مستحق معبود برحق ہے جس کا نظیر وشریک نا ممکن ہے۔ حق یہ ہے کہ تم صرف اسکی عبادت کرو۔ وہی الٰہ ہے۔ الرحمٰن الرحیم استحقاق عبادت کی حجت ودلیل ہے۔ کیونکہ جب منعم حقیقی وہی ہے اور تمام نعمتیں اصولی ہوں یا فروعی اسی کی طرف سے ہیں تو اس کے سوا کون عبادت کے لائق ہوسکتا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرکین کو بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگے اگر معبود ایک ہے اور یہ بات سچ ہے تو اسکی دلیل کیا ہے تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ محمد ﷺ نے واقعی سچ فرمایا ہے تو پھر اسکے بعد والی آیت نازل ہوئی۔ (بیضاوی)

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ

و در آمد شد شب و روز و آں کشتی که میرود

اور رات اور دن کے آنے جانے میں اور وہ کشتی جو چلتی ہے

فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

در دریا بآنچه سود میدهد مردم را و در آنچه فرود آورد خدا از آسمان

دریا میں جو فائدہ دیتی ہے لوگوں کو اور جو پانی اللہ نے آسمان سے اتارا

مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا

از آب پس زنده ساخت بسبب وی زمین را پس از مردں آں و پراگنده ساخت دراں

پس زندہ کیا اس سے زمین کو اسکے مرنے کے بعد اور پھیلایا اس میں

مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ

از ہر نوع جنبنده و در گردانیدن بادہا و در ابر رام کرده شده

ہر طرح کے چرنے والے اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادل کے مسخر کرنے میں

بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾

میان آسمان و زمین ہر آئنه نشانہاست آں گروه را که در می یابند

آسمان اور زمین کے درمیان بیشک نشانیاں ہیں اس گروہ کیلئے جو عقل رکھتے ہوں ۱

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا

و از مردمان کسے ہست که بگیرد بجز خدا ہمتایاں را

اورلوگوں میں سے بعض وہ ہیں جواللہ کیساتھ (اوروں) کوشریک ٹھہراتے ہیں (پھر) ان سے (ایسی) محبت رکھتے

يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ

دوست میدارند ایشانرا مانند دوستی خدا و کسانیکه ایمان آوردند قوی تر اند در دوستی خدا

ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ کی محبت میں سخت ہیں

تفسیر اظہار العرفان

۱ اللہ تعالیٰ نے سموات جمع کے صیغے سے اورارض کو واحد کے صیغے سے بیان فرمایا کیونکہ ہر آسمان کی حقیقت دوسرے سے جدا اور مختلف ہے اس لئے تکثر کا اعتبار فرمایا۔ اسکے برعکس زمین کی ماہیت میں اختلاف نہیں ہے ہر زمین کی حقیقت مٹی ہے اس لئے اسے واحد گردانا گیا' دوسری وجہ یہ ہے کہ آسمانوں کے طبقات ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہیں اس لئے اسے جمع سے تعبیر فرمایا جبکہ زمین کے طبقات ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اس لئے اسے واحد شمار کیا گیا۔ اختلاف میں ایک دوسرے کا تقابل بیان کیا گیا ہے کیونکہ دن اور رات ایک دوسرے کے پیچھے ہیں اور موسم کے لحاظ سے دن کا گھٹنا بڑھنا مراد ہے جیسے گرمیوں میں دن بڑا اور سردیوں میں چھوٹا ہوتا ہے۔ اَلْفُلْکِ الخ یعنی اسکے چلنے میں لوگوں کا نفع ہے ہزاروں لاکھوں مَن وزن کے باوجود بھی یہ کیسے چلتی جاتی ہے اور غرق نہیں ہوتی ۔ وَ بَثَّ نزول بارش سے استدلال کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس سے نباتات اگتے ہیں اور حیوانات زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ وَ تَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ یعنی ہواؤں کا پھرنا اسکا مطلب یہ ہے کہ کبھی وہ مشرق کی طرف چلتی ہے اور کبھی مغرب کی طرف' کبھی جنوب کا دورہ کرتی ہے اور کبھی شمال کا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا: ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے یہ رحمت لیکر آتی ہے اور عذاب بھی لیکر آتی ہے پس جب تم اسے دیکھو تو اسے گالی نہ دو بلکہ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرو اور اسکے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہو' ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہوا کو برا نہ کہو اس لئے کہ یہ رحمٰن کی طرف سے مصیبت ہٹانے کیلئے آتی ہے' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری مدد بادِ صبا سے کی گئی اور قوم عاد کو بادِ دَبور [پچھوا ہوا] سے ہلاک کیا گیا۔ وَالسَّحَابِ یعنی زمین اور آسمان کے درمیان ابر معلق ہے نہ تو گرتا ہے اور نہ ہی پھٹتا ہے۔ لَاٰیٰتٍ یعنی ان اشیاء میں ان لوگوں کیلئے دلائل ہیں۔ یعنی بیان کردہ اشیاء میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اسکی قدرت پر دلائل موجود ہیں اسی بناء پر یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ کے بعد واقع ہے تا کہ صدق خبر پر دلالت قائم ہو جائے۔ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ویل ہے اس شخص کیلئے جو اس آیت کو پڑھے اور اس پر غور وفکر نہ کرے۔ جاننا چاہیئے کہ قرآن پاک میں جابجا دعوت دی گئی ہے کہ کائنات میں غور وفکر کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا قُلِ انْظُرُوْا مَا ذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: ''آپ فرمادیجئے آسمانوں اور زمین میں کیا ہے غور وفکر کرو''۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: ''کیا انھوں نے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت میں غور وفکر نہیں کیا'' ایک اور جگہ ارشاد ہے وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ: ''اور کیا تم سب اپنے آپ میں غور وفکر نہیں کرتے''۔ اس آیت میں آٹھ دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) آسمانوں کی خلقت (۲) زمین کی پیدائش (۳) اختلاف لیل ونہار (۴) کشتی کا سمندر میں چلنا (۵) آسمان سے پانی اترنا (۶) ہر قسم کے چوپائے کا پھیل جانا (۷) ہواؤں کا پھیرنا (۸) بادلوں کا زمین وآسمان کے درمیان معلق رہنا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہلاکت ہے اس پر جو یہ آیت پڑھے اور غافل رہے یعنی اس میں غور وفکر نہ کرے۔ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدت الوجود ہے اور اسکی وحدت متعدد وجوہ سے ہے لیکن یہاں پر دو وجوہ بیان کئے جاتے ہیں۔ (۱) آیت میں بیان کردہ اشیاء مصنوعات ہیں اور ہر مصنوع کیلئے صانع چاہئے لہذا ان تمام کا صانع قادر مطلق اللہ رب العزت ہے جو ایک ہے۔ (۲) ان تمام نظام میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اگر اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ ہوتا تو ضرور اسکے نظام میں خلل واقع ہوتا۔ (بیضاوی' غرائب القرآن' القرطبی)

وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ

و اگر بیند کسانرا کہ ستم کردند دراں حالت کہ معائنہ کنند عذاب را ہر آئنہ توانائی

اور اگر دیکھے انہیں جنہوں نے ظلم کیا اس حالت میں کہ عذاب دیکھ لیں بیشک ساری طاقت

لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾ اِذْ تَبَرَّاَ

خدا راست و آنکہ خدا صاحب سخت عقوبت است دراں حالت کہ بیزار شوند

اللہ کیلئے ہے اور بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے [1] (اس حالت میں) جب بیزار ہونگے

الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ

پیشوایان کفر از تابعان و بینند عذاب را

کافروں کے پیشوا اپنے پیروی کرنے والوں سے اور عذاب دیکھ لیں

وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا

و بریدہ شود بنسبت ایشاں ہمہ اسباب و گویند پیروی کنندگان

اور انکے تمام ذرائع کٹ جائیں گے [2] اور پیروی کرنے والے کہیں گے کاش کہ ہمارے لئے دوبارہ لوٹنا ہوتا تا کہ ہم

لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ۭ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ

کاش مارا باز گشتی باشد تا بیزاری کنیم از آں پیشوایان چنانکہ بیزاری کروند از ما بنماید ایشانرا

بھی ان پیشواؤں سے بیزار ہوتے جیسا وہ ہم سے بیزار ہوئے اسی طرح اللہ انہیں

اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ

خدا کردارہاے ایشانرا پشیمانی ہا بر ایشاں و نیستند ایشاں بیروں آیندگاں از

انکے کردار کو حسرت بنا کر انہیں دکھائیگا اور وہ سب نہیں ہیں نکلنے والے

النَّارِ ﴿١٦٧﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا

دوزخ اے مرداں بخورید از آنچہ در زمین است حلال

دوزخ سے [3] اے لوگو! کھاؤ اس میں سے جو زمین میں حلال

[1] جب اللہ تعالیٰ نے توحید کیلئے دلائلِ باہرہ مقرر فرمالیئے تو اب جو توحید کے منافی ہیں انکی مذمت کی جارہی ہے۔ انداد ند کی جمع ہے۔ اس سے مراد اصنام یا اس سے وہ سرداران مراد ہیں جن کی یہ لوگ اطاعت کرتے تھے اور ان سے اللہ جیسی محبت کرتے تھے۔ اہل عرفان فرماتے ہیں کہ اگر دل میں اللہ کے سوا کوئی اور چیز مشغول ہو تو یہ بھی ند اللہ ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کا لفظ بولنا جائز ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس قیامت کی کیا تیاری ہے۔ اس صحابی نے عرض کی کہ میرے پاس صوم و صلوۃ کا ذخیرہ تو موجود نہیں ہے لیکن میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص اسکے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا تھا۔ علماء کا محبت کے معنی میں اختلاف ہے کیونکہ محبت ارادہ کے انواع میں سے ایک نوع ہے اور یہ جائزات ہی سے متعلق ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے محبت محال ہے اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ يُحِبُّ اللّٰهَ کا معنی يُحِبُّ طَاعَةَ اللّٰهِ ہوگا یا يُحِبُّ ثَوَابَ اللّٰهِ وَ اِحْسَانَهٗ ہوگا [اللہ تعالیٰ سے محبت کا مطلب ہوگا اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے محبت، اسکی جانب سے دیئے جانے والے ثواب سے محبت] (غرائب القرآن) اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اہل ایمان کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں منفرد ہے۔ باقی رہی محبتِ انبیاء اور اولیاء تو یہ اسے محبتِ الٰہی کا سبب سمجھتے ہیں۔ مشرکین اصنام اور رؤسا سے محبت کر کے ان کی عبادت کرنے لگے جب کہ مومن انبیاء اور اولیاء سے محبت کر کے انکی عبادت نہیں کرتے۔ اسی طرح والدین سے محبت، بچوں سے محبت علی ھذا القیاس مؤمنین ان تمام سے محبت کرتے ہیں لیکن عبادت نہیں کرتے۔ (صاوی) اللہ تعالیٰ نے جب اس سے پہلی والی آیت میں اپنی وحدانیت اور اپنی قدرت پر دلیل دیدی تو اب اس آیت میں یہ بتایا جارہا ہے کہ کیا کوئی ذوی العقول ایسی زبردست قدرت والی ذات کیساتھ کسی کو شریک ٹھہرا سکتا ہے اور کیا اسکا شریک ٹھہرانا درست ہو سکتا ہے۔ يُحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ: مبرد اسکا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین باطل نظریات کے مطابق بتوں سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت مؤمنین عقیدۂ حق کیساتھ اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں، زجاج یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ مشرکین بتوں کے عاجز ہونے کے باوجود ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت مؤمنین اللہ تعالیٰ سے اسکی عظیم قدرت کے پیش نظر کرتے ہیں (القرطبی) [2] یعنی جب اتباع کرنے والے اپنے شیطانوں سے یا رؤسا سے بری ہو کر اسلام کا اظہار کریں گے، بیزاری اور علیحدگی چاہیں گے۔ اسباب سبب کی جمع ہے۔ سبب دراصل اسی کو کہتے ہیں جسکے ذریعے درخت پر چڑھا جاتا ہے۔ تقطعت کو مجہول بھی پڑھا گیا ہے۔ (بیضاوی) [3] اس آیت میں اعمال کے تعین میں مختلف اقوال ہیں۔ پہلا قول: اعمال سے مراد طاعات ہیں جنہیں ان لوگوں نے ضائع کردیا۔ یہ قول سدی کا ہے۔ دوسرا قول: اعمال سے مراد معاصی ہے۔ انہیں یہ حسرت ہوگی کہ کاش یہ عمل نہ کیا ہوتا یہ قول ربیع اور ابن زید کا ہے۔ تیسرا قول: اطاعات کا ثواب اس سے مراد ہے ان لوگوں نے کفر کی وجہ سے ضائع کردیا یہ قول اصم کا ہے۔ چوتھا قول: اعمال سے مراد رؤسا اور شیاطین کی تعظیم ہے جسے وہ دیکھ کر حسرت کرینگے کہ کاش وہ یہ عمل نہ کرتے۔ غرضکہ وہ سب اعمال کی جگہ حسرت ہی حسرت پائینگے اس لئے قیامت کا ایک نام یوم الحسرت بھی ہے۔ (غرائب القرآن)

طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

پاکیزہ را و پیروی نکنید گامہائے شیطانرا ہر آئنہ او شما دشمن

پاکیزہ ہے اور پیروی نہ کرو شیطان کی قدم بہ قدم۔ بیشک وہ تمہارا کھلا

مُّبِيْنٌ ۞١٦٨ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا

آشکاراست جز ایں نیست کہ می فرماید شما را بہ بدکاری و بے حیائی و آنکہ افترا کنید

دشمن ہے۔[1] اسکے سوا کچھ نہیں کہ وہ تمہیں حکم دیتا ہے بدکاری اور بے حیائی کا اور یہ کہ تم افترا کرو

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۞١٦٩ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ

بر خدا آنچہ نمیدانید و چوں گفتہ شود ایشانرا کہ پیروی کنید آنرا کہ فرود آوردہ است

اللہ پر جو تم نہیں جانتے[2] اور جب ان سے کہا جائے پیروی کرو جسے اتارا ہے

اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ

خدا گویند بلکہ پیروی کنیم چیزے را کہ یافتہ ایم براں پدراں خویش را و اگرچہ

اللہ نے، کہتے ہیں بلکہ ہم پیروی کرینگے اس چیز کی جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اگرچہ

كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۞١٧٠

پدراں ایشانرا نمی فہمیدند چیزے را و راہ نمی یافتند

ان سب کے باپ دادا عقل نہ رکھتے ہوں کچھ بھی اور راہ نہیں پاتے[3]

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا

و داستان کافران مانند حال کسے است کہ بانگ میزند

اور کافروں کی مثال اس شخص کے حال کی طرح ہے جو آواز دے

لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۞١٧١

آنچیز یرا کہ نمی شنود مگر خواندن و آواز بلند کردن کرانند گنگانند کورانند پس ایشاں ہیچ نمی فہمند

اسے جو سنتا نہ ہو مگر چیخ پکار بہرے ہیں، گونگے ہیں اندھے ہیں پس وہ سب عقل نہیں رکھتے[4]

[1] کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت ثقیف، خزاعہ اور عامر بن صعصعہ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ ان لوگوں نے اپنے اوپر بہت سی چیزیں مثلاً کھیتی، چوپائے اور عمدہ کھانے وغیرہ کو حرام کرلیا تھا۔ حرام کبھی فی جنسہ ہوتا ہے جیسے مردار اور خون وغیرہ اور کبھی لعرضہ ہوتا ہے جیسے ملکِ غیر جب اسکے کھانے کی اجازت نہ ہو لیکن حلال ان دونوں قید سے خالی ہے طیب حلال کے قریب ہے جس طرح کبھی حرام کیساتھ خبیث آتا ہے۔ قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ. جب حلال کیساتھ طیب آئے تو اس میں حلال کی مدح ہوتی ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ طیب سے مراد لذیذ کھانے ہیں یعنی جو حلال بھی ہوں اور لذیذ بھی اور بعض نے یہ فرق بھی کیا ہے کہ حلال سے مراد یہ ہے کہ جو بجنسہ حلال ہو اور طیب سے مراد یہ ہے کہ جو کسی کے ملک میں نہ ہو۔ (غرائب القرآن) الخطوۃ ضمہ کیساتھ دو قدموں کے درمیان فاصلہ کو کہتے ہیں۔ مبین جو عداوت میں ظاہر ہے۔ عقلمندوں کے نزدیک کھلی دشمنی اگرچہ وہ جسے بہکاتا ہے بظاہر دوستی جتلاتا ہے اس لئے اسکے لئے بعض مقامات پر اولیاء کا لفظ بھی آیا ہے۔ (بیضاوی)

[2] یہاں اللہ تعالیٰ شیطان کی عادت بیان فرما رہا ہے۔ اسکی پیروی سے بچنا ضروری ہے۔ بالسُّوْءِ وَالْفَحْشَاءِ جسکا عقل انکار کرے اور شریعت اسے قبیح سمجھے وصف کے اعتبار سے ایک دوسرے پر عطف کیا ہے چنانچہ گناہ سوء بھی ہے اس لئے کہ عاقل اس سے مغموم ہوتا ہے اور فحشاء بھی ہے کیونکہ آدمی اسے قبیح سمجھتا ہے احتراز کرتا ہے اور اس سے بچتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ سوء عام برائیوں کو کہتے ہیں اور فحشاء جو گناہ حد سے تجاوز کر جائے یعنی کبیرہ گناہ، اور بعض نے کہا ہے کہ سوء جس میں کوئی حد [شریعت کی جانب سے کوئی سزا مقرر] نہ ہو اور فحشاء جس کیلئے شرع میں کوئی حد مقرر ہو۔ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا یعنی اسکا شریک بنانا، اسکی محرمات کو حلال کرنا اور اسکی حلال کردہ اشیاء کو حرام ٹھہرانا۔ (بیضاوی) گویا کہ یہ آیت پہلی آیت کیلئے تفسیر کی طرح ہے یعنی گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، کفر ہو یا جہل ہر ایک ماموراتِ شیطان سے ہے اس لئے کہ شیطان حکم نہیں دیتا مگر برائی کا۔ اسکے سوا شیطان اگر کبھی بظاہر خیر کی جانب بلائے تو اس سے بھی مقصد کسی شر ہی کی جانب لے جانا ہے۔ (غرائب القرآن) حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان اپنا تخت پانی پر لگاتا ہے پھر [اپنے چیلوں کو] مختلف اطراف بھیجتا ہے تاکہ لوگوں میں فتنہ ڈالیں ان میں سے جو سب سے بڑا فتنہ ڈالتا ہے اسے شیطان اپنے سب سے زیادہ قریب کرتا ہے [ان چیلوں میں سے] ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے یہ یہ کیا۔ جواباً شیطان کہتا ہے تو نے کچھ نہیں کیا پھر ان میں سے ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے میں نے میاں اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔ جواباً شیطان کہتا ہے تو نے اچھا کام کیا ہے (مسلم) [3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت اتری جب اللہ کے رسول ﷺ نے اسلام کی دعوت دی۔ یہود کہنے لگے کہ ہم تو اسکی پیروی کرینگے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے (غرائب القرآن) قِيْلَ لَهُمْ میں ضمیر اَلنَّاسُ کی طرف راجع ہے۔ یہود کو صیغہ خطاب سے ذکر نہیں فرمایا تاکہ انکی گمراہی سب پر واضح ہو جائے گویا عقلاء کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا جا رہا ہے کہ ذرا ان احمقوں کو ملاحظہ فرماؤ کہ جب انہیں ٹھیک بات بتائی جائے تو اسکا کیا جواب دیتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی جنہیں قرآن کی پیروی کا حکم دیا گیا تو اسکے جواب میں مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَنَا کہا (بیضاوی) [4] ان کے پکارنے کی مثال ایسی ہے کہ اگر کوئی شخص پہاڑ کے پاس جا کر آواز لگائے تو اسے اپنی آواز بازگشت کی صورت میں لوٹ کر ملے گی یہی حال ان بتوں کے پجاریوں کا ہے کہ ان بتوں کو پکارتے ہیں لیکن جواب کچھ نہیں ملتا ہے یا پھر اسکی مثال قلت عقل میں ایسی ہے جیسے کوئی چرواہا بکریاں چراتے چراتے ان سے کلام کرنے لگے۔ (غرائب القرآن)

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ

اے مسلماناں بخورید از پاکیزہا آنچہ روزی دادیم شما را و

اے مسلمانو ! کھاؤ پاکیزہ چیزوں سے جسے ہم نے تمہیں (بطورِ) روزی دی اور

اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ

سپاس گوئید خدا را اگر او را می پرستید جز ایں نیست کہ حرام کردہ شد

شکر ادا کرو اللہ کیلئے اگر اسی کو پوجتے ہو ۱ اسکے سوا کچھ نہیں کہ حرام کیا

عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ

بر شما مردار و خون را و گوشت خوک را و آنچہ آواز بلند کردہ شود

تم پر مردار اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور وہ چیز کہ جس پر بلند کیا گیا ہو

لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ

در ذبح وے بغیر خدا پس ہر کہ بیچارہ شود نہ تعدی کنندہ و نہ از حد گزرندہ پس گناہ بروے نیست

ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پس جو کوئی مجبور ہو نہ زیادتی کرنیوالا ہو اور نہ حد سے گزرنے والا پس اس پر گناہ نہیں ہے

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ

ہر آئنہ خدا آمر زندہ مہربان ہر آئنہ آنانکہ می پوشند آنچہ فرود آوردہ است

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۲ بیشک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اسے جو اتارا ہے

اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ

خدا از کتاب و میستانند عوض وے بہای اندک آن جماعت

اللہ نے کتاب سے اور خریدتے ہیں اسکے عوض میں تھوڑی قیمت۔ وہ جماعت

مَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ

نمی خورند در شکمہاے خود مگر آتش را و سخن نگوید بایشاں خدا روز

نہیں ڈالتے اپنے پیٹ میں مگر آگ اور ان سے کلام نہ فرمائے گا اللہ قیامت

تفسیر اظہار العرفان

۱ اول سورت سے یہاں تک توحید اور نبوت کے دلائل بیان کیے گئے اور اہل نفاق، اہل شقاق، مشرکین اور اہل کتاب کی مذمت کی گئی اور پاکیزہ کھانے کا پہلا حکم دیا گیا کیونکہ عبادت کی قبولیت کا دارومدار اسی پر ہے یہی وجہ ہے کہ آیت کے آخر میں اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن وانس کیساتھ میرا ایک بڑا حیرتناک واقعہ ہے۔ وہ یہ کہ انہیں پیدا میں کرتا ہوں اور عبادت وہ غیر کی کرتے ہیں اور میں رزق دیتا ہوں شکر اوروں کا ادا کرتے ہیں مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ سے معلوم ہوا کہ رزق کبھی حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام لیکن معتزلہ اس سے انکار کرتے ہیں کہ رزق کبھی حرام نہیں ہوتا ہے (بیضاوی و غرائب القرآن)

۲ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ مطلقاً مردار حرام ہے اور اس سے جمیع تصرفات حرام ہیں لیکن جس کی حلت دوسری دلیل سے ثابت ہو مثلاً مچھلی اور ٹڈی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے دو مردار اور دو خون حلال ہیں۔ میتان [دو مُردار] میں مچھلی اور ٹڈی اور دمان [دو خون] میں تلی اور کلیجی شامل ہیں۔ صاحب کشاف نے اسکی یہ توجیہ بھی کی ہے کہ سمک [مچھلی] اور جراد [ٹڈی] عرفاً میتۃ سے خارج ہے کیونکہ عرفاً اور عادتاً اسے مردار نہیں کہتے۔ بایں سبب اگر کوئی حلف اٹھالے کہ گوشت نہیں کھاؤنگا اگر مچھلی کھائیگا تو حانث نہیں ہوگا۔ (غرائب القرآن) مَيْتَةً سے مراد جو بغیر ذبح کیے مرجائے۔ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ یعنی سؤر کا گوشت۔ اسکے گوشت کا خصوصیات کیساتھ ذکر اس لئے فرمایا کہ اصل مقصود گوشت ہی ہے باقی تمام اجزاء مثل تابع کے ہیں۔ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی وہ جانور کہ جس کے ذبح کے وقت کسی بت کا نام بلند کیا گیا ہو کیونکہ کفار کی عادت تھی کہ جب اپنے معبودوں کیلئے ذبح کرتے تو ان معبودوں کا باآواز بلند ذکر کرتے تھے۔ اھلال دراصل رویت ھلال ہے۔ کہا جاتا ہے اھل الھلال و اھلیۃ یعنی چاند دیکھا چونکہ چاند دیکھنے کے وقت لوگ بلند آواز سے تکبیر کہا کرتے تھے اس لئے مطلق آواز بلند کرنے کو اھلال کہنے لگے پھر اسی فعل نے اس قدر شہرت پائی کہ ہر ذبح کرنے والے کو مُہِل کہنے لگے۔ (بیضاوی) غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ کا مطلب یہ ہے کہ جان بچانے کیلئے قدر ضرورت کھانا جائز ہے۔ اس آیت کا ظاہر یہ تقاضا کرتا ہے کہ بیان کردہ اشیاء (مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور) کے علاوہ باقی اشیاء حلال ہیں کیونکہ کلمہ اِنَّمَا حصر کیلئے آتا ہے جبکہ اسکے علاوہ بھی بہت ساری چیزیں حرام ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں کلمہ اِنَّمَا اپنے ظاہر کے اعتبار سے متروک العمل ہے۔ (غرائب القرآن) وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ: اسکا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا گیا ہو جیسے لات، عزیٰ وغیرہ۔ انبیائے کرام علیہم السلام یا انکے علاوہ کے نام پر فقط جانور ذبح کیا ہو، یا اللہ تعالیٰ کے نام کیساتھ ان میں سے کسی کا نام عطف کیساتھ ذکر کرے یوں کہے بِاسْمِ اللّٰهِ وَ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ۔ تب بھی جانور حرام ہے اور عطف کی بجائے موصولاً نام ذکر کرے یوں کہے بِاسْمِ اللّٰهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ تو ایسے جانور کا گوشت کھانا مکروہ ہے اور اگر مفصولاً نام ذکر کرے اس طرح کہ تسمیہ کہنے سے پہلے یا جانور کے ذبح ہوجانے کے بعد تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ہدایہ میں اسی طرح تحریر ہے۔ اس جگہ معلوم ہوا کہ وہ گائے جو اولیاء کرام کیلئے نذر ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رائج ہے حلال طیب ہے اس لئے کہ ایسے جانور پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا ہے صرف انکے نام کی نذر ہوتی ہے۔ (تفسیرات احمدیہ)

الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

قیامت و پاک نکند ایشانرا و ایشاں را ست عذاب درد ناک آں جماعت ایشانند

کے روز اور انہیں پاک نہ کرے گا اور انکے لئے درد ناک عذاب ہے ۱ یہی وہ جماعت ہے

اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ

کہ خریدند گمراہی را عوض ہدایت و عذاب را عوض آمرزش

جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے خریدی ہے اور عذاب کو بخشش کے بدلے

فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ

پس چہ شکیبا اند ایشانرا بر دوزخ ایں بسبب آں ست کہ خدا فرود آورد کتاب را

پس کتنا صبر ہے انہیں دوزخ پر ۲ یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ نے کتاب نازل فرمائی

بِالْحَقِّ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍۭ

براستی و ہر آئنہ آنانکہ اختلاف کردند دراں کتاب ہر آئنہ در مخالفت

حق کے ساتھ اور بیشک وہ لوگ اس کتاب میں جنہوں نے اختلاف کیا وہ مخالفت میں

بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ

دوراند نیست نیکوکاری آنکہ متوجہ کنید روہاے خودرا بطرف مشرق

دور ہیں ۳ نیکی یہ نہیں کہ متوجہ کر لو اپنے چہرے کو مشرق کی طرف

وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

و مغرب و لیکن صاحب نیکوکاری آنست کہ باور دارد خدا را و روز قیامت

اور مغرب (کی طرف) لیکن نیکوکار وہ ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور قیامت کے دن پر

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى

و فرشتگان و کتاب و پیغمبران را و بدہد مال باوجود

اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر اور مال دے اس مال کی

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت رؤسائے یہود اور علمائے یہود کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کی آمد سے پہلے آپکے بارے میں بتاتے تھے اور ان سے ہدایا اور خراج وغیرہ لیتے تھے لیکن جب آپ تشریف لے آئے اور انھوں نے دیکھا کہ ہم میں سے نہیں آئے تو یہ لوگ آپ ﷺ کی نعت چھپانے لگے بلکہ اپنی کتاب سے نکالنے لگے۔ اُولٰئِکَ الخ یعنی انھوں نے آگ سے ملتی جلتی چیزیں کھائیں کیونکہ انکو نار سے عذاب ہوگا تو یہ ایسا ہی ہے جیسی ان لوگوں نے آگ کھائی ہو۔ وَلَا یُکَلِّمُھُمْ یعنی کتمان کے سبب اللہ ان سے کلام نہیں فرمائیگا۔ اولاً اللہ ان سے کلام فرما کر کہے گا اِخْسَئُوْا فِیْھَا وَلَا تُکَلِّمُوْنَ [اس میں دھتکارے ہوئے ہو جاؤ اور مجھ سے کلام نہ کرو] (غرائب القرآن و بیضاوی) حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین اشخاص ہیں کہ جن سے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کلام نہیں فرمائیگا' نہ انہیں ستھرا فرمائیگا اور نہ انکی جانب [رحمت کی] نظر فرمائیگا۔ ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا۔ بوڑھا زنا کرنے والا' جھوٹ بولنے والا بادشاہ اور تکبر کرنے والے لوگ۔ جاننا چاہیئے کہ آیتِ کریمہ میں جو ثَمَنًا قَلِیْلًا کا لفظ آیا ہے اس میں دو احتمالات ہیں اول یہ کہ ثمن کو قلیل اس لئے کہا گیا کہ وہ لوگ ایک مقررہ مدت تک ہی اس سے نفع حاصل کر سکتے تھے اسکے بعد ان کا انجام بہت برا ہونا تھا' دوم یہ کہ وہ لوگ بہت کم رشوت لیکر نبی کریم ﷺ کی نعت چھپاتے تھے۔ یہ آیتِ کریمہ اگر چہ علمائے یہود کے بارے میں نازل ہوئی لیکن اسکے حکم میں اہل ایمان کے وہ لوگ بھی شامل ہونگے جو دنیا کے حصول کی غرض سے جان بوجھ کر حق کو چھپا دیتے ہیں۔ یہاں یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ آیتِ کریمہ میں رشوت کے مال کو نار کہا گیا ہے اس لئے کہ رشوت لینے والوں کو آگ کے ذریعے سزا دی جائیگی (القرطبی) ۲ اس آیت میں انکے خسارے کو بتایا گیا ہے دنیا میں احسن الاشیاء [چیزوں میں سب سے عمدہ] اہتدا اور علم ہے۔ اور اقبح الاشیاء [چیزوں میں سب سے خراب] ضلال اور جہالت ہے۔ آخرت میں انفع الاشیاء مغفرت ہے اور اضر الاشیاء [سب سے زیادہ نقصان دہ] عذاب ہے پس یہ سب دارین میں نقصان اٹھانے والے ہیں اس لئے کہ دنیا میں انھوں نے اقبح الامور کا انفع الامور سے سودا کیا یعنی ہدایت کے بدلے گمراہی اور آخرت میں اضرا الامور کا انفع الامور سے سودا کیا یعنی مغفرت کے بدلے عذاب۔ اسی بناء پر تعجب کے طور پر فَمَآ اَصْبَرَھُمْ عَلَی النَّارِ فرمایا جا رہا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں آخری مرتبہ اِخْسَئُوْا فِیْھَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ یعنی "جہنم میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو" فرمائیگا تو رب کا یہ کلام سنکر وہ سب خاموش ہو جائینگے اور نار پر صبر کرینگے ایک قول یہ بھی ہے کہ فَمَا میں ما استفہام کیلئے ہے یعنی ای شیء صبرھم انہیں کون سی چیز صبر دیگی۔ (غرائب القرآن) ۳ یعنی یہ عذاب اسی سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچی کتاب نازل فرمائی [لیکن ان لوگوں نے اسکا انکار کیا] اس سے مراد یا تو تورات ہے یا مطلق کتاب مراد ہے جو تورات' قرآن اور دیگر کتب سماویہ کو شامل ہے لیکن انھوں نے اللہ کی نازل کردہ کتاب کو ترک کیا اور اسکی تکذیب کی یا اسکے حقائق کو مخفی رکھا۔ اِخْتَلَفُوْا بمعنی تَخَلَّفُوْا یعنی تاویل کرنے میں سیدھے راستے سے ہٹ گئے یا خَلَفُوْا کے معنی میں ہے اسوقت معنی یہ ہوگا کہ اللہ کے نازل کردہ احکامات میں تحریف' تغیر اور تبدل سے کام لینے لگے اور اگر اِخْتَلَفُوْا کو اپنے اصل معنی میں چھوڑ دیں تو معنی یہ ہوگا کہ کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لائے اور بعض کے ساتھ اختلاف کیا۔ (بیضاوی)

حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ

دوست داشتن آں مال را خداوندان خویش را و یتیمانرا و فقیرانرا و

چاہت کے باوجود اپنے رشتہ داروں اور یتیموں کو اور فقیروں کو اور

السَّبِیْلِ وَ السَّآىٕلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ

مسافرانرا و سوال کنندگاں و درباب بردہ ہا و بر پادارد نماز را

مسافروں اور مانگنے والوں کو اور غلاموں کی آزادی میں اور نماز قائم رکھے

وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا

و بدہد زکوۃ را و وفاکنندگان بر عہدخویش چوں عہد کنند

اور زکوۃ دے اور اپنے وعدے کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کریں

وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ

و صبر کنندگاں را در تنگدستی و سختی و بوقت کار زار

اور صبر کرنے والے تنگدستی و سختی میں اور جنگ کے وقت

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

ایشانند راستگوئی و ایشانند پرہیزگاران

یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں ا

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی

اے مسلمانان لازم کردہ شد بر شما قصاص در

اے مسلمانو ! تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے

الْقَتْلٰی اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی

کشتگان آزاد در مقابلہ آزاد است در حکم و بندہ در مقابلہ بندہ و زن در مقابلہ زن

قتل میں آزاد حکم میں آزاد کے مقابلہ میں ہے اور غلام غلام کے مقابلہ میں اور عورت عورت کے مقابلہ میں

ا احکام اسلام میں سے یہ دوسرا حکم بیان ہو رہا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے بر یعنی نیکی کے بارے میں سوال کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ بر ہر پسندیدہ فعل کو کہتے ہیں علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں ماہیت بر میں چند امور بیان کئے ہیں۔ (۱) ایمان اور یہ پانچ ہیں اللہ پر ایمان، یومِ آخرت پر ایمان، ملائکہ پر ایمان، کتب سماویہ پر ایمان اور نبیوں پر ایمان۔ (۲) اللہ کی محبت میں مال دینا اور یہ چھ ہیں۔ رشتہ دار، یتیم، مسکین، مسافر، سوال کرنے والا اور غلام آزاد کرنے میں۔ (۳) نماز قائم رکھنا (۴) زکوٰۃ ادا کرنا (۵) جب کوئی وعدہ کرے تو اسے پورا کرے (۶) سختی اور تنگی میں صبر کرنا۔ اس آیت کی ابتدا میں یہود و نصاریٰ کا رد کیا گیا ہے جو قبلہ کے معاملے میں الجھ گئے تھے اور ان میں سے ہر جماعت نے یہی دعویٰ کیا کہ اپنے قبلہ کی طرف متوجہ ہونا ہی دراصل نیکی ہے جس کی تردید اللہ تعالیٰ نے فرمادی اور وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ سے نیکیوں کا تعین فرمادیا کہ جسکو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا اور مسلمانوں نے تسلیم کرلیا نیکی وہی ہے۔ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ: یعنی مال کی محبت کے باوجود اللہ کی راہ میں دیتا ہے جیسے سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ کرے جبکہ تندرست ہو صحت مند ہو اور حاجت مند ہو فقر سے ڈرتا ہو اور تونگری کی امید میں ہو اور بعض کہتے ہیں کہ حُبِّهٖ کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت میں مال دیتا ہو۔ ذَوِی الْقُرْبٰی کو مقدم ذکر فرمایا اس لئے کہ دوسروں کی نسبت انکو دینا زیادہ بہتر اور موجب اجر ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسکین کو صدقہ دینا تو صدقہ ہی ہے اور رشتہ داروں کو صدقہ دینا دو صدقے ہیں۔ ایک صدقہ دوسرا صلہ رحمی۔ السَّآىٕلِیْنَ سوال کرنے والے یعنی جس کو ضرورت سوال کرنے پر مجبور کرے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مانگنے والے کا حق ہے (اسے دو) اگرچہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔ یہ آیت جامع کمالاتِ انسانیہ ہے۔ یہاں پر ان کمالات کو فقط تین شعبہ جات میں منحصر کرکے بیان کیا گیا ہے۔ (۱) صحتِ اعتقاد اسکی طرف اشارہ مَنْ اٰمَنَ سے کیا گیا (۲) حسنِ معاشرت اسکی جانب وَ اٰتَى الْمَالَ سے اشارہ فرمایا (۳) تہذیب نفس اسکی جانب وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی جامعیت کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اس آیت پر عمل کیا اس نے اپنے ایمان کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ (غرائب القرآن و بیضاوی) اس آیت کریمہ میں کن لوگوں سے خطاب ہے اس سلسلے میں علمائے تفسیر کے درمیان اختلاف ہے [ایک قول جو حضرت قتادہ کا ہے اسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے اب بقیہ دو اقوال پیش کئے جاتے ہیں] کچھ لوگوں کا انتقال عبادت کے فرض ہونے سے پہلے ہو گیا انھوں نے انتقال سے پہلے صرف یہ گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ان پر جنت واجب ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ آیت میں خطاب یہود و نصاریٰ سے ہے اس لئے کہ ان لوگوں نے قبلہ کے بارے میں اختلاف کیا پس یہود مغرب کی سمت بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تھے [اور کہتے تھے کہ یہی قبلہ صحیح ہے] نصاریٰ مشرق کی سمت سورج طلوع ہونے کی جگہ کی طرف رخ کرتے تھے [اور کہتے تھے کہ یہی قبلہ صحیح ہے] اہل ایمان کا قبلہ جب بیت المقدس کی جانب سے پھیر کر کعبہ کی طرف کردیا گیا تو یہود و نصاریٰ اس پر خوب کلام کرنے لگے اور اپنے اپنے قبلہ کی فضیلت لوگوں کو بتانے لگے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انہیں بتایا کہ نیکی اس میں نہیں ہے جس جانب تم سب ہو بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ بندہ صدق دل سے اللہ پر ایمان لائے۔ (القرطبی)

فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ

پس کسیکہ در گذشتہ شد اورا چیزے از خون برادرش پس حکم او پیروی کردن است بہ نیکوی

پس جس کیلئے اسکے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہو پس (اسکا حکم) بھلائی سے اسکا تقاضا کرنا ہے

وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ

و رسانیدن خون بہا بوے بخوشخوئی ایں حکم سبک کردن ست از پروردگار شما و

اور خون بہا پہنچانا ہے اچھی طرح اسکی طرف یہ حکم تخفیف کرنا ہے تمہارے رب کی طرف سے اور

رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ

مہربانی ست پس ہر کہ از حد گزرد بعد ازیں پس ویرا ست عذاب

مہربانی ہے پس اسکے بعد جو حد سے گزرے پس اسکے لئے عذاب ہے

اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ

درد دہندہ و مر شما را بسبب قصاص زندگانی است اے خداوند خرد

تکلیف دینے والا [۱] اور تمہارے لئے قصاص کے سبب زندگانی ہے اے عقلمندو!

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

تا باشید کہ پرہیزگاری کنید لازم کردہ شد بر شما وقتیکہ پیش آمد کسے را از شما مرگ

تا کہ تم سب پرہیزگار ہو جاؤ [۲] تم پر لازم کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے پاس موت آئے

اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖۚ اِلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

اگر بگذارد مال وصیت کردن برائے پدر و مادر و نزدیگان

اگر مال چھوڑے تو وصیت کرنا ماں باپ کیلئے اور قریبی رشتہ داروں کیلئے

بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَمَا

بہ نیکوی لازم شدہ ایں کار بر متقیان ہر کہ بدل کند وصیت را بعد از انکہ

بھلائی کے ساتھ لازم ہے یہ کام پرہیزگاروں پر [۳] جو کوئی بدل دے وصیت کو اسکے

تفسیر اظہار العرفان

[۱] زمانہ جاہلیت میں عرب کے دو قبیلوں [اوس اور خزرج] نے ایک دوسرے کا خون بہایا۔ قبیلہ اوس کچھ زیادہ غالب تھا اس لئے انہوں نے قسم کھائی کہ ہم تمہارے غلام کے عوض آزاد کو قتل کرینگے اور عورت کے عوض مرد کو قتل کرینگے جب ستارۂ اسلام چمکا تو یہ مقدمہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (بیضاوی) یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ ظاہر آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر اہل ایمان قصاص پر عمل کروا سکتا ہے جبکہ ایسا ہوتا نہیں ہے کیونکہ قصاص پر عمل کروانا امام یا نائب امام کا کام ہوتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے امام یا نائب امام مراد ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہوگا يٰاَيُّهَا الائمة كتب عليكم استيفاء القصاص ان اراد ولى الدم استيفاء۔ یعنی اے اماموا جب ولی قصاص لینے کا ارادہ کرے تو تم پر قصاص پر عمل کروانا واجب ہے (غرائب القرآن) معافی کی دو صورتیں ہیں۔ اول بغیر معاوضۂ مال کے یعنی دیت لئے بغیر محض رضائے الٰہی کی خاطر معاف کر دے۔ دوم قصاص کی بجائے دیت قبول کر لے اگر ورثاء دوسری صورت اپنائیں تو کہا جا رہا ہے کہ طالب دیت بھلائی کی پیروی کرے۔ اور قاتل کو اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ کے ذریعے حکم دیا جا رہا ہے کہ تنگ کئے بغیر دیت اچھی طرح ادا کر دے۔ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ الخ یعنی یہ تخفیف و رحمت جو قصاص، دیت یا معافی کی صورت میں ہے تمہارے لئے اللہ کی طرف سے حکم کو ہلکا کرنا اور باعثِ رحمت ہے ورنہ اس سے قبل یہود کیلئے صرف قصاص تھا معافی یا دیت نہ تھی اور نصاریٰ کیلئے صرف معافی تھی قصاص یا دیت نہ تھی۔ اس امت پر کتنا کرم فرمایا کہ ان کیلئے تینوں چیزیں قائم فرما دیں، فَمَنِ اعْتَدٰى یعنی جو کوئی معاف کر دینے یا دیت لینے کے بعد بھی قتل کر دے تو آخرت میں بڑی شدت سے عذاب کا سزاوار ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ دنیا میں ہی ایسے آدمی کو قتل کر دینا چاہئے کہ یہ ناقابل معافی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دیت لینے کے بعد قتل کرے اسے معافی نہیں دونگا (بیضاوی و ابن کثیر) [۲] زمانہ جاہلیت میں ایک شخص کے بدلے سینکڑوں جانیں ضائع ہوتی تھیں اور فتنہ عظیم بپا ہوتا تھا جب قصاص کا حکم ہو گیا تو کئی جانیں بچ گئیں اور یہ قصاص انکی زندگی کا سبب بن گیا۔ بعض نے اسکا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ قرآن میں جو قصص بیان کئے گئے ہیں اس میں تمہارے لئے حیات ہے۔ (بیضاوی) [۳] یہاں سے چوتھا حکم بیان کیا جا رہا ہے۔ پہلا حکم رزق حلال کا تھا جو کہ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ الخ کے ذریعے بیان کیا گیا۔ دوسرا حکم ایمانیات اور نیکی کی ماہیت جو کہ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا الخ سے بیان کیا گیا۔ تیسرا حکم مسئلہ قصاص کا تھا جو کہ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ الخ سے بیان کیا گیا اور اب یہاں چوتھا حکم یعنی مال کے بارے میں وصیت کا بیان ہو رہا ہے۔ اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ موت سے مراد موت کے امارات یعنی علامات کا ظہور ہے اور یہ وہ مرض ہے جس سے صحت یابی نصیب نہ ہو۔ حضرت عاصم کہتے ہیں کہ فی الحال وصیت فرض ہے۔ خیر سے مراد مال ہے کیونکہ قرآن پاک میں خیر کا لفظ اکثر مقامات پر مال ہی کے معنی میں آیا ہے مثلاً وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ اور مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ وغیرہ۔ وصیت کا یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر آیت میراث نے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق پہنچا دیا ہے۔ خبردار ہو جاؤ اب وارث کیلئے وصیت نہیں ہے۔ (بیضاوی و غرائب القرآن)

سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

شنیدش پس جز ایں نیست کہ گناہ تبدیل بر آں کساں است کہ بدل می کنند آں وصیت را ہر آئنہ خدا

سننے کے بعد پس اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسکا گناہ اس پر ہے جو اس وصیت کو بدلتے ہیں بیشک اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ؕ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا

شنوای دانا پس ہر کہ دریابد از وصیت کنندہ ظلمے یا گناہے

سننے والا جاننے والا ہے [۱] پس جس کو وصیت کرنے والے کی طرف سے ظلم یا گناہ کا احساس ہو

فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع

۲۲ ع ۶ ۶

پس صلاح کرد درمیان ایشاں پس ہیچ گناہ نیست بروے ہر آئنہ خدا آمر زندہ مہرباں

تو انکے درمیان صلح کرا دے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے [۲]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ

است کسانیکہ ایمان آوردند لازم کردہ شد بر شما روزہ داشتن چنانکہ لازم کردہ شد

اے وہ لوگ جو ایمان لائے تم پر روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسا کہ فرض کیا گیا

عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا

بر کسانیکہ پیش از شما بودند تا باشد کہ پرہیزگاری کنید روزہ داشتن در روز

ان پر جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ [۳] (روزہ رکھنے کے) دن

مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ

چند شمردہ شدہ ہر کہ باشد از شما بیمار یا مسافر

شمار کئے ہوئے ہیں پس جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا مسافر

فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ

پس لازم است شما آں از روزہائے دیگر و برآنانکہ نمی توانند روزہ داشتن نمیدارند فدیہ

تو لازم ہے تم پر وہ اور دنوں میں اور جو طاقت نہ رکھے روزہ رکھنے کی وہ فدیہ دے

تفسیر اظہار العرفان

[۱] مطلب یہ ہے کہ وصیتوں اور گواہوں میں سے اگر کوئی وصیت بدل ڈالے تو اس کیلئے یہ سزا ہے۔ (بیضاوی)

[۲] یعنی امیدوار جسکو یہ اندیشہ ہو کہ اسکے ساتھ حق تلفی ہو گی۔ راجح قول کے مطابق امت اس پر مجتمع ہے کہ اب وصیت جائز نہیں ہے مگر ثلث میں جیسا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ثابت ہے کہ انھیں نبی کریم ﷺ نے ثلث مال کی وصیت کی اجازت دی۔ (غرائب القرآن)

[۳] یہاں سے پانچواں حکم بیان کیا جا رہا ہے۔ رمضان کے روزے ۱۰ شوال المکرم سن ۲ ہجری میں فرض کئے گئے۔ صوم اور صیام، صام کا مصدر ہے جیسے قیام عیاذ وغیرہ۔ اسکا لغوی معنی ان چیزوں سے رکنا جن کی طرف طبیعت کا میلان ہو۔ اور اصطلاح شرع میں مفطراتِ ثلثہ (کھانے، پینے اور جماع) سے بہ نیت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک رک جانا صوم ہے۔ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ یعنی انبیاء اور امم سابقہ پر حضرت آدم علیہ السلام سے ہمارے نبی ﷺ تک۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روزہ عبادتِ اصلیہ قدیمہ ہے اللہ تعالیٰ نے کسی امت کو بھی اسکی فرضیت سے مستثنیٰ نہیں رکھا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام پر ہر ماہ ایام بیض یعنی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کا روزہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عاشورہ اور ہر ہفتہ سنیچر کے دن کا روزہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ماہِ رمضان کا روزہ فرض تھا۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی روزے کی محافظت کر کے تم متقی ہو جاؤ گے یا روزے رکھ کر تم معاصی سے بچ جاؤ گے یا روزے رکھ کر اللہ کی نافرمانی سے بچ جاؤ گے کیونکہ نصاریٰ جب رمضان گرمیوں میں آتا تو کہتے کہ ہم موسمِ سرما میں ۴۰ روزے رکھ لیں گے۔ کیونکہ ہم گرمی میں روزے نہیں رکھ سکتے لیکن تم روزے رکھ کر ان جیسی حرکات سے بچ جاؤ گے۔ (غرائب القرآن) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: روزہ ڈھال ہے پس [روزے کی حالت میں] نہ بیہودہ بات کرے اور نہ جہالت [جیسی حرکت] کرے اگر کوئی اس سے جھگڑا کرے یا اسے گالی دے تو چاہئے کہ وہ دو مرتبہ [جھگڑنے یا گالی دینے والے سے] کہہ دے میں روزہ سے ہوں اور وہ ذات جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے روزے دار کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے [روزے دار] اپنا کھانا پینا اور اپنی شہوت میری رضا کیلئے چھوڑتا ہے۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اسکا بدلہ دونگا اور ایک نیکی دس [نیکیوں] کے برابر ہے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک جنت میں ایک [ایسا] دروازہ ہے جسکا نام "ریان" ہے قیامت کے روز اس دروازہ سے روزہ دار داخل ہونگے انکے علاوہ کوئی اور اس میں سے داخل نہیں ہوگا۔ کہا جائیگا کہاں ہیں روزے دار؟ پس روزے دار کھڑے ہونگے اور اس میں سے داخل ہونگے غیر داخل نہیں ہوگا، جب تمام روزے دار داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائیگا اس لئے کوئی اور اس میں داخل نہ ہو سکے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ایمان اور نیکی کیساتھ شب قدر میں قیام کیا تو اسکے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس نے ایمان اور نیکی کیساتھ رمضان کا روزہ رکھا اسکے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے جھوٹ کہنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا، تو اللہ کو اسکی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل اس کیلئے ہے سوائے روزہ کے، پس وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اسکا بدلہ دونگا الخ۔ (بخاری)

طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ

کہ عبارت از طعام یک درویش است پس ہر کہ بجا آرد نیکی ایں بہتر است اورا و آنکہ

جو ایک مسکین کے کھانے سے عبارت ہے پس جو کوئی نیکی بجا لائے یہ بہتر ہے اسکے لئے اور

تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ

روزہ دارید بہتر است شما را اگر میدانید ماہ رمضان

روزہ رکھنا بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانتے ہو [۱] رمضان کا مہینہ

الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ

آں است کہ فرود آوردہ شد دروی قرآن راہنما برائے مردماں و سخنان

وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کیلئے راہنما ہے اور ہدایت کی

مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ

از ہدایت و از جدا کردن حق و باطل پس ہر کہ دریابد از شما آں ماہ را

روشن باتیں اور حق و باطل کے درمیان فرق پس جو کوئی تم میں سے اس مہینہ کو پائے

فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ

پس البتہ روزہ دارد آنرا و ہر کہ باشد بیمار یا مسافر پس بروے لازم است شمار از

تو ضرور اس میں روزہ رکھے اور جو بیمار ہو یا مسافر پس اس پر گنتی لازم ہے

اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ

روزہائے دیگر میخواہد خدا بشما آسانی و نمی خواہد بشما دشواری

اور دنوں کی اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ دشواری نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرو

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ

و میخواہد کہ تمام کنید شمار را و بہ بزرگی یاد کنید خدا را بشکر آنکہ راہنمود شما را و تا باشد کہ شکر گذاری کنید

اور اللہ کی بڑائی بیان کرو شکر کیساتھ اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تا کہ تم شکر گذار ہو جاؤ [۲]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ یعنی چند ایسے ایام جنہیں تم شمار کر سکتے ہو کیونکہ عادتاً جو چیز زیادہ ہوتی ہے اسے شمار نہیں کرتے اور اسکا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ روزہ میں جدائی واقع نہ ہو بلکہ پے در پے رکھو۔ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یعنی ایسا مرض ہو جس کیلئے روزہ نقصان دہ ہو یا بحالتِ سفر اگر روزہ نقصان دہ ہو تو اسے رخصت ہے کہ یہ روزہ اور دنوں میں رکھ لے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حمزہ اسلمی نے نبی کریم ﷺ سے سفر کے روزہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو روزہ رکھ لو اور اگر چاہو تو اسے اور دنوں میں رکھ لو۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ میں تین اقوال ہیں۔ پہلا قول: اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ "اور جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے پاس کوئی عذر نہ ہو یعنی مقیم اور صحت مند ہو اگر وہ افطار کریگا تو اسے ایک مسکین کا فدیہ دینا پڑیگا"۔ دوسرا قول: یہ مسافر اور مریض کی جانب راجع ہے یعنی چاہے تو روزہ رکھے یا فدیہ دے۔ لیکن اب اختیار منسوخ ہو چکا ہے۔ تیسرا قول: شیخِ فانی کے بارے میں ہے جو عمر کے اس نہج پر پہنچ چکا ہو کہ اب اس کیلئے تندرستی کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ اس تیسری صورت میں يُطِيْقُوْنَهٗ سے پہلے لا مقدر مانیں گے۔ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ یعنی فدیہ بقدر واجب اس میں زیادہ کرے تو اسکے لئے بہتر ہے وَاَنْ تَصُوْمُوْا یعنی ایسے روزہ کی قوت اور طاقت رکھنے والو کوشش کرو اپنی طاقت سے یا افطار میں رخصت لے لو۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ مطلب یہ ہے کہ اگر تم روزہ کی فضیلت جانتے ہو اور ذمہ داری سے بری ہونا چاہتے ہو تو تمہارا روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اسکا معنی یہ ہے کہ اگر تم اہل علم ہو اور اہل تدبیر ہو تو جان لو کہ روزہ تمہارے لئے فدیہ سے بہتر ہے۔ (بیضاوی و غرائب القرآن) [۲] حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ رمضان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ نہ کہو کہ رمضان آیا اور رمضان گیا بلکہ کہو کہ ماہِ رمضان آیا اور ماہِ رمضان گیا۔ اس لئے کہ یہ اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے لیکن اکثر مفسرین کرام اس جانب گئے ہیں کہ یہ مہینے کا نام ہے جیسے رجب، شعبان وغیرہ۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اسکا نام رمضان اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ بندوں کے گناہ کو جلا دیتا ہے۔ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ رمضان میں قرآن کو اس ماہ کی شرافت و بزرگی کی بناء پر اتارا گیا۔ جمہور کا قول ہے کہ اسی ماہ کی پہلی شب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحائف نازل کئے گئے، اسی ماہ کی چھ تاریخ کو تورات نازل کی گئی، اسی ماہ کی ۱۳ تاریخ کو انجیل نازل کی گئی اور اسی ماہ کی ۸ یا ۱۲ تاریخ میں زبور نازل کی گئی گویا کہ اس ماہ کو کلام اللہ سے خاص نسبت ہے۔ فَمَنْ شَهِدَ الخ یعنی جو تم میں سے رمضان کا مہینہ پائے تندرست ہو اور مسافر نہ ہو تو اسے روزہ رکھنا چاہئے۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ الخ یعنی اللہ تعالیٰ تم پر سہولت چاہتا ہے نہ کہ تنگی، اس لئے سفر اور مرض کی حالت میں افطار کو مباح فرمایا۔ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ الخ پہلے قول کے مطابق تکبیر سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم، ثنا اور شکر مراد ہے کیونکہ اس نے طاقت کی توفیق بخشی۔ اللہ تعالیٰ کی تکبیر کبھی قول سے کرتے ہیں کبھی اعتقاد سے اور کبھی عمل سے۔ قول سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے اسمائے حسنیٰ کا اقرار کیا جائے اور ایسے صفات سے جو اسکی شان کے لائق نہ ہو منزہ مانا جائے، یہ تکبیر مکمل نہیں ہو سکتی مگر اعتقاد سے اس طرح اس میں قول اور اعتقاد دونوں آ گئے۔ عملی تکبیر یہ ہے کہ اسکے اوامر پر عمل کیا جائے اور نواہی سے بچا جائے دوسرے قول کے مطابق اس سے عید الفطر کی تکبیر مراد ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ جب عیدگاہ کی جانب تشریف لے جاتے تو تکبیر کہتے ہوئے جاتے۔ (بیضاوی و غرائب القرآن)

تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ

و چوں استفسار کنند ترا بندگان من از حال من پس ہر آئنہ من نزدیکم

اور جب آپ سے سوال کریں میرے بندے میرے حال کے بارے میں پس بیشک میں قریب ہوں

اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ

قبول میکنم دعای دعا کنندہ وقتیکہ دعا کند مرا پس باید کہ فرمانبرداری کنند برائے من

قبول کرتا ہوں دعا کرنیوالے کی دعا کو جب (وہ مجھ سے) دعا کرے پس چاہیئے کہ فرمانبرداری کریں میرے لئے

وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ

و باید کہ بگروند بمن تا باشد کہ راہ یابند حلال کردہ شد شما را در شب

اور چاہیئے کہ مجھ ہی پر ایمان لائیں تا کہ وہ سب راہ پائیں ۱؎ حلال کیا گیا تمہارے لئے روزے

الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ

روزہ مخالطت کردن بازنان خود ایشاں بمنزلہ پوشتن اند شما را و شما

کی رات میں اپنی عورتوں سے جماع کرنا وہ سب تمہارے لئے بمنزلہ لباس ہیں اور تم

لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ

پوشتن اید ایشانرا دانست خدا کہ شما خیانت میکردید در حق خویشتن

ان کیلئے لباس ہو اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنے حق میں

فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَ

پس بمہربانی باز گشت بر شما و در گذشت از شما پس الحال مخالطت کنید بازناں و

پس اللہ نے تم پر مہربانی سے رجوع فرمائی اور تمہیں معاف کیا تو اب تم ان سے جماع کر سکتے ہو اور

ابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ

طلب کنید آنچہ مقدر کردہ است خدا برائے شما و بخورید و بنوشید تا آنکہ روشن شود

تلاش کرو جسے اللہ نے تمہارے لئے مقدر کیا اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ روشن ہو جائے ۲؎

۱؎ مروی ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمارا رب قریب ہے یا دور اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق صحابہ غزوات میں اللہ تعالیٰ کی تکبیر، تہلیل اور دعا بلند آواز سے کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تیسری روایت کے مطابق حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم اپنے رب کو کیسے پکاریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ چوتھے قول کے مطابق حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ صحابہ نے دریافت کیا کہ ہم کس ساعت میں اپنے رب سے دعا کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ پانچویں قول کے مطابق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ کا رب دعا کیسے سنتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ چھٹے قول کے مطابق حضرت حسن فرماتے ہیں کہ صحابہ نے دریافت کیا کہ اَیْنَ رَبُّنَا یعنی ہمارا رب کہاں ہے؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ کا جملہ دلالت کرتا ہے کہ سوال ذات سے متعلق تھا۔ اس وقت صورت یہ ہوگی کہ سائل اس میں سے ہوگا جو تشبیہ کا قائل ہو اور اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ کا جملہ دلالت کر رہا ہے کہ سوال صفات سے متعلق تھا۔ قریب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تدبیر اور حفظ کے اعتبار سے قریب ہے نہ کہ ذات کے اعتبار سے کیونکہ اللہ تعالیٰ جہات اور مکانیات سے پاک ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس آیت میں دعا سے مراد عبادت ہے کیونکہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ یعنی دعا عبادت ہے بعض نے یہ کہا کہ یہاں دعا سے مراد توبہ ہے۔ (غرائب القرآن) ۲؎ مروی ہے کہ مسلمانوں کا طریقہ کار یہ تھا کہ روزہ ایام میں شام سے عشاء تک یا سونے تک کھاتے پیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد مباشرت کی اور پشیمان ہو کر نبی کریم ﷺ سے معذرت کی اسکے بعد اور لوگوں نے بھی اپنی اس غلطی کا اعتراف کیا کہ ہم بھی عشاء کے بعد جماع کرتے رہے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ قیس بن صرمہ انصاری یا صرمہ بن قیس یا قیس بن عمرو (اختلاف روایات کے ساتھ) روزے سے تھے جب افطار کا وقت ہوا تو اپنی عورت کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کہ کیا کھانے پینے کیلئے کچھ ہے۔ عورت نے کہا نہیں لیکن میں ابھی کھانا تیار کرتی ہوں۔ یہ کھانا تیار کرنے لگیں جب تک حضرت قیس بن صرمہ سو گئے اور دوسرے دن کا روزہ رکھ لیا دن کے نصف حصے میں بھوک کی شدت کی وجہ سے ان پر غشی طاری ہونے لگی یہ واقعہ نبی کریم ﷺ تک پہنچایا گیا تو یہ آیت اتری۔ تَخْتَانُوْنَ تم سب خیانت کرتے ہو۔ ابومسلم کہتے ہیں کہ خیانت کی اصل نقص ہے تو معنی یہ ہوگا کہ تم سب اپنا نقصان کرتے تھے۔ رَفَثٌ بمعنی جماع۔ فحش کلام کو بھی رَفَث کہتے ہیں۔ ابوعلی کہتے ہیں کہ رَفَثٌ بمعنی فرج [شرمگاہ] ہے۔ هُنَّ لِبَاسٌ الخ انکو لباس سے تشبیہ دی کہ جس طرح لباس جسم کو چھپا لیتا ہے۔ اسی طرح وہ ایک دوسرے کے حالات کو چھپا لیتے ہیں یا ایک دوسرے کے عیب کو چھپا لیتے ہیں اور گناہوں سے بچ جاتے ہیں۔ فَالْئٰنَ سے سابقہ حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور یہ حکم نافذ کر دیا گیا کہ اب روزے کی راتوں میں تمہارے لئے عورتوں سے جماع اور کھانا پینا حلال کر دیا گیا ہے۔ اَلْبَاشِرَةُ یعنی بشر کا بشر سے ملاپ یہاں جماع سے کنایہ ہے۔ اِبْتَغُوْا یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں جو اولاد لکھ دی ہے وہ بذریعہ صحبت کے تلاش کرو۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی عورت سے مجامعت کرے تو مناسب یہ ہے کہ اولاد کی نیت کر لے۔ بعض مفسرین کرام کے نزدیک اس حکم سے عزل کو روک دیا گیا۔ عزل کہتے ہیں بوقت انزال ذکر کو فرج سے باہر کرنا تا کہ منی فرج کے اندر نہ نکلے۔ (بیضاوی و غرائب القرآن)

لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ

برائے شما رشتہ سفید از رشتہ سیاہ مراد رشتہ سفید فجر است پس ازاں

تمہارے لئے سیاہ ڈورے سے سفید ڈورا ' سفید ڈورا فجر ہے پھر اسکے بعد

اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ

تمام کنید روزہ را تا شب و مساس مکنید زنانرا و حالی کہ معتکف باشید

روزہ مکمل کرو رات تک اور عورتوں سے صحبت نہ کرو اس حال میں کہ تم معتکف رہو

فِى الْمَسٰجِدِ ۗ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ۗ كَذٰلِكَ

در مسجدہا اینہا منہیات خدا اند پس نزدیک مشوید باو ہمچنیں

مسجدوں میں یہ اللہ کے منہیات ہیں پس اسکے نزدیک نہ جاؤ اسی طرح

يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ وَلَا تَاْكُلُوْٓا

بیان کند خدا آیات خود را برائے مردمان تا باشد کہ راہ یابید و مخورید

اللہ بیان کرتا ہے اپنی آیتوں کو لوگوں کیلئے تا کہ وہ راہ پائیں ۱؎ اور نہ کھاؤ

اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ

اموال خود را میان یک دیگر بہ بیہودہ و مرسانید اموال خود را بحاکماں

اپنے اموال کو دوسرے کے اموال کے ساتھ ناحق اور نہ لے جاؤ اموال کو حاکموں کے پاس

لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ

تا بخورید پارہ از اموال مردماں بستم دانستہ

تا کہ کھاؤ لوگوں کے کچھ اموال گناہ سے حالانکہ تم

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۗ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ

می پرسند ترا از ماہہا بگو اینہا میعادند برائے مردمان

جانتے ہو ۲؎ پوچھتے ہیں آپ سے چاند کے بارے میں آپ فرما دیجئے کہ یہ میعاد ہے لوگوں کے واسطے

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ الخ نازل ہوئی تو میں سفید اور سیاہ دھاگے اپنے سرہانے تلے رکھتا اور اس وقت تک کھاتا رہتا جب تک یہ دھاگے خوب نظر نہ آ جاتے۔ صبح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس کام کے بارے میں بتایا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ سیاہ دھاگہ سے مراد رات کی سیاہی ہے اور سفید دھاگہ سے مراد صبح صادق ہے یعنی تم صبح صادق تک کھا سکتے ہو۔ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ یعنی روزہ غروب شمس ہوتے ہی پورا ہو جاتا ہے۔ رات کا کوئی حصہ روزہ میں داخل نہیں ہے۔ جیسے اشتریت ھذا المکان الی الحائط یعنی میں نے اس مکان کو دیوار تک خریدا تو دیوار بیچ میں داخل نہ ہوگی۔ پھر اس آیت کا مفہوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب رات آ جائے اور دن چلا جائے اور یعنی سورج کا غروب ہونا متحقق ہو جائے تو روزے دار کو افطار کر لینا چاہئے۔ واضح رہے کہ روزہ تین چیزوں سے رکنے کا نام ہے یعنی کھانا' پینا اور جماع یہ اس لئے ہے کہ نفس ان تینوں کی جانب زیادہ مائل ہوتا ہے۔ (غرائب القرآن) وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ الخ یہاں سے اعتکاف کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ انسان کا اپنے آپ کو کسی شے پر روکنا خواہ وہ نیکی کیلئے ہو یا گناہ کیلئے اعتکاف کہلاتا ہے جیسے يَعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ یعنی وہ سب بتوں کے پاس اعتکاف میں بیٹھے تھے۔ حالانکہ بتوں کے پاس اعتکاف میں بیٹھنا گناہ ہے لیکن پھر بھی اسے اعتکاف ہی کہا گیا ہے۔ اعتکاف کہاں جائز ہے اور کہاں نہیں اس سلسلے میں اختلاف ہے۔ یہاں چند اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔ پہلا قول: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسجدِ حرام کے سوا کہیں اعتکاف جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ یعنی میرے گھر کو طواف اور اعتکاف کرنے والوں کیلئے صاف رکھو۔ دوسرا قول: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسجد حرام اور مسجدِ نبوی میں اعتکاف جائز ہے اسکے علاوہ میں نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مساجد کی ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجدِ حرام کے۔ تیسرا قول: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اعتکاف مسجدِ حرام' مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ میں درست ہے اسکے سوا میں نہیں' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سواری نہ باندھو مگر تین مساجد کی طرف یعنی مسجدِ حرام' مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کی طرف۔ چوتھا قول: زہری کہتے ہیں کہ اعتکاف جائز نہیں ہے مگر جامع مسجد میں' تا کہ اسے نمازِ جمعہ کیلئے نکلنے کی حاجت نہ ہو۔ پانچواں قول: امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ ہر اس مسجد میں جائز ہے جہاں پنج وقتہ نماز جماعت سے ہوتی ہو۔ مسجد کیلئے جامع کا ہونا ضروری نہیں ہے لیکن افضل ہے کہ جامع مسجد ہو۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ فرمایا اور مساجد جمع ہے۔ اس لئے اسکا اطلاق ہر اس مسجد پر ہوگا جہاں پنج وقتہ جماعت ہوتی ہو۔ (غرائب القرآن) ۲؎ مروی ہے کہ عبدان حضرمی نے دربارِ نبوی میں امرا القیس پر ایک زمین کے قطعہ پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری زمین غصب کر لی ہے لیکن اسکے پاس کوئی گواہ نہ تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عدمِ گواہ کی صورت میں امرا القیس کے قسم کھانے پر فیصلہ ہوگا پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو جھوٹی قسم اس غرض سے کھائے گا کہ اسکا مال ناحق کھائے تو محشر میں اللہ تعالیٰ سے ناراضگی کی حالت میں ملے گا پھر وہ قسم سے باز آ گیا اور زمین عبدان کے سپرد کر دی گئی پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بیضاوی)

وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا

و برائے حج و نیست نیکو کاری آنکہ در آئید در خانہا در حالت احرام از پس پشت آنہا

اور حج کیلئے اور نیکی نہیں ہے کہ تم آؤ گھروں میں احرام کی حالت میں اسکے پیچھے سے

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪

و لیکن صاحب نیکو کاری آنست کہ پرہیزگاری کند و در آئید در خانہا از راہ دروازہ ہا

لیکن نیکوکاروں وہ ہے جو پرہیزگاری کرے اور آؤ گھروں میں اسکے دروازے سے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

و بترسید از خدا تا باشد کہ رستگار شوید و جنگ کنید در راہ خدا

اور اللہ سے ڈرو تاکہ فلاح پا جاؤ ۱ اور جنگ کرو اللہ کی راہ میں

الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾

باآنانکہ جنگ کنند با شما و از حد گزرندگاں را ہر آئنہ خدا دوست ندارد از حد گذرندہ گانرا

ان لوگوں سے جو جنگ کریں تم سے اور حد سے مت گزرو بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا حد سے گزرنے والوں کو ۲

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ

و بکشید مشرکانرا ہر جا کہ بیابید ایشانرا و بیروں کنید ایشانرا از آنجا کہ

اور قتل کرو مشرکوں کو جہاں کہیں تم انہیں پاؤ اور انہیں نکال دو اس جگہ سے کہ

اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ

بیروں کردند شما را و غلبہ شرک سخت تراست از قتل و کار زار مکنید باایشاں

جہاں سے تمھیں نکالا اور شرک کا غلبہ قتل سے زیادہ سخت ہے اور لڑائی نہ کرو ان سے

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ

نزدیک مسجد کعبہ تا آنکہ کار زار کنند باشما درآنجا پس اگر جنگ کنند باشما

مسجد کعبہ کے قریب یہاں تک کہ وہ سب لڑائی کریں تم سے اس میں پس اگر وہ جنگ کریں تم سے

تفسیر اظہار العرفان

۱ شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل اور ثعلبہ بن غنم انصاری رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں کہ اول رات چاند بالکل باریک سا رہتا ہے پھر بڑھتے بڑھتے بالکل برابر ہو جاتا ہے پھر کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ حتّٰی کہ اسی حال میں واپس آجاتا ہے۔ جیسے پہلی حالت میں تھا۔ قُلْ هِیَ یعنی انھوں نے چاند کے مختلف ہونے اور تغییر و تبدیل کی حکمت کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے جواب دینے کا حکم فرمایا کہ اس میں حکمت ظاہرہ یہ ہے کہ لوگوں کے معاملات دینی اور دنیوی میں علامت بن جائے کہ اپنے کاروبار کا وقت مقرر کر لیں اور عبادت کا وقت مقررہ معلوم ہو جائے۔ بالخصوص حج کا وقت کیونکہ وقت کی اس میں خاص رعایت ہے۔ لَیْسَ الْبِرُّ سے اس واقعہ کی جانب اشارہ ہے کہ انصار کی عادت تھی کہ جب احرام باندھتے تھے تو گھروں میں دروازوں کی طرف سے نہیں آتے تھے بلکہ پیچھے کی جانب سے آتے تھے اور انکا دخول اور خروج سوراخ سے ہوتا تھا۔ اس بات کو وہ سب نیکی سمجھتے تھے۔ اس آیت میں انھیں بتایا گیا کہ یہ کوئی نیکی نہیں ہے بلکہ نیکی یہ ہے کہ حرام باتوں سے اور شہوات نفسانیہ سے اپنے آپ کو بچائے۔ سوال: ان دونوں صحابہ نے تو چاند سے متعلق سوال کیا تھا لیکن جواب میں چاند کے مسئلہ کے ساتھ احرام کا مسئلہ بھی بیان کیا گیا ایسا کیوں ہے؟ جواب: اسکے تین جواب ہیں اول یہ ہے کہ شاید ان لوگوں نے ان دونوں کے متعلق ایک ہی وقت میں دریافت کیا ہو۔ اسلئے چاند کے مسئلہ کے بعد حالت احرام کو بیان کیا گیا۔ دوم یہ ہے کہ مواقیت حج کا ذکر کیا تو ساتھ ہی ساتھ ان افعال کا بھی ذکر کیا جو حج میں ادا کیئے جاتے ہیں۔ سوم یہ ہے کہ انھوں نے چاند کے بارے میں سوال کیا جو انکے لئے میسر نہ تھا اور علم نبوی کے مناسب تھا اورانھوں نے وہ سوال چھوڑ دیا جو انکے لئے مفید تھا اسلئے انھیں اس سوال کا جواب بھی خود بخود بتا دیا گیا۔ (بیضاوی) ۲ حضرت ربیع بن انس فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں جہاد سے متعلق نازل ہونے والی یہ پہلی آیت ہے۔ نبی کریم ﷺ ان سے لڑائی کرتے جو آپ سے لڑائی کیلئے نکلتے اور جو اپنے آپ کو روک لیتا یا جنگ کرنے کا اہل نہ ہوتا تو آپ بھی اس سے رک جاتے مثلاً بوڑھا، بچہ، راہب اور عورت۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس لئے لڑائی کرتا ہو تا کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے اور ریا اور سمعہ سے اپنے آپکو بچاتا ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ سبب نزول یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو مقام حدیبیہ پر روک دیا گیا کہ آپ عمرہ ادا کرنے نہیں جاسکتے اور پھر انھوں نے اس بات پر صلح کی کہ آئندہ سال آپ پھر تشریف لائیں۔ جب آئندہ سال عمرہ کی ادائیگی کیلئے تشریف لائے تو مسلمانوں کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مشرکین وعدہ خلافی کریں اور گذشتہ سال کی طرح پھر بیت اللہ سے روکیں اور احرام اور ماہِ حرام کی پرواہ نہ کریں تو انھوں نے اس بات کو ناپسندیدہ سمجھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (غرائب القرآن و بیضاوی) حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے مروی ہے کہ سب سے پہلی آیت جو جہاد کے جواز کے بارے میں نازل ہوئی وہ یہ ہے اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۔ لیکن پہلا قول اکثر کا قول ہے یعنی یہ کہ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ الخ جہاد کے باب میں نازل ہونے والی سب سے پہلی آیت ہے باقی رہی یہ بات کہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا سے پھر کیا مراد ہے اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے قول کی کیا توجیہ ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ آیت عام قتال کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (القرطبی)

فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

پس بکشید ایشانرا ہمچنیں است سزائے کافراں پس اگر باز مانند پس ہر آئنہ خدا

تو انہیں قتل کرو اسی طرح ہے کافروں کی سزا ۱ پس اگر وہ باز رہیں تو بیشک اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ

آمرزندہ مہرباں است و بجنگید بایشاں تا آنکہ نابود شود شرک و شود

بخشنے والا مہربان ہے ۲ اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ شرک نہ رہے اور

الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

دین محض برائے خدا پس اگر باز مانند پس نیست دست درازی مگر بر ستمگاران

دین خالص اللہ کیلئے ہو جائے پس اگر باز رہیں تو لڑائی نہیں ہے مگر ظالموں پر ۳

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ

ماہ حرام ، عوض ماہِ حرام است و بزرگہا بایکدیگر عوض میشود

ماہِ حرام ، ماہِ حرام کے بدلے ہے اور بزرگیاں ایک دوسرے کے ساتھ عوض ہوتی ہیں

فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا

پس ہر کہ تعدی کند بر شما پس دستدرازی کنید بروے مانند دست درازی

پس جو کوئی زیادتی کرے تم پر تو ان سے بدلہ لو ان کی زیادتی کے برابر

اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ

وے بر شما و حذر کنید از خدا و بدانید کہ خدای با

جو اس نے تم پر کی اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ

پرہیزگاران است و خرچ کنید در راہ خدای و میفگنید درراہ خدا بدستہا شما

پرہیزگاروں کے ساتھ ہے ۴ اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنے آپ کو

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی جہاں بھی انھیں پاؤ حل میں ہوں یا حرم میں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو اور انھیں گذشتہ صلح حدیبیہ یاد دلاؤ۔ ثقف اصل میں حذق کو کہتے ہیں جسکا مطلب کسی چیز کا ادراک علمی طور پر ہو یا عملی طور پر۔ یہ لفظ غلبہ کو متضمن ہے۔ اسی لئے جگہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ کی مختلف تفاسیر ہیں۔ تفسیر اول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کفر باللہ ہے کیونکہ یہ بھی فساد کا سبب ہے۔ تفسیر ثانی: فتنہ اسکی اصل یہ ہے کہ سونے کو بھٹی میں جب صاف کرنے کیلئے ڈالتے ہیں تو اس عمل کو فتنہ کہا جاتا ہے پھر یہ اسم جس میں مشقت ہو استعمال ہونے لگا۔ تفسیر ثالث: فتنہ سے مراد دائمی عذاب ہے جو انھیں کفر کے سبب سے دنیا میں یہ ملا کہ انھیں جہاں پاؤ قتل کرو۔ تفسیر رابع: اہل ایمان کو مسجدِ حرام سے روک دینا فتنہ ہے۔ تفسیر خامس: فتنہ سے مراد شرک کا غلبہ ہے۔ (غرائب القرآن) كَذٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِيْنَ یعنی جیسے انھوں نے کیا ایسا ہی انکے ساتھ کیا جائے۔ (غرائب القرآن وبیضاوی)

۲ یعنی اگر یہ قتال اور کفر سے باز رہیں تو اللہ گذشتہ خطاؤں کی مغفرت کرنے والا ہے (بیضاوی)

۳ یہ آیت جہاد کے باب میں عام ہے اور اس سے پہلے کی آیت خاص تھی۔ اور یہ جائز ہے کہ عام کے بعد خاص آئے اسلئے کہ قرآن ترتیب نزول پر نہیں ہے۔ اور اگر ترتیب نزول پر بھی ہو جب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اسلئے کہ خاص دلائل تقدم یا تاخر کیلئے قاطع ہوتا ہے اور عام اس پر دلالت کرتا ہے جس پر خاص غیر مقطوع ہو کر دلالت کرتا ہے۔ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ یعنی کفر و شرک باقی نہ رہے اور دین خالص اللہ ہی کیلئے ہو جائے۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ ان کافروں سے لڑائی کرو یہاں تک کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے۔ بعض نے فتنہ کی تشریح میں یہ بھی کہا ہے کہ جب مسلمان مکہ میں تھے تو ان لوگوں نے اتنا ستایا کہ کچھ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور کچھ مسلمان مدینے کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ فَلَا عُدْوَانَ یعنی ظلم کے بدلے کو ظلم کا نام دے دیا گیا ہے جیسے فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ تم ان پر اتنی تعدی کرو جتنی اس نے تم پر کی۔ (غرائب القرآن) اس آیت کریمہ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ مشرکین سے ہر جگہ تم قتال کر سکتے ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اسوقت تک قتال کروں جب تک کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہ کہہ لیں۔ نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث دلالت کر رہی ہے کہ قتال کا سبب کفر ہے اور یہی حکم آیت میں بھی موجود ہے حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ یعنی یہاں تک کہ کفر باقی نہ رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت قتادہ، حضرت ربیع اور حضرت سدی کہتے ہیں کہ اس جگہ فتنہ سے مراد شرک اور وہ چیز ہے جو اہل ایمان کو اذیت پہنچانے کا باعث بنے۔ (القرطبی) ۴ حدیبیہ کے سال مشرکین نے ذی قعدہ سن ۷ ہجری میں ان سے لڑائی کی اور عمرہ کی ادائیگی کیلئے خروج پر متفق ہوئے اور انھوں نے حرمت کا لحاظ رکھتے ہوئے لڑائی کو مکروہ سمجھا کہ لڑائی کریں تو ان سے کہا گیا یہ ماہ ایسے ایسے ہے پھر اگر ہتک کرنے والے ہتک کریں تو تم بھی پرواہ نہ کرو۔ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ احتجاج ہے اس پر کہ ہر وہ کام جسکی حفاظت لازمی ہو ان میں برابری ہے جب وہ تمہارے ماہ کی حرمت کے باوجود رکنے کی پرواہ نہ کریں تو تم بھی ان ہی کی طرح کرو یہ قصاص ہے اور ان پر قہر بن کر ٹوٹ پڑو اور اگر وہ تم سے قتال کریں تو تم بھی قتال کرو۔ وَاتَّقُوْا سے اللہ تعالیٰ یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ انتقام کے بارے میں ڈرتے رہو اور جن چیزوں میں اجازت نہیں ہے ان میں تجاوز مت کرو اور اعْلَمُوْا سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ ہی تمہاری حفاظت فرماتا ہے اور تمہارے احوال کو درست فرماتا ہے۔ (بیضاوی)

اِلَى التَّهۡلُكَةِ ۛۚ وَاَحۡسِنُوۡا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۹۵﴾

بسوے ہلاک و نیکو کاری کنید ہر آئنہ خدا دوست دارد نیکوکارانرا

ہلاکت کی جانب اور نیکو کاری کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو ۱

وَاَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنۡ اُحۡصِرۡتُمۡ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ

و تمام کنید حج را و عمرہ را برائے خدا پس اگر باز داشتہ شوید لازم است آنچہ سہل باشد از

اور مکمل کرو حج اور عمرہ کو اللہ کیلئے پس اگر تمہیں روک دیا گیا ہو تو جو میسر آ جائے

الۡهَدۡىِ ۚ وَلَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَكُمۡ حَتّٰى يَبۡلُغَ الۡهَدۡىُ

قربانی و متراشید سرہاے خود را تا آنکہ رسد قربانی

قربانی سے (بھیج دو) اور نہ منڈاؤ اپنے سروں کو یہاں تک کہ پہنچ جائے قربانی

مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا اَوۡ بِهٖۤ اَذًى مِّنۡ

بجائیش پس ہر کہ باشد از شما بیمار یا اورا رنجی باشد در

اپنی جگہ پس جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا کوئی تکلیف ہو اسکے

رَّاۡسِهٖ فَفِدۡيَةٌ مِّنۡ صِيَامٍ اَوۡ صَدَقَةٍ اَوۡ نُسُكٍ ۚ

سر او پس لازم است عوض آں روزہ یا صدقہ یا قربانی

سر میں تو لازم ہے اسکے عوض روزہ یا صدقہ یا قربانی

فَاِذَاۤ اَمِنۡتُمۡ ۟ فَمَنۡ تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَةِ اِلَى الۡحَجِّ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ

پس چوں ایمن شدید پس ہر کہ بہرہ ور شد بسبب ادائے عمرہ تا وقت حج پس لازم است آنچہ سہل باشد

پس جب امن میں ہو جاؤ تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ سے حج کی طرف تو لازم ہے جو اسے میسر ہو

مِنَ الۡهَدۡىِ ۚ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الۡحَجِّ

از قربانی پس ہر کہ نیابد پس لازم است روزہ داشتن سہ روز در حج

قربانی سے ۲ پس جو کوئی نہ دے سکے تو لازم ہے تین روزے رکھنا حج کے ایام میں

تفسیر اظہار العرفان

۱ وَلَا تُلۡقُوۡا بِاَيۡدِيۡكُمۡ الخ یعنی اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ اسکے بارے میں چند تفاسیر ہیں۔ پہلی تفسیر: یہ انفاق کی جانب راجع ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اسکے بارے میں نازل ہوئی جو لوگ جہاد میں مال خرچ نہ کرکے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ دوسری تفسیر: جب مال کی ضرورت ہو تو اسوقت بخل کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ تیسری تفسیر: اللہ کے راستے میں مال خرچ کرو اور یوں مت کہو کہ اگر میں مال خرچ کرونگا تو تنگ دست ہو کر ہلاک ہو جاؤنگا۔ چوتھی تفسیر: مال کو واہی تباہی کاموں میں خرچ کر کے ہلاک نہ کرو۔ پانچویں تفسیر: جہاد سے سستی کر کے یا غافل ہو کر اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ (غرائب القرآن)

۲ یعنی حج اور عمرہ دونوں کو تمام مناسک کے ساتھ پورا کرو اور یہ دونوں کام صرف اللہ کی خوشنودی کیلئے ہونے چاہئیں۔ حج کا لغوی معنی قصد کرنا اور اصطلاح شرع میں افعالِ مخصوصہ کے ساتھ زیارت مقامات مخصوصہ کرنے کو حج کہتے ہیں۔ راجح قول کے مطابق سن ۹ ہجری میں حج فرض ہوا۔ احناف کے نزدیک عمرہ سنت ہے لیکن شروع کرنے کے بعد اسکی تکمیل واجب ہے اور اس آیت میں اسی کا حکم ہے حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا عمرہ حج کی طرح واجب ہے آپ نے فرمایا نہیں لیکن عمرہ تیرے لئے بہتر ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے ارکانِ اسلام کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا صلوٰۃ، صوم، حج اور زکوٰۃ ہے۔ اس اعرابی نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نہ اس پر زیادہ کرونگا اور نہ کم۔ تیسری دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بناء پانچ چیزوں پر ہے۔ اس میں عمرہ کو بیان نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ حج کی طرح فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔ حج کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) حجِ افراد (۲) حج تمتع (۳) حج قران۔ حج افراد یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں یا اس سے قبل میقات سے یا اس سے پہلے احرام باندھے اور دل سے اسکی نیت کرے۔ حج تمتع یہ ہے کہ میقات سے یا اس سے پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور اسے ادا کرے۔ پھر حج کی نیت کر کے حج کو عمرہ سے ملادے۔ حج قران یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام اکٹھے باندھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حج قران افضل ہے اسکے بعد افراد اور پھر حج تمتع۔ فَمَا اسۡتَيۡسَرَ مِنَ الۡهَدۡىِ۔ یعنی ہدی میں سے جو میسر آسکے بھیج دو۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر محرم کو روک دیا گیا ہو اور احرام کھول کر حلال ہونا چاہتا ہو تو ہدی ذبح کرنے ہی سے ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہدی کا حرم میں بھیجنا لازم ہے۔ اس لئے محصر ہدی کو حرم میں بھیجے اور ذبح کیلئے کوئی دن مقرر کر لے کہ فلاں روز ذبح کر دینا جب وہ دن آئے گا تو محصر احرام کھول دیگا۔ وَلَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَكُمۡ یعنی اس وقت تک سر نہ منڈاؤ جب تک کہ ہدی اپنے ٹھکانے کو نہ پہنچ جائے۔ دیگر ائمہ کے نزدیک محلّہ سے مراد وہ مقام ہے جہاں اسے روکا گیا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محلّہ حرم ہے۔ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا الخ یعنی ایسا مرض جس کو سر منڈانے کی احتیاج ہو یا اسے سر میں تکلیف ہو جیسے زخم یا سر میں جوئیں ہوں۔ کعب بن عجرہ کی روایت ہے کہ انہیں رسول ﷺ نے دیکھا کہ جوئیں انکے منہ تک آ رہی ہیں فرمایا اس نے تجھے ستا رکھا ہے۔ عرض کی جی ہاں یارسول اللہ ﷺ تو آپ نے فرمایا سر منڈواؤ اور تین روزے رکھو یا چھ مساکین پر صدقہ کرو۔ یا ایک بکری کی قربانی دو۔ فَمَنۡ تَمَتَّعَ بِالۡعُمۡرَةِ الخ جو حج کے مہینوں میں حج کے ساتھ عمرہ کو ملا کر تمتع ہو اور تقرب الی اللہ سے نفع حاصل کرے عمرہ کر کے حج کرنے سے پہلے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

وَسَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ ؕ تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ لَّمۡ

و ہفت روز وقتیکہ باز گردید از سفر ایں یک دہ تمام است ایں حکم ازاست

اور سات روزے جب تم سفر سے واپس گھر آؤ یہ ایک دس مکمل ہے یہ حکم اسکے لئے ہے

يَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِى الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

کہ نباشد قبلۂ وے باشندۂ مسجد کعبہ و بترسید از خدا

جن کے اہل و عیال مسجد حرام کے قریب رہنے والے نہ ہوں اور اللہ سے ڈرو

وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ اَلۡحَجُّ اَشۡهُرٌ

و بدانید کہ خدا سخت عقوبت است حج موقت است بماہ ہائے

اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے ۱ حج کے کئی مہینے

مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ فَمَنۡ فَرَضَ فِيۡهِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ

دانستہ شدہ پس ہر کہ لازم کرد دریں ماہہا حج را پس مخالطت زنای

جانے ہوئے ہیں پس جو (اپنے اوپر) ان مہینوں میں حج فرض کرے تو عورتوں سے جماع نہ کرے اور

لَا فُسُوۡقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِى الۡحَجِّ ؕ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ

جائز نیست و نہ بدکاری و نہ باہم مناقشہ کردن در حج و ہر چہ کنید از نیکی

فسق نہ کرے اور نہ باہم جھگڑا کرے حج میں اور تم جو نیکی کرتے ہو

يَّعۡلَمۡهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَيۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰى وَ

میداند اورا خدا و توشہ ہمراہ گیرید پس ہر آئنہ بہترین فوائد توشہ پرہیزگاری است و

اللہ اسے جانتا ہے اور زادِ راہ ساتھ لو پس بیشک بہترین زادِ راہ پرہیزگاری ہے اور

اتَّقُوۡنِ يٰٓاُولِى الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ

بترسید از من اے خداوند خرد نیست بر شما گناہی در آنکہ

مجھ سے ڈرو اے عقل مندو ۲ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اس میں کہ

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی جو شخص شکرانے کی ہدی نہ پائے اسے چاہئے کہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھ لے اور سات روزے حج سے فراغت کے بعد رکھے۔ تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ یہ حکم تاکید کیلئے ہے۔ یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ تین روزے حج کے دنوں میں اور سات روزے حج کے فراغت کے بعد ان دونوں کو جمع کیا تو پورے دس ہوگئے جسے تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ فرمایا گیا کیونکہ عرب والے حساب میں کمزور ہوتے تھے۔ اس لئے انھیں جمع کر کے بھی بتایا گیا۔ لہذا منکرینِ قرآن اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ (بیضاوی)

۲ مَعۡلُوۡمٰتٌ یعنی حج کے چند ماہ معلوم ہیں یا تو یہ علم ان کی شہرت کی بناء پر ہے یا نبی کریم ﷺ کے بتانے سے معلوم ہوا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے ابتدائی دس ایام ہیں جو ان دنوں میں اپنے ذمہ حج کرے یعنی احرام باندھ کر تلبیہ کہہ لے تو اس پر حج فرض ہے اب وہ نہ تو عورت کے ساتھ ہمبستری کرے اور نہ کوئی فحش کلام کرے اور نہ گالم گلوچ کرے اور نہ نوکروں، دوستوں کے ساتھ جھگڑا کرے۔ وَتَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَيۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰى یعنی اپنے لئے زادِ راہ لے لو۔ کہا گیا ہے کہ یمن سے کچھ لوگ بغیر زادِ راہ کے سفر کرتے تھے انکا کہنا تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے نکلتے ہیں اس لئے ہمیں کچھ ساتھ لینے کی ضرورت نہیں پڑتی پھر کچھ ہی دنوں کے بعد لوگوں سے سوال کرنے پڑتے تھے کبھی کبھار ظلماً مال لینے کی نوبت پڑ جاتی تھی۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم راستے کا خرچ ساتھ لے جایا کرو تا کہ یہ نوبت ہی نہ آئے۔ علامہ نیشاپوری اس مقام پر ایک زاہد کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص یہ کہہ کر جنگل چلا گیا کہ میں کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ یوں ہی سات دن گزر گئے اور بھوک کی شدت ہوئی تو اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے لگے کہ اے اللہ اگر کھانا دینا ہے تو دے ورنہ اپنی طرف بلا لے۔ غیب سے آواز آئی کہ میری عزت وجلال کی قسم ہے میں اسوقت تک کھانا نہیں دونگا جب تک تو شہر میں داخل نہیں ہو جاتا چنانچہ وہ شہر میں داخل ہوا تو ایک شخص ان کیلئے کھانا لے کر آیا۔ اس واقعہ سے بتانا یہ مقصود ہے کہ اسباب کو چھوڑ کر توکل کرنا اللہ کی منشا کے خلاف ہے۔ اسی طرح بغیر ساز و سامان کے حج پر نکل جانا اور یہ کہنا کہ ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا ہوا ہے یہ بھی درست نہیں ہے۔ (غرائب القرآن) وَاتَّقُوۡنِ يٰٓاُولِى الۡاَلۡبَابِ عقل کا تقاضا اللہ سے ڈرنا اور تقویٰ اختیار کرنا ہے بلکہ تقویٰ پر برانگیختہ کرنا ہے پھر انہیں حکم دیا کہ مقصد اللہ سے ڈرنے کا یہ ہے کہ ہر کسی سے برابر کا سلوک کرے (بیضاوی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت میں رفث سے مراد جماع ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ رفث سے مراد ہے عورت سے جماع کے متعلق کلام کرنا۔ وَلَا فُسُوۡقَ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ جمیع معاصیات کو شامل ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس سے احرام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی مراد ہے، ابن زید اور مالک کہتے ہیں کہ اس سے بتوں کے نام پر جانور ذبح کرنا مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اَوۡ فِسۡقًا اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد برے القاب سے پکارنا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے بِئۡسَ الۡاِسۡمُ وَالۡفُسُوۡقُ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی کا ایک اور قول ہے کہ اس سے گالی مراد ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سِبَابُ الۡمُسۡلِمِ فُسُوۡقٌ وَ قِتَالُهٗ كُفۡرٌ یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔ ان سارے اقوال میں سے پہلا قول اصح ہے اس لئے کہ وہ تمام اقوال کو شامل ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے حج کیا اور رفث اور فسق سے بچا رہا تو وہ [گناہوں سے پاک ہو کر ایسا] لوٹے گا جس دن اسکی ماں نے اسے جنم دیا۔ (القرطبی)

تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ فَاِذَاۤ اَفَضۡتُمۡ مِّنۡ عَرَفٰتٍ

طلب کنید در موسم حج روزی را از پروردگار خویش پس آنگاہ کہ باز گردید از عرفات پس

تم تلاش کرو حج کے موسم میں اپنے رب سے روزی پس جس وقت عرفات سے واپس لوٹو

فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ عِنۡدَ الۡمَشۡعَرِ الۡحَـرَامِ وَاذۡكُرُوۡهُ كَمَا هَدٰٮكُمۡ ۚ

پس یاد کنید خدا را نزدیک مشعر حرام و یاد کنید بشکر آنکہ راہ نمودہ است شما را

تو اللہ کو مشعر حرام کے پاس یاد کرو اور اسے شکر کے طور پر یاد کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيۡنَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيۡضُوۡا

و اگرچہ بودید پیش ازیں از گمراہان پس باز گردید

اور تحقیق تم اس سے پہلے گمراہوں میں سے تھے [1] پھر واپس لوٹو

مِنۡ حَيۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

از آنجا کہ باز میگردند عامہ مردماں و آمرزش طلبید از خدا ہر آئنہ خدا

اسی جگہ سے کہ جہاں سے عام لوگ لوٹے اور اللہ سے مغفرت طلب کرو بیشک اللہ

غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيۡتُمۡ مَّنَاسِكَكُمۡ فَاذۡكُرُوا

آمرزندہ مہربان است پس چوں ادا کردید ارکان حج خویش را پس یاد کنید

بخشنے والا مہربان (ہے) [2] پس جب ادا کر لو اپنے حج کے ارکان کو تو یاد کرو

اللّٰهَ كَذِكۡرِكُمۡ اٰبَآءَكُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِكۡرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ

خدا را مانند یاد کردن شما پدران خویش را بلکہ زیادہ تر یاد کردن پس از مردمان

اللہ کو اپنے باپ دادا کو یاد کرنے کی طرح بلکہ اس سے زیادہ یاد کرنا پس لوگوں میں سے

مَنۡ يَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِى الدُّنۡيَا وَمَا لَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ

کسے ہست کہ میگوید اے پروردگار ما بدہ ما را در دنیا و نیست او را در آخرت

کچھ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے اور نہیں ہے اسکے لئے آخرت میں

تفسیر اظہار العرفان

[1] حج کے موسم میں تجارت کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت: تجارت مہم اکبر ہولیکن اسکے ضمن میں حج کرنا چاہتا ہے۔ اس صورت میں انہیں ثواب نہیں ملیگا۔ دوسری صورت: جانب تجارت اور جانب حج دونوں برابر ہوں' ایسی صورت میں نہ اس کیلئے ذم ہے اور نہ مدح۔ تیسری صورت: مہم اکبر حج کرنا ہی ہولیکن اسکے ضمن میں تجارت کرنا بھی شامل ہو' ایسی صورت میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور آیت کریمہ لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ سے یہی مفہوم ہے۔ (صاوی) ابو مسلم کہتے ہیں کہ آیت حج کے بعد تجارت پر محمول ہے جیسے فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ۔ یعنی جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کا فضل تلاش کرنے کیلئے پھیل جاؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ لوگ ایام حج میں تجارت کرنے کو گناہ کا کام سمجھتے تھے اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جاہلیت میں تین بازار تھے' عکاظ' مجنہ اور ذوالمجاز' جو حج کے موسم میں لگتے تھے اور اس میں تعیش وغیرہ پایا جاتا تھا جب اسلام کا زمانہ آیا تو لوگ ان بازاروں میں تجارت کیلئے آنا گناہ خیال کرتے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت جعفر صادق ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ کا فضل تلاش کرنے سے مراد یہ ہے کہ حج کے علاوہ دوسرے نیک اعمال بھی کئے جائیں مثلاً ضعیف کی اعانت' بھوکے کو کھانا کھلانا اور پیاسے کو پانی پلانا وغیرہ۔ لفظ فضل قرآن کریم میں کئی معانی میں استعمال ہوا ہے (۱) مصالح دنیویہ مثلاً مال' غذا اور لباس وغیرہ (۲) مصالح اُخرویہ مثلاً ثواب' جنت اور رحمت وغیرہ (۳) قربت جیسے ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ یعنی یہ اللہ کا فضل [قربت] ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے (غرائب القرآن) عرفات' عرفہ کی جمع ہے اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ مقام عرفات سے بتایا گیا جب اسکو دیکھا تو پہچان لیا اس لئے اسکا نام عرفات رکھا گیا یا اس لئے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام عرفات میں گھمایا جب سب مقام دکھا دیئے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا عَرَفۡتُ یعنی میں نے پہچان لیا' یا جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو رنگون میں آئے اور حوا جدہ میں رہیں' ایک مدت تک ایک دوسرے کی تلاش میں رہے۔ عرفات میں آ کر دونوں ملے اور وہاں ایک دوسرے کی معرفت ہوئی اس لئے اس میدان کو عرفات کہتے ہیں۔ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ الخ یعنی اللہ کو بصورت تلبیہ اور دعا کے یاد کرو اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مغرب اور عشاء کی جو نماز اکٹھی ادا کی جاتی ہے مراد ہے اس میں یاد خداوندی کا حکم ہے۔ مشعر حرام پہاڑوں کے درمیان کی جگہ کا نام ہے اور اسکی حد مازمان سے محسر تک ہے (بیضاوی) [2] یعنی عرفہ سے ہو نہ کہ مزدلفہ سے۔ یہ خطاب قریش کو ہے جو مزدلفہ میں قیام کرتے تھے اور دیگر تمام لوگ عرفہ میں قیام کرتے تھے اس لئے کہ قریش اعلیٰ نسبی کی وجہ سے ممتاز مقام حاصل کرنا چاہتے تھے اس لئے سب سے الگ تھلگ رہتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں اور اسکے حرم کے خادمین ہیں اس لئے ہم حرم کو نہیں چھوڑتے اور یہاں سے نہیں نکلتے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مساوات قائم کرنے کا حکم صادر فرما دیا کہ اوروں کی طرح عرفات میں ٹھہریں اور سب کیساتھ مزدلفہ میں جائیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مزدلفہ سے منیٰ کو چلو عرفات کے بعد یعنی عرفات کا قیام پہلے واقع ہے۔ (بیضاوی) حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ آیت میں خطاب جمیع امت سے ہے اور آیت میں الناس سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں الناس سے ایک شخص مراد ہے اَلَّذِیۡنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ۔ (القرطبی)

مِنْ خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا

ہیچ بہرہ و از ایشاں کسے ہست کہ میگوید اے پروردگار ما بدہ ما را در دنیا

کچھ حصہ ۱ اور ان میں سے کچھ ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو ہمیں دنیا میں

حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾

نیکی و در آخرت نیکی و نگہدار ما را از عذاب دوزخ

بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھلائی اور ہمیں بچا دوزخ کے عذاب سے ۲

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾

ایں گروہ ایشانراست بہرہ از ثواب آنچہ عمل کروند و خدا زود کنندہ حساب

یہ گروہ کہ ان کیلئے بہترین حصہ ہے جو انھوں نے کمایا اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے ۳

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ

و یاد کنید خدا را در چند روز شمردہ شدہ پس کسیکہ شتاب کوچ کند در دو روز

اور یاد کرو اللہ کو گنتی کے چند دنوں میں پس جو کوئی جلدی کوچ کرے ان دو روز میں

فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ

پس گناہ نیست بروے و آنکہ دیر ماند پس گناہ نیست مر آنرا کہ پرہیزگاری کند

تو گناہ نہیں ہے اس پر اور وہ جو دیر کرے پس گناہ نہیں ہے یہ اسکے واسطے ہے جو پرہیزگاری کرے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ وَمِنَ

و بترسید از خدا و بدانید کہ شمابسوے وی بر انگیختہ خواہید شد و از

اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم سب اسی کی جانب اٹھائے جاؤ گے ۴ اور

النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ

مرداں کسے ہست کہ بشگفت می آرد ترا سخن او در باب زندگانی دنیا و گواہ می آرد

لوگوں میں سے کچھ ہیں کہ اسکی بات دنیا کی زندگی میں تجھے اچھی لگے اور گواہ لاتے ہیں

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی جب تم حج کی عبادت کر چکو اور بالکل فارغ ہو جاؤ' اس سے مراد ارکان حج ہیں جیسے رمی' نحر' طواف اور سعی وغیرہ۔ تو کثرت سے اللہ کو یاد کرو' اسکی تحمید اور تکبیر بیان کرو۔ جس طرح تم اپنے آباء واجداد کے فضائل اور مفاخر بیان کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کی عادت تھی کہ جب حج سے فارغ ہوتے تھے تو بیت اللہ کے پاس کھڑے ہو کر اپنے باپ دادا کے فضائل اور محاسن بیان کرتے تھے اس لئے اب اللہ کو مثل باپ دادا کے یاد کرو بلکہ اپنے باپ دادا کی یاد سے بھی زیادہ۔ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ الخ سے ذاکرین کی تفصیل ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنکی طمع صرف دنیا ہی پر منحصر ہے اور وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر دنیا کیلئے کیونکہ مشرکین کی عادت تھی کہ حج میں دنیا ہی مانگتے تھے اس لئے اللہ نے ایسے ذاکرین کے بارے میں خبر دی کہ ان کیلئے آخرت میں کچھ نہیں ہے۔ (بیضاوی)

۲ ذاکرینِ غافل کی دعا کے بعد اب صالحین کی دعا کا بیان ہے۔ اس دعا میں دو بھلائیاں ہیں۔ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً سے مراد صحت' امن' کفایت' ولد صالح' زوجہ صالحہ اور دشمنوں پر نصرت ہے۔ اور وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً سے فوز' ثواب اور جہنم سے آزادی مراد ہے۔ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ یہ جملہ جمیع دنیوی واخروی بھلائی کیلئے جامع ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے انکے حق میں یہ دعا کی اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ انھوں نے دوبارہ درخواست کی کہ مزید دعا فرمائیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دوبارہ یہی دعا کی۔ پھر انھوں نے درخواست کی تو آپ نے فرمایا کہ اس سے بہتر اور کون سی دعا کی درخواست کرتے ہو کیونکہ اس میں دین ودنیا کی بھلائی موجود ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً سے مراد نیک بیوی ہے' فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً سے مراد حوران بہشت ہیں اور وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ سے مراد یہ ہے کہ شریر وبداخلاق عورت کی زوجیت سے بچا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حسنات سے دارین کی عافیت مراد ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً سے علم وعبادت مراد ہے اور فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً سے بہشت کا مقام مراد ہے۔ غرضیکہ یہ دعاؤں میں بہترین دعا ہے جسے ہر نمازی کو چاہئے کہ نماز پنجگانہ کے بعد اسکا ورد کرے اور اپنے رب سے دعا کرے۔ (غرائب القرآن) ۳ یعنی جو فریق دارین کی بھلائی چاہتا ہے انکی طرف اشارہ ہے کہ انکے لئے آخرت میں حصہ ہے اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دونوں فریق مراد ہیں۔ کہ ان دونوں سے عنقریب قیامت میں حساب ہوگا۔ اسلئے اسکی اطاعت اور فرمانبرداری اور نیکیوں میں جلدی کرو۔ (بیضاوی) ۴ یعنی نمازوں کے بعد اللہ کی تکبیر بیان کیا کرو۔ اور اسی طرح بوقت ذبح اور رمی جمار اور ایام تشریق میں بھی۔ فَمَنْ تَعَجَّلَ جس نے کوچ کرنے میں جلدی کی اور ایام تشریق کے دوسرے روز رمی جمار کے بعد چل پڑا اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جو شخص دوسرے دن نہ گیا اور ایام تشریق کا تیسرا دن آ گیا تو اس دن کی رمی اس پر واجب ہے اور ایسا کرنے میں اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اور جو کوئی اس سے رک گیا ٹھہرا رہا اور تیسرے دن زوال کے بعد رمی کی اس پر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمی زوال سے قبل بھی جائز ہے۔ تعجیل اور تاخیر میں اختیار ہونا اور گناہ کی نفی کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اہل جاہلیت کا بری طرح رد ہے۔ اس لئے کہ بعض لوگ تو جلدی جانے والوں کو گناہ گار سمجھتے تھے اور بعض تاخیر کرنے والوں کو۔ لِمَنِ اتَّقٰى سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ احکام اس شخص کیلئے ہیں جو پرہیزگاری اختیار کرے۔ اس لئے کہ درحقیقت حج سے وہی لوگ نفع حاصل کرتے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہوں یا اس سے مراد یہ ہے کہ تعجیل یا تاخیر کا ترک نقصان دہ نہیں ہے۔ (بیضاوی)

اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝٢٠٤ وَاِذَا تَوَلّٰى

خدا را بر آنچہ در دل ویست حالانکہ او سخت ترین ستیزندگان است وچوں ریاست

اللہ کو اس پر جو اسکے دل میں ہے حالانکہ وہ سخت ترین جھگڑالوں ہے ۱ اور جب سرداری ملے

سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ

پیدا کند بشتابد در زمین تا تباہی کند در آنجا و نابود سازد زراعت

تو جلدی کرتے ہیں زمین میں تاکہ اس میں تباہی پھیلائے اور تباہ کرے کھیتی کو

وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ۝٢٠٥ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ

و مواشی را و خدا دوست ندارد تباہکارے را و چوں گفتہ شود اورا حذر کن

اور مویشیوں کو اور اللہ دوست نہیں رکھتا فسادی کو ۲ اور جب ان سے کہا جائے کہ ڈرو

اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝٢٠٦

از خدا حمل کندش تکبر بر گناہ پس کفایت کنندۂ وے دوزخ است و ہر آئنہ وے بد جائیست

اللہ سے تو تکبر اسے (مزید) گناہ پر ابھارتا ہے پس کافی ہے اسکے لئے دوزخ اور بیشک وہ کیا ہی بری جگہ ہے ۳

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ

و از مردمان کسے ہست کہ میفروشد خویش را برائے طلب رضا مندی خدا

اور لوگوں میں سے کچھ ہیں جو بیچتے ہیں اپنے آپکو اللہ کی رضا کیلئے

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ ۢ بِالْعِبَادِ ۝٢٠٧ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى

و خدا مہربان است بر بندگان اے کسانیکہ ایمان آوردید در آئید

اور اللہ مہربان ہے بندوں پر ۴ اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ

السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ

باسلام ہمہ یکجا و پیروی مکنید گامہائے شیطانرا ہر آئنہ او شما را

اسلام میں پورے کا پورا اور پیروی نہ کرو شیطان کی قدم بہ قدم بیشک وہ تمہارا

۱ یہ آیت اخنس بن شریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ نبی کریم ﷺ کے پاس آکر مسلمان ہونے کا دعوی کرتا۔ ایک دن جب یہ آپ کے پاس سے ہو کر گیا تو مسلمانوں کے کھیتوں کو آگ لگادی اور انکے گدھوں کے کوچے کاٹ ڈالے۔ یہ شخص نہایت خوبصورت اور شیریں زبان تھا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی پانچ علامتوں کا ذکر فرمایا ہے (۱) طلب دنیا میں حسن کلام (۲) اپنے جھوٹ اور کذب پر اللہ کو بطور گواہ پیش کرنا یعنی جھوٹی قسم کھانا (۳) ابطال حق اور اثبات باطل کی کوشش کرنا (۴) زمین میں اسکی سعی فساد کیلئے ہونا (۵) کھیتی اور مویشی کو ہلاک کرنے کی کوشش کرنا یعنی مسلمانوں کی جائیداد کو ضائع کرنا۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

۲ تولی یعنی جب آپ سے لوٹ کر جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ تولی کا مطلب یہ ہے کہ جب غالب آجائے اور بادشاہ بن جائے تو فساد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (بیضاوی) وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ یعنی اللہ فساد کرنے والے کی مدح سرائی نہیں فرماتا کیونکہ اللہ کی محبت کرنے سے مراد مدح شے ہے۔

۳ یعنی جب انہیں اللہ کے رسول ﷺ یا عام واعظین اللہ سے ڈراتے ہیں تو جاہلیت کی غیرت اور تکبر انھیں گناہ پر ابھارتا ہے جسکے نتیجے میں وہ گناہ چھوڑنے کی بجائے اسکے کرنے میں اور زور پکڑتے ہیں۔ (غرائب القرآن) فحسبہ یہ لفظ واحد، جمع، تثنیہ، مذکر اور مؤنث میں برابر ہے۔ اسلئے کہ یہ مصدر ہے۔ جیسے يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اے نبی ﷺ آپکے لئے اللہ اور پیروکار مؤمنین کافی ہیں۔ جہنم اس آگ کا نام ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ آخرت میں عذاب دیگا۔ یہ عجمی لفظ ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ عربی لفظ ہے اور آخرت کی آگ کا نام ہے۔ اسکے اشتقاق کے بارے میں دو قول ہیں (۱) جھنام جیم اور ھاء کے کسرہ سے بمعنی گہرا کنواں (۲) جھومۃ بمعنی سختی جیسے عرب والے کہتے ہیں جھم الوجہ یعنی اس شخص نے اپنا چہرہ سخت کیا۔ (بیضاوی)

۴ یعنی جہاد یا اَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ اور نَهْىٌ عَنِ الْمُنْكَرِ میں اپنی جان بیچ ڈالتے ہیں اور مبذول کردیتے ہیں حتی کہ شہید ہوجاتے ہیں اور یہ کام صرف اللہ کی رضا کیلئے کرتے ہیں۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت صہیب بن سنان رومی ؓ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ جب مشرکین نے آپ کو پکڑلیا اور سزا دی تاکہ آپ اسلام سے پھر جائیں تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اگر تمہارے ساتھ ہو بھی گیا تب بھی تمہیں نفع نہ پہنچا سکوں گا اور نہ نقصان اس لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور مجھ سے مال لے لو جو انھوں نے بخوشی قبول کیا اور آپکو چھوڑ دیا پھر آپ مدینہ منورہ آئے اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ گوش گذار کیا آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ بیع خوب نافع ہوئی تمہاری بیع خوب نافع ہوئی۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (بیضاوی) اس آیت کریمہ میں اخیار اور ابرار کی علامت بیان کی جارہی ہے جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے منافقین کے صفات ذمیمہ کو بیان فرمایا تو اب اسکے بعد مؤمنین کے صفات حمیدہ کو بیان فرما رہا ہے مطلب یہ ہے کہ اہل خیر اور اہل صلاح میں سے ایک گروہ ہے جس نے اپنے آپکو بیچ ڈالا۔ یہ گروہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے اور اسکا ایک ایک عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس طرح مہربانی فرماتا ہے کہ انکی نیکیوں کو دونا کردیتا ہے اور انکے گناہوں کو معاف کردیتا ہے اور ان میں سے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اسے عذاب دینے میں جلدی نہیں کرتا (صفوۃ التفاسیر)

عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٢٠٨﴾ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ

دشمن ظاہر است پس اگر لغزیدید بعد از انکہ آمد شما را سخنان روشن

کھلا دشمن ہے ۱ پس اگر تم پھسل جاؤ بعد اسکے کہ تمھارے پاس روشن باتیں آئیں

فَاعْلَمُوْٓا أَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٠٩﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّآ أَنْ

پس بدانید کہ خدا غالب دانا است انتظار نمی کنند اہل عصیان مگر آنرا کہ

توتم سب جان لوکہ اللہ غالب حکمت والا ہے ۲ اہل عصیان انتظار نہیں کرتے مگر یہ کہ اللہ انکے پاس (اپنا عذاب)

يَّأْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ ؕ

بیاید بدیشاں خدا در سایبانہا و بیایند فرشتگان و بانجام رسانیدہ شود کار و

بادلوں کے سائبانوں (کی آڑ) میں لائے اور فرشتے آئیں اور معاملہ انجام تک پہنچا ہی دیا جائے

وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْأُمُوْرُ ﴿٢١٠﴾ سَلْ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ

بسوے خدا باز گردانیدہ میشوند کارہا پرس از بنی اسرائیل چہ قدر دادیم ایشانرا

اور اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے ۳ آپ پوچھیے بنی اسرائیل سے کہ کس قدر ہم نے انہیں

مِّنْ اٰيَةٍ ۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا

از نشانہ روشن و ہر کہ بدل کند نعمت خدا پس از انکہ

روشن نشانی دی اور جو کوئی بدل دے اللہ کی نعمت کو اسکے

جَآءَتْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢١١﴾ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا

بآمد بوی پس ہر آئنہ خدا سخت عقوبت است آراستہ کردہ شد است کافرانرا

آنے کے بعد پس بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ۴ مزین کی گئی ہے کافروں کیلئے

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ

زندگانی ایں دنیا و تخریہ میکنند با اہل ایمان و کسانیکہ

اس دنیا کی زندگی اور مذاق کرتے ہیں اہل ایمان سے اور وہ لوگ جنہوں نے

۱ سِلم، سین کے کسرہ اور فتح کے ساتھ تسلیم اور اطاعت کو کہتے ہیں۔ اس لئے اسکا اطلاق صلح اور اسلام پر ہوتا ہے۔ آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالٰی کے تم سب دل سے ظاہراً باطناً منقاد اور مطیع ہو جاؤ یا منافقین کو خطاب ہے کہ اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ اور اس میں سوائے اسلام کے اور کچھ مت ملاؤ یا ان مومنوں کو خطاب ہے جو اہل کتاب تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی ہفتہ کی تعظیم کرتے تھے اور اونٹ کے گوشت اور دودھ کو حرام قرار دیتے تھے جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور انکے رفقاء۔ مبین صفات بلیغ کو کہتے ہیں کہ جس میں کوئی اخفاء نہ ہو۔ معنی یہ ہوگا کہ شیطان انسان کا ایسا کھلا دشمن ہے جس میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے یا مبین ابانة سے ماخوذ ہے جسکا معنی ٹکڑا ہے۔ اسوقت معنی یہ ہوگا کہ شیطان تمہیں وسوسہ کے ذریعے اللہ کی اطاعت کے ایک ٹکڑے سے محروم کر دیتا ہے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

۲ یعنی اگر تمہارے قدموں میں لغزش آگئی اور اسلام پر مستقیم نہ رہے۔ بینات سے مراد دلائل عقلیہ اور سمعیہ ہیں فَاعْلَمُوْا سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بدلہ لینے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ (بیضاوی)

۳ هل استفہام بمعنی نفی کے ہے۔ ینظرون النظر سے ماخوذ ہے لیکن یہاں نظر بمعنی انتظار ہے۔ مفسرین کرام کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی آنے جانے سے پاک ہے کیونکہ یہ محدثات اور مرکبات کی شان ہے اور اللہ تعالٰی ازل سے اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے واحد ہے۔ اس لئے اس آیت کریمہ میں دو توجیہ بیان کی گئی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کی آیت میں سکوت اختیار کیا جائے گا اور مراد اللہ کی طرف تفویض کی جائیگی۔ یہ مذہب سلف صالحین کا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس قسم کی آیت میں علی سبیل التفصیل تاویل ضروری ہے۔ یہاں تک کہ مراد واضح ہو جائے یہ مذہب جمہور متکلمین کا ہے۔ لہذا بطور تاویل اللہ تعالٰی کے آنے سے مراد اللہ کا حکم ہے جیسا کہ دوسری جگہ ہے اَوْ یَاْتِیَ اَمْرُ رَبِّکَ یا تمہارے رب کا حکم آجائے۔ اللہ کا عذاب پتلے سفید بادل کی صورت میں ان پر آیا یہ لوگ رحمت تصور کرتے ہوئے اس کے قریب آئے اور اس عذاب میں پھنس گئے۔ ملائکہ چونکہ رب کا عذاب پہنچانے کا واسطہ ہوتے ہیں اس لئے انکا ذکر کیا گیا۔ قُضِیَ الْاَمْرُ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عذاب کا امر تمام ہو جائے اور مؤمنین کیلئے ثواب اور حساب کا کام مکمل ہو جائے۔ یہ قیامت کا واقعہ ہے۔ ماضی کو مستقبل کے قائم مقام رکھا گیا ہے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن) ۴ یہاں بنی اسرائیل سے مراد مدینہ منورہ کے یہودی ہیں اور اس سوال سے انھیں زجر وتوبیخ کرنا مقصود ہے۔ نشانیوں سے مراد کھلے کھلے معجزے ہیں جو حضرت موسٰی علیہ السلام کی نبوت پر دال ہیں یا تورات کی وہ محکم آیات مراد ہیں جو محمد ﷺ کی نبوت پر دال ہیں اور نعمت سے مراد وہ معجزے ہیں جو اللہ تعالٰی نے ان پر انعام کیے۔ انکو نعمت اس لئے کہا کہ وہ ہدایت کا سبب ہیں یا اس سے اللہ کی کتاب مراد ہے اور تبدیل سے مقصود یہ ہے کہ اس پر عمل نہ کیا یعنی وہ نعمت انکے پاس پہنچ گئی اور اسکو تحقیق کرنے کا موقع بھی مل گیا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ ان لوگوں نے ان کو تحقیق کرنے کے بعد بدل ڈالا۔ اس لئے وہ سب سخت جرم کے مرتکب ہوئے لہذا اللہ انھیں عذاب بھی سخت دیگا۔ (بیضاوی) اے محمد ﷺ بنی اسرائیل سے پوچھیے کہ کتنے معجزات اور دلائل وبراہین موسٰی علیہ السلام کی جانب سے انھوں نے دیکھے اسکے باوجود کفر پر کیوں ڈٹے رہے ایمان کیوں نہیں لائے؟ اللہ تعالٰی توبیخاً یہ جملہ ارشاد فرما رہا ہے۔ ایسے لوگوں کو جو اللہ تعالٰی کی نعمتوں کو کفر اور انکار سے بدل دیتے ہیں ان کیلئے اللہ تعالٰی کے یہاں سخت عذاب ہے۔ (صفوة التفاسیر)

اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ

تقوی دارند بالاتر از ایشاں روز قیامت و خدا روزی میدہد ہر کرا خواہد بے

تقوی اختیار کیا قیامت کے روز ان سے بلند ہونگے اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بے

حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ اللّٰهُ

شمار بودند مردمان یک گروہ پس فرستاد خدا

حساب ۱ لوگ تھے ایک گروہ پس اللہ نے بھیجا

النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۖ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ

پیغامبرانرا بشارت دہندہ و بیم کنندہ و فرود آورد بایشاں کتاب را

پیغمبروں کو خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے اور انکے ساتھ کتاب

بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا

براستی تا حکم کند آں کتاب میان مردمان در آنچہ اختلاف کردند دراں و

حق کیساتھ اتاری تا کہ فیصلہ کرے وہ کتاب لوگوں کے درمیان جس میں انھوں نے اختلاف کیا اور اس میں

اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ

اختلاف نکردند درمیان خود مر کسانیکہ دادہ شد بدیشاں کتاب بعد ازانکہ آمد بایشاں

اختلاف نہ کیا مگر وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی اسکے بعد کہ انکے پاس روشن معجزے آئے

الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا

معجزہائے روشن از جہت حسد کہ میان ایشاں است پس راہنمود خدا آنانرا کہ ایمان آوردند

حسد کی وجہ سے جو انکے درمیان ہے پس اللہ نے ہدایت دی ان لوگوں کو جو ایماندار تھے

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ

کہ اختلاف کردند درآں از حق بارادہ خود و خدا راہ می نماید ہر کرا

اسکی جس (راہ) حق میں انہوں نے اختلاف کیا اپنے ارادے سے اور اللہ ہدایت دیتا ہے جسے

۱ یہ آیت کریمہ مومنین کی تعریف میں نازل ہوئی اور کافرین کیلئے انکی عقل کی کمزوری پر دلالت کرنے کیلئے کیونکہ انھوں نے فانی چیز کو باقی چیز کے بدلے اختیار کیا۔ شانِ نزول کے اعتبار سے اس میں تین اقوال ہیں۔ پہلا قول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ابوجہل اور روؤسائے قریش کے بارے میں نازل ہوئی۔ دوسرا قول: حضرت مقاتل کا ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ تیسرے قول کے مطابق یہود اور علمائے یہود کے بارے میں نازل ہوئی لیکن حق یہ ہے کہ اگر ان تینوں کو شانِ نزول میں جمع کر دیا جائے جب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ تینوں گروہ مومنین کا مذاق اڑایا کرتے تھے' اب اس مسئلہ پر اختلاف ہے کہ مزین یعنی دنیا کی زندگی کو ان کیلئے مزین کرنے والا کون ہے' اس میں بھی تین اقوال ہیں۔ معتزلہ کے قول کے مطابق جن وانس کے ضالین مزین ہیں۔ ابو مسلم کے قول کے مطابق مزین خود انکے نفوس ہیں جیسے عرب والے کہتے ہیں اَیْنَ یَذْهَبُ بِکَ یعنی تم اپنے آپ کو لیکر کہاں جا رہے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ' اَنّٰی یُصْرَفُوْنَ وغیرہ اور تحقیق یہ ہے کہ مزین اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ دوسری آیت میں اسکی صراحت موجود ہے اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَیُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا یعنی زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی زینت بنایا تا کہ ہم آزمائیں ان میں سے کون سب سے اچھا عمل کرتا ہے' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تزئین سے مراد یہ ہے کہ اللہ انھیں دنیا کی زندگی میں مہلت دیتا ہے اور انکے دلوں میں حرص وطمع ڈالتا ہے تا کہ یہ لوگ طلبِ دنیا میں شدید ہو جائیں۔ فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ: جیسے حضرت ابن مسعود' حضرت عمار اور صہیب ﷺ وغیرہ کو دیکھ کر وہ لوگ کہتے تھے کہ ان مساکین کو دیکھو ان لوگوں نے دنیا کے طیبات کو چھوڑ دیا اور آخرت کے طلب میں لگ گئے۔ فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ سے یا تو یہ مراد ہے کہ مؤمنین اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ میں ہونگے اور انکا رتبہ بلند ہوگا اور کافرین سِجِّیْن میں ہونگے اور انکا رتبہ پست ہوگا یا اس سے مراد یہ ہے کہ مؤمنین کے دلائل بلند ہونگے کیونکہ انکے دلائل عیانی ہونگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّکُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے اسکو واقعہ کے مطابق پایا سو تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اسکو وعدہ کے مطابق پایا وہ کہیں گے ہاں۔ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ کے دو مفہوم ہیں ایک یہ ہے کہ اے کافرو تم مومنین کا مذاق اڑاتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رزق تنگ کر دے اور مؤمنین کو اس قدر رزق عطا فرمائے جو تمھارے شمار سے باہر ہو۔ دوم یہ ہے کہ اللہ ان مومنین کو جنت میں جو رزق عطا فرمائے گا اس رزق کو نہ فنا ہے نہ انقطاع اور نہ حصر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ یعنی جو نہ ختم ہوں اور نہ روک لئے جائیں۔ (غرائب القرآن) وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: کافرین اہل ایمان کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے پاس عقل کی کمی ہے اسی وجہ سے دنیا اور اسکی لذتوں کو چھوڑ کر آخرت کی جانب متوجہ ہو رہے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ "بیشک وہ لوگ جو مجرم ہیں اہل ایمان کا مذاق اڑاتے ہیں"۔ آیت کے بعد والے ٹکڑے میں اس کا رد کیا گیا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

يَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا

خواہد بسوے راہ راست آیا پنداشتید کہ در آئید

چاہے سیدھے راستے کی طرف ۱ کیا تم نے گمان کیا ہے کہ داخل ہو جاؤ گے

الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ

بہشت حالانکہ ہنوز نیامدہ است پیش شما را حالت آنانکہ گذشتند پیش از شما رسید بایشاں

جنت میں حالانکہ ابھی تمہارے پاس ان لوگوں کی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے گزر چکے ان کو

الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ

سختی و محنت و جنبانیدہ شدند تا آنکہ می گفت پیغامبر و

سختی اور تنگی پہنچی اور ہلا ہلا دیئے گئے یہاں تک کہ کہہ پڑے پیغمبر اور

اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ

کسانیکہ ایمان آوردند باوی کی باشد یاری دادن خدا آگاہ شو کہ ہر آئنہ یاری دادن خدا

وہ اہل ایمان جو انکے ساتھ تھے کب اللہ کی مدد آئے گی آگاہ رہو کہ بیشک اللہ کی مدد

قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ

نزدیک ست سوال می کنند ترا کہ کدام نوع خرچ کنند بگو آنچہ خرچ کردید از

قریب ہے ۲ سوال کرتے ہیں آپ سے کہ کیا چیز خرچ کریں آپ فرما دیجئے کہ جو مال بھی تم کو

خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ

مال پس پدر و مادر را باید و خویشاوندان را و یتیماں و درویشاں

خرچ کرنا ہو پس ماں باپ کیلئے اور رشتہ داروں کیلئے اور یتیموں اور فقیروں

وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ

و مسافرانرا و آنچہ کنید از مال پس ہر آئنہ خدا بوی داناست

اور مسافروں کیلئے اور مال میں سے جو (خرچ) کرتے ہو پس بیشک اللہ اسے جانتا ہے ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ ہر پیدا ہونے والا حق پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ اس آیت میں انبیائے کرام علیہم السلام کے تین اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ (غرائب القرآن)

۲ خطاب کے طور پر رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کو ثابت قدم رہنے کی تلقین کی جارہی ہے اور اہل کتاب و مشرکین کی مخالفت پر صبر کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کیونکہ قرب مولیٰ کے مراتب میں جو اعلیٰ ہوگا تو اس پر مصیبت بھی ویسی ہو گی۔ اس تفسیر پر تقدیر یوں ہوگی، اہل ایمان میں سے انھیں ہدایت دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپکو کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ ساری جائیداد مکہ ہی میں چھوڑ کر آئے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے انھیں اور اہل ایمان کو تسلی دینے کیلئے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جب غزوہ خندق میں مسلمانوں کو بھوک و پیاس کی تکلیف پہنچی اور ساتھ ہی ساتھ دشمن کا خوف بھی تو انکے دلوں کی تنگی دور کرنے کیلئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب غزوہ احد میں کچھ مسلمان شہید ہوئے تو عبداللہ ابن ابی نے کہنا شروع کر دیا کہ اگر یہ سچے رسول ہوتے تو اتنے مسلمان شہید نہ ہوتے تو اسوقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کو تسلی دی اور ان سے بطور خطاب سوال کیا گیا ہے کہ کیا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ صرف ایمان لانے سے ہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے بلکہ تمہیں طرح طرح کی مصیبتوں سے آزمایا جائے گا جیسا کہ تم سے پہلے آزمایا گیا۔ زُلْزِلُوْا یعنی طرح طرح کی بلاؤں سے ہلا ہلا دیئے جاؤ گے۔ یہ شدید مصیبت سے کنایہ ہے۔ زُلْزِلُوْا شے کا اپنی جگہ سے ہٹ جانے کو کہتے ہیں۔ کلام عرب کا یہ قاعدہ ہے کہ لفظ کی تضعیف معنی کی تضعیف پر دلالت کرتی ہے لہٰذا زُلْزِلُوْا کا مناسب معنی یہی ہوگا کہ ہلا ہلا دیئے جاؤ گے۔ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر تم نے صبر و تحمل سے کام لیا تو اللہ کی مدد قریب ہے۔ اس لئے کہ ہر آنے والی چیز کو قریب کا درجہ دے دیا جاتا ہے۔ یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ رسول کے لئے یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کے وعدے اور وعید کی صحت کو قطع کرتے ہوئے سوالیہ جملے سے پکار اٹھے کہ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ رسول کیلئے یہ مانع نہیں ہے کہ انھیں دشمن کا مکر تکلیف دے پس جب اس سوچ میں انکا دل تنگ ہوتا ہے اور حیلے تقریباً ختم ہو چکے ہوتے ہیں اور وہ اللہ عزوجل سے سن چکے ہوتے ہیں کہ انکی مدد کی جائیگی تو ایسے میں ان سے یہ جملہ کہ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ بے ساختہ نکل پڑتا ہے۔ (غرائب القرآن) ۳ دیگر امور اور انتظار نصرت کے بیان کے بعد اس آیت کریمہ سے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ تک اب احکام بیان کئے جائینگے۔ ان میں سے یہ پہلا حکم ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ میرے پاس ایک دینار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اپنے نفس پر خرچ کر اس نے کہا کہ ہمارے پاس دو دینار ہیں آپ نے فرمایا کہ اسے اپنے اہل پر خرچ کر اس نے کہا کہ میرے پاس تین دینار ہیں آپ نے فرمایا کہ اسے اپنے خادم پر بھی خرچ کر، اس نے کہا کہ میرے پاس چار دینار ہیں آپ نے فرمایا اسے اپنے والدین پر بھی خرچ کر اس نے کہا کہ میرے پاس پانچ دینار ہیں آپ نے فرمایا اسے اپنے قرابت داروں پر بھی خرچ کر اس نے کہا کہ میرے پاس چھ دینار ہیں آپ نے فرمایا اسے اللہ کے راستے میں خرچ کر اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابوصالح کی روایت میں ہے کہ عمرو بن جموع کے بارے میں نازل ہوئی جو بڑے مالدار تھے۔ نبی کریم ﷺ نے انھیں خرچ کرنے کے بارے میں فرمایا۔ انھوں نے عرض کی کہ ہم اپنے مال کو کہاں خرچ کریں اس پر انھیں انفاق کے مصارف اس آیت کے ذریعے بتا دیئے گئے۔ (غرائب القرآن)

عَلِيمٌ ﴿٢١٥﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ

لازم کردہ شد بر شما کار زار و آں دشوار ست شما را و شاید کہ

تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے اور وہ دشوار ہے تمہارے لئے اور قریب ہے کہ

أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا

شما ناخوش دارید چیزیرا حالانکہ وی بہتر است شما را و شاید کہ دوست دارید

تم ناپسند کرو کسی چیز کو حالانکہ وہ بہتر ہے تمہارے لئے اور قریب ہے کہ تم پسند کرو

شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢١٦﴾ ع

چیزیرا حال آنکہ وی بد باشد شما را و خدا میداند و شما نمی دانید

کسی چیز کو حالانکہ وہ تمہارے لئے بری ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے [1]

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ

سوال می کنند ترا از ماہ حرام از جنگ کردن دراں بگو جنگ کردن

آپ سے سوال کرتے ہیں ماہِ حرام میں جنگ کرنے سے متعلق آپ فرما دیجئے کہ جنگ کرنا

فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ

درو سخت کاریست و باز داشتن از راہ خدا ست و ناگردیدن بخدا و از مسجد

اس میں بڑا جرم ہے اور اللہ کے راستے سے روکنا اور اللہ کا انکار کرنا اور مسجد

الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ

حرام و بیروں کردن اہل ایں مسجد ازوی سخت تر است نزدیک خدا و فتنہ انگیختن

حرام سے اور اس مسجد کے اہل کو اس سے باہر کرنا سخت تر ہے اللہ کے نزدیک اور فتنہ ڈالنا

أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ

سخت تر است از کشتن و ہمیشہ باشند کہ جنگ کنند با شما تا آنکہ باز گردانند

قتل سے زیادہ سخت ہے اور ہمیشہ جنگ کرتے رہینگے تم سے یہاں تک کہ تمہیں پھیر دیں [2]

[1] نبی کریم ﷺ جب تک مکہ میں تشریف فرما تھے اسوقت تک قتال میں غیر ماذون تھے پھر جب آپ نے ہجرت کی تو ان مشرکوں سے جو آپ کے مقابلے میں آئے قتال کے بارے میں ماذون ہوئے پھر عام مشرکوں کے قتال سے ماذون ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے جہاد فرض فرمایا۔ کرہ مصدر ہے اور یہ اسم مفعول کے معنی ہے کیونکہ مصدر وصف کی جگہ واقع ہے۔ اسکا مفہوم یہ نہیں ہے کہ مومنین اللہ کے اوامر کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ ایسا کرنا منافی اسلام ہے۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ قتال کو اپنے نفس پر شاق جانتے ہیں۔ جیسے باقی تکالیف میں ہے۔ وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ کا مفہوم یہ ہے کہ قتال وہ شے ہے جو فی الحال تم پر شاق ہے لیکن اسکا نتیجہ منافع جلیلہ ہے جیسے بیمار کیلئے کڑوی دوا کا کھانا شاق ہے لیکن اس دوا کا نتیجہ صحت یابی ہے۔ قتال کے فوائد دو طرح ہیں۔ ایک دنیوی اور دوم اخروی۔ دنیاوی فائدہ یہ ہے کہ کامیابی کے بعد مال غنیمت ہاتھ آتا ہے اور دشمنوں پر حکمرانی حاصل ہوتی ہے۔ اخروی فائدہ یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہوتا ہے اور انسان اپنے نفس کو دار البلاء میں ڈال کر کامیابی حاصل کرتا ہے۔ خلیل کہتے ہیں کہ عَسٰی' اللہ کی طرف سے قرآن میں واجب کے معنی میں آتا ہے جیسے عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ یعنی قریب ہے کہ اللہ فتح لائے۔ اور یہ فتح آچکی لیکن تحقیق یہ ہے کہ عَسٰی بمعنی رجا [امید] مکلّف کی جانب راجح ہے۔ (غرائب القرآن)

[2] یہ دوسرا حکم ہے۔ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مہاجرین کے آٹھ اشخاص کو جمادی الاخری کے آخر میں بھیجا' ان مہاجرین کے اسمائے گرامی یہ ہیں (۱) سعد بن ابی وقاص (۲) عکاشہ بن محصن اسدی (۳) عتبہ بن غزوان سلمی (۴) ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ (۵) سہیل بن بیضاء (۶) عامر بن ربیعہ (۷) واقد بن عبداللہ (۸) خالد بن بکر۔ یہ واقعہ اس دن ہوا جسے وہ لوگ جمادی الاخری کا آخری دن سمجھ رہے تھے لیکن رجب کی پہلی تاریخ تھی پھر انھوں نے مشورہ کیا کہ اگر آج کی رات تم انھیں چھوڑ دوگے تو پھر یہ حرم میں داخل ہو جائینگے اسکے علاوہ ماہ حرام یعنی رجب بھی شروع ہو جائے گا اور ان دونوں میں لڑنا جھگڑنا منع ہے۔ اس لئے یہ سمجھوتہ ہونے کے بعد واقد بن عبداللہ سلمی نے عمرو حضرمی کو تیر مار کر قتل کر دیا اور باقی مسلمانوں نے بڑی مردانگی سے ان پر حملہ کیا۔ عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ اور حکم بن کیسان کو قیدی بنایا اور بہت سارا مال غنیمت لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس مال غنیمت میں سے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کیلئے خمس علیحدہ کر کے باقی مال اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ اسلام میں یہ سب سے پہلا خمس اور پہلا مال غنیمت تھا جب یہ خبر مکہ میں پہنچی تو قریش ان مسلمانوں کو طعنہ کسنے لگے جو مکہ میں رہتے تھے اور انھیں کہتے کہ تمہارا دین کتنا برا ہے کہ تم نے ماہ حرام کو بھی حلال سمجھ لیا ہے' اس طرح کی باتوں سے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ اور خیال کرتے تھے کہ بس ہم ہلاک ہو گئے۔ اس لئے مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ عمرو حضرمی کو قتل کرنے کے بعد شام کو ہم نے رجب کا چاند دیکھا ہے لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں ہوا کہ یہ خون ہم نے رجب میں کیا یا جمادی الاخری میں پھر لوگوں نے اسکے بارے میں مختلف اقوال بیان کئے اسوقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تب نبی کریم ﷺ نے وہی خمس لے لیا جو عبداللہ بن جحش نے نکالا تھا۔ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ کے بارے میں اکثر علماء کا قول ہے کہ یہ منسوخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ یعنی تم ان مشرکوں کو جہاں بھی پاؤ قتل کرو۔ کا حکم دیا ہے لہٰذا یہ آیت ناسخ ہے۔ اسکے بعد کے ٹکڑے میں کفار کی دائمی عداوت کی خبر دی گئی ہے۔ (بیضاوی)

تفسیر اظہار العرفان

عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ

از دین شما اگر توانند و ہر کہ برگردد از شما از

تمہارے دین سے اگر وہ سب (ایسا) کر سکیں اور جو کوئی تم میں سے پھر جائے

دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

دین خود پس کافر بمیرد پس آنجماعت نابود شد کارہائے ایشاں

اپنے دین سے اور کافر ہی مرے تو وہ جماعت ہے کہ ضائع ہو گئے انکے اعمال

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

در دنیا و آخرت و آں گروہ باشندگان دوزخ ایشاں در انجا

دنیا و آخرت میں اور وہ گروہ دوزخ کے رہنے والے ہیں یہ سب اس جگہ

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا

جاویدند ہر آئنہ آنانکہ ایمان آوردند و آنانکہ ہجرت کردند و

ہمیشہ رہینگے ۱؎ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور

وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ

جہاد نمودند در راہ خدا آنگروہ امید دارند بخشایش

جہاد کیا اللہ کے راستے میں وہ گروہ امید رکھتے ہیں اللہ کی

اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ

خدا را و خدا آمرزندہ و مہربان است سوال میکنند ترا از شراب و

بخشائش کی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۲؎ سوال کرتے ہیں آپ سے شراب اور

الْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ

قمار بگو دریں ہر دو گناہ سخت است و نفعہا مردمانرا و گناہ ایں ہر دو

جوا سے متعلق آپ فرما دیجئے ان دونوں میں سخت گناہ ہے اور لوگوں کیلئے نفع بھی اور ان دونوں کا گناہ

۱؎ جاننا چاہیے کہ ردۃ یعنی کوئی ایسا کلمہ جو کفر پر مشتمل ہو بالقصد کہنا کفر سے بھی زیادہ سخت ہے اور ایسے شخص کو مرتد کہتے ہیں۔ ردۃ کی دو قسمیں ہیں۔ بالقول اور بالفعل جیسے نبیوں میں سے کسی نبی کو گالی دینا۔ ثانی جیسے سورج کو سجدہ کرنا۔ ردۃ کیلئے بالغ ہونا شرط ہے اسی طرح بالغ کیلئے عاقل کا ہونا بھی ضروری ہے۔ بچہ یا مجنون سے ردۃ ثابت نہ ہوگی۔ امام شافعی ؒ کے نزدیک ردۃ سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں لیکن دوبارہ اسلام کی جانب لوٹنے سے اعمال ضائع نہیں ہوتے جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک مرتد کافر اصلی کی طرح ہے اس لئے اعمالِ صالحہ ضائع ہونے کے بعد ایمان لانے کی وجہ سے دوبارہ اسے نہیں ملیں گے اور نہ اسے قضا کا حکم دیا جائیگا یہ اسلام کی ترغیب کی بنا پر ہے۔ اس اختلاف کا ثمر یہ نکلا کہ دوبارہ اسلام لانے پر مرتد کی بیوی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر عقد کے حلال ہے جبکہ ان دونوں ائمہ کے نزدیک چونکہ طلاق بائنہ واقع ہوئی تھی اس لئے بغیر عقد کے حلال نہ ہوگی۔ امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک مرتد کو توبہ کیلئے تین دن کی مہلت دی جائیگی اگر ان دنوں میں توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے قتل کر دیا جائیگا۔ یہ اسکے لئے دنیوی سزا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنا دین بدل دے اسے قتل کر دو۔ لغت میں حبط ایسی چیز کو کہتے ہیں جسے اونٹ کھائے تو اسے بھی ضرر پہنچے اور اسکے سبب اسکا پیٹ پھول جائے اور وہ اونٹ ہلاک ہو جائے۔ ردۃ کے باب میں حبط کا لفظ اس بنا پر آیا ہے کہ بندہ کوئی ایسا جملہ یا کوئی ایسا کام کر جاتا ہے جس سے اسے ضرر پہنچتا ہے اور اسکے اعمالِ صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ جس طرح اونٹ کی ہلاکت کے بعد اسکی زندگی ممکن نہیں ہے اسی طرح اعمالِ صالحہ کی ہلاکت کے بعد اسکا دوبارہ لوٹنا ممکن نہیں۔ اس لئے اگر اس نے پہلے حج کر لیا ہو اور ارتداد کے بعد جب اسلام لایا ہو اور صاحب استطاعت ہو تو دوبارہ اس پر حج فرض ہے۔ پہلا حج ضائع ہو چکا (غرائب القرآن) ۲؎ ھجر [بمعنی چھوڑنا] وصال کی ضد ہے اور یہاں اس کے دو مفہوم ہیں اولاً یہ ہے کہ ہجر سے مراد کلام قبیح سے ہجر ہے جو انسان کو ارتداد کی جانب لے جاتا ہے۔ ثانیاً ہجر سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں نے دوست واحباب اور عزیز و اقارب کو صرف اس دین کی خاطر چھوڑ کر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی رضا کی خاطر ہجرت کی۔ مجاھدۃ الجُھد سے ماخوذ ہے۔ جسے فتح اور ضمہ دونوں طرح سے پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن جب اسے بالفتح پڑھیں گے تو بمعنی مشقت ہوگا اور جب اسے بالضم پڑھیں گے تو بمعنی طاقت ہوگا' اس آیت میں ہجرت اور جہاد کی اہمیت بیان کرنے کی وجہ سے اسم موصول [اَلَّذِیْنَ] کو مکرر لایا گیا اور امید متحقق ہونے میں یہ دونوں فعل مستقبل ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے مہاجر اور مجاہد کو اللہ کی رحمت سے امید رکھنے والا بتایا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اس امت میں بہترین ہیں پھر اہل رجا [امید رکھنے والے] کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ (۱) جو اللہ تعالیٰ سے طلب کرے وہ اہل رجا ہے اور جو نہ طلب کرے وہ اہل رجا نہیں ہے۔ (۲) رجا کی علامت حسن طاعت ہے (۳) جمال کی آنکھوں سے جلال کو دیکھنا رجا ہے (۴) قلب کو رب کے لطف وکرم کے قریب کر دینا رجا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اپنے رب سے اس طرح ڈرنا کہ اس خوف میں کوئی ناپسندیدہ فعل نہ آئے اور اس خوف میں اپنے رب سے امید بھی رکھنا' بیٹے نے عرض کی اباحضور قلب ایک ہے اب اس قلب میں خوف یا رجا دونوں میں سے ایک ہی کو بسا سکتے ہیں یہ سنکر آپ نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ مؤمن ذو قلبین یعنی دو دلوں والا ہوتا ہے ایک میں خوف بساتا ہے اور دوسرے میں امید اور یہ دونوں مومن کیلئے دو پر ہیں جب یہ دونوں برابر ہوں تو پرندے کی طرح پرواز کرتا ہے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ

سخت تراست از نفع آنہا و سوال میکنند ترا چہ چیز خرچ کنند بگو

انکے نفع سے زیادہ سخت ہے اور آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں آپ فرما دیجئے

الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ﴿٢١٩﴾

خرچ کنید زیادہ ہمچنیں بیان کند خدا برائے شما نشانہا تا باشد کہ تامل کنید

کہ خرچ کرو جو زیادہ ہو اسی طرح اللہ بیان فرماتا ہے تمہارے لئے اپنی نشانیاں تا کہ تم سب غور وفکر کرو!

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ

در دنیا و آخرت و سوال میکنند ترا از یتیماں بگو

دنیا و آخرت میں اور سوال کرتے ہیں آپ سے یتیموں کے بارے میں آپ فرما دیجئے

اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ

بصلاح آوردن کار ایشاں بہتر است و اگر مشارقت کنید باپشاں پس ایشاں برادر شما اند و خدا

کہ صلاح لانا انکے کام میں بہتر ہے اور اگر انھیں ملا لو تو یہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ

يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ

میداند تباہکار را از صلاح کار و اگر خواستی خدا سخت گرفتی شما

فسادی کو خیر خواہ سے (الگ خوب) جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو سختی ڈالتا تم پر

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٢٠﴾ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ

ہر آئنہ خدا غالب و استوار کار است و برنی مگیرید زنان شرک آرندہ تا آنکہ ایمان آرند

بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے ٢ اور عورت نہ لو شرک کرنے والی عورتوں میں سے یہاں تک کہ ایمان لائیں

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا

و ہر آئنہ زن مسلمان بہتر است از زن مشرک و اگرچہ بشگفت آوردہ باشد شما را

اور بیشک مسلمان عورت بہتر ہے مشرک عورت سے اگرچہ تمہیں بھلی لگے

تفسیر اظہار العرفان

ا روایت ہے کہ مکہ میں جب یہ آیت وَ مِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْاَعْنَابِ الخ اتری تو مسلمان شراب نوشی کرتے تھے پھر صحابہ کرام میں سے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ ہمیں اس بارے میں فتوی دیجئے کہ شراب عقل کو زائل کر دیتی ہے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ الخ تو اس پر بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان اِثْمٌ كَبِيْرٌ کی وجہ سے ترک کردی اور بعض لوگ وَ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ سے نفع سمجھ کر شراب نوشی کرتے رہے۔ ایک دن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی دعوت کی جس میں کثرت سے صحابہ کرام کو مدعو کیا اس دعوت میں انکی خاطر تواضع شراب سے بھی کی گئی وہ نشہ سے مخمور ہوئے اور نماز مغرب کا وقت ہو گیا اسی حالت میں انھوں نے ایک شخص کو امامت کیلئے آگے کر دیا اس نے نشہ میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اَعْبُدُ بغیر "لَا" کے پڑھی اور آخر سورت تک بغیر لام کے پڑھتے چلے گئے تو یہ آیت نازل ہوئی لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى۔ ایک دن عتبان بن مالک نے بہت سے آدمیوں کی دعوت کی جس میں کچھ مسلمانوں کو بھی بلایا ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی تھے اور عتبان نے ان کیلئے اونٹ کا سر پکوایا تھا۔ انھوں نے کھانا کھانے کے بعد اس قدر شراب پی کر وہیں نشہ ہو گیا اور نشہ کی حالت میں ایک دوسرے کے خلاف اشعار بھی پڑھنے لگے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے وہیں ایک قصیدہ پڑھا جس میں انصار کی ہجو تھی۔ تو انصار میں سے ایک شخص نے اونٹ کا جبڑا لے کر حضرت سعد کے سر پر دے مارا جس سے سر پھٹ گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ اے اللہ ہمارے لئے شراب کی بابت کوئی واضح حکم نازل فرما۔ اس پر یہ آیت اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ الخ نازل ہوئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارب ہم نے انتہا کردی گویا کہ شراب سے متعلق چار آیات وقفے وقفے سے نازل ہوئیں اور اس انداز سے شراب کو حرام کرنے میں حکمت یہ تھی کہ وہ لوگ شراب سے محبت کرتے تھے اس لئے یکدم حرام کرنے سے ان پر شاق گذرتا۔ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ الخ سے چوتھا حکم بیان ہو رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ عمرو بن الجموح نے پہلے تو خرچ کرنے والے اور مصرف کے بارے میں دریافت کیا پھر خرچ کرنے کی کیفیت پوچھی۔ عفو یہ ضد ہے جھد کی۔ یعنی وہ خرچ کیا جائے جسکا خرچ کرنا آسان ہو اور جدو جہد نہ کرنی پڑے۔ مروی ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سونے کی اینٹ لیکر حاضر ہوا جو اسے کسی مال غنیمت سے ہاتھ لگ گئی تھی۔ نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ یہ میری طرف سے صدقہ میں قبول فرمالیں تو آپ نے اسکی طرف سے چہرہ پھیر لیا پھر اس نے جب کئی بار اس طرح کہا تب نبی کریم ﷺ نے غصہ سے فرمایا کہ لا اور لیکر بڑی زور سے پھینکا اگر اسکے سر پر لگ جاتی تو سر پھٹ جاتا پھر فرمایا کہ تم لوگ اپنا سارا مال صدقہ کرنے کیلئے آتے ہو اور پھر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہو صدقہ تو وہی قابل قبول ہے جو خود کفیل آدمی کرے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن) وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى الخ سے پانچواں حکم بیان ہو رہا ہے حضرت سعد بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الخ آیت نازل ہوئی تو ہم سب یتیموں کے اموال سے کنارہ کش ہو گئے تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یتامیٰ بھی تمہارے دینی بھائی ہیں اور دین میں تمہارے بھائی کا یہ حق ہے کہ تم انکے ساتھ میل جول رکھو انہیں کھانے پینے اور رہن سہن میں جدا مت کرو۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ یعنی اگر اللہ چاہے تو سخت سے سخت تکلیف میں تمہیں مبتلا کر سکتا ہے کیونکہ وہ اس پر قادر ہے لیکن تم پر آسانی فرماتا ہے۔ (غرائب القرآن)

تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ

وبزنی مدہید بمشرکان تا آنکہ ایمان آرند و ہر آئنہ بندہ مسلمان بہتر است از

اور عورت مت دو مشرکوں کو یہاں تک کہ ایمان لائیں اور بیشک مسلمان غلام بہتر ہے

مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ

مشرک و اگرچہ بشگفت آوردہ باشد شما را گروہ مشرکان می خوانند بسوے دوزخ و خدا

مشرک سے اور اگرچہ وہ تمہیں بھائے مشرکین کا گروہ بلاتا ہے دوزخ کی جانب اور اللہ

يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ

می خواند بسوئے بہشت و آمرزش بقدرت خود و بیان کند آیات خود را

بلاتا ہے جنت کی جانب اور اپنی مغفرت کی جانب اپنی قدرت سے اور بیان کرتا ہے اپنی آیتوں کو

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ؑ وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ

٢٧ ع ٥ ١١

برائے مردمان تا باشد کہ پند پذیر شوند و سوال میکنند ترا از

لوگوں کیلئے تا کہ وہ سب نصیحت حاصل کریں ١ اور سوال کرتے ہیں آپ سے

الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ

حیض بگو وی نجاست است پس یکسو شوید از زنان در حال حیض

حیض کے بارے میں آپ فرما دیجئے کہ وہ نجاست ہے پس دور رہو عورتوں سے حیض کی حالت میں

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ

و نزدیکے مکنید بایشاں تا آنکہ پاک شوند پس چوں ایشل پاک شوند

اور انکے نزدیک نہ جاؤ یہاں تک کہ پاک ہو جائیں پس جب خوب پاک ہو جائیں

فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

پس نزدیکے کنید بایشاں از آنراہ کہ مباح کردہ است شما را خدا ہر آئنہ خدا دوست دارد

تو انکے نزدیک جاؤ اس راہ سے جسے اللہ نے تمہارے لئے مباح کیا بیشک اللہ دوست رکھتا ہے ٢

١ اس آیت کریمہ میں چھٹا حکم بیان ہو رہا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مرثد بن ابی مرثد غنوی کو اس لئے مکہ بھیجا کہ وہ مسلمانوں کو خفیہ نکال لیں جب یہ وہاں پہنچے تو عناق نامی مشرکہ عورت جو جاہلیت کے دور میں انکی محبوبہ تھی انکی آمد کی اطلاع سنتے ہی انکے پاس آئی اور کہنے لگی کیا تم مجھ سے خلوت نہیں کرتے تو انھوں نے فرمایا مجھے اسلام نے ان باتوں سے روک دیا ہے تو کہنے لگی کیا آپ مجھ سے شادی کر سکتے ہیں۔ فرمایا ہاں، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا کر اجازت لونگا جب نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو یہی آیت نازل ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نکاح چار وجہ سے کیا جاتا ہے۔ مال، جمال، حسن اور دین، لیکن تمہیں دینداری کو اختیار کرنا چاہئے۔ وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اسکا حسن و جمال اور اخلاق و کردار تمہیں کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے لیکن مومنہ ہی تمہارے لئے بہتر ہے، اسی طرح مسلمان خواتین کو تنبیہ کی گئی ہے کہ مشرک مرد سے نکاح نہ کرو خواہ وہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے یہاں مشرک عام ہے خواہ اہل کتاب ہو یا کسی اور مذہب کا مشرک ہو اس سے بالاتفاق نکاح جائز نہیں ہے۔ اسکے مقابلے میں غلام ہو لیکن مومن ہو تو اس سے نکاح درست ہے۔ اُولٰۗىِٕكَ کا اشارہ دونوں یعنی مشرکین اور مشرکات کی طرف ہے یعنی یہ لوگ اپنے کفر و شرک سے تمہیں دوزخ میں پہنچا دینگے اس لئے ان سے دوستی اور رشتہ داری درست نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ الخ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں جنت اور مغفرت کی جانب بلاتا ہے، اسکے دو مفہوم ہیں۔ ایک یہ ہے کہ انبیائے کرام کے واسطہ سے دوم یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے واسطہ سے۔ (غرائب القرآن و بیضاوی) ٢ یہاں سے ساتواں حکم بیان ہو رہا ہے۔ واضح رہے کہ اولاً تین جگہ يَسْــَٔـلُوْنَكَ بغیر واؤ کے ہے اور ثانیاً تین جگہ واؤ کیساتھ ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ شروع کے تین سوالات مختلف اوقات میں کئے گئے تھے اس لئے ہر ایک کو مستقلاً بیان فرمایا جبکہ آخر کے تین سوالات ایک ساتھ کئے گئے تھے اس لئے انہیں واؤ عاطفہ کیساتھ بیان کیا گیا ہے۔ روایت ہے کہ جاہلیت کے دور میں یہودی اور مجوسیوں کی طرح حالتِ حیض میں عورت کے ساتھ نہ تو ایک ساتھ ٹھہرتے تھے اور نہ اکھٹے کھایا پیا کرتے تھے۔ اس عمل پر انھوں نے دوام اختیار کیا ہوا تھا یہاں تک کہ ایک صحابی حضرت ابن مدح رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تو یہ آیت اتری اور انہیں بتایا گیا کہ حیض ناپاکی ہے اس صورت میں قرابت ایذا کا باعث ہے اس لئے دور رہو لیکن انہیں گھر سے نکل جانے کا حکم نہ دو۔ جیسے عجمی لوگ کرتے ہیں اور یہودی حد سے تجاوز کرتے ہیں اور نصاریٰ کمی کرتے ہیں کیونکہ وہ صحبت کرتے وقت حیض کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ (غرائب القرآن) وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ الخ یہ حکم کی تاکید اور بیان کی غایت ہے یعنی خون منقطع ہونے کے بعد نہالیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کثرت حیض کے بعد خون بند ہو تو نہانے سے پہلے قریب جانا جائز ہے۔ حیض کیلئے اقل مدت تین دن اور تین رات، اوسط مدت پانچ دن اور پانچ رات اور اکثر مدت دس دن اور دس رات ہیں۔ (بیضاوی) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ الخ یعنی جو بے حیائی اور ناپاکیوں سے بچتے ہیں۔ توابین کو متطهرین پر مقدم رکھا گیا ہے تا کہ جو لوگ اس جرم کے مرتکب ہوں وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں بلکہ اسکی رحمت کی طرف رجوع کرنے کیلئے خوب توبہ کریں اور مُتَطَهِّرِيْنَ کو مؤخر کیا تا کہ تعجب نہ کریں کہ ایسا شخص پاک کیونکر ہو گیا۔ اس لئے کہ توبہ کے بعد آدمی ایسا ہو جاتا ہے جیسے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں اَلتَّائِبُ حَبِيْبُ اللّٰهِ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ یعنی توبہ کرنے والا اللہ کا دوست ہے اور توبہ کرنے والا گناہوں سے ایسا پاک ہے جیسے کہ اسکے ذمہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ (صاوی و احیاء العلوم)

التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ

توبہ کارانرا و دوست میدارد پاک شوند گانرا زنان شما کشت زار شما اند

بہت زیادہ توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی ہیں

فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ؗ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا

پس بیائید بکشت زار خود بہر روش کہ خواہید و پیش فرستید برائے خویشتن و بترسید

پس آؤ تم اپنی کھیتی میں ہر طریقے سے جو تم چاہو اور پہلے بھیجو اپنے لئے اور ڈرو

اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا

از خدا و بدانید کہ شما ملاقات خواہیدکرد و بشارت دہ مومنانرا و مکنید نام

اللہ سے اور جان لو کہ تم سب ملاقات کرو گے اور بشارت دو مومنوں کو ۱ اور نہ بناؤ

اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا

خدا را دست مال برائے سوگندان خود از انکہ نیکوکاری کنید و پرہیزگاری نمائید و اصلاح آرید

اللہ کے نام کو نشانہ اپنی قسموں کیلئے۔ یہ کہ نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو اور اصلاح لاؤ

بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ

میان مردمان و خدا شنوای دانا است مواخذہ نمیکند بشما خدا

لوگوں کے درمیان اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۲ مواخذہ نہیں کرتا اللہ تمہارا

بِاللَّغْوِ فِیْۤ اَیْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ

بہ بیہودہ گوئی در سوگندہای شما و لیکن مواخذہ کند شما را بآنچہ قصد کردہ است دلہائے شما

تمہارے لغو قسموں میں لیکن مواخذہ کرتا ہے تمہارا جس کا تمہارے دلوں نے قصد کیا ہو

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ

و خدا آمرزندہ بردبار است مر آنکسانرا کہ ایلا میکنند از زنان خویش

اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے ۳ ان لوگوں کیلئے جو ایلا کرتے ہیں اپنی عورتوں سے

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت کریمہ میں آٹھواں حکم بیان ہو رہا ہے اور یہ آیت کریمہ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ کیلئے بیان وتوضیح ہے۔ جاننا چاہیئے کہ عورت کے پاس آنے کا مقصد طلب نسل ہے نہ کہ فقط قضائے شہوات۔ اس لئے فقط اسی مکان میں آئے جو کھیتی کا فائدہ دے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہود کہا کرتے تھے کہ اگر عورت سے پیچھے کی جانب سے جماع کیا جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے اس پر یہ آیت اتری۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے کہنے لگے یارسول ﷺ میں ہلاک ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کس نے تمہیں ہلاک کیا۔ عرض کی رات میں اپنی زوجہ کے پاس پیچھے کی جانب سے آ گیا یہ سنکر آپ نے فرمایا کہ تم ہلاک نہیں ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ انہی سے مروی ہے کہ انصار قبل [سامنے کی شرمگاہ] میں پیچھے کی جانب سے آنے کا انکار کرتے تھے۔ یہ مسئلہ انھوں نے یہود سے لیا تھا۔ قریش جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو انھوں نے انصار کی ایک عورت سے نکاح کیا اور جب پیچھے کی جانب سے آنے کا ارادہ کیا تو اس عورت نے انکار کر دیا تب یہ مسئلہ نبی کریم ﷺ تک پہنچایا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں اس لئے تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ لیکن محل ایک ہی ہو یعنی قبل [سامنے کی شرمگاہ] نہ کہ دبر۔ اکثر علماء اسی تفسیر پر ہیں اَنّٰى کبھی كَیْفَ کے معنی میں آتا ہے جیسے اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ۔ جب اَنّٰى شِئْتُمْ کو كَیْفَ کے معنی میں لیا جائے گا تو مفہوم یہ ہوگا کہ تم اپنی عورتوں کے پاس جس طرح یعنی کھڑے ہوکر، بیٹھ کر یا لیٹ کر آنا چاہو تو آؤ اور اَنّٰى کبھی مَتٰى کے معنی میں آتا ہے اسوقت مفہوم یہ ہوگا کہ اوقات حل میں جب چاہو آؤ یعنی جب عورت اجنبیہ نہ ہو، محرمہ نہ ہو، صائمہ نہ ہو اور حائضہ نہ ہو۔ واضح رہے کہ قرائن اور دیگر دلائل قویہ کے پیش نظر یہاں اَنّٰى کو اَیْنَ کے معنی میں نہیں لیا جاسکتا ہے (غرائب القرآن) وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ یعنی عمل صالح آگے بھیجو جیسے جماع سے قبل یہ دعا پڑھنا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَ جَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا. جب یہ پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ بچہ کو شیطان سے بچائیگا اور اس بچے کے سانس لینے کے برابر اور اس بچے کے بچے کے سانس لینے کے برابر قیامت تک ثواب عطا فرمائیگا۔ (صاوی) ۲ یہ آیت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے قسم کھائی تھی کہ اپنے بہنوئی شبیر بن نعمان سے نہیں بولیں گے اور نہ ہی اسکے اور بہن کے درمیان کوئی صلح کرینگے بعض نے یہ کہا کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جب انھوں نے قسم کھائی کہ مسطح پر خرچ نہ کرونگا کیونکہ اس نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی۔ اس آیت کریمہ میں نواں حکم بیان کیا گیا ہے اور اس بات سے روکا گیا ہے کہ قسم زیادہ نہ کھایا کرو۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم اللہ کی قسم کو نیکیوں سے روکنے والی چیز نہ بناؤ۔ (بیضاوی) ۳ لغو ایسی بیکار بات کو کہتے ہیں جسکا اعتبار نہیں ہوتا ہے۔ یمین یعنی قسم کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) یمین لغو یعنی ماضی کے کسی کام کو کرنے کے باوجود بھول کر قسم کھالینا کہ ہم نے نہیں کیا ہے چونکہ اس قسم کا سبب بھول ہے اور بھول کو اللہ تعالیٰ نے اس امت کیلئے معاف فرمایا ہے اس لئے اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ (۲) یمین غموس یعنی ماضی کے کسی کام کو کرنے کے باوجود جانتے ہوئے قسم کھالینا کہ ہم نے نہیں کیا ہے اس قسم میں چونکہ دیدہ ودانستہ ایسا کیا گیا ہے اس لئے اس شخص پر توبہ لازم ہے۔ (۳) یمین منعقدہ یعنی مستقبل میں کسی کام کے نہ کرنے کا عہد کر لینا اب اگر وہ اسے دوبارہ کریگا تو اس پر اس قسم کا کفارہ لازم ہے جو ساتویں سپارے میں موجود ہے۔ دس مساکین کو اوسط درجے کا کھانا دو وقت کھلائے یا کپڑا جسے وہ اپنے اہل و عیال کیلئے پسند کرتا ہو مساکین کو دے یا ایک غلام آزاد کرے اگر یہ میسر نہ ہوسکے تو پے در پے تین روزے رکھے۔ (عام کتب فقہ)

تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

انتظار کردن چهار ماه است پس اگر باز گشتند پس هر آئنه خدا آمرزنده

چار مہینہ کا انتظار کرنا ہے پس اگر پھر آئیں تو بیشک اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

مہربان است و اگر قصد کردن جدائی را پس ہر آئنه خدا شنوای

مہربان ہے ۱ے اور اگر قصد کریں جدائی کا تو بیشک اللہ سننے والا

عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ

دانا و آں زنان کہ طلاق دادہ شد ایشانرا انتظار کنانند خویشتن را سہ حیض

جاننے والا ہے ۲ے اور وہ عورتیں جنہیں طلاق دے دی گئی ہو انتظار کرائیں اپنے آپ کو تین حیض تک

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ

و جائز نیست ایشانرا پوشیدن آنچہ آفریدہ ست خدا در رحمہائے ایشاں

اور جائز نہیں ہے انکے لئے چھپانا جسے اللہ نے پیدا کیا ہو انکے رحموں میں

اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَبُعُوْلَتُهُنَّ

اگر ایمان آرند بخدا و روز بازپسین و شوہر آن ایشاں

اگر ایمان رکھتی ہوں اللہ پر اور قیامت پر اور انکے شوہر

اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ

سزاوار تر اند بباز آوردن ایشاں در حبالۂ خود دریں مدت اگر خواہند نیکوکاری و زنانرا ست

زیادہ لائق ہیں انہیں اس مدت میں دوبارہ لوٹانے کا اپنے عقد میں اگر وہ نیکوکاری چاہتے ہوں اور عورتوں کیلئے

مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ

مانند آنچہ برزنان است بوجہ پسندیدہ و مردانرا ہست برزنان

(مردوں پر) اسی کی مثل (حق) ہے جو (مردوں کا) عورتوں پر ہے بھلائی کیساتھ اور مردوں کیلئے عورتوں پر ۳ے

تفسیر اظہار العرفان

۱ے یعنی یہ قسم کھالیتے ہیں کہ ہم ان سے جماع نہیں کرینگے۔ ایلاء کا صلہ جب علٰی ہو تو اسوقت قسم کا معنی ہوتا ہے اور جب اسکا صلہ مِنْ آئے تو مجامعت سے دوری کے معنی میں آتا ہے۔ ایلاء زمانہ جاہلیت کی طلاق ہے اس لئے اللہ تعالٰی نے یہاں سے دسواں حکم بیان کرتے ہوئے ایلاء کے مسائل بیان کئے۔ ایلاء کے چار ارکان ہیں (۱) حالف اور یہ ہر وہ زوج ہے جس سے جماع ممکن ہو (۲) محلوف بہ اور یہ اللہ تعالٰی یا اسکی صفات ہیں اس طرح سے جب یہ قسم کھانے کے بعد مدت ایلاء میں اگر بیوی سے جماع کریگا تو اس پر کفارہ یمین لازم ہوگا (۳) محلوف علیہ اور یہ جماع کے الفاظ ہیں جو صراحتاً بولے جائیں (۴) مدتِ ایلاء اور یہ امام ابوحنیفہ اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک چار ماہ ہے، اسکے بعد طلاق واقع ہوجائیگی۔ (غرائب القرآن)

۲ے یعنی چار ماہ گذرنے کے بعد طلاق واقع ہوگی نکاح فسخ نہ ہوگا۔ لہذا اسکے بعد بھی دوسری طلاق کا حق شوہر کو حاصل ہوگا۔ (غرائب القرآن)

۳ے وَالْمُطَلَّقٰتُ سے مراد جن سے صحبت ہوچکی ہو اور وہ حیض والی عورتوں میں سے ہو۔ يَتَرَبَّصْنَ خبر بمعنی امر ہے چونکہ عورتوں کے دل مردوں کی طرف مائل ہوتے ہیں اس لئے انہیں حکم دیا گیا کہ وہ اپنے آپکو روکے رکھیں۔ اس لئے یہ گیارہواں حکم ہوگا۔ قروء، قرء کی جمع ہے۔ اس سے مراد احناف کے نزدیک حیض ہے۔ عورتوں کی عدت پانچ طرح کی ہے۔ (۱) مطلقہ جنکو شوہر جماع یا خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دے اور عورت حیض والی ہو تو اسکی عدت تین حیض ہے۔ (۲) نکاح کے بعد جماع یا خلوتِ صحیحہ سے قبل طلاق دے اور عورت حیض والی ہو تو اسکی کوئی عدت نہیں ہے اور یہ مسئلہ اللہ تعالٰی کے اس فرمان سے ماخوذ ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا (احزاب آیت ۴۹) ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم مومنات سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے سے پیشتر طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں ہے جسے تم شمار کرو۔ (۳) جسکے شوہر کا انتقال ہوجائے اسکی عدت چار ماہ دس دن ہے بشرطیکہ وہ عورت حمل سے نہ ہو ورنہ وضع حمل عدت ہوگی اور وہ اس آیت سے ثابت ہے۔ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا (البقرۃ ۲۳۴) ترجمہ! تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں اپنے آپکو چار مہینے دس دن عدت میں رکھیں۔ (۴) وہ عورتیں جن کو حیض نہ آتا ہو اسکی عدت تین ماہ ہے اور یہ اللہ کے اس فرمان سے ثابت ہے۔ وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ (الطلاق) ترجمہ! اور تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہوگئی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو اسکی عدت تین مہینے ہے۔ (۵) جن عورتوں کو حالتِ حمل میں طلاق ہوجائے یا دوران عدت حمل ظاہر ہوجائے اسکی عدت وضع حمل ہے اور یہ اس آیت سے ثابت ہے۔ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق ۴) ترجمہ! اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ الخ یعنی عدت پوری ہونے کی جلدی کرنے اور طلاق رجعی کا شوہر کا حق باطل کرنے کیلئے حمل اور حیض کو چھپانا جائز نہیں ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس بارے میں عورت کا قول مقبول ہے۔ بُعُوْلَةُ، بعل کی جمع ہے تائے تانیث جمع کیلئے ہے۔ بعل اصل میں سردار یا مالک کے معنی میں ہے۔ خاوند کا نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ اپنی بیوی کا اختیار رکھتا ہے اگر عورت کی اصلاح مقصود ہو تو رجعت کے ساتھ عورت کو کوئی نقصان نہیں اور اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ رجعت کیلئے اصلاح کا مقصد شرط ہے بلکہ یہ ستانے سے منع کرنے اور اصلاح کا قصد کرنے کی رغبت دوسرے کیلئے ہے (بیضاوی وغرائب القرآن)

دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌ ۢ

بلندی و خدا غالب باحکمت طلاق شرعی دوبار است پس ازاں باخوشخوئی

فضیلت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ طلاق شرعی دوبار ہے پس خود سے

بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ ۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ

رجعت کردن یا رہا کردن بہ نیکوئی و حلال نیست شما را آنکہ

رجوع کرے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دے اور حلال نہیں ہے تمہارے لئے

تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا

فراگیرید از آنچہ دادہ اید زنان خود را چیزے مگر آنگاہ کہ بترسند

لینا اس میں سے جو تم نے اپنی عورتوں کو دیا ہو کچھ بھی مگر اس وقت کہ دونوں ڈریں

يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ

برپاندارند ہر دو احکام خدا پس اگر بترسید از آنکہ برپاندارند ایں ہر دو احکام

کہ قائم نہ رکھ سکیں گے دونوں اللہ کے احکام کو پس اگر تمہیں خوف ہو کہ قائم نہ رکھ سکیں گے

اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ

خدا پس گناہ نیست بر ایشاں در آنچہ عوض خود داد زن ایں

اللہ کے احکام کو تو گناہ نہیں ہے ان پر اس میں کہ عورت خود عوض دے یہ

حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ

حدہا مقرر کردہ خدا ست پس بیروں مروید از آنہا و ہر کہ بیروں رود از حدود خدا

اللہ کی قائم کردہ حدیں ہیں پس حد سے نہ گذرو اور جو کوئی گذرے اللہ کی حدوں سے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ

پس ایں جماعت ایشانند ستمگاراں پس اگر طلاق دادش پس ہرگز حلال نشود

پس وہ جماعت ظلم کرنے والی ہے۔ لے پھر اگر (تیسری) طلاق دے تو ہرگز حلال نہیں ہے یہ عورت

تفسیر اظہار العرفان

لے شانِ نزول یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دنوں میں لوگ اپنی عورت کو طلاق رجعی دیتے اور جب عدت ختم ہونے کو آتی تو رجوع کر لیتے یہ عمل انکی زندگی کا معمول بن جاتا اور اس طرح وہ کبھی دسوں مرتبہ کر لیتے یہاں تک کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں آ کر شکایت کی کہ اسکا شوہر اسے اکثر طلاقِ رجعی دیتا ہے اور جب عدت ختم ہونے کو آتی ہے تو رجوع کر لیتا ہے اور پھر دوبارہ طلاق دے دیتا ہے اور اس نے کہا ہے کہ ہم تمہیں زندگی بھر یوں ہی قید رکھیں گے تب یہ آیت اتری اور انہیں بتا دیا گیا کہ طلاقِ رجعی فقط دو مرتبہ ہے۔ (صاوی) وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا الخ روایت ہے کہ جمیلہ بنت عبداللہ اپنے شوہر ثابت بن قیس سے ناراض تھی۔ نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی نہ میں ثابت سے خوش ہوں اور نہ وہ مجھ سے یعنی میری اور اسکی ذہنی ہم آہنگی ناممکن ہے انکے اخلاق اور دین میں کوئی برائی نہیں نکالتی لیکن اسلام میں کفر ناپسند ہے۔ وہ برداشت نہیں کر سکتی انکے ساتھ رہنا۔ میں نے برقعہ اٹھا کے اسے بہت سے لوگوں میں آتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ سب سے کالا اور سب سے پست قد اور سب سے زیادہ بدصورت ہے پھر انکے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تو انھوں نے اسے باغ کے عوض میں خلع کیا جسے ثابت نے جمیلہ کو بطور مہر کے دیا تھا (بیضاوی) وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ الخ اس آیت میں نہی کے بعد وعید تہدید کیلئے ہے ویسے ظاہری طور پر آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خلع بغیر کراہت اور سختی کے جائز نہیں ہے جیسے نبی کریم ﷺ کا ارشاد اس بات کی تائید کرتا ہے' آپ نے فرمایا جو عورت اپنے خاوند سے بلا تکلیف طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (بیضاوی) آیت کریمہ کے آخر میں فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو طلاق' رجعت اور خلع کے احکام کے خلاف ورزی کرے وہ ظلم کا مرتکب ہوگا۔ ایسے شخص کو ظالم کہنے کی تین وجہیں ہیں۔ (۱) حصولِ لعن پر یہاں ظلم کو تنبیہاً ذکر کیا گیا۔ جس طرح اللہ کے فرمان کے مطابق ظالم لعنت کا مستحق ہوتا ہے ویسے ہی یہ شخص بھی لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ (۲) لفظ ظالم اسم ذم اور تحقیر ہے۔ اور یہ اسم وعید کے قائم مقام واقع ہے۔ (۳) لفظِ ظلم سے تنبیہ ہے کہ انسان حدود اللہ کو توڑ کر اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے وہ اس طرح کہ عورت کو عدت مکمل کرنے نہیں دیتا ہے یا عورت اپنے آپ پر ظلم کرتی ہے جب وہ رحم میں بچہ کے ٹھہر جانے کے بعد اسے چھپائے۔ بہر کیف یہ مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے اور اعظم تہدیدات میں سے ہے۔ (تفسیر کبیر) [جاننا چاہیئے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں' تین ہی شمار ہونگیں] کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک شمار ہوگی اور اپنے موقف پر تین احادیث سے استدلال کرتے ہیں (۱) حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما جو طاؤس' ابو صہباء اور عکرمہ کی روایت سے ہے۔ [احناف اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ] طاؤس کی جو روایت ہے اس میں اسکا وہم ہے اس لئے کہ امام طحاوی نے سند صحیح کیساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ آپ سے کسی نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی لیکن عورت پر طلاق واقع ہو جائیگی اور شوہر اول کے نکاح میں [بغیر حلالہ] نہیں آ سکتی (۲) حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما [اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی عورت کو حیض کی حالت میں صرف ایک طلاق دی تھی اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے رجوع کرنے کو کہا تھا (۳) حدیث رُکانہ [اس حدیث کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ] یہ حدیث مضطرب اور منقطع ہے اس لئے دعویٰ میں بطور دلیل پیش نہیں کی جا سکتی ہے۔ (القرطبی)

مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا

بعد ازیں تا آنکہ در آید بہ نکاح شوہر دیگر پس اگر طلاق دادش ایں شوہر دیگر پس نیست

اسکے بعد یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے نکاح کرے پھر اگر دوسرا شوہر اسے طلاق دے تو نہیں ہے

جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ

گناہ براں ہر دو دراں کہ باز گردند بنکاح باہم اگر میدانند کہ برپا میتوانند داشت احکام

کوئی گناہ اس میں ان دونوں پر کہ نکاح کے ذریعے باہم رجوع کریں اگر جانیں کہ قائم رکھ سکیں گے

اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَ

خدا را و ایں حدود خدا ست بیان میکند آں حدود در برائے قومی کہ میدانند و

اللہ کے احکام کو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں ان حدوں کو بیان کرتا ہے ایسی قوم کیلئے جو جانتی ہے[۱] اور

اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ

چوں طلاق دادید زنانرا پس رسیدند بمیعاد ایشاں پس نگہدارید ایشانرا

جب تم طلاق دے دو عورتوں کو پھر پہنچے اپنی میعاد کو پس اسے روک لو

بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ

بہ نیکوئی یا رہا کنید ایشانرا بہ نیکوئی ونگاہ مدارید ایشانرا

بھلائی کے ساتھ یا انھیں بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو اور انھیں نہ روکو

ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ

برائے ضرر رسانیدن تاستم کنید و ہر کہ ایں کند پس ہر آئنہ ستم کرد بر خود

ضرر پہنچانے کیلئے تا کہ تم (ان پر) ستم کرو اور جو کوئی ایسا کرے تو بیشک اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۫ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ

و میگرید آیتہائے خدا را ازفسوس و یاد کنید نعمت خدا را

اور نہ لو اللہ کی آیتوں کو مذاق کے طور پر اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو[۲]

[۱] یعنی تیسری طلاق کے بعد اب عورت شوہر پر حرام ہو گئی۔ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ سے شوہر اول کی حلت کی صورت بیان کی جارہی ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت عدت گذرنے کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کرے پھر وہ اپنی مرضی سے طلاق دے تو عورت اب اسکی عدت گذارنے کے بعد شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے۔ واضح رہے کہ شوہر ثانی سے نکاح کرنے کے بعد جماع لازمی ہے کیونکہ مروی ہے کہ رفاعہ کی عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی یارسول ﷺ رفاعہ نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اسکے بعد میں عبدالرحمٰن بن زبیر ؓ کے نکاح میں آئی اور اسکے پاس (اسکا عضو تناسل) اس پھندے کے جیسا ہے یعنی اس میں مردانہ کمزوری ہے تو آپ مسکرائے اور فرمایا کیا تو رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے؛ کہنے لگی جی ہاں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہوسکتا جب تک تو اسکے شہد سے نہ چکھے اور وہ تیرے شہد سے نہ چکھے یعنی ایک دوسرے سے جب تک مزانہ لے لو لہذا آیت میں صحبت کی قید سنتِ متواترہ سے ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نکاح سے مراد ہی وطی ہو اس لئے نکاح کے بعد وطی کرنا شرط ہے۔ اس حکم میں مصلحت یہ ہے کہ طلاق میں لوگ جلد بازی سے رک جائیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نکاح تحلیل کی نیت سے ہو تو باوجود کراہت کے نکاح ہوجائیگا لیکن ایسا کرنے والوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حلالہ کرنے اور کرانے والے پر لعنت ہے۔ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ الخ یعنی جب دوسرا خاوند طلاق دے تو پہلے خاوند سے نکاح کرسکتی ہے اگر دونوں کو یہ گمان ہو کہ اللہ کے قوانین وضوابط کی پابندی ملحوظ خاطر رکھ سکیں گے جو حقوق زوجیت کیلئے مشروع کئے گئے ہیں۔ (بیضاوی) [۲] اجل مدت اور منتہی دونوں پر مطلقاً بولا جاتا ہے۔ آدمی کی عمر کو بھی اجل کہتے ہیں اور موت کو بھی اجل کہتے ہیں۔ جس پر عمر کی انتہا ہوتی ہے۔ جیسے کہا جائے ہر زندہ عمر کی مدت پوری کرتا ہے اور مرجاتا ہے جب اپنے وقت مقررہ کو پورا کرلیتا ہے۔ اجل کے جیم کو جب سکون دینگے تو اسکا معنی مقصد ہوتا ہے۔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ یعنی اس مقصد سے۔ بلوغ اصل میں کسی چیز تک پہنچنے کو کہتے ہیں لیکن مجازاً قریب ہونے پر بھی بول دیتے ہیں اور اس آیت میں یہی مراد ہے تاکہ اگلی آیت کا اس پر مرتب ہونا درست ہو کیونکہ عدت پوری ہونے کے بعد انھیں روکنا جائز نہیں ہے۔ ستانے کیلئے ان سے رجوع مت کرو جیسا کہ لوگ اس سے پہلے کیا کرتے تھے۔ (بیضاوی) وَلَا تَتَّخِذُوْٓا الخ یعنی انھوں نے اعراض کیا اور عمل میں سستی کی جو اللہ تعالیٰ نے انھیں فرمایا تھا اور بعض مفسرین نے شانِ نزول اسطرح بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور پھر اپنی بیوی کو طلاق دے کر رجوع کرلیا اور کہنے لگا میں نے مذاق کیا تھا۔ تو اسکے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین امر ایسے ہیں کہ اسے جو شخص ہنسی یا بلا ہنسی کے کہے اس پر حکم جاری ہوجائے گا۔ نکاح، طلاق اور رجعت۔ وَاذْكُرُوْا الخ یعنی وہ جو من جملہ ہدایت ہے اور نبی کریم ﷺ کی بعثت ہے۔ اس پر اللہ کا شکر بجالاؤ اور اسکے حقوق کا لحاظ رکھو۔ کتاب وحکمت سے قرآن وسنت مراد ہیں یہاں کتاب اور حکمت دو چیزوں کا بیان ہے لیکن ضمیر واحد ہے۔ اس لئے تاکہ تم دونوں کی عظمت کے قائل ہوجاؤ یا جس طرح کتاب سے مسلمان نصیحت پکڑتا ہے ویسے ہی اپنے نبی ﷺ کی سنت سے بھی نصیحت حاصل کرتا ہے اس لئے دونوں کیلئے ایک ہی ضمیر لائی گئی۔ اس آیت کریمہ کا آخری جملہ تاکید اور تہدید کیلئے ہے یعنی تم جو عمل بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور اسکے مطابق جزا وسزا دیگا۔ (بیضاوی)

عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ

بر خود و آنچه فرود آورده شد بر شما از کتاب و علم که پند میدہد شما را

جو تم پر ہے اور جو تم پر علم و کتاب اتاری تا کہ نصیحت دے تمہیں

بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ وَ

بآن و بترسید از خدا و بدانید که خدا همه چیز دانا ست و

اس سے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور

اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ

چوں طلاق دادید زنانرا پس رسیدند بمیعاد خود پس منع مکنید ایشانرا

جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی میعاد کو پہنچے تو منع نہ کرو انھیں

اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

از آنکه نکاح کنند باشوهران خویش وقتیکه بایکدیگر راضی شدند درمیان خود به نیکوئی

اس سے کہ وہ اپنے دوسرے شوہروں سے نکاح کریں جب ایک دوسرے سے بھلائی کے ساتھ راضی ہوں

ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

واین حکم پند داده میشود بآں هر کسے را که باشد از شما بخدا مومن

اور یہ نصیحت میری طرف سے ہر اس شخص کو دی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ پر ایمان رکھتا ہو

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ

و روز بازپسیں ایں کار خوشتر ست شما را و پاکیزه تر و خدا

اور آخرت کے دن پر یہ کام تمہارے لئے خوشتر اور پاکیزہ تر ہے اور اللہ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ

میداند و شما نمیدانید و مادران باید که شیر دهند

جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۱؎ اور ماؤں کو چاہئے کہ وہ دودھ پلائیں

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ یعنی جب انکی عدت پوری ہو جائے تو تم نہ روکو۔ اس سے خطاب عورت کے اولیاء [ورثاء] کو کیا گیا ہے۔ روایت ہے کہ یہ آیت معقل بن یسار کی بہن جملا بنت یسار کے بارے میں نازل ہوئی۔ جن کو طلاق ہوئی اور عدت پوری ہوگئی۔ تو پہلے خاوند نے رجوع کیا پھر پیغام بھیجا لیکن بھائی معقل نے انکار کردیا اس پر یہ آیت فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ نازل ہوئی کہ عورت خود اپنی مرضی سے نکاح نہیں کرسکتی ورنہ اسکے بس میں ہوتا تو اسکا ولی یعنی بھائی غصہ نہ کرتا۔ احناف کے نزدیک یہ تجدید نکاح کو معارض نہیں ہے۔ اس لئے کہ عورت کے توقف کا سبب بھائی کی اجازت پر ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد یا وہ خاوند ہے جو اپنی بیوی کی عدت پوری کرنے کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کرنے سے ظلماً روکتے تھے۔ اور انکو نہیں چھوڑتے تھے۔ تاکہ نکاح نہ کرلے۔ اس لئے انکی بات کا جواب وَاِذَا طَلَّقْتُمْ میں ہے کہ بعض مفسرین کے نزدیک اولیاء [ورثاء] اور خاوند دونوں مراد ہیں اور سیاق آیت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ان دونوں کو خطاب ہو۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ خطاب سب لوگوں کو ہے۔ اس لئے کہ جب ایک فعل کسی ایک آدمی سے سرزد ہوتا ہے تو اسکی نسبت ایک جماعت کی طرف کردی جاتی ہے۔ (بیضاوی) حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے معقل بن یسار کو بلایا اور فرمایا کہ اگر تو مؤمن ہے تو اپنی بہن کو ابوالبداح سے نکاح کرنے سے نہ روک، معقل نے کہا: میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اپنی بہن کا نکاح اس سے کیا۔ جب یہ واقعہ ثابت ہوا تو اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ بغیر ولی نکاح جائز نہیں ہے [جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام سے مذاق کرنے سے منع فرمایا ہے زمانہ جاہلیت میں لوگوں نے طلاق اور نکاح کو مذاق بنایا ہوا تھا ہمارے زمانے میں بھی کچھ لوگوں کو یہ عادت پڑگئی ہے کہ وہ شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں اس لئے اسکی مذمت پر یہاں چند احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں اللہ تعالیٰ بچنے کی توفیق عطا فرمائے] آمین۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا آزادی دی یا نکاح کیا یا نکاح کرایا اور یہ سب کام یہ گمان کرتے ہوئے کئے کہ مذاق کررہا ہے تو وہ کام کرنے والا ہوگا یعنی یہ سب کام وقوع پذیر ہوگئے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مسئلہ پوچھا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک سو مرتبہ طلاق دی اب آپ میرے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تیری بیوی پر تین طلاقیں پڑگئیں باقی ۹۷ وہ طلاقیں ہیں کہ تو نے اللہ کی آیتوں کا مذاق بنایا۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تک یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ [طلاق بائن] دیدی ہے آپ اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا: کیا تم اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے ہو؟ یا آپ نے فرمایا: اللہ کے دین کا مذاق اڑاتے ہو جو شخص اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے پس اس پر تین طلاقیں لازم ہیں وہ عورت اس کیلئے حلال نہیں ہے جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے۔ ہمارے علماء کہتے ہیں کہ ایسا قول آیت کے مفہوم میں داخل ہے۔ جس میں مذاق کا پہلو موجود ہو اس لئے کہا گیا ہے کہ جس نے اللہ کی نشانیوں کا مذاق اڑایا۔ (القرطبی)

أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُّتِمَّ

فرزندان خویش را دو سال تمام این حکم آنراست کہ خواہد تمام کردن

اپنے فرزندوں کو دو سال مکمل یہ حکم اسکے لئے ہے جو چاہے کہ مکمل کرے

الرَّضَاعَةَ ۚ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ

مدت شیر و بر پدر نفقہ و خوراک و پوشاک این زنان شیردہ ست

دودھ کی مدت اور باپ پر نفقہ اور خوراک اور پوشاک اس دودھ پلانے والی عورت کیلئے

بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ

بوجہ پسندیدہ واجب کردہ نمیشود برہیچکس الا قدر توانائی او رنج نباید

پسندیدہ طریقے پر۔ کسی شخص پر واجب نہیں کیا گیا مگر اسکی توانائی کے مطابق۔ تکلیف نہ دینا

وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ

داد مادر را بسبب فرزندوی و نہ پدر را بسبب فرزندوی و لازم است بر وارث

چاہئے اسکی ماں کو اسکے فرزند کے سبب سے اور نہ باپ کو اسکے فرزند کے سبب سے اور لازم ہے وارث پر

مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا

مانند این پس اگر خواہند مادر و پدر از شیر باز کردن بعد رضا مندی یکدیگر میان یکدیگر

اسکی مثل پس اگر ماں اور باپ چاہیں دودھ چھڑانا ایک دوسرے کی رضا مندی کے بعد

وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَإِنْ أَرَدْتُّمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا

و مشورت کردن پس ہیچ گناہ نیست بر ایشاں و اگر خواہید کہ دایہ گیرید

اور مشورہ کرنے کے بعد تو کوئی گناہ نہیں ہے ان پر اور اگر تم چاہو کہ دایہ لو

أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا آتَيْتُمْ

برائے فرزندان خود پس نیست گناہ بر شما چوں تسلیم نمودید آنچہ دادنش مقرر کردید

اپنے فرزندوں کیلئے تو کوئی گناہ نہیں ہے تم پر جبکہ دیدیا ہو جو انہیں دینا مقرر کیا ہو[1]

تفسیر اظہار العرفان

[1] یہاں سے بارہواں حکم بیان ہورہا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت ڈھائی سال ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک مدتِ رضاعت دوسال ہے۔ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ الخ مراد وہ جس کا بچہ ہے یعنی باپ کیونکہ بچہ اسی کی وجہ سے ہوتا ہے اور اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ عبارت کی تفسیر اس معنی کی طرف اشارہ کرنے کیلئے ہے کہ دودھ پلوانے کا وجوب اور دودھ پلانے والی کا خرچ باپ کے ذمے ہے۔ ماں کی اجرت میں اختلاف ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ماں کو نوکر رکھ لینا جائز ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا ہے۔ اگر مرد اپنی بیوی یا معتدہ کو دودھ پلانے کیلئے نوکر رکھے تو جائز نہیں ہے۔ لَاتُكَلَّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یہ علت ہے تکلیف کے ایجاب کی اور دستور کی قید ہے۔ اس میں اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بقدر وسعت تکلیف دیتا ہے۔ اور یہ امکان مانع نہیں ہے۔ لَا تُضَآرَّ اس میں تفصیل ہے اور تقریب ہے۔ یعنی وہ ایک کو دوسرے کیلئے اتنی تکلیف نہیں دیتا جسکی طاقت نہ رکھتا ہو اور عورت کو بچے کے سبب نقصان نہ دے۔ کبھی بچے کی نسبت والد کی طرف ہوگی اور کبھی والدہ کی طرف کیونکہ وہ دونوں اس کیلئے مشفق کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس بات پر بھی تنبیہ مقصود ہے کہ درحقیقت والدین کا بچے کی اصلاح و تربیت اور شفقت پر پورے طور پر متفق ہونا لازمی ہے۔ نہ تو یہ مناسب ہے کہ بچے کا نقصان کریں اور نہ بچے کے سبب سے ایک دوسرے کا نقصان کریں۔ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَالِكَ۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وارث سے مراد ذی رحم محرم ہیں۔ ابوزید کہتے ہیں کہ وارث سے مراد عصبیات ہیں جیسے دادا، بھائی، بھتیجا، چچازاد بھائی وغیرہ۔ ابن ابی لیلہ کہتے ہیں کہ وارث سے مراد بچے کا وارث ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وارث سے مراد وہ لڑکا خود ہے جو اپنے باپ متوفی کا وارث ہے یعنی اسکے دودھ پینے کا خرچہ اسکے مال سے لیا جائے گا۔ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ الخ یعنی اگر رضامندی سے دودھ چھڑانا چاہیں اور یہ چھڑانا دوسال سے پہلے ہو تو یہ کام باہم مشورہ سے ہو۔ ان دونوں کی رضامندی کو اس لئے معتبر قرار دیا گیا تاکہ بچے کی بہتر اصلاح ہو اور اس بات سے محتاط رہیں کہ ان میں سے کوئی ایک اپنے غصہ کی وجہ سے ایسا نہ کر بیٹھے جس سے بچے کو ضرر ہو۔ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا الخ یعنی انکی ماؤں کے سوا اور اناؤں سے دودھ پلانا چاہو۔ ماں کے دودھ پلانے کے موانع چند ہیں (۱) جب عورت دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور اس شوہر کے حقوق کی وجہ سے دودھ نہ پلاسکے (۲) عورت دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور دوسرا شوہر ناپسند کرے کہ پہلے شوہر کے بچے کو عورت دودھ پلائے (۳) عورت شوہر کے ظلم وستم کے خوف سے بچے کو دودھ پلانے سے انکار کردے (۴) عورت بیمار ہو یا اسے دودھ نہ اترتا ہو۔ ان امور میں سے کوئی امر بھی پایا جائے تو دودھ پلانے کیلئے اناؤں کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ بچہ اسکے دودھ کو قبول کرے اگر بچہ دوسرے کے دودھ کو قبول نہ کرے تو ماں پر دودھ پلانا لازم ہوگا۔ اناؤں کو پہلے ہی طے کرکے کچھ دے دینا بہتر ہے تاکہ وہ بہتر طریقے پر اسکی پرورش کرے۔ اسی بناء پر اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا اٰتَيْتُمْ کو اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ کی طرح اِذَا اَرَدْتُّمْ سے تفسیر کی گئی ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا سے اللہ تعالیٰ بندوں کو یہ باور کرارہا ہے۔ کہ اگر تم ان احکام کی حکم عدولی کروگے تو یاد رکھو کہ اللہ تمہارے ایک ایک عمل کو دیکھ رہا ہے لہذا اس سے ڈرو اور احکامِ خدا کی پابندی کرو۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

بخوش خوئی و بترسید از خدا و بدانید کہ خدا بآنچہ میکنید

بھلائی کے ساتھ اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ جو تم کر رہے ہو

بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا

بینا ست و کسانیکہ بمیرند از شما و بگذارند ۔ زنانرا

دیکھ رہا ہے۔ اور جو تم میں سے مر جائے اور چھوڑ دے عورتوں کو

يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ

باید کہ انتظار کنانند خویشتن را چہار ماہ و دہ روز پس چوں رسیدند

چاہئے کہ انتظار کرائیں اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن پس جب پہنچیں

اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ

بمیعاد خود پس نیست گناہ بر شما در آنچہ کردید در حق خویش

اپنی میعاد کو تو کوئی گناہ نہیں ہے تم پر اس میں کہ وہ سب اپنے حق میں (کوئی فیصلہ) کریں

بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

بوجہ پسندیدہ و خدا بآنچہ میکنید دانا ست و نیست گناہ بر شما

بھلائی کے ساتھ اور اللہ جو تم کرتے ہو اسکی خبر رکھتا ہے ۱ اور کوئی گناہ نہیں ہے تم پر

فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاۗءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ

در سخنے کہ کنایت کردید بوی از خواستگاری زنان یا پنہای داشتید دردلہاے خویش

اس بات میں کہ تم نے درپردہ عورتوں کو منگنی کا پیغام دیا ہو یا شادی کی خواہش

اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ

دانست خدا کہ شما یاد خواہید کرد ایں زنانرا و لیکن وعدہ مدہید ایشانرا

اپنے دل میں چھپا رکھا ہو اللہ جانتا ہے کہ تم ان عورتوں کو یاد کرو گے لیکن انہیں وعدہ مت دو ۲

۱ یعنی وہ خاوند جو تم میں سے مر جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو انکے بعد وہ انتظار کریں۔ یہ ان عورتوں کیلئے عدت کی میعاد ہے جن کے شوہر انتقال کر جائیں۔ اور وہ عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اس آیت میں لفظ عشر باعتبار لیالی [رات] کے ہے۔ اس لئے کہ لیـــالـــی ہی سے [اسلامی کیلنڈر کے] مہینوں اور دنوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ عدت کے چار ماہ دس دن ہونے میں یہ حکمت ہے کہ بچہ ماں کے بطن میں تین ماہ کے بعد متحرک ہو جاتا ہے بشرطیکہ لڑکا ہو اگر لڑکی ہو تو چار ماہ بعد متحرک ہوگی۔ لہذا دونوں کا اعتبار کیا اور مزید دس دنوں کا اضافہ محتاط انداز سے کیا کہیں جنـیـن [وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو] کی حرکت میں ضعف ہو اور محسوس نہ کی جا سکے۔ عدت وفات بالترتیب احکامِ الٰہی میں سے تیرہواں حکم ہے۔ تـوفـی کی اصل یہ ہے کہ شے کو کامل اور وافی لینا۔ چونکہ بندہ اپنی زندگی کے تمام ایام اور ساعات گذار چکا ہوتا ہے۔ اس لئے اسکے حق میں یُتَـوَفَّـوْنَ کہا گیا پھر اسی آیت کے آخر حصے میں فرمایا گیا کہ اگر دورانِ عدت محرمات میں سے عورت کسی میں مبتلا ہو تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اسے روکیں اگر کوتاہی سے کام لینگے تو گناہ گار ہونگے۔ (بیضاوی)

۲ اس آیت کریمہ میں چودھواں حکم بیان ہو رہا ہے۔ تـعـریض 'تصریح' کی ضد ہے۔ اور اسکا معنی یہ ہے کہ اپنے کلام کو پوشیدہ کر کے پیش کرنا جو مقصود اور غیر مقصود پر دلالت کرے لیکن جانب مقصود زیادہ مشعر ہو [مقصود کی جانب اشارہ زیادہ ہو] تعریض [اشارہ کو کنایہ میں پیش کرنا] کی اصل عرض ہے اور یہ کنایت میں سے ہے۔ عورتیں تین طرح کی ہیں۔ (۱) جس کو تـعـریـضـاً اور تصریحاً [واضح لفظ میں] نکاح کا پیغام دینا جائز ہے' یہ وہ عورت ہے جو زوج اور عدت سے خالی ہو لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ کسی نے پہلے سے نکاح کا پیغام نہ دیا ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام نہ دے۔ (۲) جس کو تعریضاً اور تصریحاً نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے۔ یہ وہ عورت ہے جو شوہر والی ہو۔ (۳) جنکو تـعـریـضـاً اور تـصـریـحـاً کچھ عرصے بعد نکاح کا پیغام دینا جائز ہے لیکن فی الفور جائز نہیں ہے' یہ وہ عورت ہے جو غیر رجعی طلاق کی عدت میں ہو۔ (غرائب القرآن) الخُطبة ضمہ اور کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ خا' جب مضموم ہو تو وعظ و نصیحت کے معنی میں ہوگا اور خا جب مکسور ہو تو عورت کی چاہت کے معنی میں ہوگا اور اس سے مراد عدت والی عورتیں ہیں' جو بیوہ ہوں کیونکہ عدت وفات کے بعد اسکا بیان ہو رہا ہے اور تـعـریـض خطبہ کا مطلب یہ ہے کہ عورت سے کہے کہ تو خوبصورت ہے یا نافقہ ہے اور میری غرض ہے کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں یا اس قسم کی کوئی بات کہے۔ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ الخ کا مطلب یہ ہے کہ اسکی خواہش اپنے دلوں میں چھپائے رکھو۔ اور اسے صراحتاً یا تعریضاً ذکر نہ کرو لیکن تم چپکے بیٹھ رہنے پر صبر نہ کر سکو گے اس لئے اللہ تعالٰی نے اشارہ ذکر کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ آیت میں لفظ سـرًا سے جماع مراد ہے اور کبھی نکاح مراد لیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ جماع کا سبب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ان سے جماع نہ کرو کا مطلب یہ ہے کہ جماع کا وعدہ برا سمجھا جاتا ہے۔ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ. ارادے کی پختگی کا ذکر کیا۔ نہی میں اس طرح کہنے سے زیادہ مبالغہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ عقد نکاح کو قطع نہ کرو کیونکہ اصل میں عزم قطع ہے۔ (بیضاوی)

سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۬ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ

بحلگی مگر آنکه بگوئید سخن نیکوئی و قصد مکنید عقد

شوہر ہونے کا مگر قاعدے کی بات کرو اور ان سے قصد نہ کرو عقدِ

النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

نکاح ایشانرا تا آنکه رسد میعاد مقرر نہایت خود و بدانید ہر آئنه خدا

نکاح کا یہاں تک کہ میعاد مقرر اپنی نہایت کو پہنچ جائے اور جان لو بیشک اللہ

يَعْلَمُ مَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

میداند آنچه در دلہاے شما ست پس بترسید ازو و بدانید که خدا

جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے پس اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ

غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿٢٣٥﴾ ع لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ

آمرزنده بردبار است ہیچ گناه نیست بر شما اگر طلاق دادید زنانرادر آنوقت که

بخشنے والا بردبار ہے ۱ کوئی گناہ نہیں ہے تم پر اگر طلاق دے دو عورتوں کو

مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ

ہنوز دست نرسانیده اید بایشاں یا معین نکرده اید برائے ایشاں مقدارے و مہر را مہره دہید اینچنیں مطلقات را

اسوقت کہ ابھی ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر نہ کیا ہو اور انہیں کچھ نفع دو

عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا ۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ

لازم است بر توانگر مقدار حالِ او و بر تنگدست مقدار حال او مہره دادن بخوشخوئی

وسعت والے پر اسکے مطابق اور تنگ دست پر اسکے مطابق۔ مطلقات کو بھلائی کے ساتھ فائدہ دینا

حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٢٣٦﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ

لازم کرده شد بر نیکوکاران و اگر طلاق داده اید زنانرا پیش از انکه

لازم کیا گیا نیکوکاروں پر ۲ اور اگر تم نے طلاق دی ہو عورتوں کو اس سے پہلے کہ

۱ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ یعنی یہاں تک کہ وہ عدت ختم ہو جائے جو فرض کی گئی۔ یہ حصہ تکلیف کی نہایت بیان کرنے کیلئے ہے اور آیت کا باقی حصہ خوف ورجاء کا موجب ہے۔ (غرائب القرآن)

۲ اس آیت کریمہ میں ۱۵واں حکم بیان ہو رہا ہے۔ یعنی مطلقہ کا حکم دخول سے قبل [میاں بیوی کے ملنے سے پہلے] اور مہر مقرر کرنے سے قبل۔ جاننا چاہئے کہ عقدِ نکاح کیلئے ہر حال میں بدل کا ہونا ضروری ہے اور یہ بدل مذکور ہوگا یا غیر مذکور۔ اگر مذکور ہوگا اور دخول بھی ثابت ہو تو کل مہر لازم ہے اور اسکی عدت تین حیض ہے جیسا کہ گذر چکا۔ اگر دخول ثابت نہ ہو تو نصف مہر لازم ہے جیسا کہ آنے والی آیت سے ثابت ہے اور اگر بدل مذکور نہ ہو اور دخول بھی ثابت نہ ہو تو اسکا حکم اس آیت کریمہ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت کیلئے مہر نہیں ہے لیکن متعہ یعنی نفع ہے اور اگر دخول ثابت ہو تو اسکا حکم آیت مذکور میں نہیں ہے مگر اس پر اتفاق ہے کہ اسکے لئے مہرِ مثل ازروئے قیاس کے واجب ہے اور یہ قیاس فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ [جن عورتوں کو نکاح میں لانا چاہو انہیں ان کو مقرر کردہ مہر دو] سے ثابت ہے۔ (غرائب القرآن) جناح لغت میں ثقل کو کہتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے اجنحت السفينة اذا مالت بثقلها یعنی کشتی بوجھ سے بھر گئی جب ثقالت کی وجہ سے جھک گئی۔ متعة کی اصل وہ متاع ہے جس سے نفع حاصل کئے جائیں۔ اسی بناء پر الدنيا متاع کہتے ہیں کیونکہ دنیا کی چیزوں سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ اور کبھی تلذذ کو بھی تمتع کہہ دیتے ہیں۔ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ کا مفہوم یہ ہے کہ مرد اگر اپنے مال میں وسعت رکھتا ہو تو متعہ اسکی وسعت کے مطابق ہوگی اور اگر وسعت نہ رکھتا ہو بلکہ تنگ دست ہو تو ایسے شخص پر اسکی وسعت کے مطابق ہے لہذا نفع دینا انسان کی اپنی وسعت کی جانب ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ نے زوجات کیلئے نفقات شوہر کی وسعت کے مطابق لازم فرمایا۔ اس متعہ کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اکثر متعہ ایک خادم ہے اور اقل متعہ ایک اوڑھنی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے بھی ثابت ہے کہ ایک انصار نے اپنی بیوی کو طلاقِ مفوضہ [طلاق عورت کے ذمہ سپرد کر دینا کہ جب تم چاہو اپنے آپکو مطلقہ بنا لینا] جماع سے پہلے دی تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسے متعہ میں ایک اوڑھنی دو (۲) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ متعہ میں تین کپڑے دیئے جائیں گے۔ ایک کرتہ ایک اوڑھنی اور ایک چادر۔ امام صاحب عورت کے حال کا اعتبار کرتے ہیں اس لئے کہ متعہ مہرِ مثل کے قائم مقام ہے لہذا یہ نصف مہرِ مثل سے نہ بڑھے اور آیت کا مفہوم مفوضہ کیلئے بالخصوص متعہ کے وجوب کا متقاضی ہے جس کے ساتھ خاوند نے ہمبستری نہ کی ہو (۳) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ موسع [وسعت والے] پر مستحب ہے کہ متعہ میں ایک خادم دے، متوسط کیلئے متعہ میں تیس درہم ہیں اور مقتر [تنگ دست] کیلئے متعہ میں ایک اوڑھنی ہے۔ (غرائب القرآن وبیضاوی) متاعاً نفع پہنچانا۔ بالمعروف کا مفہوم یہ ہے کہ نفع پہنچانا ایسے طریقے پر ہو جو شرع میں مستحسن ہو اور مروت کے اعتبار سے ہو۔ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ یعنی جو اپنی ذات کے ساتھ بہتری کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی ادائیگی میں جلدی کرتے ہیں اور مطلقات کو تمتع نفع جلد پہنچاتے ہیں بوجہ شرافت کی ترغیب اور تحریض کے ان کا نام محسنین رکھا۔ (بیضاوی)

أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ

وست رسانیده اید بایشاں و معین کرده باشید برائے ایشاں مقداری پس لازم است

تم انہیں ہاتھ لگاؤ اور مہر انکے لئے مقرر کر چکے تھے تو لازم ہے

مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَا الَّذِي بِيَدِهِ

نیمہ آنچہ معین کردید مگر آنچہ بخشد زناں یا درگذارد کسے کہ بدست او ست

نصف مگر وہ جسے عورت معاف کر دے یا وہ معاف کر دے جس کے ہاتھ میں

عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا

عقد نکاح وآنکہ درگذارید نزدیک تراست نیکوکاری و

نکاح کا گرہ ہے اور تمہارا معاف کرنا نیکی سے نزدیک تر ہے اور

تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٧﴾

فراموش مکنید احسان کردن درمیان خود ہر آئنہ خدا بآنچہ میکنید بیناست

نہ بھلاؤ احسان کرنا اپنے درمیان بیشک اللہ جو تم عمل کرتے ہو دیکھ رہا ہے [1]

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ

حفاظت کنید بر نمازہا و نماز میانہ و بایستید برائے خدا

حفاظت کرو نمازوں کی اور درمیانہ نماز کی اور کھڑے ہو جاؤ اللہ کیلئے

قَانِتِينَ ﴿٢٣٨﴾ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۖ فَإِذَا أَمِنْتُمْ

فرمانبردار شده و اگر ترسیدید پس رواں بر پاہائے خود نماز گذارید یا سواده پس چوں ایمن شوید

فرمانبردار ہو کر [2] اور اگر تمہیں ڈر ہو تو پا پیادہ یا [سواری پر نماز پڑھ لیا کرو] پھر جب امن میں ہو جاؤ

فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٩﴾ وَالَّذِينَ

پس یاد کنید خدا را چنانکہ آموختہ است شما را آنچہ نمیدانید و آنانکہ

تو یاد کرو اللہ کو جیسا کہ تمہیں سکھایا جو تم نہیں جانتے تھے [3] اور جو لوگ

[1] اس آیت کریمہ میں ۱۶واں حکم بیان ہو رہا ہے۔ یعنی مطلقہ کا حکم دخول [ہمبستری] سے پہلے اور مہر مقرر کرنے کے بعد۔ جاننا چاہئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خلوت سے مہر لازم نہیں ہوتا ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خلوت صحیحہ [میاں بیوی کا کسی ایسی جگہ یکجا ہونا جہاں ان دونوں کے ملاپ پر کوئی رکاوٹ نہ ہو] سے مہر لازم ہوتا ہے۔ (غرائب القرآن)

[2] اس آیت کریمہ میں ۱۷واں حکم بیان ہو رہا ہے اور وہ نماز کا حکم ہے جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے دین کے معالم اور یقین کے شعائر کو بیان فرمایا تو اسکے بعد نماز کا ذکر فرمایا کیونکہ اس سے دل میں اللہ کی ہیبت آتی ہے۔ اور انسان گناہ و سرکشی سے بچتا ہے۔ مسلمانوں کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ اور اسکا اشارہ اس آیت میں موجود ہے کیونکہ صلوٰت، صلوٰۃ کی جمع ہے اور کلامِ عرب میں جمع کا اطلاق کم سے کم تین پر ہوتا ہے۔ صلوۃ وسطی زائد نماز پر دلالت کرتی ہے ورنہ تکرار لازم آئے گا اور چار نمازیں نہیں ہوسکتیں کیونکہ چار کو دو اور دو میں الگ کر سکتے ہیں، اس سے وسطی کا تعین نہیں ہو سکتا لہذا زائد دو ماننی پڑیگی اس طرح کل پانچ نمازیں ہوگئیں۔ حافظوا سے مراد یہ ہے کہ نماز کو اسکے ارکان، واجبات اور شرائط کے ساتھ ادا کرو اور مفسدات نماز سے بچو۔ حافظوا باب مفاعلت سے ہے اور اس باب کی خاصیت میں مشارکت ہے۔ اس لئے علمائے تفسیر اس مشارکت کے بارے میں چند اقوال پیش کرتے ہیں (۱) یہ مشارکت رب اور عبد کے مابین ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ تم نماز کی حفاظت کرو میں تمہاری حفاظت کرونگا۔ جیسے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ اور حدیث شریف میں ہے اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کریگا (۲) یہ مشارکت مصلی اور صلاۃ کے درمیان ہے اور وہ اس طرح کے تم نماز پڑھو اور نماز تمہیں برائی سے بچائے گی جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ یعنی نماز تمہیں بے حیائی اور منکرات سے بچاتی ہے۔ صلوۃ وسطی کے بارے میں سات اقوال ہیں (۱) اس نماز کو لوگوں سے مخفی رکھا گیا ہے تا کہ اس کی جستجو میں پانچوں نماز کی پابندی کی جائے۔ ایک شخص نے حضرت زید بن ثابت ﷺ سے صلوۃ وسطی کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ پانچوں نماز کی پابندی کروتا کہ صلوۃ وسطی پالو۔ (۲) صلوۃ وسطی پانچوں نمازیں ہیں جیسے ایمان کے درجے ستر اور کچھ ہے۔ ان میں سے اعلیٰ لا الہ الا اللہ کہنا اور ادنیٰ راستے سے اذیت کو ہٹانا ہے (۳) حضرت علی، عمر، ابن عباس، ابن عمر، جابر اور ابوامامہ ﷺ کے قول کیمطابق صلوۃ وسطی صبح کی نماز ہے کیونکہ ظہر اور عصر روشنی میں پڑھی جاتی ہے اور مغرب وعشاء دن کی بقیہ روشنی میں جبکہ صبح کی نماز تاریکی میں ادا کی جاتی ہے (۴) حضرت عمر، زید، ابوسعید خدری اور اسامہ بن زید ﷺ کے قول کے مطابق صلوۃ وسطی ظہر کی نماز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کیمطابق بھی ظہر کی نماز ہے کیونکہ یہ نماز قیلولہ اور شدت گرمی کے پیش نظر لوگوں پر شاق ہے (۵) حضرت علی، ابن مسعود، ابن عباس اور ابوہریرہ ﷺ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کیمطابق نماز عصر ہے کیونکہ احادیث میں اس نماز کی کافی تاکید آئی ہے (۶) صلوۃ وسطی نماز مغرب ہے (۷) صلوۃ وسطی نماز عشاء ہے۔ جاننا چاہئے کہ اس آیت سے امام شافعی وتر کے عدمِ وجوب کا قول پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر اسے واجب مان لیا جائے تو نمازیں چھ ہو جائینگی اور صلوۃ وسطی کا تعین نہیں ہو سکے گا۔ اسکا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہاں لفظ وسطی عدد میں واقع نہیں ہے بلکہ فضیلت میں ہے۔ جسطرح وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا میں ہے حضرت ابن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نماز کی حالت میں گفتگو کرتے تھے اسکی ممانعت کیلئے قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ نازل ہوئی۔ (غرائب القرآن) [3] امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سواری پر فرض نماز جائز نہیں ہے۔ (بیضاوی)

تفسیر اظہار العرفان

يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ

بمیرند از شما و بگذارند زنانرا لازم کردہ شد بر ایشاں وصیت کردن برائے زنان خویش بآنکہ

تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو لازم ہے ان پر وصیت کرنا اپنی عورتوں کیلئے

مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ

بہرہ دہند ایشانرا تا یکسال غیر برآوردن پس اگر بیروں روند پس گناہ نیست

فائدہ دینا ایک سال تک بغیر نکالے۔ پس اگر وہ خود نکل جائیں تو گناہ نہیں ہے

عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ

بر شما در آنچہ کردند در حق خویشتن از نیکی و خدا

تم پر اس میں جو اس نے کیا اپنے حق میں بھلائی سے اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا

غالب با حکمت است و طلاق دادہ شدگانرا بہرہ مند ساختن بنفقہ و سکنی لازم کردہ شد

غالب حکمت والا ہے [1] اور طلاق والیوں کیلئے بھی فائدہ دینا نفقہ اور سکنی سے لازم ہے

عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ

بر پرہیزگاران ہمچناں بیان میکند خدا برائے شما احکام خود را تاباشد کہ شما

پرہیزگاروں پر [2] اسی طرح اللہ بیان فرماتا ہے تمہارے لئے اپنے احکام کو تا کہ تم سب

تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ

فہمید آیا ندیدے بسوی کسانیکہ بر آمدند از خانہائے خویش و ایشاں

عقل والے ہو جاؤ [3] کیا آپ نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ سب

اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ

ہزاران بودند بہ بیم مرگ پس گفت ایشانرا خدا بمیرید باز زندہ گردانید ایشانرا

ہزاروں تھے موت کے ڈر سے پس اللہ نے ان سے فرمایا: مر جاؤ پھر انہیں زندہ فرمایا [4]

ع ۳۱ / ۷ / ۱۵

[1] اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا لیکن جب چار ماہ دس دن عدت کا حکم دیا گیا تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اس اعتبار سے یہ ۱۸واں حکم ہو گا۔ (غرائب القرآن)

[2] اس آیت کریمہ میں ۱۹واں حکم بیان ہو رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ مطلقات کو نفع دیئے جائیں۔ جاننا چاہئے کہ مطلقات کی دو قسمیں ہیں، مطلقہ قبل دخول اسکے لئے متعہ ہے اگر مہر مقرر نہ کیا گیا ہو اور اگر مہر مقرر کر دیا گیا ہو تو اسکے لئے نصف مہر ہے متعہ نہیں ہے۔ دوسری قسم مطلقہ بعد دخول اسکے لئے مہر ہے متعہ نہیں ہے۔ چاہے مہر مقرر ہو یا نہ ہو۔ (غرائب القرآن)

[3] یعنی ان احکامات کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کھول کر بیان کر دیا ہے۔ (غرائب القرآن) [واضح رہے کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۵ تا ۲۴۱ یعنی يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ سے كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ تک کل ۱۹ احکام بیان کئے گئے ہیں جس کی تشریح یکے بعد دیگرے ہو گئی ہے یہاں یادداشت کے طور پر خاکہ پیش کیا جاتا ہے (۱) مصارفِ انفاق (۲) شہر حرام میں قتال (۳) شراب اور جوئے کی حرمت (۴) خرچ کرنے کی مقدار (۵) یتیموں کے بارے میں (۶) نکاحِ مشرکات (۷) حیض کے بارے میں (۸) عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں (۹) قسم کے بارے میں (۱۰) ایلاء کے بارے میں (۱۱) طلاق کے بارے میں اور اس میں پانچ احکام ہیں وجوب عدت، طلاقِ رجعت، طلاق، خلع اور احکامِ طلاق۔ (۱۲) احکام رضاعت (۱۳) عدت وفات (۱۴) عورت کو نکاح کا پیغام دینا (۱۵) مطلقہ کا حکم قبل دخول و قبل مہر (۱۶) مطلقہ کا حکم قبل دخول و بعد مہر (۱۷) نماز کی محافظت کا بیان (۱۸) عدت وفات بوجہ آخر (۱۹) مطلقات کیلئے نفقات،

[4] اَلَمْ تَرَ یہ لفظ تعجب اور شوق کیلئے ہے۔ ایسے شخص کیلئے جس نے ان کا واقعہ اہل کتاب اور اربابِ تواریخ سے سن لیا ہو اور اس سے ایسے شخص کو مخاطب کیا جاتا ہے کہ جس نے اس سے پہلے یہ واقعہ نہ دیکھا ہو اور نہ سنا ہو۔ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ اس سے مراد داوردان والے ہیں جو واسط کی طرف رہتے تھے۔ ان پر طاعون پھیلا تو وہاں کے کچھ آدمی بھاگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مار دیا پھر مارنے کے بعد انہیں زندہ کیا تا کہ عبرت حاصل کریں اور یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور قدرت سے مفرور نہیں ہو سکتے۔ یا بنی اسرائیل کو شاہان بنی اسرائیل میں سے ایک بادشاہ نے جہاد کا حکم دیا جس پر انھوں نے ہتھیار باندھ لئے لیکن پھر وبا کا بہانہ بنا کر موت کے ڈر سے بھاگ گئے تو اللہ تعالیٰ نے آٹھ دنوں تک انھیں مردہ رکھا۔ پھر بادشاہ نے دعا کی کہ اے اللہ تو نے انکی نافرمانی دیکھ لی ہے۔ اب انھیں ایسی بات دکھا جس سے انھیں یقین ہو جائے کہ تجھ سے جان چھڑا کر بھاگ نہیں سکتے پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ کیا۔ انکی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دس ہزار تھے بعض تیس ہزار اور بعض ستر ہزار کہتے ہیں۔ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ۔ مروی ہے کہ حضرت حزقیل علیہ السلام اہل داوردان کے پاس سے گذرے تو انکی ہڈیاں دھوپ میں چمک رہی تھیں اور انکے تمام جوڑ الگ الگ ہو گئے تھے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کو اس پر تعجب ہوا کہ یہ اب کیسے زندہ ہونگے تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت انکی طرف وحی بھیجی کہ تم انکے پاس کھڑے ہو کر پکارو قُوْمُوْا بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی اللہ کے حکم سے کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ نے پکارا تو وہ سب کے سب کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔ اس قصہ کا فائدہ یہ ہے کہ جہاد پر جانے کیلئے دلیر ہو جائیں شہادت کیلئے اپنے آپ کو پیش کر دیں مسلمانوں کو توکل کرنے کی ترغیب ہو اور قضاو قدر کو دل و جان سے مانیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ الخ اللہ کا فضل ان پر یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا کی معصیت سے نکالا۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کی اور انھیں توبہ کی دولت عطا فرمائی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بندوں پر فضل فرماتا ہے لیکن لوگ اسکا شکر ادا نہیں کرتے جو اسکی شایانِ شان ہو اور اس شکر سے مراد عبرت اور بصیرت حاصل کرنا ہے۔ (غرائب القرآن و بیضاوی)

اِنَّ اللّٰہَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ

ہر آئنہ خدا صاحب بخشائش است بر مردمان و لیکن اکثر مردمان

بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ

لَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ

سپاس نمیکنند و جنگ کنید در راہ خدا و بدانید ہر آئنہ

شکر ادا نہیں کرتے اور جنگ کرو اللہ کے راستے میں اور جان لو کہ بیشک

اللّٰہَ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یُقۡرِضُ اللّٰہَ قَرۡضًا

خدا شنوای دانا ست کیست آنکہ دام دہد خدا را دام دادن

اللہ سننے والا جاننے والا ہے [1] کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے

حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗۤ اَضۡعَافًا کَثِیۡرَۃً ؕ وَاللّٰہُ یَقۡبِضُ

نیک پس دو چند سازد خدا آں مال را برائے او بمراتب بسیار و خدا تنگ می سازد

پس اللہ دونا فرمائیگا اس کیلئے اس مال کو بہت زیادہ اور اللہ تنگ کرتا ہے

وَیَبۡصُۜطُ ۪ وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِیۡۤ

وکشادہ میکند روزی را و بسوے او باز گردانیدہ شوید آیا ندیدے بسوے آں جماعت از بنی

اور کشادہ کرتا ہے روزی کو اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے [2] کیا آپ نے نہ دیکھا اس جماعت کی طرف جو بنی

اِسۡرَآءِیۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مُوۡسٰی ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِیٍّ لَّہُمُ ابۡعَثۡ

وقف لازم

اسرائیل بعد از موسی چوں گفتند بر پیغمبر خود کہ بر پا کن

اسرائیل سے تھے موسیٰ کے بعد جب انھوں نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ قائم فرمائیے

لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ قَالَ ہَلۡ عَسَیۡتُمۡ

برائے ما پادشاہی تا جنگ کنیم در راہ خدا گفت پیغمبر آیا نزدیک نیست

ہمارے لئے ایک بادشاہ تاکہ ہم جنگ کریں اللہ کی راہ میں۔ پیغمبر نے فرمایا کیا نزدیک نہیں ہو [3]

[1] اس خطاب کے بارے میں دو قول ہیں (۱) یہ خطاب ان سے ہے جنکو زندہ کیا گیا تھا کیونکہ وہ لوگ جہاد سے بھاگ کر وہاں پہنچے تھے (۲) جمہور مفسرین کے نزدیک یہ خطاب مسلمانوں کو ہے۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ الخ سے قائدین اور مجاہدین کو بتایا جارہا ہے کہ جو تم کہتے ہو یا جسے تم چھپاتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔ (غرائب القرآن)

[2] اس آیت کریمہ میں گویا کہ قادرین سے یہ کہا جارہا ہے کہ تم اپنے اموال غریب مجاہدین پر خرچ کرو اور اگر تم خود جہاد میں شریک رہو تو اپنے نفس پر خرچ کرو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس قرض سے مراد یہ کہنا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ اگر تم صدقہ نہیں کر سکتے ہو تو یہود کو لعنت کرو یہ بھی صدقہ ہے۔ قرض کا لفظ ہر اس فعل پر بولا جاتا ہے جس پر اسے بدلہ دیا جائیگا۔ اور قرض کی اصل قطع ہے اس لئے کہ جو قرض دیگا گویا کہ اس نے اپنے مال سے ایک ٹکڑا نکالا جس پر اسے بدلہ دیا جائیگا لیکن اس آیت کریمہ میں لفظِ قرض مجازاً استعمال ہوا ہے۔ اس مجاز کی تین وجہ ہے (۱) قرض وہ لیتا ہے جو محتاج ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ محتاج نہیں ہے (۲) قرض میں ضروری ہے کہ جتنا لیا جائے اتنا ہی واپس کیا جائیگا اور یہاں تو بڑھا کر دینے کا تذکرہ ہے (۳) مقترض جو مال لیتا ہے وہ اسکی ملکیت میں نہیں ہوتا ہے اور یہاں تو مال اللہ کی ملکیت میں ہے لیکن اسکے باوجود قرض کا نام دینا اس پر تنبیہ ہے کہ جس طرح قرض لے کر اسے ضائع نہیں کیا جاتا ویسے ہی اللہ تعالیٰ بندوں کے ثواب کو ضائع نہیں فرماتا۔ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ الخ کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو امیر بنانا اور کسی کو غریب بنانا اللہ ہی کا کام ہے۔ اس لئے بخل کر کے اللہ کی ناراضگی کو دعوت نہ دو۔ (غرائب القرآن)

[3] یہاں سے دوسرا قصہ طالوت کا بیان ہورہا ہے۔ اور اس قصہ سے غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی جائے۔ الملأ لوگوں کی جماعت کا نام ہے جیسے قوم اور رھط وغیرہ۔ اس جماعت کو ملاء اس لئے کہتے ہیں کہ انکی ہیبت لوگوں کے دلوں میں بھری ہوتی ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ ملاء سرداروں کا نام ہے انھیں ملاء اس لئے کہتے ہیں کہ انکے پاس وہ سب چیزیں تھیں جس کی طرف لوگ اپنے معاملات میں کفایت کرتے تھے۔ اسی طرح ملأ ان لوگوں کو بھی کہتے ہیں جس کی طرف لوگ مشورہ کیلئے جمع ہوتے ہوں۔ اس قوم کے نبی کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ تین نام مفسرین کرام پیش کرتے ہیں (۱) یوشع بن نون بن فرائیم بن یوسف اور اس پر قرینہ یہ پیش کرتے ہیں کہ وہ نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوئے تھے اس لئے حضرت یوشع علیہ السلام ہی ہو سکتے ہیں (۲) اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ حضرت اشمویل علیہ السلام تھے انکا نام عربی میں اسماعیل تھا (۳) سدی کہتے ہیں کہ وہ نبی حضرت شمعون علیہ السلام تھے۔ (غرائب القرآن) اِبْعَثْ لَنَا مَلِکًا الخ یعنی ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر فرمادیں جس کے ساتھ مل کر ہم اپنے دشمن سے لڑائی کریں جو ہمارے معاملات کی تدبیر کرے اور اسکی رائے پر ہم رجوع کریں اور یقین کریں۔ قَالَ ہَلْ عَسَیْتُمْ الخ یہ جملہ انکے پیغمبر کا تھا کہ اگر ایسا کر بھی دیا جائے تو ہو سکتا ہے کہ تم لڑائی سے بزدل ہو جاؤ اور جہاد کرنے سے انکار کردو۔ خلاصہ قصہ یہ ہے کہ قوم عمالقہ جو بیت المقدس کے قریب کی بستی میں رہتی تھی جسے فلسطین کہتے ہیں اور یہ لوگ عملیق بن عاد کی اولادوں میں سے تھے۔ ان لوگوں نے ان پر غلبہ حاصل کیا اور ان میں سے بیشتر لوگوں کو قید کیا اور کچھ لوگوں کو جلاوطن کیا اس لئے یہ لوگ بدلہ لینا چاہتے تھے۔ ان جلاوطن میں ایک عورت حاملہ تھی جو لاوی بن یعقوب کی اولاد میں سے تھی انکے بطن سے ایک نبی کی پیدائش ہوئی اور یہ لوگ اس نبی سے بادشاہ مقرر کرنے اور پھر جہاد کرنے کے بارے میں کہہ رہے تھے۔ (بیضاوی وصاوی)

اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ؕ قَالُوۡا وَمَا

از آنکہ جنگ نکنید اگر واجب کردہ شود بر شما جنگ گفتند و چہ

اس سے کہ تم جنگ نہ کرو اگر تم پر جنگ واجب کر دی جائے انھوں نے کہا اور کیا

لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَقَدۡ اُخۡرِجۡنَا مِنۡ دِیَارِنَا

شداست کہ مارا کہ جنگ نکنیم در راہ خدا تحقیق بیروں کردہ شدید از خانہاے خویش

ہوا ہے ہمیں کہ جنگ نہ کریں اللہ کی راہ میں اور تحقیق نکالے گئے ہم اپنے گھروں سے اور جدا کر دیئے گئے اپنے

وَاَبۡنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡہِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡہُمۡ ؕ

وجدا کردہ شدیم از فرزندانِ خود پس آنگاہ کہ واجب کردہ شد بر ایشاں جنگ روگردانیدند مگر اندکی از ایشاں

فرزندوں سے پس جب ان پر جنگ واجب کر دی گئی تو روگردانی کی مگر ان میں سے تھوڑے [نے وفا کی]

وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۴۶﴾ وَقَالَ لَہُمۡ نَبِیُّہُمۡ اِنَّ اللّٰہَ قَدۡ

وخدا دانا است بستمگاران وگفت مر ایشانرا پیغمبر ایشاں ہر آئنہ خدا پادشاہ

اور اللہ جاننے والا ہے ظالموں کو ۱ اور فرمایا ان سے انکے پیغمبر نے بیشک اللہ نے بادشاہ

بَعَثَ لَکُمۡ طَالُوۡتَ مَلِکًا ؕ قَالُوۡۤا اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہُ الۡمُلۡکُ

مقرر کردہ است برائے شما طالوت را گفتند چگونہ باشد او را پادشاہے

مقرر کیا ہے تمہارے لئے طالوت کو۔ انھوں نے کہا کیونکر ہو گئی ان کیلئے بادشاہت

عَلَیۡنَا وَنَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡکِ مِنۡہُ وَلَمۡ یُؤۡتَ سَعَۃً مِّنَ

برما و ما سزاور ترایم بپادشاہی ازوے و دادہ نشد است ویرا فراخی از

ہم پر اور ہم زیادہ حقدار ہیں بادشاہت کے اس سے اور نہ دی گئی وسعت

الۡمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰہُ عَلَیۡکُمۡ وَزَادَہٗ بَسۡطَۃً

مال گفت ہر آئنہ خدا برگزیدہ است او را بر شما و دادہ است او را فراخی

مال سے۔ فرمایا بیشک اللہ نے چن لیا ہے انہیں تم پر اور انھیں کشادگی عطا کی ۲

تفسیر اظہار العرفان

۱ اَلَّا نُقَاتِلَ الخ یعنی ہماری غرض لڑائی چھوڑنے میں نہیں ہے حالانکہ یہ سبب ہمیں ہی درپیش ہے گویا کہ ہمیں کیا چیز روکتی ہے کہ ہم نہ لڑیں وطن سے دوری اور اولاد سے جدائی ہمارے عوارضات ہیں۔ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیۡہِم الخ پھر ان پر جہاد فرض کیا گیا یہ لوگ تعداد میں بدری تعداد کے مطابق تین سو تیرہ تھے۔ جہاد سے ان لوگوں نے انکار کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا (بیضاوی)

۲ طالوت اسم عجمی ہے جیسے جالوت اور داؤد۔ ممکن ہے کہ یہ طول سے مشتق ہو کیونکہ قد کے اعتبار سے آپ طویل تھے اور قرآن کریم نے بھی آپکے لئے بَسۡطَۃً فِی الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِ کہا ہے۔ حضرت طالوت کی بادشاہت سے انکار کی دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ نبوت لاوی بن یعقوب کی اولاد میں تھی۔ ان ہی میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام بھی تھے اور بادشاہت یہودا کی اولاد میں تھی ان ہی میں داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ حضرت طالوت ان دونوں میں سے کسی کی اولاد میں سے نہیں تھے بلکہ بنیامین کی اولاد میں سے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ غریب تھے اور انکے یہاں بادشاہ کیلئے امیر ہونا ضروری تھا۔ حضرت وہب فرماتے ہیں کہ حضرت طالوت دباغ [چمڑا رنگنے والے] تھے۔ بعض کا کہنا ہے کہ آپ لوگوں کو پانی پلانے کا کام کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انکے شبہات کو چار طریقے سے دور فرما دیا (۱) اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰہُ عَلَیۡکُمۡ یعنی انتخاب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور وہ جسے چاہے بادشاہت دے اسکے حکم پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ روایت ہے کہ انکے نبی نے جب اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ انکے لئے کوئی بادشاہ بھیج دے۔ اس دعا کے بعد انکے نبی کو ایک عصا اور ایک سینگ دیا گیا جس میں بیت المقدس کا تیل تھا اور یہ حکم ہوا کہ جس کا قد عصا کے برابر ہو بادشاہ ہوگا اتفاق سے حضرت طالوت آئے تو انکا قد عصا کے برابر تھا لہذا حکم کے مطابق انھیں بادشاہ بنا دیا گیا (۲) وَزَادَہٗ بَسۡطَۃً فِی الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِ انھوں نے طعنہ دیا کہ طالوت کے پاس نقصانِ مال و جان ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں طعنہ کے مقابلے میں حضرت طالوت کی دو صفت بیان فرمائی یعنی علم اور قدرت اور یہ دونوں صفات نسب کی نسبت بادشاہت کے استحقاق کے زیادہ لائق ہیں۔ اس لئے کہ علم کمالاتِ حقیقیہ کے باب سے ہے نہ کہ مال و جاہ۔ علم اور قدرت مال و جاہ کیلئے متوسل ہیں جبکہ مال و جاہ علم اور قدرت کیلئے متوسل نہیں ہیں۔ علم اور قدرت انسان کیلئے کمالاتِ حاصلہ میں سے ہیں جبکہ مال و جاہ ذات انسان کیلئے امر منفصلان [دو جدا ہونے والے امر] ہیں کیونکہ علم اور قدرت انسان سے سلب نہیں کئے جاسکتے ہیں جبکہ مال و جاہ کو سلب کیا جا سکتا ہے اور ایسا شخص جو جنگی مہارت رکھتا ہو اس سے پورے شہر کے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جبکہ مال و جاہ میں یہ بات نہیں ہے اور اس آیت میں علم سے غالب یہ ہے کہ علم حرب مراد ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ علم دیانات مراد ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بادشاہ یا قومی رہنما کیلئے علم کا ہونا ضروری ہے۔ بَسۡطَۃً فِی الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِ سے ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ آپ بہت خوبصورت تھے لیکن اظہر قول کے مطابق اس سے مراد جسمانی قوت ہے۔ اس لئے کہ اعداد کا مقابلہ جسمانی قوت ہی سے کرتے ہیں نہ کہ طول قامت یا جمال سے (۳) وَاللّٰہُ یُؤۡتِیۡ مُلۡکَہٗ مَنۡ یَّشَآءُ یعنی تمام بادشاہت اللہ ہی کیلئے ہے باقی سب عبید [غلام] ہیں لہذا اگر مالک اپنے ملک میں تصرف کرے تو کسی کو اس پر اعتراض نہ ہونا چاہیے (۴) وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے بادشاہت حضرت طالوت کو عطا کی اور اس پر اعتراض کرنے لگے کہ انکے پاس مال نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی وسعت یاد دلائی کہ اگر اللہ چاہے تو انھیں مال میں وسعت عطا کر دے لہذا تم یہ اعتراض نہ کرو۔ (غرائب القرآن)

تفسیر اظہار العرفان

فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ۖ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٤٧﴾

در دانش و افزونی در بدن و خدا می بخشد پادشاہے خود را بہر کہ خواہد و خداجواد دانا ست

علم اور بدن میں اور اللہ اپنی بادشاہت عطا فرماتا ہے جسے چاہے اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے اور فرمایا ان سے

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ

وگفت ایشانرا پیغمبر ایشاں ہر آئنہ نشان پادشاہی او آنست کہ بیاید بشما صندوقے کہ در آں آرام دلست

انکے پیغمبر نے کہ بیشک انکی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک صندوق آیگا جس میں دل کیلئے آرام ہے

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۗ اِنَّ

از پروردگار شما و بقیہ از تبرکاتے کہ گذاشتندش ال موسیٰ و ال ھارون بر میدارند اورا فرشتگان ہر آئنہ

تمہارے پروردگار کی طرف سے اور بقیہ تبرکات آل موسیٰ اور آل ہارون سے اسے فرشتے اٹھالائیں گے بیشک اس

فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٤٨﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ

دریں صورت نشانہ است شمارا اگر باور دارندہ اید پس چوں جدا شد طالوت بالشکر ہا گفت ہر آئنہ خدا آزمائش کنندہ

صورت میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر ایمان رکھنے والے ہو پس جب جدا ہوئے طالوت لشکروں کیساتھ کہا بیشک

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّىْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىْٓ

است شمارا بجوی پس ہر کہ بنوشد ازاں جو پس نیست از آں من و ہر کہ نچشید آنرا وی ازاں من است

اللہ آزمانے والا ہے تمہیں ایک نہر سے پس جو کوئی پی لے اس نہر سے تو وہ مجھ سے نہیں ہے اور جو کوئی نہ پیئے اس سے وہ

اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۗ فَلَمَّا

الا آنکہ بردارد یک کف آب بدست خود پس آشامیدند ازاں جو مگر اندکی از ایشاں پس آنگاہ

مجھ سے ہے مگر وہ جو اٹھائے ایک چلو پانی اپنے ہاتھ سے پس انھوں نے پی لیا اس نہر سے مگر ان میں سے تھوڑے پس

جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ

کہ گذشتند از جوی طالوت و مومنان ہمراہ او گفتند نوشندگان نیست توانائی ما را امروز بمقابلہ جالوت

جبکہ گذر گئے نہر سے طالوت اور مومنین انکے ہمراہ تو کہا پینے والوں نے نہیں ہے طاقت ہمارے لئے آج کے دن جالوت [٢]

[١] کہا گیا ہے کہ اس تابوت کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر اتارا تھا۔ اس میں تمام انبیاء کے تمثال تھے۔ آپ کے وصال کے بعد یکے بعد دیگرے آپکی اولاد اس تابوت کی وارث ہوتی رہی یہاں تک کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچا پھر آپ سے بنی اسرائیل تک پہنچا۔ ان میں جب کسی بات پر اختلاف ہو جاتا تو تابوت انکے درمیان فیصلہ کرتا جب جنگ میں جاتے تو اسے سامنے رکھتے تو اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے فتح دیتا جب بنی اسرائیل نافرمانی کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قوم عمالقہ کو مسلط کر دیا۔ قوم عمالقہ نے تابوت کو بھی ان سے چھین لیا پھر جب بنی اسرائیل نے طالوت کی بادشاہت پر دلیل مانگی تو فرمایا گیا کہ تمہارا کھویا ہوا تابوت فرشتے لے کر آئینگے۔ ادھر قوم عمالقہ کے سرکش لوگوں نے تابوت کو بول و براز کی جگہ رکھ دیا اور اس کی بے حرمتی کی تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے والوں پر بلاء نازل کی یہاں تک کہ جن لوگوں نے تابوت کے قریب بول و براز کیا تھا اللہ تعالیٰ نے انھیں بواسیر کے مرض میں مبتلا کیا پھر جب انھیں بے ادبی کا احساس ہوا تو ان لوگوں نے اس تابوت کو دو بیل پر رکھ دیا وہ بیل اسے لے کر آبادی سے نکل پڑے تو اللہ تعالیٰ نے اسکی حفاظت کیلئے چار فرشتے مقرر کر دیئے یہاں تک کہ فرشتے ان دونوں بیل کو چلاتے ہوئے طالوت کی منزل تک پہنچے۔ اسی صورت کو مجازاً تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ کہہ دیا گیا۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ تابوت لکڑی کا بنا ہوا تھا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات رکھتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ناراضگی کا اظہار کرنے کیلئے آسمان پر اٹھالیا۔ پھر طالوت کی بادشاہت کی علامت کے وقت فرشتے آسمان سے لے کر آئے یہاں تک کہ اسوقت موجود تمام لوگوں نے بھی اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا' یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ اس اعتبار سے تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ حقیقتاً ہے یہ تابوت شمشاد کی لکڑی سے بنا ہوا تھا اس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا اور تین ہاتھ لمبائی اور دو ہاتھ چوڑائی تھی' اسکے اندر الواح کے کچھ ٹوٹے ہوئے ٹکڑے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا' آپکا کپڑا' توراۃ کا کچھ حصہ اور ایک قفیز من تھا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ بھی تھا (غرائب القرآن و بیضاوی) [٢] مروی ہے کہ حضرت طالوت نے ان سے کہا کہ میرے ساتھ وہی آدمی چلیں جو جوان' خوبصورت اور مجرد ہوں تو اسی ہزار اس صفات کے آدمی جمع ہو گئے بہت سخت گرمی کا وقت تھا جب وہ سب جنگل کی طرف چلے تو انھوں نے التجا کی کہ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے ایک نہر جاری کروادو' یہ سنکر حضرت طالوت نے فرمایا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ عنقریب ایک نہر سے آزمائیگا تا کہ عاصی اور مطیع میں فرق ہو جائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ فلسطین کی نہر تھی۔ حضرت قتادہ اور حضرت ربیع کہتے ہیں کہ وہ اردن اور فلسطین کے درمیان تھی۔ حضرت طالوت نے اللہ تعالیٰ کے امتحان کی صورت یہ بتائی کہ جو اس نہر سے پانی پی لے گا وہ میری اطاعت نہیں کریگا اور جو نہیں پیئے گا وہ میری اطاعت کریگا چنانچہ ان میں سے اکثر نے پانی پی لیا۔ بہت تھوڑے لوگوں نے اطاعت کی جو تین سو تیرہ افراد تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ تین ہزار اور بعض ایک ہزار تعداد بتاتے ہیں۔ روایت ہے کہ جس نے چلو بھر پانی پر اکتفا کیا تو اسے کافی ہو گیا اور اسکی پیاس بجھ گئی اور جن لوگوں نے اللہ کے حکم کے خلاف کیا وہ پیاس سے مغلوب ہو گئے' انکے ہونٹ سیاہ پڑ گئے وہ پست ہمت ہو گئے چلنے پر قدرت نہ رکھتے تھے اور وہیں کنارے پر رہ گئے اسی طرح دنیا میں آخرت کا ارادہ کرنے والا ہے۔ مَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے اسکا مزہ نہ چکھا۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ انکو نہر میں منہ لگا کر پانی پینے سے منع کیا گیا تھا لیکن پیالہ وغیرہ میں سے لیکر پینے سے منع نہیں کیا گیا تھا۔ (غرائب القرآن و بیضاوی)

وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً

ولشکر ہائے او گفتند آنانکہ میدانستند کہ ایشاں ملاقات خواہند کرد باخدا بسا گروہ اندک کہ غالب شد بر گروہ

اور اسکے لشکروں سے مقابلہ کرنے کی اللہ کی ملاقات پر یقین رکھنے والوں نے کہا بسا اوقات چھوٹی جماعت بڑی

كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ

بسیار بارادہ خدا وخدا باشکیبانست و آنگاہ کہ بمیدان برآمدند برائے جنگ جالوت ولشکر ہائے او صالحان گفتند اے پروردگار ما

جماعت پر غالب آجاتی ہے اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر کرنے والوں کیساتھ ہے اور جب میدان میں آمنے سامنے

اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ

بر ما بریز شکیبائی ومحکم کن قدمہائے ما را وغلبہ دہ ما را بر گروہہائے ناگرویدہ گان پس شکست دادند آں کفار را

ہوئے جنگ کیلئے جالوت اور اسکے لشکروں سے تو نیک لوگوں نے عرض کی اے ہمارے رب تو ہم پر صبر انڈیل دے

بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَ

بتوفیق خدا کشت داؤد جالوت وخدا داد اورا پادشاہے و حکمت

اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور ہمیں گروہِ کافرین پر غلبہ دے [۱] پس ان کافروں کو اللہ کی توفیق سے شکست دی اور قتل

عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ

وعلم بیاموخت او را از آنچہ خواست واگر نبودے رود کردن خدا مردمانرا گروہے را بدست گروہی

کیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے انہیں بادشاہت دی اور حکمت انہیں سکھائی اور جو چاہا سکھایا اور اگر نہ ہوتا اللہ کا

لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾

ہر آئنہ تباہ شدی زمین ولیکن خدای خداوند بخشائش است بر عالمہا

دور کرنا لوگوں کو انکے ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے تو ضرور زمین میں تباہی ہوتی لیکن اللہ عالمین پر فضل فرمانے والا

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

اینہا آیتہائے خداست میخوانم آنرا بر تو براستی و ہر آئنہ تو از پیغمبرانے

ہے [۲] یہ اللہ کی آیتیں ہیں ہم اسے پڑھتے ہیں آپ پر حق کیساتھ اور بیشک آپ ضرور مرسلین میں سے ہیں [۳]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ الخ یعنی بہت قلیل تھے جنہوں نے حکم کی خلاف ورزی نہ کی ہو انھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ جالوت کا لشکر بڑا ہے اس لئے ہم میں مقابلہ کی طاقت نہیں ہے لیکن اسکے برعکس جو لوگ ایمان پر کامل تھے جن کو مرنے کے بعد اللہ سے ملنے پر یقین تھا اور اللہ تعالیٰ سے ثواب ملنے کی امید رکھتے تھے یا وہ جانتے تھے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونگے۔ جالوت اور اسکے لشکر سے مقابلہ کیلئے تیار تھے اور کہنے لگے كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ الخ یعنی بہت سی چھوٹی جماعت اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر غالب آجاتی ہے پھر انھوں نے اللہ کے حضور ایک جامع دعا کی اور وہ دعا یہ ہے رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ یعنی اے ہمارے رب ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور قوم کافرین پر ہماری مدد فرما۔ اس دعا کی ترتیب میں ایک خاص پہلو ہے کہ انھوں نے دلوں میں پہلے صبر کے نزول کی دعا کی جس پر بادشاہت کے امور کا دارومدار ہے پھر میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہنے کی پھر دشمنوں پر فتح وکامرانی کی دعا کی۔ (بیضاوی) جاننا چاہئے کہ حضرت طالوت کے لشکر میں علماء بھی تھے جب انھوں نے لوگوں کو قلتِ تعداد کی شکایت کرتے دیکھی تو انھیں بتایا کہ میدانِ جنگ میں فتح ونصرت اللہ کی مدد سے حاصل ہوتی اس لئے ہم سب کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کریں چنانچہ ہمارے نبی ﷺ نے بھی میدانِ بدر میں مقابلہ سے پہلے اعانتِ رب کی دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ وَاجْعَلُ بِكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ اَللّٰهُمَّ بِكَ اُصُوْلُ وَبِكَ اُجُوْلُ. (غرائب القرآن) [۲] یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد سے انھیں مار بھگایا' بالخصوص دعا کی قبولیت اور ساتھیوں کی مدد سے' کہتے ہیں کہ حضرت طالوت کے فوج میں چھ اسکے بھائی تھے اور ساتواں حضرت داؤد علیہ السلام۔ یہ سب بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے اور بکریاں چرایا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے نبی کی طرف وحی بھیجی کہ جالوت کو یہ لڑکا ماریگا تو باپ نے بلایا تو آپ بھی آئے راستے میں تین پتھروں نے آپ سے کلام کیا اور کہنے لگے کہ ہم تمہارے ساتھ جالوت کو قتل کرینگے۔ آپ نے ایک توبرہ میں اٹھالیا اور اسکی طرف پھینکا اور اسے مار ڈالا۔ اسکے بعد حسب وعدہ حضرت طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام کی شادی اپنی بیٹی سے کردی اور آدھی مملکت کا مالک بنادیا۔ کہتے ہیں کہ جالوت قوم عاد میں سے تھا اسکے پاس تین سو رطل وزن کا ایک گول لوہا تھا جو انڈے سے کافی مشابہت رکھتا تھا۔ اس قدر وزن ہونے کی بناء پر اسے اٹھانے کی کسی کو طاقت نہ تھی۔ اس لئے جالوت نے میدان جنگ میں بار بار اسرائیلیوں کو للکارا کہ اگر تم سب حق پر ہو تو اسے اٹھا کر دکھاؤ۔ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے بھائیوں کے ساتھ آگے بڑھے اور جالوت سے کہا کہ ہم اسے اٹھانے کیلئے تیار ہیں یہ سنکر جالوت خاموش ہوگیا پھر حضرت طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم اسے قتل کردو گے تو میں تمہیں اپنی بیٹی سے شادی کرادونگا اور اپنی بادشاہت سے نصف دونگا۔ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ یعنی طالوت کے وصال کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کے بادشاہ بنے اور آپ سے پہلے بنی اسرائیل کسی سلطنت پر مجتمع نہیں ہوئے۔ (غرائب القرآن) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مؤمن جو نیک اور صالح ہو اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے اسکے گھر اور پڑوسیوں میں سے سو گھروں سے بلا ہٹا دیتا ہے' پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمن کو کافر کی وجہ سے بلا میں مبتلا فرماتا ہے اور کافر کے عذاب میں تاخیر مؤمن کی وجہ سے فرماتا ہے (القرطبی) [۳] یعنی امورِ غیبیہ میں سے جو قصے ہم نے بیان کئے یہ سب اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں (صفوۃ التفاسیر)

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ

ایں پیغمبران را فضل دادیم بعضے را از ایشاں بر بعضے از ایشاں کسے ہست کہ باو سخن گفت خدا

یہ پیغمبر ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ان میں سے کوئی وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا

مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

وبلند کرد بعضے را در مرتبہا و دادیم عیسیٰ پسر مریم را معجزہا وقوت دادیم او را

اور بعض کو مرتبوں میں (بہت) بلند کیا اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو معجزے دیئے اور ہم نے انھیں

الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ

بروح القدس واگر خواستی خدا بایکدیگر نمی جنگیدند کسانیکہ

روح القدس سے قوت دی اور اگر اللہ چاہتا تو وہ سب ایک دوسرے سے جنگ نہ کرتے جو

مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ

بعد از پیغمبران بودند پس از آنکہ آمد بایشاں حجت ولیکن

ان رسولوں کے بعد ہوئے اس کے بعد کہ انکے پاس حجت آئی لیکن

اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ

اختلاف کروند پس از ایشاں کسے ہست کہ ایمان آورد و از ایشاں کسے ہست کہ کافر شد واگر

انھوں نے اختلاف کیا۔ پس ان میں سے کچھ وہ ہیں جو ایمان لائے اور کچھ وہ ہیں جو کافر ہوئے اور اگر

شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾

خواستی خدا بایکدیگر نمی جنگیدند و لیکن خدا میکند آنچہ میخواہد

اللہ چاہتا تو ایک دوسرے سے جنگ نہ کرتے لیکن اللہ وہ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے ۱

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ

اے مسلمان خرچ کنید از آنچہ روزی دادیم شما را پیش از

اے مسلمانو! خرچ کرو اس سے جو روزی ہم نے تمہیں دی قبل اس سے

تفسیر اظہار العرفان

۱ تلک سے اس جماعت مرسلین کی جانب اشارہ ہے جن کا قصہ اسی سورۂ مبارکہ میں گذر چکا ہے۔بعض کی بعض پر فضیلت سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دونوں ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے لیلۃ الحیرۃ [اس سے وہ رات مراد ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ لانے کے واسطے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کلام فرمایا] میں کوہِ طور پر کلام کیا اور خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ سے شب معراج جبکہ بقدر دو کمانوں کے یا اس سے کم فاصلہ تھا' اور ان دونوں کی کیفیتِ گفتگو اور کلام میں فرق ہے۔ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ یعنی حضرت محمد ﷺ کو فضیلت دوسروں پر متعدد وجوہ کی بناء پر دی۔ آپ کو اہل زمانہ کی دعوت کیلئے مخصوص کیا' کثرت دلائل اور معجزات دائمی جیسے قرآن اور رب کی نشانیاں تعاقب زمانہ کے ساتھ عطا فرمائیں نیز آپکی امت میں سے اولیاء کی کرامات اس لئے کہ وہ بھی بواسطہ نبی کے ہی حاصل ہوں گیں۔اسی طرح علمی اور عملی فضائل وغیرہ۔ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خصوصیت کیساتھ ذکر اس لئے کیا کہ یہودی ونصاریٰ افراط وتفریط سے کام لیتے تھے یہود آپکی تحقیر کرتے تھے اور نصاریٰ تعظیم میں اتنے بڑھے کہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے دیا۔ آپکو جو معجزات عطا ہوئے وہ آپکی بزرگی کا سبب ہیں۔اس لئے کہ واضح آیات اور بہت بڑے معجزات آپکی شایان شان تھے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ الخ یعنی اللہ سب لوگوں کو ہدایت کرنا چاہتا تو رسولوں کے جانے کے بعد لوگ آپس میں نہ لڑتے مرتے۔ بینٰت سے مراد واضح معجزات ہیں کیونکہ ان کا دین میں اختلاف تھا اور ایک دوسرے کو گمراہ کہتے تھے۔ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا الخ اللہ تعالیٰ نے آپکو بطور تفضیل دین انبیاء کے التزام کی توفیق مرحمت فرمائی اور جو لوگ کافر ہوئے انھوں نے دین حق سے اعراض کیا۔اس لئے کہ منجانب اللہ انہیں حق بات تسلیم کرنے کی توفیق نہ ہوسکی انکا دین اللہ کی صفت امتلال کا مظہر قرار پایا۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ الخ اس جملہ کا دوبارہ ذکر کرنا اول جملہ کی تاکید ہے' وہ اپنی توفیق سے جس پر چاہتا ہے فضل وکرم کردیتا ہے اور جسے چاہے اپنے تقاضائے عدل سے رسوا کردیتا ہے۔یہ آیت اس بات کی روشن دلیل ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی قدر ومنزلت میں فرق ہے اور ایک نبی کی دوسرے نبی پر برتری میں کوئی حرج نہیں لیکن اسکے لئے ضروری ہے کہ دلیل فضیلت قطعی ہو۔اس لئے کہ ظنی کا تعلق عمل سے ہے اس پر علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ ان تمام نبیوں میں ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے افضل الکل بنایا ہے یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ معیار من حیث المرتبہ ہے نہ کہ من حیث النبوۃ. اور لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ میں فرق نہ ہونا من حیث النبوۃ ہے یعنی ہم نبوت اور ماننے کے اعتبار سے کسی نبی کے مابین فرق نہیں کرتے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ اپنے نبی ﷺ کے آنے کا انتظار کررہے تھے اسی دوران کسی نے تعجب سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔دوسرے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا۔تیسرے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلمہ اور روح بنایا۔چوتھے نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اصطفا بنایا۔اسی دوران نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے آپ نے اپنے اصحاب کے کلام کو سنکر فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا حبیب بنا کر مبعوث فرمایا ہے الخ یہ حدیث آپکی دیگر انبیاء پر فضیلت کے لئے روشن دلیل ہے۔اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام حوادث اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں جو اسکے تابع ہیں۔خواہ بھلائی ہو یا برائی' ایمان ہو یا کفر۔(بیضاوی وغرائب القرآن)

اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ لَّا بَیۡعٌ فِیۡهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ
بیاید روزیکہ خرید وفروخت نیست دراں روز ونہ دوستی ونہ سپارش
کہ آئے وہ دن جس میں خرید وفروخت نہیں ہے اور نہ دوستی اور نہ سفارش
وَالۡکٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلۡحَیُّ
وکافران ایشانند ظالمان خدا ہیچ معبود نیست مگر وے زندہ
اور کافرین یہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں [۱] اللہ کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی زندہ ہے
الۡقَیُّوۡمُ ۬ۚ لَا تَاۡخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوۡمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
تدبیرکنندہ عالم نمی گیرد اورا اونگے و نہ خواب او را است آنچہ در آسمانہا
عالم کی تدبیر کرنے والا نہیں پکڑتی اسے اونگھ اور نہ اسے نیند آتی ہے اسی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے
وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا
وآنچہ در زمین ست کیست آنکہ شفاعت کند نزدیک او مگر
اور جو کچھ زمین میں ہے کون ہے جو شفاعت کرے اسکے پاس مگر
بِاِذۡنِهٖ ؕ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ ۚ وَلَا یُحِیۡطُوۡنَ
بحکم او میداند آنچہ پیش دست ایشان ست وآنچہ پس پشت ایشان ست و در نمیگیرند مردمان
اسکے حکم سے۔ وہ جانتا ہے جو انکے سامنے ہے اور جو انکے پیچھے ہے اور لوگ احاطہ میں نہیں لا سکتے
بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ کُرۡسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ
از معلومات حق چیزیرا مگر آنچہ وی خواستہ است فرا گرفتہ است بادشاہی او آسمانہا
اللہ کی معلومات میں سے کسی چیز کو مگر جتنا وہ چاہتا ہے اسکی بادشاہت پھیلی ہوئی ہے آسمانوں
وَالۡاَرۡضَ ۚ وَلَا یَـُٔوۡدُهٗ حِفۡظُهُمَا ۚ وَهُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ﴿۲۵۵﴾
وزمین را وگران نمیشود بروی نگاہبانی این ہر دوو او بلند مرتبہ بزرگ قدر است
اور زمین میں؛ نہیں تھکاتی اسے ان دونوں کی نگرانی اور وہ بلند مرتبہ بزرگ قدر ہے [۲]

[۱] ایک قول کے مطابق یہاں خرچ سے مراد زکوٰۃ ہے کیونکہ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ وعید کی طرح ہے اور وعید متوجہ نہیں ہوتا مگر واجب کی طرف لیکن اکثر مفسرین کرام اس طرف گئے ہیں کہ یہاں انفاق عام ہے جو واجب اور مندوب سب کو شامل ہے۔ اس آیت میں وعید نہیں ہے بلکہ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَ یَوۡمٌ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آخرت کا منافع کمایا نہیں جا سکتا ہے مگر دنیا ہی میں کیونکہ انسان تنہا آئیگا اور اسکے ساتھ اسکے اعمال ہونگے پھر جاننا چاہئے کہ جب خلت یعنی دوستی اور شفاعت کے متعلق نفی کی گئی تو آخر میں وَالۡکٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ فرما کر واضح کر دیا گیا کہ یہ نفی کافرین کیساتھ مختص ہے۔ حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے کہ وَالۡکٰفِرُوۡنَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ کہا گیا نہ کہ وَالظّٰالِمُوۡنَ هُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ. (غرائب القرآن)

[۲] قرآن کریم کا اسلوب رہا ہے کہ انواع ثلثہ یعنی علم توحید، علم احکام اور اور علم قصص کو ایک دوسرے کیساتھ ملاتا ہے۔ اسی اسلوب کے تحت جب علم قصص اور علم احکام کا ذکر ہو چکا تو اب انکے ساتھ علم توحید کو ملایا جا رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس گھر میں آیت الکرسی پڑھی جائے اس گھر میں ۳۰ روز تک شیاطین داخل نہیں ہوتے اور ۴۰ روز تک کوئی ساحر اور ساحرہ داخل نہیں ہوتی۔ حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اسے ہر نماز کے بعد پڑھے اسے جنت میں داخل ہونے سے سوائے موت کے کوئی نہیں روک سکتا۔ حضرت علی ؓ ہی کی روایت سے یہ حدیث بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے علی سید البشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں، سید العرب تم ہو، سید العالمین میں ہوں اس پر کوئی فخر نہیں کرتا، سید الکلام قرآن ہے، سید القرآن سورہ بقرہ ہے اور سید البقرۃ آیت الکرسی ہے۔ محمد بن حنفیہ سے مروی ہے کہ جب آیت الکرسی نازل ہوئی تو دنیا کے تمام بت گر پڑے، اسی طرح ہر بادشاہ گر پڑا، سرداروں کے تاج انکے سروں سے گر گئے اور شیاطین ایک دوسرے کو مارتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ابلیس [جو شیاطین کا سردار ہے] تک پہنچے تو ابلیس نے آیۃ الکرسی کے نازل ہونے کے بارے میں ان سب کو بتایا۔ ابو عبد [امام ترمذی] کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی یہ ایک ایسی آیت ہے جسکی تلاوت پر اللہ تعالیٰ عاجلاً اور آجلاً ثواب دیتا ہے۔ عاجل ثواب تو یہ ہے کہ اسکے پڑھنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ قائم ہوتا ہے جو اسے جمیع آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ نوف بکالی کہتے ہیں کہ توراۃ میں آیۃ الکرسی کو ولیۃ اللہ کا نام دیا گیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو گھر کے چاروں کونے میں آیۃ الکرسی پڑھتے تھے۔ (القرطبی) اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ: ان دونوں اسم کے ذریعے بہترین انداز میں توحید کا بیان کیا گیا ہے۔ معبود ہونے کیلئے بجہت مختصر دو باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ اولاً اس پر کبھی موت طاری نہ ہو یہ صفت سوائے اللہ کے کسی اور میں نہیں ہے، ثانیاً وہ اپنے بندوں کی جملہ حاجات کو جانتا ہو اور انکے پورا کرنے پر قادر ہو یہ صفت بھی سوائے اللہ کے کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے اللہ ہی الحی القیوم ہے اسکے علاوہ کوئی اور تمہارا رب نہیں ہو سکتا ہے۔ سِنَة بمعنی اونگھ۔ نوم بمعنی نیند اور یہ دونوں دماغی اعصاب کی وہ سستی ہے جو نیند سے پہلے ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ ان دونوں سے پاک ہے۔ وَسِعَ کُرۡسِیُّهُ الخ میں عظمت خداوندی کا اظہار اور تمثیل محض ہے کیونکہ فی الواقع کرسی ہے اور نہ اللہ تعالیٰ اس کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ کرسی مجاز ہے علم سے یا مملکت سے کیونکہ عرب والے اقتدار موروثی کو کرسی کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کرسی ایک جسم ہے جو عرش کے سامنے قائم ہے، یہ ساتوں آسمان کو محیط ہے جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کرسی کے مقابل ایسی ہیں جیسے جنگل میں کوئی چھلا پڑا ہو اور عرش کی وسعت کرسی پر ایسی ہے جیسے کہ جنگل و بیابان کی اس چھلے پر۔ (غرائب القرآن و بیضاوی)

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ

نیست جبر کردن برائے دین ہرآئنہ ظاہرشداست راہیابی از گمراہی

نہیں ہے جبر کرنا دین کیلئے بیشک ہدایت گمراہی سے (الگ) ظاہر ہو گئی

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ

پس ہر کہ منکر بت شود وایمان آرد بخدا ہرآئنہ

پس جو کوئی بت کا منکر ہو اور اللہ پر ایمان لائے تو بیشک

اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ

چنگ زد است بدست آویزی محکم کہ نیست گسستن آنرا و خدا

اس نے اپنے ہاتھ سے مضبوط رسی کو پکڑا کہ جس کیلئے کٹنا نہیں اور اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ

شنوای دانا ست خدا کارساز مومنان است بیروں می آرد ایشانرا از

سننے والا جاننے والا ہے ۱ اللہ مومنین کا کارساز ہے نکال لاتا ہے ان سب کو

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔــھُمُ

تاریکیہا بسوی روشنی وآنانکہ کافراند کارساز ایشاں

تاریکیوں سے روشنی کی جانب اور وہ لوگ جو کافر ہوئے انکا کارساز

الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

تبانند بیروں می آرند ایشانرا از روشنی بسوی تاریکیہا ایں جماعت

شیطان ہے نکال لاتا ہے ان سب کو روشنی سے تاریکیوں کی جانب۔ یہی جماعت

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٥٧﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاۗجَّ

باشندگان دوزخ اند ایشاں در انجا جاویدند آیا ندیدے بسوی کسیکہ مکابرہ کرد

دوزخ کے رہنے والے ہیں یہ سب اس میں ہمیشہ رہینگے ۲ آپ نے نہ دیکھا انکو جس نے مکابرہ کیا

۱ شان نزول یہ ہے کہ ایک انصاری کے دو بیٹے تھے جو نصرانی ہوگئے پھر مدینہ آئے تو انکے باپ نے انھیں قابو کر لیا اور کہنے لگے کہ جب تک تم اسلام نہ لاؤ گے اسوقت تک میں تمہیں ہرگز نہ چھوڑونگا۔ وہ بالکل انکاری ہوگئے پھر اس جھگڑے کو نبی کریم ﷺ تک لے گئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لَا اِكْرَاهَ یعنی کسی کو ایسے کام پر مجبور کرنا جس میں اسے خود بھلائی نظر نہ آتی ہو۔ ایمان کی بہتری کفر سے ممتاز ہوگئی ہدایت کی وضاحت ہی سے ایمان کو ابدی نیکی کی طرف رہبری حاصل ہوئی اور ایک دانشمند پر جب یہ بات واضح ہوگئی تو وہ لامحالہ نجات اور سعادت کی طلب میں ہدایت کی طرف پیش قدمی کریگا اور مجبور کرنے کی کوئی حاجت ہی نہ ہوگی یا دنیا دارالامتحان ہے اس لئے اس میں جبر نہ کرو۔ اگر یہ حکم عام ہے تو یہ اس آیت جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ سے منسوخ ہے یا پھر باعتبار شان نزول یہ حکم اہل کتاب کیساتھ خاص ہے۔ طاغوت طغیان سے ماخوذ ہے۔ اس سے شیطان یا بت یا اللہ کے سوا دیگر تمام معبودان باطلہ جو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکنے کا سبب بنتے ہوں مراد ہیں۔ لَا انْفِصَامَ لَهَا یعنی ایسی مضبوط رسی جو ٹوٹ نہیں سکتی۔ حضرت ابو درداؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے بعد ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا یہ اللہ کی آئی ہوئی رسی ہیں جس نے ان کو مضبوطی سے پکڑ لیا اس نے اللہ کی مضبوط رسی پکڑ لی جو ٹوٹ نہیں سکتی۔ (بیضاوی) حضرت عمرؓ مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں کہ طاغوت شیطان کو کہتے ہیں۔ حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کاهن ہے۔ ابو العالیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ساحر ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد جن اور انس کے سرکش ہیں۔ (غرائب القرآن) ۲ یعنی اللہ تعالیٰ انکے امور کا متولی اور انکے لئے کفیل ہے۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے قریب ہے اور ان سے محبت فرماتا ہے اور اس میں یہ بھی دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ دین سے متعلق امور میں مومنین پر زیادہ لطف فرماتا ہے۔ انہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔ کفر سے ایمان کی طرف، گمراہی سے ہدایت کی طرف اور شک سے یقین کی طرف۔ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص سے سنا کہ وہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ رہا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ فطرت پر ہے پھر جب اس شخص نے وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا تو آپ نے فرمایا وہ جہنم سے نکل گیا۔ واحدی کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں جہاں جہاں مِنَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرِ آیا ہے وہاں اس سے مراد کفر اور ایمان ہے سوائے سورہ انعام کی اس آیت کے وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ۔ یہاں ظلمات سے مراد رات اور نور سے مراد دن ہے۔ کفر کو ظلمات اس لئے کہا گیا ہے کہ جس طرح ظلمات ادراک کیلئے مانع ہے اسی طرح کفر معبود حقیقی کے ادراک کیلئے مانع ہے اور ایمان کو نور اس لئے کہا گیا ہے کہ حصول ادراک کیلئے یہ سبب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت اس قوم کیلئے نازل ہوئی جو اسلام سے مرتد ہوگئے۔ طاغوت کی طرف اخراج کی نسبت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ کی قدرت اور ارادہ اخراج سے متعلق نہیں ہے۔ (غرائب القرآن وبیضاوی) ایک قوم تھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی جب حضرت محمد ﷺ تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپکی نبوت کا انکار کیا یہ ہے مفہوم کہ شیاطین نے ان لوگوں کو نور سے ظلمات کی طرف نکالا۔ جاننا چاہیئے کہ اس آیت کا اطلاق ہر اس کافر گروہ پر ہوتا ہے جن میں سے کچھ لوگوں نے ایمان لایا ہو اور کچھ لوگوں نے ایمان سے انکار کیا ہو پس جو لوگ گروہ میں سے ایمان لائے ہوں انہیں اللہ تعالیٰ نے گمراہی سے نکال کر ہدایت دی۔ (القرطبی)

إِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ

با ابراہیم در پروردگار او در مقابلہ آنکہ داد اورا خدا پادشاہے چوں گفت ابراہیم

ابراہیم سے انکے رب کے بارے میں' اس مقابلہ میں کہ اللہ نے انہیں بادشاہت عطا کی جب کہا ابراہیم نے

رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ

پروردگار من آنست کہ زندہ میکنم ومیرانم گفت آں کافر زندہ میکنم ومیمیریم گفت

میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے اس کافر نے کہا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور میں بھی مارتا ہوں کہا

اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ

ابراہیم پس ہر آئنہ خدا می آرد آفتاب را از مشرق پس تو بیار آنرا

ابراہیم نے پس بیشک اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو اسے لا

بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا

از طرف مغرب پس مغلوب شد کافر وخدا راہ

مغرب کی طرف سے پس مغلوب ہوا کافر اور اللہ راستہ

يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰي قَرْيَةٍ

نمی نماید قوم ستمگارانرا آیاندیدے ایں شخص را کہ گذشت بردیہے

نہیں دکھاتا ظالمین قوم کو [۱] کیا نہیں دیکھا اس شخص کو جو گذرا ایک بستی پر

وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰي عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ

و وے افتادہ بود برسقفہائے خود گفت چگونہ زندہ میکند ایں را خدا

جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی کہا کیسے زندہ کریگا اسے اللہ

بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ

بعد مردن ایں پس مردہ کرد اورا خدا صد سال بعد ازاں برانگیختش گفت

بعد اسکے مرنے کے پس اللہ نے انہیں موت دی سو سال تک اسکے بعد انہیں اٹھایا فرمایا [۲]

[۱] یہاں سے اللہ تعالیٰ تین قصے بیان فرما رہا ہے۔ ان میں سے پہلا قصہ خالق کے اثبات سے متعلق ہے۔ باقی دو قصے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے اثبات سے متعلق ہیں' پہلا قصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انکے بتوں کو توڑ دیا تو ان لوگوں نے آپکو جیل میں بند کر دیا تھا پھر آپکو جیل سے نکالا گیا تا کہ جلایا جائے۔ اسی دوران نمرود نے آپ سے پوچھا جسے تم اپنا رب بتاتے ہو وہ کون ہے یہ سنکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو جلاتا بھی ہے مارتا بھی ہے۔ اس کافر نے (نمرود) موت وحیات کے حقیقی مفہوم سے منہ موڑتے ہوئے دو آدمیوں کو بلوایا ایک کو قتل کروادیا اور دوسرے کو رہا کر دیا اور کہنے لگا اے ابراہیم یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فوراً دوسری دلیل دیتے ہوئے فرمایا کہ میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا ہے اگر تو بھی رب ہے تو سورج کو مغرب سے نکال اور مشرق میں غروب کر یہ سن کر نمرود لا جواب ہو گیا۔ اس بحث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ربوبیت پر پہلی دلیل زندگی اور موت عطا کرنے سے متعلق قائم کی کیونکہ یہ دونوں قادر' مختار اور خبیر کے علاوہ کسی کیلئے ممکن نہیں ہے پھر جب نمرود نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا تو آپ نے اس سے بھی واضح دلیل طلوع شمس کی دی۔ امام بغوی نے لکھا ہے کہ پوری روئے زمین کیلئے چار بادشاہ ہوئے دو مؤمن اور دو کافر۔ دو مؤمن حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذو القرنین اور دو کافر نمرود اور بخت نصر۔ (غرائب القرآن وبیضاوی) مکابرہ یہ ایسی بحث کو کہتے ہیں جس میں کسی چیز کی درستگی مقصود نہ ہو اور نہ ہی مد مقابل کو لا جواب کرنا مقصود ہو [بلکہ یوں ہی وقت ضائع کرنا مقصود ہو' واضح رہے کہ یہاں مکابرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے نہیں تھا بلکہ نمرود کی جانب سے تھا] (رشیدیہ) [۲] دوسرا قصہ حضرت عزیر علیہ السلام کا ہے اس قصہ میں اولاً اس میں اختلاف ہے کہ گذرنے والا کون تھا۔ اس میں چار اقوال ہیں (۱) حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ گذرنے والا کوئی کافر تھا کیونکہ اَنّٰى يُحْيٖ کا جملہ بتا رہا ہے کہ وہ بعث بعد الموت پر شک کرنے والا تھا اور یہ مؤمن کے لائق نہیں ہے (۲) تمام مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ گذرنے والا مؤمن تھا (۳) حضرت عطاء اور ابن عباس کا کہنا ہے کہ گذرنے والے حضرت ارمیا تھے۔ ایک قول کے مطابق یہ حضرت خضر علیہ السلام کا نام ہے' دوسرے قول کے مطابق ارمیا بنی اسرائیل کے ایک نبی کا نام تھا (۴) حضرت قتادہ' عکرمہ' ضحاک اور سدی کا کہنا ہے کہ گذرنے والے حضرت عزیر علیہ السلام تھے اور یہی قول راجح ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بخت نصر اور بنی اسرائیل کے درمیان لڑائی ہوئی تو بخت نصر نے بہت سے لوگوں کو قید کر لیا اسی میں حضرت عزیر علیہ السلام بھی تھے جب آپ رہا ہو کر اس قریہ میں آئے تو آپ نے بستی کے احوال دیکھ کر رب سے فریاد کی تو اللہ تعالیٰ نے آپکو سو سال تک موت دے کر زندہ کیا پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا کہ تم کتنے عرصے تک موت کی حالت میں رہے تو جواب میں ایک دن بتایا اور اس سے بھی کم تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سو سال تک یہاں ٹھہرے رہے اسکے باوجود ہماری قدرت دیکھو کہ کھانے پینے کی کوئی چیز نہ بگڑی لیکن گدھا اپنی ہیئت بدل چکا تھا۔ دوسری روایت کے مطابق آپ بستی میں پہنچ کر ایک درخت کے نیچے سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر موت طاری کی اور سو سال تک آپ حالتِ موت ہی میں رہے، پھر زندہ ہو کر جب لوگوں کے پاس پہنچے تو لوگ ماننے سے انکار کرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ میں عزیر ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے سو سال تک مارا پھر زندہ کیا۔ ایک بڑھیا کہنے لگی کہ آپ مستجاب الدعوات تھے اگر آپ واقعی عزیر ہیں تو میری بینائی کیلئے دعا کیجئے۔ چنانچہ آپکی دعا سے اسکی بینائی واپس آ گئی۔ (غرائب القرآن وبیضاوی)

كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ

چہ قدر درنگ کردی گفت درنگ کردم یکروز یا پارہ از روز گفت بلکہ

تو کس قدر ٹھہرا رہا کہا میں ایکدن ٹھہرا رہا یا دن کا کچھ حصہ فرمایا بلکہ

لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ

درنگ کردی صد سال پس ببیں بسوے طعام خود و آشامید نی خود کہ

تو ٹھہرا رہا سو سال پس تو اپنے کھانے کی طرف دیکھ اور اپنے پینے کی طرف جو

لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ

متغیر نشدہ وببیں بسوے در از گوش خود درنگ کردی صد سال تا گردانیم ترا نشانے براے مردمان

متغیر نہ ہوا اور تو دیکھ اپنے گدھے کی طرف کہ تو سو سال تک ٹھہرا رہا تا کہ ہم کردیں تجھے نشانی لوگوں کیلئے

وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ

وببیں بسوے استخوانہا چگونہ جنبش میدہم آنرا بعد ازاں می پوشانیم بر آں گوشت را

اور تو دیکھ انکی ہڈیوں کی طرف کس طرح ہم اسے جنبش دیتے ہیں اسکے بعد اس پر گوشت چڑھاتے ہیں

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ

پس چوں واضح شدش ایں حال گفت بیقین میدانم کہ خدا بر ہمہ چیز

پس جب یہ خوب واضح ہو گیا تو کہا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تمام چیزوں پر

قَدِيْرٌ ﴿٢٥٩﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى ۭ

تواناست وآنگاہ کہ گفت ابراہیم اے خداے من بنما مارا چگونہ زندہ میکنی مردگانرا

قادر ہے۱ اور اسوقت کہ جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے اللہ تو ہمارے لئے ظاہر فرما کہ کس طرح تو زندہ کریگا مردوں کو

قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِىْ ۭ قَالَ

گفت خدا ایا باور نداشتۂ گفت البتہ باور داشتہ ام ولیکن می خواہم کہ آرام گیرد دل من گفت خدا

اللہ نے فرمایا کیا تمہیں یقین نہیں عرض کی میں ضرور یقین رکھتا ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ میرا دل آرام پکڑے اللہ نے فرمایا۲

۱ بعض کہتے ہیں کہ چاشت کے وقت موت دی گئی اور غروب آفتاب سے پہلے زندہ کیا گیا پس سورج کی طرف منہ کر کے دیکھا تو سورج کو قریب غروب دیکھ کر فرمایا یا دن کا کچھ حصہ باقی تھا۔ طعام سے مراد انجیر یا انگور کا عرق یا دودھ ہے۔ روایت ہے کہ آسمان سے ندا آئی اے بکھری ہوئی ہڈیو! اللہ تعالیٰ تمہیں مل جانے کا حکم دیتا ہے جیسے کہ تم پہلے تھیں۔ (روح البیان) فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ الخ: مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو زندہ کر کے حضرت عزیر علیہ السلام کو دکھایا اور انہیں بتایا کہ باقی جسموں کو کیسے زندہ فرمائیگا۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام ان ہڈیوں کو دیکھنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کس طرح آپس میں جڑنے لگیں۔ ان مُردوں میں سے سب سے پہلے سر کو اٹھان دی گئی اور ان سے کہا گیا انکی جانب دیکھو! اسوقت حضرت عزیر علیہ السلام پکار اٹھے اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔ حضرت ابن عطیہ کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں بے ساختہ پکار اٹھنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مؤمن بندہ جب اللہ تعالیٰ کی عجیب وغریب قدرت دیکھتا ہے تو بے ساختہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ اٹھتا ہے [جسطرح اس مؤمن بندہ کے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس سے پہلے وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا منکر تھا بس اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کے اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر تھے] (القرطبی)

۲ رَبِّ اَرِنِىْ کا سوال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس لئے کیا تا کہ علم عینی حاصل ہو جائے اور بعض کہتے ہیں کہ جب نمرود نے دو آدمیوں کو بلوا کر ایک کو قتل کروا دیا اور دوسرے کو آزاد کر دیا اور کہنے لگا اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ یعنی میں بھی زندہ کرتا ہوں اور موت دیتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ تو مرنے کے بعد زندہ فرمائیگا۔ نمرود نے کہا کیا آپ نے دیکھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسوقت ہاں نہ کہہ سکے اور دوسری تدبیر کی طرف منتقل ہوئے پھر اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ہمیں دکھا تا کہ نمرود کو خاموش کرنے والا جواب دے دیا جائے اور نمرود کو جواب دینے پر میرا دل مطمئن ہو جائے پھر آپ سے دوبارہ سوال دہرایا گیا کہ کیا تجھے یقین نہیں ہے کہ میں مار دینے کے بعد دوبارہ اجزاء جوڑنے پر اور زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام لوگوں میں راسخ الایمان ہیں لیکن صرف اس وجہ سے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جواب دیں اور آپکا جواب دوسرے لوگ سن لیں۔ اسکے علاوہ حضرت ابن عباس اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپکی جانب وحی کی کہ میں انسانوں میں سے اپنا خلیل بنانے والا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ اسکی علامت کیا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسکی دعا سے مردے زندہ ہونگے جب حضرت ابراہیم بلند مقام پر فائز ہوئے تو انکے دل میں یہ خیال آیا کہ شاید وہ خلیل میں ہی ہوں تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے مردہ زندہ کرنے کے بارے میں سوال کیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ انکے صحف میں لکھا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے مردے زندہ ہو جائینگے تو انھوں نے سوال کیا تا کہ یہ علم عینی حاصل ہو جائے۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنا ولد ذبح کرنے کا حکم دیا تو آپ نے اس حکم کی فوراً تکمیل کی پھر اللہ تعالیٰ سے عرض گذار ہوئے کہ الٰہی تو نے ہمیں ذبح کرنے کا حکم دیا سو ہم نے کیا اب تو ہمیں یہ دکھا دے کہ بلا روح والے کو روح والا کیسے بناتا ہے۔ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِىْ یعنی کیوں نہیں میرا ایمان ہے لیکن سوال اس لئے کیا تا کہ بصیرت اور سکون قلب دیکھنے کے بعد بڑھ جائے۔ اور استدلال (عقلی) اور وحی (وجدانی) کے ساتھ مشاہدہ مل جائے تو جی کا ٹھہراؤ ہو جائے یہ واقعہ تیسرا ہے جو یکے بعد دیگرے بیان کیا گیا ہے (غرائب القرآن وبیضاوی)

فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ

پس بگیر چہار تن از پرندگاں پس بہم آور ہمہ را نزدیک خود بعد ازاں بگذار

پس لو پرندوں میں سے چار پس سب کو اپنے سے ہلا لو اسکے بعد چھوڑ دو

عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ

بر ہر کوہے پارہ از ایشاں بعد ازاں ندا کن ایشانرا البتہ بیایند

ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک ٹکڑا اسکے بعد انھیں پکارو وہ سب ضرور آئیں گے

سَعْیًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۶۰﴾ مَثَلُ الَّذِیْنَ

پیش تو وبداں کہ خدا غالب استوار کارست صفت آنانکہ

تمہارے سامنے اور تو جان کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے ۱ مثال ان لوگوں کی جو

یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ

خرچ میکنند اموال خود را در راہ خدا مانند صفت یکدانہ است کہ برویاند

خرچ کرتے ہیں اپنے اموال اللہ کے راستے میں اس ایک دانہ کی مثل ہے جس نے اگایا ہو

سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَ اللّٰهُ

ہفت خوشہ را در ہر خوشہ صد دانہ است وخدا

سات بالیہ اور ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ

یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِیْنَ

دوچند میدہد ہرکرا خواہد وخدا جواد دانا ست آنانکہ

دوگنا دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بہت سخی علم والا ہے ۲ وہ لوگ جو

یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتْبِعُوْنَ مَاۤ

خرچ میکنند اموال خود را در راہ خدا باز پے آں انفاق نمی آرند

اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد ۳

۱ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ پرندوں کو ذبح کریں اور انکے پر نوچ لیں پھر انکے ٹکرے کردیں اور انکے سروں کو اپنے پاس روکے رکھیں پر، خون اور گوشت سب اجزاء مخلوط کرلیں اور انکے حصے پہاڑوں پر رکھ دیں پھر انھیں بلائیں آپ نے ایسا ہی کیا ہر حصہ پرندے کا دوسرے حصے کے ساتھ اڑ کر ملنے لگا حتی کہ ایک جسم بن گیا پھر اجسام اپنے اپنے سروں سے جڑ کر بحکم خدا زندہ پرندے بن گئے۔ کہتے ہیں کہ وہ پرندے مور، مرغ، کوا اور کبوتر تھے اور ایک قول میں کبوتر کی بجائے گدھ کا ذکر آیا ہے۔ اس میں اس جانب لطیف اشارہ ہے کہ مذکورہ جانوروں کے خصوصی اوصاف کو فنا کئے بغیر نفس کو حیات ابدی حاصل نہیں ہوسکتی۔ خواہشات کی محبت اور ظاہری زیبائش مور کی خصوصیت ہے، رعب ودبدبہ جمانے اور حملہ کرنے میں مرغ مشہور ہے، نفس کی کمینگی اور طویل آرزوسے کوا متصف ہے، بلندی کی طرف اور ہوا کی طرف اڑنا کبوتر کا خاصہ ہے۔ پرندوں کو اس لئے خاص کیا کہ یہ انسان کے زیادہ قریب ہیں اور دوسرے حیوان چار اخلاط سے بنے ہیں اور چار اخلاط چار عناصر سے پیدا ہوتے ہیں سرخ مرغ خون کی تعبیر ہے، سفید کبوتر بلغم کی، سیاہ کوا سودا کو بتارہا ہے اور سبز مور صفرا کو بتارہا ہے ان جانوروں کو مارنے کے بعد زندہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسانی اجزاء بھی مرنے کے بعد زندہ کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سات حصے کرکے سات پہاڑوں پر رکھ دیئے اور سب کے سر اپنے پاس رکھ لیئے فَصُرْهُنَّ یعنی انکو ریزہ ریزہ اور پارہ پارہ کردو اور ایک دوسرے سے ملا دو۔ اس واقعہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مشاہدہ آپکی فضیلت کیلیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو فی الفور مشاہدہ کرادیا کیونکہ آپ نے اللہ کے حضور تضرع سے دعا فرمائی جبکہ حضرت عزیر علیہ السلام کو یہ مشاہدہ ایک سو سال حالتِ موت میں رکھنے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے کرایا گیا (بیضاوی) ۲ یعنی راہ خدا میں انکے خرچ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے دانہ کی مثال ہے یا انکی مثال ایسی ہے جیسے دانہ بونے والا۔ اگنے کی نسبت دانہ کی طرف ہے کیونکہ دانہ بالیاں پھوٹنے کا سبب ہے مسبب کی جگہ سبب کا استعمال مجازی ہوتا ہے جیسے اگنے کی نسبت زمین اور پانی کی طرف مجازی ہے۔ اگانے والا درحقیقت اللہ ہے مقصد یہ ہے کہ ایک دانہ میں سات بالیں نکلتی ہیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوتے ہیں تمثیل وقوع کا تقاضا نہیں کرتی۔ وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے سات سو سے بھی زیادہ بڑھا دیتا ہے یہ انسان کے اخلاص کے سبب سے ہوتا ہے۔ (بیضاوی) ۳ یہ آیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے ایک ہزار اونٹ مع کجاوہ جیشِ عسرت کیلیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پیش کیے۔ اس مال کے لانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر خوشی کا اظہار فرمایا کہ آپ کا ایک جملہ مبارک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلیے یہ تھا کہ آج کے بعد سے عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں دیگا اے اللہ! یہ دن عثمان کیلیے یادگار رکھ۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ دعا کرتے ہوئے سنا "اے عثمان کے رب! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہوجا" (القرطبی)

أَنفَقُوا مَنًّا وَلَآ أَذًى لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ

منت نہادن را ونہ ایذا رسانیدن را ایشانرا ست مزد ایشاں نزدیک خداے ایشاں ونیست ترس

احسان نہیں جتاتے اور نہ ایذا پہنچاتے ہیں انکے لئے انکا اجر ہے انکے رب کے پاس اور کوئی خوف نہیں ہے

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٦٢﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ

برایشاں ونہ ایشاں اندوہ گین شوند سخن نرم گفتن ودرگذشتن سایل

ان پر اور نہ وہ سب غمگین ہونگے ۱؎ نرم بات کہنا اور سائل سے درگذر کرنا

خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَآ أَذًى ۗ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ﴿٢٦٣﴾

بہتر است ازآں خیرات کہ از پے آں آزردہ باشد وخدا بے نیاز برد بار است

بہتر ہے اس خیرات سے کہ جسکے بعد ستایا گیا ہو اور اللہ بے نیاز برد بار ہے ۲؎

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَٰتِكُم بِالْمَنِّ وَ

اے مومنان تباہ مکنید خیرات خود را بمنت نہادن و

اے مومنو! ضائع نہ کرو اپنے خیرات کو احسان جتا کر اور

الْأَذَىٰ كَالَّذِى يُنفِقُ مَالَهُۥ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ

آزردہ کردن ہمچوں کسے کہ خرچ میکند مال خود را براے نمودن مردماں وایمان ندارد

ستا کر اسکی طرح جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال کو لوگوں کو دکھانے کیلئے اور ایمان نہیں رکھتے ہیں

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْءَاخِرِ ۖ فَمَثَلُهُۥ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ

برخدا وروز قیامت پس صفت او مانند صفت سنگ صاف کہ بروے باشد

اللہ پر اور قیامت کے دن پر پس اسکی مثال اس چکنے پتھر کی طرح ہے کہ جس پر

تُرَابٌ فَأَصَابَهُۥ وَابِلٌ فَتَرَكَهُۥ صَلْدًا ۖ لَّا يَقْدِرُونَ

اندک خاکے پس رسید بوی باران عظیم پس گذاشت او را سخت و صاف تا توانائی ندارند

کچھ مٹی ہو پس اس پر پہنچی تیز بارش پھر اسے چھوڑ دے سخت اور صاف پتھر کی طرح یہاں تک کہ کسی چیز پر قبضہ ۳؎

۱؎ مَنًّا کا مفہوم یہ ہے کہ جس پر احسان کیا ہے اس پر احسان شمار کرے یعنی احسان جتائے۔ اَذًی سے مراد یہ ہے کہ احسان کے بعد اپنی فوقیت قائم کرے چونکہ احسان اور اذی سے فقیر کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور صاحب حاجات ایسے صدقہ سے کنارہ کشی اختیار کرلیتے ہیں اور صدقہ دینے والا اسکی نسبت اپنی طرف کرلیتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترک احسان اور اذی فقط انفاق ہی میں نہیں بلکہ اور بھی بہت سارے اعمال میں ہونے چاہئے۔ لَهُمْ اَجْرُهُمْ الخ معتزلہ اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عمل اجر کا موجب ہوتا ہے جبھی اللہ تعالیٰ نے لَهُمْ اَجْرُهُمْ فرمایا ہے۔ اہلسنت اسکا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں یہ اجر بسبب وعدہ ہے نہ کہ نفس عمل کے سبب سے۔ دوسرا استدلال معتزلہ فرقہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کبائر [بڑے بڑے گناہ] سے نیکی کرنے والے کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے ورنہ من اور اذی کو انفاق کے ثواب کیلئے مبطلین [ضائع کرنے والوں] میں شمار نہ کیا جاتا۔ اسکا جواب دیتے ہوئے اہلسنت کہتے ہیں کہ وہ انفاق جس کے ساتھ احسان اور اذیت ہو وہ ثواب کا مستحق ہی نہیں ہے تو اسکے ضائع ہونے کا تصور کیونکر کیا جاسکتا ہے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن) ۲؎ یعنی اچھی بات سے سائل کو رد کرنا اور انھیں معاف کردینا کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ سائل اصرار کے ساتھ سوال کرتا ہے اور پیچھے پڑ جاتا ہے۔ اس لئے اسکو مناسب الفاظ سے درگذر کرنا چاہئے۔ ایسی صورت میں سائل کو ظاہری طور پر تو کچھ نہیں دے سکتا لیکن اپنے الفاظ کے ذریعے اسکے دل میں سرور تو ڈال سکتا ہے۔ اس لئے یہ اس صدقہ سے بہتر بتایا گیا ہے جس کے بعد احسان جتایا گیا ہو۔ اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں انفاق سے مراد نفلی انفاق ہے اس لئے کہ واجب انفاق میں منع کا سوال نہیں ہوتا۔ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ یعنی عطا کے بعد احسان رکھا جائے۔ حلیم یعنی احسان رکھنے اور رکھ دینے والے کو فوری عذاب نہیں دیتا کیونکہ بڑا بردبار ہے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن) ۳؎ صدقہ کے اجر کو رائیگاں نہ کرو جیسے منافق لوگ دکھاوے کی خیرات کرتے ہیں اللہ کی رضا مقصود نہیں ہوتی اور نہ آخرت کے ثواب کا خیال کرتے ہیں۔ ریاء یعنی لوگوں کو دکھاتے ہوئے خرچ کرتا ہے یا مصدر ہی کے معنی میں یعنی دکھاوٹ کا خرچ۔ فَمَثَلُهٗ سے مثال دی جارہی ہے کہ اس ریاکاری کی حالت ایسی ہے جیسے پتھر کی چکنی چٹان جس پر گرد وغبار ہو پھر اس پر بارش برسے اور اسے مٹی سے صاف کردے ویسے ہی وہ انفاق جس میں ریاکاری ہو وہ بھی اسی طرح ہے جس سے آخرت میں کوئی نفع حاصل نہ کر پائینگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "من" سے مراد اللہ پر احسان جتانا ہے اور اذی سے مراد فقیر کو اذیت دینا ہے۔ معتزلہ اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ صدقہ اجر کا موجب ہے لیکن من اور اذی کی وجہ سے وہ ضائع ہو جاتا ہے جبکہ اہلسنت اسکا جواب یہ دیتے ہیں ایسا صدقہ پہلے ہی سے اجر کا مستحق نہیں ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس صدقہ کو مٹی کی طرح فرمایا ہے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن) جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ صدقہ جس کے بعد فقیر کو قول وفعل سے اذیت دی جائے اللہ تعالیٰ اسے قبول ہی نہیں فرماتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیکی کے بعد احسان جتانے سے بچو اس لئے کہ یہ شکر کو ضائع کرتا ہے اور اجر کو مٹاتا ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (القرطبی)

عَلٰی شَیۡءٍ مِّمَّا کَسَبُوۡا ؕ وَاللّٰہُ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ

برچیزے از آنچہ عمل کردند وخدا راہ نمی نماید گروہ

نہ پائیں گے جو انہوں نے خیرات کی ہے اور اللہ ہدایت نہیں دیتا گروہِ

الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۲۶۴﴾ وَمَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمُ ابۡتِغَآءَ

کافرانرا وصفت آنانکہ خرج میکنند مالہاے خود را از جہت طلب

کافرین کو اور مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے اموال کو اللہ کی رضا مندی

مَرۡضَاتِ اللّٰہِ وَتَثۡبِیۡتًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ کَمَثَلِ جَنَّۃٍۭ بِرَبۡوَۃٍ

رضامندی خدا وسبب اعتقاد ناشی از دل خود مانند صفت باغیست بمکان بلند

طلب کرنے کی غرض سے اور اپنے دلی اعتقاد جمانے کیلیے اس باغ کی مثل ہے جو بلند مکان پر ہو

اَصَابَہَا وَابِلٌ فَاٰتَتۡ اُکُلَہَا ضِعۡفَیۡنِ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یُصِبۡہَا

کہ رسید بوی بارانی عظیم پس آورد میوہ خود را دو چنداں واگر نمی رسید اورا

کہ جس پر تیز بارش پہنچے تو اپنے میوہ کو لائے دوگنا اور اگر اسے نہ پہنچے

وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۲۶۵﴾ اَیَوَدُّ اَحَدُکُمۡ

باران عظیم پس شبنم وخدا بآنچہ میکنید بینا ست آیا دوست میدارد یکے از شما

تیز بارش تو شبنم (کافی ہے) اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے [1] کیا دوست رکھتا ہے تم میں سے کوئی ایک

اَنۡ تَکُوۡنَ لَہٗ جَنَّۃٌ مِّنۡ نَّخِیۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ

کہ باشد اورا باغے از درخت ہای خرما وانگور میرود زیر

کہ ہو اس کے لئے ایک باغ کھجوروں اور انگوروں سے۔ جاری ہوں

تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۙ لَہٗ فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَہُ

آں جویہا مر او را ہست دراں از ہر جنس میوہ ہا ورسیدہ باشد اورا

اس کے نیچے نہریں اسکے لئے ہے اس میں پھلوں میں سے ہر جنس اور پہنچے اسے [2]

[1] ایمان اور تصدیق کو قائم رکھنا خود انکے نفسوں کی طرف سے ہوتا ہے کیونکہ مال شقیق روح ہے جس نے خدا کی خوشنودی کیلیے اپنے مال کو خرچ کیا اس نے قوت کو ایمان پر مستحکم کیا اور جو مال وجان دونوں اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہ نفس کی ساری قوتوں کو ایمان پر جماتا ہے یا اس نے اسلام کی تصدیق کی۔ اس میں تنبیہ ہے کہ راہ خدا میں مال خرچ کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ مال بخل اور محبتِ نفس سے پاک ہو جائے۔ تثبیتًا کی تفسیر میں بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے اندر حفظ اطاعت کی طاقت پاتے ہیں ترک احسان اور اذیت سے نجات کیلیے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نفس کو عبودیت کے لئے ثابت قدم رکھتا ہے اور رب کی محبت میں اسے ریاضت سے مقہور کرتا ہے۔ ربوۃ مکان مرتفع کو کہتے ہیں اور اس درخت کو مکان مرتفع سے خاص اس لئے کیا کہ جو درخت ایسی جگہ ہو وہ باقی درختوں میں ازکی اور پھلوں میں احسن ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ ربوۃ پاکیزہ اور خوشبودار زمین کو کہتے ہیں۔ فَاٰتَتۡ اُکُلَہَا ضِعۡفَیۡنِ یعنی بارش کے سبب باغ میں دوگنے پھل پیدا ہوتے ہیں گویا ضعفین سے مراد ایک کا دوگنا ہے۔ جیسے آیت زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ میں زوجہ سے مراد دو ہے۔ بعض کے نزدیک دو ضعف سے چار مراد ہیں کیونکہ یہاں ضعفین ہے۔ فَاِنۡ لَّمۡ یُصِبۡہَا وَابِلٌ فَطَلٌّ یعنی اس پر پڑے یا بارش ہو یا بارش کا ایک چھینٹا پڑے تب بھی اسکے لئے کافی ہے۔ اسکی زمین اچھی اور ہوا ٹھنڈی ہو تو اسکے لئے ہلکی بارش بھی کافی ہے کیونکہ وہ بلند مکان پر ہے۔ طل چھوٹی بوندوں کی بارش کو کہتے ہیں اور اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کی راہ میں صاف ستھری خیرات دیں تو اسکا اجر کسی حال میں بھی ضائع نہ ہوگا اگرچہ اموال میں تفاوت ہو۔ یہ تمثیل اللہ تعالیٰ کے نزدیک انکے حالات کے مطابق بھی درست ہے۔ جَنَّۃٍۭ بِرَبۡوَۃٍ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی خیرات کی حالت مذکورہ صورت کی مانند ہے۔ بارش کثیر ہو تو باغ میں پھل زیادہ ہو جاتے ہیں اور بارش قلیل ہو تب بھی پھل ضرور پیدا ہوتے ہیں۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

[2] باغ میں درخت تو دوسرے بھی ہیں مگر کھجور اور انگور کو فضیلت اور انکے منافع کی کثرت کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ انہی دو پھلوں کا ذکر کیا پھر آخر میں فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ [اس میں ہر قسم کے پھل ہیں] بھی اس لئے فرمایا گیا کہ کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ باغ میں صرف کھجوریں اور انگور ہیں اور کوئی پھل نہیں ہے بلکہ تمام انواع اشجار موجود ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں جنت کو تین اوصاف سے متصف فرمایا۔ اولاً جنت میں کھجور اور انگور کے درخت ہونگے گویا کہ جنت ان درختوں سے بھری پڑی ہے۔ ثانیاً جنت کے نیچے نہریں جاری ہونگیں جس سے اسکی رونق میں مزید اضافہ ہوگا۔ ثالثاً اس میں ہر طرح کے پھل ہونگے گویا کہ اس میں ہر طرح کے درخت بھی ہونگے لیکن نخیل [کھجور کے درخت] اور اعناب [انگور کی بیل] کا الگ سے تذکرہ انکے اکرم الشجر [درختوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ] یا اکثر الشجر [درختوں میں سب سے زیادہ پائے جانے والے درخت] ہونے کی بناء پر ہے۔
جنۃ ایسے باغ کو کہتے ہیں جسکے چاروں اطراف دیواریں ہوں اور اسکے درختوں کی شاخیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوں۔ نخیل بمعنی کھجور کا درخت، اعناب انگور (غرائب القرآن بیضاوی)

الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ

کلاں سالی وباشد اورا اولاد ناتوان پس دریں حالت رسید آں باغ گرد بادی کہ دراں

بڑھاپا اور اسکے لئے کمزور اولاد ہوں پس اسی حالت میں اس باغ کو (ایسا) بگولا پہنچے جس میں

نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

آتش است پس بآں سوخت ہمچنیں واضح می سازد خدا برائے شما آیتہا تا باشد کہ

آگ ہو پس اسے جلا ڈالے اسی طرح واضح بیان کرتا ہے اللہ اپنی آیتیں تا کہ

تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ

تامل کنید اے مومنان خرچ کنید از

تم سب غور وفکر کرو ۱ اے مومنو! خرچ کرو

طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪

پاکیزہا آنچہ شما پیدا کردید و از پاکیزہا آنچہ بیروں آوردیم از زمین برائے شما

اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور اس پاکیزہ میں سے جو ہم نے زمین سے تمہارے لئے نکالا

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ

وقصد مکنید ردی را از آں خرچ میکنید آنرا ونیستید گیرندہ آں

ارادہ مت کرو ردی چیز کا کہ اس سے خرچ کرو اور تم سب اسے لینے والے نہیں

اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾

مگر وقتیکہ چشم پوشی کنید در گرفتن آں وبدانید کہ خدا بے نیاز ستودہ است

مگر جب تک تم اسکے لینے میں آنکھ نہ چراؤ اور جان لو کہ اللہ بے نیاز لائق حمد ہے ۲

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ

شیطان وعدہ مید ہد بشما تنگد ستے را ومیفرماید بشما بے حیائی وخدا

شیطان تمہیں تنگدستی کا وعدہ دیتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے ۳ اور اللہ

تفسیر اظہار العرفان

۱ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ سے مالک کی شدت حاجت جو اس باغ سے منسلک ہے بیان کی جارہی ہے۔ اس مثال کو ابلغ مثال کہیئے اس لئے کہ جب وہ باغ غایت کمال کو پہنچے اور اسے تربیت کرنے والا نہایت احتیاج کو پہنچے اور وہ بڑھاپے میں ہو اور اسکی اولاد ناتواں ہو صبح اچانک اپنے باغ کا مشاہدہ اس حال میں کرے کہ اسے آگ جلا کر جا چکی ہو تو بتاؤ کہ اسکے دل میں کتنی کثرتِ صدمہ ہوگی اور اسکی آنکھوں میں کتنی حیرت ہوگی بس اسی طرح قیامت کے دن جب اسے اشد ضرورت ہوگی اور اچانک دیکھے گا کہ اسکے انفاق کو احسان اور اذیت نے جلا ڈالا ہے تو اسے کس قدر حسرت اور حیرت ہوگی۔ (غرائب القرآن)

۲ حضرت علی ﷜ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ردی پھل اور گھٹیا اموال صدقہ کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص اہل صفہ کیلئے صدقہ لیکر آیا اور مسجدِ رسول ﷺ میں دو ستونوں کے درمیان رکھ کر چلا گیا جب نبی کریم ﷺ نے اس مال کو دیکھا تو فرمایا کہ دینے والے نے کیا ہی برا دیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ طیبت سے مراد عمدہ ہے خبیث سے مراد گھٹیا جیسا کہ شان نزول سے واضح ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ فرماتے ہیں کہ طیب سے مراد حلال اور خبیث سے مراد حرام ہے۔ اسوقت آیت کا معنی یہ ہوگا کہ جب تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ حرام ہے تو تم اسے نہیں لوگے۔ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ یعنی پاکیزہ میں سے جو ہم نے نکالا دو جگہوں یعنی فصلوں سے اور کانوں سے۔ گویا جو چیزیں بھی ہم نے زمین سے پیدا کی ہیں جیسے کانوں سے سونا چاندی وغیرہ کا نکالنا۔ جاننا چاہئے کہ اس آیت میں انفاق سے مراد تطوع بھی ہے اور واجب بھی اس لئے کہ امر سے مفہوم جانب فعل ہوگی۔ اور جانب فعل تطوع اور واجب دونوں ہیں۔ وَلَا تَيَمَّمُوْا اور تم سب قصد نہ کرو کیونکہ پانی نہ ہونے کی صورت میں نمازی مٹی سے تیمم کر کے طہارت کا قصد کرتا ہے۔ خبیث بمعنی ردی اور خستہ خواہ محسوساً ہو یا اعتقاداً۔ باطل اعتقاد میں بھی اسکا استعمال ہوتا ہے جیسے قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ یعنی آپ فرما دیجئے اچھا اعتقاد والا اور باطل اعتقاد والا برابر نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح صورت وافعال کی خرابی کو قبیح کہتے ہیں اور قول کی خرابی کو کذب کہتے ہیں۔ تُغْمِضُوْا اغماض سے ماخوذ ہے بمعنی آنکھ بند کرنا لیکن یہاں مجاز اً درگذر کرنے کے معنی میں ہے۔ غنی بمعنی بے نیاز یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے صدقات وخیرات سے بے نیاز ہے اور تمہیں حکم اس لئے فرماتا ہے تاکہ تم نفع حاصل کرو۔ (بیضاوی وغرائب القرآن) ۳ شیطان سے ابلیس، اسکا لشکر، شیاطین انس اور نفس امارہ مراد ہیں کیونکہ یہ سب وہی کام کرتے ہیں جو شیطان کرتا ہے۔ وعدہ شر اور خیر دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں پہلا وعدہ شر کے لئے استعمال ہوا ہے جبکہ دوسرا وعدہ خیر کے لئے استعمال ہوا ہے۔ فقر بمعنی کسر الفقار یعنی ریڑھ کی ہڈی کا ٹوٹنا۔ اسی بناء پر حضرت علی ﷜ کی تلوار کا لقب ذوالفقار ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ ہر خلق کیلئے دو طرف اور ایک وسط ہے۔ طرف کامل انفاق فی سبیل اللہ ہے طرف افحش اللہ کے راستے میں بالکل خرچ نہ کرنا اور طرف وسط یہ ہے کہ عمدہ اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنا بلکہ ردی مال خرچ کرنا پس جب انسان طرف کامل پر عمل کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں جید مال خرچ کرتا ہے تو شیطان اسے بہکا کر طرف وسط لے جاتا ہے پھر جب اس میں کامیاب ہو جاتا ہے تو طرف افحش کی جانب لے جاتا ہے یہ بالفحشاء سے ظاہر ہو رہا ہے۔ (غرائب القرآن)

يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٨﴾

وعدہ میکند بشما آمرزش را از جانب خود ونعمت دادن را وخدا جواد دانا ست

تمہیں وعدہ دیتا ہے اپنی طرف سے بخشش کا اور نعمت دینے کا اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے ا

يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ

میدہد دانش ہرکرا خواہد و ہرکرا دادہ شد اورا دانش

جسے چاہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جسے حکمت دی گئی

اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾

پس دادہ شد اورا نیکوئی بسیار وپند پذیر نمی شوند مگر خداوندان خرد

پس اسے بہت ساری بھلائی دی گئی اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر عقل رکھنے والے ۲

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ

وآنچہ خرچ کردید از خیرات یا لازم کردید برخود از نذرے پس ہر آئنہ

اور جو تم خرچ کرتے ہو خیرات سے یا تم نے لازم کیا ہو اپنے اوپر نذر سے پس بیشک

اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٢٧٠﴾ اِنْ تُبْدُ

خدا میداند آنرا ونیست ستمگارانرا ہیچ یاری دہندہ اگر آشکار کنید

اللہ اسے جانتا ہے اور نہیں ہے ظالموں کیلئے کوئی مدد کرنے والا ۳ اگر تم ظاہر کرو

الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا

خیرات را پس نیکو چیز است آں وگر پنہاں کنید آنرا وبدہید آنرا

خیرات کو پس وہ کیا ہی اچھی چیز ہے اور اگر اسے پوشیدہ رکھو اور (چھپا کر) اسے

الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۗ وَ

بفقیران پس ایں بہتر است شما را وایں دور سازد از شما بعضے گناہان شما را و

فقیروں کو دو تو یہ بہتر ہے تمہارے لئے اور اِس (دینے کو اللہ) تمہارے گناہ کا کفارہ کر دیگا اور ۴

تفسیر اطہار العرفان

ا پہلے وسوسۂ شیطان کو بیان کیا گیا پھر الہامات رحمٰن کو بیان کیا جارہا ہے۔ مغفرت سے مراد آخرت کا منافع ہے اور فضل سے مراد دنیا میں بہترین نائب عطا فرمانا ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر رات فرشتے آسمان سے ندا کرتے ہیں کہ اے اللہ تیرے راستے میں مال خرچ کرنے کی مخلوق کو توفیق عطا فرما پھر اللہ وعدۂ رحمٰن کی ترجیح بیان فرما رہا ہے کہ رحمٰن کا وعدہ حکمت وعقل ہے جبکہ شیطان کا وعدہ شہوت ونفس ہے۔ حضرت مقاتل حکمت کی چار تفسیر بیان فرماتے ہیں (۱) اس سے مراد مواعظ قرآن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ یعنی جو تم پر کتاب وحکمت اتاری گئی ہے وہ اس لئے کہ تم اس سے نصیحت حاصل کرو (۲) الحکمۃ بمعنی فہم کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ یعنی ہم نے لقمان کو فہم عطا کی۔ (۳) حکمت بمعنی نبوت جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ یعنی اللہ نے انھیں بادشاہت اور نبوت عطا کی (۴) قرآن کریم میں جو اسرار ہیں اسے حکمت کہتے ہیں لیکن اسکے باوجود حکمت کو علم کے معنی میں ترجیح دی گئی ہے۔ (غرائب القرآن)

۲ یعنی جسے صحیح علم دیا گیا ہو اور وہ اس پر عمل کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خیر اور دوسرے احکام کے متعلق جو آیات نازل فرمائی ہیں ان سے نصیحت اندوز نہیں ہوتے اور غور وفکر نہیں کرتے مگر وہ جو متفکر متذکر کی مانند ہو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے قوت علوم امانت رکھ دی۔ (بیضاوی)

۳ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ یعنی جو تم اللہ کیلئے خرچ کرتے ہو اور جو تم شیطانی کاموں میں خرچ کرتے ہو اَوْ نَذَرْتُمْ یعنی جو نذر تم اللہ کی اطاعت میں رکھتے ہو اور جو نذر تم معصیت میں رکھتے ہو یہ سب اللہ جانتا ہے۔ نذر اسے کہتے ہیں جو انسان اپنے اوپر خود لازم کرے۔ اسکی اصل خوف ہے کیونکہ انسان خوف کم کرنے یا ختم کرنے کیلئے ایسا کرتا ہے۔ نذر کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) معاصیات میں نذر جیسے شرب خمر یا زنا وغیرہ۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر نہیں ہے۔ اس لئے یہ نذر صحیح نہیں ہے (۲) طاعات میں نذر جیسے نماز یا روزہ رکھنے کی نذر مان لے تو ایسی صورت میں پورا کرنا واجب ہے (۳) مباحات میں نذر جیسے کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے میں نذر مان لے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ دھوپ میں کھڑا ہے آپ نے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ میں نہ بیٹھونگا نہ سایہ کرونگا نہ کلام کرونگا بلکہ صرف روزہ رکھونگا۔ یہ سنکر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ کلام کرو، بیٹھو اور سایہ کرو اور اپنے روزے کو پورا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مباحات کی نذر کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ (غرائب القرآن) ۴ نِعِمَّا اچھی چیز کو کہتے ہیں یعنی اگر اہل احتیاج کو چھپا کر دو تو سب کے سامنے دینے سے افضل ہے۔ یہ حکم نفلی صدقہ کے بارے میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نفلی صدقہ چھپا کر دینا علانیہ صدقہ کرنے سے ستر گنا افضل ہے اور فرضی صدقہ ظاہری طور پر دینا ۲۵ گناہ افضل ہے جاننا چاہئے کہ انسان جب کوئی عمل چھپ کر کرتا ہے اور اسکے دل میں خواہش ہو کہ خلق مجھے دیکھے لیکن وہ اپنی شہوت کو رد کر دیتا ہے تو شیطان اسے تردد میں ڈال دیتا ہے پس اب یہ انسان اپنے اخفا اور شیطان کے محاربہ میں ہوتا ہے اس لئے تطوع صدقہ کو چھپا کر دینے میں افضلیت ہے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ

خدا بآنچہ میکنید آگاہ است لازم نیست برتو اے محمد ہدایت ایشاں ولیکن

اللہ خبر رکھتا ہے جو تم عمل کرتے ہو ان سب کی ہدایت اے محمد ﷺ! آپ پر لازم نہیں ہے لیکن

اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

خدا ہدایت میکند ہر کرا میخواہد وآنچہ خرچ کروید از مال

اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے اور جو تم خرچ کرتے ہو مال سے

فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَ

پس نفع برائے شما است وآنچہ خرچ نکنید مگر برائے طلب روے خدا و

پس نفع تمہارے لئے ہے اور جسے تم خرچ نہیں کرتے مگر اللہ کی رضا طلب کرنے کیلئے اور

مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾

آنچہ خرچ کروید ازمال بتمام رسانیدہ شود بسوے شما وشما ستم کردہ نخواہید شد

جو تم خرچ کرتے ہو مال سے پورا دیا جائے گا تمہیں اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا ۱

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ

خیرات برائے فقیران ست کہ بند کردہ شدند در راہ خدا نمی توانند سفر کردن

خیرات فقیروں کیلئے ہے جسے اللہ کے راستے میں روک دیا گیا ہو طاقت نہیں رکھتے سفر کرنے کی

ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ؗ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ

در زمین توانگر می پندارد ایشانرا نادان بسبب طمع نکردن

زمین میں انھیں امیر سمجھتے ہیں نادان لوگ طمع نہ کرنے کے سبب سے

مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ

تو می شناسی ایشانرا بقیافہ ایشاں سوال نمی کنند از

تو اسے پہچانے گا انکی صورت سے، سوال نہیں کرتے ۲

۱ نبی کریم ﷺ انکے ایمان پر شدید حریص تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تسلی کے طور پر فرمایا کہ ہم نے آپ کو بشیر، نذیر، داعی الی اللہ اور دلائل کیلئے مبین بنا کر بھیجا ہے۔ باقی رہا انکا مھتدین یعنی ہدایت یافتہ ہونا یہ آپ کے ذمہ نہیں ہے۔ یہاں ہدایت بمعنی اھتداء ہے پھر آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن مراد نبی اور امتی دونوں ہیں کیونکہ اس سے قبل اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ میں حکم عام ہے اور اسکے بعد وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ میں بھی حکم عام ہے۔ (غرائب القرآن)

۲ کہا گیا ہے کہ یہ آیت فقرائے مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ اصحاب صفہ تھے جو تعداد میں چار سو تھے۔ انکے پاس رہنے کیلئے نہ مکان تھا اور نہ شہر میں جائداد تھی۔ یہ لوگ زیادہ تر وقت مسجد ہی میں گذارتے تھے قرآن پاک سیکھتے تھے روزہ رکھتے تھے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم ﷺ نے اصحاب صفہ کو ملاحظہ فرمایا تو انکے جہد اور طیب قلوب کے پیش نظر ارشاد فرمایا کہ اے اصحاب صفہ میرے امتی میں سے جو کوئی تمہارے اوصاف پر ہوگا میں اس سے راضی ہونگا اور وہ میرے رفقاء سے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فقراء کے پانچ اوصاف بیان کئے ہیں۔ پہلی صفت، وہ سب اللہ کے راستے میں جہاد کیلئے دنیاوی مشغولیات سے اپنے آپ کو خالی رکھتے ہیں اور ہمہ وقت اسکے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہ صفت اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ سے ثابت ہے۔ دوسری صفت، انھیں اتنی مہلت بھی نہیں ملتی کہ وہ سب زمین میں سیر کریں۔ یہ مہلت نہ ملنا مشغول عبادت کی بناء سے ہے یا جہاد کی وجہ سے ہے یہ صفت لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ سے ثابت ہے۔ تیسری صفت، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قضا پر اس قدر خوش رہتے ہیں کہ نادان لوگ انہیں دیکھ کر تونگر سمجھ بیٹھتے ہیں۔ یہ لوگ اغنیاء کو اپنی حالت کی خبر بھی نہیں دیتے۔ یہ صفت يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ سے ثابت ہے۔ چوتھی صفت، انکی پہچان کسی علامت سے ہوگی۔ حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ وہ علامت بھوک کی وجہ سے چہرے کا زرد ہونا ہے۔ ابوزید کہتے ہیں کہ بوسیدہ لباس سے شناخت ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ آنکھیں دھنسی ہونگی اور بعض کہتے ہیں کہ انکے چہرے پر آثار فکر ہونگے کیونکہ نبی کریم ﷺ کثرت سے فکر کیا کرتے تھے۔ یہ صفت تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ سے ثابت ہے۔ پانچویں صفت، یہ لوگ گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے۔ جسکی بناء پر اغنیاء انھیں غیر ضرورت مند سمجھتے ہیں۔ یہ صفت لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا سے ثابت ہے۔ (غرائب القرآن) روایت ہے کہ مسلمانوں کی کچھ سسرالی رشتہ داریاں یہودیوں سے تھیں اسلام سے قبل یہ یہودیوں کی مدد کیا کرتے تھے لیکن مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے یہودیوں کو کچھ دینا مناسب نہ سمجھا اور ہاتھ روک لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ یہ غیر ضروری ہے بہر حال کفار پر انکا خرچ کرنا درست نہیں ہے۔ (بیضاوی) جاننا چاہئے کہ اگر کوئی چیز بغیر سوال کئے مل جائے تو اسے قبول کر لینا چاہئے واپس نہیں کرنا چاہئے۔ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ چیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جانب بطور تحفہ بھیجی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے واپس کر دیا، اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا کہ تم نے واپس کیوں کیا؟ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہی نے ہمیں بتایا تھا کہ ہمارے لئے بہتر ہے کہ کسی سے کچھ نہ لیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ کہا تھا کہ کسی سے مانگ کر لینا بہتر نہیں ہے ہاں اگر بغیر مانگے کچھ مل جائے تو یہ رزق ہے جسے اللہ نے اسے دیا، یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں کسی سے سوال نہیں کرونگا اور اگر کوئی بغیر سوال کئے دیگا تو میں اسے لوٹاؤنگا نہیں۔ (القرطبی)

اَلنَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ

مردماں بالحاح وآنچہ خرچ کنید از مال پس ہر آئنہ خدا بآں

لوگوں سے گڑ گڑا کر اور جو تم مال میں سے خرچ کرتے ہو پس بیشک اللہ اسے

عَلِيْمٌ ۝۲۷۳ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا

دانا ست کسانیکہ خرچ میکنند اموال خویش شب و روز پنہاں

جانتا ہے جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے اموال کو شب و روز پوشیدہ

وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ

وآشکارا پس ایشانرا ست مزد ایشاں نزد پروردگار ایشاں ونیست ترس

اور ظاہر پس انکے لئے ہے انکا اجر انکے رب کے پاس اور نہیں ہے کوئی خوف

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۲۷۴ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا

برایشاں ونہ ایشاں اندوہگین شوند کسانیکہ میخورند سود را بر

ان پر اور نہ وہ سب غمگین ہو نگے ۱ وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں

يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ

نخیزند مگر چنانچہ برخیزد کسیکہ دیوانہ ساخت اورا شیطان از بسبب

وہ کھڑے نہیں ہونگے مگر جیسے کہ کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے شیطان نے دیوانہ بنایا ہو چھونے کے سبب یہ اس سبب ہے

الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ

آسیب رسانیدن ایں بسبب آں ست سودخوران گفتند جزایں نیست کہ سوداگرے مانند سوداست وحلال کردہ است

کہ سود کھانے والوں نے کہا اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ بیع سود کی طرح ہے اور حلال کیا ہے

اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ

خدا سوداگریرا وحرام ساختہ است سود را پس کسیکہ آمد بوی پند ازجانب خدا او

اللہ نے بیع کو اور حرام کیا ہے سود کو پس جسکے پاس آئے انکے رب کی طرف سے نصیحت ۲

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی ہمہ وقت اور ہر حالت میں دیتے ہیں۔ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی جب انھوں نے دس راتوں اور دس دنوں میں چالیس ہزار دینار خرچ کیئے۔ دس خفیہ اور دس ظاہری۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ جن کی ملکیت میں کل چار درہم تھے ایک درہم رات کو اور ایک درہم دن کو چھپا کر اور ایک اعلانیہ صدقہ کیا اور بعض کہتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول وہ شخص ہے جو گھوڑا باندھے اور اسکی پرورش کرے اس پر خرچ کرے تا کہ راہ خدا میں کام آئے۔ (بیضاوی) ایک روایت میں ہے کہ جب پچھلی آیت نازل ہوئی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چند دینار اصحاب صفہ کی جانب بھیجا اور ایک وسق کھجور رات کے وقت بھیجا تو یہ آیت نازل ہوئی اگر اس آیت کے شان نزول میں ان سارے واقعات کو جمع رکھا جائے جب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن آیت کریمہ میں رات کو دن پر مقدم رکھنے سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صدقہ پر اکمل طور پر صادق آتی ہے (غرائب القرآن)

۲ اس آیت کریمہ میں دوسرا حکم بیان کیا جا رہا ہے کیونکہ صدقہ کے احکام کے بعد ربا یعنی سود کے احکام کو بیان کرنا ضروری تھا کیونکہ صدقہ کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرماتا ہے اور سود کھانے والوں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ ربا کے لغوی معنی زیادتی کے ہیں لیکن اصطلاح شرع میں بلا عوض زیادتی کو ربا کہتے ہیں۔ ربا کی کتابت دو طرح سے ہوتی ہے واو کے ساتھ جیسے ربو اور بغیر واو کیساتھ ربا۔ اسی قبیل سے صلوۃ زکوۃ وغیرہ ہیں کہ صلاۃ اور زکاۃ بھی لکھ سکتے ہیں. ربا کی دو قسمیں ہیں (۱) ربا النسیئہ (۲) ربا الفضل' اول وہ ہے کہ جو زمانہ جاہلیت میں متعارف تھا کہ وہ لوگ کسی کو مال قرض دیتے تھے اور اس قرض پر ہر ماہ سود لیتے تھے اور قرض کی مدت ختم ہونے کے بعد اصل مال بھی واپس لیتے تھے اگر قرض لینے والا وقت پر نہ دے سکے تو سود دوگنا کر کے اسے دینا پڑتا تھا۔ ثانی یعنی ربا الفضل یہ وہ اشیائے ستہ [چھ چیزیں] ہیں جنکے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حدیث شریف میں موجود ہے۔ اور وہ یہ ہیں (۱) سونا (۲) چاندی (۳) گندم (۴) جَو (۵) کھجور (۶) نمک۔ جمہور مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے کہ سود کی دونوں قسمیں حرام ہے۔ ربا النسیئہ کا دوسرا نام ربا القرآن ہے اور ربا الفضل کا دوسرا نام ربا الحدیث ہے۔ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۔ یہ کلام زعمائے عرب کے نظریہ کے تحت بتایا گیا ہے انکا کہنا تھا کہ شیطان کے چھونے سے انسان پاگلوں اور دیوانوں کی طرح حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ سود کھانے والے قیامت کے دن دیوانوں کی طرح نکلیں گے۔ یہ سود خور کی پہچان ہوگی۔ آیت کے آخری حصے میں بیع اور ربا کو آپس میں برابر کہنے کی ممانعت فرمائی گئی اور یہ واضح کر دیا گیا کہ بیع حلال اور سود حرام ہے۔ فَمَنْ جَآءَهٗ الخ جن لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ قبول کرتے ہوئے سود سے توبہ کی اللہ تعالیٰ نے انکے پچھلے جرم کو معاف فرمانے کا اعلان کیا اور جو لوگ باز نہیں آئے انہیں جہنم کا مژدہ سنایا گیا۔ (غرائب القرآن وبیضاوی) حضرت سفیان کہتے ہیں کہ جو سود کی جانب لوٹے گا اور اسکی موت اسی حالت میں ہوگی تو وہ جہنمی ہے' بعض نے کہا کہ جو شخص قرآن کی اس وضاحت کے بعد کہ بیع اور ربا دو الگ چیزیں ہیں ان دونوں کو ایک ہی مانے وہ جہنمی ہے۔ (القرطبی)

رَبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ

پس باز ماند ازیں کار پس اورا ست آنچہ گذشت وکار او مفوض ست بخدا وہر کہ

پھر باز آ جائے اس کام سے تو اسکے لئے ہے جو گذر چکا اور اسکا کام اللہ کے سپرد ہے اور جو کوئی

عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾

باز گشت بسود خوری پس آں گروہ باشندگان دوزخ اند ایشاں دراں جا جاویدند

سود خوری کی طرف پلٹے تو یہی گروہ دوزخ کے رہنے والے ہیں وہ سب اس میں ہمیشہ رہینگے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ

نابودی سازد خدا برکت سود را و افزوں می سازد برکت خیرات را و خدا دوست ندارد

اللہ سود کے (سبب) برکت کو مٹاتا ہے اور خیرات کی برکت کو بڑھاتا ہے اور اللہ دوست نہیں رکھتا

كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ہر ناسپاس گنہگار را ہر آئنہ کسانیکہ ایمان آوردند و کردند کارہائے شایستہ

ہر ناشکرے گنہگار کو ۱؎ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

وبرپا داشتند نماز را ودادند زکوۃ را مر ایشانرا ست مزد ایشاں از نزدیک

اور نماز قائم رکھی اور زکوۃ دی انکے لئے ہے انکا اجر انکے

رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾ يٰۤاَيُّهَا

پروردگار ایشاں ونیست خوف برایشاں ونہ ایشاں اندوہگین شوند اے

رب کے پاس اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ سب غمگین ہونگے ۲؎ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِىَ مِنَ

کسانیکہ ایمان آوردند ترسید بخدا وترک کنید آنچہ ماندہ است از

وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی ہے

۱؎ المحق کا معنی ہے کہ شے ایک حال کے بعد دوسرے حال کی جانب کمی کی طرف مائل ہو۔ اسی سے محاق القمر یعنی چاند کا آخری دنوں میں گھٹنے کی طرف مائل ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے۔ سود کا لین دین کرنے والا جتنا بھی دولت مند ہو جائے اسکا انجام فقر کی جانب ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سود جتنا بھی زیادہ ہو اسکا نتیجہ کمی کی جانب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ محق کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا صدقہ قبول کرتا ہے نہ جہاد حج قبول کرتا ہے اور نہ صلہ رحمی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس امت کے اغنیاء اس امت کے فقراء سے پانچ سو سال بعد جنت میں داخل ہونگے۔ یہ حال ان اغنیاء کا ہے جو حلال طریقے سے غنی ہوا ہو بھلا بتاؤ ان اغنیاء کا کیا حال ہوگا جو حرام طریقے سے غنی ہوا ہو۔ الکفار کفر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جسکا معنی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کفر پر قائم رہیگا۔ اثیم بھی مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی ہمیشہ گناہ پر قائم رہنے والا۔ صدقے کے بڑھانے سے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح تم اپنے بچھڑے کی پرورش کرتے ہو اسی طرح اللہ تمہارے صدقات کو بڑھاتا ہے یہاں تک کہ تمہارا ایک لقمہ احد پہاڑ جتنا ہو جاتا ہے۔ (غرائب القرآن) سود کا وبال اس قدر خطرناک ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مال کی برکت کو ختم کر دیتا ہے اگرچہ وہ مال بہت زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک سود مال کی برکت کو ختم کر دیتا ہے پس اسکا نتیجہ مال کی کمی ہے۔ اسکے برعکس صدقات کو اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے یعنی دنیا میں بھی اس مال میں برکت عطا فرماتا ہے اور آخرت میں اسکا اجر بھی دونا دیتا ہے۔ (القرطبی) ۲؎ اللہ تعالیٰ نے لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ فرمایا لَهُمْ اَجْرُهُمْ عَلٰى رَبِّهِمْ نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ عِنْدَ رَبِّهِمْ قائم مقام اس بیع کے ہے جو نقد ہو اور وہ نقد مشتری کے پاس ہر وقت حاضر ہو جب بھی بائع چاہے اس نقد کو لے جبکہ عَلٰى رَبِّهِمْ اس بیع کے قائم مقام ہے جو ادھار ہو اس میں کوئی شے نہ ہو اس لئے اول صورت یعنی عِنْدَ رَبِّهِمْ افضل ہے۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جو ہولناکیاں ہونگی ان سے انھیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی دنیا میں جو انھوں نے چھوڑا اسکا کوئی غم نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسے نفوس قدسیہ کیلئے ایک حال سے دوسرے حال کی جانب منتقل ہونے سے انکے درجات اور بلند ہوتے ہیں۔ حضرت اصم کہتے ہیں کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ کا مفہوم یہ ہے کہ اس دن کے عذاب کا انھیں کوئی خوف نہیں ہوگا۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ جو انھوں نے زائد نعمت چھوڑ دی اور دوسرے سعداء نے اسے حاصل کیا اسکا کوئی غم انہیں نہیں ہوگا۔ یہاں یہ سوال ابھرتا ہے کہ کوئی عورت عارفہ باللہ ہو اور وہ حد بلوغ کو پہنچے اور اسے پہلی مرتبہ حیض آئے اور حیض کے انقطاع سے پہلے اسکا انتقال ہو جائے اسی طرح کوئی لڑکا عارف باللہ ہو اور وہ حد بلوغ سے پہلے انتقال کر جائے تو بالاتفاق ان دونوں کا انتقال اہل ثواب میں ہوا ساتھ اسکے کہ اعمال سے خالی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں کیسے حصول اجر کو حصول اعمال پر موقوف فرمایا ہے۔ جواب اسکا یہ دیا گیا ہے کہ یہ آیت قانون عام ہے اور قانونِ عام بعض کی تخصیص سے نہیں ٹوٹتا ہے کیونکہ عام قانون یہی ہے کہ حصول اجر، حصول اعمال پر موقوف ہے۔ (غرائب القرآن)

الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧٨﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا

سود اگر ہستید اہل ایمان پس اگر نکردید

سود سے اگر تم سب مومنین ہو ا پس اگر تم سب نے (ایسا) نہ کیا

فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ

پس خبردار باشید بجنگی از طرف خدا ورسول او واگر توبہ کردید

تو اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کرو

فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٩﴾

پس شما را ست اصل مالہائے شما نہ ستم کنید ونہ برشما ستم کردہ شود

تو تمہارے لئے تمہارے اصل اموال ہیں نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا ٢

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۗ وَ

واگر باشد مفلسے پس لازم است مہلت دادن تا تونگری و

اور اگر تنگ دست ہو تو لازم ہے امیری تک مہلت دینا اور

اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨٠﴾

آنکہ خیرات کنید بہتر است شما را اگر ہستید دانیدہ

تمہارا خیرات کرنا' بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم سب جانتے ٣

وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى

وحذر کنید از آں روز کہ باز گردانیدہ شوید دراں بسوئے خدا پس تمام دادہ شود

اور ڈرو اس دن سے جس میں تمہیں اللہ کی طرف لوٹایا جائے گا پھر پورا دیا جائے گا

كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٢٨١﴾ يٰٓاَيُّهَا

ہر شخص را آنچہ عمل کردہ است و ایشاں ستم کردہ نشوند اے

ہر شخص کو جو اس نے عمل کیا ہے اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ٤ اے

١ آیت مذکورہ کا نزول بنوثقیف سے متعلق ہے۔ قریش کے لوگوں سے انھوں نے مال لینا تھا ظہور اسلام کے بعد بھی انھوں نے سود سمیت مال کی واپسی کا تقاضا کیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بیضاوی) حضرت سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت عباس اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما سے متعلق نازل ہوئی یہ دونوں زمانہ جاہلیت میں ایک ساتھ مل کر کاروبار کرتے تھے جب اسلام لائے تو انکے پاس بہت سارا مال تھا جس کے ساتھ سود بھی منسلک تھا تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت عطاء اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عباس بن عبد المطلب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما سے متعلق نازل ہوئی کیونکہ یہ دونوں مل کر کھجور کا کاروبار کرتے تھے اسکے لئے ایک شخص کو مقرر کیا ہوا تھا۔ ایک سال کھجور میں نقصان ہوا تو وہ شخص کہنے لگا کہ آپ دونوں اپنے حصے میں سے نصف مجھے دے دیں آئندہ سال میں آپکو دوگنا کر کے دونگا جب یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے حضرت عباس اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کو ایسا کرنے سے منع فرمایا دیا اور حکم دیا کہ صرف اصل مال واپس لینا' اس پر یہ آیت اتری۔ (غرائب القرآن)

٢ کہا گیا ہے کہ یہ خطاب کفار کیلئے ہے جو سود کو حلال سمجھتے تھے' اس وقت اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کا مفہوم یہ ہوگا کہ اگر تم سب تحریم ربا کے معترف ہو اور اگر معترف نہ ہوئے تو اللہ سے جنگ کرنے والوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ شرائع اسلامیہ میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے اور وہ ملت سے اسی طرح نکل جاتا ہے جیسے تمام شرائع کا انکار کرنے والا نکل جاتا ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ خطاب ان مومنین سے ہے جو معاملۂ ربا پر اصرار کرتے تھے۔ اس پر قرینہ موجود ہے کہ اس سے پہلے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ہے اور اسی قوم کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اعلان جنگ کرے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ لفظ کبھی نافرمان کیلئے استعمال ہوتا ہے اور یہاں اعلان جنگ اسی معنی میں ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے میرے ولی کی اہانت کی اس نے مجھ سے جنگ کا اعلان کیا۔ اسی طرح کثیر مفسرین وفقہائے کرام اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (صرف بدلہ ہے ان لوگوں کا جو اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کرتے ہیں) کے بارے میں فرماتے ہیں یہ آیت مسلمان رہزن سے متعلق نازل ہوئی۔ معلوم ہوا کہ اعلان جنگ سے مراد نافرمانی ہے اور یہ مسلمان بھی کر سکتا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ عمل سود پر اصرار کرنے والا اگر ایک شخص ہو تو قاضی وقت اسے گرفتار کر کے اللہ کے حکم کیمطابق اس پر تعزیر قائم کریگا اور اسوقت تک قید رکھے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے اور اگر سود پر اصرار کرنے والے جماعت کی شکل میں ہوں تو امام وقت ان سے اعلان جنگ کریگا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ کے خلاف اعلان جنگ فرمایا تھا۔ (غرائب القرآن) ٣ اس آیت کریمہ میں یہ حکم ہے کہ قرضدار اگر تنگدست ہو تو اسے ادائیگی کیلئے مہلت دی جائیگی اور یہ مہلت دینا بہتر ہوگا جیسے فرمایا جب کسی مسلمان کے قرض کی ادائیگی کا وقت آئے اور وہ قرضدار کو مہلت دے دے تو ہر یوم کے بدلے اسکو ایک صدقہ کا ثواب ملیگا جب اس کام میں اتنا بڑا اجر ہے تو پھر یہ کام تمہارے لئے دشوار نہ ہوگا۔ (بیضاوی) ٤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورہ بقرۃ کی یہ وہ آخری آیت ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی۔ حضرت جبرائیل نے آپ سے کہا کہ اسکو سورہ بقرۃ کی دوسواسی (٢٨٠) آیات کے بعد رکھیئے۔ اسکے بعد نبی کریم ﷺ ٢١ دنوں تک' بعض نے کہا کہ ٨١ دنوں تک' بعض نے ٧ دنوں تک اور بعض نے کہا کہ تین ساعتوں تک حیات سے رہے پھر آپکا انتقال ہو گیا تھا۔ اس آیت میں یوم سے مراد قیامت کا دن ہے یا موت کا دن یعنی اللہ کی طرف جانے کی تیاری پھر قیامت میں انسان کو اسکے اچھے اور برے کرتوت کا بدلہ مل جائیگا۔ ثواب گھٹا کر اور عذاب بڑھا کر ان پر ظلم نہ کیا جائیگا۔ (بیضاوی)

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

مومنان اگر معاملہ کنید بایک دیگر بدام دادن تا میعاد مقرر

مومنو! اگر معاملہ کرو ایک دوسرے کے ساتھ دین کا ایک مقررہ مدت تک

فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠

پس بنویسید آنرا وباید کہ بنویسد میان شما نویسندہ بانصاف

تو تم اسے لکھ لو اور چاہئے کہ لکھے تمہارے درمیان لکھنے والا انصاف سے

وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ

وسر باز نزند نویسندہ از آنکہ نویسد چنانچہ آموختہ است او را خدا

اور لکھنے والا انکار نہ کرے اس سے کہ وہ لکھے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا

فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ

پس باید کہ وے بنویسد وانشاکند آنکہ دام بذمۂ وے است و باید کہ بترسد

پس چاہئے کہ لکھے اور جس پر قرض ہے وہ لکھائے اور چاہئے کہ وہ ڈرے

اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـــًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ

از خدا پروردگار خود ونقصان نکند ازاں دام چیزیرا پس اگر باشد کسیکہ

اللہ سے جو اسکا رب ہے اور اس قرض میں سے کچھ بھی نقصان نہ کرے اگر ایسا شخص

عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ

دام بر ذمہ ویست بے خبر یا ناتواں یا نمی تواند انشاکردن

جسکے ذمہ قرض ہے نادان ہو یا ناتواں یا طاقت نہ رکھے لکھانے کی

يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا

پس باید کہ انشاکند کار گذار او بانصاف و گواہ گیرید دو شاھد را

تو چاہئے کہ اسکا ولی انصاف سے لکھائے [1] اور دو شاہد کو گواہ کر لو

تفسیر اظہار العرفان

[1] اس آیت کریمہ میں تیسرا حکم بیان ہورہا ہے۔ تسر کِ ربا اور صدقہ دینے کے بعد بظاہر مال میں کمی ہوتی ہے۔ اس لئے اب وہ طریقہ بتایا جارہا ہے جس سے مال میں اضافہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بیع سلم [قیمت پہلے ادا کرنا اور سامان بعد میں مقررہ مدت پر وصول کرنا] ہے۔ اِذَا تَدَايَنْتُمْ یعنی جب تم ایسا معاملہ کرو جس میں دین [اُدھار] ہو اور یہ بیاعات چار وجوہ پر ہیں (۱) عین کی بیع عین کیساتھ جس میں دین نہ ہو (۲) دَین کی بیع دَین کیساتھ اور یہ باطل ہے (۳) عین کی بیع دَین کیساتھ اسکی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص ثمن مؤجل [اُدھار قیمت] سے بیچے (۴) دَین کی بیع عین کے ساتھ اسکا نام سلم رکھا گیا ہے۔ آخر کے دونوں بیع آیت مذکورہ کے تحت میں داخل ہیں۔ الاجـــــل بمعنی شے کی مدت۔ اسی سے انسان کی اجل ہے جب اسکی عمر کی مدت پوری ہوجائے۔ اجل کیساتھ مسمّٰی کا فائدہ یہ ہے کہ اجل کا وقت معلوم ہو خواہ وہ وقت سال ہو یا مہینہ یا فصل کٹنے کے بارے میں ہو اور حاجی کے آنے سے متعلق ہو پھر اللہ تعالیٰ نے آیت میں مـدایـنـہ کو دو چیزوں کیساتھ خاص کیا۔ اولاً کتابت ثانیاً استشہاد یعنی گواہ مقرر کرنا۔ یہ اس لئے تا کہ دونوں جانب اوثق ہو جائے اور بھول سے امن میں آ جائے اور دَین کی مقدار میں تفاوت وتخالف نہ پڑنے پائے۔ فَاكْتُبُوْهُ میں عطاء بن جریج اور امام نخعی کا مذہب یہ ہے کہ امر وجوب کیلئے ہے لہذا بیع سلم میں کتابت واجب ہے، نہ لکھنے کی صورت میں ترکِ وجوب کی سزا عائد ہوگی جبکہ جمہور مجتہدین کے مذہب کیمطابق یہ امر ندب کیلئے ہے کیونکہ اسکے لئے مسلمانوں کا اجماع موجود ہے اور نہ لکھنے پر کثیر مسلمانوں کا اجماع بھی موجود ہے اور اس لئے بھی کہ کتابت میں تنگی وحرج ہے۔ بعض نے کہا کہ کتابت اور استشہاد کا وجوب اللہ کے اس فرمان سے منسوخ ہے۔ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ۔ یہ حضرت حسن، شعبی اور الحکم بن عتیبہ کا مذہب ہے۔ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ الخ یعنی لکھنے والا عدل وانصاف سے طرفین کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے تحریر میں کمی بیشی نہ کرے۔ فقہائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ کاتب کا عادل ہونا ضروری ہے تا کہ وہ لکھنے میں خیانت نہ کرے۔ سمجھدار دیندار کاتب کا انتخاب کرے تا کہ اسکا لکھا ہوا شرعی انصاف کیلئے بہترین دلیل ہو۔ حقیقت میں فریقین کے معاملہ کیلئے یہ حکم ہے۔ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ الخ یعنی فن کتابت کا ماہر اپنے فن سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے لکھنا سکھایا اس لئے اسے دوسروں کے کام آنا چاہئے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان کیا تم بھی لوگوں کے ساتھ بھلائی کرو۔ بعض نے کہا ہے کہ کتابت کا حکم کاتب کیلئے علی سبیل الایجاب ہے لیکن یہ ایجاب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے منسوخ ہے۔ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ یعنی گواہ اور لکھنے والے کو ضرر نہ پہنچائے۔ شعبی کہتے ہیں کہ یہ حکم فرض کفایہ ہے کہ اگر وہ ایک ہی کاتب پائے اور وہ کتابت کردے تو کتابت کی فرضیت باقی کاتبوں سے ساقط ہو جائے گی اور اگر بہت سارے کاتب ہوں تو ایک پر لکھنا واجب ہوگا۔ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ الخ یعنی مدیون کو چاہئے کہ لکھوائے اس لئے کہ اسکا اقرار شہادت الزامی ہے۔ اِملال اور اِملاء دونوں ہم معنی ہیں۔ اس میں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ لکھنے والا یا لکھوانے والا اللہ سے ڈرتا ہے حق واجبی سے نہ کم کرے اور نہ زیادہ۔ اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ یعنی خود لکھا نہ سکتا ہو مثلاً گونگا ہو یا صحیح طور پر مطلب ادا نہ کرنے کی وجہ سے یا زبان نہ جاننے کی وجہ سے۔ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ یعنی بچے یا بوڑھے کے امور کا جو متولی سرپرست ہو اور اسکے تمام معاملات کا ذمہ دار ہو۔ اسے چاہئے کہ وہ انصاف کیساتھ لکھوائے۔ اسی طرح اگر بچہ ہو یا مخبوط الحواس ہو یا ترجمان ہو یا وکیل ہو اگر لکھنے کی طاقت نہ رکھے تو چاہئے کہ وہ کسی سے لکھوائے اور یہ لکھوانا انصاف کیساتھ ہو۔ (غرائب القرآن وبیضاوی)

شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ ۖ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ

از مردمان خویش پس اگر نباشند دو مرد

اپنے مردوں میں سے پس اگر دو مرد نہ ہوں

فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن

پس یک مرد و دو زن کفایت ست از کسانیکہ رضامند باشید از گواہان تا اگر

تو ایک مرد اور دو عورتیں کافی ہیں گواہوں میں سے جسے پسند کرو اگر

تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ۚ

فراموش کند یک زن یاد دہاند یکے دیگر را و باید کہ

بھول جائے ان میں سے ایک عورت تو ایک دوسرے کو یاد دلائے اور چاہیئے کہ

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَن

سر بازنزنند گواہاں آنگاہ کہ طلبیدہ شوند ودماندہ مشوید از آنکہ

گواہان آنے سے انکار نہ کریں جب انہیں طلب کی جائے اور کاہلی نہ کرو اس سے کہ

تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ

نویسید حق را کم باشد یا بسیار تا میعاد وی ایں بانصاف تراست

تم حق کو اسکی میعاد تک لکھو کم ہو یا زیادہ یہ بہت ہی منصفانہ (کاروائی) ہے

عِندَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا

نزدیک از خدا ودرست تر برائے گواہی و قریب تر ازانکہ در شک نشوید

اللہ کے نزدیک اور گواہی کیلئے بھی بہت مضبوط ہے اور اس سے بہت قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو

إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ

مگر وقتیکہ باشد آں معاملہ سوداگرے دست بدست کہ دست گرداں میکنید آنرا میان خویش

مگر جب کہ وہ معاملہ تجارت نقدی سودا ہو جسے اپنے درمیان الٹ پھیر کیا کرتے ہو!

۱ یعنی کتابت سے مقصود استشہاد [بوقتِ ضرورت گواہ کو طلب کرنا] ہے اس لئے اب گواہان کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ دو گواہان مرد سے لئے جائینگے یا اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنائے جائیں۔ مِنْ رِّجَالِكُمْ سے مراد اہل ملت کے رجال یعنی مسلمان ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد احرار یعنی دو آزاد مرد ہیں اور بعض نے کہا کہ دو اہل عدالت ہوں۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ قبول شہادت کی شرائط یہ ہیں کہ گواہ آزاد، بالغ، عاقل، مسلمان، عادل ہو اور جس پر گواہ بن رہا ہو اسکا جاننا ضروری ہے۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ غلام کی شہادت جائز نہیں ہے اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گواہ کا حکم دیا کہ جب اسے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کرے اور آنے میں کوئی کسر نہ چھوڑے جبکہ غلام کے بارے میں اجماع ہے کہ بغیر آقا کی اجازت کے اسے جانا جائز نہیں ہے۔ اس لئے اللہ کے فرمان وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا کیمطابق غلام اس سے قاصر ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کفار کی شہادت ایک دوسرے پر قابل قبول ہے کیونکہ انکی دلیل فَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ فرمان خداوندی ہے پھر اسی آیت کریمہ میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ ایک مرد کا بدل دو عورتوں کو مان لینا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سوائے حدود و قصاص کے تمام حقوق میں عورتوں کی شہادت درست ہے۔ أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ الخ تعدد اعتبار کی علت عورتوں کے بارے میں اس لئے ہے کہ ان دونوں میں سے ایک کی شہادت اسکے بھولنے کی وجہ سے اگر ختم ہو جائے تو دوسری اسے یاد دلا سکے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ علت مردوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن مرد کی نسبت یہ علت عورتوں میں زیادہ پائی جاتی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو ناقص العقل فرمایا ہے۔ اس لئے مردوں کی نسبت عورتوں کا التزام کیا گیا ہے۔ اسی مقام میں علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ عورتوں کی تعدادِ شہادت کی دو غرض ہیں۔ اولاً حصول شہادت ایک دوسرے کی تذکیر سے حاصل ہوگی۔ ثانیاً عورتوں پر مرد کی فضیلت بیان کرنا بھی مقصود تھا کیونکہ گواہی میں دو عورت ایک مرد کے قائم مقام ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو عورت پر فضیلت اور برتری حاصل ہے۔ وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا الخ یعنی ملال اور سستی نہ کرو، خواہ تمہارا لین دین چھوٹے پیمانے پر ہو یا بڑے پیمانے پر، سام کاہلی سے کنایہ ہے۔ اس لئے کہ یہ منافق کی صفت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کسلت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے کتابت اور شہادت کو تین فوائد پر مرتب فرمایا ہے (۱) کتابت اور شہادت کو دَین یعنی ادھار سے معلق کیا۔ اس لئے کہ جب یہ مکتوب ہوگا تو یقین کے زیادہ قریب ہوگا اور جہل سے دور ہوگا پس یہ اللہ کے نزدیک اعدل ہے (۲) ان امور کو دنیا سے معلق کیا اور وہ استقامت میں ابلغ ہونا ہے لہذا یہ کتابت اور شہادت حفظ اور ذکر کیلئے زیادہ معاون ثابت ہونگیں (۳) اسکا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اپنے آپ سے ضرر دور کرنا ہے کیونکہ بھولنے کی صورت میں ایک دوسرے کو ضرر پہنچنے کا خدشہ ہے۔ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً الخ یعنی اگر سودا دست بدست ہو تو لکھنا ضروری نہیں ہے، یہ بات خرید و فروخت کے وقت ہے یا مطلق کیونکہ احتیاطاً شہادت ہونی چاہئے۔ بعض نے تِجَارَةً حَاضِرَةً کو إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ کی جانب راجح کیا ہے کیونکہ قرض دو طرح کا ہوتا۔ ایک لمبی مدت کیلئے اور دوسرا مختصر مدت کیلئے۔ اس لئے إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ سے مراد لمبی مدت کیلئے قرض دینے پر لکھنے اور گواہ مقرر کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ تِجَارَةً حَاضِرَةً میں مختصر مدت کے قرض میں کتابت اور شہادت کی رخصت دی گئی ہے۔ (غرائب القرآن و بیضاوی)

فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا

پس نیست برشما گناه در آنکه نویسید آنرا و گواه گیرید

پس تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس میں کہ تم اسے نہ لکھو اور گواہ بناؤ

اِذَا تَبَایَعْتُمْ ۪ وَلَا یُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِیْدٌ ؕ وَاِنْ

هر گاه خرید وفروخت کنید وباید که رنج داده نشود نویسنده ونه گواه را واگر

جب بھی خرید و فروخت کرو اور چاہئے کہ رنج نہ دیا جائے لکھنے والے کو اور نہ گواہ کو اور اگر

تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَیُعَلِّمُكُمُ

بکنید این کار پس هر آئنه این گناه است بشما را وبترسید از خدا وی آموزد شما را

تم ایسا کرو تو بیشک یہ تمہارے لئے گناہ ہے اور اللہ سے ڈرو اور تمہیں سکھاتا ہے

اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۲۸۲ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ

خدا و خدا بهمه چیز دانا ست و اگر مسافر باشید

اللہ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ۱؎ اور اگر تم مسافر ہو

تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ

ونیابید نویسنده را پس لازم است گرو بدست آورده شده پس اگر امین داند گروهی از شما

اور نہ پاؤ لکھنے والے کو تو لازم ہے کہ گروی (مال) کو قبضہ میں لے پھر اگر تم امین جانو اپنے گروہ میں سے

بَعْضًا فَلْیُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ

گروهی را پس باید که ادا کند آنکس که امین دانسته شد امانت خودرا وباید که بترسد از خدا

کسی گروہ کو چاہئے کہ وہ شخص امانت ادا کر دے جسے اس نے امین سمجھا اپنے امانت کو اور اللہ سے ڈرے

رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ یَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ

پروردگار خود وپنهان مکنید گواهی را وهر که پنهان کند آنرا پس هر آئنه گناهگار است

جو اسکا رب ہے اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو کوئی اسے چھپائے تو بیشک گناہگار ہے ۲؎

۱؎ کوئی گناہ نہیں ہے سے مراد عدم ضرر ہونا ہے نہ کہ عدم گناہ ورنہ اس سے لازم آیگا کہ کتابت اور شہادت واجب ہے اور نہ ہونے کی صورت میں گناہ ہے جبکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ پیچھے بتایا جا چکا ہے کہ واجب نہیں ہے۔ حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزیمت ہے۔ اس میں حکم دیا گیا ہے کہ کاتب یا شاہد کو تحریف پر مجبور کر کے نقصان نہ پہنچایا جائے یا پھر کاتب سے لکھوا کر اسے اجرت نہ دے کر اور گواہ کو آنے کی تکلیف دیکر ضرر نہ پہنچایا جائے۔ ہر دو سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌ الخ یعنی وہ ضــــرر جس سے ہم نے تمہیں منع کیا اگر کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جاؤ گے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَیُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ الخ اس آیہ کریمہ میں اسم جلالت یعنی لفظ اللہ کو تین جملوں میں بار بار ذکر کیا گیا کیونکہ یہ آیت ایک خاص مقصد رکھتی ہے یعنی پہلے جملہ میں ترغیب تقویٰ ہے دوسرے جملہ میں وعدۂ انعام ہے اور تیسرے جملہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کا بیان ہے (بیضاوی)

۲؎ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام میں تین طرح کی بیع کو بیان فرمایا ہے یعنی بیع مع الکتابت والشہادت بیع مقبوضہ رہن کی اور بیع بالامانت جب پہلی آیت میں قسم اول کو بیان کر دیا گیا تو اب اس آیت میں قسم ثانی اور ثالث کو بیان کیا جا رہا ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ یعنی سفر کی حالت میں ہو واضح رہے کہ یہ تعلیق صرف شرط سفر کیلئے نہیں بلکہ غیر سفر میں بھی اگر کاتب یا دوات وغیرہ میسر نہ آئے تو رہن رکھنا جائز ہے۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس ۲۰ صاع جَو کے تحت رہن رکھی یہ جَو نبی کریم ﷺ نے اپنے گھر والوں کے صرف کیلئے قرض لئے تھے۔ جمہور کے نزدیک بغیر مال مرہون پر قبضہ سے عقد رہن لازم نہیں آتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف عقد کرنے سے رہن لازم ہو جاتا ہے اور راہن کو مجبور کر کے مال رہن پر مرتہن کا قبضہ کرانا چاہئے۔ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ الـخ یعنی قرض دینے والا قرض لینے والے کی طرف سے مطمئن ہو اور رہن رکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرے۔ اس آیت کریمہ میں قرض کا نام امانت رکھا گیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس میں رہن اور تحریر کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت پہلی آیت کیلئے ناسخ ہے لیکن حق یہ ہے کہ وہ اوامر ارشاد رعایت اور وجوہ احتیاط پر محمول ہیں۔ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ الخ قفال کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرض لینے والے کے امین ہونے کی صورت میں ترک کتابت شہادت اور رہن کو مباح فرمایا تو اسکے بعد شاہد کو تنبیہ کے طور پر شہادت چھپانے سے منع فرمایا۔ بعض نے کہا کہ کتمان شہادت سے مراد یہ ہے کہ اس واقعہ کے علم سے انکار کرے بعض نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ شہادت چھپانے سے مراد یہ ہے کہ حاجت کے وقت گواہی نہ دے جسکی وجہ سے ایک مسلمان کا حق ضائع ہو جائے ایک مسلمان کے مال کی حرمت اسکے خون کی حرمت کی طرح ہے اس لئے اس سے روکا گیا ہے۔ فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ یعنی اسکا دل گناہگار ہے یہاں فعل کی نسبت قلب کی طرف ہے اس لئے کہ یہی معدن اکتساب [کمانے کا خزانہ] اور محل اقتراب ہے جیسا کہ تاکید کے موقع پر کہا جاتا ہے کہ میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان کے جسم میں خون کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ صحیح ہو جائے تو پورا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جاتا ہے اور وہ قلب یعنی دل ہے۔ کثیر متکلمین کا گمان ہے کہ فاعل عارف مامور اور منہی دل میں ہوتا ہے اور دراصل اسی سے خطاب کیا جاتا ہے۔ (غرائب القرآن وبیضاوی)

قَلْبُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

دل او وخدا بآنچہ میکنید آگاہ است خدائے راست آنچہ در آسمانہا است

اسکا دل اور اللہ جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو اللہ کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ

وآنچہ در زمین است واگر آشکار کنید آنچہ در دل شما ست یا پنہاں دارید

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو تمہارے دل میں ہے یا پوشیدہ رکھو

یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ

البتہ حساب آں گیرد از شما خدا پس بیامرزد کسے را کہ خواہد وعذاب کند کسے را کہ

ضرور اسکا حساب لیگا اللہ تم سے پس معاف فرما دیتا ہے جسے چاہے اور عذاب دیتا ہے جسے

یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ

خواہد وخدا بر ہمہ چیز تواناست باور داشت پیغمبر آنچہ فرود آوردہ

چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے[1] ایمان لائے رسول جو اتارا گیا انکی طرف انکے رب کی جانب سے اور مومنین۔ وہ

اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ

بسوے او از پروردگار او ومومناں ہمہ ایماں آوردند بخدا وفرشتگان او و

سب ایمان لائے اللہ پر اور اسکے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اسکے رسولوں پر (اور کہا) ہم فرق نہیں کرتے ان

كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا

کتابہائے او و پیغمبران او و گفتند فرق نکنیم میان ہیچ کسی از پیغمبران وگفتند شنودیم

رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان اور عرض کی ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی

وَ اَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا

وفرمانبرداری کردیم میخواہیم آمرزش تو اے پروردگار ما وبسوئے تست بازگشت خدا واجب نمیکند بر ہیچ کس

ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے[2] اللہ واجب نہیں فرماتا کسی شخص پر

تفسیر مظہر القرآن

[1] اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرۃ میں علم اصول کو وافر مقدار میں بیان فرمایا یعنی دلائلِ توحید' نبوت' اور معاد وغیرہ اور احکامِ اسلامیہ میں سے بھی وافر مقدار میں بیان فرمایا جیسے زکوۃ' قصاص' روزہ' حج' جہاد' حیض' طلاق' عدت' مہر' خلع' ایلاء' رضاعت' بیع' ربا اور قرض کے معاملات۔ اس لئے اس سورت کے اختتام پر اپنے کمالِ بادشاہت' کمالِ علم اور کمال قدرت کو بیان فرمایا۔ کمالِ بادشاہت اس ٹکڑے سے بیان کیا۔ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ یعنی جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ کی ملکیت ہے۔ کمالِ علم اس ٹکڑے سے بیان فرمایا وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ یعنی اور اگر تم ظاہر کرو جو تمہارے دلوں میں ہے یا اسے چھپاؤ اللہ سب کا محاسبہ کریگا اور کمالِ قدرت کو اس ٹکڑے سے بیان فرمایا فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی وہ جسے چاہے معاف فرما دے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ الخ نازل ہوئی تو اصحاب رسول نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں ایسے اعمال کا مکلف بنایا گیا ہے جسکی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ اسکے بعد ہم پر یہ آیت نازل ہوگئی یہ سنکر آپ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ اہل کتاب کی طرح سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا جواب دو بلکہ تم سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ کہو جب اصحاب رسول ﷺ نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے فوراً بعد اٰمَنَ الرَّسُوْلُ الخ نازل فرمائی جب صحابہ نے حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ الخ نازل فرمائی۔ جاننا چاہئے کہ ایسے امور جنہیں انسان ناپسند کرتا ہو اور وہ انسان کے دل میں آئیں اور انسان انکے ازالے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو بالاتفاق ان پر مواخذہ نہیں ہوگا لیکن وہ برا خیال جسے انسان اپنے دل میں جگہ دے اور اسکے کرنے کا عزم کرے اسکا مواخذہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ یعنی اللہ تمہارا مواخذہ فرمائیگا جو تمہارے دل کماتے ہیں۔ اسی طرح کفر یا اعتقاد کا بھی مواخذہ ہوگا۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر وہ شر جو انسانی قلوب میں آئے لیکن اس پر عمل نہ کیا جائے وہ محل عفو ہے جیسا کہ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ الخ کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان باتوں کو اٹھالیا ہے جو انکا دل کہتا ہے جب تک کہ وہ اس پر عمل نہ کرے یا اسے کہہ نہ دے۔ (غرائب القرآن) [2] سورہ بقرۃ کی ابتدا متقین کے ذکر سے ہوئی اور اسکی انتہاء میں اسکی مدح ہے۔ یہاں قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہے اور ابتدا میں یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ہے یہاں غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ہے اور ابتدا میں وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ہے یہاں انکی تعریف میں رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا کا جملہ ہے اور اسکی ابتدا میں اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ہے۔ جاننا چاہئے کہ یہ آیت معرفت کے مراتب اربعہ پر دلالت کرتی ہے جو کہ دین اسلام میں بہت ضروری ہے۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ ملائکہ کی معرفت حاصل ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کے امور کو لیکر اترتے ہیں۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ کتابوں کی معرفت حاصل کرے کیونکہ فرشتے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچایا کرتے ہیں۔ چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ رسولوں کی معرفت حاصل کرے کیونکہ کتاب انہیں برگزیدہ ہستیوں پر نازل ہوتی ہے' یہ معرفت بالترتیب ہے اس لئے آیت کریمہ میں بھی اسی ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔ (غرائب القرآن وبیضاوی)

إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ

الا مقدار طاقت او مر او راست آنچہ عمل کرد و بروی باشد آنچہ گناہ کردند گفتند اے پروردگار بعقوبت مگیر مارا

مگر اسکی طاقت کیمطابق' اس کیلئے ہے جو اس نے کمایا اور (برائی کا نقصان) اسی پر ہے عرض کی اے ہمارے رب

إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا

اگر فراموش کنیم یا خطا کنیم اے پروردگار ما و منہ برسر ما بارگراں چنانچہ

ہمیں سزا نہ دے اگر ہم بھول جائیں یا خطا کریں اے ہمارے رب اور نہ رکھ ہمارے سر پر بھاری بوجھ جیسا کہ

حَمَلْتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا

نہادی آنرا بر کسانیکہ پیش از ما بودند اے پروردگار ما منہ برسر ما آنچہ

تو نے رکھا تھا ان پر جو ہم سے پہلے تھے اے ہمارے رب تو نہ رکھ ہمارے سر پر جسکا

طَاقَةَ لَنَا بِهِۦ ۖ وَٱعْفُ عَنَّا وَٱغْفِرْ لَنَا وَٱرْحَمْنَآ ۚ

برداشت آں نیست ما را و درگذر از ما و بیامرز ما را و بخشای بر ما

برداشت کرنا ہمارے لئے (ممکن) نہ ہو اور ہم سے درگذر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما

أَنتَ مَوْلَىٰنَا فَٱنصُرْنَا عَلَى ٱلْقَوْمِ ٱلْكَـٰفِرِينَ ﴿٢٨٦﴾

توی خداوند ما پس غلبہ دہ بر گروہ کافرین

تو ہی ہمارا مولی ہے پس غلبہ دے ہمیں کافرین کی جماعت پر۔ ۱ے

سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَا آيَةٍ وَعِشْرُونَ رُكُوعًا

سورہ آل عمران مدنی ہے اور اس میں دو سو آیات اور بیس رکوع ہیں ۲ے

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِ ○

بنام خدای بخشائندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

تفسیر اظہار العرفان

۱ے اس آیت کریمہ میں مومنین کی جانب سے چار طرح کی دعائیں منقول ہیں (۱) رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا یعنی اے ہمارے رب ہماری بھول اور خطاء پر مواخذہ نہ فرمانا۔ نسیان اور خطاء پر مواخذہ عقلاً ممنوع نہیں ہے کیونکہ گناہ زہر کی طرح ہے غلطی سے زہر کھالینا بھی مہلک ہے۔اسی طرح اگر کوئی غلطی کرے اور وہ گناہ کی شکل بن جائے تو کوئی بعید نہیں ہے کہ سزا کا مستحق ٹھہرے اگر چہ عزیمت نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے معاف کرنے کا اور فضل ورحمت کا وعدہ ہے (۲) رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ۵۰ وقت کی نماز' زکوۃ میں ایک چوتھائی مال دینے کا اور نجاست کی جگہ کاٹنے کا حکم دیا تھا اور انھیں فی الفور سزا دی جاتی تھی (۳) رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۔اس سے مراد مصیبت اور عذاب ہے اور وہ تکالیف جو طاقت بشریہ کی برداشت سے باہر ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ شریعت میں نا قابل برداشت کوئی حکم موجود نہیں ہے (۴) وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا یعنی ہمارے گناہوں کو مٹا دے اور آخرت میں رسوا نہ فرمانا۔ روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب ان الفاظ کیساتھ دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب آیت رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا پڑھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کر دیا اس طرح دوسرے جملے کو مِنْ قَبْلِنَا تک اور تیسرا جملہ مَا لَا طَاقَةَ لَنَا تک اور چوتھے جملے کو سورہ کے اختتام تک پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فعلت یعنی میں نے ایسا کر دیا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ان دو آیات کو جنت کے خزانوں میں سے نازل فرمایا۔ ان آیات کو رحمن نے مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل اپنے دست قدرت سے لکھ دیا تھا جو شخص اسے نماز عشاء کے بعد پڑھے گا اسے قیام لیل [رات کی عبادت] کی جگہ کافی ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورہ بقرۃ قرآن کا خیمہ ہے اس لئے اسے سیکھو جو اسے سیکھے گا اسکے لئے برکت ہے اور اسکے چھوڑنے میں حسرت ہے اور یہ سورت بطلہ کو نہیں آنے دیتی صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ بطلہ کیا ہے آپ نے فرمایا جادو۔ (بیضاوی وغرائب القرآن) ۲ے سورہ ال عمران ہجرت کے بعد اتری اسوجہ سے مدنی ہے کیونکہ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جو سورتیں ہجرت سے قبل اتریں اسے مکی کہتے ہیں اور جو سورتیں ہجرت کے بعد اتریں اسے مدنی کہتے ہیں۔ اس سورت میں ۱۴۴۲۴ حروف اور ۳۴۸۵ کلمات ہیں۔ عمران کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے والد ہیں اس صورت میں آل سے مراد موسیٰ وہارون علیہما السلام ہونگے۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے والد ہیں اس صورت میں آل سے مراد حضرت مریم اور انکے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہونگے۔ واضح رہے کہ ان دونوں عمران کے درمیان ایک ہزار آٹھ سو سال کا فاصلہ ہے۔ (غرائب القرآن وصاوی) جاننا چاہئے کہ یہ سورت ارکان دین میں سے دو رکن پر مشتمل ہے ان میں سے پہلا رکن عقیدۂ توحید ہے اور دوسرا رکن جہاد اور اسکے متعلقات پر مشتمل ہے' اس سورت کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت' نبوت اور قرآن کی حقانیت کا اثبات ہے' اس سورت میں زیادہ تر کلام نصاریٰ سے متعلق ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق نصاریٰ کے باطل اعتقادات کا کافی اور شافی جواب دیا گیا ہے' اس سورت کا اختتام جہاد کی ترغیب پر ہے' اس سورت کو سورہ آل عمران اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں آل عمران کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر)

الٓمّٓ ۝١ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۝٢ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ

خدا نیست ہیچ معبودمگر او زندہ تدبیر عالم کنندہ است فروداورد برتو کتاب را

اللہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ زندہ عالم کی تدبیر کرنے والا ہے ١ آپ پر کتاب نازل کی

بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۝٣

براستی باوردارندہ آنچہ پیش دست ویست وفروداورد توریت وانجیل را

حق کے ساتھ تصدیق کرنے والی جو انکے سامنے ہے اور اتاری تورات اور انجیل ٢

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ اِنَّ الَّذِیْنَ

پیش ازیں برائے راہ نمودن بمردمان وفروداورد معجزہ را ہر آئنہ کسانیکہ

اس سے پہلے لوگوں کی رہنمائی کیلئے اور معجزہ کو اتارا بیشک وہ لوگ

كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝٤

کافر شدند بآیات خدا ایشانراست عذاب سخت وخدا غالب صاحب انتقام است

جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا انکے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب صاحب انتقام ہے ٣

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝٥ هُوَ

ہرآئنہ خدا پوشیدہ نمیشود بروی چیزے برزمین ونہ بر آسمان او

بیشک اللہ پر پوشیدہ نہیں ہے کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں ٤ وہی

الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

آنست کہ صورت میبندد شما را در رحم چنانچہ خواہد نیست ہیچ معبود بجزوی

ہے جو تمہاری صورت ماں کے رحم میں بناتا ہے جیسی وہ چاہتا ہے کوئی معبود اسکے سوا نہیں

الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝٦ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ

غالب استوار کارست وآنست کہ فروداورد بر تو کتاب ازاں آیات

غالب حکمت والا ہے ٥ اور وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری ان میں سے کچھ آیتیں

١ واحدی شان نزول کے بارے میں لکھتے ہیں کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جو ٦٠ افراد پر مشتمل تھا۔ نبی کریم ﷺ سے اسلام کے متعلق بات کرنے کیلئے حاضر خدمت ہوا۔ ان میں سے ١٤ انکے اشراف میں سے تھے اور تین اکابر قوم میں سے تھے۔ ایک انکا امیر تھا جسکا نام عبدالمسیح تھا دوسرا انکا مشیر و وزیر تھا جسکا نام ایہم تھا اور تیسرا اسقف تھا جسکا نام ابوحارثہ بن علقمہ تھا' یہ تینوں یعنی انکا سردار' مشیر اور حبر نبی کریم ﷺ سے سوالات کرنے لگے۔ ایک کہنے لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی خدا ہیں کیونکہ آپ مردے زندہ کرتے ہیں دوسرا کہنے لگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ولد اللہ ہیں کیونکہ آپ کا دنیا میں کوئی باپ نہیں ہے یہ سنکر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جو حی وقیوم اور ازلی وابدی ہے' حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں یہ باتیں نہیں پائی جاتیں اس لئے آپ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔ اس پر آپ کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ واضح رہے کہ اس وفد نے مسلمانوں کی نماز عصر کے وقت مسجد ہی میں اپنی عبادت شروع کردی نبی کریم ﷺ نے انھیں منع نہیں فرمایا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کو مسجد میں عبادت کی اجازت دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ نہ روکنا تالیف قلوب کیلئے تھا اب یہ بات نہیں ہے جیسے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک بدوی مسجد میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگ اس بدوی کو روکنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ مسجد میں پیشاب پاخانہ کی اجازت ہے بلکہ بدوی کو اس وقت نہ روکنا طبی اور اسکی ناسمجھی کی بناء پر تھا۔ (غرائب القرآن)

٢ یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے آپ پر نازل فرمایا۔ قرآن قرن سے ماخوذ ہے بمعنی زمانہ۔ توراۃ' الوری سے ماخوذ ہے بمعنی مخلوق یا زمانہ اسکا وزن تَفْعَلَةٌ ہے اور انجیل' نجل سے ماخوذ ہے بمعنی ظاہر کرنا جیسے عرب والے کہتے ہیں نجلت الارض یعنی زمین کاشت کیلئے ظاہر ہوئی اسکا وزن اِفْعِیْلٌ ہے۔ نصاریٰ کے قول کو اس آیت کریمہ سے باطل کیا جارہا ہے نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ دعوی کی طرح ہے اور اَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِیْلَ دلیل کی طرح ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ توراۃ اور انجیل بھی آسمانی کتابیں ہیں اور تم اسے پڑھتے بھی ہو کیا تم نے اس کتاب میں نہیں پڑھا کہ اللہ ایک ہے نہ اسکا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا باپ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں اور یہی قرآن میں بھی لکھا ہے تو پھر تم اسے مانتے کیوں نہیں ہو۔ (بیضاوی وغرائب القرآن) ٣ یعنی قرآن کے نزول سے پہلے لوگوں کی ہدایت کیلئے تورات اور انجیل اتاری گئی۔ اتنی ساری ہدایت اتارنے کے باوجود بھی اگر کوئی ایمان نہ لائے تو اسکے لئے دردناک عذاب ہے کیونکہ حجت قائم ہونے کے بعد نہ ماننا سزا کا مستحق ہونا ہے۔ (بیضاوی) ٤ عالم میں جتنی بھی چیزیں ہیں وہ سب اللہ کے احاطہ علم میں ہیں خواہ کلی ہوں یا جزئی' ایمان سے ہوں یا کفر سے' آسمان اور زمین کا خصوصیت کیساتھ ذکر اس لئے فرمایا کہ حسی چیزیں ان دونوں سے تجاوز نہیں کرتیں۔ (بیضاوی) ٥ نجران کے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت پر دو دلیل قائم کی ایک غیب کی خبر دینا دوم مردے زندہ کرنا اور پرندے بنا کر اس میں جان ڈال دینا۔ اللہ تعالیٰ نے انکے پہلے شبہ کا جواب اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ الخ سے دیا اور دوسرا جواب هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَاءُ سے دے رہا ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علم محدود ہے اور رب کا علم غیر محدود۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی مرضی سے کوئی صورت نہیں بنا سکتے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے بناتا ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ یا اللہ کا بیٹا نہیں ہو سکتے۔ (غرائب القرآن)

مُحۡکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ

واضح است از آنجملہ اصل کتاب است و بعضے دیگر محتمل معانی باہم مشتبہ پس اما کسانیکہ

(بہت) واضح ہیں وہی (باعتبار عمل) اصل کتاب ہیں اور کچھ دوسری ہیں کئی معنوں کا احتمال رکھنے والی جو ایک

فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشٰبَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ

در دلِ ایشاں کجی است پس پیروی میکنند آنرا کہ مانند یکدیگر از آں کتاب برائے طلب فتنہ

دوسرے سے ملتے جلتے ہیں پس وہ لوگ جسکے دل میں کجی ہے وہ سب پیروی کرتے ہیں اسکی جو ایک دوسرے سے

وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ ۚ وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؕۘ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی

وبرائے طلب مراد آں ونمیداند مراد آن مگر خدا وثابت قدمان در

مشابہ ہے اس کتاب میں سے فتنہ طلب کرنے کیلئے اور اسکی مراد طلب کرنے کیلئے اور اسکی مراد نہیں جانتا مگر اللہ اور

الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا یَذَّکَّرُ

علم میگویند ایمان آوردیم بایں متشابہ ہمہ از نزدیک پروردگار ماست و پند پذیر نمیشوند

علم میں ثابت قدم رہنے والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اس متشابہ پر۔ ہر ایک ہمارے رب کی طرف سے ہے اور

اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَیۡتَنَا

مگر خداوندان خرد اے پروردگار ما کج مکن دلہاے مارا بعد ازانکہ راہ نمودی مارا

نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر صاحب عقل[۱] اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو کج نہ فرما بعد اسکے کہ تو نے ہمیں ہدایت

وَهَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ رَحۡمَةً ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ ﴿۸﴾ رَبَّنَاۤ

وعطا کن برائے ما از نزد خود نعمت۔ ہرآئنہ توئی عطا کنندہ است اے پروردگار ما

دی اور عطا فرما ہمیں اپنی طرف سے نعمت بیشک تو ہی عطا فرمانے والا ہے[۲] اے ہمارے رب

اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوۡمٍ لَّا رَیۡبَ فِیۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخۡلِفُ

ہر آئنہ تو جمع کنندہ مردمانی در آں روزیکہ ہیچ شک نیست دراں و ہر آئنہ خدا خلاف نکند

بیشک تو جمع فرمانے والا ہے لوگوں کو اس دن کہ جس میں کوئی شک نہیں بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا[۳]

تفسیر نور العرفان

[۱] پہلا مسئلہ اس آیت سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ قرآن کی بعض آیات محکم ہیں اور بعض متشابہ جبکہ سورہ ھود کی پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی تمام آیات محکمات ہیں۔ الر کِتَابٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُهٗ. اسکا جواب یہ ہے کہ احکمت سے مراد یہ ہے کہ قرآن کی ہر آیت کلام حق ہے فصیح الالفاظ اور صحیح المعانی ہے اس پر کسی زاویئے سے اعتراض قائم نہیں ہو سکتا ہے۔ اسی طرح سورہ زمر کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی تمام آیات متشابہ ہیں۔ کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کی ہر ہر آیت حسن اور اعجاز میں ایک دوسرے سے متشابہ ہیں۔ محکم سے مراد وہ مشترک ہے جو نص اور ظاہر کے درمیان ہو اور متشابہ سے مراد وہ مشترک ہے جو مجمل اور مؤول کے درمیان ہو۔ احکام لغت میں منع کو کہتے ہیں حاکم کو حاکم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ظالم کو ظلم سے منع کرتا ہے۔ حدیث نخعی میں ہے کہ حکم الیتیم کما تحکم ولدک یعنی اپنی اولاد کو جس طرح برائی سے منع کرتے ہو ویسے ہی یتیم کو منع کرو۔ حکمت کو حکمت اس لئے کہتے ہیں کہ یہ انسان کو اس کام سے روکتی ہے جو اسکے لائق نہیں ہے اور متشابہ دو شے کا آپس میں اس طرح مل جانا کہ ذہن اسکی تمیز سے عاجز ہو پھر اسے ہر اس چیز کیلئے استعمال کیا جانے لگا جس سے انسان راہنمائی حاصل نہ کر سکے۔ دوسرا مسئلہ اس جگہ یہ ہے کہ اصحاب مذہب آیات موافقہ [ایسی آیتیں جو انکے مذہب کے موافق ہوں] کو اپنے مذہب کیلئے محکم قرار دیتے ہیں مثلاً معتزلہ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ کو محکم بتاتے ہیں اور وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ کو متشابہ کہتے ہیں جبکہ اہل سنت مذکورہ آیات کے بارے میں اسکے برعکس کہتے ہیں۔ اس لئے علماء نے راجح سے مرجوح کی طرف جانے کے لئے قانون بنایا ہے کہ اسکے لئے دلیل منفعل کا ہونا ضروری ہے مثلاً اہل لغت کی موافقت ہو، اہل صرف کی، اہل نحو کی اسی طرح عدم اشتراک، عدم مجاز اور عدم تخصیص ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آیات محکمات سے مراد سورہ انعام کی آیت قُلۡ تَعَالَوۡا سے تین آیات تک ہیں کیونکہ ان تین آیات میں جو احکام ہیں وہ کسی زمانے میں بھی متغیر نہیں ہوئے اور متشابہ وہ حروف مقطعات ہیں جو سورتوں کے شروع میں ہیں جس سے یہود نے حساب لگا کر اس امت کی عمر کا تعین کیا تھا۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قرآن کی تمام آیات کو محکم کیوں نہیں اتارا گیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جب آیات متشابہات پر اہل علم غور و فکر کرینگے تو انکی فضیلت دوسروں پر ظاہر ہوگی۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اہل علم تدبر کے لئے اجتہاد میں کوشش کرینگے اور اجتہاد بھی اس حجت کی طرح ہوگا۔ اُمُّ الۡکِتَابِ میں ام کو واحد لانے کی وجہ یہ ہے کہ کل آیات محکمات کو بمنزلہ آیت کے مان لیا گیا ہے جیسے وَجَعَلۡنَا ابۡنَ مَرۡیَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰیَةً اس آیت میں مریم اور ابن مریم کو ایک ہی مانتے ہوئے ایۃ فرمایا گیا۔ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس، حضرت عائشہ، مالک بن انس، کسائی اور فراء کے نزدیک متشابہ کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے جبکہ مجاہد، ربیع بن انس اور اکثر متکلمین کے نزدیک راسخ فی العلم متشابہ کا علم رکھتے ہیں۔ (غرائب القرآن وبیضاوی) [۲] راسخین فی العلم اپنے رب سے ہدایت پر قائم رہنے کی دعا کرتے ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کا دل رحمن کے اصابع [انگلیوں] میں سے دو اصابع کے درمیان ہے اگر رحمن چاہے تو اسے ہدایت پر قائم رکھے اور اگر چاہے تو انکے قلوب میں کجی ڈال دے۔ (بیضاوی) [۳] اس آیت کریمہ میں تنبیہ کی گئی ہے کہ محکمات ہوں یا متشابہات ان دونوں کی غرض آخرت طلب کرنا ہے کیونکہ یہی انکا مقصد اور مآل ہے۔ (بیضاوی)

ٱلْمِيعَادَ ۝٩ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَن تُغْنِىَ عَنْهُمْ أَمْوَٰلُهُمْ وَلَآ

وعدہ را ہر آئنہ آنانکہ کافر شدند دفع نکند از ایشاں اموال ایشاں ونہ

وعدہ کے ۱ بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے نہ انکے مال انکا دفاع کرینگے اور نہ

أَوْلَٰدُهُم مِّنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۖ وَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمْ وَقُودُ ٱلنَّارِ ۝١٠ كَدَأْبِ ءَالِ

اولاد ایشاں از خدا چیزیرا وایشانند آتش انگیز دوزخ حال ایشاں مانند آل

انکی اولاد اللہ (کے عذاب) سے کچھ بھی اور یہی لوگ دوزخ کے ایندھن ہیں ۲ انکا حال جیسے

فِرْعَوْنَ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِنَا فَأَخَذَهُمُ ٱللَّهُ

فرعون است و آنانکہ پیش از ایشاں بودند دروغ داشتند آیات مارا پس گرفت ایشانرا خدا

آل فرعون اور وہ لوگ جو ان سے پہلے گذر چکے ان لوگوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو پس اللہ نے انہیں پکڑا

بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَٱللَّهُ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ۝١١ قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۟ سَتُغْلَبُونَ

بسبب گناہان ایشاں وخدا سخت عقوبت است بگو کافرانرا کہ مغلوب خواہید شد

انکے گناہوں کے سبب اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے ۳ آپ فرما دیجئے کافروں سے کہ عنقریب تم مغلوب کئے جاؤ گے

وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۚ وَبِئْسَ ٱلْمِهَادُ ۝١٢ قَدْ كَانَ لَكُمْ ءَايَةٌ فِى فِئَتَيْنِ

وبرانگیختہ خواہید شد بسوئے دوزخ و بدجائے گاہ است و تحقیق ہست شمارا دراں دو قوم

اور اٹھائے جاؤ گے دوزخ کی جانب اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے ۴ اور تحقیق تمہارے لئے نشانی ہے اس میں کہ دو گروہ

ٱلْتَقَتَا ۖ فِئَةٌ تُقَٰتِلُ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم

کہ بہم آمدند یک گروہ جنگ میکرد در راہ خدا وگروہ دیگر کافر بودند [میدیدند مسلمانان آں کافرانرا]

آپس میں ملے ایک اللہ کے راستے میں جہاد کرتا اور دوسرا گروہ کافر تھا دیکھ رہے تھے مسلمان ان کافروں کو

مِّثْلَيْهِمْ رَأْىَ ٱلْعَيْنِ ۚ وَٱللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِۦ مَن يَشَآءُ ۗ إِنَّ فِى

دو برابر خویش دیدن بچشم وخدا قوت میدہد بنصرت خود ہر کرا خواہد ہرآئنہ در

اپنے سے دونا اپنی آنکھوں سے اور اللہ قوت دیتا ہے اپنی نصرت سے جسے چاہے ۵ بیشک

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت کے آخری ٹکڑے یعنی اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ سے معتزلہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ فساق کے حق میں جو وعید ہے اسکا واقع ہونا لازمی ہے جبکہ اہل سنت کے نزدیک وعید عدم عفو [گناہ معاف نہ ہوا ہو] کی شرط سے مشروط ہے جیسا کہ بالاتفاق عدم توبہ کی شرط سے مشروط ہے۔ واحدی کہتے ہیں کہ یہ جائز کیوں نہیں ہے کہ وعید الاعداء [دشمنوں کی وعید] کے سوا۔ میعاد کو میعاد الاولیاء پر محمول کریں اس لئے کہ خلف وعید اہل عرب کے نزدیک کرم ہے۔ بعض نے کہا کہ جب خوشی کا وعدہ کیا جائے تو اسکا پورا کرنا لازم ہے اور جب ضـــرر کا وعدہ کیا جائے تو عفو اس وعدہ کیلئے مانع ہو سکتا ہے اور اس لئے بھی کہ وعدہ بندے کا حق رب پر ہے اور وعید رب کا حق بندے پر ہے اور جو اپنے حق کو معاف کر دے تو تحقیق وہ جود و کرم لایا اور جو غیر کے حق کو معاف کرے تو اس پر ملامت ہے یہ وعدہ اور وعید کے درمیان فرق ہے۔ (غرائب القرآن)

۲ اس سے مراد عام کافرین ہیں یا نجران کا وفد ہے یا عام یہودی یا مشرکین عرب ہیں۔ نجران کے وفد میں ابو حارثہ بن علقمہ بھی تھا۔ اس نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ محمد ﷺ نبی آخر الزماں ہیں لیکن میں اسے لوگوں کو اس لئے بتانا نہیں چاہتا کہ روم کے بادشاہوں کی طرف سے جو تحائف ہمارے لئے آتے ہیں وہ بند ہو جائینگے اور کہیں یہ ہدایا محمد ﷺ کی جانب نہ جانے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی کہ انہیں مال اور اولاد سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور یہ جہنم کے آگ سے نہیں بچا سکیں گے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

۳ الداب بمعنی عادت یعنی ان کافرین کی عادت جھٹلانے میں آل فرعون کی طرح ہے باوجود یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آل فرعون کو معجزات و دلائل دیئے لیکن پھر بھی ان لوگوں نے آپکی تکذیب کی۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اپنے زمانے کے کافرین کیلئے طرح طرح کے معجزات اور دلائل پیش کئے لیکن اسکے باوجود ان لوگوں نے آپکی تکذیب کی۔ اس لئے جو حشر آل فرعون کا ہوا وہی انکا بھی ہوگا۔ کیونکہ دونوں عادت میں مشترک ہیں تو سزا میں بھی مشترک ہونگے۔ یا الـداب بمعنی دوام ہے۔ اسوقت معنی یہ ہوگا کہ جس طرح آل فرعون دائمی طور پر جہنمی ہے ویسے ہی یہ کافرین بھی دائمی طور پر جہنمی ہیں بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اموال اور اولاد سے آل فرعون کو نفع نہیں ہوا اسی طرح اس زمانے کے کافرین کو بھی نفع نہیں ہوگا۔ (غرائب القرآن) ۴ یعنی مشرکین مکہ سے فرما دیجئے کہ عنقریب بدر کے دن تم سب مغلوب ہوگے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے نبی کریم ﷺ نے بدر کے بعد بنی قینقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور انھیں ڈرایا کہ جو مصیبت ان مشرکین پر اتری اگر تم لوگ بھی باز نہ آئے تو تم پر بھی اتر سکتی ہے۔ یہ سنکر یہود کہنے لگے کہ ہم سب جنگجو ہیں اور جنگی معاملات سے واقف ہیں۔ مشرکین واقف نہ ہونے کی بناء پر شکست کھا گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی اور یہودیوں کو بنی قریظہ، بنی نضیر اور خیبر جیسے مقامات پر مسلمانوں نے شکست دی اور انکے تکبر و غرور کو تار تار کیا۔ (بیضاوی) ۵ خطاب قریش سے ہے یا یہود سے اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب مؤمنین سے ہے۔ بدر کے روز مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی کل چار اونٹ، ۶ زرع اور دو گھوڑے تھے جبکہ کافرین کی تعداد ایک ہزار تھی ان میں ابو سفیان [حضرت ابو سفیان اسوقت مشرف با اسلام نہیں ہوئے تھے] اور ابو جہل بھی تھا۔ انکے ساتھ ایک سو گھوڑے اور سات سو اونٹ تھے اور زراع کی تعداد بھی ایک سو تھی، یہ سب جنگی معاملات سے واقف بھی تھے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ

ایں واقعہ پندے ہست خداوندان چشمہارا آراستہ کردہ شداست برائے مردمان دوستی آرزوہائے نفس

اس واقعہ میں نصیحت ہے بصارت رکھنے والوں کیلئے [1] آراستہ کیا گیا ہے لوگوں کیلئے نفس کی آرزوؤں کی محبت

مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ

از زنان و فرزندان و خزانہائے جمع ساختہ از زر

عورتوں سے اور اولاد سے اور جمع کردہ خزانے سونے

وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ

وسیم واسپاں نشانمند ساختہ وچہارپایان وزراعت این است بہرہ

اور چاندی سے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور زراعت سے یہ ہے فائدہ

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ

زندگانی دنیا و خدا نزدیک او است باز نیک بگو اے محمد آیا خبر دہم شما را

دنیا کی زندگی کیلئے اور اللہ اسکے پاس اچھا لوٹنا ہے [2] آپ فرما دیجئے اے محمد! کیا میں تمہیں خبر نہ دوں

بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

بآنچہ بہتر است ازیں مرمتقیانرا باشد نزدیک پروردگار ایشاں بوستانہا میرود در زیر

اسکی جو بہتر ہے اس سے متقین کیلئے انکے رب کے پاس باغات ہیں جن کے نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ

آں جوبہا جاوید باشندگاں دراں و باشند زناں پاکیزہ وباشد خوشنودی از

نہریں جاری ہونگیں ہمیشہ اس میں رہیں گے اور پاکیزہ عورتیں ہونگیں اور اس میں اللہ کی رضا

اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا

خدا وخدا بینا است بہ بندگان آنانکہ گویند اے پروردگارما ہرآئنہ ماایمان آوردیم

ہوگی اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے [3] وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب بیشک ہم ایمان لائے

[1] واقعۂ بدر کو نشانی کہنے کی چار وجہیں ہیں (۱) مسلمان تعداد اور آلاتِ حرب دونوں اعتبار سے کم تھے اسکے باوجود فتحیاب ہونا اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے (۲) غزوہ بدر کی خبر بہت پہلے مسلمانوں کو دی گئی تھی اور ساتھ ہی ساتھ کامیابی کی بشارت بھی لہذا بشارت اور خبر کے عین مطابق ہونا اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے (۳) فرشتوں کا آسمان سے اہل ایمان کی مدد کیلئے آنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے (۴) مسلمانوں کا دوگنا دیکھانا بھی اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے۔ يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ کی تین تفاسیر ہیں (۱) کافرین مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے یعنی دو ہزار (۲) مسلمانوں کی تعداد سے دوگنا یعنی چار سو اور اس سے زیادہ (۳) مسلمان' مشرکوں کو تعداد میں اپنی مثل دیکھتے تھے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

[2] اس آیت کریمہ میں سات قسم کے مشتہیات [چاہتوں] کو بیان کیا گیا ہے (۱) نساء یعنی عورتیں' اس لئے کہ اس صنف کو تسکین کی خاطر پیدا کیا گیا قرآن کریم میں ہے خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً یعنی تمہارے لئے تمہارے ہی نفوس سے جوڑے بنائے گئے تاکہ تم سکون پاؤ اسکی طرف اور تمہارے درمیان مودت اور رحمت پیدا کی' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنے امتی پر زیادہ خوف عورتوں کا ہے (۲) اولاد (۳) سونا (۴) چاندی حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک ہزار دینار کو قنطار کہتے ہیں (۵) سکھائے ہوئے گھوڑے' واحدی کہتے ہیں کہ خیل جمع ہے اسکی واحد اسی لفظ سے نہیں آتی جیسے قوم نساء اور رھط وغیرہ البتہ افراس خیل کی جمع کیلئے آتا ہے (۶) اونٹ' گائے اور بکری وغیرہ (۷) کھیتی۔ انسان دنیا میں جن چیزوں سے نفع حاصل کرتا ہے وہ اسکی نوع سے ہوگی یا غیر سے۔ اول صورت میں اصل ہوگی تو نساء [عورتیں] اور فرع ہوگی تو بنین [اولاد] ثانی صورت میں اگر معدنیات سے ہوگی تو ذھب اور فضہ (سونا چاندی) یا حیوانات سے ہوگی تو گھوڑے گائے' بکری وغیرہ یا نباتات سے ہوگی تو زراعت ہے اس طرح سات ہی حاصل ہوئے اس لئے آیت میں سات ہی شہوات بیان کئے گئے ہیں۔ (غرائب القرآن) [3] اس آیت کریمہ میں یہ بتایا جارہا ہے کہ دنیا کی لذات سے اللہ تعالیٰ کا ثواب بہتر ہے اس لئے کہ دنیا کی تمام لذتیں فانی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت اور ازواج بطور ثواب دیئے جائیں گے وہ دائمی ہونگیں۔ اسی لئے آیت میں جنت اور ازواج کے ساتھ خالدین آیا ہے پھر ازواج کو ایک اور صفت سے متصف فرمایا یعنی مطھرۃ وہ عورتیں پاک ہونگیں دنیا کی طرح حیض و نفاس اور دیگر پلیدی سے پاک ہونگیں۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ میں جمیع مطالب ومقاصد مندرج ہیں اس لئے کہ جب عبد اپنے مولیٰ کو راضی کرلے تو پھر عبد کو اعلیٰ منصب کے بارے میں سوچنے کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ اسکا مولیٰ خوش ہوکر نہ صرف اسے اعلیٰ منصب پر فائز کردیتا ہے بلکہ اپنی طرف سے انعام واکرام بھی عطا کرتا رہتا ہے۔ اس لئے رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ جمیع مطالب ومقاصد کیلئے جامع ہے۔ واضح رہے کہ اس آیت کریمہ میں نعمت الٰہی کے تین درجات بیان کئے گئے ہیں ادنی درجہ اور یہ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنی دنیا کی زندگی کے ساز وسامان ہیں۔ اعلیٰ درجہ اور یہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ یعنی اللہ کی رضا ہے اسی لئے سورہ توبہ میں وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ آیا ہے' اوسط درجہ اور یہ اسکی نعمتیں ہیں۔ (غرائب القرآن وبیضاوی)

تفسیر اظہار العرفان

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ

پس بیامرز مارا گناہان مارا ونگہدار مارا از عذاب دوزخ بشکیب کنندگاں، راست گویندگاں

پس تو ہمیں بخش دے ہمارے گناہوں کو اور ہمیں بچا دوزخ کے عذاب سے[1] صبر کرنے والے اور سچ کہنے والے

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ

و فرمابردارندگان و خرچ کنندگاں و آمرزش خواہندگاں در اوقات سحر گواہی داد خدا

اور فرمانبرداری کرنے والے اور خرچ کرنیوالے اور مغفرت طلب کرنیوالے سحر کے اوقات میں[2] اللہ نے گواہی دی

اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ

آنکہ نیست ہیچ معبود مگر او و گواہی دادند فرشتگان وخداوندان دانش بعدل

کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ اور فرشتوں نے اور صاحب علم نے انصاف سے گواہی دی

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

نیست ہیچ معبود مگراو غالب استوار کارست ہرآئنہ دین معتبر نزد خدا اسلام است

نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی غالب حکمت والا ہے[3] بیشک اللہ کے نزدیک معتبر دین اسلام ہے

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

واختلاف نکردند ایں اہل کتاب مگر بعد از آنکہ آمد بایشاں

اور اہل کتاب نے اختلاف نہ کیا مگر بعد اسکے کہ انکے پاس

الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ

دانش از روئے حسد در میاں خویش و ہرکہ کافر باشد بآیتہائے خدا ہرآئنہ خدا زود کنندہ

علم آیا اپنے درمیان حسد کی وجہ سے اور جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرے پس بیشک اللہ اس سے جلد

الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ

حساب است پس اگر مکابرہ کنند باتو اے محمد پس بگو منقاد ساختم روے خودرا برائے خدا

حساب کرنیوالا ہے[4] پس اگر مکابرہ کریں آپ سے اے محمد پس آپ فرما دیجئے کہ میں نے اپنی گردن اللہ کیلئے جھکا دی

[1] اس آیت میں مومنین کی صفات کا بیان ہے یا مطلق عباد کی صفات کا بیان ہے کیونکہ مغفرت کیلئے ایمان کا ہونا ضروری ہے اس لئے پہلے ایمان کا ذکر کیا گیا ہے۔ (بیضاوی)

[2] بندوں کے پانچ اوصاف بیان کئے گئے ہیں اور ہر صفت کو واو عاطفہ کے ذریعے بیان کیا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان میں سے ہر ہر صفت مستقل طور پر قابل تعریف ہے اور استحقاقِ ثواب ہے۔ اَلصّٰبِرِيْنَ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنیوالوں اور اسکی منع کردہ اشیاء کے چھوڑ دینے والوں کو کہتے ہیں۔ ایک شخص حضرت شبلی کے پاس پہنچا اور سوال کیا کہ کونسا صبر اشد ہے آپ نے فرمایا کہ الصبر فی اللہ تعالیٰ یعنی اللہ کی محبت میں صبر کرنا۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا الصبر مع اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے صبر کرنا اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا الصبر للہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کیلئے صبر کرنا اس نے کہا نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ تو ہی بتا کہ کونسا صبر اشد ہے اس نے کہا الصبر عن اللہ تعالیٰ یعنی جن چیزوں کو اللہ نے چھوڑنے کا حکم دیا انہیں چھوڑ دینا بڑا صبر ہے یہ سنکر حضرت شبلی نے خوفِ خدا کی وجہ سے اتنے زور سے چیخ ماری کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی روح نکل جائے گی۔ اَلصّٰدِقِيْنَ یعنی قول و فعل اور نیت و عزم میں سچا ہو ان میں سے کسی کو بھی ادھورا نہ چھوڑتا ہو۔ اَلْقٰنِتِيْنَ یعنی اطاعت پر مواظبت کرتا ہو۔ اَلْمُنْفِقِيْنَ اسے جو میسر آتا ہو اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہو۔ اَلْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ سحری کے وقت مغفرت کی دعا کرتا ہو ویسے مغفرت کی دعا تو دن رات کرتا رہتا ہے لیکن سحر کا ذکر خصوصیت کیساتھ اس لئے فرمایا کہ یہ وقت انتہائی میٹھی نیند کا ہوتا ہے اور یہ اسوقت بھی اسے چھوڑ کر اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہے۔ ان پانچ اوصاف کی ترتیب میں بھی ایک خاص پہلو ہے اور وہ یہ ہے کہ صبر جمیع ادائے تکلیف کا نام ہے اسکے بعد بندہ نوافل کا قصد کرتا ہے پھر جب اسے پورا کر لیتا ہے تو گویا کہ اس نے اپنے ذمہ لئے ہوئے کام کو سچ کر دکھایا اس لئے صادقین میں اسکا شمار ہوگا پھر یکے بعد دیگرے روزانہ اس نفل پر پابندی کریگا تو اسے قانتین کہا جائیگا۔ پھر وہ بندہ اپنے مال اور تضرع سے حضرت قدس کی بارگاہ کی جانب متوجہ ہوگا تو منفقین و مستغفرین ہوگا۔ (غرائب القرآن) [3] شان نزول یہ ہے کہ شام کے پادریوں میں سے دو پادری مدینہ منورہ اس غرض سے آئے کہ آپ سے نبوت کی دلیل طلب کریں۔ جب یہ مدینہ پہنچے تو ان میں سے ایک کہنے لگا کہ شہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی آخر الزماں کا شہر ہے پھر نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر کہنے لگا کہ انکے اندر بھی نبی آخر الزماں کی تمام صفات نظر آرہی ہیں۔ اس نے پوچھا آپ محمد ﷺ ہیں آپ نے فرمایا جی ہاں۔ دوسرے نے پوچھا آپ احمد ہیں آپ نے فرمایا جی ہاں۔ یہ سنکر وہ دونوں کہنے لگے ہم آپ پر ایمان لائیں گے لیکن ہمارا ایک سوال ہے اگر آپ اسے صحیح بتا دینگے تو ہم ایمان لائینگے پھر اس نے پوچھا آپ کی کتاب میں سب سے بڑی گواہی کیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ الخ آیت نازل فرمائی۔ (بیضاوی) [4] دین اسلام وہ ہے جسے نبی کریم ﷺ لیکر آئے۔ یہودیوں نے عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ کر اپنے دین کو سب سے زیادہ پسندیدہ قرار دیا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ قرار دیکر اپنے دین کو پسندیدہ بتایا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے پسندیدہ ہونے کا اعلان واضح الفاظ میں فرمایا۔ (بیضاوی) جاننا چاہیئے کہ اس آیتِ کریمہ میں دین سے مراد اطاعت اور ملت ہے اور اسلام ایمان اور طاعت کے معنی میں ہے۔ ابو العالیہ اور جمہور متکلمین کا یہی مذہب ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان قلب کی معرفت، زبان کے اقرار اور احکام پر عمل کا نام ہے۔ (القرطبی)

وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ

وہر کہ پیروی من کرد منقاد ساخت وبگو باہل کتاب و بنا خواندگاں ایا اسلام آوردید

اور جس نے میری پیروی کی اس نے اپنی گردن جھکائی اور آپ فرما دیجئے اہل کتاب سے اور ان پڑھوں سے کیا تم

فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ

پس اگر اسلام آوردند تحقیق راہ یافتند واگر روئے گردانیدند پس جز ایں نیست کہ لازم برترا پیغام رسانیدن است

سب اسلام لے آئے اگر اسلام لے آئیں تو تحقیق راہ پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو اسکے سوا کچھ نہیں کہ آپ کے ذمے

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝۲۰ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ

وخدا بینا ست بہ بندگان ہرآئنہ آنانکہ کافر شدند بآیات خداو

پیغام پہنچانا ہے اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے[۱] بیشک وہ لوگ جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور

يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ

می کشتند پیغامبران را ناحق و می کشتند آنانرا کہ میفرمایند

نبیوں کو ناحق شہید کرتے ہیں اور انہیں شہید کرتے ہیں جو حکم دیتے ہیں

بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۲۱ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

بعدل از مردمان پس خبردہ ایشانرا بعذاب دردوہندہ ایں گروہ آنانند

انصاف کا لوگوں میں سے پس آپ انہیں خبر دیں دردناک عذاب کے بارے میں[۲] یہ گروہ وہ ہیں

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝۲۲

کہ نابود شد عملہائے ایشاں در دنیا وآخرت ونیست ایشانرا یاری دہندہ

کہ انکے اعمال ضائع ہو گئے دنیا میں اور آخرت میں اور نہیں ہے انکے لئے کوئی مددگار[۳]

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى

آیا ندیدے بسوے آنانکہ دادہ شدند یکپارہ از علم کتاب خواندہ میشوند بسوے

کیا تم نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا بلائے جاتے ہیں

[۱] ابو مسلم کہتے ہیں کہ اس جگہ یہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی طرح مروی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکابرہ کرنے والوں کو آخر میں اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کہہ کر جواب دیا اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ بھی ان مکابرہ کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ میں نے اپنی گردن اللہ کی رضا کیلئے جھکا دی اور میں ابراہیم کے راستے کو پکڑنے والا ہوں اس طرح کے کلام کو چلانے کے دو مقصد ہوتے ہیں۔ پہلا مقصد یہ ہے کہ حجت سے اعراض کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معجزات ظاہر کئے مثلاً قرآن کریم، درخت کو بلانا اور ہرن سے کلام فرمانا وغیرہ وہ سب دیکھ چکے تھے اس کے باوجود آپ سے بحث کرنا چاہتے تھے اس لئے آپ نے ان سے اعراض کرتے ہوئے اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ فرمایا۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ تبلیغ کے باب میں مختصراً کلام کر کے لوگوں کو راہِ راست پر لایا جائے۔ اَسْلَمْتُ مختصراً بہترین حجت ہے کیونکہ پوری قوم اس بات پر متفق تھی کہ صانع کا وجود ضرور ہوتا ہے گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ جس پر متفق ہو میں اسی کیلئے اپنی گردن جھکاتا ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ (غرائب القرآن)

[۲] حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کو عام کرنے والے کا اللہ کے نزدیک اسکا درجہ انبیاء [کے بعد] کا درجہ ہے اسی بناء پر آیت میں انبیاء کے بعد انکا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا جہاد افضل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ا فضل الجهاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَقْتُلُوْنَ تو مستقبل کے حکم میں ہے جبکہ یہ واقعہ ماضی کا ہے اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس زمانے کے لوگ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کو شہید کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکی حفاظت فرمائی۔ اس لئے يَقْتُلُوْنَ فرمایا تاکہ اس پر بھی دلالت کرے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ عذاب میں کون ہوگا آپ نے فرمایا جو نبیوں کو اور امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کرنے والوں کو شہید کرتا ہو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابوعبیدہ بنی اسرائیل نے دن کے اول حصہ میں ۴۳ نبیوں کو شہید کیا پھر ایک سو بیس افراد ایسے تھے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے تھے انھیں بھی شہید کر دیا۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ یعنی انکے نزدیک بھی ان نبیوں کو شہید کرنا ناحق تھا۔ غرائب القرآن) [۳] جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے وعید کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا ہے (۱) تکلیف دینے کے سارے اسباب جمع کر دیئے جائیں اسے عَذَابٌ اَلِيْمٌ یعنی دردناک عذاب کہا گیا ہے اسکی جانب اشارہ اس سے پہلے والی آیت میں یوں ہے فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۲) منافع حاصل کرنے کے تمام اسباب کو زائل کر دینا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ سے بیان فرمایا جو اسی آیت کا ٹکڑا ہے (۳) بے یار و مددگار کر دینا اسے اللہ تعالیٰ نے وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ سے بیان فرمایا ہے گویا کہ ایسے لوگوں کیلئے وعید کی تینوں قسمیں ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ نبیوں اور علمائے دین کا قاتل اللہ کے نزدیک ابغض [سب سے زیادہ ناپسند] ہے اور ایسا شخص دین اسلام کا قاتل ہے۔ (غرائب القرآن)

كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

کتاب خدا تا حکم کند میان ایشاں پس رومیگرداند گروہے از ایشاں اعراض کناں

اللہ کی کتاب کی طرف تا کہ انکے درمیان فیصلہ کرے پھر ان میں سے ایک گروہ منھ پھیرتا ہے اور وہ منھ پھیرنے والے تھے ۱

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ وَّ

ایں بسبب آنست کہ ایشاں گفتند ہر گز نرسد بما آتش دوزخ مگر روزے چند شمردہ شدہ و

یہ اس سبب ہے کہ انھوں نے کہا ہمیں ہر گز نہ پہنچے گی جہنم کی آگ مگر گنتی کے چند روز اور

غَرَّهُمْ فِىْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ

فریفت ایشانرا در دینِ ایشاں آنچہ افترامیکردند پس چگونہ بود حال وقتیکہ جمع کنیم ایشانرا در روزیکہ

دھوکا دیا انھیں انکے دین میں جو وہ سب افترا کرتے تھے ۲ پس کیسا حال ہوگا جب ہم جمع کریں گے انھیں اس دن

لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

ہیچ شک نیست دراں وتمام دادہ شود ہر شخصے را جزائے آنچہ عمل کرد وایشاں ستم کردہ نشوند

جس میں کوئی شک نہیں ہے اور پورا دیا جائے گا ہر شخص کو جو اس نے عمل کیا اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا ۳

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ

بگو بار خدایا اے خداوند پادشاہی میدہی پادشاہی ہر کرا خواہی وباز میگیری

آپ یوں عرض کیجئے کہ اے اللہ اے بادشاہت کے مالک تو عطا فرماتا ہے بادشاہی جسے چاہتا ہے اور واپس لیتا ہے

الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ

پادشاہی از ہرکرا خواہی وارجمند میسازی ہرکرا خواہی و خوار میسازی ہرکرا خواہی بدست تست

بادشاہی جس سے چاہتا ہے اور عزت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ذلت دیتا ہے جسے چاہے تیرے ہی ہاتھ میں

الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ

نیکی ہر آئنہ تو بر ہمہ چیز توانائی در می آری شب را در روز

بھلائی ہے بیشک تو تمام چیزوں پر قادر ہے ۴ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ یہود کے مدارس میں پہنچ گئے اور انھیں اسلام کی دعوت دی نعیم بن عمرو کہنے لگا آپ کونسا دین لیکر آئے ہیں آپ نے فرمایا ملت ابراہیم لیکر آیا ہوں اس نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے آپ نے فرمایا تم یہ بات اپنی توراۃ سے ہمیں دکھاؤ وہ نہ دکھا سکے تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جن لوگوں نے خیبر میں زنا کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے انھیں رجم کا حکم دیا یہود نے اس سے انکار کیا تو اس پر یہ آیت اتری۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ یہود کو ان دلائل کی جانب لائے جو آپ کی نبوت اور رسالت پر دلالت کرتے تھے اور وہ دلائل توراۃ وانجیل میں موجود تھے اس سے ان لوگوں نے انکار کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

۲ اس آیت کریمہ میں انکے اعراض اور ایمان نہ لانے کی وجہ بتائی جارہی ہے وہ سب اپنے ظنِ باطل سے سمجھتے تھے کہ اگر ہم جہنم میں گئے جب بھی اتنے دنوں کیلئے جتنے دن ہمارے باپ دادا نے بچھڑے کی عبادت کی ہے یا ہم چونکہ نبیوں کی اولاد میں سے ہیں اس لئے وہ ہماری شفاعت کر کے جہنم سے نکال لینگے۔ اللہ تعالیٰ نے انکے قول کا رد تین طریقے سے فرمایا (۱) ایام معدودہ تک جہنم میں رہنے کے بارے میں انہیں کہاں سے علم آیا یہ تو انکی من گھڑت باتیں ہیں۔ (۲) بچھڑے کی عبادت کرنا کفر ہے اور کفر دائمی طور پر جہنم میں جانے کا سبب ہے اس لئے چند دنوں کی قید یہ کہاں سے لگاتے ہیں (۳) ایام معدودہ کی قید لگا کر وہ لوگ تکذیب محمد ﷺ کو کمتر سمجھتے تھے اس لئے انکی مذمت کی گئی کہ تکذیب محمد ﷺ کفر ہے اور کافر دائمی طور پر جہنم میں رہے گا۔ (بیضاوی وغرائب القرآن) ۳ مروی ہے کہ قیامت کے روز کافرین کے جھنڈوں میں سے سب سے پہلے یہود کا جھنڈا بلند کیا جائیگا۔ پھر اس پر گواہی قائم کر کے جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن دائمی طور پر جہنم میں نہیں رہیگا کیونکہ ایمان خلود فی النار [جہنم میں ہمیشہ رہنے] کے منافی ہے (بیضاوی) ۴ اللھم میں میم یا حرف ندا کے عوض میں ہے اور یہ اس اسم کے خصائل میں سے ہے اسکا معنی ہے اے اللہ۔ بعض نے کہا اللھم اصل میں یَا اَللّٰهُ اٰمِنَّا بِخَيْرٍ تھا تخفیف کیلئے حذف کر کے اللھم کر دیا گیا۔ حضرت عمرو بن عون فرماتے ہیں کہ عام الخندق میں نبی کریم ﷺ نے خندق کھدائی کا حکم دیا تو جب چالیس ذراع کھدائی ہوگئی تو اس میں سے ایک پتھر نکلا جس پر پھاوڑا کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اسکے بارے میں نبی کریم ﷺ کو خبر دی آپ نے اسے ملاحظہ فرمایا پھر اس پر ایک ضرب لگائی تو اس میں سے چیخ اور روشنی نکلی جس سے آپ نے مقام حیرہ کے محلات ملاحظہ فرمالئے دوسری ضرب میں بھی یہی کیفیت رہی جس سے آپ نے ارض روم کے قصور رحمر کو ملاحظہ فرمالیا تیسری ضرب میں بھی یہی کیفیت رہی جس سے آپ نے قصور صنعاء ملاحظہ فرمالیا پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ جبرائیل نے مجھے خبر دی ہے کہ آپکی امت ان سب علاقے میں پھیل جائیگی یہ سنکر منافقین تعجب کرنے لگے اس پر یہ آیت اتری۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا تو اللہ کے رسول ﷺ کو روم کی فتح کی خوشخبری دی گئی تو منافقوں نے کہا کہ محمد ﷺ ملک فارس وروم جیسے زبردست ملک کو کیسے فتح کرینگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتادیا گیا کہ یہ بادشاہت اللہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اس لئے تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ

و در می آری روز را در شب و بیروں می آری زندہ را از مردہ وبیروں می آری مردہ را

اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو مردہ کو زندہ سے

مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ

از زندہ و روزی میدہی ہر کرا خواہی بے شمار باید کہ نہ گیرند مسلمانان

نکالتا ہے اور جسے چاہے بے شما روزی دیتا ہے ۱ چاہیئے کہ نہ بنائیں مسلمان

الْكٰفِرِينَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

کافرانرا دوست بجز اہل ایمان و ہرکہ ایں کند

کافروں کو دوست اہل ایمان کے سوا اور جو کوئی ایسا کرے

فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ

پس نیست از خدا در چیزی مگر آنکہ دفع شر از ایشاں کنید بنوعے از حذر کردن و میترساند شما را

تو نہیں ہے اس سے اللہ کو کچھ سروکار مگر ان سے شر دور کرنے کیلیے ایسا کرے اور ڈراتا ہے تمہیں

اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ﴿۲۸﴾ قُلْ اِنْ تُخْفُوا مَا فِي صُدُورِكُمْ

خدا از خود وبسوئے خدا باز گشت است بگو اگر پنہاں کنید آنچہ در سینہائے شما است

اللہ اپنے (غضب) سے اور اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے ۲ آپ فرمادیجئے اگر تم پوشیدہ رکھو جو تمہارے سینے میں ہے

اَوْ تُبْدُوهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

یا آشکارا کنیدش میداند آنرا خدا ومیداند آنچہ درآسمانہاست وآنچہ درزمین است

یا اسے ظاہر کرو اللہ اسے جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

وخدا برہمہ چیز تواناست آنروز کہ حاضر یابد ہر کس آنچہ عمل کرداست

اور اللہ تمام چیزوں پر قادر ہے ۳ جس دن کے حاضر پائیگا ہر شخص جو عمل اس نے کیا ہے

تفسیر اظہار العرفان

۱ اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت بیان فرمارہا ہے قدرت کے باب میں چار چیزوں کو بیان کیا' رات' دن' موت اور حیات ان چار کو پچھلی چار چیزوں پر دلیل کے طور پر پیش فرمایا یعنی ذلت' عزت' اعطائے ملک اور نزع ملک تا کہ معلوم ہو جائے کہ جو رب اس پر قادر ہے وہ پچھلی چار پر بھی قادر ہے۔ یولج' ایلاج سے مضارع کا صیغہ ہے جسکا معنی داخل کرنے کے ہے لیکن اس جگہ اس سے مراد دن اور رات کا گھٹنا اور بڑھنا ہے کیونکہ جب دن چھوٹا ہوتا ہے تو اسکا حصہ رات میں داخل ہو جاتا ہے اور جب دن بڑا ہوتا ہے تو رات کا حصہ دن میں داخل ہو جاتا ہے یہی یہاں مراد ہے۔ زندہ سے مردہ نکالنے اور مردہ سے زندہ نکالنے کے چند مفہوم ہیں (الف) کافر سے مومن نکالنا (ب) جو مردہ ہو یعنی کافر ہو اسے زندہ کرنا یعنی ہدایت دینا (ج) خبیث سے طیب نکالنا (د) نطفہ سے حیوان بنانا یا انڈے سے پرندہ نکالنا (ھ) دانے سے سنبلہ [بالیاں] نکالنا۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حجاج بن عمرو' ابن ابی الحقیق اور قیس بن زید یہ خفیہ طور پر یہود سے ملتے تھے حضرت رفاعہ بن منذر' عبداللہ بن جبیر اور سعد بن خیثمہ نے انھیں تنبیہ کی کہ یہود سے نہ ملا کرو تو ان لوگوں نے انکار کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت ﷜ جو کہ بدری صحابہ میں سے تھے اور یہود انکے حلیف میں سے تھے جب نبی کریم ﷺ احزاب کے دن نکلے تو حضرت عبادہ ﷜ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہود میں سے ۵۰۰ سو میرے حلیف ہیں وہ اگر آپ کے ساتھ مجھے دیکھیں گے تو دشمن ہو جائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ عبداللہ بن ابی اور اسکے ساتھی یہود و مشرکین سے دوستی رکھتے تھے اور انہیں مسلمانوں کے بارے بتایا کرتے تھے تا کہ نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرلیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مومنین کو ان منافقوں کی مثل کرنے سے روک دیا گیا۔ واضح رہے کہ مومن کا کافر سے موالات کرنے میں تین احتمالات رکھتے ہیں (۱) اسکے کفر سے راضی ہو اور یہ قاعدہ ہے اَلرِّضَا بِالْكُفْرِ كُفْرٌ یعنی کفر سے رضا کفر ہے (۲) کافرین کے معاشرہ جمیلہ کو دیکھکر ایسا کرنا اور یہ دنیا میں کافرین کیلیے غیر ممنوع ہے (۳) کافرین سے معونت لینے کیلیے اور یہ کافرین سے ممکن نہیں ہے۔ (غرائب القرآن) حضرت معاذ بن جبل اور حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ تقیہ ابتدائے اسلام میں تھا اس لئے کہ اسوقت مسلمان کمزور تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو قوت بخشی اس لئے دشمن سے تقیہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے [بلکہ آج تو ہمیں دشمن کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کرنا چاہیئے] بعض نے کہا کہ یہ آیت حضرت عمار بن یاسر ﷜ کے بارے میں اسوقت نازل ہوئی جب مشرکین نے ان سے کلمۂ کفر کہلوانے کا ارادہ کیا۔ (القرطبی) ۳ یعنی جو ولایت کفار سے متعلق تم چھپاتے ہو یا اور کوئی بات جسے تم چھپاتے ہو اللہ اسے بھی جانتا ہے پھر دوبارہ تحذیر کیلیے فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ جانتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ یعنی اگر کافروں کی موالات سے تم باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ تم سب کو عذاب دینے پر قدرت رکھتا ہے گویا کہ یہ آیت وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ کا بیان ہے جو کہ پہلے گذر چکی ہے معنی یہ ہوگا کہ اللہ تمہیں اپنے غضب سے اس لئے ڈراتا ہے کہ اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے ہر چیز اسکی معلومات کے احاطہ میں ہے لہذا تم عصیان اور گناہ کے کاموں میں جرأت نہ کرو۔ ورنہ عذاب سے بچ نہ سکو گے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ

از نیکی و آنچہ کردہ است از بدی دوست دارد کہ کاش بودے درمیان وے و دوست

بھلائی میں سے اور جو کچھ کیا ہے برائی میں سے۔ چاہے گا کہ کاش دوری ہوتی اسکے درمیان اور

بَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ

درمیان آن بدی مسافتے دور و می ترساند شمارا خدا از خود وخدا بسیار مہربان است

اس برائی کے درمیان دوری کی مسافت اور ڈراتا ہے اللہ تمہیں اپنے (غضب) سے اور اللہ بہت مہربان ہے

بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ

بہ بندگان بگو اگر دوست دارید خدا را پس پیروی من کنید تا دوست دارد شمارا

بندوں پر ۔ ۱ آپ فرما دیجئے کہ اگر تم دوست رکھتے ہو اللہ کو تو میری پیروی کرو تا کہ دوست رکھے تمہیں

اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ اَطِيْعُوا

خدا و بیامرزد شمارا گناہان شما و خدا آمرزندہ مہربان است بگو فرمانبردارید

اللہ اور تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو معاف کردے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۲ آپ فرمادیجئے کہ فرمانبرداری کرو

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

خدا را وپیغمبر را پس اگر روگردانیدند پس ہر آئنہ خدا دوست نمیدارد کافرانرا

اللہ کی اور پیغمبر کی پس اگر انہوں نے منہ پھیرا تو بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا کافروں کو ۳

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓي اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَي

ہرآئنہ خدا برگزید آدم را و نوح را و کساں ابراہیم را و کساں عمران را بر

بیشک اللہ نے چن لیا آدم کو اور نوح کو اور ال ابراہیم کو اور ال عمران کو

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾

عالمہا ایں جماعت نسلی بودند بعض آں پیداشدہ از بعضے وخدا شنوای داناست

سارے عالم پر ۴ یہ جماعت ایک نسل ہے کہ انکا بعض، بعض سے پیدا ہوا اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۵

۱ یعنی ہر شخص اپنے اعمال کو پا لیگا۔ برے اعمال کرنے والے اس روز حسرت کریں گے کہ کاش اس برے اعمال اور ہمارے درمیان مشرق ومغرب کا فرق ہوتا۔ الامد ایسی غایت کو کہتے ہیں جسکی طرف انتہا ہو جائے خواہ مکان کے اعتبار سے ہو یا زمان کے اعتبار سے ہو۔ (غرائب القرآن)

۲ حضرت حسن اور ابن جریج فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کچھ لوگ دعوی کرتے تھے کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قریش مسجد حرام میں بتوں کو نصب کر کے اسے مزین کرنے لگے یہ دیکھ کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے اہل قریش! تم لوگ ملت ابراہیم کی مخالفت کر رہے ہو، یہ سنکر اہل قریش کہنے لگے کہ ہم انکی عبادت اللہ کی محبت کیلئے کرتے ہیں اور اس لئے تا کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ کلبی کی روایت ہے کہ یہودیوں نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اسکے محبوب ہیں اس پر یہ آیت اتری۔ بعض نے کہا کہ نجران کے وفد نے کہا کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت اس لئے کرتے ہیں تا کہ اللہ کی محبت حاصل ہو جائے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ الحاصل ان تمام شان نزول کا مقصد یہ ہے کہ تم بغیر اطاعتِ رسول ﷺ کے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوی نہیں کر سکتے۔ (غرائب القرآن) محبت نفس کا کسی شے کی جانب اسکے کمال کی وجہ سے مائل ہونا ہے۔ بندہ کو جب معلوم ہو گیا کہ کمالِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے اس لئے بندہ اللہ کی محبت میں کوشش کرنے لگا۔ اسی وجہ سے محبت کی تفسیر یہاں ارادۂ اطاعت سے کی گئی ہے (بیضاوی) نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں غذا دیتا ہے اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت حاصل کرنے کیلئے اور میری آل سے محبت کرو میری محبت کے حصول کیلئے (مشکوۃ) ۳ مروی ہے کہ جب آیت قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ الخ نازل ہوئی تو عبداللہ بن ابی کہنے لگا کہ محمد ﷺ نے اپنی اطاعت کو اللہ کی اطاعت کی طرح کر دیا ہے اور ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم ان سے ایسی ہی محبت کریں جیسی محبت نصاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کرتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کا خاص مقصد یہ ہے کہ منافقین کسی طرح بھی اہل ایمان کو اطاعتِ رسول ﷺ سے ہٹا نہ سکیں۔ (غرائب القرآن) ۴ یعنی رسالت اور خصائصِ روحانیہ اور جسمانیہ سے خاص کیا۔ حلیمی نے کتاب المنہاج میں ذکر کیا ہے کہ قوائے جسمانیہ اور روحانیہ [جسمانی اور روحانی طاقتیں] دونوں اعتبار سے عام لوگ انکے برابر نہیں ہو سکتے۔ قوائے جسمانیہ مدرکہ ہوگی یا محرکہ اگر مدرکہ ہوگی تو حواس ظاہرہ [آنکھ، ناک، زبان، کان اور چھونے کی طاقت] ہوگی یا باطنہ [عقل کی طاقت، ان دونوں میں عام انسان اور نبیوں کی طاقت وقوت میں بڑا فرق ہوتا ہے جیسے] حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ زمین میرے لئے لپیٹ دی گئی میں مشارق اور مغارب کو یک دم دیکھ سکتا ہوں۔ اسی طرح آپ کا فرمانا کہ تم اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو اس لئے کہ میں جس طرح آگے دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہوں ان جیسے واقعات حواس ظاہرہ پر دلالت کرتے ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو ملائکہ پر فضیلت حاصل ہے۔ آل ابراہیم میں حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق علیہما السلام اور انکی اولاد شامل ہیں اور انہیں کی اولاد میں حضرت محمد ﷺ بھی ہیں۔ آل عمران میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام شامل ہیں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا شامل ہیں۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

إِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ

آنگاه که گفت زن عمران اے پروردگار من هر آئنه نیاز تو کردم آنچه در

جسوقت عمران کی عورت نے عرض کی اے میرے پروردگار! بیشک میں نے تیرے لئے نذر مانی جو کچھ

بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا

شکم من است آزاد کرده پس قبول کن از من هر آئنه توئی شنوای داناست پس چوں

میرے شکم میں ہے آزاد کیا ہوا پس تو قبول فرما میری طرف سے بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے! پس جب

وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

بزاد دختر را گفت اے پروردگار من هر آئنه زادم ایں دختر را وخدا داناست

لڑکی جنی تو عرض کی اے میرے رب بیشک میں نے لڑکی جنی اور اللہ جاننے والا ہے

بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ

بآنچه وی بزاد و نیست فرزند مانند دختر و هرآئنه من نام کرد آنرا مریم

جو کچھ اس نے جنی اور نہیں ہے لڑکا لڑکی کی مانند اور بیشک میں نے اسکا نام مریم رکھا

وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا

وهر آئنه من در پناه تو میکنم او و نسل اورا از شیطان ملعون پس قبول کرد مریم را

اور بیشک میں اسے اور اسکی نسل کو شیطان ملعون سے تیری پناہ میں دیتی ہوں ۲ پس قبول فرمایا مریم کو

رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ؕ

پروردگار او بقبول نیک وبالیده ساخت اورا بالیدن نیک وخبر گیر بروی ساخت زکریا را

اسکے رب نے بہترین قبول کے ساتھ اور بڑھایا اسے بہترین بڑھانے کے ساتھ اور اسکا کفیل بنایا زکریا کو

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ

هرگاه داخل شدے بر مریم زکریا در مسجد یافتے نزدیک او روزی را گفت

جب بھی داخل ہوتے زکریا مسجد میں تو ان کے پاس روزی پاتے ۳ کہا

۱ یہاں سے مریم کی اولاد حنہ زوجہ عمران بن ماثان کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت حنہ بانجھ تھیں بڑھاپے تک انکی کوئی اولاد نہ تھی۔ ایک دن درخت کے نیچے بیٹھی تھیں کہ دیکھا ایک پرندہ اپنے بچے کو کچھ کھلا رہا ہے یہ دیکھ کر آپ کے دل میں خیال آیا کہ کاش میرا بچہ بھی ہوتا پھر آپ نے نذر مان لی کہ اے اللہ تو مجھے جو بھی عطا کریگا میں اسے خالص تیری عبادت کیلئے چھوڑ دونگی اور اسے بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کر دونگی۔ اسکے بعد حضرت حنہ حاملہ ہوگئیں کچھ ہی دنوں کے بعد آپکے شوہر عمران کا انتقال ہوگیا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ آپ نے یہ سب اللہ تعالیٰ کے الہام پر کیا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے اللہ تعالیٰ کے الہام پر آپکو دریا میں ڈالا۔ حضرت شعبی کہتے ہیں کہ محررا کا مفہوم یہ ہے کہ اسے تیری عبادت کیلئے خاص کر دیا گیا ہے۔ (غرائب القرآن)

۲ حضرت حنہ تعجب اور حیرت سے کہنے لگیں یا اللہ میں نے لڑکی جنی وہ تیرے گھر کی خدمت کیسے کریگی۔ انکا یہ کہنا اس لئے تھا کہ انکی شریعت میں بیت المقدس کی خدمت عورت نہیں کر سکتی تھی۔ اس لئے کہ عورت کی خدمت میں دوام نہیں ہے عوارض نسواں کے وقت خدمت سے معذور ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ اسکی خدمت پر لوگوں کی جانب سے تہمت بھی عائد ہو سکتی تھی۔ وَلَیْسَ الذَّكَرُ یعنی جس لڑکے کو تم نے طلب کیا تھا اس لڑکے سے بہتر میری عطا کردہ یہ لڑکی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسکے کوکھ میں ہاتھ مارتا ہے جس سے بچہ رو پڑتا ہے۔ سوائے مریم اور اسکے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے۔ واضح رہے کہ شیطان کا یہ عمل اس لئے ہوتا ہے تاکہ وہ دنیا میں آنے والے کو اغواء کرے اور ہاتھ مار کر ابتداً اپنا اثر اس بچے میں ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے محفوظ رکھا۔ (غرائب القرآن و بیضاوی) ۳ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت حنہ کی نذر قبول کرتے ہوئے لڑکا کی جگہ اس لڑکی کو قبول فرمالیا۔ مروی ہے کہ حضرت حنہ نے حضرت مریم کی ولادت کے بعد انہیں ایک کپڑے میں لپیٹا اور لیکر بیت المقدس پہنچ گئیں اور وہاں رہنے والے راہبوں سے کہا کہ میری اس لڑکی کو اس گھر کی خدمت کیلئے قبول فرمالیں۔ وہاں کے راہب اس بچی کو لینے کیلئے ٹوٹ پڑے انہیں میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی تھے آپ نے فرمایا کہ میں اس بچی کی پرورش کا زیادہ حقدار ہوں اس لئے کہ اس بچی کی خالہ میرے گھر میں ہے۔ آخر میں قرعہ اندازی پر بات آکر رکی۔ چنانچہ ۲۷ راہبوں کے نام کی قرعہ اندازی کی گئی جس میں سے حضرت زکریا علیہ السلام کا نام نکل آیا اس طرح انکی پرورش آپکے سپرد کر دی گئی۔ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّا یعنی حضرت زکریا علیہ السلام نے انکی کفالت کی۔ یہ نسبت انکی طرف مجازی ہے ورنہ کفالت کرنے والا اللہ ہے۔ مروی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب حضرت مریم کے پاس سے کہیں باہر جاتے تو سات دروازوں میں تالے لگا کر جاتے جب واپس آتے تو بے موسم پھل وہاں موجود پاتے یعنی گرمی کے دنوں میں سردی کا پھل اور سردی کے دنوں میں گرمی کا پھل' یہاں محراب بول کر پوری مسجد مراد ہے یا مسجد کا ایک حصہ جہاں امام کھڑا ہوتا ہے اسے محراب اس لئے کہتے ہیں کہ یہاں سے محاربۂ شیطان یعنی شیطان سے لڑائی ہوتی ہے۔ (بیضاوی) یہ آیت کریمہ دلالت کر رہی ہے کہ اولاد کی خواہش کرنا مرسلین اور صدیقین کی سنت ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنے خادم انس کیلئے دعا فرمادیں' آپ نے دعا فرمائی "اے اللہ انس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور جو تو انہیں عطا کرے اس میں برکت دے" ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ "اے اللہ ابو سلمہ کی مغفرت فرما اور قبر میں ان کے درجہ کو بلند فرما اور اس کے پیچھے اسکا نائب بنا یعنی اولاد عطا کر"۔ (القرطبی)

يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ

اے مریم از کجا ست ترا ایں روزی گفت او از نزد خدا است ہرآئنہ خدا میدہد روزی

اے مریم! یہ رزق تیرے پاس کہاں سے آیا ہے بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بیشک اللہ روزی دیتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ

ہر کرا خواہد بے شمار آنوقت طلب کرد زکریا از پروردگار خودگفت اے پروردگار من

جسے چاہے بے شمار [۱] اسوقت زکریا نے دعا کی اپنے رب سے عرض کی اے میرے رب

هَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾

عطا کن مرا از نزدیک خود نسل پاک ہرآئنہ تو شنوای دعای

مجھ کو عطا فرما اپنی طرف سے پاک اولاد بیشک تو دعا کا سننے والا ہے [۲]

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّىْ فِى الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ

پس ندا کردند اورا ملایکہ و وی ایستادہ بود نماز میگذارد در عبادت گاہ کہ خدا بشارت میدھد ترا

پس انھیں فرشتوں نے ندا کی اس حال میں کہ وہ نماز ادا کرنے کیلئے کھڑے تھے عبادت گاہ میں کہ اللہ تمہیں بشارت دیتا ہے

بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا ۢ بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا

بہ یحیٰی باشد باور دارندہ فیضِ خدا و سردار وبے رغبت بزنان وپیغمبری

یحیٰی کی جو تصدیق کرنے والا ہوگا اللہ کے ایک کلمہ (عیسیٰ) کی اور سردار اور عورتوں سے بے رغبت والا اور پیغمبر

مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِىَ

از نیکوکاران گفت اے پروردگار من چگونہ پیدا شد براے من فرزند ورسید مرا

نیکوکار میں سے [۳] عرض کی اے میرے رب کیسے پیدا ہوگا میرے لئے لڑکا حالانکہ مجھے پہنچا

الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ

کلاں سالی وزن من نازائیدہ است گفت ہمچنیں خدا میکند آنچہ میخواہد گفت

بوڑھاپا اور میری عورت بانجھ ہے کہا اللہ اسی طرح کرتا ہے جو چاہتا ہے [۴] عرض کی

[۱] یعنی تعجب سے حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ سوال کیا۔ مروی ہے کہ قحط کے زمانے میں اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس دو روٹی اور کچھ گوشت تحفہ میں بھیجا پھر آپ بھی تشریف لائے اور فرمایا بیٹی وہ روٹی اور گوشت کہاں ہے لاؤ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے ایک طبق میں رکھ کر پیش کیا جب آپ نے اوپر سے کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ پورا طبق روٹی اور گوشت سے بھرا پڑا ہے یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا اَنّٰى لَكِ هٰذَا یعنی یہ کہاں سے آیا ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ یعنی یہ اللہ کی طرف سے ہے وہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق عطا فرماتا ہے یہ سنکر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اللہ نے تمہیں بنی اسرائیل کی نساء سے مشابہ بنایا پھر آپ نے حضرت علی، حسن، حسین اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو اس کھانے پر مدعو فرمایا اسکے بعد بھی کھانا بچ گیا تو آپ نے ہمسایہ کو بھجوا دیا۔ اس قسم کے واقعات غیر نبی کے حق میں کرامت ہیں اور نبی کے حق میں معجزہ۔ (غرائب القرآن)

[۲] هُنَالِكَ یعنی اس جگہ یا اسوقت۔ جمہور علمائے محققین فرماتے ہیں کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے خلاف عادت واقعہ کو ملاحظہ فرمایا تو انہیں بھی شوق پیدا ہوا تو [حالانکہ اس بڑھاپے میں جبکہ عام طور پر اولاد نہیں ہوتی ہے] اللہ سے اولاد کیلئے دعا کر دی۔ اسکا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک کرتے تھے بلکہ آپ وقت اور محل کے انتظار میں تھے۔ جیسے ہی وہ وقت اور محل آیا آپ نے دعا کر دی۔ (غرائب القرآن) [۳] یہ ندا کرنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰی علیہ السلام کے چار اوصاف بیان کئے۔ (۱) مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ یعنی اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی تصدیق کرنے والے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہاں کلمہ سے مراد کتاب اللہ ہے جبکہ جمہور مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، حضرت سدی کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت یحیٰی علیہ السلام کی والدہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے ملاقات ہوئی اسوقت دونوں حمل سے تھیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے حضرت مریم سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں حمل سے ہوں حضرت مریم نے فرمایا میں بھی حمل سے ہوں۔ ام یحیٰی نے کہا کہ میرے پیٹ میں جو ہے وہ تمہارے والے کو سجدہ کرتا ہے یہی اس قول مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ کا مطلب ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عمر میں چھ ماہ بڑے تھے آپکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھانے سے پہلے شہید کر دیا گیا (۲) سَيِّدًا۔ سید اسے کہتے ہیں جو اپنی قوم میں بلند درجہ رکھتا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سید، حلیم کو کہتے ہیں۔ حضرت ابن مسیب فرماتے ہیں کہ سید فقیہہ عالم کو کہتے ہیں (۳) حَصُوْرًا۔ محققین کے نزدیک یہ فعول کے وزن پر ہے اور اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ حصورا اسے کہتے ہیں جو عورتوں کے پاس عفت وزہد کی وجہ سے نہ آئے (۴) نَبِيًّا۔ یعنی آپ اللہ کے نبی بھی ہیں۔ (غرائب القرآن) [۴] یعنی یہ جملہ تعجب کے طور پر ہے کیونکہ اسوقت آپکی عمر ۹۹ سال تھی اور آپکی زوجہ کی عمر ۹۸ سال تھی۔ عاقر، عقر سے ماخوذ ہے اور عقر قطع کو کہتے ہیں چونکہ عورت بھی اولاد سے منقطع رہتی ہے اس لئے عورت کو عاقر کہتے ہیں۔ (بیضاوی)

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ

اے پروردگارِ من معین کن برائے من نشانی گفت نشانے تو آنست کہ سخن نتوانی گفت با مردمان سہ

اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی معین کر دے فرمایا تیرے لئے نشانی یہ ہے کہ تو گفتگو نہیں کر سکے گا تین

اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

روز مگر باشارت و یاد کن پروردگار خود بسیار و تسبیح بگو بشام و صبح

روز تک مگر اشارہ سے اور اپنے رب کو خوب یاد کرو اور صبح و شام تسبیح بیان کرو ۱

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ

و آنگاہ کہ گفتند فرشتگان اے مریم ہر آئنہ خدا برگزید ترا و پاک ساخت ترا

اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بیشک اللہ نے تمہیں برگزیدہ کیا اور تمہیں پاک کیا

وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَ

و برگزید ترا بر زناں عالمہا اے مریم فرمانبرداری کن پروردگار خود را و

اور تمہیں برگزیدہ کیا عالمین کی عورتوں پر ۲ اے مریم! فرمانبرداری کرو اپنے رب کی اور

اسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ

نماز کن بانماز کنندگان ایں از خبرہائے غیب است وحی کردیم آنرا

نماز ادا کرو نماز ادا کرنے والوں کے ساتھ ۳ یہ غیب کی خبریں ہیں ہم وحی کرتے ہیں اسے

اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ

بسوئے تو و تو نبودی نزد آنقوم چوں می انداختند قلمہائے خویش را تا کہ اکس از ایشاں خبر گیر مریم شود

آپکی جانب اور آپ نہ تھے اس قوم کے پاس جب ڈالتے تھے اپنے قلموں کو کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کریگا

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ

و نبودی نزدیک ایشاں آنگاہ کہ باہم گفتگوی می کردند آنگاہ کہ گفتند فرشتگان اے مریم

اور اسوقت کہ جب یہ باہم گفتگو کرتے تھے ۴ جب فرشتوں نے کہا اے مریم

۱ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ تین راتوں تک آپ کلام نہ فرما سکے لیکن اس دوران زبان سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر لیتے تھے تاکہ آپ اس مدت میں زیادہ سے زیادہ تسبیح و تہلیل میں مصروف رہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار ہوتا ہے کہ زبان صحیح ہونے کے باوجود جب تک زبان کو اللہ تعالیٰ قوت گویائی عطا نہ فرمائے اسوقت تک انسان کلام نہیں کرسکتا ہے۔ اِلَّا رَمْزًا سے ہاتھ کے اشارے سے کلام مراد ہے یا سر کے اشارے سے یا ہونٹ کی حرکت سے۔ اِبْکَارِ طلوع فجر سے وقت چاشت تک کو کہتے ہیں۔ (غرائب القرآن)

۲ یہاں سے تیسرا قصہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کا بیان ہو رہا ہے۔ ملائکہ سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں واضح رہے کہ حضرت مریم انبیاء میں سے نہ تھیں کیونکہ قرآن کریم میں واضح الفاظ میں موجود ہے وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ یعنی ہم نے آپ سے پہلے مردوں کو بھیجا انکی طرف وحی کی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا انکے پاس آنا کرامت کی وجہ سے ہے یا حضرت زکریا علیہ السلام کا معجزہ ہے اس آیت میں دو مرتبہ اصطفک کا لفظ آیا ہے پہلی جگہ اصطفا سے مراد اول عمر میں ہے مثلاً عورت ہونے کے باوجود بیت المقدس کی خدمت کیلئے قبول کر لینا' حضرت زکریا علیہ السلام کے زیر کفالت رہنا' اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق کا آنا' عبادت کیلئے آپکو فارغ کر دینا اور ملائکہ کا کلام سنانا وغیرہ۔ دوسری جگہ اصطفا سے مراد آخر عمر میں اصطفا فرمانا ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے فرمانا پھر انکی براءت فرمانا. تطہیر سے مراد کفر اور معصیت سے پاک ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اہل بیت کے حق میں وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا فرمایا۔ اور مرد کے چھونے' حیض اور نفاس سے پاک ہونا مراد ہے۔ نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ سے اس زمانے کی عورتیں مراد ہیں اسکی تفسیر سورہ بقرۃ کی آیت فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ میں گذر چکی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عالمین کی عورتیں چار عورتوں سے مکمل ہوئیں یعنی مریم' آسیہ جو کہ فرعون کی بیوی تھی' خدیجہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ (غرائب القرآن) ۳ اُقْنُتِیْ میں عبادت کا حکم بالعموم ہے اور وَاسْجُدِیْ میں نماز کا حکم ہے یہاں سجدہ بول کر پوری نماز مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو دو سجدے کر لیا کرو یعنی دو رکعت نماز پڑھ لیا کرو اور اس لئے بھی کہ اشرف الارکان ہے' نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ سجدے کی حالت میں اللہ سے زیادہ قریب ہوتا ہے وَارْکَعِیْ سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ بعض نے کہا کہ وَارْکَعِیْ سے مراد خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھنا ہے۔ رکوع سے سجدہ کو مقدم یا تو اس لئے فرمایا کہ انکی شریعت میں ایسا ہی تھا یا تنبیہ کیلئے کہ واؤ ترتیب کیلئے نہیں ہے بلکہ مطلق جمع کیلئے ہے۔ مروی ہے کہ اسکے بعد حضرت مریم نماز میں اس قدر طویل قیام فرماتیں کہ آپکے قدم مبارک متورم ہو جاتے اور پھٹ کر کبھی خون آتا پھر بھی عبادت کے اختتام پر آپ عرض کرتیں کہ الٰہی مجھے معاف فرما کہ میں تیری عبادت عام عورتوں کی طرح نہیں کرسکی۔ (غرائب القرآن و بیضاوی) ۴ یعنی حضرت حنہ' حضرت زکریا' حضرت یحییٰ اور حضرت مریم کے واقعات اخبار غیب سے ہیں۔ مروی ہے کہ جب وہ لوگ حضرت مریم کی کفالت کرنے کیلئے ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ تو ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ہم سب اپنا اپنا قلم پانی میں ڈالتے ہیں جسکا قلم مخالف سمت جائیگا وہی کفالت کا حقدار ہوگا چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم مخالف سمت جانے لگا تو حضرت مریم کی کفالت آپکے سپرد کر دی گئی۔ اقلام سے مراد پیالے ہیں یا قلم جس سے وہ لوگ لکھتے تھے یا ان کے عصا۔ (غرائب القرآن)

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

ہرآئنہ خدا بشارت میدہد ترا بسخنے از جانب خود کہ نام او مسیح عیسیٰ پسر مریم است

بیشک اللہ تجھے بشارے دیتا ہے ایک کلمہ کی اپنی طرف سے جسکا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ

باآبرو در دنیا و آخرت و از نزدیک کردگان حضرت و سخن گوید بامردماں

دنیا اور آخرت میں وجیہہ اور حضرت اقدس کے قریب والوں میں سے ۱ اور کلام کریگا لوگوں سے

فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ

در گہوارہ و وقت مستمری وباشد از شایستگان گفت اے خدائے من چگونہ شود مرا

جھولے میں اور پکی عمر میں اور وہ صالحین میں سے ہونگے ۲ عرض کی اے میرے رب کیسے ہوگا میرے لئے

لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۖ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۖ

فرزند ودست نرسانیداست بمن ہیچ آدمی فرمود ہمچنیں خدا پیدا میکند ہرچہ میخواہد

فرزند حالانکہ نہ چھوا مجھے کسی بشر نے فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے

اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ

چوں سرانجام میکند کارے پس جزایں نیست کہ میگوید اورا کہ بشو پس میشود و کہ بیاموزد اورا کتاب

جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسکے سوا کچھ نہیں کہ کہتا ہے اس سے ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے ۳ اور اسے کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ

ودانش وتوریت وانجیل وگرداند اورا پیغمبر بسوے بنی اسرائیل

اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائیگا ۴ اور وہ رسول ہوگا بنی اسرائیل کی جانب اس دعوی کیساتھ کہ میں تمہارے پاس

اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ

بایں دعوی کہ آمدہ ام پیش شما بانشانہ از پروردگار شما ہرآئنہ من میسازم برائے شما از گل مانند شکل

لیکر آیا ہوں تمہارے رب کی طرف سے نشانی۔ بیشک میں بناتا ہوں تمہارے لئے مٹی سے مثل شکل ۵

۱ جاننا چاہیئے کہ بغیر نطفہ کے پیدا فرمانا امر ممکن ہے کیونکہ بہت سارے جانور ہمارے مشاہدے میں بھی ہیں جو بغیر نطفہ کے پیدا ہوتے ہیں مثلاً چوہا کا مٹی کے کیچڑ سے پیدا ہونا وغیرہ۔ اَلْمَسِيْحُ: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے جیسے صدیق فاروق وغیرہ۔ اسکی اصل مشیح عبرانی زبان میں ہے۔ اسکا معنی مبارک ہے۔ وَجَعَلَنِيْ مُبَارَكًا اَيْنَمَا كُنْتُ یعنی جہاں کہیں میں رہوں اللہ نے مجھے مبارک بنایا ہے۔ عیسیٰ العیس سے مشتق ہے بمعنی بیاض یعنی سفیدی جو سرخی کے بعد ظاہر ہو۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ آپکو مسیح اس لئے کہا جاتا ہے کہ بیمار کو چھو کر شفایاب فرمایا کرتے تھے۔ احمد بن یحیٰ فرماتے ہیں کہ آپکو مسیح اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ ہمیشہ زمین پر سیاحت کیا کرتے تھے۔ بعض نے کہا کہ گناہ اور بتوں سے بچے رہنے کی وجہ سے آپکو مسیح کہا جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پر کے مسح کی وجہ سے آپ پیدا ہوئے اس لئے مسیح کہا جاتا ہے۔ كَهْلٌ: ۳۳ سال کی عمر کو کہتے ہیں اسی عمر میں آپکو آسمان پر اٹھایا گیا۔ (غرائب القرآن)

۲ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ ماجدہ کی طہارت کیلئے مہد میں کلام کرکے گواہی دی اور حالت کہل میں بھی کلام فرماتے رہے یعنی مہد کے کلام میں اور حالت کہل کے کلام میں فصاحت کے اعتبار سے کوئی فرق نہ تھا۔ اس لئے ان دو حالت کے کلام کو بطور معجزہ پیش کیا گیا۔ (غرائب القرآن)

۳ حضرت مریم کا یہ کہنا تعجب کی بناء پر ہے یا عادتاً ایسا نہ ہونے کی بناء پر ہے۔ اسکے جواب میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کیلئے ایسا کرنا بعید نہیں ہے۔ واضح رہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے تعجب کرنے پر كَذٰلِكَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ فرمایا اور یہاں كَذٰلِكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ فرمایا اس لئے کہ یہاں قدرت اتم ہے اور وہ بغیر باپ کے پیدا فرمانا ہے۔ (بیضاوی و غرائب القرآن) ۴ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو۔ واضح رہے کہ یہاں چار امور سکھانے کا تذکرہ ہے۔ (۱) کتاب اس سے مراد خط ہے (۲) حکمت اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اسکے مطابق عمل کرنا ہے (۳) توراۃ اس لئے کہ یہ کتب الہیہ کے اسرار میں سے ہے (۴) انجیل اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے علوم کیلئے اسے خاص کیا۔ (غرائب القرآن) ۵ مروی ہے کہ آپ ہر قسم کا پرندہ بناتے تھے بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ صرف چمگادڑ بناتے تھے جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو لوگ آپ سے کوئی معجزہ کے طالب ہوئے تو آپ نے مٹی سے چمگادڑ کی شکل بنائی اور پھونک مار کر اڑایا تو وہ آسمان اور زمین کے درمیان اڑنے لگی۔ حضرت وہب فرماتے ہیں کہ جب تک لوگ اسے دیکھتے رہتے اسوقت تک ہوا میں رہتی پھر زمین پر گر پڑتی تھی۔ بعض متکلمین نے اس آیت سے دلیل قائم کی کہ روح ہوا کی طرح جسم رقیق ہے۔ اسی وجہ سے اسے نفخ کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔ اس جگہ یہ بحث ہے کہ کیا جائز ہے کہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں روح ودیعت فرمائی اور آپ جس شے میں پھونک مارتے وہ زندہ ہو جاتی۔ چونکہ آپ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی پھونک سے پیدا ہوئے اور جبرائیل روح محض ہیں تو گویا کہ نفخ عیسی اجسام میں ارواح کے حصول کیلئے سبب ہے یا یوں کہا جائے کہ جب آپ پھونک مارتے تھے تو اللہ تعالیٰ اسکی برکت سے زندگی عطا فرما دیتا تھا اور آپ کیلئے علی سبیل المعجزہ یہی حق ہے۔ (غرائب القرآن)

الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ

پرندہ پس دم میزنم دراں پس می باشد پرندہ بحکم خدا وبہ میکنم کور مادر زاد را

پرندے کی پس میں اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتی ہے اور میں پیدائشی اندھے کو شفا دیتا ہوں

وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ

وبرص دار را وزندہ میسازم مردگانرا بحکم خدا وخبر میدہم شمارا بآنچہ میخورید

اور برص والے کو اور میں زندہ کرتا ہوں مردے کو اللہ کے حکم سے اور تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو

وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

وذخیرہ می نہید در خانہائے خود ہرآئنہ دریں کارنشانہ است شما را اگر

اور جو تم ذخیرہ کرتے ہو اپنے گھروں میں بیشک اس میں نشانی ہے تمہارے لئے اگر

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ

باور دارندگانید وآمدہ ام باور دارندہ آنچہ پیش دست منست از توراۃ وآمدہ ام تا حلال گردانم

تم مومن ہو ۱ اور آیا ہوں تصدیق کرنے والا بن کر اس توریت کی جو مجھ سے پہلے تھی اور میں آیا ہوں تاکہ حلال کروں

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ

برائے شما بعض آنچہ حرام شدہ بود بر شما وآمدہ ام نزدیک شما بانشانہ از پروردگار شما

تمہارے لئے بعض وہ جسے تمہارے لئے حرام کیا گیا اور (میں آیا ہوں) تمہارے پاس نشانی لیکر تمہارے رب کی طرف سے

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ

پس بترسید از خدا وفرمان من برید ہرآئنہ خدا پروردگار من پروردگار شما ست پس پرستش کنید اورا

پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ۲ بیشک اللہ میرا رب اور تمہارا رب ہے پس اسی کی عبادت کرو

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ

ایں است راہ راست پس آنگاہ کہ در یافت عیسی از قوم خود کفر را گفت

یہ ہے سیدھا راستہ ۳ پس جسوقت عیسی نے اپنی قوم سے کفر (کی بو) محسوس کی کہا

۱ اکثر اہل لغت اس جانب گئے ہیں کہ اکمہ پیدائشی اندھے کو کہتے ہیں بعض نے کہا کہ ممسوح العین [جسکی سرے سے آنکھ ہی نہ ہو] کو کہتے ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اس امت میں سوائے قتادہ بن دعامہ کے کوئی اکمہ نہیں ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اکمہ اسے کہتے ہیں جو پہلے آنکھ والا ہو پھر نابینا ہو جائے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ رات کو نظر نہ آنے والے کو اکمہ کہتے ہیں۔ برص جلد کے ظاہری حصے میں جو سفیدی ہو جاتی ہے اسے کہتے ہیں۔ مروی ہے کہ اس قسم کی بیماری والے کبھی کبھار ۵۰ ہزار کے لگ بھگ جمع ہوتے تھے آپ ان سب کیلئے دعا فرماتے تو وہ سب صحت یاب ہو جاتے۔ مروی ہے کہ آپ نے اپنے دوست عاذر کو مرنے کے بعد زندہ کیا۔ سام بن نوح کو قبر میں مرے کئی سال ہو گئے تھے اس کے بعد زندہ کیا پوری قوم یہ منظر دیکھ رہی تھی اور ایک بڑھیا کے بیٹا کو آپ نے زندہ فرمایا جب لوگ اسے دفنانے کیلئے تابوت میں رکھ کر لے جا رہے تھے۔ آپ نے دعا فرمائی وہ زندہ ہو کر تابوت سے نیچے آگیا۔ کلبی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ پڑھکر مردہ زندہ کرتے تھے۔ پانچویں صفت یہ بتائی گئی کہ آپ لوگوں کو ان چیزوں کے بارے میں خبر دیتے جو وہ کھا کر آتے یا گھر چھوڑ کر آتے۔ سدی کہتے ہیں کہ جب آپ بچوں کے ساتھ کھیلتے تو انہیں ان کے آباء واجداد کے بارے میں بتا دیتے اور انہیں یہ بھی بتاتے کہ تمہاری ماں نے فلاں جگہ فلاں چیز چھپا رکھی ہے۔ بچے جب گھر جا کر اپنی ماں سے اس چیز کا مطالبہ کرتے اور ماں کے نہ دینے پر خود وہاں سے وہ چیز نکال لیتے تو ان کے ماں باپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کھیلنے سے انہیں روک دیا اور آپ پر سحر کا الزام لگایا۔ ایک دن آپ ان بچوں کو کھیلنے کیلئے بلانے آئے تو ہر گھر سے جواب آیا کہ بچے گھر میں نہیں ہیں آپ نے پوچھا اندر کون ہے ان لوگوں نے جواب دیا اندر خنزیر ہے۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا چنانچہ آپکے جانے کے بعد ان لوگوں نے اندر دیکھا تو وہ سب خنزیر بن چکے تھے۔ (غرائب القرآن) ۲ یعنی وہ چیزیں جسے احبار نے خود اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا میں اسے حلال کرنے کیلئے آیا ہوں۔ دوسرے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے انہیں عقوبت کے طور پر بعض اشیاء سے روک دیا تھا۔ جیسا کہ ارشاد ہوا فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ یعنی یہود کے ظلم کے سبب سے ان پر طیبات حرام کر دی گئی تھیں پھر انکے لئے حلال کر دی گئیں۔ یہ حرمت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک باقی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے آپکی برکت سے تشدید دور کر دی اور حرام کردہ چیزوں کو حلال کر دیا۔ (غرائب القرآن) ۳ جتنے بھی انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لائے ان میں سے کسی نے بھی اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اختلاف نہیں کیا لہذا جو ہم سب کا رب ہے ہمیں چاہئے کہ اسی کی عبادت کریں ارشاد ہوتا ہے قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۗءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ یعنی آپ فرما دیجئے اے اہل کتاب آؤ ایسے کلمہ کی جانب جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اسی وجہ سے آیت کے آخر میں ارشاد ہے کہ وَاَطِيْعُوْنِ یعنی میری عبادت نہیں اطاعت کرو۔ اس لئے کہ میں بھی وہی دین لیکر آیا ہوں جو مجھ سے پہلے سارے انبیاء لیکر آئے۔ ان میں سے کسی نے بھی اپنی عبادت کا حکم نہیں دیا۔ اس لئے میں بھی نہیں دیتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کہو میں ایمان لایا اللہ پر پھر اس پر قائم رہو۔ (غرائب القرآن وبیضاوی)

مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ

کیستند یاری دهندگان من بسوے خدا گفتند حواریان مائیم یاری دهندگان خدا را

کون ہے میری مدد کرنے والے اللہ کی طرف۔ حواریوں نے کہا ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کیلئے

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَ

ایمان آوردیم بخدا و گواہ باش کہ فرمانبرداریم اے پروردگار ما ایمان آوردیم بخدا و گواہ باش کہ فرمانبرداریم اے

ہم ایمان لائے اللہ پر اور گواہ ہو جاؤ کہ ہم فرمانبردار ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لائے اس پر جو تو نے اتارا اور

اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ

پروردگار ما ایمان آوردیم بآنچہ فرو آوردی و پیروی کردیم پیغمبر را پس بنویس ما را شاہدان و بدسگالیدند کافران

ہم نے پیروی کی رسول کی پس تو ہمیں لکھ دے گواہی دینے والوں میں [۲] اور کافروں نے دشمنی کی اور اللہ نے ان سے دشمنی کی

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ

و بدسگالید خدا و خدا قوی تر است از ہمہ بدسگالان آنگاہ کہ گفت خدا اے عیسیٰ ہر آئنہ من برگزیدۂ تو ام و

اور اللہ قوی تر ہے تمام دشمنی کرنے والوں سے [۳] جس وقت اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ بیشک میں نے تمہیں برگزیدہ کیا اور

رَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ

بردارندۂ تو ام بسوئے خود و پاک سازندہ تو ام از صحبت کسانیکہ کافر شدند و گردانندہ

میں اٹھانیوالا ہوں تمہیں اپنی طرف اور پاک کرنیوالا ہوں تمہیں ان لوگوں کی صحبت سے جو کافر ہوئے اور

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ

تابعان تو ام بالای کافران تا روز قیامت باز بسوے من است

تیرے پیروکار کو بلند کرنے والا ہوں کافروں پر قیامت تک پھر میری ہی طرف

مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

باز گشت شما پس داوری کنم میاں شما در آنچہ اختلاف میکردید دراں اما

تم سب کا لوٹنا ہے پس میں فیصلہ کرونگا تمہارے درمیان جس میں تم سب اختلاف کرتے تھے [۴] پس

[۱] یہاں سے پانچواں قصہ بیان ہو رہا ہے۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم میں نبوت کا اعلان فرمایا تو لوگوں نے آپکو ہجرت پر اسی طرح مجبور کیا جس طرح اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ کو ہجرت پر مجبور کیا۔ آپ حضرت مریم کیساتھ ہجرت کر کے ایسی بستی میں پہنچے جہاں ایک شخص نہایت نیک اور مہمان نواز تھا۔ ایک دن وہ شخص غمگین آپکے پاس آیا آپ نے وجہ پوچھی تو وہ شخص کہنے لگا کہ ہمارا بادشاہ بڑا ظالم ہے اور ہر روز رعایا میں سے ایک کے یہاں اسکی اور اسکے لشکر کے کھانے کی ذمہ داری آتی ہے اتفاق سے آج میری باری ہے اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے بادشاہ کے کھانے کا مکمل انتظام ہو گیا تو بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا اور اس نے حکم دیا کہ اس شخص کو لایا جائے جسکی دعا سے پانی شراب بن گیا تا کہ میں اپنے مردہ لڑکے کو دعا سے زندہ کراسکوں چنانچہ جب آپ آئے تو اس نے اپنا مدعا پیش کیا آپ نے فرمایا کہ ایسا مت کر کیونکہ تیرا لڑکا زندہ ہو کر فساد کریگا۔ اس نے کہا مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے چنانچہ آپ کی دعا سے اسکا بچہ زندہ ہو گیا یہ واقعہ بڑا مشہور ہوا پھر یہود آپکے قتل کے درپے ہو گئے۔ آپ نے انہیں دین حق کی دعوت دی تو وہ سب اور مخالفت کرنے لگے آپ نے فرمایا کون ہے جو میری مدد کرے۔ حواریون' حواری کی جمع ہے جو حور سے مشتق ہے اور حور خالص سفیدی کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو حواری کہتے ہیں۔ انکی خلوص نیت اور صفائے باطن کی وجہ سے۔ دوسرے قول کے مطابق حواری ان بادشاہوں کو کہتے ہیں جو سفید لباس پہنتے تھے۔ یہودیوں کی مخالفت پر آپ نے ان سے مدد لی۔ تیسرے قول کے مطابق مطلقاً سفید لباس پہننے والے اشخاص کو حواری کہا جاتا ہے۔ حواریین کی تعداد ۱۲ تھی جب انہیں بھوک لگتی تو وہ سب آپ سے عرض کرتے آپ زمین پر ہاتھ مار کر انکے لئے کھانا نکال لیتے تھے۔ (غرائب القرآن وبیضاوی) [۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ امت محمد یہ علی صاحب الصلوٰۃ والسلام کیساتھ ہو جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کی شان میں فرمایا وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ یعنی ہم نے تمہیں امت مختار بنایا تا کہ تم سب لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔ (غرائب القرآن) [۳] کافروں کی جانب سے مکر یہ تھا کہ انھوں نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا اور وَمَكَرَ اللّٰهُ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب سے بچا کر آپکو آسمان پر اٹھا لیا۔ مروی ہے کہ آپ اپنے حواریوں کے ساتھ ایک کمرے میں دین کی باتیں کر رہے تھے کہ ان ہی میں سے ایک نے منافقت کرتے ہوئے قتل کا منصوبہ بنوایا تو اللہ تعالیٰ نے آپکو آسمان پر اٹھا لیا۔ اور کمرے کے اندر جو قتل کیلئے آیا اسکی شکل آپ سے مشابہ بنادی گئی لوگوں نے اسی کو پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ (غرائب القرآن) [۴] مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات ساعتوں کیلئے آپ پر موت طاری فرما کر آسمان پر اٹھا لیا۔ یا اسکا مفہوم یہ ہے کہ میں تمہیں تمہاری اجل مسمی پوری کرنے کیلئے آسمان پر اٹھا لونگا۔ واضح رہے کہ واؤ ترتیب کیلئے نہیں ہے بلکہ مطلق جمع کیلئے ہے۔ لہذا اس سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ انہیں پہلے صلیب دی گئی پھر اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا بلکہ یہ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ کے قبیل سے ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ نماز میں سجدہ پہلے ہے اور رکوع بعد میں بلکہ یہاں ان دونوں کو حکم میں جمع کرنا مقصود ہے۔ اسی طرح یہاں وفات اور رفع سماء کو جمع کرنا مقصود ہے نہ کہ ترتیب لہذا اس آیت کو کوئی اپنے باطل عقیدے کیلئے استعمال نہیں کر سکتا ہے۔ (غرائب القرآن وبیضاوی)

كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ

کافران پس عذاب کنم ایشانرا بعذاب سخت در دنیا وآخرت ونیست ایشانرا

کافرین تو میں ان سب کو دنیا و آخرت میں سخت عذاب دونگا اور نہیں ہیں ان کیلئے

مِنْ نَاصِرِينَ ۝٥٦ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ

ہیچ یاری دہندہ واما کسانیکہ ایمان آوروند وکردند کارہائے شایستہ تمام دہد ایشانرا

کوئی مدد کرنے والے ۱ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے پورا دیگا ان کو

أُجُورَهُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝٥٧ ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ

مزد ایشاں وخدا دوست نمی دارد ظالمانرا ایں را می خوانم اے محمد بر تو کہ

انکا اجر اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو ۲ یہ ہم پڑھتے ہیں تجھ پر

الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ۝٥٨ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ

آیات و کتاب محکم است ہر آئنہ حال عیسیٰ از نزد خدا مانند حال آدم است

آیتیں اور کتاب محکم سے ہے ۳ بیشک عیسیٰ کا حال اللہ کے نزدیک آدم کے حال کی طرح ہے

خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝٥٩ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا

آفرید اورا از خاک باز گفت اورا بشو پس شد ایں سخن راست است از پروردگار تو پس

انہیں مٹی سے پیدا کیا پھر اس سے فرمایا ہو جا پس ہو گیا ۴ یہ بات حق ہے تیرے رب کی طرف سے پس

تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝٦٠ فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ

مباش از شک دارندگان پس ہر کہ مکابرہ کند با تو در باب عیسیٰ بعداز آنچہ آمد بتو

نہ ہو جاؤ شک رکھنے والوں میں سے ۵ پس جو کوئی مکابرہ کرے آپ سے اس گفتگو کے باب میں بعد اسکے کہ آیا آپکے پاس

مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَ

از علم پس بگو بیارید تا بخوانیم فرزندان خودرا وفرزندان شمارا وزنان خودرا و

علم تو آپ فرما دیجئے آؤ تا کہ ہم بلائیں اپنے فرزندوں کو اور تم بلاؤ اپنے فرزندوں کو اور اپنی عورتوں کو اور

۱ یعنی دنیا میں قتل، قیدی، ذلت اور مصائب کی مختلف انواع کے ذریعے اور آخرت میں دائمی طور پر جہنم میں ڈال کر۔ (غرائب القرآن)

۲ شے کو اسکی اپنی جگہ سے ہٹا کر غیر کی جگہ رکھنا ظلم کہلاتا ہے اور ان کافروں کو ظالم اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے تصدیق کی جگہ تکذیب اور عمل صالح کی جگہ عمل سوء رکھا۔ یہاں محبت سے مراد بھلائی پہنچنے کا ارادہ ہے جبکہ معتزلہ کا کہنا ہے کہ محبت اور ارادہ ایک ہی معنی میں آتا ہے۔ (غرائب القرآن)

۳ یہ اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی جانب ہے یا اسکے ساتھ اور جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ سب مراد ہیں۔ واضح رہے کہ سورہ ال عمران میں یہاں تک پانچ واقعات بیان کئے گئے ہیں (۱) حضرت مریم سلام اللہ علیہا کا واقعہ جس میں حضرت مریم کی پیدائش کا ذکر ہے (۲) حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ جس میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہے (۳) حضرت مریم سلام اللہ علیہا کا واقعہ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہے (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ جس میں آپکے معجزات کا ذکر ہے (۵) حواریوں کا قصہ جس میں دین کی اعانت ونصرت کا ذکر ہے۔ (غرائب القرآن)

۴ شان نزول یہ ہے کہ نجران کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے پوچھا کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کو کیا مانتے ہیں آپ نے فرمایا اللہ کا بندہ اور اسکا رسول۔ یہ سنکر وہ سب ناراض ہوئے اور کہنے لگے کیا آپ نے بغیر باپ کے کسی انسان کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا جی ہاں آدم علیہ السلام ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپکا نام آدم اس لئے رکھا گیا کہ آپکو زمین کی تمام انواع سے پیدا کیا گیا یعنی سرخ، سیاہ، طیب اور خبیث اسی بناء پر آپکی اولاد میں بھی کالے، سرخ، طیب اور خبیث پائے جاتے ہیں۔ حکماء فرماتے ہیں کہ آپکو مٹی سے پیدا فرمانے میں تین حکمت ہیں (۱) تا کہ آپ متواضع [عاجزی کرنے والے] رہیں (۲) آپ ستار [لوگوں کے عیب چھپانے والے] رہیں (۳) آپکو زمین میں خلیفہ بنانا تھا اس لئے مٹی سے پیدا فرمایا تا کہ آپ اس سے متصف ہو جائیں۔ مروی ہے کہ کچھ علماء روم کی جانب سیر کیلئے گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرنے والوں سے پوچھا کہ تم انکی عبادت کیوں کرتے ہو انھوں نے جواب میں کہا کہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے یہ سنکر علماء نے کہا کہ پھر تو آدم علیہ السلام اسکے زیادہ مستحق ہونگے کیونکہ آپ تو ماں اور باپ کے بغیر پیدا ہوئے پھر انھوں نے کہا کہ آپ مردے زندہ کرتے تھے اس لئے ہم آپکی عبادت کرتے ہیں علماء نے کہا پھر تو حضرت حزقیل علیہ السلام اسکے زیادہ مستحق ہونگے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کل چار مردے زندہ کئے جبکہ حضرت حزقیل علیہ السلام نے آٹھ ہزار مردے زندہ کئے۔ انھوں نے کہا اس لئے کہ آپ برص اور کوڑھ والے کو شفایاب فرماتے تھے علماء نے کہا کہ پھر تو حضرت جیس علیہ السلام اسکے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ آپ اسے پکا کر جلا دیتے تھے پھر بیمار صحیح وسالم کھڑا ہو جاتا۔ یہ سنکر وہ سب مبہوت [لاجواب] ہو گئے (غرائب القرآن)

۵ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ بالکل حق اور سچ ہے اس لئے اس میں شک مت لاؤ۔ (غرائب القرآن) اس آیت کریمہ میں خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے لیکن مراد آپکی امت ہے کیونکہ آپ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں شک کرنے والے نہ تھے (القرطبی)

نِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ

زنان شما را و ذاتہائے خودرا وذاتہائے شمارا پس ہمہ بزاری دعا کنیم پس لعنت خدا گوئیم

تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو اور تم اپنی جانوں کو ہم سب التجا کریں اور اللہ کی لعنت کو

عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ

بر دروغگویان ہرآئنہ ایں است خبر راست ونیست ہیچ معبود

جھوٹوں پر کر دیں ا بیشک یہ ہے درست خبر اور نہیں ہے کوئی معبود

اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

بجز خدا وہرآئنہ خدا غالب استوار کارست پس اگر روگردانیدند پس ہرآئنہ خدا دانا ست

اللہ کے سوا اور بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے ۲ پھر اگر وہ سب منہ پھیریں تو بیشک اللہ جانتا ہے

بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾ ع قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا

بہ تباہکاراں بگو اے اہل کتاب بیائید بسوے سخنے مسلم میان ما

فسادیوں کو ۳ آپ فرما دیجئے اے اہل کتاب آؤ ایسے کلمہ کی طرف جو مسلم ہے ہمارے

وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ

وشما کہ نپرستیم بجز خدا وشریک نسازیم باوی چیزیرا وپروردگار نگیرد

اور تمہارے درمیان کہ نہ پوجیں ہم سب اللہ کے سوا کسی کو اور شریک نہ ٹھرائیں اسکے ساتھ کسی چیز کو اور رب نہ بنائیں

بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا

بعض از ما بعض دیگریرا بجز خدا پس اگر روگردانیدند پس بگوئید

ہم میں سے بعض بعض کو اللہ کے سوا۔ پھر اگر منہ پھیریں تو کہہ دو

اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ

کہ گواہ باشید ما مسلمانیم اے اہل کتاب چرا مکابرہ میکنید در باب ابراہیم

کہ گواہ ہو جاؤ کہ ہم سب مسلمان ہیں ۴ اے اہل کتاب کیوں مکابرہ کرتے ہو تم سب ابراہیم کے باب میں

تفسیر اظہار العرفان

ا مروی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے نجران کے وفد کو اپنے نبی ہونے کے دلائل دیئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الـٰـہ ہونے کی نفی پر دلائل قائم کر لئے پھر بھی وہ سب اپنی جہالت پر مصر رہے تو آپ نے انھیں مباہلہ کی دعوت دی ان لوگوں نے کہا کہ ہم کل مشورہ کر کے آپ کو بتائیں گے۔ دوسرے روز ان لوگوں نے اپنے سب سے بڑے عالم اور صاحب رائے عاقب سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ تم لوگ جان ہی چکے ہو کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ اس لئے اگر ان سے مباہلہ کرو گے تو ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ دوسرے روز وہ لوگ انکار کی نیت سے آپ کے پاس آئے تو دیکھا کہ آپکے پاس حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ حضرت حسنؓ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم بیٹھے ہیں اور آپ انھیں سمجھا رہے ہیں کہ مباہلہ میں جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا عیسائیوں کے سب سے بڑے عالم نے جب یہ منظر دیکھا تو بے ساختہ کہنے لگا کہ ان نورانی چہروں کو دیکھ کر یقین آجاتا ہے کہ اگر یہ لوگ آمین کہہ دینگے تو قیامت تک دنیا سے نصرانیت نیست ونابود ہو جائیگی چنانچہ ان لوگوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ مباہلہ کرتے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے تو انھیں مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا جاتا اور اس وادی کو آگ سے بھر دیا جاتا جس سے پرندۓ درخت اور اہل نجران سب جل کر خاکستر ہو جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ مباہلہ والے دن نبی کریم ﷺ سیاہ چادر لیکر نکلے تو حضرت حسن آئے آپ نے انہیں چادر کے نیچے کیا پھر حضرت حسین آئے تو آپ نے چادر کے نیچے کیا پھر حضرت فاطمہ وحضرت علی رضی اللہ عنہما آئے تو آپ نے انہیں بھی چادر کے نیچے کیا پھر آپ نے فرمایا اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الخ (غرائب القرآن) ۲ اس میں نصاری کا رد ہے کیونکہ وہ لوگ تثلیث کے قائل تھے اور اس آیت میں ایک خدا کی دعوت دی جارہی ہے۔ (غرائب القرآن) ۳ اس آیت میں دین اسلام سے منہ پھیرنے والوں کیلئے وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ انکے فساد کے ایک ایک عمل کو جانتا ہے لہذا اس پر قیامت کے روز سزا دیگا۔ (بیضاوی) ۴ شان نزول یہ ہے کہ یہود نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپکو رب بنائیں جس طرح نصاری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا اور نصاری نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپکو وہی کہیں جو یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں کہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ سَوَآءٍ عدل اور انصاف کو کہتے ہیں اس لئے کہ انصاف کی حقیقت نصف عطا کرنا ہے۔ اس لئے اس میں اپنے اور غیر میں باعتبار نصف کے تسویہ ہے اس لئے اسے سواء کہتے ہیں۔ مراد یہاں یہ ہے کہ ایسے کلمہ کی جانب آؤ جو قرآن' توراۃ اور انجیل سب میں برابر ہے اور وہ یہ ہے کہ انکی حرام کردہ اشیاء کو حرام نہ مانیں اور انکی حلال کردہ اشیاء کو حلال نہ مانیں بلکہ یہ منجانب اللہ ہونے چاہیئے۔ مروی ہے کہ جب سورہ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ تو عدی بن حاتم نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ ہم ان احبار اور رھبان کی عبادت نہیں کرتے۔ نبی کریم ﷺ فرمایا کیا تم انکے حلال کردہ اشیاء کو حلال نہیں جانتے اور انکے حرام کردہ اشیاء کو حرام نہیں جانتے عرض کی جی ہاں۔ آپ نے فرمایا یہی ہے اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ. (بیضاوی وغرائب القرآن)

وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾

وفرود آورده نشده است توریت وانجیل الا بعد ابراہیم ایا نمی فہمید

اور توراۃ اور انجیل نہیں اتاری گئی مگر ابراہیم کے بعد۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے ۱

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ

آگاہ شوید شما اے قوم مکابرہ کردید در آنچہ شمارا بوی دانش است پس چرا مکابرہ میکنید در آنچہ نیست

آگاہ رہو تم وہ قوم ہو جنہوں نے مکابرہ کیا اس میں جسکا تمہیں علم ہے پس کیوں تم مکابرہ کرتے ہو اس میں کہ نہیں ہے

لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا

شما را بوے دانش و خدا میداند و شما نمی دانید نبود ابراہیم یہود

جسکا علم تمہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۲ نہ تھے ابراہیم یہودی

وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾

ونہ ترسا و لیکن بود حنیف مسلمان و نبود از شرک آرندہگان

اور نہ نصرانی لیکن وہ باطل سے جدا مسلمان تھے اور نہ تھے شرک لانے والوں سے ۳

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَ

ہرآئنہ نزدیکترین مردم باابراہیم بودند آنکساں کہ پیروی او کردند وایں پیغمبر

بیشک سب سے زیادہ قریب لوگوں میں ابراہیم کے وہ ہونگے جنہوں نے انکی پیروی کی اور یہ پیغمبر اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ

مومناں و خدا کارساز مسلمانان است آرزو کردند طائفہ

مؤمنین اور اللہ مسلمانوں کا کام بنانے والا ہے ۴ آرزو کی ایک گروہ نے

اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا

از اہل کتاب کہ گمراہ سازند شما را و گمراہ نمی سازند مگر خویشتن را و آگاہ

اہل کتاب سے کاش تمہیں گمراہ کر دیں اور گمراہ نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو اور وہ سب ۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ شان نزول یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تنازع کیا ایک نے گمان کیا کہ یہودی تھے دوسرے نے گمان کیا کہ نصرانی تھے پھر یہ مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ جسکا مفہوم یہ ہے یہودیت اور نصرانیت تورات اور انجیل کے نزول کے بعد ہے۔ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ہزار سال پہلے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے تھے تو آپ یہودی اور نصرانی کیسے ہوسکتے ہیں۔ (بیضاوی)

۲ یعنی ان دونوں یہود ونصاریٰ کی حماقت ملاحظہ فرمائیں کہ جو توراۃ اور انجیل میں نہیں ہے اسکے متعلق بحث کرتے ہیں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہودی یا نصرانی ہونے کے بارے میں' اور جو تورات اور انجیل میں ہے اسے مانتے نہیں ہیں یعنی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات اور ان علامات کی روشنی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرنا چاہیۓ۔ تو ایسا نہیں کرتے۔ تنبیہ: ارشاد ورہنمائی کیلیۓ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصے کو کتنے حسین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اولاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احوال بیان کیۓ گئے پھر ان احوال کے ذریعے آپکے عدم الوہیت پر دلیل قائم کی گئی پھر ان چیزوں کو بیان کیا گیا جس سے یہود ونصاریٰ کے شبہات دور ہو جائیں پھر جب ان کی طرف سے عناد پایا تو انھیں مباہلہ کی جانب بلایا گیا پھر جب ان لوگوں نے اس سے بھی اعراض کیا تو رہنمائی کیلیۓ تورات وانجیل کی موافقت کی جانب بلایا گیا پھر بھی جب انکی طرف سے انکار ہی انکار رہا تو حکم ہوا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ یعنی کہہ دو گواہ ہو جاؤ ہم تو ماننے والے ہیں۔ (بیضاوی) ۳ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام شرک اور الزامِ شرک سے پاک تھے وہ تو صرف اللہ کی رضا کیلیۓ جھکنے والے تھے۔ یہ آیت گویا کہ آیاتِ سابقہ کی تصریح ہے جس میں صاف بتا دیا گیا کہ وہ نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی۔ (بیضاوی) ۴ یعنی آپکی ملت اور آپکے طریقہ پر جو آپکے زمانے میں ہو۔ هٰذا النبی سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤمنین کا ولی ہے اس سے مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ مؤمنین کی تائید' نصرت' توفیق اور تسدید فرماتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کیلیۓ ولاۃ ہے اور بیشک میری ولاۃ ان نبیوں میں سے میرے باپ اور اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (غرائب القرآن)

۵ شان نزول یہ ہے یہود حضرت حذیفہ' حضرت عمار اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے دلوں میں شبہات ڈال کر یہودیت کی طرف مائل کرنا چاہتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ اضلال کا وبال ان ہی کی طرف لوٹتا ہے اور انکے لئے دوہرا عذاب ہے اس لئے فرمایا کہ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ یا اپنی پوری تر کوشش کے باوجود مؤمنین کو بہکانے میں کامیاب نہ ہو سکے اس لئے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کرتے ہیں لیکن انکی لاشعوری کا عالم یہ ہے کہ پھر بھی ایسا کر کے خوش ہوتے ہیں۔ (بیضاوی وغرائب القرآن) یہ آیتِ کریمہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۹ کی نظیر ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اہل کتاب میں سے اکثر نے چاہا کہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی جانب حسد کے سبب لوٹا دیں' لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ یعنی انکی چاہت یہ ہے کہ دینِ اسلام سے تمہیں پھیر کر گناہوں میں مبتلا کر دیں اور دینِ اسلام کی مخالفت میں تمہیں ڈال دیں۔ ابن جریج اس کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ تمہیں ہلاک کر دیں۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ: ان لوگوں کو اسلام کے صحیح مذہب ہونے کے بارے میں شعور نہیں ہے اور نہ انہیں یہ معلوم ہے کہ اسکا جاننا ان پر واجب ہے۔ (القرطبی)

يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٩﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٧٠﴾

نمی باشند اے اہل کتاب چرا کافر شوید بآیتہاے خدا دانستہ

شعور نہیں رکھتے ہیں‘ اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو اللہ کی آیتوں کا جان بوجھ کر[1]

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ

اے اہل کتاب چرا خلط میکنید حق را با باطل وچرا میپوشید حق را

اے اہل کتاب کیوں ملاتے ہو حق کو باطل کے ساتھ اور کیوں چھپاتے ہو حق کو

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٧١﴾ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ

دانستہ وگفتند گروہے از اہل کتاب ایمان آرید بآنچہ

جان بوجھ کر[2] اور کہا ایک گروہ نے اہل کتاب سے ایمان لاؤ جو

اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ

فرود آرودہ است بر مسلمان اول روز انکار کنید تا باشد کہ مسلمان

اتارا گیا ہے مسلمانوں پر دن کے اول حصے میں اور انکار کر دو دن کے آخر حصے میں شاید کہ مسلمان

يَرْجِعُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى

برگردند ومنقاد مشوید مگر کسے راکہ پیروی دین شما کند بگو ہرآئنہ ہدایت ہماں است کہ ہدایت

پھر جائیں[3] اور یقین نہ کرو مگر اسکا جس نے تمہارے دین کی پیروی کی آپ فرما دیجئے کہ بیشک ہدایت وہ اللہ ہی

اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ

خدا است گفتند باور مکنید آنچہ دادہ شود ہیچکس مانند آنچہ دادہ شدہ اید شما یا گروہے الزام دہند شما را نزد پروردگار شما

کی ہدایت ہے جو (دین) تمہیں دیا گیا ایسا کسی اور کو دیا جائے یا ایک گروہ تمہیں الزام دیتا ہے تمہارے رب کے

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾

بگو نعمت بدست خداست میدہد آنرا ہرکہ خواہد وخدا فراخ نعمت دانا است

نزدیک آپ فرما دیجئے‘ نعمت اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے اسے جسے چاہے اور اللہ وسیع نعمت والا جاننے والا ہے[4]

[1] یعنی توراۃ اور انجیل میں حضرت محمد ﷺ کے بارے میں جو بشارت ہے اسکا کیوں انکار کرتے ہو یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ہونے کے بارے میں کیوں انکار کرتے ہو۔ یا اللہ کے نزدیک دین اسلام پسندیدہ ہے اسکا کیوں انکار کرتے ہو۔ علمائے یہود مسلمان اور عوام کے سامنے ان اوصاف کا جو نبی کریم ﷺ کی نبوت پر دال تھے انکار کرتے تھے اور جب تنہائی میں ایک دوسرے سے ملتے تو اسکا اقرار کیا کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ فرمایا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سب جانتے تھے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور انکا دل اسکی گواہی دیتا تھا پھر بھی نہیں مانتے تھے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ جملہ معجزات جو نبی کریم ﷺ سے ظہور پذیر ہوئے ان سب کی حقانیت جانتے تھے اسکے باوجود بھی انکی صداقت کا انکار کرتے تھے۔ (غرائب القرآن)

[2] حضرت حسن اور حضرت ابن زید فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنی طرف سے توراۃ وانجیل میں ملا دیا اور لوگوں کو بتایا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ دن کے اول حصے میں دکھلاوے کیلئے ایمان لاتے اور آخر حصے میں انکار کر دیتے تھے‘ انکا یہ عمل جہالت کی بناء پر نہیں تھا بلکہ جان بوجھ کر ایسا کیا کرتے تھے‘ اس لئے فرمایا وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (غرائب القرآن)

[3] سدی کہتے ہیں کہ یہود خیبر میں سے وادی عرینہ کے بارہ راہبوں نے مل کر پروگرام بنایا کہ مسلمانوں کو شک میں ڈالنے کیلئے صبح کے وقت میں ایمان لے آؤ اور شام کے وقت یہ کہہ کر پھر جاؤ کہ ہم نے اسلام میں کوئی خوبی نہیں دیکھی اور محمد ﷺ میں بھی کوئی خوبی نہیں دیکھی اس لئے ہم دوبارہ یہودیت کی جانب پھر رہے ہیں تا کہ دوسرے مسلمان شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکے منصوبے کو ناکام بنانے کیلئے قبل از وقت اسکی خبر دے دی۔ (ابن جریر) دوسرے قول کے مطابق کعب بن اشرف اور مالک بن صیف نے تحویل قبلہ کے بعد پروگرام بنایا کہ دن کے اول حصے میں ایمان لا کر کعبہ کی جانب نماز پڑھو اور آخر میں بیت المقدس کی جانب اور لوگوں کو بتاؤ کہ علمائے یہود محمد ﷺ سے زیادہ جانتے ہیں۔ اس طرح مسلمانوں کے دل میں شکوک پیدا ہونگے اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت خبر دیتے ہوئے آیت نازل فرمائی۔ (بیضاوی) جاننا چاہئے کہ علمائے یہود نے دو چیزوں کا حکم دیا تھا ایک یہ کہ دن کے اول حصے میں ایمان لاؤ اور دوم یہ تھا کہ آخر حصے میں انکار کر دو تا کہ مسلمانوں کے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ سے جواب دیا کہ ان مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت قوی اور کامل ہے لہذا اس قسم کے شبہات سے اہل ایمان شکوک میں نہیں پڑتے۔ یہود نے کہا کہ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ الخ یعنی تمہیں‘ حکمت اور نبوت پہلے مل چکی ہیں اس لئے محمد ﷺ کی نبوت سے انکار کر دو کیونکہ یہ ہمارے لوگوں میں اترتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے اسکا جواب دیتے ہوئے فرمایا قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ یعنی فضل اللہ کے دست قدرت میں ہے وہ جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔ یہاں فضل سے مراد رسالت ہے اور لغت میں فضل زیادتی کو کہتے ہیں۔ اسکا اکثر استعمال زیادہ احسان میں ہوتا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ نبوت محض فضل ربی ہے۔ جسے انسان کسب سے حاصل نہیں کر سکتا۔ (غرائب القرآن)

یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۷۴﴾ وَمِنۡ

مخصوص میکند برحمت خود ہرکرا خواہد وخدا صاحب فضل عظیم است واز

خاص کرتا ہے اپنی رحمت سے جسے چاہے اور اللہ صاحب فضل عظمت والا ہے ۱ اور

اَهۡلِ الۡكِتٰبِ مَنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡهُ بِقِنۡطَارٍ یُّؤَدِّهٖۤ اِلَیۡكَ ۚ وَمِنۡهُمۡ

اہل کتاب کسے ہست کہ اگر امین داری اورا بخزانہ بازدہد اورا بتو واز ایشاں

اہل کتاب سے کچھ وہ ہے کہ اگر اسے خزانہ پر امین بنایا جائے تو واپس کر دیتا ہے تجھے اور ان میں سے

مَّنۡ اِنۡ تَاۡمَنۡهُ بِدِیۡنَارٍ لَّا یُؤَدِّهٖۤ اِلَیۡكَ اِلَّا مَا دُمۡتَ عَلَیۡهِ

کسے ہست کہ اگر امین داری اورا بیک دینار ندہد اورا بتو مگر وقتیکہ باشی برسر او

کچھ وہ ہے کہ اگر اسے ایک دینار کا امین بنا دیا جائے تو پھر وہ تجھے نہیں دیتا مگر جب تک کہ تو اسکے سر پر

قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡا لَیۡسَ عَلَیۡنَا فِی الۡاُمِّیّٖنَ سَبِیۡلٌ ۚ

ایستادہ ایں خیانت بسبب آنست کہ گفت نیست برما در باب ناخواندگان ہیچ راہ

کھڑا رہے یہ خیانت اس سبب ہے کہ انھوں نے کہا نہیں ہے ہم پر ان پڑھوں کے باب میں کوئی راہ

وَیَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَهُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰی مَنۡ اَوۡفٰی

ومیگویند برخدا دروغ وایشانند کہ میدانند آری مواخذہ خواہد بود ہرکہ وفاکند

اور کہتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور وہ سب جانتے ہیں ۲ ہاں کیوں نہیں جو وفا کرے

بِعَهۡدِهٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۷۶﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ

بعہدخود وپرہیزگاری کند پس ہرآئنہ خدا دوست دارد پرہیزگارانرا ہرآئنہ کسانیکہ

اپنے عہد کو اور پرہیزگاری کرے تو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو ۳ بیشک وہ لوگ جو

یَشۡتَرُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَاَیۡمَانِهِمۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا اُولٰٓئِكَ

می ستانند عوض پیمانے کہ بخدا بستند وعوض سوگندان خویش بہای اندک را آنگروہ

بیچتے ہیں اللہ کے وعدہ کو اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت کے بدلے وہی گروہ ہے ۴

۱ یعنی اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جسے چاہے اپنے بندوں میں سے نبوت سے سرفراز فرمائے۔ (غرائب القرآن)

۲ اس آیت کریمہ میں اہل کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ایک اہل امانت اور دوم اہل خیانت۔ اسکے بارے میں چند اقوال ہیں (۱) اہل امانت وہ ہیں جن لوگوں نے اسلام کو قبول کیا اور اہل خیانت وہ ہیں جنہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا (۲) اہل امانت نصاریٰ ہیں کیونکہ ان پر امانتوں کا غلبہ تھا اور اہل خیانت یہود ہیں کیونکہ ان میں خیانت کثرت سے پائی جاتی تھی (۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل امانت سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام ﷛ ہیں کیونکہ قریش کے ایک شخص کی امانت اسکے پاس تھی یعنی ایک ہزار دوسو اوقیہ سونا آپ نے اسے ادا کر دیا۔ اور اہل خیانت سے مراد فحاص بن عاذور ہے کیونکہ قریش کے ایک شخص کی امانت اسکے پاس تھی یعنی ایک دینار اس نے دینے سے انکار کر دیا اور خیانت کی۔ مروی ہے کہ اس آیت کے نزول کے وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے دشمنوں نے جھٹلایا۔ جاہلیت کی کوئی شے نہیں مگر میں اسے اپنے پاؤں تلے روندتا ہوں سوائے امانت کے پس اسے ادا کرو خواہ فاجر ہو خواہ متقی ہو۔ (غرائب القرآن)

۳ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہود نہ وعدہ وفا کرنے والے ہیں اور نہ متقی۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ یہود کے وعدہ پر بھی بھروسہ نہ کریں۔ جاننا چاہئے کہ وفا اور تقویٰ جمیع مکارم اخلاق کیلئے ہیں۔ وفا بالعہد' عہد میثاق پر مشتمل ہے اور اللہ تعالیٰ کا عہد تکالیف خاصہ اور عامہ کو مستلزم ہے اور تقویٰ اسکے لئے تتمہ اور تزئین کے طور پر ہے۔ یہاں تک انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کو بغیر شائبہ کے علیٰ وجہ الکمال ادا کرے۔ اس لئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ ہر متقی موف بالعہد ہے لیکن ہر موف متقی نہیں ہے۔ اسی بناء پر آیت کے اختتام پر اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُتَّقِیۡنَ فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُتَّقِیۡنَ وَالۡمُوۡفِیۡنَ نہیں فرمایا گیا۔ (غرائب القرآن) ۴ سبب نزول کی روایات میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسے یہود سے خاص کیا ہے کیونکہ آیاتِ سابقہ اور آیات لاحقہ میں یہود کا ذکر ہے۔ (۱) حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ابی رافع' لبابہ بن ابوالحقیق' حی بن اخطب وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ان لوگوں نے توراۃ میں موجود نعتِ رسول ﷺ کو چھپایا اور اپنی مرضی کے مطابق خود بدل کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا۔ (۲) کلبی کہتے ہیں کہ علمائے یہود کا ایک گروہ مدینہ منورہ آیا تو کعب بن اشرف نے ان علماء سے پوچھا کہ تم لوگ محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتے ہو اور توراۃ میں کیا پاتے ہو۔ جواب میں علمائے یہود نے کہا کہ توراۃ کی خبر کے مطابق محمد ﷺ نبی آخر الزمان ہیں۔ یہ سنکر کعب بن اشرف کہنے لگا ایسا مت کہو ورنہ خیر کثیر سے محروم کر دیئے جاؤ گے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اسکے خلاف گواہی دو اور ہم تمہیں اسکے بدلے مال و دولت دینگے۔ اسکے بعد علمائے یہود نے توراۃ میں سے نعت محمد ﷺ کو بدل ڈالا اور اپنی طرف سے مخالفت میں لکھ کر لوگوں کو بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ کعب بن اشرف اس پر بہت خوش ہوا اور ایسا کرنے والوں کو مال و دولت سے نوازا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (۳) اشعث بن قیس نے ایک کنواں کے بارے میں ایک شخص سے جھگڑا کیا تو یہ مقدمہ نبی کریم ﷺ تک پہنچا آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی گواہی ہے یا تم قسم کھاؤ گے۔ تو اس نے کہا کہ میں قسم کھانے کو تیار ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملیگا کہ اللہ اس پر سخت ناراض ہوگا۔ (۴) ایک شخص نے بازار میں قسم کھا کر سامان بیچا کہ میں تمہیں کم قیمت پر سودا دے رہا ہوں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (غرائب القرآن)

لَاخَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ

ہیچ نصیب نیست ایشانرا در آخرت وسخن نگوید باایشاں خدا ونگاہ نکند بسوے ایشاں

کہ نہیں ہے ان کیلئے آخرت میں کوئی حصہ اور اللہ ان سے کلام نہ فرمائیگا اور نگاہ نہ کرے گا ان کی طرف

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ

روز قیامت وپاک نسازد ایشانرا وایشانراست عذاب دردہندہ وہرآئنہ از اہل کتاب

قیامت کے روز اور انکو پاک نہیں کریگا اور انکے لئے تکلیف دینے والا عذاب ہے [۱] اور بیشک اہل کتاب میں سے

لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ

گروہے ہستند کہ می پیچند زبان خویش را بنوشتہ تا گمان کنید کہ آں از کتابست

ایک گروہ ہے جو توڑ مروڑ کرتے ہیں اپنی زبان کو کتاب میں تا کہ تم اسے کتاب گمان کرو

وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ

نیست آں از کتاب ومیگویند ایں از نزد خداست ونیست آں

اور وہ کتاب سے نہیں ہے اور کہتے ہیں یہ اللہ کے طرف سے ہے اور نہیں ہے وہ

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

از خدا ومیگویند برخدا دروغ وایشانند دانستگان

اللہ کی طرف سے اور کہتے ہیں اللہ پر جھوٹ حالانکہ وہ سب جانتے ہیں [۲]

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ

سزاوار نیست ہیچ آدمی را کہ عطا کند اورا کتاب و علم و نبوۃ باز

سزاوار نہیں ہے کسی آدمی کیلئے کہ اللہ اسے کتاب اور علم اور نبوت عطا کرے پھر

يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا

گوید بمردمان بندہگان شوید مرا بدون خدا ولیکن مثل ایں شخص میگوید کہ شوید

لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ لیکن (اس بخشش کے بدلے) ہو جاؤ [۳]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] اُولٰئِکَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اس میں اشارہ ہے کہ ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ اور منافع نہیں ہے۔ وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ الخ اس میں انکی محرومی کی جانب اشارہ ہے کہ انکی محرومی اس حد تک ہے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ ان سے کلام فرمائیگا اور نہ انکی جانب نظر التفات فرمائیگا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اس میں ان کی تکلیف کی جانب اشارہ ہے۔ محققین فرماتے ہیں کہ ان کلمات میں اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا ذکر ہے کیونکہ اس قسم کے کلمات انتہائی ناراضگی کے موقع پر کہے جاتے ہیں (غرائب القرآن)

[۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ یہود ہیں جو اپنے ہاتھوں سے لکھ کر کعب بن اشرف کے پاس لے گئے پھر بنو قریظہ کے یہود نے اسے اپنی توراۃ میں لکھ ڈالا اور نبی کریم ﷺ کی نعت کو بدل ڈالا۔ قفال کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے حرکاتِ اعراب بدل ڈالے جس سے معنی متغیر ہوگیا کیونکہ یَلْوٗنَ، اَللَّیُّ سے ماخوذ ہے جسکا معنی شے کو استقامت سے ہٹا کر ٹیڑھا پن کی جانب لے جانا ہے۔ یہ کام انھوں نے اس لئے کیا تا کہ لوگوں کو نبی آخر الزماں کی جانب سے پھیر ڈالیں لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکے اس مکر کی خبر مسلمانوں کو پہلے ہی دے دی تھی۔ (غرائب القرآن)

[۳] اس آیت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ابو رافع قرظی یہود میں سے اور السید نجران کے نصاری میں سے' ان دونوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں اور آپکو رب بنائیں۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ کہ ہم غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیں اور انہیں رب بنانے کا حکم دیں مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کام کیلئے مبعوث نہیں فرمایا۔ اس کی تائید کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔

دوسرے قول کے مطابق ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم آپکو سلام کرتے ہیں جیسے کہ ہم ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں کیا ہم آپکو سجدہ نہ کریں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا سجدہ کسی کیلئے جائز نہیں ہے لیکن اپنے نبی کی تعظیم کرو اور انکے اہل کا حق پہچانو۔ تیسرے قول کے مطابق یہودیوں نے گمان کیا کہ کوئی بھی فضل کے اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا ہے جس پر ہم سب قائم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے جو دعوی کیا ہے اگر وہ سچ ہے تو چاہیئے کہ لوگوں کی خدمت گذاری میں مشغول نہ رہو کیونکہ تم خود صاحب فضل ہو۔ اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو نبوت سے مشرف نہیں فرماتا مگر جب تک کہ اسے اس لائق نہیں فرمادیتا کہ وہ اپنی عبادت و پرستش کسی سے نہ کرائے۔ محققین کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیائے کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمانے سے پہلے ایسے اوصاف سے متصف فرمادیتا ہے کہ وہ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جیسے کلمات سے پاک ہوتے ہیں اس لئے نبیوں میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کہا اور اللہ تعالیٰ ان کے نفس کو قوتِ نظریہ اور عملیہ کے اعتبار سے کامل بناتا ہے۔

ربانیین: سیبویہ کہتے ہیں کہ رَبَّانِیٌّ رب کی جانب منسوب ہے بمعنی عَالِمًا بِهٖ یعنی ایسا شخص جو اسکی اطاعت میں مواظبت کرے جیسے اطاعت اور فرمانبرداری کرنے والے شخص کو رَجُلٌ اِلٰهِیٌّ کہتے ہیں۔ اس میں الف اور نون زیادہ ہیں تا کہ یہ کمال صفات پر دلالت کرے۔ جیسے شعرانی' لحیانی اور رقبانی وغیرہ۔ کثرت بال والے کو شعرانی' لمبی داڑھی والے کو لحیانی اور موٹی گردن والے کو رقبانی کہتے ہیں۔ مبرد کہتے ہیں ربانیون ارباب علم کو کہتے ہیں اور اسکی واحد ربان ہے۔ جس کی شان یہ ہے کہ وہ لوگوں کو علم سکھاتے ہیں۔ قفال کہتے ہیں۔ والی کو ربانی کہتے ہیں کیونکہ انکی بھی اطاعت کی جاتی ہے۔ حضرت ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ عربی کا نہیں ہے عبرانی کا یا سریانی کا ہے بہرحال یہ لفظ انسان کے علم وعمل پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے وصال پر محمد بن حنیفہ نے کہا کہ آج اس امت کے ربانی کا وصال ہوگیا۔ (غرائب القرآن)

رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾

ربانی بسبب آموختن کتاب وخواندن آں

اللہ والے کتاب کی تعلیم دینے اور خود پڑھنے کے سبب سے ۱؎

وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ

ونیست سزاوار کہ فرماید شمارا پروردگار گیرید فرشتگان وپیغمبرانرا

اور نہیں ہے سزاوار کہ تمہیں حکم دے رب بنانے کا فرشتوں اور پیغمبروں کو

اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾

آیا بکفر فرماید شمارا بعد ازانکہ مسلمان شدہ باشید و

کیا وہ کفر کا حکم تمہیں دیتا ہے بعد اسکے کہ تم مسلمان ہو چکے ۲؎

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ

آنگاہ کہ گرفت خدائے تعالیٰ پیمان پیغمبران کہ آنچہ دادم شما را از کتاب

اور جس وقت کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے وعدہ لیا کہ جو میں تمہیں دوں کتاب

وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ

وعلم باز بیاید بشما پیغمبرے باور کنندہ آنچہ باشما ست

اور حکمت پھر آئے تمہارے پاس ایک رسول تصدیق کرنے والا جو تمہارے پاس ہے

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ

البتہ ایمان آرید باو والبتہ یاری دہید اورا فرمود خدا آیا اقرار کردید وگرفتید

تو ضرور ایمان لاؤ گے ان پر اور ضرور انکی مدد کرو گے اللہ نے فرمایا کیا تم سب نے اقرار کر لیا اور

اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ

بریں کار عہد مرا گفتند اقرار کردیم

اس اقرار پر میرا بھاری عہد لیا عرض کی ہم نے اقرار کیا ۳؎

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ اس آیت سے معلوم ہوا کہ تعلیم، علم اور قرأت ربانی کیلئے سبب ہیں اور علمائے ربانی کیلئے ضروری ہے کہ انکی تعلیم، تعلم اور دراست سب اللہ تعالیٰ کیلئے ہوں جو اس مصرف کیلئے مصروف نہ ہو وہ نقصان میں ہے۔ اسی بناء پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہتا ہوں ایسے قلب سے جس میں خشیتِ الٰہی نہ ہو اور ایسے علم سے جس سے نفع حاصل نہ ہو۔ (غرائب القرآن)

۲؎ یعنی کسی بشر کیلئے مناسب نہیں ہے کہ جب اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی منصب مل جائے تو وہ لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دے۔ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا۔ اس کے تحت نبی کریم ﷺ نے قریش کو فرشتوں کی عبادت سے روکا اور یہود و نصاریٰ کو حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت سے منع فرمایا۔ النبیین میں سوائے محمد ﷺ کے سب شامل ہیں گویا کہ آپ اس دعویٰ کی وجہ سے زمرۃ انبیاء سے خود بخود نکل گئے۔ اس آیت کے آخری ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب مسلمانوں سے ہے کیونکہ آخر میں بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ہے۔ ایسی صورت میں ان مسلمانوں سے خطاب ہوگا جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔ (غرائب القرآن)

۳؎ زجاج کہتے ہیں کہ اسکی تقدیر یوں ہوگی وَاذْكُرْ يَا مُحَمَّدُ فِي الْقُرْآنِ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ یعنی اے محمد ﷺ یاد کیجئے قرآن میں جب اللہ نے وعدہ لیا۔ اس میں دو احتمالات ہیں، پہلے احتمال کے مطابق چار اقوال ہیں (۱) آخذ میثاق یعنی میثاق لینے والا اللہ ہے اور ماخوذ میثاق یعنی جن سے وعدہ لیا گیا نبیین ہیں۔ یہ قول حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن اور طاؤس کا ہے پھر اس قول پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء سے یہ عہد لیا گیا کہ اگر تمہارے زمانے میں حضرت محمد ﷺ تشریف لائیں تو تم سب ان پر ضرور ایمان لانا اور انکی مدد کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت پر نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان صحت کیلئے کافی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام حیات سے ہوتے تو انکے لئے بھی اسکے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ مجھ پر ایمان لاتے (۲) نبیین سے مراد اولادِ انبیاء ہیں اور یہاں مضاف محذوف ہے یعنی اولاد النبیین۔ (۳) نبیین سے مراد امت ہے یعنی یہ وعدہ اولادِ نبی یا امتی سے لیا گیا تھا۔ قرآن کریم میں لفظ نبی ﷺ بول کر متعدد جگہوں پر امتی مراد ہے جیسے يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ یعنی اے نبی آخر الزماں پر ایمان لانے والو جب تم سب عورتوں کو طلاق دو۔ (۴) نبیین بول کر اہل کتاب مراد ہے یعنی اہل کتاب سے توراۃ وانجیل میں وعدہ لیا گیا تھا کہ جب نبی آخر الزماں تشریف لائیں تو تم سب ان پر ایمان لانا اور تبلیغ دین پر انکی مدد کرنا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے ہر ایک نے اپنی امتی سے عہد لیا کہ اگر تمہارے رہتے ہوئے نبی آخر الزماں ﷺ تشریف لے آئیں تو تم سب ان پر ضرور ایمان لانا اور انکی مدد کرنا۔ اس احتمال کی تائید اسکے بعد والی آیت سے بھی ہو جاتی ہے کیونکہ پھرنے والوں کو فاسقین کہا گیا جو کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل کتاب وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (اور یاد کرو جب اللہ نے اہل کتاب سے وعدہ لیا) پڑھتے تھے اور ہم وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ (اور یاد کرو جب اللہ نے نبیوں سے وعدہ لیا) پڑھتے تھے تو فرمایا کہ اس سے مراد انکی قوم ہے۔ (بیضاوی وغرائب القرآن)

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

فرمود پس گواہ باشید و من باشما از گواہانم

فرمایا (اللہ نے) پس گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

پس ہرکہ برگردد بعد ازیں پس آنگروہ ایشانند بدکاران

پس جو کوئی اسکے بعد اپنی حالت پر نہ رہے تو وہی فسق کرنے والے ہیں [۱]

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

آیا ایں کافراں ورائے دین خدا می طلبند و خدا را منقاد شدہ اند آنانکہ در آسمانہا

کیا اللہ کے دین کے سوا (اور دین) تلاش کرتے ہیں اور اللہ ہی کیلئے جھکے ہوئے ہیں جو آسمانوں

وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

وزمین اند بخوشی وبا ناخوشی وبسوے او گردانیدہ شوند

اور زمین میں ہیں خوشی سے اور ناخوشی سے اور اسی کی طرف لوٹائیں جائینگے [۲]

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ

بگو ایمان آوردیم بخدا وبآنچہ فرود آوردہ شدہ است برما وآنچہ فرود آوردہ شدہ بود

آپ فرما دیجئے ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا اور جو اتارا گیا

عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

بر ابراہیم واسماعیل واسحٰق ویعقوب

ابراہیم پر اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى

ونبیرگان وی وآنچہ دادہ شد موسیٰ وعیسیٰ

اور انکی اولاد پر اور جو دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ کو

[۱] یعنی وعدہ اور اقرار کے بعد پھرنا فسق اور نافرمانی پر دلیل ہے۔(بیضاوی)

[۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کا آپس میں جھگڑا ہوا تو انھوں نے اپنے اس جھگڑے کو نبی کریم ﷺ تک پہنچایا اور فیصلہ چاہا ان میں کا ایک گروہ کہنے لگا کہ میرا دین بہتر ہے جبکہ دوسرا اپنے دین کو بہتر کہتا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم دونوں کے دین سے بیزار ہوں یہ سنکر انھوں نے کہا کہ ہمیں آپ کا فیصلہ منظور نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ صالح مسلمان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں طوعاً یعنی خوشی سے جھکتا ہے اور کافر دین کے مطابق کرھاً یعنی مجبوراً جھکتا ہے وہ مجبوری کبھی مسلمانوں کی تلوار سے پہنچتی ہے کبھی نزول عذاب کی وجہ سے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ طوعاً اہل سموت کیلئے ہے اور کرھاً اہل ارض کیلئے ہے۔ صوفیہ کی زبان میں یہ تفسیر ہے کہ جس نے جمال کا مشاہدہ کیا وہ طوعاً جھکا اور جس نے جلال کا مشاہدہ کیا وہ کرھاً جھکا۔(غرائب القرآن) حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خوشی اور عاجزی کے ساتھ جھکتے ہیں جبکہ موت کے وقت کافر بھی مجبوراً اللہ تعالیٰ کو مان لیتا ہے لیکن اس وقت اس کا ماننا اسے نفع نہ دیگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا یعنی انکے ایمان نے انہیں نفع نہ دیا جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا۔ بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنے ارادے کے مطابق پیدا فرمایا پس مخلوقات میں سے بعض حسین ہیں، بعض قبیح، بعض لمبا، بعض پستہ قد، بعض مریض اور بعض صحیح ہیں ان میں سے ہر ایک اضطرابی طور پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جھکنے والے ہیں، پس جو صحیح ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی چاہت رکھتے ہوئے اسکی بارگاہ میں جھکتے ہیں اور جو مریض ہیں وہ عاجزی کرتے ہوئے جھکتے ہیں اگر چہ مجبوراً ہی کیوں نہ ہو۔ جاننا چاہیئے کہ طوع ایسی پیروی اور جھکنے کو کہتے ہیں جو سہولت کے ساتھ ہو اور کرہ جو مشقت کے ساتھ ہو۔ حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے بارے میں ارشاد فرمایا: ملائکہ آسمان میں اسکی اطاعت کرتے ہیں انصار اور عبدالقیس زمین میں اسکی اطاعت کرتے ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو اس لئے کہ میرے صحابہ اللہ کے خوف سے ایمان لائے اور لوگ تلوار کے خوف سے ایمان لائے۔ حضرت عکرمہ آیت کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ جو شخص بغیر قیل وقال کے اسلام لائے تو گویا وہ طوعاً مسلمان ہوا اور جو قیل وقال کے بعد اسلام لائے تو گویا وہ کرھاً اسلام لایا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ منافق ناپسندیدگی کے طور پر ایمان لاتا ہے اس لئے اسکا عمل اسے نفع نہیں دیگا۔ جاننا چاہیئے کہ جو لوگ ایمان لانے سے پہلے بحث ومباحثہ کرتے ہیں انکے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ یعنی اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔ دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ یعنی آپ اگر ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے مسخر کیا تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔ حضرت مجاہدؒ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کا جانور اگر بدک جائے تو چاہیئے کہ اسکی کان میں یہ آیت پڑھے۔(القرطبی)

وَالنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ

وپیغمبرانرا از پروردگار ایشاں فرق نمی کنیم میان ہیچ یک از ایشاں

اور پیغمبروں کو انکے رب کی طرف سے ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان تفریق نہیں کرتے

وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿٨٤﴾ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ

وما خدا را منقادیم وہرکہ طلب کند سوائے اسلام

اور ہم اللہ ہی کیلئے جھکنے والے ہیں ۱ اور جو کوئی تلاش کرے اسلام کے سوا

دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ

دین دیگر را پس ہر گز قبول کردہ نخواہدشد ازو او در آخرت

دوسرا دین تو ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اس سے اور وہ آخرت میں

مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٨٥﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا

از زیانکاران است چگونہ راہ نماید خدا گروہے را کہ کافر شدند

نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا ۲ اللہ کیسے راستہ دکھائے گا اس گروہ کو جو کافر ہوئے

بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ

بعد اسلام خود و بعد ازانکہ شناختند کہ پیغمبر

اپنے اسلام کے بعد اور گواہی دینے کے بعد کہ پیغمبر

حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

درست ست وبعد ازانکہ آمد بایشاں حجتہا وخدا راہ نمی نماید گروہے

حق ہیں اور انکے پاس نشانیاں آنے کے بعد اور اللہ راستہ نہیں دکھاتا ظالمین

الظَّالِمِينَ ﴿٨٦﴾ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ

ظالمانرا ایں گروہ سزای ایشاں آنست کہ باشد بر ایشاں

قوم کو ۳ یہ گروہ ان کی سزا یہ ہے کہ ان پر

۱ قُلْ واحد کے بعد آمَنَّا جمع لانے کا مقصد یہ ہے کہ شرافت میں امت کو بھی شامل کرلیا جائے یا اس لئے کہ یہ تکلیف فقط آپ کیلئے نہیں ہے بلکہ جمیع مومنین کیلئے لازم ہے۔ایمان باللہ کو مقدم اس لئے رکھا کہ یہ جمیع عقائد میں اصل ہے پھر اسکے بعد قرآن پاک پر ایمان لانے کا ذکر ہے کیونکہ یہ کتاب تحریف وتبدیل سے پاک ہے پھر مشاہیر انبیاء میں سے چند کا ذکر کیا کیونکہ تمام کا ذکر طوالت کا سبب تھا۔اس آیت کریمہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عقیدے کے اعتبار سے اہل کتاب کتنے برے تھے کہ وہ تفریق کیا کرتے تھے۔جاننا چاہئے کہ وحی اوپر سے اترتی تھی اور رسول کی جانب انتہا ہوتی تھی اس لئے اسے کبھی علیٰ سے متعدی کرتے ہیں اور کبھی الیٰ سے۔بعض نے یہ تاویل بھی کی ہے کہ وحی جب علی سے متعدی ہو تو اس سے مراد نبیوں کی جانب وحی ہے اور جب الی کے ذریعے سے متعدی ہو تو اس سے مراد امتی کی جانب بواسطہ نبی کے وحی ہے لیکن اس تاویل پر صاحب کشاف نے اعتراض کیا ہے اور یہ آیت پیش کی ہے کہ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ اور ہم نے آپ کی طرف کتاب نازل کی۔اس آیت میں کاف ضمیر سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔لہذا پیش کردہ قاعدہ ٹوٹ گیا۔اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی ایمان لاؤ جو اتارا گیا اہل ایمان پر۔اس آیت میں اہل ایمان سے مراد امتی ہے۔اور یہاں وحی کو علی سے متعدی فرمایا۔اس میں تحقیق یہ ہے کہ الی یا علی کا استعمال مناسبت کی وجہ سے ہے جیسی مناسبت ہوگی ویسا استعمال ہوگا۔(غرائب القرآن)

۲ خاسرون سے کافرین مراد ہیں۔معتزلہ اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ ایمان اور اسلام ایک ہی ہے۔ اس لئے کہ ایمان غیر اسلام ہوتا تو غیر مقبول ہوتا کہ جو غیر اسلام ہوگا وہ غیر مقبول ہوگا۔اہل سنت اسکا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ نزاع لفظی ہے اس لئے کہ اگر اسلام سے مراد انقیاد کلی (مکمل طور پر جھکنا) ہے تو اسلام اور ایمان کے درمیان کوئی فرق نہ ہوگا جیسا کہ اس آیت میں ہے اور اسلام سے مراد فقط زبانی اقرار ہو تو اسلام اور ایمان کے درمیان فرق ہوگا جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا یعنی آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لائے یعنی گردن جھکائی۔(غرائب القرآن) ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت بنی قریظہ اور نضیر کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ یہ لوگ بعثت سے پہلے نبی آخر الزماں پر ایمان لاتے تھے لیکن بعثت کے بعد دلائل ومعجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لائے۔دوسری روایت کے مطابق کچھ لوگ مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو کر اہل مکہ سے مل گئے پھر وہ سب حوادث زمانہ میں گرفتار ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حارث بن سوید مسلمان ہوئے پھر جب اپنی قوم سے ملے تو پھر گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی' جب حارث نے یہ آیت سنی تو کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے پھر وہ نبی کریم ﷺ کی طرف لوٹے اور دوبارہ مسلمان ہو گئے اور بہترین مسلمان ہوئے۔(غرائب القرآن)

لَعۡنَةَ اللّٰهِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ لَا

نفرین خدا وفرشتگان ومردمان ہمہ ایشاں جاویدند درآں لعنت

اللہ کی لعنت ہو گی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی ۱؎ ہمیشہ رہیں گے اس لعنت میں

يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا

سبک کردہ نشود از ایشاں عذاب ونہ ایشاں مہلت دادہ شوند الا آنانکہ توبہ کردند

ہلکا نہ کیا جائیگا ان سے عذاب اور نہ وہ سب مہلت دیئے جائیں گے ۲؎ مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی

مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ

بعد ازیں و نیکوکاری کردند پس ہر آئنہ آمرزندہ مہربان است ہر آئنہ کسانیکہ

اسکے بعد اور نیک کام کیا تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۳؎ بیشک وہ لوگ جو

كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِيۡمَانِهِمۡ ثُمَّ ازۡدَادُوۡا كُفۡرًا لَّنۡ تُقۡبَلَ تَوۡبَتُهُمۡ ۚ

کافر شدند بعد از اسلام خویش باز زیادتی کردند در کفر ہرگز قبول کردہ نشود توبۂ ایشاں

کافر ہو اپنے اسلام کے بعد پھر کفر میں اضافہ کیا ہرگز قبول نہ کی جائے گی انکی توبہ

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوۡنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ كُفَّارٌ

وآنگروہ ایشانند گمراہان ہرآئنہ آنانکہ کافرشدند وکافر مردند

اور یہی گروہ بھٹکے ہوئے ہیں ۴؎ بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے اور کافر ہی مرے

فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِهِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افۡتَدٰى

ہرگز قبول نگردد از ہیچ یک از ایشاں مقدار پری زمین از زر

ہرگز قبول نہ کیا جائیگا ان سے زمین بھر سونا اگر وہ اپنے لئے بدلہ دے یہی گروہ ہے کہ

بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ وَّمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴿۹۱﴾ ع ۹ ۱۱ ۱۷

اگر عوض خود دہد آنرا آں گروہ ایشانرا ست عذاب درد دہندہ ونیست ایشانرا یاری دہندہ

ان کیلئے تکلیف دینے والا عذاب ہے اور ان کیلئے کوئی مددگار نہیں ہے ۵؎

۱؎ ان پر لعنت اس وجہ سے ہے کہ وہ سب کفر پر مصر ہیں اور ہدایت سے دور ہیں اور رحمت سے مایوس ہیں۔ الناس سے مراد عام مؤمنین ہیں یا عموم کیلئے ہو تو اسوقت معنی یہ ہوگا کہ کافرین بھی حق کے منکرین پر لعنت بھیجتے ہیں۔ (بیضاوی)

۲؎ یعنی لعنت میں یا عقوبت میں یا نار میں ہمیشہ رہیں گے۔ (بیضاوی)

۳؎ یعنی ارتداد کے بعد ایمان کی جانب لوٹے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت حارث بن سوید کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ ارتداد کے بعد جب وہ نادم ہوئے تو اپنی قوم میں سے ایک شخص کو نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا کہ پوچھ کر آؤ کیا میری توبہ قبول ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے اس آیت کیساتھ اسکے بھائی جلاس کو واپس بھیجا تو حارث بن سوید نے مدینہ منورہ آکر توبہ کی۔ (بیضاوی)

۴؎ اس سے مراد اہل کتاب ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ پر ایمان لاتے تھے لیکن بعثت کے بعد انکار کر کے کفر کیا پھر معجزہ دیکھنے کے بعد ایمان لانے کی بجائے بغض وعناد میں طعن وتشنیع کرنے لگے جو انکے لئے ازدیاد کفر کا سبب بنا۔ بعض نے اسکی یہ تفسیر کی ہے کہ یہود موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاتے تھے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور انجیل کا انکار کر کے کفر کیا اسکے بعد بعثتِ نبی آخر الزماں ﷺ کے بعد آپکا اور قرآن کا انکار کر کے اپنے کفر کو مزید بڑھایا۔ یہ قول حضرت حسن، حضرت قتادہ اور حضرت عطاء کا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ مرتد ہو کر مکہ چلے گئے اور کہنے لگے کہ چند ہی دنوں میں زمانہ محمد ﷺ کو فراموش کر دیگا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ علی سبیل النفاق مسلمان ہوئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس نفاق کو ازدیاد کفر بتایا۔ یہاں بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں مرتد کی توبہ قبول ہونے کے بارے میں ہے جبکہ اس میں لَنۡ تُقۡبَلَ تَوۡبَتُهُمۡ سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی، اس وہم کو دور کرنے کیلئے حضرت حسن، حضرت قتادہ اور حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ کفر پر اصرار ازدیاد کفر ہے اس لئے ایسا شخص موت کے وقت توبہ کرنا چاہتا ہے اور ایسے وقت کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَيۡسَتِ التَّوۡبَةُ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّىۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ ۔ اور نہیں ہے توبہ ان لوگوں کیلئے جو برے اعمال کرتے ہوں یہاں تک کہ جب موت آجائے تو کہتے ہیں کہ میں نے اب توبہ کی۔ دوسرے قول کے مطابق لَنۡ تُقۡبَلَ تَوۡبَتُهُمۡ سے وہ توبہ مراد ہے جو فقط زبانی ہو اس میں اخلاص نہ ہو۔ تیسرا قول قاضی، قفال اور ابن انباری کا ہے کہ یہ آیت اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا کیلئے تتمہ ہے یعنی اگر توبہ اولیٰ کے بعد کفر کرے تو توبہ اولیٰ غیر مقبول ہوگی۔ چوتھے قول کے مطابق لن تقبل توبتھم کو کفر کی موت سے کنایہ لیا گیا ہے۔ گویا کہ یہ کہا گیا ہے کہ یہود اور مرتدین کفر پر اس قدر مصر ہیں کہ انہیں زندگی میں توبہ کی توفیق ہی نہ ملی اور انکی موت کفر ہی پر ہوئی۔ (غرائب القرآن) ۵؎ کافر کی تین قسمیں ہیں (۱) جو اپنے کفر کو چھوڑ کر صدق دل سے توبہ کر لے۔ پہلی آیت یعنی اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡ بَعۡدِ الخ اس قسم کے کافر کیلئے ہے (۲) جو اپنے کفر کو نہ چھوڑے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے جھوٹی توبہ کرے (۳) وہ کافر جو اپنے کفر پر مصر رہے یہاں تک کہ اسے توبہ کرنے کی بھی توفیق نہ ہو۔ اس تیسری آیت میں اسی قسم کے کافرین کا بیان ہے کہ انکی جانب سے فدیہ قبول نہ کیا جائیگا سوال: جب یہ معلوم ہے کہ کافر کو آخرت میں انکے مال ودولت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا تو پھر فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِهِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَهَبًا کا کیا فائدہ؟ جواب! یہ کلام علی سبیل الفرض ہے یعنی کافرین اگر ایسا بھی کریں جب بھی انکی نجات نہیں ہوگی۔ ذھب بمعنی سونا لیکن یہاں اس سے مراد عزیز ترین اشیاء ہیں یعنی کافرین اگر اپنی عزیز ترین اشیاء سے زمین بھر دیں جب بھی انکی نجات نہیں ہوگی۔ (غرائب القرآن)

تفسیر اظہار العرفان

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا

ہرگز نیابید نیکوکاری تا آنکہ خرچ کنید از آنچہ دوست میدارید و

ہرگز تم بھلائی کو نہ پہنچو گے یہاں تک کہ اسے خرچ کرو جو تمہیں محبوب ہو اور

تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿٩٢﴾ كُلُّ

ہرچیز کہ خرچ کنید خدا بوی دانا ست ہمہ

جو تم خرچ کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے ۱ تمام

الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ

طعام حلال بود بر بنی اسرائیل الا آنچہ حرام کردہ بود یعقوب بر خویشتن

کھانے حلال تھے بنی اسرائیل پر مگر وہ جسے حرام کیا تھا یعقوب نے اپنے اوپر

مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ

پیش از آنکہ تورات نازل کردہ شود بگو بیارید توریت پس بخوانید آنرا اگر

قبل اس کے کہ تورات اتاری جاتی۔ آپ فرما دیجئے لاؤ توراۃ اور اسے پڑھو اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿٩٣﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

راستگوئی ہستید پس ہر کہ دروغ بندد بر خدا بعد ازیں

تم سچ کہنے والے ہو ۲ پس جو کوئی جھوٹ باندھے اللہ پر اسکے بعد

فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٩٤﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ

پس آنگروہ ایشانند ستمگاران بگو راست گفت خدا پس پیروی کنید ملت ابراہیم را

تو یہی گروہ ستم کرنے والے ہیں ۳ آپ فرما دیجئے کہ سچ فرمایا اللہ نے پس پیروی کرو ابراہیم کی ملت کی

حَنِیْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿٩٥﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ

حنیفے کیش شدہ و نبود از مشرکان ہرآئنہ اول خانہ کہ مقرر کردہ شد برائے مردمان

جنکا دین ہر باطل سے جدا تھا اور وہ مشرکوں سے نہ تھے ۴ بیشک پہلا گھر جو مقرر کیا گیا لوگوں کے واسطے

۱ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ کافر کو مال خرچ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ تو اب مومنین کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ایک کنواں ہے جو مجھے اپنے اموال میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے میں اسے اللہ کے راستے میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مبارک ہو لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور آپ جیسے چاہیں تقسیم فرمادیں چنانچہ انکے رشتہ داروں میں کنواں تقسیم کردیا گیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اس آیت کے نزول کے بعد ایک گھوڑا لیکر آئے اور عرض کی اسے اللہ کی رضا کیلئے قبول فرمالیں آپ نے وہ گھوڑا اسامہ بن زید کیلئے وقف کردیا۔ اَلْبِرُّ کی دو تفسیر ہیں (۱) وہ نیکی جس کے سبب وہ ابرار میں شامل ہوجائے (۲) اَلْبِرُّ سے مراد جنت ہے (غرائب القرآن)

۲ شان نزول یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کے گوشت اور دودھ کو حلال رکھا جبکہ یہود اسے حرام سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے اعتراض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعوی کرتے ہیں کہ دین ابراہیم لے کر آئے ہیں لیکن اونٹ کا گوشت اور دودھ استعمال کرتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتا دیا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام پر تمام کھانے حلال تھے مگر یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کچھ کھانوں سے اجتناب کیا جسے ان لوگوں نے مستقل حرام سمجھ لیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اطباء کے مشورے سے کچھ کھانوں کو چھوڑا تھا جیسے آج ہمارے یہاں ہوتا ہے جسے ہم پرہیز کہتے ہیں۔ (غرائب القرآن) ۳ یعنی اس کے بعد بھی اگر وہ لوگ نہ مانتے ہوں تو یہ سراسر جھوٹ اور بہتان ہیں جسکا تعلق نہ توراۃ سے ہے اور نہ انجیل سے۔ (غرائب القرآن) ۴ اللہ تعالیٰ نے حق کو سچ کر دکھایا لیکن تم لوگ جھوٹے ہو۔ ملت اسلام جو دراصل ملت ابراہیم ہے اسکی پیروی کرو اور اس میں خلط ملط سے بچو اور افراط و تفریط سے بھی بچو (بیضاوی) ۵ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس آیت میں یہود کے ایک شبہے کا ازالہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انکے نزدیک بیت المقدس کی فضیلت کعبہ سے بھی زیادہ تھی اور انکا کہنا تھا کہ بیت المقدس نبیوں کی ہجرت کی جگہ ہے اور ارضِ محشر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اس گھر [بیت اللہ] کو پیدا کیا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام روئے زمین پر تشریف لائے تو آپکے ساتھ یہ گھر بھی اتارا گیا تا کہ آپ اسکا طواف کریں۔ زمانہ نوح علیہ السلام تک یہ زمین پر قائم رہا پھر اسے آسمان پر اٹھالیا گیا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسکے نشانات پر کعبہ کی تعمیر کی۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسی مسجد ہے جسے لوگوں کے واسطے بنائی گئی ہے آپ نے فرمایا مسجد حرام، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی کہ اس کے بعد کونسی مسجد ہے۔ آپ نے فرمایا مسجد اقصیٰ، عرض کی ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے آپ نے ارشاد فرمایا چالیس سال۔ صاحب کشاف نے فرمایا کہ مکہ اور بکہ یہ دونوں بلد حرام کا نام ہے اور یہ دو لغت ہیں جیسے راتب یا راتم، لازم یا لازب وغیرہ۔ دوسرے قول کے مطابق مکہ شہر کا نام ہے اور یہ بکہ موضع مسجد کا نام ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسکا نام بکہ اس لئے رکھا کہ وہاں طواف میں لوگوں کا ازدھام ہوگا۔ مروی ہے کہ محمد بن باقر مکہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ انکے سامنے سے ایک عورت کا گذر ہوا آپ نے چاہا کہ اسے ہٹایا جائے تو کسی نے کہا کہ اسکا نام بکہ اسی لئے رکھا گیا ہے کہ یہاں لوگوں کا ازدھام ہوگا اور ازدھام میں عورت مرد کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے لہذا آپ انہیں مت ہٹائیں۔ (ابن جریر و غرائب القرآن)

لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ

آنست کہ در مکہ است برکت دادہ شدہ و ہدایت گشتہ مر مردمانرا دراں خانہ نشانہا روشن است

وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت دی ہوئی اور لوگوں کے واسطے رہنمائی ۵ اس گھر میں روشن نشانیاں ہیں (ان میں سے)

مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ

از انجملہ جاے ایستادن ابراہیم و ہرکہ در آید آنجا ایمن بود و بحق خدا ست بر مردمان حج خانہ کعبہ

ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ اور جو کوئی اس جگہ آجائے امن میں ہوگا اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر کہ خانہ کعبہ کا حج

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ

ہرکہ توانائی دارد رفتن بسوئے آں از جہت اسباب راہ و ہرکہ کافر شود پس ہرآئنہ خدا بے نیاز است از

کرے جو کوئی طاقت رکھے اسکی طرف جانے کی راستے کے اسباب کی جہت سے اور جو کوئی کافر ہو تو بیشک اللہ بے

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ

عالمہا بگو اے اہل کتاب چرا کافر میشوید بآیتہاے خدا و خدا

نیاز ہے عالمین سے ۱ آپ فرما دیجئے اے اہل کتاب کیوں کافر ہوتے ہو اللہ کی آیتوں سے انکار کرکے اور اللہ

شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ

حاضر است بر آنچہ میکنید بگو اے اہل کتاب چرا باز میدارید از

حاضر ہے جو عمل تم کرتے ہو ۲ آپ فرما دیجئے اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو

سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ

راہ خدا کسے را کہ ایمان آورد می طلبید براے آں راہ کجی و شما باخبر اید و نیست خدا

اللہ کے راستے سے اسے جو ایمان لائے تم اس راستے میں کجی چاہتے ہو اور تم اس پر باخبر ہو اور اللہ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ

بے خبر از آنچہ میکنید اے مسلمانان اگر فرمانبردارید گروہ را از

بے خبر نہیں ہے اس سے جو تم کرتے ہو ۳ اے مسلمانو! اگر تم فرمانبرداری کروگے اس گروہ کی

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیَاتٌ بَیِّنَاتٌ میں مقام ابراہیم اور مشعر حرام داخل ہیں۔ (ابن جریر) یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں کو علیٰ سبیل الاختصار بیان کیا گیا ہے ورنہ وہاں ان دونوں کے علاوہ بہت سارے مقامات اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں تین چیزوں سے محبت دی گئی ہے۔ خوشبو' عورتیں اور نماز سے (بیضاوی) بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ کَانَ اٰمِنًا سے مراد یہ ہے کہ اسے جہنم سے آزاد کردیا جائیگا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مکہ یا مدینہ میں جسکا انتقال ہو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے امن والا بنا کر اٹھائیگا (غرائب القرآن) وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ الخ حج کو دو لغت سے پڑھا گیا ہے (۱) حا کے کسرہ سے یہ لغت نجد کے مطابق ہے (۲) حا کے فتح سے یہ لغت حجاز کے مطابق ہے۔ جاننا چاہئے کہ حج صاحب استطاعت پر پوری زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! بیشک اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر سال' آپ نے فرمایا اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہوگا۔ جسے تم ادا نہ کرسکو گے۔ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں حج مکہ میں غیر واجب تھا' حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ جب آیت حج نازل ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے چھ مذہب کے ماننے والوں کو جمع فرمایا یعنی مسلمان' یہود' نصاریٰ' صابئین' مجوس اور مشرکین۔ انہیں خطبہ کے بعد بتایا کہ تم سب پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض فرمایا ہے اس لئے تم لوگ حج ادا کرو۔ ان میں سے صرف مسلمان آپکے فرمان پر ایمان لائے باقی پانچ مذاہب والوں نے انکار کردیا تب وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ نازل ہوئی (غرائب القرآن) ۲ یعنی محمد ﷺ کی نبوت پر روشن نشانیاں ظاہر ہونے کے بعد اسکا انکار کیونکر کرتے ہو اور کعبہ کی فضیلت ظاہر ہوجانے کے بعد اس میں شبہ کیوں ڈالتے ہو اور حج کی فرضیت ثابت ہونے کے بعد اسکا انکار کیوں کرتے ہو (غرائب القرآن) ۳ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کے راستے سے روکنے کا طریقہ یہ تھا کہ کمزور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات ڈالتے تھے اور اپنی کتاب میں موجود نعتِ محمد ﷺ کا انکار کرتے تھے اور جو لوگ اسلام میں داخل ہونا چاہتے تھے انہیں مکر وفریب کے ذریعے روک دیا کرتے تھے۔ عِوَجًا اگر عین کے کسرہ سے ہو تو اسوقت معنی یہ ہوگا کہ جسے وہ نہ دیکھتا ہو اسکے ماننے سے منہ پھیرے جیسے دین اور قول وغیرہ' اگر عین کے فتح سے ہو تو اسوقت معنی یہ ہوگا کہ ایسی شے کے ماننے سے منہ پھیر لینا جسے وہ دیکھتا ہو جیسے دیوار وغیرہ۔ اسی بناء پر زجاج کہتے ہیں کہ العوج بالکسرۃ معانی میں ہے اور بالفتحہ اعیان میں ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ اہل کتاب توراۃ میں موجود نعتِ محمد ﷺ کے معانی ومطالب کو بھی بدلنا چاہتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کو ان صفات کا متحمل دیکھنے کے باوجود انکار کی جانب مائل ہوگئے (غرائب القرآن) ۴ شان نزول یہ ہے کہ ایک روز اوس اور خزرج کے کچھ لوگ آپس میں بیٹھے محبت اور الفت کی بات کررہے تھے کہ وہاں سے شاس بن قیس یہودی کا گزر ہوا جو انکی گفتگو کو سن کر جل گیا' پھر اس نے ایک جوان کو مقرر کیا جو انہیں پچھلی باتیں یاد دلا کر دونوں قبیلوں کو بھڑکائے چنانچہ اسکی چال سے دونوں قبیلے بھڑک اٹھے اور ہتھیار اٹھالئے قریب تھا کہ دونوں خونریزی پر اتر آتے کہ نبی کریم ﷺ مہاجرین کے ساتھ تشریف لائے اور انھیں سمجھایا کہ ایسا نہ کریں چنانچہ وہ لوگ اس سے باز آگئے اور سمجھ لیا کہ یہ کسی دشمنِ اسلام کا کام تھا۔ جس میں ہم سب پھنس گئے' اس پر یہ آیت نازل ہوئی (بیضاوی)

لن تنالوا ٤ | ١٣٩ | آل عمران ٣

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝١٠٠ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ

اہل کتاب کافر گرداند شما را بعد از اسلام شما و چگونہ کافر شوید

جو اہل کتاب سے ہیں تمہیں کافر بنا ڈالیں گے تمہارے ایمان کے بعد اور کیونکر کافر ہوتے ہو حالانکہ تم پر اللہ کی

وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ

و خواندہ می شود برشما آیات خدا و درمیان شما ہست پیغمبر خدا و ہر کہ چنگ استوار کرد بر خدا

آیات پڑھی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے اور جو کوئی مضبوطی سے تھام لے اللہ (کے حکم) کو

فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝١٠١ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا

پس ہر آئنہ راہ نمودہ شد بسوئے راہ راست اے مسلماناں بترسید

تو بیشک (اسے) سیدھے راستے کی جانب رہنمائی کی گئی ۱ اے مسلمانو! ڈرو

اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝١٠٢ وَاعْتَصِمُوْا

از خدا حق ترسیدن از وی و نمیرید مگر مسلمان شدہ و چنگ زنید

اللہ سے (جیسا کہ) اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرنا ہرگز مگر مسلمان رہکر ۲ اور مضبوطی سے پکڑ لو

بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۪ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ

بر رسن خدا جمع آمدہ و پراگندہ مشوید و یاد کنید نعمت خدا را کہ بر شما است چوں

اللہ کی رسی کو جمع ہو کر اور منتشر نہ ہونا اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پس اس

كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ

بودید دشمن بایکدیگر پس الفت داد میان دلہائے شما پس شدید بنعمت خدا برادر بایکدیگر

نے تمہارے درمیان محبت ڈال دی پس اللہ کی نعمت کے بدلے بھائی بھائی ہو گئے

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ

و بودید بر کرانہ مغاکی از آتش پس رہانید شما را از آں ہمچنیں

اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے پس تمہیں رہا کیا اس سے اسی طرح

منزل ١

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی تم پر اللہ کے رسول ﷺ کتاب اللہ کی تلاوت فرماتے ہیں۔ اس لئے جب تمہارے پاس کتاب اور اسے سمجھانے والے نبی ﷺ موجود ہیں تو شکوک وشبہات ڈالنے والوں کی باتوں کی جانب توجہ مت دو۔ قرآن کریم رہتی دنیا تک بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے موجود رہیگا نبی کریم ﷺ اگرچہ ظاہری صورت میں ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن آپکا نور رہتی دنیا تک قائم رہیگا۔ اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی سے تھامو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب اللہ اور دوم میری اولاد۔ (غرائب القرآن)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ نازل ہوئی تو مسلمانوں نے اپنے اوپر تنگی کی کیونکہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ ہمیشہ اسکی اطاعت کی جائے ایک لمحہ بھی اسکی نافرمانی نہ ہو، ہمیشہ اسکا شکر ادا کیا جائے ناشکری نہ ہو، ہمیشہ اسے یاد رکھا جائے کبھی بھی اسے نہ بھلایا جائے، اسکے تمام واجبات پر عمل کیا جائے اور محارم سے بچا جائے، اللہ کے راستے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کی جائے اور والدین، رشتہ دار اور اپنے ساتھ انصاف قائم کیا جائے۔ ظاہر ہے اس طرح سے عمل کرنا دشوار ہے تو اللہ تعالیٰ نے فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ نازل فرما کر اس میں تخفیف فرما دی۔ جمہور مفسرینِ کرام کا کہنا ہے کہ یہ آیت غیر منسوخ ہے اور حَقَّ تُقَاتِهٖ، واجب تقوی کے معنی میں ہے۔ اگر اس آیت کو منسوخ مانیں گے تو لازم آئیگا کہ بعض معاصی مباح ہیں جو کہ صحیح نہیں ہے جو گناہ بطورِ نسیان، سہو اور خطا ہو جائے شریعت نے اسکی معافی کا اعلان بھی کیا ہے۔ اس لئے ہر قسم کے گناہوں سے بچنا لازم ہے اور یہی آیت کا مفہوم ہے۔ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ اس میں موت سے روکا نہیں گیا ہے بلکہ یہ نہی اس معنی میں وارد ہے کہ حالتِ اسلام کے خلاف تم پر موت نہیں آنی چاہئے۔ اسکی تفسیر سورہ بقرۃ میں گذر چکی (غرائب القرآن) ۳ یہاں حبل سے مراد ہے جو حق کی جانب ثابت قدمی سے پہنچادے مفسرینِ کرام نے حبل کی تفسیر میں سات اقوال پیش کئے ہیں (۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عہد ہے جیسا کہ اس کے بعد ہے اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ۔ (۲) اس سے مراد قرآن کریم ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب بہت فتنے برپا ہونگے کسی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اس سے نکلنے کی کیا صورت ہوگی؟ آپ نے فرمایا کتاب اللہ کیونکہ اس میں تم سے پہلے والوں کی خبر موجود ہے اور تمہارے بعد والوں کی بھی۔ اور اس سے اپنے درمیان فیصلہ کرو اس لئے کہ یہ حبل اللہ المتین ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبل اللہ سے مراد قرآن ہے (۳) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اولادِ رسول ﷺ ہیں (۴) اس سے مراد اللہ کا دین ہے (۵) حَبْلِ اللّٰهِ سے مراد اللہ کی اطاعت ہے (۶) اس سے مراد اخلاص توبہ ہے (۷) اس سے مراد جماعت ہے کیونکہ اسکے بعد تفرقہ سے بچنے کا حکم ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کی شکل میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے (غرائب القرآن) وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسلام کی برکت سے تمہارے دلوں میں آپس کی محبت ڈال دی اس لئے تم سب بھائی ہو گئے۔ قبیلہ اوس اور خزرج ۱۲۰ سال تک آپس میں لڑتے رہے اسلام کی برکت سے یہ عداوت ختم ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ کی برکت سے ان کے درمیان محبت پیدا ہوئی اس لئے اس نعمت کو بھی یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں نعمت سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مُنقِذ یعنی نکالنے والا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے (غرائب القرآن)

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ

بیان کند خدا برائے شما نشانہاے خود را تا باشد راہ یابید و باید کہ باشید از شما گروہی

اللہ بیان فرماتا ہے تمہارے لئے اپنی نشانیوں کو تا کہ راہ پا لو[۱] اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو

يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

کہ بخوانند بسوے نیکو کاری و بفرمایند بکار پسندیدہ و منع کنند از نا پسندیدہ

جو بھلائی کی جانب بلائے اور پسندیدہ کام کا حکم دے اور ناپسندیدہ کام سے روکے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا

و آنگروہ ایشانند رستگاران و مباشید مانند کسانیکہ پراگندہ شدند و خلاف یکدیگر کردند

اور یہی گروہ فلاح پانے والے ہیں اور نہ ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح جو متفرق ہوگئے اور ایک دوسرے سے اختلاف کیا

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾

بعد ازانکہ آمد بایشاں حجتہا و آنگروہ ایشانراست عذاب بزرگ

بعد اسکے کہ ان کے پاس نشانیاں آئیں اور یہی گروہ ہے کہ انکے لئے بڑا عذاب ہے[۲]

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ

آنروز کہ سفید شود یکپارہ رویہا و سیاہ شود یکپارہ رویہا پس اما آنانکہ سیاہ گشت

وہ دن جس میں کچھ چہرے سفید ہونگے اور کچھ چہرے سیاہ ہونگے پس وہ کہ جس کے سیاہ ہوئے

وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

روے ایشاں بدیشاں گفتہ شود ایا کافر شدید بعد از اسلام خود پس بچشید عذاب بسبب

چہرے (ان سے کہا جائیگا) کیا تم کافر ہوئے اپنے اسلام کے بعد پس چکھو عذاب بسبب

تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ

کافر شدن خود و اما آنانکہ سفید شد رویہاے ایشاں پس در رحمت

اپنے کافر ہونے کے[۳] اور وہ کہ جنکے چہرے سفید ہوئے پس رحمت

[۱] علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مِنْكُمْ میں مِنْ تبیین (فقط بیان) کیلئے ہے یا تبعیض (کل میں سے بعض) کیلئے۔ اگر "مِنْ" تبیین کیلئے ہوگا تو ایسی صورت میں تمام مکلفین پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہوگا' خواہ ہاتھ سے ہو' زبان سے ہو یا قلب سے ہو اور ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے حق میں ارشاد فرمایا کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے واسطے نکالے گئے ہو تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔ اسوقت یہ اس قول کی طرح ہے' لفلان من اولادہ جند یعنی فلاں کیلئے اسکی اولاد سے لشکر ہے۔ اولاد سے مراد تمام اولاد ہے نہ کہ بعض۔ اسی طرح امت سے مراد ہر کلمہ پڑھ کر ایمان لانے والا ہے پھر اس گروہ کا کہنا ہے کہ کُل پر واجب ہے لیکن بعض کے ادا کرنے پر باقی سے ساقط ہوگا۔ گویا کہ یہ فرض کفایہ کی طرح ہے۔ جن لوگوں نے "من" کو تبعیض کیلئے مانا ہے ان کے نزدیک علماء پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے غیر پر نہیں کیونکہ جسے معروف کے بارے میں علم نہ ہوگا وہ کبھی منکرات کو بھی معروفات سمجھ کر لوگوں کو اسکی دعوت دیگا جو گمراہی کا سبب بن جائیگا اور اس لئے بھی کہ اس باب میں نرمی اور موعظِ حسنہ سے کام لینے کا حکم ہے اور جاہل سے دونوں کی توقع نہیں ہے۔ اسی طرح عورت' بیمار اور معذور پر بھی لازم نہیں ہے۔ جاننا چاہیئے کہ امر بالمعروف کی تین قسمیں ہے (۱) حقوق اللہ (اللہ تعالیٰ کے حقوق جیسے نماز' روزہ' حج وغیرہ وغیرہ) (۲) حقوق العباد بندوں کے ایک دوسرے پر حقوق جیسے چھینک آئے تو اسکا جواب دے' مر جائے تو جنازہ میں شریک ہو وغیرہ) (۳) حقوق مشترکہ (جو اللہ تعالیٰ کا بھی حق ہو اور بندوں کا بھی حق ہو جیسے زکوۃ) (غرائب القرآن) [۲] یعنی یہود و نصاریٰ کی طرح جنہوں نے توحید اور احوالِ آخرت میں اختلاف کیا واضح رہے کہ یہاں اختلاف کی نہی اصول میں وارد ہے یعنی اصولِ دین میں اختلاف کر کے ٹکڑوں میں مت بٹ جاؤ۔ فروع کے اختلاف کی گنجائش ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ یعنی میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ اسی طرح آپ کا یہ ارشاد کہ جو شخص اجتہاد کرے اگر وہ صواب [درستگی] کو پہنچ جائے تو اس کے لئے دو اجر ہیں ورنہ ایک اجر۔ یہ دونوں ارشاد اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ فروعی اختلاف کی گنجائش ہے (بیضاوی) [۳] چہرے کے سفید اور سیاہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ کچھ چہروں پر اس روز خوشی کے آثار ہونگے اور کچھ چہروں پر غمی کے آثار ہونگے جیسے زمانہ جاہلیت کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا ۔ یعنی جب انہیں لڑکی کی خوشخبری لا کر کوئی ایک دیتا تو ان کا چہرہ سیاہ ہو جاتا (انہیں غم پہنچتا) دوسرے قول کے مطابق یہ دونوں اپنے حقیقی معنی میں ہیں یعنی اہل حق کے چہرے سے تو رنکل رہا ہوگا اور اہل باطل کا چہرہ سیاہ پڑ رہا ہوگا۔ اس آیت میں اہل قیامت کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ الخ یعنی مرتد یا اہل کتاب جنہوں نے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے سے انکار کیا حالانکہ قرائن و دلائل سے آپکی حقانیت جان چکے تھے یا اس سے مراد جمیع کافرین ہیں۔ (بیضاوی و غرائب القرآن) [۴] یعنی جنت میں۔ اس میں دلیل ہے کہ مومن اگر پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں گذار دے جب بھی وہ جنت میں داخل نہ ہوگا مگر یہ دخول اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے ہوگا گویا کہ انسان کو اپنی عبادت پر فخر اور تکبر نہ کرنا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل پر امید رکھنا چاہئے (بیضاوی) [۵] جو وعدہ اور وعید وارد ہوا یہ سب اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جسے بالکل صحیح طریقے سے بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں کوئی شبہ ڈالنے والا اگر شبہ ڈالنا چاہے تو نہیں ڈال سکتا (بیضاوی)

اللّٰہِ ؕ ھُمۡ فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتۡلُوۡھَا عَلَیۡکَ بِالۡحَقِّ ؕ

خدا باشند ایشاں در انجا جاویدند ایں آیات خدا است میخوانیم آنرا بر تو براستی

خدا میں ہونگے وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے[1] یہ اللہ کی آیتیں ہیں ہم پڑھتے ہیں اسے آپ پر حق کے ساتھ ۵

وَمَا اللّٰہُ یُرِیۡدُ ظُلۡمًا لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾ وَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی

و نخواہد خدا ستم کردن بر مرداں و مر خدا راست آنچہ در آسمانہا ست و آنچہ در

اور اللہ لوگوں پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا اور اللہ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

الۡاَرۡضِ ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ﴿۱۰۹﴾ کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ

ع ۱۱ ۸ ۲

زمین است و بسوے خدا باز گردانیدہ میشود ہمہ کارہا ہستید شما بہترین امتی کہ بیروں آوردہ شد

زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائینگے تمام کام[2] تم بہترین امتی ہو (ان سب میں) جو ظاہر کئے گئے

لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ

براے مردمان میفرمائید بکار پسندیدہ و منع کنید از ناپسندیدہ و باور میدارید

لوگوں کے واسطے حکم دیتے ہو پسندیدہ کام کا اور روکتے ہو ناپسندیدہ کام سے اور ایمان رکھتے ہو

بِاللّٰہِ ؕ وَ لَوۡ اٰمَنَ اَہۡلُ الۡکِتٰبِ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ مِنۡہُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ

خدا را و اگر ایمان می آوردند اہل کتاب بہتر بودی ایشانرا بعضے از ایشاں مسلمان شد

اللہ پر اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو انکے لئے بہتر ہوتا ان میں سے بعض مسلمان ہوئے

وَ اَکۡثَرُہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾ لَنۡ یَّضُرُّوۡکُمۡ اِلَّاۤ اَذًی ؕ وَ اِنۡ یُّقَاتِلُوۡکُمۡ

واکثر ایشاں بدکارند ہرگز زیاں نرسانند بشما مگر اندک رنجی و اگر کار زار کنند با شما

اور اکثر ان میں سے بدکار ہیں ہرگز تمہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے سوائے کچھ غم کے اور اگر وہ سب تم سے لڑیں

یُوَلُّوۡکُمُ الۡاَدۡبَارَ ۟ ثُمَّ لَا یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ اَیۡنَ

پشت بسوے شما کنند باز نصرت دادہ نشوند زدہ شد بر ایشاں خواری ہرجا کہ

تو تمہاری طرف پیٹھ دیکر بھاگیں گے پھر مدد نہ کئے جائیں گے[3] ان پر خواری مار دی گئی جہاں کہیں

تفسیر اظہار العرفان

۱ اشاعرہ اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ افعالِ عباد بھی مخلوق ہیں اس لئے کہ یہ بھی مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ میں شامل ہیں جبکہ معتزلہ اسکا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں اضافت مِلک کی جانب ہے نہ کہ فعل کی جانب (غرائب القرآن)

۲ شانِ نزول یہ ہے کہ مالک بن صیف اور وھب بن یہودا یہ دونوں یہودی تھے ان دونوں نے حضرت ابن مسعودؓ ابی بن کعبؓ معاذ بن جبل اور سالم ﷺ سے کہا کہ تم جس دین کی جانب ہمیں بلاتے ہو ہمارا دین اس سے بہتر ہے اور ہم تم سے بہتر ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ کنتم بمعنی صرتم ہے یعنی تم بہترین امت ہو گئے۔ امۃ اصل میں اس گروہ کو کہتے ہیں جو کسی ایک شے پر قائم ہو جائے۔ جاننا چاہیئے کہ اس امت کی بہتری پر دلائل اوصاف بیان کئے گئے ہیں یعنی نیکی کا حکم دینا' برائی سے روکنا اور اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین رکھنا۔ یہ تینوں اوصاف ایسے ہی ہیں کہ کوئی شخص کہے زید کریم یطعم الناس و یکسوھم و یقوم بمصالحھم یعنی زید کریم ہے اس لئے کہ وہ لوگوں کو کھانے کھلاتا ہے' کپڑے پہناتا ہے اور انکی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ وَلَوۡ اٰمَنَ الخ یعنی اگر اہل کتاب معتبر ایمان لاتے تو یہ انکے لئے بہتر ہوتا۔ مِنۡھُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ جیسے عبداللہ بن سلام ﷺ اور انکے ساتھی۔ وَاَکۡثَرُھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ یعنی یہود میں اکثر فسق و فجور والے ہیں۔ جو دین اسلام کی جانب کم مائل ہوتے ہیں (غرائب القرآن) اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے جنت میں داخل ہونے سے پہلے انبیاء پر جنت میں داخل ہونا حرام ہے اور میری امت کے داخلے سے پہلے دیگر امتوں پر جنت میں داخل ہونا حرام ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بیشک اہل جنت کی ۱۲۰ صفیں ہونگیں ان میں سے اس امت کی ۸۰ صفیں ہونگیں باقی دیگر امتوں کی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم ۷۰ امتوں کا تتمہ ہو اور تم اللہ عزوجل کے نزدیک جبر اور مکرم ہو' حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کی مثال اس بارش کی طرح ہے جسکے بارے میں نہیں معلوم کہ اسکا اول خیر ہے یا اسکا آخر بہتر ہے (مظہری) ۳ جیسے دین میں طعن کرنا' دلائل میں تحریف کرنا' شکوک و شبہات ڈالنا اور حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ماننا وغیرہ۔ ان جیسی باتوں سے اہل اسلام کو دلی تکلیف پہنچتی ہے پھر اگر وہ لوگ تم سے لڑائی کریں تو اہل اسلام کے رعب و دبدبہ سے ڈر کر بھاگ جائیں گے۔ نہ وہ تمہیں قتل کر سکیں گے' اور نہ قیدی بنا سکیں گے۔ ثُمَّ لَا یُنۡصَرُوۡنَ یعنی اس شکست کے بعد انہیں مدد کرنے والا کوئی نہ ملے گا۔ یہ آیت ان مغیبات میں سے ہے جسکے موافق واقعہ رونما ہوا۔ چنانچہ بنی قریظہ' بنی نظیر' بنی قینقاع اور خیبر کے یہود کا حشر ایسا ہی ہوا (غرائب القرآن) ۴ یہاں سے یہود کی بربادیوں کے بارے میں بتائی جانے والی دوسری خبر کا ذکر ہے یعنی عام احوال میں قتل اور قیدی بنائے جانے کے سبب سے ذلت انکی تقدیر بن چکی ہے۔ بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰہِ سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ مراد ہے اور حَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ سے لوگوں کا ذمہ مراد ہے یعنی دنیا میں اگر انکی حکومت قائم بھی ہوگی جب بھی یہ کسی دوسرے کے سہارے قائم ہوگی۔ [آج کے دور میں اسرائیلیوں کی حکومت بھی امریکہ کی مرہون منت ہے اگر یہ ساتھ نہ دے تو انکی حکومت مکڑے کی جال کی طرح کمزور ہو کر ختم ہو جائے] بعض نے کہا کہ حَبۡلُ اللّٰہِ سے مراد اسلام ہے اور حَبۡلُ النَّاسِ سے مراد ذمہ ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حبل اللہ سے مراد جزیہ ہے اور حبل الناس سے مراد یہ ہے کہ ان میں کوئی امام نہیں ہوگا۔ فَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ یعنی وہ سب اللہ کے غضب میں ٹھہر گئے اور اسی میں رہیں گے۔ (غرائب القرآن)

مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ

یافتہ شوند مگر بدست آویزی از خدا و دست آویزی از مردمان و باز گشتند بخشمے

رہیں مگر اللہ کے (حکم کو) مضبوطی سے تھام کر اور لوگوں سے عہد کر کے' اور غضب میں لوٹے ۱

مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ

از خدا و زدہ شد بر ایشاں ناداری ایں سبب آنست کہ کافر می بودند

اللہ کی طرف سے اور ان پر ناداری مار دی گئی یہ اس سبب سے ہے کہ وہ سب انکار کرتے تھے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا

بآیات خدا و می کشتند پیغامبرانرا بنا حق ایں بسبب گناہ کردن ایشاں ست

اللہ کی آیتوں کا اور پیغمبروں کو نا حق شہید کرتے ہیں یہ انکی نافرمانی کے سبب ہے

وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۱۱۲ لَيْسُوْا سَوَاۗءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ

وبسبب آنکہ از حد می گذشتند نیستند ہمہ برابر از اہل کتاب گروہی ہست ایستادہ

اور حد سے گذرنے کے سبب ہے ۱ اہل کتاب میں سب برابر نہیں ہیں ایک گروہ ہے جو (حق) پر قائم ہے

يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝۱۱۳ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

میخوانند آیتہای خدا را در اوقات شب و ایشاں سجدہ میکنند باور میدارند خدا را

تلاوت کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کو رات کے اوقات میں اور وہ سب سجدہ کرتے ہیں ۲ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

و روز قیامت را و میفرمایند بکار پسندیدہ و منع میکنند از ناپسندیدہ

اور قیامت کے دن پر اور حکم دیتے ہیں پسندیدہ کام کا اور منع کرتے ہیں ناپسندیدہ کام سے

وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۱۴ وَمَا

و شتابی میکنند در نیکیہا و ایشاں از شایستہ کارانند و آنچہ

اور نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی لوگ نیکوکار ہیں ۳ اور جو

۱ یعنی یہودی حقیقت میں فقراء ومساکین ہیں ان لوگوں نے اپنی سرکشی کی بدولت انبیائے کرام علیہم السلام کو ناحق شہید کیا حالانکہ انبیاء کو شہید کرنا انکے نزدیک بھی ناحق تھا۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ دنیا میں انکے لئے ذلت ہے اور آخرت میں انکے لئے غضب ہے (بیضاوی)

۲ شان نزول یہ ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ایمان لائے یہود کے احبار کہنے لگے کہ جو ہم میں شریر ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اپنے باپ دادا کے بہترین دین کو چھوڑ دے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عطاء کہتے ہیں کہ اہل نجران سے چالیس' حبشہ سے ۳۲ اور روم سے ۱۸ اشخاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ جاننا چاہئے کہ مؤمنین کے آٹھ اوصاف بیان کئے گئے ہیں (۱) اُمَّةٌ قَـائِمَةٌ یعنی دین حق پر قائم رہنے والا گروہ (۲) يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ الخ رات کے کنارے میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے (۳) وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ یعنی کثرت سے سجدہ کرنے والے یہ بھی احتمال ہے کہ حالتِ سجود میں تلاوت کرنے والے (۴) يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ الخ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے (۵) يَـاْمُـرُوْنَ بِـالْمَعْرُوْفِ یعنی بھلائی کا حکم دینے والے (۶) وَيَنْهَوْنَ عَـنِ الْـمُـنْـكَـرِ یعنی برائی سے روکنے والے (۷) وَيُسَـارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ۔ بھلائی کے کاموں میں جلدی کرنے والے (۸) وَاُولٰئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ یعنی گروہ صالحین میں سے۔ بعض نے اہل کتاب کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد ہر وہ دین والا ہے جسے کتاب دی گئی ہو۔ اس تفسیر کے مطابق اس میں اہل ایمان بھی داخل ہونگے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر فرمائی لوگ مسجد میں بیٹھے نماز کا انتظار کر رہے تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسوقت اہل ادیان میں سے تمہارے سوا کوئی بھی اللہ کے ذکر میں مشغول نہیں ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے بشارت دی کہ اہل کتاب میں سے کوئی بھی تمہاری طرح نماز نہیں پڑھتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (غرائب القرآن) يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ: یعنی بھلائی کے کاموں میں یہ لوگ دوڑتے ہیں اس لئے کہ انھوں نے اسکے ثواب کو جان لیا ہے' یا یہ مطلب ہے کہ موت سے پہلے نیک عمل کی جانب جلدی کرتے ہیں (القرطبی) ۳ اس آیت کریمہ میں ایسے صفات سے مؤمنین کو متصف کیا گیا ہے جن صفات سے یہود متصف نہ تھے۔ یہود حق سے انحراف کرتے ہیں اور مؤمنین حق پر قائم رہتے ہیں۔ یہود رات میں عبادت سے منہ پھیرتے ہیں اور مؤمنین رات کی عبادت میں دلچسپی لیتے ہیں۔ یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ کر اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور مؤمنین حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا رسول سمجھ کر شرک سے بچتے ہیں۔ یہود اللہ تعالیٰ کی صفات میں الحاد کرتے ہیں اور مؤمنین اللہ تعالیٰ کی صفات سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ مؤمنین یوم آخرت کی صفت سے واقف ہیں جبکہ یہود احتساب کو ہلکا سمجھ کر اپنی بھلائی کو ضائع کرتے ہیں۔ اس لئے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان صفات کے متحمل کے بارے میں فرمایا وَاُولٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ یعنی یہی لوگ صالحین میں سے ہیں (بیضاوی) ۴ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری بھلائی کو ضائع نہ فرمائیگا اور نہ اسکی بے قدری کی جائیگی بلکہ اسکا بھرپور بدلہ دیا جائیگا۔ یہاں ثواب کی کمی کو کفران کہا گیا ہے جیسے ثواب کے بدلے کو شکر کہتے ہیں۔ لَنْ يُّكْفَرُوْا بمعنی ہرگز انکار نہ کیا جائیگا لیکن یہاں محرومی کے معنی میں ہے اسی وجہ سے اسے دو مفعول کی جانب متعدی کیا گیا ہے معنی یہ ہوگا کہ اور جو بھلائی بھی وہ سب کریں ہرگز محروم نہ کیا جائیگا (بیضاوی)

يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿١١٥﴾ إِنَّ

کنند از نیکی پس ناقدر شناسی کرده نشوند به نسبت آں و خدا داناست به پرہیزگاران ہرآئنہ

نیکی کریں پس اسکی نسبت انکی ناقدری نہیں ہو گی اور اللہ جاننے والا ہے پرہیزگاروں کو ۔ بیشک

الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ

کسانیکه کافر شدند دفع نکند از ایشاں مال ایشاں و اولاد ایشاں از عذاب

وہ لوگ جو کافر ہوئے نہیں ہٹا سکیں گے ان سے انکے مال اور انکی اولاد اللہ کے عذاب

اللّٰهِ شَيْئًا ۖ وَأُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١٦﴾ مَثَلُ

خدا چیزے و ایشانند باشندگان دوزخ ایشاں آنجا جاویدند صفت

سے کچھ بھی اور یہی لوگ جہنم میں رہنے والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے ۔[1] مثال انکی

مَا يُنْفِقُونَ فِي هٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ

آنچه خرچ میکنند دریں زندگانی دنیا مانند صفت بادے است که دراں سرما

جو خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی میں اس ہوا کی طرح ہے جس میں بہت زیادہ ٹھنڈ ہو (پھر وہ) ایک گروہ کی

أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ

سخت است برسید زراعت گروہے را که ستم کردند بر خویشتن پس نابود ساخت آنرا و ستم نکرد بر ایشاں

زراعت کو آ لگے جس نے اپنے اوپر ظلم کیا ہو پس اسے برباد کر ڈالے اور ستم نہ کیا ان پر اللہ نے لیکن اپنے اوپر وہ سب

اللّٰهُ وَلٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿١١٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا

خدا و لیکن بر خویشتن ستم میکردند اے مسلماناں دوست پنہانی مگیرید

ظلم کرتے ہیں ۔[2] اے مسلمانو! دوست نہ بناؤ اپنی خبر کے خفیہ راز میں اپنے علاوہ کسی کو یہ لوگ تمہاری بربادی میں

بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ۖ وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ

از غیر خویش تقصیر نمی کنند به نسبت شما در فتنه انگیزی دوست داشتند رنج شما را ہرآئنہ

(کوئی کسر) نہ اٹھا رکھیں گے وہ سب تمہارے رنج میں پڑنے کو پسند کرتے ہیں

[1] اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل ایمان کو خبر دی ہے کہ کفار اپنے مال و دولت سے آخرت میں فائدہ حاصل نہیں کر سکیں گے اور نہ انھیں انکی اولاد سے کوئی فائدہ پہنچے گا (غرائب القرآن)

[2] جب اس آیت سے پہلی والی آیت میں یہ بتایا گیا کہ کفار کو انکے مال سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا تو انسانی ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ اگر وہ بھلائی کے کاموں میں خرچ کریں تو کیا انہیں کوئی فائدہ حاصل ہوگا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ اس سے بھی انھیں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اکثر مفسرین کرام اس جانب گئے ہیں کہ "صر" "سخت سردی کو کہتے ہیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ صحاح میں ہے کہ صر ایسی سخت سردی کو کہتے ہیں جس سے کھیت اور پودوں کو نقصان پہنچے لہذا آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا بَرْدٌ یعنی ایسی ہوا جس میں سخت سردی ہو۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ "صر" "سخت گرم ہوا کو کہتے ہیں۔ ابن انباری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے نقل کیا ہے کہ آیت کا مفہوم یہ ہے "فیھا نار" یعنی اس ہوا میں سخت گرمی ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس ہوا میں سخت سردی ہو یا گرمی دونوں کا مقصد یہ ہے کہ جس سے کھیتی تباہ و برباد ہو جائے اور یہ اس سے تشبیہ ہے کہ ان کے اعمال کو اللہ تعالیٰ اسی طرح ضائع فرما دیتا ہے۔ آخرت میں انھیں کوئی فائدہ نہ ملیگا۔ علمائے مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہاں انکے جمیع اعمال مراد ہیں جن سے وہ لوگ نفع حاصل کرنے کی امید رکھتے تھے۔ آیت کے آخری حصے میں اسکی وضاحت ہے کہ منافقین کے اموال اور اعمال کو ضائع کرنا ظلم نہیں ہے بلکہ ان لوگوں نے کفر کر کے اپنے اموال اور اعمال کو خود ضائع کیا اس لئے خود ہی اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں (غرائب القرآن) [3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مؤمنین میں سے کچھ لوگ منافقین سے تعلق رکھتے تھے اسی طرح یہود سے بھی۔ اس لئے کہ انکے درمیان رشتے داری، دوستی، ہمسائیگی، معاہدہ اور رضاعی تعلقات تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو روکا کہ ان سے اپنی راز کی باتیں نہ کیا کرو کیونکہ یہ تمہیں فتنہ میں ڈال دینگے۔ مِنْ دُونِكُمْ یعنی مسلمانوں کے علاوہ کسی اور کو راز و نیاز کی باتیں نہ بتاؤ اور نہ انکے علاوہ ان سے محبت کا دم بھرو۔ خبالا بمعنی فساد یا نقصان۔ اسی سے ہے رجل مخبول یعنی ایسا شخص جو ناقص العقل ہے۔ یہاں مفہوم یہ ہے کہ وہ کوئی موقع بھی تمہیں نقصان پہنچانے کا ضائع نہیں ہونے دیتے' اس لئے ان سے بچو۔ افواہ' یہاں مفہوم یہ ہے کہ ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف اتنی زیادہ نفرت ہے کہ یہ لوگ ان نفرتوں کو اپنے دلوں میں نہیں چھپا سکتے ہیں اس لئے انکے کلام سے مسلمانوں کے خلاف نفرتیں ظاہر ہو جاتی ہیں (غرائب القرآن و بیضاوی) اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ کفار، یہود اور اہل ہوا کو اپنا راز دار نہ بناؤ اور نہ ان سے دوستی کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لئے اسے چاہئے کہ وہ دیکھے کس سے دوستی رکھتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب کو عامل نہ بناؤ اس لئے کہ وہ رشوت کو حلال کر دینگے اور تمہارے کاموں سے اپنے آپکو مضبوط بنا لینگے اور تم میں سے جو خوف خدا رکھنے والے ہیں انہیں بہکا دینگے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا اور نہ کسی کو انکا نائب بنایا مگر ان کیلئے دو راز دار بنائے ایک راز دار بھلائی کا حکم دیتا ہے اور اسکی ترغیب دیتا ہے دوسرا راز دار شر کا حکم دیتا ہے اور اسکی ترغیب دیتا ہے پس جسے اللہ نے بچایا وہی بچا۔ (القرطبی)

بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ

ظاہر شد دشمنے ازدہان ایشاں و آنچہ پنہاں کردہ ست سینہ ایشاں

بیشک دشمنی انکی زبان سے ظاہر ہوئی اور جو انھوں نے سینہ میں چھپا رکھا ہے ۳ وہ زیادہ سخت ہے بیشک ہم نے

اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ

سخت تر است ہرآئنہ بیان کردیم برائے شما آیتہا اگر دانا ہستید آگاہ شوید شما شمائید آنقوم کہ

تمہارے لئے نشانیاں بیان کیں اگر تم سب عقل رکھتے ہو۔ آگاہ ہو جاؤ تم وہ لوگ ہو کہ انکو دوست رکھتے ہو اور وہ تم کو

تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ

دوست میدارید ایشانرا و ایشاں دوست نمیدارند شمارا و ایمان می آرید بہمہ کتاب الٰہی و ایشاں چوں ملاقات کنند باشما

دوست نہیں رکھتے اور تم ایمان لاتے ہو تمام کتاب الٰہی پر اور وہ سب تم سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم

قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ

گویند ایمان آوردیم و چوں تنہا شوند بگزند بر شما انگشتان خود از خشم

ایمان لائے اور جب تنہا ہوتے ہیں تو اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں غصہ سے

قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ

بگو بمیرید بسبب خشم خویش ہرآئنہ خدا دانا است بآنچہ در سینہ ہا است اگر

آپ فرمادیجئے کہ مرو اپنے غصے کے سبب بیشک اللہ جاننے والا ہے جو کچھ سینے میں ہے ۲ اگر

تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا

برسد بشما نعمت ناخوش کند ایشانرا و اگر برسد بشما سختے خوشدل شوند

تمہیں کوئی نعمت پہنچے تو انھیں برا لگے اور اگر تمہیں کوئی سختی پہنچے تو انکا دل خوش ہوتا ہے

بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا

بآں و اگر شکیب کنید و پرہیزگاری کنید ہیچ زیاں نرساند بشما مکر ایشاں ہرآئنہ خدا بآنچہ

اس سے اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اپناؤ تو انکا مکر تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا بیشک اللہ جو

تفسیر اظہار العرفان

۱ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ کے بارے میں علمائے مفسرین کے چھ اقوال ہیں (۱) تم انکے لئے اسلام چاہتے ہو جو کہ خیر الاشیاء [چیزوں میں سب سے بہتر] ہے اور وہ سب تمہارے لئے کفر چاہتے ہیں جو کہ اقبح الاشیاء [چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ] ہے (۲) تم انہیں دوست رکھتے ہو اس لئے کہ تمہارے درمیان رضاعت اور قرابت داری ہے لیکن وہ اختلافِ دین کی وجہ سے انکی بھی پاسداری نہیں رکھتے (۳) تم ان سے محبت کرتے ہو کہ اس نے تمہارے لئے اسلام ظاہر کیا لیکن وہ تم سے کفر باطن کی وجہ سے محبت نہیں کرتے (۴) تم ان سے محبت کرتے ہو اس لئے کہ وہ محبتِ رسول ﷺ ظاہر کرتے ہیں اور محبوب کا محب بھی محبوب ہوتا ہے اور وہ سب تم سے محبت نہیں کرتے اس لئے کہ تم اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہو جو کہ انہیں ناپسندیدہ ہے اس لئے کہ مبغوض کا محب بھی مبغوض ہوتا ہے (۵) تم ان سے محبت کر کے اپنی خفیہ باتیں بتا دیتے ہو حالانکہ وہ تمہیں نہیں بتاتے (۶) تم نہیں چاہتے کہ وہ دنیا کی کسی مصیبت میں پھنسیں لیکن وہ چاہتے ہیں کہ تم حوادثِ دہر میں مبتلا ہو جاؤ (غرائب القرآن) وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ یعنی تم انکی کتاب کو بھی مانتے ہو لیکن وہ تمہاری کتاب کو نہیں مانتے' اسی طرح جب انہیں تشفی کیلئے کوئی راستہ نہیں ملتا تو افسوس اور غیظ میں اپنی انگلیوں کے پورے دانتوں تلے دبا لیتے ہیں جیسا کہ ہمارے معاشرے میں بھی اسکا رواج ہے (بیضاوی)

۲ انکی عداوت کی ایک اور صورت بیان کی جا رہی ہے کہ اگر تمہیں کوئی بھلائی مثلاً دنیا کا منافع وغیرہ پہنچے تو انھیں سخت ناگوار گذرے اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو بہت خوش ہوتے ہیں۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ وہ سب تم سے محبت نہیں کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے انکے مکرو فریب سے بچنے کیلئے بہترین نسخہ عطا فرمایا اور وہ یہ ہے کہ اگر تم انکی عداوت پر صبر کرو اور تقویٰ اپناؤ تو ہرگز تمہیں ضرر نہ پہنچا سکیں گے (غرائب القرآن و بیضاوی) ۳ مروی ہے کہ مشرکین بدھ کے روز ۱۲ شوال المکرم سن ۳ ہجری میں احد کے مقام پر پہنچے۔ رسول ﷺ نے اپنے اصحاب کو مشاورت کیلئے بلایا اور عبد اللہ بن ابی بن سلول کو بھی بلایا گیا اس سے پہلے اسے کبھی نہیں بلوایا گیا تھا۔ ابن ابی اور اکثر انصار نے مشورہ دیا کہ ہم مدینے ہی میں رہکر لڑیں اور انکی طرف نہ نکلیں جبکہ بعض کی رائے تھی کہ ہم ان سے لڑنے کیلئے مدینے سے باہر نکلیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں بقرۃ مذبوحہ (ذبح کی ہوئی گائے) دیکھی ہے جسکی تاویل خیر ہے اور میں نے دیکھا کہ میں اپنی تلوار سے مکھی ہٹا رہا ہوں اسکی تاویل یہ ہے کہ ہم کفار کو مار بھگائیں گے اور میں نے دیکھا کہ میں نے اپنے ہاتھ کو مضبوط درع میں ڈالا ہے اسکی تاویل مدینہ منورہ ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ جمعہ کے بعد ایک انصاری کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد احد کی طرف روانہ ہونے کیلئے تیار ہو گئے۔ آپ ہفتہ کے روز ۱۵ شوال المکرم سن ۳ ہجری میں احد کے مقام پر پہنچ گئے اور لشکر ترتیب دینے کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو تیر پھینکنے کا حکم دیا۔ عبد اللہ ابن ابی اور اسکے ساتھ تین سو منافقین کو برا لگا کہ ہم نے اس نبی کو مشورہ دیا تھا کہ مدینہ میں رہتے ہوئے ان سے لڑائی کریں اس نے ہماری بات نہیں مانی' اس لئے ان لوگوں نے پروگرام بنایا کہ جب مشرکین مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو ہم سب بھاگ نکلیں گے۔ جس سے مسلمانوں میں افراتفری پھیل جائیگی اور مسلمانوں کو نقصان ہوگا۔ واضح رہے کہ غزوہ احد میں مسلمانوں کی تعداد کل ایک ہزار تھی جس میں سے تین سو منافقین تھے اور مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی (بیضاوی و غرائب القرآن)

يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿١٢٠﴾ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ

میکنند درگیرنده است و یاد کن آنگاه بگاه بیروں آمدی از میان اہل خانہ خود می نشاندی مسلمانرا

وہ سب کرتے ہیں احاطہ کرنیوالا ہے ‎١‏ اور یاد کرو جب تم جلدی اپنے اہل خانہ سے باہر آئے مسلمانوں کو بٹھانے کیلئے

مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٢١﴾ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ

در جایگاہ ہا جنگ و خدا شنوای دانا است آنگاہ کہ خواستند دو فرقہ از شما کہ

جنگ کے مورچوں میں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ‎٣‏ جسوقت کہ تم میں سے دو گروہوں نے چاہا کہ بزدلی کریں

اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢٢﴾ وَ

بزدلی کنند و خدا کارساز ایشاں بود و بر خدا باید کہ توکل کنند مسلمانان و

اور اللہ ان دونوں کا کام بنانے والا تھا اور اللہ ہی پر مسلمانوں کو چاہئے کہ بھروسہ کریں ‎١‏ اور

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

ہرآئنہ خدا فتح داد شما را روز بدر و شما خوار بودید پس بترسید از خدا تا بود کہ

بیشک اللہ نے تمہیں فتح دی بدر کے روز اور تم تعداد میں کم تھے پس اللہ سے ڈرو تا کہ

تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ

شکر کنید چوں می گفتے بمسلمانان ایا کفایت نخواہد کرد شما را کہ امداد کند پروردگار شما

شکرگذار ہو جاؤ ‎٢‏ جب آپ مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہارے لئے کافی نہیں ہے کہ مدد کرے تمہارا رب

بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿١٢٤﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا

بسہ ہزار کس از فرشتگان فرود آوردہ شدہ بلی اگر صبر کنید و پرہیزگاری نمائید

تین ہزار فرشتوں کو اتار کر ‎٣‏ کیوں نہیں اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اپناؤ

وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ

وبیایند کافران بسوے شما بایں جوش خود امداد کند شما را پروردگار شما بہ پنج ہزار کس از

اور کافرین آ پڑیں تمہاری طرف اپنے اس غصے میں تو تمہاری مدد فرمائیگا تمہارا رب پانچ ہزار

تفسیر اظہار العرفان

‎١‏ حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ خزرج میں سے بنو سلمہ اور اوس میں سے بنو حارثہ (جو کہ انصار کے دو قبیلے تھے) نے احد میں سختی کے وقت سستی کی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ. اس میں اشارہ ہے کہ انسان پر واجب ہے کہ ناپسندیدہ آفات میں سے جو بھی اسے پہنچے چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس سے مقابلہ کرے (غرائب القرآن)

‎٢‏ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک کنویں کا نام بدر ہے اسی کی مناسبت سے اس جنگ کا نام بدر رکھا گیا۔ واقدی کہتے ہیں کہ چشمہ کے پانی کا نام بدر ہے۔ شعبی کہتے ہیں کہ بدر ایک شخص کا نام تھا اسی کے نام پر کنواں کا نام بدر رکھا گیا (غرائب القرآن) وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۔ اسکا وزن جمع قلت کے اوزان میں سے افعلة ہے۔ ذلائل یا اذلاء جمع کثرت کے اوزان میں سے نہیں ہے تا کہ دلالت قائم ہو جائے کہ یہاں ''اذلة'' سے مراد قلیل عدد ہے جیسا کہ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ کی تفسیر میں گذر چکا ہے' یہاں اذلة کو عزت کی نقیض شمار نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ یعنی عزت اللہ کیلئے ہے' اللہ کے رسول ﷺ کیلئے ہے اور مومنین کیلئے ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اذلة سے مراد یہ ہے کہ مشرکین نے اپنے زعم باطل میں قلتِ عدد اور قلتِ سلاح کی بناء پر مومنین کیلئے ایسا گمان کیا تھا جیسا کہ ارشاد ہے لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ یعنی ضرور عزت والے نکالیں گے مدینہ سے ذلت والوں کو (غرائب القرآن)

‎٣‏ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ میں جو وعدہ ہے یہ بدر کیلئے ہے یا احد کیلئے۔ اکثر مفسرین اس جانب گئے ہیں کہ یہ وعدہ غزوہ بدر سے منسلک ہے کیونکہ اسی غزوہ کا بیان چل رہا ہے اور اس لئے بھی کہ یہاں عدد کا ذکر ہے اور عدد کے اعتبار سے مومنین بدر میں کم تھے جبکہ غزوہ احد سے متعلق اس وعدہ کو ثابت کرنے والوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما' کلبی' واقدی' مقاتل اور محمد بن اسحاق شامل ہیں۔ انکا کہنا ہے کہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں سے مومنین کی مدد فرمائی تھی جسکا ذکر سورہ انفال میں ہے۔ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ۔ مفسرین کرام اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک ہزار فرشتوں سے مدد فرمائی پھر دو ہزار زیادہ کئے تو تین ہزار ہو گئے پھر دو ہزار زیادہ کئے تو پانچ ہزار ہو گئے گویا کہ ایک ہزار فرشتوں سے مدد کے بعد یوں کہا گیا اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ یعنی کیا یہ کافی نہیں ہے کہ تمہارا رب ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے۔ جواب میں مومنین نے کہا بلٰی کیوں نہیں۔ پھر تین ہزار کے بعد یہی سوال کیا گیا تو مومنین نے جواب میں بلٰی کہا پھر پانچ ہزار فرشتوں سے مدد کے بعد یہی سوال کیا گیا تو مسلمانوں نے جواب میں بلٰی کہا۔ اسکی تائید نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ربع اہل جنت سے تمہارے کام کو آسان فرمائیگا پھر فرمایا ثلث اہل جنت سے تمہاری مدد فرمائیگا (غرائب القرآن و بیضاوی) ‎٤‏ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ مزید امداد کا ذکر فرما رہا ہے کہ اگر تم صبر کرو اور تقوی اپناؤ تو ہم تمہاری مدد کیلئے اور فرشتے بھیج دینگے گویا کہ یہ مدد صبر اور تقوی سے مشروط ہے۔ مُسَوِّمِيْنَ بمعنی نشان لگے ہوئے۔ کلبی کہتے ہیں کہ انکی نشانی یہ تھی کہ زرد رنگ کا عمامہ جسکا شملہ دونوں شانوں کے درمیان تھا۔ ضحاک کہتے ہیں کہ سفید رنگ کا سوتی کپڑا انکی نشانی تھی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ چتکبرا گھوڑا انکی نشانی تھی۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ زرد عمامہ انکی نشانی تھی۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مسومین بمعنی مرسلین یعنی بھیجے ہوئے ہیں جیسے عرب والے کہتے ہیں اسمت الابل وسومتها یعنی میں نے اونٹ چرنے کے واسطے بھیجا۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم سب آگے بڑھو بیشک فرشتے آ چکے ہیں۔ (غرائب القرآن و بیضاوی)

اَلْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ

فرشتگان نشان مند کردہ و نساخت خدا ایں مدد را مگر برائے مژدہ دادہ شما و برائے آنکہ آرام گیرد

فرشتوں سے نشان لگے ہوئے ۱ اور اللہ نے اس مدد کو نہ کی مگر تمہیں بشارت دینے کیلئے اور اس لئے کہ اطمینان حاصل

قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ

دل شما باں ونیست فتح مگر از نزد خدا غالب استوار کارست تا ہلاک کند

کریں تمہارے دل اس سے اور فتح نہیں ہے مگر غالب حکمت والے اللہ کی طرف سے ۲ تا کہ ہلاک کرے

طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

طائفہ از کافران یا مغلوب سازد ایشانرا پس باز گروند بمراد نا رسیدہ

کافروں کے ایک گروہ کو یا انھیں مغلوب کردے پھر لوٹیں نامراد ہو کر ۳ نہیں ہے آپ کیلئے اس کام میں (بغیر اذن

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ

نیست ترا ازیں کار چیزے یا بمہربانی باز گردد بر ایشاں یا عذاب کند ایشانرا زیرا کہ ایشاں

الٰہی) کوئی (اختیار کہ اللہ) مہربانی سے ان کی طرف رجوع فرمائے یا انہیں عذاب دے اس لئے کہ یہی لوگ ظلم

ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ

ستمگارند و خدا راست آنچہ در آسمانہا است و آنچہ در زمین است می آمرزد ہر کرا

کرنیوالے ہیں ۳ اور اللہ ہی کیلئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے جسے چاہے معاف فرماتا ہے

يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ يٰٓاَيُّهَا

خواہد و عذاب کند ہر کرا خواہد و خدا آمرزندہ مہربان است اے

اور جسے چاہے عذاب دیتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۴ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّاتَّقُوا

مومنان مخورید سود را دو چندان تو بر تو و بترسید

مومنو! نہ کھاؤ سود کو دونے پر دونا کر کے اور ڈرو

منزل ۱

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس میں اشارہ ہے کہ بندہ کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اسباب سے منہ پھیر کر اپنے رب کی جانب نہ کر لے۔(غرائب القرآن)

۲ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قتل اور دیگر امور کی بناء پر ان کافرین کو کم فرمائیگا چنانچہ بدر میں ۷۰ کافر قتل کیے گئے اور ۷۰ کافر گرفتار ہوئے۔ (بیضاوی)

۳ اس آیت کی شان نزول کے بارے میں دو اقوال ہیں۔ پہلا قول جو کہ اشہر ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں کہ جب احد میں نبی کریم ﷺ کی رباعی شہید ہوئی اور چہرہ مبارک لہولہان ہوا تو آپ نے فرمایا کہ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پائے گی جس نے اپنے نبی کے چہرہ کو رنگین کیا۔ آپ اسی حالت میں دعا فرما رہے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کچھ قوموں کو لعنت کی اور فرمایا اے اللہ تو ابوسفیان پر لعنت بھیج، حارث بن ہشام پر لعنت بھیج الخ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض نے کہا کہ جب حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کا اُحد میں مُثلہ کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے دیکھ کر فرمایا میں ان کافروں کے تیں مثلے کرونگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ۷۰ صحابہ کو بئر معونہ بھیجا تا کہ انکو تعلیم قرآن دیں۔ عامر بن طفیل نے دھوکا سے ان سب کو شہید کروا دیا۔ اس دکھ کی بناء پر نبی کریم ﷺ ۴۰ دن تک صبح دعائے قنوت پڑھتے رہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (غرائب القرآن)

۴ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا یہ مطلب ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کبیرہ گناہ والوں کو معاف فرمادے اور صغیرہ گناہ والوں کو عذاب دے چونکہ زمین و آسمان کی تمام چیزیں اسکے قبضہ میں ہیں اور وہی حقیقی مالک ہے اس لئے وہ جو چاہے کر سکتا ہے(غرائب القرآن) ۵ قفال کہتے ہیں یہ کلام ماقبل سے متصل ہے کیونکہ مشرکین اکثر اموال پر سود لیتے تھے اور انہیں جمع کر کے اپنے لشکر پر خرچ کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بطور رحمت قبل از وقت ایسا کرنے سے منع فرمادیا۔ اس آیت کریمہ میں ترغیب و ترہیب ہے کیونکہ اولاً حصے میں سود کھانے سے منع کیا گیا ہے اور اس پر سخت وعید سنائی گئی ہے اور اختتام پر تقویٰ کی ترغیب دی گئی ہے۔ واضح رہے کہ سود کی ممانعت مطلقاً ہے خواہ دوگنا ہو یا اس سے کم۔ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے سود اگر دو چند ہو تو منع ہے ورنہ نہیں' اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سود کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس آیت کریمہ کے تحت سود کے معاملے میں سخت محتاط رہتا ہوں کیونکہ اسکے وعید میں اللہ تعالیٰ نے وہ سزا بتائی ہے جو کافرین کے واسطے تیار کی گئی ہے(غرائب القرآن) ۶ یعنی کافر کی متابعت اور انکے افعال کی نقل سے بچو ورنہ تمہارے لئے بھی وہی سزا ہے جو کافرین کیلئے تیار کی گئی ہے۔ اس میں تنبیہ ہے کہ جہنم دراصل کافرین کے واسطے تیار کی گئی ہے اسکے باوجود مسلمان اگر اپنے اعمال کی سیاہی کی وجہ سے چلا بھی گیا تو سزا کاٹنے کے بعد نکال دیا جائیگا۔ دائمی طور پر جہنم میں نہیں رہیگا۔ اعدت للکفرین اس جملے کی طرح ہے کہ کوئی کہے اعددت ھذہ الدابۃ للقاء المشرکین. یعنی میں نے یہ سواری مشرکین سے لڑائی کیلئے تیار کی ہے اگر وہ دوسرے حوائج کیلئے اس گھوڑے پر بیٹھے گا تو یہ عمل للقاء المشرکین کے خلاف نہ ہوگا (بیضاوی و غرائب القرآن) اکثر مفسرین کرام کہتے ہیں کہ یہ وعید ان لوگوں کیلئے ہے جو سود کو حلال سمجھے اس لئے کہ جس نے سود کو حلال سمجھا تحقیق اس نے کفر کیا' بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ ایسے عمل سے اپنے آپ کو بچاؤ جو تمہیں جہنم کی جانب لے جائے جیسے والدین کی نافرمانی وغیرہ۔(القرطبی)

اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٣٠﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿١٣١﴾

از خدا تا باشد کہ رستگار شوید و پناہ گیرید از آں آتش کہ آمادہ کردہ شد است براے کافران

اللہ سے تا کہ تم فلاح پا لو۵ اور امان چاہو اس آگ سے جسے تیار کی گئی ہے کافروں کے واسطے ٦

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى

وفرمانبردارید خدا را و پیغامبر را تا شاید کہ بر شما مہربانی کردہ شود و شتاب کنید بسوے

اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور پیغمبر کی تا کہ تم پر رحم کیا جائے ١ اور جلدی کرو

مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

آمرزش از پروردگار خویش و بسوئے بہشت کہ پہنائی او مانند آسمانہا و زمین است

اپنے رب کی مغفرت کی جانب اور اس جنت کی جانب جسکی چوڑائی آسمانوں اور زمین کی مانند ہے

اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ

آمادہ کردہ شدہ است برائے پرہیزگاران آنانکہ نفقہ کنند در آسایش و در سختی و

پرہیزگاروں کیلئے تیار کی گئی ہے ٢ جو لوگ خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور سختی میں اور

الْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ

فرو خوردگان خشم و عفو کنندگانِ تقصیر از مردمان و خدا دوست میدارد

غصے کو پینے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ دوست رکھتا ہے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ

نیکوکارانرا و آنانکہ چوں کار زشت کنند یا ستم کنند بر خود

نیکوکاروں کو ٣ اور وہ لوگ کہ جب برا کام کریں یا اپنے اوپر ظلم کریں تو

ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ

یاد کنند خدا را پس آمرزش خواہند براے گناہان خود و کیست کہ بیامرزد گناہانرا

یاد کرتے ہیں اللہ کو پھر بخشش چاہتے ہیں اپنے گناہوں کی اور کون ہے جو معاف کرے گناہوں کو

تفسیر اظہار العرفان

١ اس سے معلوم ہوا کہ رحمت کی امید اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت پر موقوف ہے۔ اسی بناء پر اصحاب وعید اس سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ انسان اگر نافرمانی میں سے کچھ اپنائیگا تو وہ رحمت کا اہل نہ ہوگا جبکہ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ بطور زجر اور تخویف کے ہے۔(غرائب القرآن)

٢ یعنی ایسے اسباب کی جانب دوڑو جو مغفرت کا سبب ہوں۔عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد جمیع طاعات اور جمیع منہیات ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ادائے فرض ہے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اخلاص ہے کیونکہ یہ جمیع عبادات کا مقصود ہے۔حضرت ابوالعالیہ کہتے ہیں ہجرت مراد ہے۔ضحاک اور محمد اسحاق کہتے ہیں کہ جہاد مراد ہے اس لئے کہ جہاد کا ذکر چل رہا ہے۔اصم کہتے ہیں کہ اس سے مراد سود سے توبہ کرنا ہے کیونکہ سود کی ممانعت کے بعد اسکا بیان ہو رہا ہے۔ بہر حال یہ تمام وہ اسباب ہیں جس کے ذریعے انسان مغفرت کی جانب جاسکتا ہے' عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ ۔یہ جملہ' جنت کی وسعت بطور مبالغہ بتانے کیلئے لایا گیا ہے جیسے خالدین کا مفہوم بتانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ یعنی جب تک آسمان وزمین قائم رہے۔بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو عرض میں جوڑ دیا جائے تو جتنی چوڑائی ہوگی جنت کی چوڑائی اتنی ہی ہے۔ قفال کہتے ہیں کہ عرض وسعت سے عبارت ہے جیسے عرب والے کہتے ہیں بلاد عریضۃ یعنی وسیع شہر۔یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ جنت جب آسمان پر ہے تو اسکی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے برابر کیسے ہوسکتی ہے؟ اسکا جواب اس تسلیم کے بعد کہ جنت تیار ہوچکی ہے' یہ ہے کہ جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر اور عرش کے نیچے ہے [وہاں اتنی وسعت ضرور ہوگی] اس لئے متذکرہ اعتراض نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جنت الفردوس کی صفت میں ارشاد فرمایا کہ اسکی چھت عرش رحمن ہے۔مروی ہے کہ ہرقل نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ آپ جس جنت کی طرف بلاتے ہیں اسکی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے تو جہنم کہاں ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ یہ بتاؤ جب دن آتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے(غرائب القرآن) ٣ یہاں سے متقین کے وہ اوصاف بیان کئے جارہے ہیں جو جنت جانے کے اسباب میں سے ہیں۔پہلی صفت یہ ہے کہ حالتِ غنی اور حالتِ فقر میں بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔دوسری صفت یہ ہے کہ جب انھیں غصہ آتا ہے تو پی جاتے ہیں۔ کظم کا مفہوم یہ ہے کہ جب انھیں غصہ آئے تو خاموش رہتے ہیں اور قولاً یا فعلاً اسکا اظہار نہیں کرتے۔یہ صبر اور حلم کے اقسام میں سے ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ اسکے اظہار پر قدرت بھی رکھتا ہو لیکن اس کے باوجود اسے پی جاتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے دل میں امن اور ایمان بھر دیگا۔آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مرگی سخت نہیں ہے بلکہ غصہ کے وقت اپنے نفس کو روکنا سخت ہے۔تیسری صفت یہ ہے کہ جب لوگ خطا کریں تو انہیں معاف کردیتے ہیں (غرائب القرآن) ٤ شان نزول یہ ہے کہ ایک حسین عورت کھجور خریدنے کی غرض سے آئی تمار یہ بہانے بنا کر اس عورت کو گھر لے گیا کہ عمدہ کھجور اندر ہے پھر انہیں بوسہ لے لیا جب اسکا احساس ہوا تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی کی درخواست کی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا انکے لئے خاص ہے یا ہمارے لئے بھی' آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ عامۃ الناس کیلئے ہے(غرائب القرآن)

إِلَّا اللّٰهُ ۖ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٣٥﴾ أُولٰٓئِكَ

مگر خدا و پیوستہ نباشد بر آنچہ کردند دانستہ آنگروہ

اللہ کے سوا اور ہمیشہ نہیں رہتے جان بوجھ کر اس کام پر جو انھوں نے کیا ١ یہی گروہ ہے

جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ

پاداش ایشاں آمرزش است از پروردگار ایشاں و بوستانہا میرود زیر آں جوبہا

کہ انکا بدلہ مغفرت ہے ان کے رب کی طرف سے اور باغات جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿١٣٦﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ

جاویدند در انجا و نیک است اجر طاعت کنندگان ہرآئنہ گذشتہ است پیش از شما واقعہا

اس میں ہمیشہ رہیں گے اور بہتر ہے اطاعت کرنے والوں کا اجر ا تحقیق گذر چکے ہیں تم سے پہلے واقعات

فَسِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٣٧﴾

پس سیر کنید در زمین پس بہ بینید چگونہ بود آخر کار دروغ دارندگان

پس سیر کرو زمین میں اور دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا ٢

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٨﴾ وَلَا تَهِنُوْا

ایں واضح کردہ است برائے مردماں و راہ نمودن و پنددادن برائے پرہیزگاران و ست مشوید

یہ واضح کیا ہوا ہے لوگوں کیلئے اور راہ دکھانا اور نصیحت دینا ہے پرہیزگاروں کو ٣ اور ست نہ پڑو

وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ إِنْ يَّمْسَسْكُمْ

و اندوہناک مباشید و شمائید غالب اگر مسلمان ہستید اگر برسد شما را

اور غمگین نہ ہو تم ہی غالب ہو گے اگر مسلمان رہے ٤ اگر تمہیں پہنچے

قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ۭ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا

زخمی پس رسیدہ است جماعت کافرانرا زخمی مانند آں و ایں حادثہ ہای میگردانیم آنرا

کوئی زخم تو پہنچ چکا ہے کافروں کو اس طرح کا زخم اور یہ حادثات ہیں جسے ہم پھیرتے ہیں

تفسیر اظہار العرفان

١ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو ہٹالیا ہے اور ''جــنــات'' سے ان کے ثواب کی جانب اشارہ ہے اور نِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ سے انکے کاموں پر مکمل اجر ملنے کی جانب اشارہ ہے (غرائب القرآن)

٢ یعنی اللہ تعالیٰ کا طریقہ تم سے پہلے گذر چکا ہے کہ گذرے ہوئے لوگوں کو گناہوں کے سبب ہلاک کیا۔ خلو کی اصل انفراد ہے اسی لئے خالی مکان اسے کہتے ہیں جس میں کوئی رہتا نہ ہو اور ہر ایک جگہ جو گذر جائے وہ وجود کے اعتبار سے منفرد ہو جاتی ہے۔ فَانْظُرُوْا یعنی زمین میں سیر کر کے دیکھو اور ایک کے حال پر دوسرے کے حال کو قیاس کر دیا اس سے غرض کافرین کو زجر کرنا ہے اور یہ انکے احوال کے مشاہدہ میں ہوگا۔ اسکا مقصد یہ نہیں ہے کہ زمین میں یوں ہی سیر کرو بلکہ انکے احوال کی معرفت کیلئے سیر کرو (غرائب القرآن)

٣ ھذا اسم اشارہ سے یا تو جمیع ما تقدم کی جانب اشارہ ہے یعنی جو امر، نہی، وعدہ، وعید، تائبین اور مصرین کا ذکر ہوا ہے یہ سب تمہارے لئے بہترین نصیحت ہیں یا اسکا اشارہ فــانـظـروا کی جانب ہے یعنی زمین میں سیر کر کے دیکھو تمہارے لئے نصیحت ہے۔ بیان، ھدی اور مــوعـظـه ان میں سے ہر ایک کو واو عاطفہ کے ذریعے بیان کیا گیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے جدا ہے۔ ان تینوں کے فرق میں تین اقوال ہیں (١) بیان جنس کی طرح ہے اور وہ شبہات کا ازالہ کرنا ہے۔ اسکے تحت میں دو انواع ہیں ایک وہ کلام جس سے مکلّف دین میں رہنمائی حاصل کرتا ہے دوم وہ کلام جس سے مکلفین کو زجر کیا جائے جو اسکے لائق نہ ہو۔ اول کو ھدی کہتے ہیں دوم کو مـوعظه کہتے ہیں. ھدی اور مـوعظه کو متقین سے خاص اس لئے کیا کہ یہ لوگ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں (٢) بیان عام لوگوں کیلئے ہے ھدی اور مـوعـظـه متقین کے ساتھ خاص ہے (٣) بیان جمیع مکلفین کیلئے عام ہے طرقِ دلالت میں سے کسی طریقے سے ہو۔ ھدی اس کلام کو کہتے ہیں جو برھانی اور جدلی ہو اور موعظہ اس کلام کو کہتے ہیں جو اقناعی اور خطابی ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ یعنی اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور مـوعـظـه حسنہ سے بلاؤ اور ان سے مجادلہ احسن طریقے سے کرو (غرائب القرآن) ٤ جب اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلی آیات میں امم سابقہ کے احوال کو بیان فرمالیا تو اب مقصود بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب تم نے یہ جان لیا کہ بڑی بڑی سلطنت کو اللہ تعالیٰ نے نیست و نابود کر دیا اور انکا انجام برا کر دیا تو تم یقین کر لو کہ اربابِ حق ہمیشہ غالب ہوتے ہیں۔ اس لئے تم ست نہ پڑو۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارا قتال اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ہے اور انکا قتال شیطان کیلئے ہے تم قتال کے بعد جنت میں جاؤ گے اور یہ جہنم میں جائیں گے یا تم حجت اور بہترین انجام کی وجہ سے بلند کئے جاؤ گے۔ اس میں مسلمانوں کو تسلی اور بشارت دی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اصحاب رسول ﷺ پہاڑ سے نیچے آئے اور مشرکین پہاڑ پر چڑھ کر تیر چلانے لگے تو نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ ہم پر انھیں بلند نہ کر ہمارے پاس قوت نہیں ہے انکے غلبہ کے بعد روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی بھی نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر مسلمانوں نے پہاڑ پر چڑھ کر ان مشرکین کو مار بھگایا۔ اس طرح مسلمان وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کی بشارت سے سرفراز ہوئے (غرائب القرآن)

بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ۗ

درمیان مردمان تا متمیز سازد خدا مومنانرا و شہید گرداند بعضے را از شما

لوگوں کے درمیان تا کہ اللہ الگ کر دے (سچے) مسلمانوں کو اور تم میں سے بعض کو (درجۂ) شہادت دے

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٠﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ

و خدا دوست نمی دارد ستمگاران را و تا کامل عیار کند مسلمانانرا و نا بود سازد

اور اللہ دوست نہیں رکھتا ظلم کرنے والوں کو۱ اور تا کہ اللہ مکمل خالص کر دے مسلمانوں کو اور برباد کر دے

الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤١﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

کافرانرا آیا گمان کردید کہ در آئید بہ بہشت و ہنوز متمیز نساختہ است خدا

کافروں کو۲ کیا تم نے گمان کیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی اللہ نے جدا

جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ

مجاہدانرا از شما و جدا نکردہ است صابرانرا و ہر آئنہ شما آرزو و میکردید مرگ را

نہیں کیا ہے ان سے مجاہدین کو اور اللہ نے ابھی آزمایا نہیں ہے صابروں کو۳ اور تم آرزو کرتے تھے موت کی

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿١٤٣﴾ وَمَا مُحَمَّدٌ

پیش از انکہ ملاقات کنید پس معاینہ کردید آنرا و شما می نگریستید و نیست محمد

اس ملاقات سے پہلے پس تم نے اسے دیکھ لیا اور تم اسے دیکھ رہے ہو۴ اور نہیں ہیں محمد

اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ

مگر پیغمبر ہر آئنہ گذشتہ اند پیش ازوی پیغامبران آیا اگر بمیرد یا

مگر ایک رسول بیشک گذر چکے ان سے پہلے بہت سارے رسول۔ کیا اگر انتقال کر جائیں یا

قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۗ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ

کشتہ شود برگردید برپا شنہائے خود و ہر کہ برگردد برپا شنہائے خود

شہید کر دیئے جائیں تو پھر جاؤ گے اپنی ایڑیوں کے بل اور جو کوئی پھر جائے اپنی ایڑیوں کے بل۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت راشد بن سعد فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول ﷺ احد سے مغموم پلٹے تو ایک عورت اپنے مقتول شوہر، باپ اور بیٹے کو لے کر آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا کیا تم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ بھی ایسا کرنا چاہتی ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جسکا مفہوم یہ ہے کہ اگر آج تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو اس سے پہلے بدر میں کافرین کو تم بھی تکلیف پہنچا چکے ہو۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا الخ یہاں ایام سے مراد ان دنوں میں ہونے والے واقعات یعنی ظفر، غلبہ اور حالاتِ غریبہ وغیرہ ہیں اور نداولہا کا مفہوم یہ ہے کہ ہم کبھی تمہیں سرور دیتے ہیں اور کبھی غم دیتے ہیں اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ مؤمنین کی مدد فرماتا ہے اور کبھی کافرین کی مدد فرماتا ہے۔ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اسکی پہلی تاویل یہ ہے کہ یہاں لفظِ علم کا اطلاق معلوم پر ہوا ہے جیسے یہ مجاز مشہور ہے کہ ھذا علم فلان یعنی فلاں کو معلوم ہے اسکا علم اسے پہلے سے حاصل ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کیلئے قرآنِ پاک میں جہاں جہاں اس قسم کی آیت آئی ہے وہاں تجددِ علم سے تجددِ معلوم مراد ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر محال ہے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ یہاں لفظِ علم، مقام حکم پر واقع ہے اور معنی یہ ہوگا کہ لیحکم بالامتیاز تا کہ اللہ تعالیٰ امتیاز کا حکم دے۔ تیسری تاویل یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے اسوقت عبارت یوں ہوگی لیعلم اولیاء اللہ تا کہ اللہ کے ولی جان لیں (غرائب القرآن)

۲ زجاج کہتے ہیں کہ اگر کافرین کو مؤمنین پر غلبہ حاصل ہو جائے تو اس سے مراد مؤمنین کے ذنوب کو معاف فرمانا ہے اور اگر اس کے عکس ہو تو اس سے مراد آثارِ کفار کو مٹانا ہے۔ المحص لغت میں تنقیہ [خالص کرنے] کو کہتے ہیں۔ اور محق نقصان کو کہتے ہیں۔ مفضل کہتے ہیں کہ محق کل شے کے لے جانے کو کہتے ہیں یہاں تک کہ اس میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے (غرائب القرآن) ۳ یعنی جنت میں داخل ہونا اور جہاد میں صبر کو ترک کرنا یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے دین کا اقرار کرے وہ صادق ہے لیکن فیصل مکروہات کو ترک کرنا اور نفس کی مخالفت کرنا ہے۔ اس لئے کہ محبت وہ ہے جسے جفا کم نہیں کر سکتی ہے (غرائب القرآن) ۴ اس میں خطاب ان لوگوں سے ہے جنہوں نے مشرکین کے خلاف خروج پر اصرار کیا تھا۔ یہاں موت کی تمنا سے مراد موت کے اسباب ہیں یعنی جہاد وغیرہ (بیضاوی) ۵ شانِ نزول یہ ہے کہ احد میں نبی کریم ﷺ نے ایک دستہ پہاڑ پر معین کیا تھا اور انہیں تنبیہ کی تھی کہ تم لوگ اوپر سے نیچے اسوقت تک نہیں آنا جب تک میں نہ بلاؤں، حالات چاہے جو بھی ہوں۔ چنانچہ جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت علی ؓ نے طلحہ بن ابی طلحہ کو قتل کیا ادھر حضرت زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہما نے مشرکین پر سختی کی تو ابوسفیان بھاگ نکلا۔ پہاڑ پر سے کچھ لوگوں نے دیکھا کہ کافر لوگ بھاگ رہے ہیں تو مالِ غنیمت جمع کرنے کیلئے خود پہاڑ سے نیچے آ گئے۔ کفار موقع غنیمت جانتے ہوئے اسی پہاڑ پر چڑھ گئے اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ جس سے مسلمانوں کو ظاہراً کچھ نقصان ہوا۔ عبداللہ بن قمیہ حارثی نے نبی کریم ﷺ کی جانب پتھر پھینکا جس سے آپکی رباعی شہید ہوگئی اور چہرہ انور لہولہان ہوگیا پھر ابن قمیہ قتل کے ارادے سے آگے بڑھا تو حضرت مصعب بن عمیر ؓ نے اس دشمن کو قتل کیا۔ ادھر شیطان نے بلند آواز سے اعلان کر دیا کہ محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے۔ یہ اعلان سنتے ہی مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی یہاں تک کہ کچھ مسلمانوں نے واپسی کا پروگرام بنالیا۔ معاملہ کی تصدیق کے بعد صحابہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور دشمنوں کو مار بھگایا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (غرائب القرآن)

فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ

پس ہیچ زیاں نرساند خدا را و خدا ثواب خواہد داد شکر گذارانرا و نیست ہیچ

پس کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اللہ کو اور اللہ بدلہ دیگا شکر کرنے والوں کو اور نہیں ہے کسی

لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ

شخصے را کہ بمیرد الا باراده خدا نوشتہ شدہ است مقید بقید وقت و ہر کہ خواہد جزاے

شخص کیلئے کہ وہ مرے مگر اللہ کے ارادے سے۔ لکھا ہوا ہے وقت معین کے ساتھ اور جو کوئی چاہے بدلہ

الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ

دنیا بدہیمش از ثواب دنیا و ہر خواہد جزائے آخرت بہ ہمش از ثواب آخرت و نزدیک است کہ جزائے

دنیا کا ہم اسے دیں گے دنیا کا بدلہ اور جو کوئی آخرت کا بدلہ چاہے تو نزدیک ہے نیکوکار کا بدلہ

وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ

نیک و دہم شکر گذارانرا و بسیار پیغمبر کہ قتال کردند با کفار ہمراہ او خدا پرستاران

اور ہم بدلہ دینگے شکر کرنے والوں کو[1] اور بہت سے نبیوں نے جہاد کیا کافروں سے ان کیساتھ بہت سے اللہ والے

كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا

بسیار پس سستی نکردند بسبب مصیبتے کہ رسید ایشانرا در راہ خدا و ناتوانی نکردند و

تھے پس انھوں نے مصیبت کے سبب سستی نہ کی جو انھیں اللہ کی راہ میں پہنچی اور نہ کمزور پڑے اور

اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ

بیچارگی نہ نمودند و خدا دوست دارد صابرانرا و نبود سخن ایں خدا پرستاں بجز

نہ بیچارگی ظاہر کی اور اللہ دوست رکھتا ہے صبر کرنے والوں کو[2] اور اس پر اللہ سے کچھ نہ کہتے تھے سوائے

اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْۤ اَمْرِنَا وَ

آنکہ گفتند اے پروردگار ما بیا مرز ما را گناہان ما و از حد گذشتن ما در کار ما و

یہ کہ فریاد کرتے اے ہمارے رب تو معاف کردے ہمیں ہمارے گناہوں کو جو ہم نے زیادتیاں کی اپنے کام میں اور

تفسیر اظہار العرفان

[1] منافقین مسلمانوں سے کہنے لگے کہ محمد ﷺ جب قتل کردیئے گئے تو اب تم سب اپنے دین کی طرف لوٹ آؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو باطل کرتے ہوئے فرمایا کہ قتل بھی موت کی طرح ہے کیا تم اپنے اکابر کی موت کے بعد ان کے دین سے پھر جاتے ہو؟ یہ موت وقتِ مقررہ پر ہی آتی ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی ہے کہ جب موت کیلئے وقت معین ہے تو یہ کہیں بھی آسکتی ہے۔ اس آیت میں منافقین کے اس قول کا جواب بھی ہے کہ اگر تم ہمارے پاس رہتے تو تمہیں موت نہ آتی (غرائب القرآن)

[2] یعنی بہت سے انبیاء اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوئے۔ انکی شہادت کے بعد انکے ماننے والے نہ دین سے پھرے اور نہ سست پڑے بلکہ اپنے دشمن سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے انکی مدد فرمائی۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے اصحاب کو ترغیب دی جارہی ہے کہ تم بھی ان انبیاء کے ماننے والوں کی طرح ہوجاؤ اور راہِ خدا میں سست نہ پڑو (غرائب القرآن) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ سے جماعت کثیر مراد ہے، حضرت مجاہد، حضرت قتادہ، حضرت ضحاک اور حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے اللہ والے مراد ہیں، حضرت ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ اس سے ہزار سے اوپر کی جماعت مراد ہے، حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ دین کی پیروی کرنے والی جماعت کو رِبِّيُّوْنَ کہتے ہیں، حضرت حسن کہتے ہیں کہ اس سے وہ علماء مراد ہیں جو صبر کرنے والے ہیں (القرطبی)

[3] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی دعا بیان فرمارہا ہے کہ وہ کتنے تضرع کے ساتھ میری بارگاہ میں دعا کیا کرتے تھے۔ اس لئے تم بھی انکی اقتداء میں رہتے ہوئے تضرع کے ساتھ مجھ سے دعا کرو۔ اس دعا میں ذنوب (گناہوں) اور اسراف (حد سے تجاوز) کی نسبت ان لوگوں نے بطور کسرنفسی کے کی ہے کیونکہ ربیون اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو کہا جاتا ہے۔ اس لئے ذنوب اور اسراف دونوں انکی شان کے لائق نہیں ہے۔ محققین علماء اس جگہ فرماتے ہیں کہ اس دعا میں ان لوگوں نے اپنے علم کے مطابق استغفار کو مقدم رکھا۔ اس لئے کہ استغفار مؤمنین کی نصرت کو شامل ہے جب نصرت نہ آئے یا جب کافر ہمارے ملک پر غلبہ حاصل کرلے اور اسکی حکومت قائم ہوجائے تو یہ سب اس بات کی دلالت ہے کہ ہم سے گناہ سرزد ہورہا ہے اور مؤمنین تقصیر کے مرتکب ہورہے ہیں لہذا ایسے موقع پر اولاً توبہ لازم ہے پھر مؤمنین نصرت و فتح طلب کریں تاکہ یہ توبہ واستغفار طلبِ نصرت سے پہلے بمنزلہ زکاۃ وطہارت کے ہوجائے اور دعا استجاب کے قریب ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا کہہ کر اولاً صغائر کبائر گناہوں سے مغفرت طلب کی پھر اسرافنا کہہ کر صرف کبائر گناہوں سے مغفرت طلب کی۔ اس لئے کہ اسراف ہر چیز میں افراط کا نام ہے۔ وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا یعنی ہمارے قدموں کو حق پر ثابت قدم رکھ اور ہمارے دلوں سے خوف نکال دے اور ایسے خیالاتِ فاسدہ جن سے ہمارے دلوں میں وسوسہ پیدا ہو ان سب سے بچا۔ نصرت سے مراد یہ ہے کہ قوت اور شدت میں اضافہ فرما جیسے اعداء کے دلوں میں رعب ڈالنا یا آسمان سے ان پر کوئی مصیبت نازل فرمانا یا زمین میں کوئی چیز عذاب کی شکل میں ان پر مسلط فرمانا جیسے سخت تیز ہوا جس میں گرد و غبار ہو جس سے انکے آنکھوں اور چہروں میں مٹی چلی جائے یہ سب نصرت کے قبیل سے ہے اور اس جگہ یہ سب مراد ہوسکتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کیلئے تادیب اور ارشاد ہے کہ مشکلات میں اللہ تعالیٰ سے کس طرح فریاد کرنی چاہئے۔ خواہ وہ جہاد میں ہو یا جہاد کے علاوہ ہو۔ (غرائب القرآن)

ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ
استوار بکن ما را و نصرت ده ما را بر قوم کافراں پس عطا کرد
ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہمیں نصرت دے کافرین قوم پر ۳؎ پس عطا کیا

اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ
خدا ایشانرا جزائے نیک در دنیا و ثواب نیک در آخرت و خدا دوست میدارد
اللہ نے دنیا میں نیک بدلہ اور آخرت میں نیک بدلہ اور اللہ دوست رکھتا ہے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ
نیکو کارانرا اے مومنان اگر فرمانبرداری
نیکو کار کو ۱؎ اے مومنو! اگر تم نے فرمانبرداری کی

كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ
کافراں کنید باز گردانند شما را برپا شتہائے شما پس باز گردید زیانکار شده بلکه خدا
کافروں کی تو وہ سب تمہیں پھیر دینگے تمہارے ایڑیوں کے بل پس نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے ۲؎ بلکہ اللہ

مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
یاری دہنده شما ست و او بہترین یاری دہندگان است خواہم انداخت در دلہائے
تمہاری مدد کرنے والا ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے ۳؎ عنقریب ہم ڈالیں گے

كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ
کافراں بزدلی بسبب آنکہ شریک با خدا مقرر ساختند چیزیرا کہ ہیچ حجت فرو نہ آورده است خدا برائے او
کافروں کے دل میں بزدلی بسبب اسکے کہ انہوں نے اللہ کیساتھ شریک کیا ایسی چیز کو جس پر اللہ نے کوئی دلیل نازل

وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ
و جاے ایشاں دوزخ است و او بد اقامتگاه ستمگاران است و ہر آئنہ راست کرد
نہ فرمائی اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ ظالموں کا ٹھکانا کیا ہی برا ہے ۴؎ اور بیشک سچ کیا

۱۵ ع ۵

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ اللہ تعالیٰ نے ان کے استغفار کے سبب انہیں نصرت، غنیمت، عزت اور حسن ذکر وغیرہ دنیا میں عطا فرمایا اور آخرت میں جنت اور اسکی نعمتوں سے سرفراز فرمائیگا۔ ثواب کو حسن سے خاص کرنا اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بہترین سے بہترین بدلہ عطا فرمائیگا (بیضاوی)

۲؎ حضرت سدی فرماتے ہیں کہ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے مراد ابوسفیان اور اسکے ساتھی ہیں۔ یہ اسوقت کی بات ہے جب ایمان نہیں لائے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی اور اسکے ساتھی ہیں۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں کیونکہ غزوہ احد کے بعد یہ لوگ مسلمانوں کو شکوک وشبہات میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ اقرب یہ ہے کہ یہاں اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا عام ہے اور اس سے جمیع کفار مراد ہیں اس لئے کہ سبب خاص، ارادہ عام کے منافی نہیں ہوتا ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم ان کافروں کے مشورے پر عمل کرو گے تو یہ تمہیں دین سے پلٹ دیں گے۔ جسکے نتیجے میں دنیا میں ذلت و رسوائی ہوگی اور آخرت میں دائمی ثواب سے محروم ہو جاؤ گے (بیضاوی وغرائب القرآن)

۳؎ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ان کافروں کی اطاعت سے تمہیں بچا سکتا ہے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم کفار کی اطاعت اس لئے کرو کہ وہ تمہاری مدد کریں تو یہ تمہاری خطا ہے کیونکہ یہ سب عاجز ہیں اور کوئی بھی بغیر اذنِ الٰہی کے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی تمہارا حقیقی مولیٰ ہے (غرائب القرآن)

۴؎ یہ آیتِ کریمہ جہاد کے باب میں ترغیب [رغبت دلانا] ہے اور کفار سے دوستی کے باب میں ترہیب [ڈرانا] ہے۔ کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے۔ اس میں علمائے مفسرین کا اختلاف رہا ہے کہ یہ رعب یوم احد سے خاص ہے یا جمیع اوقات کیلئے ثابت ہے، ثانی اظہر ہے گویا کہ یہ کہا گیا ہے کہ اگرچہ یوم احد میں یہ واقعہ پیش آیا ہے لیکن اسکے بعد ہم کفار کے دلوں میں تمہارا ایسا رعب ڈال دینگے کہ تمہارا دین تمام ادیان پر غالب ہوگا۔ اسکی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ نصرت بالرعب مسيرة شهر یعنی میری مدد ایک مہینے کی مسافت تک رعب سے کی گئی۔ کثیر مفسرین اس جانب گئے ہیں کہ یہ رعب غزوہ احد سے خاص ہے۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ ابوسفیان اور مشرکین احد کے روز مکہ کی جانب متوجہ ہوئے۔ یہاں تک کہ بعض راستے میں پہنچے۔ پھر انھیں خیال آیا کہ ہم نے شریر کو چھوڑ دیا ہے۔ اس خیال سے پلٹے کہ انھیں بھی قتل کر دیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیا پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض نے کہا کہ جب کفار پہاڑ کی اس چوٹی پر چڑھ گئے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو قائم فرمایا تھا۔ تو مسلمانوں کا رعب ان کفار کے دلوں میں ڈال دیا گیا۔ ابوسفیان اسی خوف کے عالم میں پہاڑ کے اوپر سے آواز دے رہا تھا کہاں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کہاں ہیں عمر؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی بہادری سے اسکا جواب دیا تو ان کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب آگیا۔ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا۔ چونکہ اضطرار کی دعا قبول ہوتی ہے اور جنکا اعتقاد ہے کہ اللہ کے ساتھ [کوئی اور بھی الوہیت میں] شریک ہے تو اسے اضطرار کی کیفیت حاصل نہ ہوگی کیونکہ جب ایک خدا دعا قبول نہ کریگا تو دوسرے خدا کی جانب متوجہ ہو جائیگا۔ علی ھذا القیاس اس لئے انھیں اضطرار کی صورت حاصل نہیں ہوگی اور نہ انکی دعا قبول ہوگی لہٰذا خوف اور رعب انکے لئے لازم ہوا۔ جوہری کہتے ہیں کہ سلطان حجت اور برہان کے معنی میں ہے (غرائب القرآن)

اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ

خدا در حق شما وعدهٔ خود را چوں میکشتید کافرانرا بحکم خدا تا وقتیکه بزدلی کردید و نزاع کردید

اللہ نے اپنے وعدے کو جب تم قتل کرتے تھے کافروں کو اللہ کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور جھگڑا

فِی الْاَمْرِ وَعَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ

درکار خویش و نافرمانی کردید بعد از انکه نمود بشما آنچه می خواستید از شما

کیا اپنے کام میں اور نافرمانی کی بعد اسکے کہ تمہیں دکھایا جو تم چاہتے تھے۔ تم میں سے

مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ

کسے بود کہ می خواست دنیا را و از شما کسے بود کہ میخواست آخرت را آنگاہ باز گردانید شما را از ایشاں

بعض وہ ہے جو دنیا چاہتا ہے اور تم میں سے بعض وہ ہے جو آخرت چاہتا ہے پھر تمہیں اس سے پھیرا

لِیَبْتَلِیَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۲﴾

تا امتحان کند شما را و ہر آئنہ در گذرانید از شما و خدا صاحب رحمت است بر مومناں

تا کہ تمہارا امتحان لے اور بیشک درگذر فرمایا تم سے اور اللہ مومنوں پر فضل فرماتا ہے[1] جسوقت کہ تم بھاگتے ہوئے دور

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ

آنگاہ کہ دور می رفتید در گریختن و متوجہ نمی شدید بر ہیچکس و پیغمبر می خواند شمارا در جماعۃ کہ پس پشت شما بود پس جزا داد شما

جا رہے تھے اور متوجہ نہیں ہو رہے تھے کسی شخص کی طرف اور پیغمبر تمہیں بلا رہے تھے (اس) جماعت کی جانب جو

فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ لِّكَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ

را باندوہے بالای اندوہے ایں پند دادن برائے آنست تا اندوہناک مشوید بر آنچہ از دست شما رفت

تمہارے پیچھے تھی پس تم کو غم کے بدلے غم دیا [یہ تمہیں نصیحت دینے کیلئے ہے] تا کہ تم غمگین نہ ہو جاؤ (اس پر) جو

وَلَا مَاۤ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ

نہ بر آنچہ رسید بشما و خدا باخبر است بآنچہ میکنید باز فرود آورد بر شما

تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اور نہ (اسکا) جو تمہیں پہنچا اور اللہ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو[2] پھر تم پر اس غم کے بعد

۱ اس وعدہ سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ایک مینڈھا ذبح کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ حضرت طلحہ نے مشرکین کے صاحبِ لوا کو قتل کیا اسکے بعد نو صاحبِ لواء کو یکے بعد دیگرے قتل کیا۔ دوسرے قول کے مطابق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم صبر کرو یا تقویٰ اپناؤ تو ہم تمہاری مدد کریں گے چنانچہ یہ وہی وعدہ تھا۔ تیسرے قول کے مطابق جب یہ لوگ مدینہ منورہ لوٹے تو مؤمنین میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ وہ وعدہ کہاں گیا جو ہم سے کیا گیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ الخ اسکا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد فرمائی جس وقت کہ تم بزدلی دکھا رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیرِ رماۃ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم اس مکان سے ہرگز نہ ہٹیں گے۔ پھر وہ لوگ طلبِ غنیمت کیلئے پہاڑ سے نیچے آ گئے پہاڑ پر عبداللہ اور انکے ساتھ دس اشخاص باقی رہ گئے تھے۔ جنہیں مشرکین نے شہید کر دیا۔ جبائی کہتے ہیں کہ جو لوگ پہاڑ پر تھے انکے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ نے جنگ چھوڑ دی اور مالِ غنیمت کے جمع کرنے میں لگ گئے۔ دوسرے وہ تھے جو اس جنگ پر قائم تھے جب انھیں کافروں نے گھیر لیا اور انھوں نے دیکھا کہ اب ان سے مزاحمت بے کار ہے تو یہ پہاڑ سے نیچے اتر آئے۔ اول گروہ کے بارے میں ہے وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں معاف فرما دیا۔ دوسرے گروہ کے بارے میں ارشاد ہے ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان سے پھیر دیا تا کہ تمہارا امتحان لے (غرائب القرآن)

۲ تُصْعِدُوْنَ اصعاد سے ماخوذ ہے بمعنی بھاگنا اور زمین میں دور ہونا جیسے کہا جاتا ہے اصعدنا من مکة الی المدینة یعنی ہم مکہ سے بھاگتے ہوئے مدینے پہنچے۔ اس کیفیت میں اللہ کے رسول ﷺ یوں بلا رہے تھے الیّ عباد الله الیّ عباد الله یعنی اے اللہ کے بندوں میری طرف آؤ اے اللہ کے بندوں میری طرف آؤ جو میری جانب پلٹ آئیگا اس کیلئے جنت ہے (بیضاوی) فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا الخ غمِ اول سے مراد بزدلی اور تنازع ہے اور غمِ ثانی سے مراد کافروں کا میدان سے بھاگ جانا ہے یا غمِ اول سے مراد غنائم کا فوت ہو جانا ہے اور غمِ ثانی سے مراد یہ ہے کہ ابوسفیان وغیرہ مسلمانوں کے احوال پر مطلع ہو کر ان پر حملہ آور ہوئے اور انہیں شہید کیا یا غمِ اول سے مراد جو مصیبت اور تکلیف انھیں پہنچی اور غمِ ثانی سے مراد اللہ کے رسول ﷺ کا چہرۂ مبارک لہولہان ہونا۔ غم اسکی اصل کسی چیز کو چھپانا ہے اسی سے الغمام ہے گویا کہ غم لذت اور سرور کے چہرے کو چھپا دیتا ہے۔ اشاعرہ اثابة الغم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان غم پیدا کیا۔ جبکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ غم فعلِ عبد ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکی اسناد بندوں کی جانب کی ہے (غرائب القرآن) ۳ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاد میں اونگھ باعثِ امن ہے اور نماز میں اونگھ شیطان کی طرف سے ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اسقدر اونگھ آ رہی تھی کہ تلوار ہمارے ہاتھ سے چھوٹ کر گر جاتی پھر ہم اسے اٹھاتے تو پھر گر جاتی تھی۔ بعض لوگوں نے یہاں نعاس کو غایتِ امن سے کنایہ لیا ہے (غرائب القرآن و بیضاوی) جاننا چاہیئے کہ امنہ کبھی خوف کے اسباب کیساتھ پائی جاتی ہے اور کبھی اس کے بغیر جبکہ امن خوف کے بغیر پایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اُحد کے دن اہل ایمان پر فضل فرمایا کہ خوف و غم کے بعد ان پر امن اتارا جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ جن لوگوں پر امن اترا وہ سب سکون سے سو گئے اور جن لوگوں پر خوف طاری تھا وہ سب سو نہ سکے۔ (القرطبی)

مِّنۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ

پس از اندوه ایمنی پینکی بود میپوشید گروہے را از شما و گروہے بودند

آرام کی نیند اتاری جو تم میں سے ایک جماعت کو گھیرے تھی اور ایک جماعت تھی [۱]

قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ

کہ اندوہناک ساختہ بود ایشانرا فکر خویشتن گمان میکردند بخدا نا حق گمان کفر را

جنہیں انکی فکر نے غمگین بنا رکھا تھا اللہ پر ناحق گمان کرتے تھے کفر کا گمان

يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ

میگفتند ایا ما را ازیں کار چیزے اختیار نیست و بتدبیر ما کار نمی کنند بگو کار بتمام

کہتے کیا اس کام میں ہمارا بھی کچھ اختیار ہے (اور ہماری تدبیر سے کام نہیں کرتے) آپ فرما دیجئے تمام کام

لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ

خدا راست پنہاں میدارند در دل خویش آنچہ آشکارا نمیکنند برائے تو می گویند اگر

اللہ کیلئے ہے۔ اپنے دلوں میں جسے چھپا رکھتے ہیں آپ کیلئے ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں اگر

كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ

بودے ما را ازیں کار چیزے ما کشتہ نمی شدیم دریجا بگو اگر می بودید در

ہمیں اس کام میں کچھ اختیار ہوتا تو ہم اس جگہ قتل نہ کئے جاتے آپ فرما دیجئے اگر تم

بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ

خانہا خویش ہرآئنہ بیروں می آمدند کسانیکہ مقرر شدہ است بر ایشاں کشتہ شد بسوئے کشتگاہ خویش

اپنے گھروں میں رہتے تو ضرور وہ لوگ باہر نکلتے جن کیلئے قتل کیا جانا لکھا جا چکا ہے اپنی قتل گاہ کی طرف

وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ

وایں کار برائے آں گروہ شد کہ در علم الٰہی مقدر بود تا بیازماید خدا آنچہ در سینہ شما است وتا کامل عیار سازد آنچہ در دل شما است و

اور یہ کام اس گروہ کیلئے ہے (جو علم الٰہی میں مقدر ہو) تا کہ اللہ آزمائے جو تمہارے سینے میں ہے تا کہ خالص کرے [۱]

تفسیر اظہار العرفان

[۱] جنہیں اپنی جان کی پڑی تھی یہ دوسرا گروہ منافقین کا تھا جو نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت میں شک کرتے تھے اور غزوہ احد میں صرف مال غنیمت کیلئے حاضر ہوئے تھے جیسے عبداللہ بن ابی اور معتب بن قشیر وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کے بارے میں یوں خبر دی۔ وَ طَائِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ. يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ۔ یعنی ہمارے لئے کوئی تدبیر ہے۔ عبداللہ بن ابی نے مدینہ منورہ میں رائے دی کی مشرکین سے لڑنے کیلئے مدینہ سے باہر نہ نکلا جائے نبی کریم ﷺ نے اسکی یہ رائے قبول نہ فرمائی اور غزوہ احد کیلئے مدینہ سے باہر تشریف لے آئے۔ اس بناء پر وہ لوگ یہ جملہ کہنے لگے هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ۔ اس تفسیر کی تائید یوں بھی ہو جاتی ہے کہ ان منافقین کا یہ قول آگے منقول ہے کہ لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا یعنی اگر وہ سب ہماری اطاعت کرتے تو قتل نہ کئے جاتے۔ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا یعنی منافقین اور یہود کہنے لگے کہ اگر یہ دین حق ہوتا اور یہ نبی حق ہوتے تو کبھی مشرکین ان پر غالب نہ ہو سکتے اور مسلمان اتنی تعداد میں قتل بھی نہ کئے جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ جواب دے دیجئے کہ اگر تم علم باری تعالیٰ کے مطابق اسی جگہ قتل ہوتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس جگہ ضرور لاتا چاہے تم کہیں رہتے۔ بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ اے منافقو! اگر تم جہاد سے پیچھے رہ گئے تو مؤمنین ضرور اس کام کیلئے نکلیں گے اور کافروں کو مار بھگائیں گے پھر اللہ تعالیٰ نے اس خروج کی دو علتیں یا دو فائدے بیان کئے۔ اولاً یہ کہ تمہارا امتحان لے لیا جائے۔ ثانیاً یہ کہ تمہیں خالص کر دیا جائے۔ جاننا چاہئے کہ مصیبت کو صدور [سینے] سے خاص کیا اور تمحیص [خالص کرنے] کو قلوب سے اس لئے کہ ابتلاء کا محل قلوب ہیں جو کہ صدور میں ہیں اور تمحیص اسکا مورد الہیات اور عقائد ہیں جو کہ قلب میں ہے (غرائب القرآن) قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ کا مفہوم یہ ہے کہ موت دینا، زندگی دینا، فقر، غنا، سراء اور نقصان پہنچانا یہ سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ الخ یہاں یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ وہ لوگ اپنے دلوں میں کیا چھپائے بیٹھے ہیں اسکا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا اگر یہ مسلمان ہمارے مشورے پر عمل کرتے تو یہاں یہ قتل نہ کئے جاتے گویا کہ منافقین کی نظر میں مسلمانوں کے قتل ہونے کا سبب انکے مشورے کو نہ ماننا ہے۔ اس مقام پر تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بعینہ اس مناظرہ کی طرح ہے جو سنی اور معتزلی کے درمیان طاقت، عصیان، کفر اور ایمان سے متعلق ہوا اور یہ کہے کہ انسان مختار ہے اگر چاہے تو ایمان لائے اور چاہے تو کفر کرے اسی طرح نبی کریم ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہیں اب چاہو تو اسکا اعتقاد رکھو اور چاہو تو اسکا انکار کرو یہ تمہارے اختیار میں ہے۔ واضح رہے کہ اس ابتلاء کا یہ فائدہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے سامنے موافق اور منافق کی پہچان کرا دی۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے قلوب سے شکوک وشبہات اور وسوسہ کو دور فرما دیا۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر اسرار اور ضمائر کو جانتا ہے اس لئے یہ مت سمجھنا کہ امتحان میں نے اپنے لئے لیا ہے بلکہ یہ تمہارے علم کیلئے ہے (غرائب القرآن وبیضاوی) جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے قتال وجہاد کو اہل ایمان پر فرض فرمایا پھر اُحد کے روز ان پر سختی ومصیبت ڈالی تا کہ اہل ایمان کے صبر کو ظاہر کر دیا جائے اور اس مصیبت کے سبب انکے گناہوں کو مٹا دیا جائے اور انہیں اس طرح پاک وصاف کر دیا جائے جیسے یہ توبہ کے ذریعے ہوتے، بعض نے یہ مطلب بھی بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ اسکے ذریعے ان چیزوں کو ظاہر فرما دے جو اب تک اہل ایمان سے پوشیدہ ہیں، بعض نے یہ مطلب بھی بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اسکے ذریعے آزمائے۔ (القرطبی)

اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ

خدا دانا ست بانچه در سینه ها است هرآئنه کسانیکه روگرایند از شما

جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ جاننے والا ہے جو سینہ میں ہے بیشک وہ لوگ جو تم میں سے پھرے

يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا

روزیکه بهم آمدند هر دو جماعت جزء ایں نیست که لغزانید ایشانرا شیطان بشومی بعض آنچه

اس روز کہ دو جماعت باہم ملی انہیں شیطان نے پھسلایا یا انکے بعض

كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ يٰٓاَيُّهَا

کردند و هرآئنه عفو کرد خدا از ایشاں هرآئنه خدا آمرزنده برد بار است اے

اعمال کی شامت میں اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرمایا بیشک اللہ بخشنے والا بردبار ہے ۱ اے

۱۶ ع ۷ ۷

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ

مومناں مباشید مانند آنکه کافر شدند و گفتند در حق برادران خویش

مومنو! نہ ہو جاؤ ان کی طرح جنہوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں کے حق میں کہا

اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا

وقتیکه سفر کنند در زمین یا باشند بجهاد بیروں آمده اگر می بودند ایشاں نزد ما نمی مردند

جسوقت کہ وہ سب سفر کریں زمین میں یا جہاد کیلئے جائیں اگر ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے

وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ يُحْيٖ

و کشته نمی شدند تا گرداند خدا ایں سخن را دریغ در دل ایشاں و خدا زنده میکند

اور قتل نہ کئے جاتے تا کہ اللہ کر دے اس بات کو حسرت انکے دلوں میں اور اللہ زندہ کرتا ہے

وَيُمِيْتُ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَىِٕنْ قُتِلْتُمْ فِيْ

و می میراند و خدا بانچه میکنید بینا است و اگر کشته شدید در

اور مارتا ہے اور بیشک اللہ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے ۲ اور اگر تم قتل کئے جاؤ

۱ یعنی احد کے روز' محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس روز لوگ تین حصوں میں بٹ گئے تھے ایک ثلث زخمی تھے' ایک ثلث بھاگ گئے تھے اور ایک ثلث ثابت قدم تھے۔ بھاگ کر سب سے پہلے مدینہ پہنچنے والے سعد بن عثمان تھے انھوں نے خبر دی کہ اللہ کے رسول ﷺ قتل کر دیئے گئے۔ یہ سننا تھا کہ مدینے سے عورتیں اور مرد بے تحاشا احد کی جانب دوڑ پڑے۔ عورتیں اپنے چہرے پر خاک ڈالتی اور اشعار پڑھتی جاتی تھیں۔ ادھر جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس ثابت قدمی کے ساتھ تھے انکی تعداد ۱۴ تھی۔ سات مہاجرین میں سے تھے جنکے اسماء یہ ہیں۔ ابو بکر' علی' عبدالرحمٰن بن عوف' سعد بن ابی وقاص' طلحہ بن عبید اللہ' ابوعبیدہ بن جراح' اور زبیر بن عوام ﷺ۔ سات انصار میں سے تھے جنکے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حباب بن منذر' ابو دجانہ' عاصم بن ثابت' حارث بن ضمہ' سھل بن حنیف' اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ ﷺ۔ ان میں سے آٹھ نے اس روز موت پر بیعت کی تھی۔ تین مہاجرین میں سے یعنی علی' طلحہ' اور زبیر ﷺ اور پانچ انصار میں سے تھے یعنی ابو دجانہ' حارث بن ضمہ' حباب بن منذر' عاصم بن ثابت اور سھل بن حنیف ﷺ۔ اِسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ سے مراد یہ ہے کہ مرکز کے مفارقت کے سبب سے جو جرم سرزد ہوا وہ شیطان نے واقع کیا۔ پھر یہاں یہ مسئلہ آتا ہے کہ یہ جرم صغائر میں سے ہے یا کبائر میں سے ہے۔ معتزلہ کا کہنا ہے کہ یہاں دونوں کا احتمال ہے۔ قاضی کہتے ہیں کہ صغائر میں سے اقرب ہے۔ اشاعرہ کہتے ہیں کہ یہ کبائر میں سے تھا اس لئے کہ ان لوگوں نے نص کے خلاف کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم کرتے ہوئے بغیر ذکرِ توبہ کے معافی کا اعلان فرمادیا (غرائب القرآن) مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی ﷺ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ کے درمیان اسطرح کلام ہوا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ﷺ نے کہا: اے عثمان! آپ مجھے برا کہہ رہے ہیں حالانکہ میں بدر میں حاضر ہوا' آپ اس میں حاضر نہیں ہوئے' میں نے درخت کے نیچے بیعت کی' آپ نے بیعت نہیں کی اور آپ اُحد کے روز بھاگنے والوں میں شامل تھے جبکہ میں نہیں بھاگا۔ حضرت عثمان نے انکے کلام کا جواب دیا میں بدر میں غیر حاضر کسی [مال و دولت کی] چاہت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی جو میرے نکاح میں تھیں انکی تیمارداری کی وجہ سے حاضر نہیں ہوسکا۔ اسکی گواہی رسول اللہ ﷺ بھی دینگے' اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے بدر میں حاضر ہونے والوں کی طرح مال غنیمت میں میرا بھی حصہ مقرر فرمایا' بیعت رضوان میں شامل اس لئے نہ ہو سکا کہ مجھے مکہ کام سے بھیجا گیا اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر مارتے ہوئے فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے باقی رہی اُحد کے روز بھاگنے والوں کی بات' تو اللہ تعالیٰ نے اسکے بارے میں فرمایا: وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ: پس میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں اللہ نے معاف فرمادیا اسطرح حضرت عثمان ﷺ اس بحث میں غالب ہوگئے (القرطبی) ۲ كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا سے مراد عام کافرین ہیں یا عام منافقین ہیں یا احد کے منافقین مراد ہیں جیسے عبداللہ بن ابی اور اسکے ساتھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان مجرد اقرار کا نام نہیں ہے جیسا کہ کرامیہ فرقہ کا کہنا ہے۔ ورنہ منافقین کو کافر نہ کہا جاتا۔ اس لئے کہ یہ لوگ زبان سے اقرار کرتے تھے لیکن دل سے تصدیق نہ کرتے تھے (غرائب القرآن) وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اس سے مراد اخوۃ فی النسب [نسب میں بھائی] ہے ورنہ کافر اور مؤمن آپس میں بھائی نہیں ہوسکتے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا اور اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا وغیرہ (تفسیر کبیر) منافقین کی جانب سے ایسا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مسلمان ہمارے بہکانے سے جہاد میں نہ جائیں انکی یہ حسرت پوری نہ ہوئی اور مسلمان جہاد کیلئے نکل پڑے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ جسے جینا ہے وہ میدانِ جہاد میں بھی زندہ رہ سکتا ہے اور جسے مرنا ہے وہ بستر استراحت پر بھی رہیگا تو موت آجائے گی (غرائب القرآن) ۳ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ سفر یا جہاد کی وجہ سے ایسا نہیں ہے کہ موت جلد آجائے گی بلکہ موت کیلئے وقت مقرر ہے وہ اسی وقت آئے گی۔ پس اگر اس جہاد میں موت مغفرت اور رحمت کے ساتھ آجائے تو یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے (بیضاوی)

سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْمُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

راہ خدا یا مردید ہرآئنہ آمرزشی از خدا و بخشایشی بہتر است از آنچہ جمع میکنند

اللہ کے راستے میں یا مرجاؤ تو بیشک اللہ کی طرف سے مغفرت اور بخشش بہتر ہے اس سے جو وہ سب جمع کرتے ہیں ۱

وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ

و اگر مردید یا کشتہ شدید البتہ بسوے خدا برانگیختہ خواہید شد پس بسبب مہربانی از

اور اگر مر جاؤ یا قتل کئے جاؤ تو ضرور اللہ کی طرف اٹھائے جاؤ گے ۲ پس اللہ کی مہربانی کے سبب

اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ

خدا نرم شدی برائے ایشاں و اگر میشدی درشت خو سخت دل پراگندہ میشدند از

سے آپ انکے لئے نرم ہوئے اور اگر آپ سخت دل ہوتے تو وہ سب منتشر ہو جاتے

حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ

حوالی تو پس در گذر از ایشاں و آمرزش خواہ برائے ایشاں و مشورہ کن باایشاں در کار

آپ کے اردگرد سے پس ان سے درگذر فرمائیے اور انہیں معاف فرمائیے اور ان سے مشورہ کیجئے کام میں

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

پس آنگاہ کہ قصد محکم کردی پس اعتماد کن برخدا ہرآئنہ خدا دوست دارد توکل کنندگاں را

پس جسوقت کہ پختہ ارادہ کرو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرو بیشک اللہ دوست رکھتا ہے توکل کرنے والوں کو ۲

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ

اگر نصرت دہد شما را خدا ہیچ کس غالب نیست بر شما و اگر بہ بے پروائی بگذارد شما را پس کیست

اگر اللہ تمہیں نصرت دے تو کوئی بھی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر اللہ تمہیں بے مدد چھوڑ دے تو کون ہے

يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ

کہ نصرت دہد شما را بعد ازوی و برخدا باید کہ توکل کنند مسلمانان و ہرگز خیانت

اسکے بعد جو تمہاری مدد کرے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں ۳ اور ہرگز

۱ مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسی قوم کے پاس سے گذرے جو عبادت ریاضت کی وجہ سے کمزور ہو چکی تھی۔ آپ نے ان سے پوچھا تم اس قدر عبادت کیوں کرتے ہو۔ کہا اللہ کے عذاب کے خوف سے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے نجات دیگا۔ دوسری قوم کے پاس سے گذرے انکا بھی یہی حال تھا۔ آپ نے پوچھا تم اتنی عبادت کیوں کرتے ہو۔ جواب ملا جنت کی طلب میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا فرمائیگا۔ تیسری قوم کے پاس سے گذرے تو انکا بھی یہی حال تھا آپ نے پوچھا تو جواب آیا کہ اللہ ہمارا معبود ہے اور ہم اسکی رضا کیلئے عبادت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تم سے راضی ہوگا۔ اس آیت اور اس سے پچھلی آیت کی ترتیب پر غور کریں کہ جو لوگ اللہ کے عذاب کے خوف سے بندگی بجالاتے ہیں انکے لئے ارشاد ہے لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ یعنی ضرور انکے لئے اللہ کی طرف سے مغفرت ہے۔ جو لوگ جنت کی طلب کیلئے عبادت بجالاتے ہیں انکے حق میں ارشاد ہے وَرَحْمَةٌ اور جو لوگ صرف اپنے رب کی رضا کیلئے عبادت کرتے ہیں انکے لئے لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ کی بشارت ہے (تفسیر کبیر) جاننا چاہئے کہ پہلی آیت میں قُتِلْتُمْ، مُتُّمْ سے پہلے ہے اور اس آیت میں مُتُّمْ، قُتِلْتُمْ سے پہلے ہے یہ اس جانب اشارہ ہے کہ موت ہر ایک کو آئیگی لیکن شہادت کی موت افضل ہے اس لئے ابتداء اور انتہا افضل سے ہوئی (غرائب القرآن)

۲ جاننا چاہئے کہ غزوہ احد میں فرار کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب لوٹے تو آپ نے ان پر کوئی سختی نہ کی اور نہ انہیں جھڑکا بلکہ آپ نے ان سب سے نرم کلام فرمایا (تفسیر کبیر) واضح رہے کہ شفقت اور نرمیت اسوقت جائز ہے جب اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے کوئی حق پامال نہ ہوتا ہو ورنہ سختی کا حکم ہے جیسے جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ یعنی اے نبی آپ کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ نرم کلام اپنی جگہ قابلِ تعریف ہے اور سخت کلام اپنی جگہ قابلِ تعریف ہے۔ ایک موقع پر اس شفقت کا اظہار کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے لئے مثل والد کے ہوں پس تم میں سے کوئی ایک رفعِ حاجت کیلئے جائے تو قبلہ کی جانب نہ چہرہ کرے نہ پیٹھ۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ یعنی آپ انکے لئے مغفرت طلب کیجئے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اصحابِ کبائر کے حق میں دنیا میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرماتا ہے اس لئے آخرت میں آپکی شفاعت بدرجہ اولیٰ قبول ہوگی (تفسیر کبیر و غرائب القرآن) ۳ یعنی بدر میں تمہاری مدد فرمائی اور احد میں امتحاناً چھوڑ دیا۔ اس آیت کریمہ میں تنبیہ ہے کہ مسلمان اپنی فتح کو آلاتِ حرب کی جانب نہ پھیرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کی جانب پھیرے اور اس میں توکل علی اللہ کی ترغیب ہے۔ توکل کو مؤمنین کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مومنین جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے (بیضاوی) ۴ خیانت چونکہ نبوت کے مانع ہے اس لئے اس آیت میں نبی سے اسکی نفی کی گئی ہے۔ مروی ہے کہ سرخ رنگ کی چادر غزوہ بدر کے روز گم ہوگئی منافقوں نے گمان کیا کہ شاید اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی یا وہ لوگ جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن پہاڑ پر مقرر کیا اور انہیں تنبیہ کی کہ تم لوگ اسوقت تک نیچے نہ آنا جب تک میں نہ بلاؤں لیکن وہ لوگ مرکز کو چھوڑ کر مال غنیمت کیلئے نیچے آگئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ کیا تم نے گمان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر خیانت کرینگے (بیضاوی) يَغُلَّ خیانت کرتے ہیں۔ اسکی اصل یہ ہے کہ کوئی چیز خفیہ طور پر لینا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا انتقال ہوا اس حال میں کہ وہ تین چیزوں سے بری ہو یعنی کبر، غلول اور قرض، تو وہ جنت میں داخل ہوگا (غرائب القرآن)

لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ

از نبی نمی آید و ہر کہ خیانت کند خواہد آورد آں چیزیرا کہ خیانت کردہ است بروز قیامت باز

نبی کی طرف سے خیانت نہیں آتی اور جو کوئی خیانت کریگا تو قیامت کے روز اس خیانت کیساتھ آئیگا جو اس نے کی ہوگی پھر ۱

تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ

تمام دادہ شود ہر شخصے را آنچہ کردہ است و ایشاں ستم کردہ نشوند ایا کسے کہ در پے خوشنودی

ہر شخص کو پورا دیا جائیگا جو اس نے کیا ہو اور ان پر ظلم نہ کیا جائیگا کیا وہ جو اللہ کی خوشنودی

اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾

خدا رفت می باشد مانند کسیکہ باز گشت بخشم خدا و جاے او دوزخ است و بدجائیست او

کیلئے چلا اسکی طرح ہوگا جو لوٹے اللہ کے غضب میں اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے ۱

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ

ایشاں بر مراتب اند نزد خدا و خدا بینا ست بآنچہ میکنند ہرآئنہ نعمت فراواں داد

انکے لئے مراتب ہیں اللہ کے پاس اور اللہ دیکھنے والا ہے جو وہ سب کرتے ہیں ۲ بیشک بے بہا نعمت دی

اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

خدا بر مسلمانان آنگاہ کہ فرستاد در ایشاں پیغمبری از قوم ایشاں

اللہ نے مسلمانوں کو جسوقت کہ مبعوث فرمایا ان میں ایک پیغمبر ان ہی کی قوم سے

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ

میخواند بر ایشاں آیات او و پاک سازد ایشانرا و می آموزد ایشانرا کتاب و علم

ان پر اللہ کی آیات پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتے ہیں

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ

و ہر آئنہ بودند پیش ازیں در گمراہی آشکارا ایا چوں رسید بشما

اور بیشک وہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ۳ یا جب تمہیں ۴

۱ کلبی اور ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ خیانت چھوڑ کر مسلمان اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہیں اور کفار و منافقین خیانت اپنا کر اللہ کی ناراضگی میں لوٹتے ہیں۔ زجاج کہتے ہیں کہ جسوقت نبی کریم ﷺ انھیں احد میں بلا رہے تھے تو جو لوگ لوٹ آئے گویا وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی جانب پلٹ آئے۔ بعض نے کہا کہ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ سے مراد مہاجرین و انصار ہیں اور كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ سے مراد منافقین ہیں۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے جنہوں نے ایمان لانے کے بعد عمل صالح اپنایا وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی جانب آئے اور جنہوں نے کفر کیا وہ سب اللہ تعالیٰ کے غضب میں آئے۔ یہ قول اقرب ہے تاکہ آیت عموم پر جاری رہے اگرچہ سبب نزول خاص ہے (غرائب القرآن)

۲ اس آیت کریمہ میں هُمْ دَرَجٰتٌ بمعنی لَهُمْ دَرَجَاتٌ ہے یعنی انکے لئے درجے ہیں۔ هُم کی ضمیر ثواب اور عقاب کی جانب راجع ہے یعنی جو لوگ اللہ کی خوشنودی کی جانب لوٹے انکے لئے جنت میں درجات ہیں اور جو لوگ اللہ کی ناراضگی کی جانب لوٹے انکے لئے جہنم میں مختلف درجے ہیں (بیضاوی)

۳ جب منافقین کی جانب سے چادر کی گمشدگی اور مال غنیمت کی تقسیم میں خیانت کا شبہ نبی کریم ﷺ کی جانب ہوا تو یہ آیت نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ بتادیا کہ یہ نبی ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے اور مدینہ کی جانب ہجرت کی اس دوران انکی جانب سے نہ تو کوئی خیانت ہوئی اور نہ کبھی انہوں نے جھوٹ کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آج تم خیانت کا شبہ کرو۔ واحدی کہتے کہ ہیں کلامِ عرب میں ''مَنّ'' کے چند معانی ہیں۔ (۱) جو آسمان سے نازل ہو جیسے وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى۔ (۲) احسان جتانا جیسے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى یعنی احسان اور اذیت سے اپنے صدقات کو ضائع نہ کرو۔ (۳) قطع کے معنی میں جیسے لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ یعنی ان سب کیلئے غیر منقطع اجر ہے۔ (۴) انعام و احسان جیسے هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ یہ ہمارے عطیات ہیں پس تو احسان کر۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ''منان'' بھی ہے۔ جاننا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت تمام مخلوق کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے احسان ہے لیکن اس احسان کو یہاں مؤمنین کے ساتھ خاص کیا گیا کیونکہ مؤمنین نے اس احسان سے فائدہ حاصل کیا اور ان پر ایمان لاکر جہنم سے نکلنے کا سبب پیدا کیا۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ الخ انسان کے حال کا کمال دو امور میں ہے۔ (۱) حق تعالیٰ کی معرفت اور اسکے مطابق کارِ خیر کرنا۔ (۲) نفسِ انسانیہ کیلئے دو قوت کا حصول یعنی قوتِ نظری اور قوتِ عملی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر کتاب نازل فرما کر ان دونوں امور کی تقویت کا سبب پیدا فرمایا (تفسیر کبیر) ۴ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ بدر میں (کفار سے) فدیہ لینے کی پاداش میں احد کے دن ستر (۷۰) مسلمان شہید ہوئے۔ اصحابِ نبی ﷺ بھاگ کھڑے ہوئے نبی کریم ﷺ کا دندان مبارک شہید ہوا اور چہرہ مبارک لہولہان ہوگیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ نازل فرمائی (لباب النقول فی اسباب النزول) منافقین اور یہود وغیرہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہوتے تو احد میں بھی مشرکین کو مار بھگاتے۔ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا سے یہی مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکا جواب یہ دیا کہ آج جو مصیبت تمہیں پہنچی ہے یہ تمہارے ہاتھ کی کمائی ہے۔ گویا کہ اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کی نبوت پر ہونے والے اعتراض کا جواب دیا گیا ہے (تفسیر کبیر)

مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ

مصیبتے کہ بدست آوردہ بودند دو چند از آں گفتید از کجا آمد ایں مصیبت بگو کہ آں از نزد

وہ مصیبت پہنچی جسکا دوگنا مصیبت (تمہارے) ہاتھ سے (انہیں) پہنچی تو تم نے کہا یہ مصیبت کہاں سے آئی آپ فرمادیجئے وہ

أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ

نفوس شما ست ہرآئنہ خدا بر ہمہ چیز توانا است و آنچہ رسید بشما روزیکہ

تمہارے نفوس کی طرف سے ہے بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور جو پہنچی تمہیں جس روز

الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ

بہم آمدند دو گروہ پس بارادۂ خدا بود تا متمیز سازد مومناں و متمیز سازد

دو گروہ اللہ کے ارادے سے ملے اور تا کہ الگ کر دے خالص اہل ایمان کو[۱] اور جدا کر دے

الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

آنانکہ منافق شدند و گفتہ شد ایشانرا بیائید بجنگید در راہ خدا

ان کو جو منافق ہوئے اور ان سے کہا گیا آؤ اللہ کی راہ میں لڑو

أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ

یا دفع کنید کافرانرا گفتند اگر میدانستیم جنگ کردن ہر آئنہ پیروی شما میکردیم ایں گروہ بسوے کفر

یا کافروں کو ہٹاؤ[۲] انھوں نے کہا اگر ہم جنگ کرنا جانتے تو ضرور ہم آپکی پیروی کرتے یہ گروہ کفر کی جانب

أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي

آں نزدیک تر بودند بہ نسبت ایشاں بجانب ایمان گویند بدہان خویش آنچہ نیست در

زیادہ قریب تھے ایمان کی نسبت۔ کہتے ہیں اپنے منہ سے نہیں ہے جو

قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَ

دل ایشاں و خدا دانا تر است بآنچہ میپوشند آنانکہ گفتند در حق برادران خویش و

انکے دلوں میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں[۲] وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے حق میں کہا اور[۳]

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بِـاِذْنِ اللّٰہِ سے مراد بِقَضَاءِ اللّٰہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے۔ اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ تم سب اللہ تعالیٰ کی رضا پر خوش رہو اور ایمان کا تقاضا بھی رضا بالقضاء ہے۔ لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اہل نفاق سے جدا کرے۔ اہل ایمان سے محبت کے پیش نظر لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ فرمایا وَلِيَعْلَمَ الْمُنَافِقِيْنَ نہیں فرمایا (غرائب القرآن)

۲ حضرت اصم کہتے ہیں کہ انھیں اللہ کے رسول ﷺ جہاد کی طرف اسوقت بلا رہے تھے جب یہ لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس صورت میں قِيْلَ لَهُمْ کا قائل نبی کریم ﷺ ہونگے۔ بعض نے کہا کہ حضرت ابو جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حزام انصاری رضی اللہ عنہ انھیں اسوقت بلا رہے تھے جب ایک تہائی لوگوں کو عبداللہ بن ابی لیکر میدانِ جہاد سے واپس جانے لگا۔ آپ انہیں اللہ تعالیٰ کا وعدہ یاد دلاتے اور نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنے کیلئے کہتے۔ اس صورت میں قِيْلَ لَهُمْ کا قائل حضرت ابو جابر رضی اللہ عنہ ہونگے (غرائب القرآن) قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا یعنی اگر تمہارے دل میں دین اور اسلام کی محبت ہو تو دین اور اسلام کی خاطر ان مشرکوں سے جہاد کرو اور اگر محبت نہ ہو تو اپنی جان، اولاد اور مال کی حفاظت کی خاطر ان سے لڑو یعنی رجالِ دین ہو کر لڑو یا رجالِ دنیا ہو کر اپنی حفاظت کرو (تفسیر کبیر) پھر اس دعوت کے بعد گویا کہ سائل سوال کر رہا ہے کہ منافقوں نے کیا جواب دیا تو اللہ تعالیٰ اس جواب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ یعنی اگر ہم لڑنا جانتے تو ضرور تمہارے ساتھ لڑتے۔ ان منافقوں کا یہ جواب دو وجہ سے باطل ہے۔ (۱) جب جنگ کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو قتال واجب ہو جاتا ہے تا کہ اپنی جان و مال کی حفاظت کر سکے اور دنیوی امور میں ظن قائم مقام علم کے ہے لہذا میدانِ احد میں جنگ کی امارت ظاہر ہونے کے بعد منافقین کا لَوْ نَعْلَمُ کہنا غلط ہے اور انکے قبائلی اصول کے خلاف بھی تھا۔ (۲) جب اللہ تعالیٰ نے ان سے غلبہ اور نصرت کا وعدہ فرمایا تھا تو انھیں قتال میں مہارت اور علم پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے تھا بلکہ وعدۂ خداوندی کے تحت میدان میں قتال کیلئے تیار ہو جانا چاہئے تھا (غرائب القرآن) هُمْ لِلْكُفْرِ الخ اس واقعہ سے پہلے یہ لوگ اپنا ایمان ظاہر کرتے تھے لیکن اس واقعہ کے بعد انکا کفر مسلمانوں پر واضح ہو گیا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اقرب فرمائے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ یقینی طور پر وہ لوگ مشرک تھے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مِائَةَ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ اس میں زیادہ شک کیلئے نہیں ہے (تفسیر کبیر)

۳ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ یعنی اپنے بھائیوں سے کہا اسکے متعلق چار اقوال ہیں۔ (۱) بھائی سے مراد نسب میں بھائی ہونا ہے نہ کہ دین میں۔ (۲) مشارکت فی الدار یعنی ایک محلہ یا بستی میں شرکت کی وجہ سے بھائی مراد ہے۔ (۳) عداوتِ رسول ﷺ میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ (۴) عبادتِ اوثان کی بناء پر ایک دوسرے کے بھائی ہیں (تفسیر کبیر) قُلْ فَادْرَءُوْا الخ یعنی اگر تمہارے پاس طاقت ہے تو اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے کو اپنے آپ سے ہٹا کر دکھاؤ۔ تمہارا گھر میں بیٹھے رہنا موت سے تمہیں بچا نہیں سکتا اس لئے کہ موت کے اسباب بہت ہیں کبھی قتال موت کیلئے سبب ہے اور قعود نجات کیلئے سبب مگر کبھی اسکے برعکس بھی ہو جاتا ہے (بیضاوی)

فَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ

خود از جنگ باز نشستہ اگر فرمان ما میبردند کشتہ نمی شدند بگو دفع کنید از خویشتن

وہ خود جنگ سے بیٹھ رہے کہ اگر وہ ہماری بات مانتے تو قتل نہ کئے جاتے۔ آپ فرما دیجئے ہٹاؤ اپنے سے

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا

مرگ را اگر راستگو ہستید و مردہ گمان مکن کسانیرا کہ کشتہ شدند

موت کو اگر تم سب سچ کہنے والے ہو ۔ اور مردہ گمان نہ کرو جو لوگ قتل کئے گئے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

در راہ خدا بلکہ زندہ اند نزدیک پروردگار خویش روزی دادہ میشوند

اللہ کی راہ میں بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی دیئے جاتے ہیں ۱

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ

شادان بآنچہ عطا کردست خدا ایشانرا از فضل خود و خوشوقت میشوند بسبب آنانکہ

خوش ہیں اس پر جو اللہ نے انھیں دی اپنے فضل سے اور خوشیاں منا رہے ہیں اس سبب سے جو لوگ

لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

ہنوز بایشاں نپیوستہ اند از پس ایشاں بسبب آنکہ ہیچ ترس نیست بر ایشاں و نہ ایشاں اندوہناک شوند

ابھی ان سے نہ ملے انکے بعد والے (اور) اس سبب سے کہ ان پر کوئی خوف نہیں ہے اور نہ وہ سب غمگین ہونگے ۲

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ

خوشوقت میشوند بہ نعمت خدا و فضل او و باآنکہ خدا ضائع نمیکند

خوشیاں منا رہے ہیں اللہ کی نعمت اور اسکے فضل کی اور بیشک اللہ ضائع نہیں فرمائیگا

اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ

مزد مومنان را کسانیکہ قبول کردند حکم خدا و رسول را بعد از آنکہ

مومنوں کے اجر کو ۳ وہ لوگ جنھوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو قبول کیا بعد اسکے کہ ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ شانِ نزول کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جنگِ احد میں تمہارے بھائی شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے انکی روحوں کو سبز پرندوں کے اجسام میں ڈال دیا جو کہ جنت کی نہروں پر اترتے ہیں، جنت کے پھل کھاتے ہیں اور ظلِ الٰہی میں سونے کی قندیلوں میں آرام کرتے ہیں جب ان کو پاکیزہ خورد و نوش اور حسین آرام گاہ میسر آئی تو انھوں نے کہا کہ کاش ہمارے بھائیوں کو معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کیسے اچھے انعام سے نوازا ہے تاکہ وہ جہاد سے بے رغبتی نہ کرتے اور جنگ میں بزدلی نہ دکھاتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارا یہ پیغام انکو پہنچا دونگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا اور اسکے بعد والی آیت نازل فرمائی (لباب النقول فی اسباب النزول) یہ آیت شہدائے احد کے بارے میں نازل ہوئی۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت شہدائے بدر کے بارے میں نازل ہوئی (بیضاوی)

۲ یعنی شرفِ شہادت، حیاتِ ابدی کی کامیابی، قربِ خداوندی اور جنت کی نعمتوں کے سبب بہت خوش ہیں (بیضاوی)

۳ دوبارہ یستبشرون تاکید کیلئے ہے۔ اس آیت کریمہ کے آخری ٹکڑے سے معلوم ہوا کہ اہلِ ایمان کا عمل ضائع نہیں ہوگا اور اہلِ کفار کو عمل سے کوئی فائدہ نہ ہوگا (بیضاوی)

۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ احد کے دن اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل پر رعب ڈال دیا اور وہ مکہ کو واپس روانہ ہو گیا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوسفیان کے دل پر تمہارا ایسا رعب ڈال دیا ہے کہ وہ واپس چلا گیا ہے۔ مدینے میں تجارتی قافلے ماہ ذیقعدہ میں آیا کرتے تھے جو بدرِ صغریٰ کے مقام پر قیام کرتے تھے۔ جنگِ احد ماہِ شوال میں ہوئی تھی چنانچہ واقعہ احد کے بعد ایک طرف تو مسلمان زخموں سے چور تھے اور زخموں کی تکلیف اور درد میں مبتلا تھے اور دوسری طرف تجارتی قافلہ آ گیا تھا۔ اسی اثنا میں نبی کریم ﷺ نے ابوسفیان کا تعاقب کرنے کیلئے اپنے ساتھ چلنے کیلئے بلایا تو فوراً شیطان نے اپنے چیلوں سے کہا کہ وہاں تمہارے ساتھ لڑنے کیلئے ایک لشکرِ عظیم موجود ہے چنانچہ لوگوں نے آپ کے ہمراہ جانے سے گریز کیا اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی بھی میرے ساتھ چلنے کو تیار نہ ہوا تو میں اکیلا جاؤں گا۔ اس پر ستر (۷۰) اصحاب آپکے ہمراہ جانے کو تیار ہو گئے اور ابو سفیان کے تعاقب میں چل پڑے حتی کہ مقامِ صفراء تک پہنچ گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ دوسری روایت کے مطابق جب مشرکین معرکۂ احد سے واپس لوٹے تو آپس میں کہنے لگے کہ تم نے نہ تو محمد ﷺ کو قتل کیا اور نہ ہی عورتوں کو گرفتار کیا یہ تم نے بہت برا کیا آؤ پلٹ چلیں۔ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر ملی تو فوراً آپ نے مسلمانوں کو روانگی کا حکم دے دیا اور وہ آپ کے ہمراہ روانہ ہو گئے حتی کہ حمراء الاسد یا پھر ابی عتبہ تک پہنچ گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (لباب النقول فی اسباب النزول) لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا۔ جمیع مامورات [اللہ تعالیٰ کے تمام احکام] پر عمل کرنا احسنوا میں داخل ہے اور جمیع منہیات [جن جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان] سے بچنا اتقوا میں داخل ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ اسوقت انھوں نے اطاعتِ رسول کی جو احسنوا کے تحت ہے اور تخلف [جہاد سے پیچھے رہنے] سے اپنے آپ کو بچایا جو اتقوا کے تحت میں داخل ہے۔ استجابوا بمعنی اجابوا یعنی انہوں نے حکم کو قبول کیا۔ (تفسیر کبیر)

مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ

رسیدہ بود بایشاں زخم برائے آنانکہ ازیں جماعت نیکوکاری و پرہیزگاری کردہ اند مزد

انھیں زخم پہنچا تھا اس جماعت کے نیکوکار کیلئے اور پرہیزگاروں کیلئے اجرِ

عَظِيْمٌ ۚ﴿۱۷۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا

بزرگست آنانکہ گفتند بایشاں مردمان کہ کافران لشکر جمع کردہ اند

عظیم ہے وہ لوگ کہ جن سے لوگوں نے کہا کہ بیشک کافروں کالشکر جمع ہوا ہے تمہارے لئے پس ڈرو ان لشکروں سے

لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ

برائے شما پس بترسید ازاں لشکرہا پس زیادہ کرد ایں سخن ایمان ایشانرا و گفتند بس است ما را خدا و نیک

پس اس بات نے انکے ایمان کو اور بڑھایا اور کہا کافی ہے ہمارے لئے اللہ اور

الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ

کار گذار است او پس باز گشتند ایں مسلمانان بنعمتی از خدا و فضل او نرسید بایشاں

کیا ہی بہتر کام بنانے والا ہے ۱ پس یہ مسلمان اللہ کی نعمت اور فضل کیساتھ (اپنے گھر) لوٹے انھیں

سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا

سختی و پیروی خوشنودی خدا کردند و خدا صاحب فضل بزرگست جز ایں نیست

سختی نہ پہنچی اور اللہ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ بڑا فضل والا ہے ۲ اسکے سوا کچھ نہیں

ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ

کہ ایں خبر دہندہ شیطانست میترساند دوستان خود را پس شما مترسید از کافراں و بترسید از من

کہ یہ خبر دینے والا شیطان ہے اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے پس تم سب کافروں سے نہ ڈرو اور ڈرو مجھ ہی سے

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ

اگر مومن ہستید و اندوہگیں نکنند ترا اے محمد آنانکہ میشتابند در

اگر مومن ہو ۳ اور اے محمد! تجھے غمگین نہ کرے وہ لوگ جو دوڑتے ہیں ۴

تفسیر اظہار العرفان

۱ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ میں دو احتمالات ہیں (۱) قال کا قائل نعیم بن مسعود ہے ایک شخص کیلئے ناس کہنا جائز ہے۔ اس لئے کہ ایک نے کہا اور باقی سب نے اس پر عمل کیا (۲) قال کا قائل منافقین ہیں کیونکہ مسلمانوں کو جانے سے روکنے کیلئے ایسا کیا لیکن اسکے برعکس مسلمانوں کا جذبۂ جہاد اور بڑھ گیا اس آیت سے معلوم ہوا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قضا سے ہے اس لئے مسلمانوں نے مشرکوں کو مار بھگایا اور حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ کہا (تفسیر کبیر) ابو رافع روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چند آدمی دیکر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ کیا راستے میں انھیں بنی خزاعہ کا ایک بدو ملا جس نے کہا کہ مشرکین تم پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہیں۔ مسلمانوں نے کہا کہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (لباب النقول فی اسباب النزول)

۲ شانِ نزول یہ ہے کہ ابوسفیان نے نبی کریم ﷺ سے کہا تھا کہ مقام بدر میں جہاں تم نے ہمارے آدمیوں کو قتل کیا ہے آئندہ سال ہماری اور تمہاری پھر ملاقات ہوگی۔ جب وقتِ موعود آیا تو جو ڈرپوک تھے پیچھے ہٹ گئے اور جو دلیر اور بہادر تھے وہ سامان جنگ اور مالِ تجارت ساتھ لیکر وعدہ کے مقام پر پہنچ گئے لیکن انھوں نے وہاں کسی کو نہ پایا اس لئے تجارت میں مشغول ہو گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کیلئے حسرت ہے جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے کیونکہ ان نکلنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے منافع کثیرہ عطا فرمایا (بیضاوی)

۳ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا خوف غالب ہو لیکن اسکے باوجود کبھی شیطان اہل ایمان کے دلوں میں وسوسہ ڈال کر غیر اللہ کا خوف پیدا کر دیتا ہے (غرائب القرآن) یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جب ایسے وسوسہ ڈالنے والوں کو شیطان کا نام دے دیا گیا ہے تو الشیطان اولیاء ہ کا کیا مطلب ہوگا۔ مفسرینِ کرام اسکا جواب تین طریقے سے دیتے ہیں (۱) مفعولِ ثانی اور حرفِ جار محذوف ہے تقدیرِ کلام یوں ہوگی۔ ذٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُكُمْ بِاَوْلِيَائِهٖ (یہ شیطان تمہیں اپنے دوستوں کے ذریعے ڈراتا ہے) مطلب یہ ہوا کہ شیطان خود بھی تمہیں ڈراتا ہے اور اپنے چیلوں کے ذریعے بھی تمہیں خوف دلاتا ہے (۲) یہ اس کلام کی مثل ہے کہ خوفت زیدًا عمروًا (میں نے زید کو عمر سے ڈرایا) آیت کا مطلب یہ ہوا کہ شیطان اپنے دوستوں سے تمہیں ڈراتا ہے (۳) آیت کا مطلب یہ ہے کہ شیطان منافقین کے ذریعے ڈرا کر تمہیں مشرکین سے قتال کرنے سے روکنا چاہتا ہے (تفسیر کبیر) ۴ یہ آیت کریمہ کفارِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ آپ ان کے شر سے محفوظ رہیں گے اور آپکا لایا ہوا دین ہی غالب ہوگا اس لئے آپ غم نہ کریں۔ دوسرے قول کے مطابق یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ یہ لوگ غزوہ احد کے بعد مسلمانوں کو شکوک وشبہات میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ تیسرے قول کے مطابق کچھ ایمان لانے کے بعد کفار کے خوف سے مرتد ہو گئے تھے جس سے نبی کریم ﷺ کو بہت غم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دینے کیلئے یہ آیت نازل فرمائی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کافر کے کفر پر اور عاصی کی معصیت پر غمگین ہونا نیکی ہے پھر اس سے کیوں روکا گیا۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہاں نہی اسراف فی الحزن [غم میں اسراف سے منع کیا گیا ہے] کے متعلق وارد ہے (غرائب القرآن) اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا: یہ لوگ اپنے کفر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں سے کچھ بھی کمی نہیں کر سکتے' بعض نے یہ مطلب بیان کیا کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے یہ لوگ انکی مدد چھوڑ کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے انہیں نقصان پہنچا دیا جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی خود مدد فرماتا ہے۔ (القرطبی)

فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ

کفر ہر آئنہ ایشاں ہیچ زیاں نرسانند خدا را میخواہد خدا کہ ندہد

کفر میں بیشک وہ سب کوئی نقصان اللہ کو نہ پہنچا سکیں گے۔ اللہ چاہتا ہے کہ نہ دے

لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۷۶﴾ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا

ایشانرا ہیچ بہرہ در آخرت و ایشانرا ست عذاب بزرگ ہرآئنہ آنانکہ خریدند

انھیں آخرت میں کوئی فائدہ اور ان سب کیلئے بڑا عذاب ہے بیشک وہ لوگ جنھوں نے خریدا

الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۷﴾

کفر را عوض ایمان ہیچ زیاں نرسانند خدا را و مر ایشانرا ست عذاب درد ناک

کفر کو ایمان کے بدلے اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور ان سب کیلئے دردناک عذاب ہے ۱

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا

و گمان نکنند کافران کہ مہلت دادن ما ایشانرا بہتر است در حق ایشاں جز ایں نیست

اور کافرین گمان نہ کریں کہ انھیں مہلت دینا انکے حق میں بہتر ہے اسکے سوا کچھ نہیں ہے

نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللَّهُ

کہ مہلت میدہیم ایشانرا تا زیادہ شوند گنہگاری و ایشانرا است عذاب خوار کنندہ ہرگز خدا

کہ ہم انھیں مہلت دیتے ہیں تا کہ گناہ زیادہ کریں اور ان سب کیلئے ذلت والا عذاب ہے ۲ ہرگز اللہ

لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ

نگذارد مسلمانانرا بر آنچہ الحال شما ہستید براں تا آنکہ جدا کند ناپاک را

مسلمانوں کو اس حال پر نہ چھوڑیگا جس پر تم سب ہو یہاں تک کہ جدا کر دے ناپاک کو

مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ

از پاک و ہرگز خدا مطلع نکند شما را برغیب و لیکن

پاک سے اور اللہ ہرگز تمہیں غیب پر مطلع نہیں کرتا لیکن ۳

۱ یہ آیت یہود کے حق میں بالخصوص اور کفار کے حق میں بالعموم نازل ہوئی اسکی غرض یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے دل کو تقویت ملے۔ اسکا مفہوم یہ ہے کہ ان میں سے اکثر دین کے بارے میں جھگڑا، شک وشبہ کی بناء پر نہیں کرتے بلکہ حسد اور بغض کی وجہ سے کرتے ہیں (غرائب القرآن)

۲ یہ خطاب ہر اس شخص سے ہے جو اپنی سرکشی میں ڈھیل کو خیر سمجھتا ہے (بیضاوی) اس آیت کریمہ سے ہمارے اصحاب قضاوقدر پر حجت قائم کرتے ہیں۔ پہلی حجت: اس آیت میں املا سے مراد مہلت دینا ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہے آیت کی دلالت اس پر ہے کہ یہ مہلت خیر نہیں ہے لہذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ خیر اور شر کا خالق ہے۔ دوسری حجت: اس آیت کی دلالت اس پر ہے کہ اس مہلت سے مقصود یہ ہے کہ ان مشرکین کی جانب سے گناہ، بغاوت اور سرکشی میں اضافہ ہوتا کہ انھیں عذاب بھی سخت دیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفر اور معاصی اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہے [لیکن اس ارادے میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل نہیں ہوتی] پھر اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کو وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ سے مؤکد فرما دیا (تفسیر کبیر)

۳ حضرت سدی کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو مجھ پر پیش کیا پس میں نے اس میں سے انکو بھی پہچان لیا جو مجھ پر ایمان لائیں گے اور انکو بھی پہچان لیا جو مجھ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ جب یہ بات منافقین تک پہنچی تو وہ سب کہنے لگے کہ محمد ﷺ جانتے ہیں کہ کون ان پر ایمان لائیگا اور کون کفر کریگا حالانکہ ہم ان کے ساتھ رہتے ہیں لیکن وہ ہمیں نہیں پہچانتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کلبی کہتے ہیں کہ جب قریش کہنے لگے کہ محمد ﷺ گمان کرتے ہیں کہ جو ان پر ایمان لائیگا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو کفر کریگا وہ جہنم میں داخل ہوگا لیکن یہ ہمیں بتائیں کہ کون ان پر ایمان لائیگا اور کون ایمان نہیں لائیگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ جب اہل ایمان نے اپنے نبی ﷺ سے مومن اور منافق کی تفریق کی علامت دریافت کی تو یہ آیت نازل ہوئی (بیضاوی وغرائب القرآن) اس آیت میں کلام کی بناء تین مراتب پر ہے۔ مرتبہ اولیٰ: وہ منصب جسے اللہ تعالیٰ اپنے علم سے مؤثر بناتا ہے۔ ہر ایک کے لائق نہیں ہے بلکہ یہ منصب اسکے بندوں میں سے منتخب کردہ بندوں کے ساتھ خاص ہے۔ مرتبہ ثانیہ: اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی بھی اپنے آپ علم غیب پر مطلع نہیں ہوسکتا بلکہ یہ علم غیب اللہ تعالیٰ بطریق وحی عطا فرماتا ہے۔ مرتبہ ثالثہ: یہ علم غیب عطا فرمانا بعض رسولوں سے خاص ہے۔ اب آیت کریمہ کا مفہوم یوں ہوگا مَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ كلكم عالمين بالغيب من حيث يعلم الرسول الخ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ جس طرح رسول غیب جانتے ہیں تم میں سے ہر ایک کو ویسا جاننے والا بنا دے یہاں تک کہ تم رسول سے مستغنی ہوجاؤ (غرائب القرآن) طیب اور خبیث کا لفظ مفرد ہے مگر جنس کیلئے ہے۔ خبیث سے مراد جمیع منافقین ہیں اور طیب سے مراد مؤمنین ہیں۔ خبیث کو طیب پر مقدم کرنے سے معلوم ہوا کہ جدائی کا یہ عمل منافقین پر وارد ہوا ہے اس لئے کہ کسی جماعت سے انتہائی سست اور کاہل اشخاص کو نکالا جاتا ہے گویا کہ منافقین اس لائق نہیں تھے کہ انھیں اہل ایمان کے ساتھ رہنے دیا جائے (غرائب القرآن)

اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ

خدا بر میگزیند از پیغمبران خود ہر کرا خواہد پس ایمان آرید بخدا و پیغمبران او

اللہ منتخب کرتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسولوں پر

وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

و اگر ایمان آرید و تقوی کنید پس شما را باشد مزد بزرگ و باید کہ گمان نکنند آنانکہ

اور ایمان لاؤ اور تقوی اپناؤ تو تمہارے لئے بڑا اجر ہے اور چاہیئے کہ گمان نہ کریں وہ لوگ جو

يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ

بخل میکنند بآنچہ عطا کردہ است خدا ایشانرا از فضل خود ایں بخل را بہتر برائے خویش بلکہ او بدست

بخل کرتے ہیں (اس میں) جو اللہ نے اپنے فضل سے انھیں عطا کیا کہ یہ بخل انکے لئے بہتر ہے بلکہ ان کیلئے برا ہے

لَّهُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ

برائے ایشاں نزدیک است کہ بر شکل طوق پوشانیدہ شود ایشانرا آنچہ بخل کردہ اند بآں روز قیامت و خدار است پس گذاشتہ اہل

قریب ہے کہ طوق کی شکل میں انھیں پہنایا جائیگا جو انہوں نے بخل کیا ہے قیامت کے روز اور اللہ کیلئے ہے میراث

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَدْ سَمِعَ

آسمانہا و زمین و خدا بآنچہ میکنید داناست ہر آئنہ شنید

آسمانوں اور زمین کی اور اللہ جو عمل تم کرتے ہو جانتا ہے [۱] بیشک سنی

اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ

خدا سخن آنانکہ گفتند کہ خدا فقیر است و ما توانگریم خواہیم نوشت

اللہ نے بات ان لوگوں کی جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم امیر عنقریب ہم لکھ دینگے

مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ

آنچہ گفتند و بنویسیم کشتن ایشاں پیغمبرانرا بناحق و بگوئیم بچشید عذاب

جو انھوں نے کہا (اور ہم لکھیں گے) انکا پیغمبروں کو ناحق قتل کرنا اور ہم فرمائیں گے چکھو عذاب [۲]

ع ۱۸ / ۹ — وقف لازم

تفسیر اظہار العرفان

[۱] واحدی کہتے ہیں کہ یہ آیت زکوۃ نہ دینے والوں کیلئے نازل ہوئی ہے کیونکہ اس میں وعید ہے اور کلام معرضِ ذم میں ہے اور اس لئے بھی کہ نفل خرچ سے ہاتھ روکنے والے کو اگر بخیل کہا جائیگا تو اس سے کوئی انسان نہیں بچ سکتا ہے جب تک کہ اپنے جمیع مال کو خرچ نہ کر دے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال سے دوسرے کا حق نہ نکالتا ہو قیامت کے روز اس مال کو اژدھا کی شکل میں بنا کر اسکی گردن میں ڈال دیا جائیگا جو مسلسل اسے ڈستا رہے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص زکوۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے روز اسکے مال کو اژدھا بنا کر اسکی گردن میں ڈال دیا جائیگا جو سر سے پاؤں تک لپٹا ہوا ہوگا اس شخص کو ڈستا جائیگا اور کہتا جائیگا میں تمہارا خزانہ ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے احبار کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ وہ لوگ تورات میں موجود نعتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپاتے تھے۔ اس صورت میں کلام غزوۂ احد کی جانب ہی جاری رہیگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص سے کسی علم کے بارے میں سوال کیا جائے اور وہ اسے جانتا ہو لیکن چھپالے تو قیامت کے روز اسے آگ کا طوق ڈالا جائیگا (غرائب القرآن)

[۲] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہود کے بیت المدارس میں داخل ہوئے تو وہاں یہود اپنے ایک آدمی فنحاس کے پاس جمع تھے۔ فنحاس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ خدا کی قسم! ہم اللہ کے محتاج نہیں بلکہ اللہ ہمارا محتاج ہے اگر وہ غنی ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا جیسا کہ تمہارے صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور آپ نے فنحاس کی پٹائی کر دی۔ فنحاس یہ شکایت لیکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچ گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اسکا سبب دریافت فرمایا تو انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے تو ایک بہت بڑی بات منہ سے نکالی ہے یہ کہتا ہے کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں۔ فنحاس نے اس موضوع پر بحث شروع کر دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق شان نزول یہ ہے کہ جب آیت مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (البقرۃ: ۲۴۵) [کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیگا] نازل ہوئی تو یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپکا رب مفلس ہے کہ اپنے بندوں سے بھیک مانگتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) [۳] یعنی یہ عذاب اور وعید انکے گناہوں کے سبب سے ہے کیونکہ ان لوگوں نے نبیوں کو ناحق شہید کیا اور گالیاں دیں۔ اس آیت کریمہ میں گناہ کے صدور کی نسبت ہاتھ کی طرف کی گئی ہے کیونکہ علی سبیل التغلیب یعنی ہاتھ اس عمل کو زیادہ کرتا ہے اگرچہ انسان زبان، جوارح اور آلات سے بھی گناہ کرتا ہے۔ یہاں ید کے بجائے یداک اس لئے آیا ہے کہ مخاطب جمع ہے۔ ویسے یہ کبھی تثنیہ کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے کہ سورہ حج کی یہ آیت ذٰلِکَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدَاکَ۔ یہاں ایک سوال ہوتا ہے وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ میں ظلام کی نفی ہے اور زیادتِ صفت کی نفی اصل کی بقا رکھتی ہے تو اس آیت کا ثبوت یہ ہوا کہ اصل ظلم باقی ہے۔ قاضی اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو سزا اسکے جرم سے زیادہ نہیں دیتا۔ اس لئے ظلام کی نفی کی گئی ہے (غرائب القرآن)

الْحَرِيقِ ﴿١٨١﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

سوزنده این عذاب بسبب آنست که پیش فرستاد دستهاے شما و هرآئنه خدا نیست ستم کننده

جلانے والا یہ عذاب اس سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور بیشک اللہ نہیں ہے ظلم کرنے والا

لِّلْعَبِيدِ ﴿١٨٢﴾ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ

بر بندہگان آنانکه گفتند که خدا حکم فرستاده است بسوئے ما که ایمان نیاریم هیچ پیغمبر

بندوں پر۔ وہ لوگ جنھوں نے کہا کہ اللہ نے ہماری جانب حکم بھیجا ہے کہ ہم کسی پیغمبر پر ایمان نہ لائیں

حَتّٰى يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ

تا آنکه بیارد قربانی که بخورد او را آتش بگو آوردند نزد شما پیغمبران

یہاں تک کہ لائے ایسی قربانی جسے آگ کھائے آپ فرما دیجئے تمہارے پاس بہت سے رسول آئے

مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ

پیش از من معجزها و آنزانیر که شما گفتید پس چرا کشتید ایشانرا اگر هستید

مجھ سے پہلے معجزے لیکر اور وہ چیز لے کر جسے تم نے کہا پس انھیں کیوں شہید کیا اگر تم سب

صَادِقِينَ ﴿١٨٣﴾ فَإِن كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ

راستگوی پس اگر بدروغ نسبت کردند ترا بدروغ نسبت کرده شده بودند پیغامبران پیش از تو

سچ کہنے والے ہو۔ پس اگر جھٹلائیں آپ کو تو جھٹلا چکے ہیں آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کو

جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿١٨٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ

آوردند حجتها و صحیفه ها و کتاب روشن را هر شخصے چشنده

جو دلیل لے کر آئے اور صحائف اور روشن کتاب ٢ ہر جان موت کا (مزہ) چکھنے والی ہے اور

الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ

موت است وجز این نیست که تمام داده خواهید شد مزد خویش را روز قیامت پس هر که دور داشته شد از دوزخ و

اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ پوری دی جائیگی تمہاری مزدوری قیامت کے روز پس جسے دوزخ سے دور کیا گیا ہوا اور ٣

١ کلبی کہتے ہیں کہ کعب بن اشرف، مالک بن صیف، وھب بن یہودا، زید بن تالوت، فنحاس بن عاذورا اور حی بن اخطب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ پر کتاب نازل کی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے توراۃ میں ہم سے وعدہ لیا کہ ہم اسوقت تک کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ایسی قربانی نہ لائے جسے آسمان سے سفید آگ آکر جلادے اگر ایسا ہوگیا تو ہم آپکی تصدیق کریں گے۔ اس پر آیت نازل ہوئی۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں بنی اسرائیل کا طریقہ تھا کہ وہ جانور ذبح کر کے اوجھڑی اور گوشت کے اطراف سے چربی نکال کر اپنے گھر کے درمیان لٹکا دیتے تھے اور اوپر سے چھت ہٹا دیتے تھے پھر انکے نبی اندر آکر دعا کرتے اور پوری قوم گھر سے باہر نکل جاتی آسمان سے سفید آگ آکر اسے جلا جاتی۔ بنی اسرائیل پھر اس قربانی کا یقین کر لیتے تھے۔ قربان اصل میں مصدر ہے جیسے کفران، رجحان وغیرہ۔ پھر جس کام کیلئے اللہ تعالیٰ کا قرب ہوا سکا نام قربان رکھ دیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے کعب بن عجرہ ؓ سے فرمایا کہ یا کعب الصوم جنة والصلاة قربان یعنی اے کعب! روزہ ڈھال ہے اور نماز قربان [اللہ کے قریب کرنے والی] ہے (غرائب القرآن)

٢ انکے جھٹلانے کے دو طریقے تھے (١) ان یہودیوں نے انبیائے متقدمین سے بھی یہی مطالبہ کیا کہ اگر آپ ایسی قربانی لائیں جسے آگ جلا جائے تو ایمان لے آئیں گے جب انکے نبی نے ایسی قربانی دکھا دی پھر بھی ایمان نہیں لائے اور انکی تکذیب کی۔ (٢) انھوں نے اصل نبوت اور شریعت میں انبیائے متقدمین کو جھٹلایا۔ یہود کی ان باتوں کو نقل کر کے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دے رہا ہے (تفسیر کبیر) ایک قول کے مطابق زبر سے صحائف اور کتاب منیر سے توراۃ، انجیل اور زبور مراد ہیں (غرائب القرآن) ٣ اس آیت کریمہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو مزید تسلی دے رہا ہے کیونکہ موت کو کثرت سے یاد رکھنے سے غم دور ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ یعنی زمین پر جو بھی ہے ہر ایک کو فنا ہے تو فرشتوں نے کہا مات اهل الارض یعنی اہل زمین مرگئے۔ جب كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ نازل ہوئی تو فرشتوں نے کہا کہ اب ہم سب بھی اس میں شامل ہوگئے۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مقتول بھی میت ہے۔ حکماء نے کہا ہے کہ اس حیات جسمانیہ کیلئے موت واجب الحصول ہے۔ اس لئے کہ حیات رطوبتِ غریزیہ اور حرارتِ غریزیہ سے حاصل ہوتی ہے۔ رطوبتِ غریزیہ کی تقلیل کی صورت میں حرارتِ غریزیہ اثر انداز ہوتی ہے۔ جب رطوبتِ غریزیہ کم ہوجائے تو حرارتِ غریزیہ کمزور پڑ جاتی ہے اور کمزوری کی یہ حالت قائم رہتی ہے یہاں تک کہ رطوبتِ اصلیہ فنا ہوجاتی ہے اسکے فنا ہوتے ہی حرارتِ غریزیہ بجھ جاتی ہے۔ لہٰذا اس حیات کیلئے موت لازم الامر ہے۔ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ یہ ٹکڑا اشارہ کر رہا ہے کہ بعض اجر اس روز سے قبل بھی عطا فرما دیتا ہے جیسے نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جہنم سے دور رکھا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا اس نے اپنی خواہش پالی اور وہ یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لانا اور یوم آخرت پر اور لوگوں کیلئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرتا ہو گویا کہ اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا الخ دنیا کا ظاہر سرور کی جگہ ہے اور اسکا باطن شرور کی سواری ہے۔ حضرت سعید بن جبیر ؓ فرماتے ہیں کہ دنیا کی خواہش آخرت پر اثر انداز ہوتی ہے (غرائب القرآن)

اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾

در آورده شد به بهشت پس هر آئنه بمراد رسید و نیست زندگانی دنیا مگر بهره فریبنده

جنت میں داخل کیا گیا ہو پس بیشک وہ مراد کو پہنچا اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کا سامان

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

البته آزمایش کرده خواهد شد شما را در اموال شما و جان شما و خواهید شنید از آنانکه داده شده اند

ضرور تم آزمائے جاؤ گے اپنے اموال اور اپنی جانوں میں اور سنو گے ان لوگوں سے جنہیں دی گئی

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ

کتاب پیش از شما و از مشرکاں سرزنش بسیار و اگر

تم سے پہلے کتاب اور مشرکوں سے بہت زیادہ اذیت کی بات اور اگر

تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ

صبر کنید و پرہیزگاری نمائید پس ہرآئنہ ایں خصلت از کارہای مقصود است و یادکن چوں گرفت خدا

تم صبر کرو اور پرہیزگاری اپناؤ تو بیشک یہ عادت مقصود کاموں میں سے ہے[1] اور یاد کرو جب اللہ نے لیا

مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ز

عہد اہل کتاب که البته بیان کنید کتاب را برائے مردمان و نپوشید آنرا

اہل کتاب سے عہد کہ ضرور بیان کرو گے اسے لوگوں کیلئے اور اسے نہ چھپاؤ گے

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ

پس بانداختند آں عہد را پس پشت خویش و گرفتند عوض وی بہای اندک پس بدچیز ست

پس اس عہد کو اپنے پیٹھ کے پیچھے پھینکا اور اسکے بدلے تھوڑی قیمت لی پس بری چیز ہے

مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ

که می ستانند مپندار کسانیرا که شادمان میشوند بآنچه کردند و دوست میدارند

جو وہ سب خریدتے ہیں[2] ہرگز گمان نہ کرو انھیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور دوست رکھتے ہیں[3]

تفسیر اظہار العرفان

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور فنحاس کے درمیان ہونے والے اس قول کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اللہ مفلس ہے اور ہم غنی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مالک فرماتے ہیں کہ یہ آیت کعب بن اشرف کے ان اشعار کے بارے میں نازل ہوئی جن میں وہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی بد گوئی کرتا تھا (لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت سے بتانا یہ مقصود ہے کہ جس طرح احد میں انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کو اذیت دی عنقریب یہ لوگ باتوں سے بھی اذیت دینگے۔ اس لئے تم سب صبر اور تقویٰ کیلئے تیار رہو (تفسیر کبیر) ابتلاء کے بارے میں مفسرینِ کرام کا اختلاف رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہاں آزمائش سے مراد شدت، فقر، قتل اور زخم وغیرہ ہیں۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ یہاں آزمائش سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تکالیفِ شدیدہ دیگا جو بدن اور مال سے تعلق رکھتی ہونگیں جیسے نماز، زکوۃ اور جہاد وغیرہ۔ قاضی کہتے ہیں کہ اس آیت کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ آزمائش میں دونوں اقسام شامل ہوں۔ جاننا چاہئے کہ یہود کی طرف سے قولی ایذا یہ تھی کہ وہ لوگ حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے، نصاریٰ کی طرف سے قولی ایذا یہ ہے کہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ اور ثالث ثلثہ کہتے تھے جس سے مسلمانوں کو اذیت ہوتی تھی اور مشرکین کی طرف سے قولی ایذا یہ ہے کہ وہ لوگ مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں بات کرتے تھے (تفسیر کبیر)

[2] حضرت سعید بن جبیر ؓ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ عبداللہ کے اصحاب وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ تلاوت کرتے ہیں اس سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے واسطہ سے ان سے عہد لیا۔ یہ آیت اگرچہ نزول کے اعتبار سے خاص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے اور مسلمانوں کے حق میں بھی شامل ہے کیونکہ مسلمانوں کے پاس اشرف الکتب موجود ہے۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جہل سے وعدہ نہیں لیا یہاں تک کہ وہ اہل علم سے کچھ سیکھ لیں۔ (تفسیر کبیر) [3] شیخین نے ابوسعید خدری ؓ سے روایت کی ہے کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ کسی غزوہ پر روانہ ہوتے تو منافقین میں سے اکثر لوگ آپ کے ہمراہ نہ جاتے پھر جب آپ تشریف لاتے تو یہ لوگ طرح طرح کے حیلے بہانے بناتے اور قسمیں کھا کھا کر اپنی اپنی مجبوریوں کا ڈھنڈورہ پیٹتے اور چاہتے کہ جنگ میں شامل نہ ہونے کے باوجود انکی تعریف کی جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ روایت ہے کہ مروان بن حکم نے اپنے دربار میں رافع سے کہا کہ ابن عباس کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ اگر ہم میں سے ہر شخص اپنے کئے پر خوش ہو اور چاہتا ہو کہ نیک کام کئے بغیر اسکی تعریف کی جائے تو پھر ہم سب عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ اس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ یہ آیت اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان سے نبی کریم ﷺ نے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اصل بات چھپائی اور اپنی طرف سے ایک غلط بات بنا کر کہہ دی اور اوپر سے دعویٰ یہ کیا کہ ہم نے آپکو صحیح بات بتائی ہے مزید برآں وہ اپنے کرتوت پر خوش بھی ہوئے اور یہ بھی چاہا کہ انکی اس پر تعریف کی جائے (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت ضحاک کہتے ہیں کہ یہود بادشاہوں سے کہتے تھے کہ ہم اپنی کتاب میں پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی آخر الزماں ﷺ کو مبعوث فرمائیگا اسکے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو جائیگا پس جب نبی آخر الزماں تشریف لائے تو بادشاہوں نے آپکے بارے میں ان سے پوچھا کہ کیا یہی وہ نبی آخر الزماں ہیں جنکے بارے میں تم ہمیں بتاتے رہتے تھے۔ تو یہود نے مال کے طمع کی وجہ سے ان بادشاہوں سے غلط بیانی سے کام لیا۔ (القرطبی)

اَنۡ يُّحۡمَدُوۡا بِمَا لَمۡ يَفۡعَلُوۡا فَلَا تَحۡسَبَنَّهُمۡ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الۡعَذَابِ‌ۚ

که ستوده شوند بآنچه نکرده اند مپندار ایشانرا در اخلاص از عذاب

کہ (اس پر) تعریف کی جائے جو اس نے نہ کیا ہو پس نہ گمان کرو انھیں عذاب سے بچا ہوا

وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۞ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى

و ایشانرا ست عذاب درد دہندہ و خدائراست پادشاہی آسمانہا و زمین و خدا بر

اور انکے لئے تکلیف دینے والا عذاب ہے اور اللہ کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور اللہ

كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۞ اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ

ہمہ چیز تواناست ہرآئنہ در آفرینش آسمانہا و زمین و اختلاف

تمام چیزوں پر قدرت رکھتا ہے ١ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور اختلاف

الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الۡاَلۡبَابِ ۞ الَّذِيۡنَ يَذۡكُرُوۡنَ

شب و روز نشانہا ست خداوندان خرد را آنانکہ میکنند یاد

شب و روز میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کیلئے ٢ وہ لوگ جو یاد کرتے ہیں

اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰى جُنُوۡبِهِمۡ وَيَتَفَكَّرُوۡنَ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ

خدا را ایستادہ و نشستہ و برپہلوی خویش خفتہ و تامل میکنند در آفرینش آسمانہا

اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلو پر لیٹے ہوئے اور غور وفکر کرتے ہیں آسمانوں کی پیدائش میں

وَالۡاَرۡضِ‌ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ

و زمین میگویند اے پروردگار ما نیافریدۂ این را باطل پاکی تر است پس نگہدار ما را از عذاب

اور زمین کی اور کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے اسے بیکار پیدا نہ کیا تجھے پاکی ہے پس ہمیں بچا دوزخ کے

النَّارِ ۞ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَيۡتَهٗ‌ ؕ وَمَا

دوزخ اے پروردگار ما ہرآئنہ تو ہر کرا در آری بدوزخ بتحقیق رسوا کردی او را و نیست

عذاب سے ٣ اے ہمارے رب بیشک تو جسے دوزخ میں ڈال دے تحقیق تو نے اسے رسوا کیا اور نہیں ہے ٤

١ اس آیت کی غرض یہ ہے کہ جسے اسطرح کا قادر مطلق عذاب میں مبتلا کرے وہ نجات کی امید کس طرح رکھتا ہے (غرائب القرآن)

٢ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش یہود کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس کیا نشانیاں لیکر آئے تھے؟ انھوں نے کہا کہ دیکھنے والوں کیلئے عصا اور ید بیضاء، پھر وہ نصاریٰ کے پاس آئے اور ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیفیت پوچھی۔ انھوں نے کہا کہ آپ مادر زاد اندھوں کو اور کوڑھیوں کو تندرست کر دیتے تھے۔ اسکے بعد وہ سب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے رب سے دعا مانگئے کہ وہ کوہ صفا کو ہمارے لئے سونا بنا دے اس پر آپ نے دعا مانگی تو یہ آیت نازل ہوئی (لباب النقول فی اسباب النزول) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس آیت کی تلاوت کرے اور وہ غور وفکر نہ کرے اسکے لئے خرابی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب قیام لیل کیلئے تیار ہوتے تو مسواک کرتے اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ تلاوت فرماتے۔ جاننا چاہئے کہ سورہ بقرہ میں اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کے بعد آٹھ دلائل بیان کئے گئے ہیں اور یہاں اختصار کر کے تین بیان کئے گئے ہیں۔ یہ تنبیہ ہے کہ یہاں عارف کو دعوتِ فکر دی جا رہی ہے۔ بایں سبب سورہ بقرہ میں لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ہے اور یہاں لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ہے (غرائب القرآن)

٣ اضافتِ عبودیت تین ہیں تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالجوارح۔ اللہ تعالیٰ نے یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ سے عبودیتِ لسان کی جانب اشارہ فرمایا ہے، قِیَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ سے عبودیتِ جوارح کی جانب اشارہ فرمایا اور وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ سے عبودیتِ قلب کی جانب اشارہ فرمایا۔ جب انسان زبان سے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مستغرق ہوا اپنے اعضاء سے شکرِ الٰہی میں منہمک ہوا اور جنان سے غور وفکر کرے تو ایسا بندہ جمیع اجزاء سے یادِ الٰہی میں مستغرق ہوگا۔ اس اعتبار سے اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ الخ کمالِ ربوبیت پر دلالت کرتی ہے اور یہ آیت کمالِ عبودیت پر دلالت رہی ہے۔ بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہاں ذکر سے مراد نماز ہے اب معنیٰ یہ ہوگا کہ حالتِ صحت میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتا ہے جب قیام سے عاجز ہو تو بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہے اور جب اس سے بھی عاجز ہو تو لیٹ کر نماز ادا کرتا ہے گویا کہ ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ کسی بھی حال میں نماز ترک نہیں کرتا ہے۔ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ یعنی غور وفکر ذاتِ باری تعالیٰ میں نہ کرو بلکہ زمین و آسمانوں کے احوال میں کرو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "تَفَکَّرُوۡا فِی الۡخَلۡقِ وَلَا تَتَفَکَّرُوۡا فِی الۡخَالِقِ" خلق میں غور وفکر کرو خالق میں غور وفکر نہ کرو۔ دوسری جگہ ارشاد ہے "مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَهٗ عَرَفَ رَبَّهٗ" یعنی جس نے اپنے آپکو حدوث سے پہچانا اس نے اپنے رب کو قِدَم سے پہچانا، جس نے اپنے آپکو امکان سے پہچانا اس نے اپنے رب کو وجوب سے پہچانا اور جس نے اپنے آپکو حاجت مند کی حیثیت سے پہچانا اس نے اپنے رب کو استغناء سے پہچانا۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ لا عبادۃ کالتفکر یعنی غور وفکر کی طرح کوئی عبادت نہیں ہے (تفسیر کبیر) ٤ حضرت سعید بن مسیب اور حضرت ثوری فرماتے ہیں کہ "اَخۡزَیۡتَهٗ" کفار کے حق میں ہے جنھیں دائمی طور پر جہنم میں ڈالا جائیگا۔ اس آیت کریمہ میں اس جانب اشارہ ہے کہ عذاب روحانی عذاب جسمانی سے زیادہ باعثِ رسوائی ہے۔ اس آیت کریمہ سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ جب نصرت کی نفی کر دی گئی ہے تو شفاعت کی بھی نفی ہوگئی۔ اس لئے کہ نصرت دفعِ قہر کو کہتے ہیں اور شفاعت طلب مغفرت اور طلب رحمت کو کہتے ہیں لہٰذا ان دونوں میں فرق ہے (غرائب القرآن)

لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ

ستمگارانرا ہیچ یاری دہندہ اے پروردگار ما ہرآئنہ ما شنیدیم ندا کنندہ را باآواز بلند می خواند

ظالموں کیلئے کوئی مدد کرنے والا اے ہمارے رب بیشک ہم نے ندا کرنے والے کو سنا جو بلند آواز سے بلاتا ہے ایمان

لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ

بسوے ایمان کہ ایمان آرید بہ پروردگار خویش پس ما ایمان آوردیم اے پروردگار ما پس بیامرز گناہان ما را و

کی جانب کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر پس ہم ایمان لائے اے ہمارے رب پس تو بخش دے ہمارے گناہوں کو اور

كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا

دور کن از ما گناہان ما را و بمیران ما را با نیکوکاران اے پروردگار ما و بدہ ما را آنچہ وعدہ کردہ

دور کردے ہم سے ہمارے گناہوں کو اور ہمیں وفات دے نیک لوگوں کیساتھ اے ہمارے رب ہمیں وہ دے جسکا

عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

بر زبان رسولان خود و رسوا مکن ما را روز قیامت ہرآئنہ تو خلاف وعدہ نمیکنی

تو نے ہم سے وعدہ کیا اپنے رسولوں کی زبانی اور ہمیں رسوا نہ کرنا قیامت کے روز بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۲

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ

پس قبول کرد دعائے ایشانرا پروردگار ایشاں بآنکہ من ضائع نمی سازم عمل ہیچ عمل کنندہ از شما از مرد

پس قبول کی انکی دعا کو انکے رب نے کہ بیشک میں ضائع نہیں کرتا تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو مرد ہو

اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ

یا زن بعضے از شما جنس بعض است پس آنانکہ ہجرت کردند و بیروں کردہ شدند از

یا عورت تم میں سے بعض بعض کے جنس سے ہے پس وہ جنہوں نے ہجرت کی اور نکالے گئے

دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ

خانہاے خویش و رنجانیدہ شدند در راہ من و جنگ کردند و کشتہ شدند البتہ دور کنم از ایشاں

اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور جنگ کی اور قتل کئے گئے ضرور میں دور کرونگا ان سے۳

۱ منادی کے بارے میں دو قول ہیں (۱) اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپکی شان میں فرمایا اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ (اپنے رب کی راہ کی طرف بلایئے) وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ (اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والے) اَدْعُوْا اِلَی اللّٰهِ (میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں) (۲) منادی سے مراد قرآن ہے کیونکہ اسکے بارے میں ارشاد ہے کہ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ (بیشک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو رشد کی طرف رہنمائی کرتا ہے پس ہم اس پر ایمان لائے) (تفسیر کبیر و غرائب القرآن) اس دعا میں بندوں نے اپنے رب سے تین چیزوں کا سوال کیا (۱) غفرانِ ذنوب یعنی گناہوں کی معافی (۲) تکفیرِ سیئات (۳) وفات مع الابرار یعنی نیک لوگوں کیساتھ موت۔ مفسرین کرام غفرانِ ذنوب اور تکفیرِ سیئات میں کئی طریقوں سے فرق کرتے ہیں لیکن یہاں ان میں سے دو طریقے پیش کئے جاتے ہیں (۱) غفرانِ ذنوب کا اطلاق ایسے گناہوں پر ہوتا ہے جو توبہ سے زائل ہوں اور تکفیرِ سیئات ایسے گناہوں سے متعلق ہے جو طاعات سے مٹا دیئے جاتے ہیں (۲) غفرانِ ذنوب سے ایسے گناہ مراد ہیں جنکا ارتکاب جان بوجھ کر کیا گیا ہو۔ اور تکفیرِ سیئات جو نادانی میں ہوگئے ہوں۔ وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ کا مفہوم یہ ہے کہ جب ہمیں موت آئے تو ہم نیکو کی راہ پر رہیں (تفسیر کبیر)

۲ عَلٰی رُسُلِكَ کی دو تفسیر ہیں (۱) جو تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے وعدہ کیا (۲) تصدیقِ رسول پر جو تو نے انعام و اکرام کا ہم سے وعدہ کیا وہ عطا فرما۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہم سے انعام و اکرام دینے کا وعدہ فرمالیا اور وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ہے تو سوال کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ سوال عبودیت، عاجزی اور خضوع کے اظہار کیلئے ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی مصیبت میں پھنس جائے اگر وہ پانچ مرتبہ "ربنا" کے ساتھ دعا کریگا تو اللہ تعالیٰ اسے نجات عطا فرمادیگا کیونکہ یہاں پانچ مرتبہ ربنا ہے اور اسکے ساتھ قبولیت کا اعلان ہے یعنی فَاسْتَجَابَ لَهُمْ الخ پانچ مقام یہ ہیں (۱) رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ (۲) رَبَّنَا اِنَّكَ (۳) رَبَّنَا اِنَّنَا الخ (۴) رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا (۵) رَبَّنَا وَ اٰتِنَا الخ۔ (تفسیر کبیر و غرائب القرآن) ۳ شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں نے یہ کبھی نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی ہجرت کے بارے میں کوئی ذکر نازل فرمایا ہو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت کریمہ میں تنبیہ ہے کہ دعا کی قبولیت بیان کئے گئے امور سے مشروط ہے۔ اس سے پہلی والی آیت میں تین امور کا ذکر تھا۔ اس آیت کریمہ میں ان تین امور کے عطا کرنے کا ذکر ہے۔ بندہ نے اپنی دعا میں فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اسکے جواب میں فرمایا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ میں ضرور انکے گناہوں کو مٹادونگا۔ بندہ نے ثواب عظیم کا سوال کیا اور کہا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا اللہ تعالیٰ نے اسکے جواب میں فرمایا لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ یعنی میں انہیں جنت میں داخل کرونگا جس کے نیچے نہریں جاری ہونگیں۔ بندہ نے تیسرا سوال کیا اور کہا وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ اللہ نے اسکے جواب میں فرمایا ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ یہ اللہ کی طرف سے بدلہ ہے (تفسیر کبیر)

سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا

گناہان ایشانرا و البتہ در آرم ایشانرا در باغہای کہ میرود زیر آں جوبہا پاداش

انکے گناہوں کو اور ضرور میں انھیں داخل کرونگا باغوں میں کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہونگیں بدلہ ہے

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿١٩٥﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ

از نزد خدا و خدا نزد اوست پاداش نیک باید کہ نفریبد ترا

اللہ کے پاس اور اللہ کے پاس بہترین بدلہ ہے چاہیئے کہ نہ دھوکا دے تجھے

تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ ﴿١٩٦﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۟ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ

آمد و شد کافران در شہرہا ایں بہرہ مندی اندک است بعد ازاں جاے ایشاں

کافروں کا شہروں میں آنا اور ہونا ا یہ تھوڑا فائدہ ہے اسکے بعد ان سب کا ٹھکانا

جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ

دوزخ باشد و وی بدجای است لیکن آنانکہ ترسیدند از پروردگار خود ایشانرا ست بوستانہا میرود

دوزخ ہوگا اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے ٢ لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرے انکے لئے ایسے باغات ہیں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ

زیر آں جوبہا جاویدان در انجا تحفہ از نزد خدا و آنچہ نزد

جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں اس جگہ ہمیشہ رہیں گے اللہ کی طرف سے تحفہ ہے اور جو

اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ

خدا ست بہتر است نیکوکاران را و ہر آئنہ از اہل کتاب کسانند کہ ایمان آوردند

اللہ کے پاس ہے بہتر ہے نیکوکار کیلئے ٣ اور بیشک اہل کتاب میں سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے

بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ

بخدا و آنچہ فرود آوردہ شد بسوے شما و بآنچہ فرود آوردہ شد بسوے ایشاں فروتنی کنندگان

اللہ پر اور جو تمہاری طرف اتارا گیا اور جو انکی طرف اتارا گیا عاجزی کرنے والے ٤

تفسیر اظہار العرفان

١ شان نزول یہ ہے کہ بعض مومنین مشرکین مکہ کے ظاہری عیش وعشرت کو دیکھ کر کہنے لگے کہ انہیں کتنا آرام ہے اور ہم بھوک اور جہاد میں آزمائے جاتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ لوگ زمین میں چلتے اور کثیر مال پاتے تھے بہر کیف اس آیت کا اصل مقصد یہ ہے کہ کفار اور بے دین قسم کے لوگوں کے ٹھاٹ باٹ دیکھ کر اہل ایمان کو بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے (غرائب القرآن)

٢ یعنی دنیا میں کفار کا یہ تقلب بہت قلیل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کیلئے بہترین جنت تیار کر رکھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی نعمت آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص سمندر میں انگلی ڈالے پھر اسے دیکھے کہ اسکی انگلی میں کیا آیا ہے (بیضاوی) جاننا چاہیئے کہ اس دنیا میں کافروں پر اللہ تعالیٰ کا انعام نہیں ہے اس لئے کہ ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ دنیا و آخرت کے نقصان سے بچ جائے جبکہ کافروں کی دولت انہیں مصیبت میں مبتلا کریگی۔ اس میں یہ دلیل بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر بھی واجب فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ (القرطبی)

٣ یہ آیت جمیع طاعات کو شامل ہے کیونکہ تقویٰ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر عمل کرنے اور تمام منہیات کے چھوڑنے کو کہتے ہیں۔ اس آیت سے ہمارے اصحاب نے رؤیت باری تعالیٰ پر بھی دلیل قائم کی ہے کیونکہ جنت میں بندوں کی مہمان نوازی ہوگی اس لئے ضروری ہے کہ میزبان اپنی زیارت بھی کرائے (تفسیر کبیر)

٤ نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب نجاشی کی موت کی خبر آئی تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اسکی نماز جنازہ پڑھو۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم ایک حبشی بندے کی نماز جنازہ پڑھیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ واضح رہے کہ یہ کہنے والے منافقین تھے۔ چنانچہ ابن جریر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب نجاشی فوت ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آؤ اور اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھو۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ہمارے ساتھ چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔ اس پر منافقین کہنے لگے کہ ان کو دیکھئے ایک بے دین نصرانی کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں جسے انھوں نے دیکھا تک نہیں ہے۔ حضرت ابن جریج اور ابن زید کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور انکے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت انس اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ اہل نجران میں چالیس افراد تھے جن میں سے ٣٢ حبشہ سے تھے اور ٨ روم سے تھے جب یہ لوگ ایمان لے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہئے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی پانچ صفات کو بیان فرمایا ہے۔ پہلی صفت: ایمان باللہ اور یہ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ سے ثابت ہے۔ دوسری صفت: قرآن کریم پر ایمان لانا اور یہ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ سے ثابت ہے۔ تیسری صفت: کتب سابقہ پر ایمان اور یہ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ سے ثابت ہے۔ چوتھی صفت: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و انکساری کرنے والے اور یہ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ سے ثابت ہے۔ پانچویں صفت: آیات الٰہی کا سودا نہیں کرتے یعنی تحریف اور تبدیل سے بچتے ہیں اور یہ لَا يَشْتَرُوْنَ سے ثابت ہے۔ آیت کے اختتام پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا ہے۔ تاکہ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت سے مخفی نہیں ہے (تفسیر کبیر)

لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ

برای خدا نمی ستانند عوض آیتهای خدا بهای اندک آنگروه ایشانرا ست

اللہ کیلئے اللہ کی آیتوں کو تھوڑی قیمت کے بدلے نہیں بیچتے اس گروہ کیلئے ہے

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٩٩﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

مزد ایشاں نزدیک پروردگار ایشاں ہر آئنہ خدا زود حساب کنندہ است اے

انکی اجرت انکے رب کے پاس بیشک اللہ جلد حساب فرمانے والا ہے اے

اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٢٠٠﴾

ع ٢٠ ١١ ١١

مومنان صبر کنید و محنت کشید و برائے جہاد آمادہ باشید و بترسید از خدا تا رستگار شوید

مومنو! صبر کرو اور پریشانی جھیلو اور جہاد کیلئے تیار رہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ فلاح پا لو۱

سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّسِتٌّ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّاَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورہ نساء مدنی ہے اور اس میں ۱۷۶ آیات اور ۲۴ رکوع ہیں۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

بنام خدای بخشاینده مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ

اے مردمان بترسید از پروردگار خویش کہ بیافرید شما را از یک

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں پیدا کیا ایک

وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا

کس و آفرید از آں یک کس زن او را و منتشر ساخت ازیں دو کس مردان

شخص سے اور اس ایک شخص سے اسکی عورت کو پیدا کیا اور ان دو شخصوں سے بہت سے مرد۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ انسانی احوال کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم جو فقط اسکی ذات سے متعلق ہو تو اسے صبر کا حکم دیا گیا ہے اور اس صبر میں نظر اور استدلال کی مشقت جو توحید' عدل' نبوت اور معاد وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اسی طرح ادائے واجبات' ترکِ منہیات اور آفاتِ دنیا وغیرہ پر صبر ہے۔ انسانی احوال کی دوسری قسم جس میں اہل گھرانہ اور اہل شہر شامل ہوں۔ اس میں مصابرہ کا حکم دیا گیا ہے۔ اس مصابرہ میں اخلاقِ حسنہ سے مزین ہونا' امر بالمعروف' نہی عن المنکر اور جہاد وغیرہ شامل ہیں۔ مرابطة' ربط سے ہے جسکا معنی باندھنا ہے جس شخص نے اس امر پر صبر کیا اس نے اپنے دل کو اس پر ربط کیا۔ حضرت حسن ﷺ فرماتے ہیں کہ تم لوگ اپنے دین پر صبر کرو۔ فقر اور بھوک کے سبب دین سے مت پھرو اور اپنے دشمنوں پر مصابرہ کرو۔ پس جو تکلیف تمہیں اُحد میں پہنچی اس سبب سے بزدلی مت کرو۔ فراء کہتے ہیں کہ اپنے نبی ﷺ کے ساتھ صبر کرو اور دشمنوں کے ساتھ مصابرہ کرو۔ اصم کہتے ہیں جب اس سورت میں تکالیفِ الٰہی کثرت سے بیان ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے اس پر صبر کا حکم دیا اور ترغیب جہاد کثرت سے بیان ہوئیں تو مصابرہ کا حکم دیا۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایک دن اور ایک رات اپنے آپ کو اللہ کے راستے میں باندھا اسے ایک مہینے کے روزے اور قیام کے برابر ثواب دیا جائیگا۔ وہ روزہ جس میں افطار نہ ہو اور وہ نماز جو سوائے حاجت کے موقوف نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ "رابطوا" کا مفہوم یہ ہے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرو (غرائب القرآن)

۲ سورہ نساء مدنی ہے اس میں ۳۵۴۵ کلمات ہیں' ۱۷۶ آیات اور ۲۴ رکوع ہیں (غرائب القرآن) یہ سورت اولاد' عورتوں اور یتیموں پر شفقت' ان تک انکے حقوق پہنچانے اور انکے مال کی حفاظت کرنے پر مشتمل ہے۔ اسکے علاوہ طہارت' صلاۃ' جہاد' دیت' تحریم محارم' محارم کے علاوہ کی تحلیل اور دیگر مکارمِ اخلاق بیان کئے گئے ہیں۔ نکتہ: پورے قرآن میں دو سورتیں یٰاَیُّهَا النَّاسُ سے شروع ہوتی ہیں۔ ان میں سے اول نصفِ اول سے چوتھی سورت ہے اور ثانی نصفِ ثانی میں چوتھی سورت ہے۔ ان میں سے اول میں بھی اِتَّقُوْا رَبَّكُمْ ارشاد ہے اور ثانی میں بھی اِتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ [اپنے رب سے ڈرو بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی شے ہے] ارشاد ہے (غرائب القرآن) ۳ ایک نفس سے پیدا فرما کر انسان کو یاد دلانے کے چند فوائد ہیں۔ پہلا فائدہ: انسان ایک دوسرے کی مدد کرے اور یتیم اور عورتوں کے ساتھ بھلائی کرے کیونکہ یہ سب ایک ہی نفس سے پیدا کئے گئے ہیں۔ اسی بناء پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جو اسے اذیت دیگا وہ دراصل مجھے اذیت دیتا ہے۔ آپکا یہ فرمان بھی اسی قبیل سے ہے کہ میری بیٹی فاطمہ کی مدد کرو اور ان سے حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ دوسرا فائدہ: جب انسان کو یہ معلوم ہو گیا کہ اسے ایک نفس سے پیدا کیا گیا ہے تو وہ فخر و تکبر سے باز آئیگا اور ایک دوسرے سے تواضع و انکساری سے پیش آئیگا۔ تیسرا فائدہ: یہ غیب کی خبروں میں سے ہے اور یہ خبر نبی کریم ﷺ کیلئے معجزہ ہو جائے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ حضرت حواء علیہا السلام کو مٹی سے پیدا کرنے پر قادر تھا تو پھر انھیں حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے کیوں پیدا فرمایا۔ جواب: انھیں پسلی سے پیدا اس لئے فرمایا تا کہ تمام مخلوق نفسِ واحد سے ہو اگر حضرت حواء کو بھی حضرت آدم علیہ السلام کی طرح مٹی سے پیدا فرماتا تو تمام مخلوق دو نفس سے ہوتی نہ کہ نفسِ واحد سے۔ (غرائب القرآن)

كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ

بسیار و زنان بے شمار و بترسید از آں خدا کہ از یکدیگر بنام او سوال میکنید و

اور بیشمار عورتیں پھیلا دیئے اور ڈرو اس اللہ سے کہ جسکے نام سے ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور

الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ① وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى

بترسید از قطع قبیلہ داری ہرآئنہ خدا ہست بر شما نگاہبان و بدہید بہ یتیمان

بچو رشتوں کے قطع سے بیشک اللہ تم سب پر نگہبان ہے اور یتیموں کو

اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْٓا

اموال ایشاں و بدل مکنید ناپاکیزہ را بپاکیزہ و نخورید

انکے اموال دو اور انکے پاکیزہ کو ناپاک سے نہ بدلو اور نہ کھاؤ

اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ② وَاِنْ

اموال ایشاں بہم آوردہ باموال خویش ہرآئنہ ایں گناہ بزرگ است و اگر

انکے اموال کو اپنے اموال کے ساتھ ملا کر بیشک یہ بڑا گناہ ہے ١ اور اگر

خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ

دانید کہ عدل نتوانید کرد در حق دختران یتیمہ پس نکاح کنید آنچہ خوش آید شما را

تم جانتے ہو کہ عدل نہ کر سکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کرو جو تمہیں خوش لگے

مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا

از سایرہ زنان دو دو و سہ سہ و چہار چہار پس اگر دانید کہ دریں صورت نیز عدل نتوانید کرد

عورتوں میں سے دو دو اور تین تین اور چار چار پس اگر تم جانتے ہو کہ اس صورت میں عدل نہ کر سکو گے

فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ③

پس نکاح کنید یک زن را یا سریہ گیرید آنزا کہ مالک او شد دستہائے شما ایں نزدیکتر است بآنکہ جور نکنید

تو نکاح کرو ایک عورت سے یا وہ کنیز لو کہ جسکا مالک تمہارا ہاتھ ہو یہ نزدیک تر ہے کہ تم ان پر ظلم نہ کرو ٢

١ کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت غطفان کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی۔ اسکے بھتیجے کے پاس مالِ کثیر تھا جب بھتیجا بالغ ہوا تو اس نے اپنے مال کا مطالبہ کیا تو اس شخص نے دینے سے انکار کیا پھر یہ مقدمہ رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پہنچا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ جب اس شخص نے یہ آیت سنی تو فوراً کہنے لگا اَطَعْنَا اللّٰہَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَ یعنی ہم نے اللہ کی اطاعت کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی اور ہم اس گناہِ کبیرہ سے پناہ مانگتے ہیں پھر اس شخص نے اپنے بھتیجے کو مال واپس کر دیا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کو بچاتا ہو اور اپنے رب کی پیروی کرتا ہو وہ ایسا ہی کریگا یتیم کی اصل انفراد ہے یعنی کسی چیز کا تنہا ہونا اسی سے الدرۃ الیتیمۃ (یکتا موتی) یتیم اسے کہتے ہیں جس کے باپ کا انتقال ہو گیا ہو۔ لغوی اعتبار سے یتیم کا اطلاق صغیر اور کبیر دونوں پر ہوتا ہے لیکن عرفِ شرع میں اسکا اطلاق صغیر پر اسوقت تک ہوگا جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حلم (بلوغت) کے بعد یتیمی نہیں ہے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جب بلوغت کے بعد یتیمی ختم ہو جاتی ہے تو آیت میں اسے یتیم کیوں کہا گیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں یتیم باعتبار ماضی کے کہا گیا ہے (غرائب القرآن) اکثر مفسرین کرام اس جانب گئے ہیں کہ آیت میں تبدل سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ یتیم سے جید لیتے تھے اور ردی لوٹاتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے (غرائب القرآن)

٢ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ یتیم لڑکی ہے جو اپنے ولی کے گھر میں رہتی ہے پس مرد اس کے مال اور جمال کی جانب چاہت کرتا ہے مگر اس سے نکاح میں وہ یہ چاہتا ہے کہ ادنیٰ مہر پر نکاح کر لے کیونکہ اسے روکنے والا کوئی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ اگر تمہیں ان سے نکاح کرنے پر ظلم کا خوف ہو تو ان کے غیر سے نکاح کر لو۔ اس آیت کے نزول کے بعد لوگوں نے اس کے متعلق مزید سوالات کئے تو اللہ تعالیٰ نے یَسْتَفْتُوْنَکَ فِی النِّسَاءِ الخ نازل فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اس سے پہلی آیت نازل ہوئی جس میں یتیم کے مال کھانے سے متعلق بیان تھا تو لوگ گناہ کے خوف سے یتامیٰ کی ولایت سے نکلنے لگے۔ ان میں ایک شخص تھا جسکے پاس دس ازواج اور کبھی اس سے زائد بھی ہو جاتیں اُن ازواج کے درمیان عدل نہیں کر پاتا تھا۔ اس لئے اس سے کہا گیا کہ ترکِ عدل پر اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس کئی عورتیں تھیں اور اسکے پاس یتیموں کا مال بھی تھا جب وہ اپنی عورتوں پر خرچ کرتا تو یتیموں کے اموال سے کرتا ان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یتیموں کے اموال کو ظلماً کھانے سے بچو (غرائب القرآن) اصحاب ظواہر نے اس آیت سے نکاح کے وجوب پر دلیل قائم کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ''فَانْکِحُوْا'' امر کا صیغہ ارشاد فرمایا ہے اور امر کا ظاہر وجوب ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نکاح کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا الخ یعنی جو پاک دامن مومنات آزاد سے نکاح پر قدرت نہ رکھے الخ۔ اس صورت میں ترکِ نکاح اسکے حق میں بہتر ہے (تفسیر کبیر) ٣ شانِ نزول یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیٹی کا نکاح پڑھاتا تھا تو اسکا حق مہر وہ خود رکھ لیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی ممانعت میں یہ آیت نازل فرمائی (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ''نحلۃ'' سے مراد دیانت ہے کلبی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عطیہ اور ہبہ ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد فریضہ ہے (غرائب القرآن و بیضاوی)

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ

و بدہید زنانرا مہر ایشاں بخوشدلی و اگر زنان در گذرند بخوشدلی برائے شما از

اور عورتوں کو انکے مہر خوش دلی سے دو اور اگر عورت خوش دلی سے معاف کر دے تمہارے لئے

شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــًٔا مَّرِیْٓــًٔا ﴿٤﴾ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ

بعض مہر پس بخورید آنرا سازگار و خوشگوار و مدہید بے خبراں را

مہر سے بعض؛ تو اسے شوق سے کھاؤ ١ اور نہ دو بیوقوفوں کو

اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَاكْسُوْهُمْ

اموال خود کہ کرد است خدا آنرا سبب استقامت معیشت برائے شما و بخورائید و بپوشانید ایشانرا

انکے اموال جسے اللہ نے تمہارے لئے معیشت کی استقامت کا سبب بنایا ہے اور انھیں کھلاؤ اور پہناؤ

وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿٥﴾ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا

ازاں اموال و بگوئید بایشاں سخن نیکو و امتحان کنید یتیمانرا تا آنگاہ

ان اموال میں سے اور ان سے اچھی بات کہو ١ اور آزماؤ یتیموں کو یہاں تک کہ

بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ

رسند بحد نکاح پس اگر در یافتید از ایشاں حسن تدبیر پس برسانید بایشاں

وہ سب نکاح کی حد کو پہنچیں پس اگر تم ان سے اچھی تدبیر پاؤ تو پہنچا دو ان کے پاس

اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ یَّكْبَرُوْا ؕ

اموال ایشاں و مخورید آں اموال را باسراف و شتابی از ترس آنکہ بزرگ شوند

انکے اموال اور انکے اموال کو اسراف سے نہ کھاؤ اور جلدی نہ کرو اس ڈر سے کہ بڑے ہو جائیں

وَمَنْ كَانَ غَنِیًّا فَلْیَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِیْرًا

و ہر کہ باشد توانگر پس باید کہ پرہیزگاری کند و ہر کہ فقیر باشد

اور جو کوئی امیر ہو تو چاہیئے کہ وہ بچے اور جو کوئی فقیر ہو ٢

تفسیر اظہار العرفان

١ اس آیت میں خطاب اولیاء کو ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہاں سفہاء سے مراد نساء ہیں خواہ وہ ازواج ہوں یا امہات یا بنات۔ یہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب ہے اور اس پر حضرت امامہ ﷜ کی یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سنو جہنم سفہاء کے لئے تیار کی گئی ہے۔ آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا سنو بیشک سفہاء، نساء ہیں مگر وہ عورت جو اپنے دین کی اطاعت کرے۔ زہری اور ابن زید کا مذہب یہ ہے کہ یہاں سفہاء سے مراد اولاد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حسن، حضرت قتادہ اور حضرت سعید بن جبیر کا مذہب یہ ہے کہ یہاں سفہاء سے مراد نساء اور صبیان دونوں ہیں۔ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اموال کی حفاظت کا حکم دیا ہے کیونکہ انسان دین اور دنیا کے مصالح کا قیام اسی وقت کر سکتا ہے جب وہ فارغ البال ہو اور فارغ البال نہیں ہو سکتا مگر مال کی حفاظت سے، اس لئے اسکی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سفہاء کے اموال کی حفاظت کے بعد مزید تین حکم دیئے ہیں (١) وَارْزُقُوْهُمْ یعنی انہیں خرچ دیتے رہو۔ (٢) وَاكْسُوْهُمْ یعنی انکے لباس کا اہتمام رکھو۔ (٣) وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ یعنی ان سے اچھی بات کرو تا کہ ان سے بیوقوفی ختم ہو جائے۔ (تفسیر کبیر)

٢ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسا بچہ جو عاقل اور معاملات میں تمیز کر سکتا ہو ولی کی اجازت سے اسکا تصرف کرنا صحیح ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ احناف کی دلیل یہ آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یتیموں کو آزمانے کا حکم دیا ہے اور یہ آزمائش قبل بلوغ پائی جائے گی۔ جاننا چاہئے کہ علاماتِ بلوغ پانچ ہیں۔ ان میں سے تین لڑکا اور لڑکی دونوں کے مابین مشترک ہیں۔ (١) احتلام (٢) عمر (امام صاحب کے نزدیک ١٨ سال اور صاحبین کے نزدیک ١٥ سال ہے) (٣) مقامِ عانہ پر بال اگنا۔ (٤) حیض (٥) حاملہ ہونا [وطی کرنے پر حاملہ ہو جائے] امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب انکی عمر ٢٥ سال پوری ہو جائے تو مالِ غنیمت دے دیا جائیگا خواہ وہ رشد سے مانوس ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اس لئے کہ وہ ١٨ سال میں بالغ ہوا اسکے بعد مزید ٧ (سات) سال رشد کیلئے چھوڑ دینگے کیونکہ سات سال میں انسان ایک حال سے دوسرے حال کی جانب منتقل ہو جاتا ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کی تلقین کرو۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ وصی یتیم کے مال سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے یا نہیں؟ بقدرِ حاجت اور بقدرِ عملِ اجرت نفع حاصل کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو غنی ہو وہ اس سے بچے اور جو فقیر ہو وہ بقدرِ حاجت استعمال کرے۔ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ میرے پاس یتیم کا مال ہے کیا میں اس سے استعمال کر سکتا ہوں آپ نے فرمایا بھلائی کے ساتھ استعمال کر سکتے ہو۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ وصی یتیم کے بالغ ہونے کے بعد جب مال اسے دے تو چاہیئے کہ اس پر گواہ قائم کر لے تا کہ یتیم کبھی انکار کرے تو اس پر گواہ پیش کیا جا سکے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت میں سفہاء سے مراد بچے اور بوڑھے ہیں۔ طبری کہتے ہیں کہ بیوقوف کے مال کو اس کے حوالے نہ کیا جائے اس لئے کہ وہ اپنے اموال کو واہی تباہی میں خرچ کر دیگا، سفہاء خواہ بچہ ہو یا بڑا عورت ہو یا مرد۔ (صفوۃ التفاسیر)

فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ

پس باید کہ بخورد بوجہ پسندیدہ پس چوں رسانید بایشاں اموال ایشانرا

تو چاہیئے کہ پسندیدہ طریقے سے کھائے پس جو انکے اموال کو انکے پاس پہنچائے

فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ⑥ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ

گواہ گیرید بر ایشاں و بس است بحقیقت خدا حساب کنندہ مردمانرا حصہ ہست

ان پر گواہ لے اور کافی ہے حقیقت میں اللہ حساب لینے والا۔ مردوں کیلئے حصہ ہے

مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ

از آنچہ بگذارند پدر و مادر و خویشاں و زناں را نیز حصہ است

اس سے جسے چھوڑا ہو ماں باپ نے اور رشتے داروں نے اور عورتوں کیلئے حصہ ہے

مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ

از آنچہ بگذارند پدر و مادر و خویشان از آنچہ کم باشد از مال یا بسیار باشد

اس سے جسے چھوڑا ہو ماں باپ نے اور رشتہ داروں نے کم مال ہو اس میں سے یا زیادہ

نَصِيبًا مَفْرُوضًا ⑦ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ

حصہ مقرر کردہ شدہ و چوں حاضر شوند نزد قسمت میراث خویشاں

حصہ مقرر کیا ہوا ہے ۱ اور جب حاضر ہوں میراث کی تقسیم کے وقت رشتے دار

وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا

و یتیماں و گدایان پس بدہید ایشانرا چیزے ازاں و بگوئید با ایشاں سخن

اور یتیم اور مسکین تو دو انھیں اس سے کچھ چیز اور ان سے کہو اچھی

مَعْرُوفًا ⑧ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً

نیکو و باید کہ بترسند از خدا آنانکہ اگر نزدیک شوند از آنکہ بگذارند بعد خود اولاد

بات ۲ اور چاہیئے کہ اللہ سے ڈریں وہ لوگ جو اپنے بعد کمزور اولاد ۳

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کو اور نابالغ لڑکوں کو وراثت کا حصہ نہ ملتا تھا۔ ایک انصاری جسکا نام اَوس بن ثابت تھا (دورِ اسلام میں مر گیا) اور پس ماندگان میں دو لڑکیاں اور دو چھوٹے لڑکے چھوڑ گیا۔ اس کے ترکہ پر اسکے دو چچا زاد بھائیوں (خالد اور عرفطہ) نے جو صاحبِ قوت تھے' زبردستی قبضہ کر لیا۔ اس پر متوفی کی بیوی رسول ﷺ کے پاس آئی اور سارا حال کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں اس بارے میں کیا کہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوگئی تو آپ نے میراث کا مال روک لیا اور جب یہ آیات يَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ اور يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ نازل ہوئیں تو مال کا آٹھواں حصہ متوفی کی بیوی کو دے دیا اور بقایا مال متوفی کی اولاد میں اس طرح تقسیم کر دیا کہ لڑکے کو لڑکی سے دوگنا حصہ دیا اور انکے چچا زاد بھائیوں کو کوئی حصہ نہ دیا۔ (روح المعانی)

۲ اس آیت میں ان لوگوں کا بیان ہے جن کیلئے مالِ میراث میں کوئی حصہ مقرر نہیں ہے۔ اس لئے مفسرینِ کرام اس آیت کی چند تفسیریں کرتے ہیں۔ (۱) اس سے پہلی آیت میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو میراث سے حصہ ملیگا۔ اب رشتے داروں میں سے وہ لوگ حاضر ہوں جن کیلئے کوئی حصہ مقرر نہ ہو تو بالکلیہ محروم ہونے کی وجہ سے کہیں ان پر گراں نہ گذرے اس بناء پر کہا گیا کہ ایسے لوگ جب حاضر ہوں تو انھیں بھی کچھ دے دو تا کہ حسنِ معاشرت اور ادبِ جمیل حاصل ہو جائے۔ (۲) حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہ حصہ خاص کر اعیان کی تقسیم کے ساتھ خاص ہے پھر جب ہر ایک کی تقسیم کا حکم آ گیا تو اب انکے لئے قولِ معروف باقی رہ گیا مثلاً یہ کہے "ارجعوا بارک اللہ فیکم" "تم سب لوٹ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ (۳) اس حکم کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت آیتِ مواریث سے منسوخ ہے۔ حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں ہے یہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' حضرت ابراہیم نخعی' شعبی' زہری' مجاہد' حسن اور سعید بن جبیر کا مذہب ہے۔ مروی ہے کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کی میراث کو تقسیم کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حیات سے تھیں انہوں نے ہر ایک کو میراث سے حصہ دیا اور یہی آیت تلاوت کی۔ (تفسیر کبیر) ۳ یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جو مریض کے پاس بیٹھتے تھے اور مریض سے یہ کہتے کہ تمہاری ذریت تمہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی اس لئے اپنے مال کی وصیت فلاں فلاں کیلئے کر دو یہاں تک کہ مریض سے کل مال کی وصیت کروا لیتے تھے اور ورثہ کیلئے کچھ نہیں بچتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم جس طرح اپنی کمزور اولاد کو بھوک میں چھوڑنا ناپسند کرتے ہو ایسے ہی اس مریض سے وصیت کے ذریعہ کل مال سے انکے ورثہ کو محروم کرنے کو ناپسند کرو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی کامل مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو۔ (تفسیر کبیر) وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا: اس ٹکڑے کا مطلب یہ ہے کہ تم یتیموں کے معاملات میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور ان سے شفقت و محبت کی ایسی ہی باتیں کرو جیسی تم اپنے اولاد سے کرتے ہو۔ (صفوۃ التفاسیر)

ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا

ناتواں را خائف باشند برایشاں کہ ضائع شوند پس باید کہ از خدا بترسند و باید کہ بگویند سخن

چھوڑیں تو انہیں انکے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو پس چاہیئے کہ اللہ سے ڈریں اور درست

سَدِيْدًا ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا

استوار هر آئنه آنانکه میخورند اموال یتیمان بظلم

بات کہیں ۱ بیشک وہ لوگ جو کھاتے ہیں یتیموں کے اموال کو ظلم سے

اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝۱۰

جز ایں نیست کہ میخورند در شکم خویش آتش را و در آیند بدوزخ

اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ اپنے شکم میں آگ ڈالتے ہیں اور دوزخ میں داخل ہونگے ۲

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِىْۤ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ

حکم می کند خدا در حق اولاد شما کہ مرد را ہست مانند حصہ دو زن

اللہ تمہیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مرد کیلئے دو عورت کے حصے کے برابر ہے

فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَ

پس اگر اولاد نیست ہمہ دختران باشند زیادہ از دو پس ایشانرا دو سوم حصہ از آنچہ میت گذاشتہ است

پس اگر لڑکا نہ ہو تمام لڑکیاں ہوں دو سے زیادہ ہوں تو انکے لئے دو تہائی حصہ ہے اس سے جو میت نے چھوڑا ہو

اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ

و اگر ذریتش یک دختر باشد پس او را ست نیم ترکہ و ہست پدر و مادر میت را

اور اگر اسکی ذریت ایک لڑکی ہو تو اسکے لئے آدھا ترکہ ہے اور میت کے ماں اور باپ کیلئے

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ

ہر یکے از ایشاں ششم حصہ از آنچہ بگذاشتہ است اگر باشد میت را فرزندی

ان میں سے ہر ایک کیلئے چھٹا حصہ ہے اس میں سے جو میت نے چھوڑا ہے اگر میت کیلئے اولاد ہو ۲

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت سدی کہتے ہیں کہ یتیم کا مال کھانے والے شخص کو قیامت کے روز اس حال میں اٹھایا جائیگا کہ اسکی قبر، منہ ناک، دونوں کانوں اور دونوں آنکھوں سے دھواں نکل رہا ہوگا۔ لوگ اسکی حالت دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ یہ شخص یتیموں کے مال کو دنیا میں کھا جاتا تھا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات ایسی قوم کو دیکھا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹ کی طرح ہیں ان پر کچھ فرشتے مؤکل ہیں جو انکے ہونٹ کاٹتے ہیں پھر انکے منہ میں آگ کا ایک بہت بڑا ٹکڑا رکھ دیتے ہیں جو انکے نیچے سے نکل جاتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کے اموال کو ظلمًا کھاتے تھے۔ (غرائب القرآن) یعنی بغیر حق کے تم یتیموں کا مال کھاتے ہو تمہارا یہ کھانا ایسا ہی ہے جیسے کہ تم اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہے ہو قیامت کے روز وہ آگ تمہارے پیٹ میں جوش مار رہی ہوگی [ایسی صورت میں انسان کو کس قدر تکلیف ہوگی آپ خود اس کا اندازہ لگائیں] (صفوۃ التفاسیر)

۲ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میری عیادت کیلئے پاپیادہ دیارِ بنی سلمہ میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بے خود پایا آپ نے پانی منگوا کر وضو فرمایا اور مجھ پر پانی کے چھینٹے دیئے۔ اس سے مجھے افاقہ ہوگیا تو میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ میرے ترکہ کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ سعد بن ربیع کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سعد بن ربیع کی دو لڑکیاں ہیں انکا باپ آپ کے ہمراہ جنگِ احد میں شہید ہوگیا اب انکا سارا سامان انکے چچا نے لے لیا ہے اور اس قدر مال بھی نہیں چھوڑا کہ جس سے انکے نکاح کئے جائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسکا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ کریگا۔ اس پر یہ آیتِ میراث نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی شکایت پر لڑکیوں کے چچا کو کہلا بھیجا کہ سعد کے مال میں سے دو تہائی اسکی لڑکیوں کو اور آٹھواں حصہ اسکی بیوی کو دے دو اور جو مال باقی بچ رہے وہ تمہارا ہے۔ (فتح الباری) جاننا چاہئے کہ اہل جاہلیت دو چیزوں کی وجہ سے وارث بناتے تھے اول نسب دوم عہد۔ نسب کے اعتبار سے وہ لوگ کبار کو وارث بناتے تھے، صغار اور عورتوں کو اس سے محروم کر دیتے تھے۔ عہد کے اعتبار سے حلف یا تبنی [منہ بولا بیٹا] کی صورت میں وارث بناتے تھے۔ توریث بالعہد [وعدہ کے مطابق وارث بنانا] اول اسلام میں مزید دو سبب کے ساتھ باقی تھی۔ اول ہجرت یعنی ایک مہاجر دوسرے مہاجر کا وارث ہوتا تھا اگرچہ اجنبی ہی کیوں نہ ہوتا۔ جب ان لوگوں کے درمیان مزید مخالطت ومخالصت ہوتی تو ان دونوں کے علاوہ کوئی بھی وارث نہ ہوتا اگرچہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ ثانی مؤاخات: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہاجر اور انصار کے مابین بھائی کا جو رشتہ قائم فرمایا تھا وہ بھی توریث کا سبب بنا۔ اسبابِ توریث تین ہیں۔ قرابت، نکاح اور ولاء۔ ان اسباب کے علاوہ اسلام سبب عام ہے۔ جو شخص انتقال کر جائے اور اپنے پیچھے کوئی ایسا شخص نہ چھوڑے جو ان تین اسباب میں سے کسی ایک سبب کے واسطہ سے میراث کا مالک ہو تو اسکے مال کو بیت المال میں جمع کرا دیا جائیگا۔ مسلمان عصوبت کی وجہ سے اس مال کے وارث ہونگے۔ امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کے مال کو بیت المال میں علی سبیل المصلحت رکھے جائینگے نہ کہ میراث کے طور پر۔ (غرائب القرآن)

فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ

پس اگر نباشد او را فرزندی و وارث او پدر و مادر او شدند پس هست مادرش را سوئیم

پس اگر نہ ہو اسکے لئے کوئی اولاد اور وارث ماں اور باپ ہوں تو اسکی ماں کیلئے تہائی حصہ ہے

فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

پس اگر باشند میت را برادران هست مادرش را ششم حصه این تقسیم بعد اداے وصیت است

پس اگر میت کیلئے ایک سے زائد بھائی، بہن ہوں تو اسکی ماں کیلئے چھٹا حصہ ہے یہ تقسیم وصیت ادا کرنے کے بعد ہے

يُّوْصِيْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ

که میت بآں فرموده یا بعد اداے دین پدران شما و پسران شما نمیدانید که کدام یک

کہ میت نے اسکے بارے میں حکم دیا ہو یا قرض ادا کرنے کے بعد ہے تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے کہ کون ایک

اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

از ایشاں نزدیکتر است در نفع رسانیدن بشما حصه معین کرده شده از جانب خدا هرآئنه خدا هست

ان میں سے قریب تر ہے تمہیں نفع پہنچانے میں۔ معین کیا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ

دانای استوار کار و شما را هست نیمهٔ آنچه بگذاشته اند زنان شما اگر

جاننے والا حکمت والا ہے ١ اور تمہارے لئے نصف ہے اس سے جو تمہاری عورت نے چھوڑا ہو اگر

لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ

نباشد ایشانرا فرزندے پس اگر ایشانرا فرزندے باشد شما را ست چهارم حصه

انکے لئے کوئی فرزند نہ ہو پس اگر انکے لئے فرزند ہو تو تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے

مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ

از آنچه بگذاشته اند بعد ادای وصیتی که بآں فرموده باشند یا بعد اداے دین و

اس سے جو عورت نے چھوڑا ہو وصیت ادا کرنے کے بعد جو وصیت کر گئیں ہوں یا قرض ادا کرنے کے بعد اور ٢

١ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے میراث کا ذکر اولاد سے کیا اس لئے کہ انسان سے اسکے ولد کا تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ اولاد کیلئے دو حالتیں ہیں۔ (١) حالتِ انفراد یعنی صرف اولاد ہوں (٢) حالتِ اجتماع مع ابوین [اولاد کیساتھ ماں باپ بھی ہوں] حالتِ انفراد کی تین قسمیں ہیں۔ (١) لڑکا اور لڑکی دونوں ہوں۔ اس حالت کے لئے اللہ تعالیٰ نے لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ارشاد فرمایا۔ (٢) صرف لڑکیاں ہوں اس حالت کیلئے فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فرما کر مسئلہ بیان کیا۔ (٣) صرف لڑکا ہو یہ حالت آیتِ کریمہ میں مذکور نہیں ہے اس لئے کہ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ میں ضمناً اسکا بھی بیان ہو چکا ہے۔ جاننا چاہئے کہ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ چند صورتوں سے مخصوص ہے۔ (١) غلام اور آزاد وارث نہیں ہونگے۔ (٢) قاتل میراث نہیں پائیگا (٣) دو ملت والا اور مرتد میراث سے حصہ نہیں پائیگا (٤) انبیائے کرام علیہم السلام کسی کو وارث نہیں بناتے۔ (غرائب القرآن)

٢ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس سے اس شخص کے قول کی تصدیق ہوتی ہے جو کہتا ہے کہ یہ آیت سعد کی دو لڑکیوں کے بارے میں نازل ہوئی اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی کیونکہ اسوقت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ آیت معاً دونوں قصوں کے بارے میں نازل ہوئی اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس آیت کا اول حصہ سعد کی لڑکیوں کے بارے میں نازل ہوا اور آخر حصہ یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمان وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوا۔ اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کہ آیت يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ میرے بارے میں نازل ہوئی یہ معنی رکھتا ہے کہ اس آیت سے متصلاً بعد کلالہ کا ذکر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے۔ اس آیت کے نزول کا تیسرا سبب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اہل جاہلیت چھوٹی لڑکیوں اور کمزور لڑکوں کو جو جنگ کرنے کے قابل نہ ہوتے وراثت سے حصہ نہ دیتے تھے جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا بھائی عبد الرحمٰن فوت ہوا تو اس نے اپنے پیچھے ایک بیوی جوام کحہ کہلاتی تھی اور پانچ لڑکیاں چھوڑیں۔ عبد الرحمٰن کے وارث اسکا ترکہ لینے آئے تو ام کحہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکی شکایت کی اس پر اللہ تعالیٰ نے فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ نازل فرمائی پھر ام کحہ کے بارے میں فرمایا کہ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ یعنی بیویوں کے لئے ترکہ سے چوتھائی ہے جب کوئی اولاد نہ ہو اور اگر کوئی اولاد ہو تو بیویوں کیلئے آٹھواں حصہ ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہئے کہ وارث میت سے بغیر واسطہ کے متصل ہوگا یا واسطہ سے۔ اول کی پھر دو قسمیں ہیں یعنی سببِ اتصال نسب ہوگا یا زوجیت۔ ان دونوں سے چونکہ اتصال بالنسب افضل ہے اس لئے سب سے پہلے اولاد کے حصے کو بیان کیا اسکے بعد ازواج کا حصہ بیان ہوا کیونکہ سببِ اتصال میں اسکا دوسرا نمبر ہے پھر سب سے آخر میں کلالہ کا بیان ہے جو کہ اس باب میں تیسرے نمبر میں ہے۔ کلالہ کی تفسیر میں اختلاف ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اسکے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اسکا جواب اپنی رائے سے دونگا اگر درست ہو تو سمجھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر خطا ہو جائے تو میری طرف سے سمجھنا اور شیطان کی طرف سے سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے آپ نے فرمایا کہ کلالہ والد اور ولد کے سوا کو کہتے ہیں۔ اسکے علاوہ بھی اس لفظ کی کئی تفاسیر ہیں لیکن مفسرین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کو "مختار صحیح" بتایا ہے۔ واضح رہے کہ آیتِ کریمہ میں آٹھ مرتبہ مردوں سے علی سبیل الخطاب ارشاد ہے اور عورتوں سے آٹھ سے کم مرتبہ علی سبیل الغیبت [غائبانہ خطاب] ارشاد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رجال کو نساء پر فضیلت حاصل ہے۔ (غرائب القرآن)

لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ

زنانرا ست چہارم حصہ از آنچہ شما بگذاشتید اگر نباشد شما را فرزندی پس اگر

عورتوں کے لئے چوتھائی حصہ ہے اس سے جو تم نے چھوڑا ہو اگر تمہارے لئے کوئی فرزند نہ ہو پس اگر

كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ

باشد شما را فرزندی پس زنانرا ست ہشتم حصہ از آنچہ بگذاشتہ اید بعد ادای

تمہارے لئے فرزند ہوتو عورتوں کیلئے آٹھواں حصہ ہے اس سے جو تم نے چھوڑا ہو بعد ادائے

وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ

وصیتی کہ بآں فرمودہ باشید یا ادائے دین و اگر مرد مردہ کہ

وصیت جو تم کر جاؤ یا قرض ادا کرنے کے بعد اور اگر اس مردہ مرد

يُّورَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ

ازوی میراث خواہند یا زن مردہ کلالہ باشد و او را برادری ہست یا خواہری پس ہر

یا مردہ عورت کا میراث تقسیم ہو جو کلالہ (جسکے اصول ہوں نہ فروع ہوں) ہو اور اس کیلئے بھائی ہو یا بہن تو ہر

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ

یکے از ایشاں را ہست ششم حصہ پس اگر اخیافان زیادہ ازیں باشند

ایک کیلئے ان میں سے چھٹا حصہ ہے پس اگر اس سے زیادہ ہوں

فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصٰى بِهَا

پس ایشاں باہم شریک اند در سوم حصہ بعد ادائے وصیتی کہ فرمودہ شد

تو وہ سب تہائی حصہ میں شریک ہونگے وصیت ادا کرنے کے بعد کہ جسکا حکم دیا ہو

أَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ

بآں یا بعد ادائے دین بغیر آنکہ ضرر رسانندہ باشد حکم کردہ شدہ است از جانب خدا و خدا دانای

یا قرض ادا کرنے کے بعد نقصان پہنچانے والا نہ ہو یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ جاننے والا

١ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق والدین اور ولد کے علاوہ کو کلالہ کہا جاتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق ولد کے علاوہ کو کــلالــہ کہا جاتا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وصیت میں ضرر گناہ کبیرہ میں سے ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ ستر سال تک اہل جنت کا عمل کرتا ہے پھر جب وصیت کرتا ہے تو اس میں جفا کر جاتا ہے پھر اسکا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے جس سے وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور بیشک ایک بندہ ٧٠ سال تک اہل نار کا عمل کرتا ہے پھر وصیت کرتا ہے جس میں انصاف سے کام لیتا ہے اس سبب سے وہ اہل جنت کا عمل کرنے لگتا ہے اور اسکا خاتمہ اسی عمل پر ہوتا ہے۔انہی سے مروی ہے کہ جو شخص میراث کاٹے گا اللہ تعالیٰ جنت میں اسکی میراث کو کاٹ دیگا۔(غرائب القرآن) یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ میراث کی پہلی آیت کا خاتمہ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ سے ہوا اور اس آیت کا خاتمہ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ سے ہے۔اسکا جواب یہ ہے کہ لفظِ فرض، لفظِ وصیت سے زیادہ قوی اور مؤکد ہے اس لئے اولاد کی میراث کا خاتمہ اس لفظ سے کیا اور کــلالــہ کی میراث کا خاتمہ لفظِ وصیت سے کیا تا کہ اس بات پر دلالت قائم ہو جائے کہ میراث میں کل کی رعایت واجب ہے لیکن اولاد کے حال کی رعایت اولیٰ ہے۔(تفسیر کبیر)

٢ میراث کے حصے بیان کرنے کے بعد وعدہ اور وعید کا بیان ہے تا کہ اہل ایمان اطاعت کی جانب رغبت کریں اور معصیت سے ڈریں۔آیت کریمہ میں "تِلْكَ" اسمِ اشارہ کے بارے میں دو اقوال ہیں۔پہلا قول: یہ اشارہ مواریث کے احوال کی جانب ہے۔دوسرا قول: اول سورہ سے یہاں تک جتنے احکام بیان کئے گئے ہیں ان تمام احکام کی جانب یہ اشارہ ہے یعنی اموالِ یتیم، احکامِ نکاح اور احکامِ میراث۔یہ قول حضرت اصم کا ہے۔اول قول والے دلیل قائم کرتے ہیں کہ اقرب المذکورات [جسکا ذکر سب سے زیادہ قریب ہو] کی جانب ضمیر کا لوٹانا بہتر ہے۔دوسرے قول والے کہتے ہیں کہ اقرب کی جانب ضمیر کا لوٹانا بہتر ہے لیکن ابعد کی جانب ضمیر لوٹانے میں کوئی مانع نہ ہو تو کل کی طرف لوٹانا واجب ہے لہذا ابتدائے سورت سے یہاں تک تمام احکام کی جانب ضمیر کا لوٹانا واجب ہے کیونکہ کوئی مانع نہیں ہے۔حُدُوْدُ اللّٰهِ سے مراد وہ مقدرات ہیں جنکا ذکر ہو چکا ہے۔حدود، حد کی جمع ہے اور حدِ شے اسکے کنارہ کو کہتے ہیں جو اسے غیر سے ممتاز کرے اسی سے حدود الدار ہے۔بعض نے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کو بیان کردہ احکام کے ساتھ خاص کیا ہے یعنی جو ان احکام میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی پیروی کرے اسکے لئے جنت ہے اور جو نافرمانی کرے اسکے لئے جہنم ہے لیکن علمائے محققین کے نزدیک یہ عام ہے اس لئے کہ لفظ عام ہے۔یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ يُدْخِلْهُ میں فعل واحد ہے اور خَالِدِيْنَ جمع ہے ان دونوں میں موافقت کیسے ہوگی۔اسکا جواب یہ ہے کہ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ میں "مَنْ" لفظ کے اعتبار سے واحد ہے اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔يُدْخِلْهُ میں لفظ کا اعتبار کیا گیا ہے اور خَالِدِيْنَ میں معنی کا اعتبار کیا گیا ہے۔(تفسیر کبیر) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کے حکم میں کرو اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت اس میں کرو جو احکام کی وضاحت انھوں نے فرمائی۔اس اطاعت پر اللہ تعالیٰ تمہیں انعام کے طور پر جنت میں داخل فرمائیگا (صفوۃ التفاسیر)

حَلِيۡمٌ ﴿١٢﴾ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ

برد بار است ایں ہمہ حدہا مقرر کردۂ خدا است و ہر کہ فرمانبرداری کند خدا و رسول او را

برد بار ہے یہ تمام حدیں اللہ کی مقرر کی ہوئی ہیں اور جو اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرے [1]

يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ

در آردش بہ بہشتہا کہ می رود زیر آں جوبہا جاویدان

اسکو ایسے باغات میں داخل فرمائیگا جن کے نیچے نہریں جاری ہونگیں ہمیشہ

فِيۡهَا ؕ وَذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿١٣﴾ وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ

در آنجا و ایں است مطلب یابی بزرگ و ہر کہ نافرمانی کند خدا و رسول او

اس جگہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے [1] اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے

وَيَتَعَدَّ حُدُوۡدَهٗ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَالِدًا فِيۡهَا ۖ وَلَهٗ عَذَابٌ

و تجاوز کند از حدہای مقرر کردۂ او در آردش بآتش جاوید باشد آنجا و او را ست عذاب

اور اسکے مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے اسے جہنم میں داخل کریگا ہمیشہ رہیں گے اور انکے لئے

مُّهِيۡنٌ ﴿١٤﴾ ع وَالّٰتِىۡ يَاۡتِيۡنَ الۡفَاحِشَةَ مِنۡ نِّسَآئِكُمۡ

٢ ع ٤ ١٣

رسوا کنندہ و از زنان شما آنانکہ زنا میکنند

رسوا کرنے والا عذاب ہے [2] اور تمہاری عورتوں میں سے جو کوئی زنا کرے

فَاسۡتَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِنَّ اَرۡبَعَةً مِّنۡكُمۡ ۚ فَاِنۡ شَهِدُوۡا

پس گواہ طلبید بر ایشاں چہار مرد از جنس خویش پس اگر گواہی دادند

پس گواہ طلب کرو ان پر چار مرد اپنی قوم سے اگر گواہی دیں

فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ فِى الۡبُيُوۡتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الۡمَوۡتُ

محبوس کنید ایشانرا در خانہا تا آنکہ عمر ایشاں را تمام کند مرگ

تو انھیں قید کر لو گھروں میں یہاں تک کہ انکی عمر کو موت پوری کر دے [3]

تفسیر اظہار العرفان

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت احکامِ میراث سے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس سے انکار کرنے والوں کیلئے وعید ہے۔ حضرت ابن جریج فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہر اس گناہ کے بارے میں نازل ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ عذاب دیتا ہے۔ (ابن جریر)

[2] اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عورتوں سے احسان اور حسنِ معاشرت کا حکم دیا اسکے فوراً بعد ہی ان پر سختی کا حکم دیا گیا کہ اگر کوئی برائی لائے تو انھیں زجر اور توبیخ بھی کرو۔ درحقیقت یہ بھی ان کے حق میں احسان ہی ہے اور ان کیلئے اس میں بہت سارے فوائد ہیں' یہاں فاحشۃ سے مراد زنا ہے اور زنا کو فاحشہ زیادتِ قبیح کی بناء پر کہا گیا ہے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ کفر اور قتلِ نفس بھی اقبح [بہت زیادہ برا] ہے لیکن اسے فاحشہ نہیں کہا گیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ بدنِ انسان کیلئے مدبرِ قوی تین ہیں۔ قوتِ ناطقہ' قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہوانیہ۔ کفر اور بدعت وغیرہ قوتِ ناطقہ کا فساد ہے' قتل اور غضب وغیرہ قوتِ غضبیہ کا فساد ہے اور زنا وغیرہ قوتِ شہوانیہ کا فساد ہے ان تینوں میں اخس [سب سے زیادہ گھٹیا] قوتِ شہوانیہ ہے اس لئے اسکے فساد کو "فاحشہ" کہا گیا ہے۔ عورت کے زِنا کے ثبوت کیلئے چار گواہوں کا ہونا ضروری ہے یا پھر عورت اور مرد خود زنا کا اقرار کر لیں۔ تو ایسی صورت میں اسے محبوس کیا جائیگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انکے لئے کوئی راہ نکالے۔ ابو مسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ وَالّٰتِىۡ يَاۡتِيۡنَ الۡفَاحِشَةَ سے مراد زِنا ہے اور اسکی سزا آیت میں حبس الی الموت [موت تک مقید کرنا] بتائی گئی ہے اور وَالَّذٰنِ يَاۡتِيٰنِهَا مِنۡكُمۡ سے مراد لواطت ہے اور اسکی سزا قول و فعل سے اذیت پہنچانا ہے۔ سورہ نور میں کنوارہ مرد اور کنواری عورت کے زنا کی سزا سو کوڑے بتائی گئی ہے اور شادی شدہ جوڑے کی زنا کی سزا رجم کرنا ہے۔ ابو مسلم اصفہانی اپنے قول پر دلیل یہ قائم کرتے ہیں کہ وَالّٰتِىۡ يَاۡتِيۡنَ الۡفَاحِشَةَ میں مسئلہ مخصوص بالنسواں [عورتوں سے خاص] ہے اور وَالَّذٰنِ يَاۡتِيٰنِهَا مِنۡكُمۡ مخصوص بالرجال [مردوں سے خاص] ہے اس لئے کہ واللذان مذکر کی تثنیہ ہے۔ ابو مسلم اصفہانی کا یہ قول تین وجوہ کی بناء پر درست نہیں ہے۔ وجہِ اول: متقدمین مفسرین میں سے کسی ایک سے بھی یہ قول ثابت نہیں ہے اس لئے یہ قول باطل ہوا۔ وجہِ ثانی: نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ثیب کیلئے رجم اور بکر کیلئے کوڑے مقرر کئے۔ آپکا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ یہ آیت زنا کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ وجہِ ثالث: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا احکامِ لواطت میں اختلاف ہے اور کسی ایک نے بھی اس آیت سے تمسک نہیں کیا۔ حاجت کے وقت اس آیت سے ان نفوسِ قدسیہ کا استدلال نہ کرنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ یہ آیت لواطت کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے۔ واضح رہے کہ جمہور مفسرینِ کرام اس جانب گئے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ اس آیت میں زنا کا حکم بیان کیا گیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ حکم باقی نہیں ہے پھر اسکے ناسخ کے بارے میں دو اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے منسوخ ہے کہ خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لھن سبیلا۔ البکر بالبکر والثیب بالثیب البکر تجلد و تنفی والثیب تجلد و ترجم۔ یعنی مجھ سے لو مجھ سے لو اللہ تعالیٰ نے انکے لئے راہ نکالی کہ کنوارہ مرد' عورت زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ اور جلاوطن کرو اور شادی شدہ جوڑا ایسا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ اور رجم کرو' پھر یہ حدیث الزانیۃ والزانی الخ سے منسوخ ہو گئی۔ اس طریق پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کی آیت کبھی سنت سے منسوخ ہو جاتی ہے اور سنت کبھی قرآن سے منسوخ ہو جاتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آیتِ جلد سے منسوخ ہے۔ (تفسیر کبیر)

اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿١٥﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ

یا مقرر کند خدا برائے ایشاں راہی و آں دو کس کہ زنا میکنند از شما

یا اللہ انکے لئے کوئی راستہ مقرر کرے اور وہ دو شخص جو تم میں سے زنا کرے

فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

آزار دہید ایشانرا پس اگر توبہ کردند و نیکوکاری پیش گرفتند پس اعراض کنید از تعذیب ایشاں ہرآئنہ خدا

انھیں اذیت دو پس اگر توبہ کریں اور نیکی اختیار کر لیں تو انھیں سزا دینے سے اعراض کرو بیشک اللہ

كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿١٦﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ

ہست باز گردندہ مہربان بجز ایں نیست کہ وعدہ قبول توبہ لازم بر خدا ست برائے آنکسانرا

رحمت سے رجوع فرمانے والا مہربان ہے[1] اسکے سوا کچھ نہیں کہ قبولِ توبہ کا وعدہ اللہ پر ان لوگوں کیلئے لازم ہے

يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ

کہ میکنند معصیت بنادانی بعد ازاں توبہ کنند در نزدیکے

جو نادانی میں گناہ کریں اسکے بعد تھوڑی دیر میں توبہ کر لیں

فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧﴾

پس آنگروہ برحمت باز میگردد خدا بر ایشاں و ہست خدا دانای استوار کار

پس یہ وہ گروہ ہے جس پر اللہ رحمت سے رجوع فرماتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے[2]

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا

و نیست وعدہ قبول توبہ آنکسانرا کہ میکنند معاصی تا آنگاہ کہ

اور قبولِ توبہ کا وعدہ نہیں ہے ان لوگوں کیلئے جو گناہ کرتے ہیں یہاں تک کہ جب

حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ

پیش آمد کسے را از ایشاں مرگ گفت ہرآئنہ من توبہ کردم الحال و نہ آنکسانرا ست

ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے (تو) کہے بیشک میں نے توبہ کی اب اور نہ ان لوگوں کے لئے ہے[3]

[1] اس سے پہلی آیت بھی زِنا سے متعلق تھی اور یہ آیت بھی زنا سے متعلق ہے یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جب دونوں آیت زنا سے متعلق نازل ہوئیں تو اس تکرار سے کیا فائدہ حاصل ہے۔ اسکا جواب دیتے ہوئے حضرت سدی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کنوارہ مرد اور کنواری عورت کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ اس سے پہلی آیت شادی شدہ مرد اور عورت کے بارے میں نازل ہوئی۔ واضح رہے کہ زانیہ کو گھر میں محبوس کرنے کا حکم دیا گیا کیونکہ عورت کا گھر سے باہر نکلنا بھی اسبابِ زنا میں سے ہے اور مرد کو ایذا کا حکم دیا گیا کیونکہ مرد اہل خانہ کیلئے معیشت اور دیگر لوازمات کا انتظام کرتا ہے اگر اسے بھی محبوس کا حکم دیا جاتا تو وہ شخص اہل خانہ کیلئے اصلاحِ معاش نہیں کر پاتا۔ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ ایذا میں ضرب شامل ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو جوتے مارے جائیں گے جبکہ دیگر مفسرینِ کرام کا کہنا ہے کہ فقط زبان سے ایذا دی جائیگی۔ (تفسیر کبیر)

[2] اب یہاں سے قبولِ توبہ کیلئے مستحقین کا بیان ہو رہا ہے اور انکا بھی جنکی اللہ تعالیٰ توبہ قبول نہیں فرماتا ہے۔ یہاں توبہ کے وجوب سے مراد یہ ہے کہ علی سبیل الکرم قبولِ توبہ کا وعدہ ہے نہ کہ اس معنی کے اعتبار سے کہ اس کے ترک پر ذم مستلزم ہو۔ اکثر مفسرینِ کرام اس جانب گئے ہیں کہ ہر ایک جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے وہ جاہل ہے اور اسکا فعل جہالت ہے اسی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ یعنی میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہلوں سے ہو جاؤں۔ اس تفسیر سے ظاہر ہوا کہ معصیت مع العلم درحقیقت جہالت ہی ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص معصیت کے عقاب سے جاہل ہو۔ (غرائب القرآن) ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ یعنی پھر فوراً توبہ کرلے۔ مفسرینِ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اس قرب سے مراد موت سے قبل تک کا زمانہ ہے۔ زمانے کے اس حصے کو قریب کہا گیا ہے کیونکہ ہر وہ جو آنے والا ہو قریب ہے اور اس لئے بھی کہ انسان کی عمر کی مدت اگرچہ طویل ہے لیکن جب اسے ازل اور ابد کی طرف قیاس کیا جائے تو معدوم کی طرح ہے اور اس لئے بھی قریب کہا گیا ہے کہ انسان ہر لحہ موت کے قریب رہتا ہے اور جسکی یہ حالت ہو اسے قرب سے موصوف کیا جاتا ہے۔ (غرائب القرآن)

[3] یہ آیتِ کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جسکے پاس موت حاضر ہو اور وہ اسکے احوال کو دیکھ لے پھر توبہ کرے تو اسکی توبہ غیر مقبول ہوگی۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو جنت سے نکال کر زمین کی طرف اتارا تو ابلیس نے کہا کہ تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو بہکاتا رہونگا جب تک کہ ان پر موت نہ آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے میری عزت کی قسم ہے میں ان پر توبہ کا دروازہ اسوقت تک بند نہ کرونگا جب تک یہ موت کے احوال کا مشاہدہ نہ کرلے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ موت کے غرغرہ سے پہلے تک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ (تفسیر کبیر) ایسے انسان کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ہے جو گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ گناہ کا عادی ہو جاتا ہے اور اسی حال میں جب اس پر موت آتی ہے تو وہ توبہ کرتا ہے ایسی صورت میں یہ توبہ ایک مجبور شخص کی ہوگی جو غیر مقبول ہے ایسے انسان کیلئے اللہ تعالیٰ نے بڑا دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (صفوۃ التفاسیر)

يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑱

که کافر بمیرند ایں گروه آماده ساختیم برائے ایشاں عذاب درد دهنده

جو کافر مریں۔ یہ گروہ ہم نے انکے لئے تیار کر رکھا ہے تکلیف دینے والا عذاب

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاۗءَ كَرْهًا ۭ

اے مومنان حلال نیست شما را آنکه میراث گیرید زنانرا و ایشاں ناخوش باشند

اے مومنو! حلال نہیں ہے تمہارے لئے کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ اور وہ سب ناخوش ہوں

وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ

و منع مکنید ایشانرا تا بدست آرید بعض آنچه داده اید ایشانرا مگر

اور انھیں مت منع کرو تا کہ لے لو اسکا بعض جو تم نے انھیں دیا ہے مگر

اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ

وقتیکه بکنند کار بد آشکارا میتوں ایذا داد و زندگانی کنید با زنان بوجه پسندیده

جس وقت کہ صریح برا کام کریں تو ایذا دیا جا سکتا ہے اور سلوک کرو عورتوں سے پسندیدہ طریقے سے

فَاِنْ كَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَھُوْا شَـيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ

زیرا که اگر ناپسند کنید ایشانرا پس شاید که ناپسند کنید چیزیرا و پیدا کند خدا

اس لئے کہ اگر تم انھیں ناپسند کرو تو عجب نہیں شاید کہ ناپسند کرو کسی چیز کو اور اللہ

فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ⑲ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ

دراں خیر بسیار و اگر خواهید بدل کردن زنی بجائے

اس میں بہت بھلائی پیدا کر دے ۱ اور اگر تم بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ

زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ

زنے و داده باشید یکے از ایشاں قنطار پس باز مگیرید از آں مال

دوسری عورت اور ان میں سے ایک کو ڈھیروں مال دے چکے ہو تو مت لو اس مال سے ۲

تفسیر اظہار العرفان

۱ بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ (دورِ جاہلیت میں) جب کوئی شخص مر جاتا تو اسکے وارث اسکی بیوی کے بھی حقدار ہوتے تھے اگر ان میں سے کوئی چاہتا تو اس سے خود نکاح کر لیتا اور اگر اس عورت کا کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتے تو اس میں بھی عورت کے میکے والوں کی نسبت انکا حق فائق ہوتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ جب ابو قیس بن اسلت فوت ہوا تو اسکے بیٹے نے اسکی بیوی (سوتیلی ماں) سے نکاح کرنا چاہا (زمانہ جاہلیت میں لوگ ایسا کرتے تھے) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) یہاں سے اللہ تعالیٰ ان ایذا سے اہل ایمان کو منع فرما رہا ہے جو ایذائیں زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو دی جاتی تھی اور یہ مختلف انواع کی ہیں۔ پہلی قسم: میت کے وارثین مال اپنی جانب واپس کر لیتے تھے اور عورت کو کچھ نہیں دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس حرکت سے منع کرتے ہوئے فرمایا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاۗءَ۔ دوسری قسم: وہ لوگ عورتوں کو اس قدر ستاتے تھے کہ عورتیں مال واپس دیکر اپنی جان چھڑانے پر مجبور ہوتی تھیں۔ اکثر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ان میں ایک شخص تھا جو اپنی بیوی کو ناپسند کرتا تھا اور اسے اپنے سے جدا کرنا چاہتا تھا اس نیت کی تکمیل کی غرض سے اس نے بیوی کو ستانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ عورت فدیہ دیکر خلع لینے پر مجبور ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قبیح حرکت سے روکتے ہوئے فرمایا وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ۔ تیسری قسم: عورتوں سے ناانصافی کرنا، انھیں جمال کی کمی کا طعنہ دینا اور نفقہ میں تنگی کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ چوتھی قسم: ایک بیوی کو ستانے کی غرض سے دوسری بیوی لانا۔ اسکا بیان اگلی آیت میں ہے۔ (غرائب القرآن) ۲ مروی ہے کہ ان میں ایک شخص تھا جب بھی وہ دوسری شادی کا ارادہ کرتا تو پہلی بیوی پر فحش کام کا الزام لگاتا یہاں تک کہ وہ عورت اسے فدیہ دیتی اور یہ شخص اس فدیہ سے دوسری شادی کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس قبیح فعل سے روکا اور بہتان و کذب سے منع فرمایا۔ (بیضاوی) حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ مطلقہ کے مال سے لینا حلال نہیں ہے اگرچہ کثیر ہی کیوں نہ ہو۔ (ابن جریر) جاننا چاہئے کہ اگر عورت کی جانب سے نافرمانی ہو تو خلع کا مال لینا شوہر کیلئے جائز ہے اور اگر نافرمانی شوہر ہی کی جانب سے ہو تو مالِ خلع لینا جائز نہیں ہے لیکن ملک کا فائدہ حاصل ہوگا جیسے وقتِ ندا بیع ناجائز ہے لیکن بیع ہونے پر ملک کا فائدہ حاصل ہوگا۔ بہتان کہتے ہیں ایک شخص کسی دوسرے شخص کی جانب قبیح فعل کا الزام لگائے اور وہ شخص اس سے بری ہو۔ حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی جانب وہ لے جائے جو اس میں نہ ہو تو یہ بہتان ہے۔ (غرائب القرآن) اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ مہر کی اکثر مقدار شریعت کی جانب سے معین نہیں ہے اسی پر اجماع منعقد ہے۔ حضرت ابو سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مہر کتنا تھا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ آپ کی ازواج کی مہریں بارہ اوقیہ اور نش، پھر حضرت عائشہ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ نش کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نش آدھے اوقیہ کو کہتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواج کا مہر پانچ سو درہم تھا صرف حضرت ام حبیبہ کا مہر چار ہزار درہم تھا۔ (مظہری)

شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ

چیزی آیا میگیرید آنرا بستم و گناہی آشکارا و چگونہ گیرید آنرا حال آنکہ

کچھ کیا تم اسے لو گے جھوٹ باندھ کر اور صریح گناہ سے اور کیونکر لو گے اسے حالانکہ

وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا

رسیدہ است بعض شما ببعض و گرفتند زنان از شما عہد

تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو اور عورتوں نے تم سے لیا ہے

غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾ وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ

محکم را و نکاح مکنید کسیرا کہ بنکاح با و کردہ باشند پدران شما از زنان لیکن آنچہ

پختہ وعدہ ۱؎ اور نکاح نہ کرو جن عورتوں سے نکاح کیا ہو تمہارے باپ نے لیکن جو

سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾

گذشت عفو است ہرآئنہ اینست کار بد و مبغوض و ایں بد راہی است

گذر چکا معاف ہے بیشک یہ برا اور ناپسندیدہ کام ہے اور یہ بری راہ ہے ۲؎

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ

حرام کردہ شدند برشما مادران شما و دختران شما و خواہران شما و خواہران پدران شما

حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہارے باپ کی بہنیں

وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ

و خواہران مادران شما و دختران برادر و دختران خواہر

اور تمہاری ماں کی بہنیں اور تمہارے بھائی کی بیٹیاں اور تمہاری بہن کی بیٹیاں

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ

و آں مادران شما کہ شیر دادہ اند شما را و خواہران شما

اور تمہاری وہ مائیں جس نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ افضاء کے بارے میں تین مذاہب ہیں۔ پہلا مذہب: اس سے مراد جماع ہے اور یہ مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مجاہد، حضرت سدی، زجاج اور امام شافعی کا ہے۔ دوسرا مذہب: اس سے مراد خلوتِ صحیحہ ہے خواہ اس خلوت میں وطی ثابت ہو یا نہ ہو۔ یہ مذہب کلبی، فراء اور امام ابوحنیفہ کا ہے۔ تیسرا مذہب: اس سے مراد پختہ وعدہ ہے۔ حضرت سدی، عکرمہ اور فراء کا کہنا ہے کہ مِیْثَاقًا غَلِیْظًا سے مراد یہ ہے کہ شوہر یہ کہے کہ میں نے اس عورت سے ان چیزوں کے عوض نکاح کیا جسے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے لازم قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ میثاق غلیظ سے مراد کلمہ نکاح ہے جو مہر پر معقود ہو۔ (غرائب القرآن) جاننا چاہیئے کہ صدر اول میں اس پر اتفاق رہا ہے کہ خلوتِ صحیحہ سے پوری مہر لازم ہے خواہ خلوتِ صحیحہ میں شوہر نے بیوی سے وطی کی ہو یا نہ کی ہو۔ اسی طرح شیخ ابو بکر رازی نے اپنے احکام میں نقل کیا، امام طحاوی نے اسی طرح نقل کیا ہے کہ اس میں صحابہ کا اجماع ہے، ابن منذر نے لکھا ہے کہ یہ قول ان صحابہ کا ہے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابوہریرہ ﷺ۔ (مظہری)

۲؎ عدی بن ثابت نے ایک انصار سے روایت کی ہے کہ جب ابوقیس بن اسلت کا (جو صالحین انصار میں سے تھے) انتقال ہو گیا تو اسکے بیٹے نے اسکی بیوی کو شادی کا پیغام بھیجا اس نے جواب دیا کہ تم بمنزلہ میرے لڑکے کے ہو اس لئے میں تم سے پناہ مانگتی ہوں اور تم اپنی قوم کے صالحین میں سے ہو۔ اس کے بعد وہ نبی کریم ﷺ کے پاس چلی گئی اور آپکو یہ صورتِ حال بتائی آپ نے فرمایا کہ (فی الحال) تم اپنے گھر واپس چلی جاؤ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ زہری نے روایت کی ہے کہ یہ آیت بعض انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب ان میں سے کوئی آدمی مر جاتا تو اسکا ولی اسکی عورت کی ملکیت کا سب سے زیادہ حقدار ہوتا تھا اور وہ اسکو تاحیات قید کر دیتا تھا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اس جگہ مسئلہ خلافیہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باپ کی مزنیہ سے نکاح درست نہیں ہے جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نکاح درست ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہے کہ نکاح وطی سے عبارت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ یہاں تک کہ غیر سے نکاح کرے اور اس پر اتفاق ہے کہ تحلیل مجرد عقد سے حاصل نہیں ہوتی ہے اسی طرح اللہ کا فرمان وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ اور یتیموں کو آزماؤ یہاں تک کہ وہ نکاح کو پہنچیں یعنی وطی کو۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ ناکح الید ملعون یعنی ہاتھ سے وطی کرنے والا ملعون ہے لہذا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ میں مزنیہ بھی شامل ہے اس لئے کہ وہ بھی موطوءہ ہے۔ (غرائب القرآن) مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بردہ ﷺ کو ایک شخص کے پاس بھیجا جس نے اپنے باپ کی عورت سے نکاح کیا تھا کہ اسے قتل کرے اور اسکے مال کو لے آئے۔ یہ فعل قبل اسلام عرب کے یہاں ناپسند تھا اور اسلام میں یہ فعل فاحشہ کہلایا۔ المقت ایسے بغض سے عبارت ہے جو استحقار سے مقرون ہو۔ بعض نے قبیح کے تین مراتب بیان کئے ہیں۔ قبیح عقلی: اسکی جانب لفظِ فاحشہ سے اشارہ کیا گیا ہے کیونکہ باپ کی بیوی ماں سے مشابہ ہے۔ قبیح شرعی: اسکی جانب "مقتا" سے اشارہ کیا گیا ہے۔ قبیح عادی: اسکی جانب وَسَآءَ سَبِيْلًا سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (غرائب القرآن)

وَ اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ

از جهت شیرخوارگی و مادران زنان شما و دختران زنان شما

رضاعت کے اعتبار سے بہنیں اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور تمہاری عورتوں کی بیٹیاں

وَ رَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ

که در کنار شما پرورش می یابند از بطن آن زنان شما

جو تمہاری گود میں پرورش پاتی ہوں تمہاری اس عورت کے بطن سے

نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ

که وطی کردید باایشاں پس اگر وطی نکرده باشید

کہ جس سے تم نے وطی کی ہو پس اگر وطی نہ کی ہو

تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ز وَ حَلَآئِلُ

باایشاں پس ہیچ گناه نیست برشما و زنان پسران شما

ان سے تو کوئی گناه نہیں ہے تم پر اور تمہارے بیٹوں کی عورتیں

اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ لا وَ اَنْ

که از پشت شما باشند و آنکه جمع کنید

جو تمہاری پشت سے ہوں اور یہ کہ تم جمع کرو

تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ

میان دو خواہر لیکن آنچه

دو بہنوں کو مگر جو

سَلَفَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٣﴾

گذشت عفو است هر آئنه خدا هست آمر زنده مهربان

گذر چکا (معاف ہے) بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے [1]

تفسیر اظہار العرفان

[1] جاننا چاہئے کہ اس آیت کریمہ میں ۱۴ قسم کی عورتوں کی تحریم کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں سے سات نسب کی جہت سے ہیں۔ مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور ان میں سے سات نسب کی جہت سے نہیں ہیں۔ رضاعی مائیں، رضاعی بہنیں، ساس، سوتیلی بیٹی، بشرطیکہ اسکی ماں سے نکاح کے بعد دخول ہوا ہو، بیٹے کی بیوی، باپ کی بیوی، (یہ اس سے پہلی والی آیت میں مذکور ہے) اور دو بہنوں کو جمع کرنا۔ واضح رہے کہ ماں اور بیٹی سے نکاح کی حرمت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہی ثابت ہے اور آپ کے بعد بھی دینِ الٰہی میں سے کسی دین میں بھی حلال نہیں ہوا۔ بہنوں سے نکاح کے بارے میں منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں ضرورتاً جائز تھا۔ بعض مشائخ نے تو اس سے بھی انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں انکے نکاح کیلئے حورانِ بہشت کو بھیجا تھا لیکن یہ بات غیر معقول ہے کیونکہ ایسی صورت میں اولادِ آدم سے نسل کہاں ثابت ہوگی۔ اس لئے بالاجماع مشائخ کا یہ قول باطل ہے۔ (تفسیر کبیر) ابن جریج سے روایت ہے کہ میں نے آیت وَ حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ کا تذکرہ عطا سے کیا تو آپ نے کہا کہ ہم کہا کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اسوقت نازل ہوئی۔ جب آپ نے زید بن حارثہ کی بیوی سے نکاح کیا جب مشرکین نے اس پر باتیں بنائیں تو یہ آیت اور وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآئَكُمْ وَ اَبْنَآئَكُمْ نازل ہوئیں۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) نوعِ اول امہات یعنی مائیں ان سے نکاح حرام ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی ماں سے نکاح کرلے اور اس سے دخول بھی ہو جائے تو حد لازم ہوگی جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حد لازم نہیں ہوگی۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ زنائے محض ہے اس لئے بموجب الزانية والزاني الخ حد جاری ہوگی۔ نوعِ ثانی بنات یعنی بیٹیاں ان سے بھی نکاح حرام ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بچی زنا سے پیدا ہو وہ زانی پر حلال ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی لڑکی سے زانی کا نکاح کرنا حرام ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا اس لئے نکاح درست ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ بربنائے حقیقت یہ لڑکی زانی کی بیٹی کہلائے گی۔ نوعِ ثالث اخوات یعنی بہنیں ان سے بھی نکاح حرام ہے۔ اس میں وہ بہنیں بھی شامل ہیں جو ماں اور باپ دونوں میں شریک ہوں، وہ بہنیں بھی جو فقط باپ میں شریک ہوں اور وہ بہنیں بھی جو فقط ماں میں شریک ہوں۔ نوعِ رابع اور خامس عمات اور خالات یعنی پھوپھیاں اور خالائیں ان سے بھی نکاح حرام ہے۔ نوعِ سادس اور سابع بنات الاخ اور بنات الاخت یعنی بھتیجیاں اور بھانجیاں ان سے بھی نکاح حرام ہے۔ نوعِ ثامن اور تاسع رضاعی مائیں اور رضاعی بہنیں ان سے بھی نکاح حرام ہے۔ دودھ پلانے والیوں کو حرمت کی وجہ سے ماں کہا گیا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو حرمت کے سبب سے امہات المؤمنین کہا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رضاعت سے وہ سب حرام ہیں جو نسب سے حرام ہیں۔ نوعِ عاشر ساس ان سے بھی نکاح حرام ہے۔ نکاح کے بعد ساس کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے خواہ دخول ہو یا نہ ہو۔ یہی اکثر صحابہ اور تابعین کا مذہب ہے۔ نوعِ حادی عشر وہ لڑکی جو شادی کے وقت دوسرے شوہر سے موجود ہو جسے سوتیلی بیٹی کہتے ہیں یہ اسوقت حرام ہے جب اسکی ماں سے وطی کرلی ہو۔ نوعِ ثانی عشر نسب کے بیٹے کی بیوی ان سے نکاح حرام ہے نوعِ ثالث عشر باپ کی بیوی۔ رابع عشر جمع بین الاختین یعنی دو بہنوں کو جمع کرنا۔ (تفسیر کبیر)

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ

و حرام کرده شدند زنان شوہر دار مگر آنچه مالک شده است دست شما لازم ساخت خدا

اور حرام کی گئیں شوہر دار عورتیں مگر وہ جسکا تمہارا ہاتھ مالک ہو جائے لازم کیا ہے اللہ نے تم پر اور حلال کیا گیا ہے

كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ

برشما حلال کرده شد شما را ما سوای این ہمہ محرمات حلال کرده شد کہ طلب نکاح کنید باموال خویش

تمہارے لئے ان محرمات کے سوا حلال کیا گیا ہے کہ تم اپنے اموال سے نکاح طلب کرو پرہیزگاری طلب کرتے

مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۗ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ

عفت طلب کنان نہ شہوت رانندگان پس کسیکہ لذت گرفتید با او زنان بدہید ایشانرا

ہوئے نہ کہ شہوت پرستی کرتے ہوئے پس جو کوئی اس سبب عورتوں سے لذت پکڑے تو انھیں

اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۗ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ

مہر ایشاں مقرر کرده شده و نیست گناه برشما در آنچه بایکدیگر راضی شدید

انکے مقرر کئے ہوئے مہر دیدو اور نہیں ہے کوئی گناہ تم پر اس میں کہ ایک دوسرے کے ساتھ راضی ہو جاؤ

بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٢٤﴾ وَمَنْ

بعد از مہر مقرر ہرآئنہ خدا ہست دانای استوار کار و ہر کہ

مہر مقرر کرنے کے بعد بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے [1] اور جو کوئی

لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ

نتواند از شما از جہت تونگری کہ نکاح کند زناں آزاد مسلمان را پس باید

تم میں سے مالی حیثیت سے قدرت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرے

مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

کہ نکاح کند از آنچه مالک او شده است دست جنس شما مراد کنیزگان شما اند کہ مسلمان باشند و خدا دانا تر است

پس نکاح کرے اس سے جو تمہارے قبضہ میں ہو مومنہ کنیزوں میں سے اور اللہ زیادہ جانتا ہے

تفسیر اظہار العرفان

[1] مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے جنگِ اوطاس میں قیدی گرفتار کیے جن کے ساتھ انکی عورتیں بھی گرفتار ہوئیں ہمیں اس بات سے نفرت ہوئی کہ ایسی لونڈیوں سے جماع کریں جن کے ساتھ انکے شوہر بھی ہوں۔ چنانچہ ہم نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آیت وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ نازل ہوئی یعنی وہ لونڈیاں جو تمہاری ملکیت میں ہوں ہم نے انھیں بر بنائے ملکیت تمہارے لئے حلال کیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت جنگِ حنین کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمانوں نے اہل کتاب کی چند عورتیں گرفتار کیں۔ جن کے شوہر بھی [ان کے ساتھ گرفتار ہوئے] تھے [ہم میں سے] جب بھی کوئی کسی لونڈی کے پاس جاتا تو کہتی کہ میرا شوہر [میرے ساتھ] ہے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ آیت مــا ملــكــت کا اطلاق اس لونڈی پر ہوگا جو اکیلی گرفتار ہو کر آئے۔ جس کے ساتھ اسکا شوہر بھی گرفتار ہوا ہو وہ صابی یعنی گرفتار کرنے والے پر حلال نہیں ہے۔ (روح المعانی) فقہائے کرام کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ اگر میاں اور بیوی دونوں ایک ساتھ گرفتار ہوں تو انکا کیا حکم ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انکا نکاح باقی رہتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ انکا نکاح باقی نہیں رہتا ہے۔ (عام کتب فقہ) جاننا چاہیئے کہ لفظِ احــصــان قرآنِ کریم میں چار معانی سے کیلئے آیا ہے (١) احصان بمعنی حریت یعنی آزاد جیسے فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ (٢) احصان بمعنی عفاف یعنی پرہیزگار جیسے وَالَّتِىْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا۔ (٣) احصان بمعنی اسلام جیسے فَاِذَا اُحْصِنَّ ای اذا اسلمن۔ (٤) احصان بمعنی ذات زوج یعنی شوہر والی عورت جیسے وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ (تفسیر کبیر) فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ الخ آیت کے اس ٹکڑے سے اہلِ تشیع متعہ پر دلیل قائم کرتے ہیں لیکن چند وجوہ سے انکا اس آیت سے دلیل قائم کرنا درست نہیں ہے۔ (١) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے منسوخ ہے يٰاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ "اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں طلاق دو انکی عدت کیلئے" (٢) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جوازِ متعہ کے فتوی سے رجوع کر لیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَتُوْبُ اِلَيْكَ مِنْ قَوْلِىْ فِى الْمُتْعَةِ وَالصَّرْفِ یعنی اے اللہ میں تیری طرف اپنے متعہ اور قول کے صرف سے رجوع کرتا ہوں۔ (٣) عورت سے وطی کے دو اسباب ہیں زوجیت اور ملکیت کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ "اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور باندیوں کے" متعہ میں یہ دونوں اسباب نہیں پائے جاتے ہیں۔ (٤) نکاح سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے اسکا نسب ثابت ہوتا ہے لیکن متعہ سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب بالاتفاق ثابت نہیں ہوتا۔ (٥) نکاح سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ باپ کے اموال سے میراث پاتا ہے لیکن متعہ سے پیدا ہونے والا بچہ بالاتفاق میراث نہیں پاتا ہے۔ (٦) طلاق یا شوہر کے انتقال پر عورت پر عدت لازم ہے لیکن متعہ میں نہیں ہے۔ اس کے علاوہ متعہ کی حرمت پر احادیثِ صحیحہ سے دلائل موجود ہیں لیکن یہاں قلتِ جا کی بناء پر پیش کرنے سے معذور ہیں۔ پیش کئے گئے دلائل کے حوالہ جات یہ ہیں۔ (تفسیر کبیر، غرائب القرآن، بیضاوی)

بِاِيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ

بایمان شما بعض شما از جنس بعضے است پس نکاح کنید کنیزگانرا بدستوری خدا وندان ایشاں

تمہارے ایمان کو، تمہارا بعض بعض کے جنس سے ہے پس نکاح کرو کنیزوں سے انکے مالکوں کی اجازت سے

وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ

و بدہید ایشانرا مہر ایشاں بخوشخوی در حالیکہ عفیف باشند نہ زنا کنندہ

اور انکے مہر انھیں بھلائی کے ساتھ دو اس حال میں کہ پرہیزگار ہوں نہ زنا کرنے والیاں

وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ

و نہ دوست پنہانی گیرندہ پس آنہنگام کہ نگہدارند فرج خود را پس اگر بیایند بزنا

اور نہ مخفی طور پر دوست رکھنے والیاں پس جب اپنے فرج کی حفاظت کریں اگر زنا لائیں

فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ

پس بر ایشاں لازم بود نیمۂ آنچہ لازم است بر زنان آزاد بے شوہر از عذاب خدا

تو اس پر اسکا نصف لازم ہے جو لازم ہے بے شوہر عورتوں پر اللہ کے عذاب سے

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ

آں نکاح برای کسی است کہ ترسد از رنج از شما و اگر صبر کنید بہتر است شما را

یہ نکاح اس کے لئے ہے جو تم میں سے تکلیف سے ڈرتا ہو اور اگر صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٥﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ

و خدا آمر زندہ مہربان است میخواہد خدا کہ بیان میکند برائے شما و بنماید شما را

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے[1] اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے بیان کرے اور ظاہر فرما دے تمہارے لئے

سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٦﴾

راہ ہای کسانیکہ پیش از شما بودند و برحمت باز گردد بر شما و خدا دانای استوار کار است

راہیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے تھے اور رحمت سے تم پر رجوع فرمائے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے[2]

تفسیر اظہار العرفان

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں باندی سے مراد بھائی کی باندی ہے کیونکہ اپنی باندی سے نکاح جائز نہیں ہے۔ فتیـــات بمعنی مملوکات ہے کیونکہ عرب والے باندی کو فتــاۃ کہتے تھے اور عبد کو فتی کہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے ہرگز کوئی عبدی نہ کہے بلکہ یوں کہے فتای اور فتــاتی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے باندی سے نکاح کو تین شرائط سے مشروط فرمایا۔ ان میں سے دو ناکح سے متعلق ہیں۔ (۱) مرد جب آزاد عورت سے نکاح کی استطاعت نہ رکھے۔ (۲) رنج کا خوف ہو جو کہ اسی آیتِ کریمہ کے آخر میں یوں ارشاد ہے ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ "یہ نکاح اس کیلئے ہے جو تم میں سے تکلیف سے ڈرتا ہو" (۳) باندی مسلمان کی ہو اور مومنہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ "مومنہ کنیزوں میں سے" امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نکاحِ باندی کے جواز میں غنی اور فقیر سب برابر ہیں۔ اس لئے کہ لفظ نکاح آیت میں وطی پر محمول ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ زجاج کہتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ تم سب ایمان کے ظاہر پر عمل کرو اس لئے کہ تم سب ظواہر امور پر مکلف بنائے گئے ہو اور اللہ وہ بھی جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے۔ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ باندی کا نکاح اسکے آقا کی اجازت کے بغیر باطل ہے۔ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ یعنی عورتوں کو ان کے مہر دو۔ یہ دلیل ہے کہ جب نکاح مہر پر ہو تو مہر دینا واجب ہے۔ بعض نے کہا کہ یہاں اجور سے مراد نان نفقہ ہے کیونکہ مہر مقرر ہے اس لئے اشتراطِ معروف کیا معنی رکھتا ہے۔ جمہور کے نزدیک باندی کے مہر کا مالک اسکا آقا ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ یعنی اللہ نے ایسے عبد کی مثال دی جو کسی شے کا مالک نہیں ہوتا ہے یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مملوکہ کسی شے کی مالکہ نہیں ہوتی اور اس لئے بھی کہ مملوکہ کے منافع کا حق اسکے آقا کو ہے۔ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ یہاں محصنات میں دو احتمال ہیں اول احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد آزاد شوہر والی عورتیں ہیں اس صورت میں آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ ان باندیوں کیلئے فحش لانے کیلئے نصف رجم ہے اور نصف رجم محال ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ باندیوں سے رجم دلیلِ عقلی سے ساقط ہے کیونکہ رجم کو نصف نہیں کہا جاسکتا ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد آزاد بے شوہر والی عورتیں ہیں اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ان باندیوں کیلئے فحش لانے کی صورت میں ۵۰ کوڑے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ خوارج انکارِ رجم پر متفق ہیں۔ دلیل یہ قائم کرتے ہیں کہ باندی کیلئے آزاد کے مقابلے میں نصف سزا ہے پس اگر آزاد کیلئے رجم ثابت ہوگا تو اسکا مطلب یہ ہے کہ باندیوں کیلئے نصف رجم ہے اور یہ محال ہے اس لئے کہ رجم نام کی کوئی سزا اسلام میں نہیں ہے۔ اہل سنت اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ باندی سے رجم کا ساقط ہونا دلیلِ عقلی سے ثابت ہے اس لئے کہ رجم کا نصف باندی کے حق میں ثابت نہ ہوگا لیکن آزاد کیلئے رجم کی سزا اسلامی طور پر ثابت ہے۔ (غرائب القرآن وتفسیر کبیر) [2] یعنی اللہ تعالیٰ یہ ارادہ فرماتا ہے کہ تم حلال اور حرام کے احکام پر پوری طرح عمل کرو اور ان پر عمل کر کے اپنے اعمال میں حسن پیدا کرو۔ اس لئے تمہارے واسطے اگلوں کی راہیں ظاہر فرماتا ہے تا کہ تم انھیں دیکھ کر اپناؤ۔ (بیضاوی)

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ

وخدا میخواہد کہ برحمت باز گردد برشما و میخواہد آنانکہ پیروی

اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر رحمت سے رجوع فرمائے اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو پیروی

الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝٢٧ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ

شہوات کنند کہ کجروی کنید کجروی عظیم میخواہد خدا کہ

کرتے ہیں شہوات کی کہ تم بڑی کج روی کرو ١ اللہ چاہتا ہے کہ

يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝٢٨ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

سبک کند از شما و آفریدہ شدہ است آدمی ضعیف اے

تم سے ہلکا کرے اور آدمی کمزور پیدا کیا گیا ٢ اے

اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ

مومنان مخورید اموال خود را درمیان خویش بناحق مگر وقتیکہ آں داد ستہ

مومنو! نہ کھاؤ اپنے اموال کو اپنے درمیان ناحق مگر جب کہ وہ لین دین

تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تجارت باشد بعد رضامندی یکدیگر از ایشاں و مکشید خویشتن را ہرآئنہ خدا

تجارت ہو تمہارے درمیان ہر ایک دوسرے کی رضامندی کے بعد اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو بیشک اللہ

كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝٢٩ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ

ہست بشما مہربان و ہرکہ چنیں کند بعدی و ستم در

تم سب پر مہربان ہے ٣ اور جو کوئی ایسا کرے زیادتی اور ظلم سے تو

نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝٣٠ اِنْ تَجْتَنِبُوْا

آریمش بدوزخ و ہست ایں برخدا آسان اگر احتراز کنید

ہم اسے لائیں گے دوزخ میں اور یہ اللہ پر آسان ہے ٤ اگر تم احتراز کرو

١ کہا گیا ہے کہ مجوس بہن، بہن کی بیٹی اور بھائی کی بیٹی کو حلال سمجھتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے انھیں حرام کردیا تو کہنے لگے کہ تم لوگ خالہ کی بیٹی اور پھوپھی کی بیٹی کو حلال سمجھتے ہو اور خالہ اور پھوپھی کو حرام سمجھتے ہو پس تم سب لوگ بھائی اور بہن کی بیٹی سے بھی نکاح کرو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ سے معتزلہ دلیل قائم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب سے توبہ کا ارادہ فرماتا ہے اور چاہتا ہے کہ ہر ایک اسکی اطاعت کرے۔ ہمارے اصحاب اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ محال ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ فاسق توبہ نہیں کریگا اور جسکے بارے میں علم ہو کہ وہ توبہ نہیں کریگا اس سے توبہ کی امید رکھنا ضد ہے۔ اس لئے صحیح نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت مجاہد فرماتے ہیں يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح وہ لوگ زنا کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ویسے تم لوگ بھی ملوث ہو جاؤ۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس سے خاص یہود مراد ہے۔ (ابن جریر)

٢ تخفیف کے بارے دو اقوال ہیں۔ پہلا قول: اس سے مراد عند الضرورت باندی سے نکاح ہے۔ یہ قول حضرت مجاہد اور مقاتل کا ہے۔ دوسرا قول: ان دونوں کے علاوہ باقی کہتے ہیں کہ یہ احکام شرع میں عام ہے اور اسکا اطلاق ہر اس حکم پر ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کے طور پر آسان کردیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں بنائی۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں تمہارے پاس آسان دین لے کر آیا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سورہ نساء میں آٹھ ایسی آیات ہیں جو اس امت کیلئے خیر ہیں۔ اس دن سے جس میں سورج طلوع ہوا اور غروب ہو اور وہ یہ ہیں۔ (١) يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ (آیت ٢٦) (٢) وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ (آیت ٢٧) (٣) يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ (آیت ٢٨) (٤) اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ (آیت ٣١) (٥) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (آیت ٤٨) (٦) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (آیت ٤٠) (٧) وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ (آیت ١١٠) (٨) مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ (آیت ١٤٧) (تفسیر کبیر و بیضاوی) حضرت طاؤس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو جماع کے معاملے میں کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ ان ہی سے روایت ہے کہ انسان کو عورتوں کے معاملے میں کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ (ابن جریر) ٣ یعنی وہ طریقہ جو تمہارے لئے جائز نہ ہو جیسے غصب، سود اور جوا۔ لیکن جو تجارت جائز ہوا سے باہم رضامندی سے اپناؤ یا اس تجارت کا قصد کرو۔ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ یعنی بخل کر کے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو یا اپنے نفس کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ مروی ہے کہ حضرت عمرو بن عاص ﷺ نے سردی کے خوف سے تیمم کی تاویل کی نبی کریم ﷺ نے اسکا انکار نہیں فرمایا۔ (بیضاوی) ٤ یہ اشارہ قتل کی جانب ہے یا جن محرمات کا تذکرہ پہلے گذرا انکی جانب ہے۔ بعض نے کہا کہ عدوان سے مراد غیر پر ظلم ہے اور ظلم سے مراد اپنے نفس پر زیادتی کرنا ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ترک حق میں افراط کو عدوان اور ظلم کہتے ہیں۔ (بیضاوی)

كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ

از کبائر منهیات که نهی کرده شدید از آں در گذرانیم از شما گناهان شما و در آریم شما را

بڑے منہیات سے کہ جس سے تمہیں روکا گیا (تو) ہم تمہارے گناہوں کو تم سے مٹادینگے اور تمہیں داخل کرینگے

مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى

بمحل گرامی و تمنا مکنید مرتبه را که خدا باں بزرگی داده بعض شما را بر

کرم کی جگہ میں ١ اور مرتبہ کی تمنا نہ کرو جو اللہ نے بزرگی دی تم میں سے بعض کو

بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ

بعض مردانرا هست بهره از آنچه حاصل کرده اند و زنانرا هست بهره

بعض پر مردوں کیلئے حصہ ہے اس سے جو ان سب نے حاصل کیا ہے اور عورتوں کیلئے ہے حصہ

مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ

از آنچه حاصل کرده اند و سوال کنید بخدا از بخشایش او هرآئنه خدا هست بهر

اس سے جو ان سب نے حاصل کیا ہو اور اللہ سے اسکی بخشائش کا سوال کرو بیشک اللہ ہر

شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٣٢﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ

چیز دانا و مقرر کردیم وارثان برای هرچیزی از آنچه گذاشته اند پدر و مادر و

چیز کا جاننے والا ہے ٢ اور ہم نے مقرر کر دیا ہر چیز کیلئے وارثان جو چھوڑ جائیں ماں اور باپ اور

الْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ

خویشان و کسانیکه ایشانرا مربوط ساخته است عهد شما پس بدهید ایشانرا بهره ایشانرا

رشتے دار اور جن لوگوں سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں پس انھیں دو انکا حصہ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿٣٣﴾ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ

هر آئنه خدا است هر هر چیز گواه مردماں تدبیر کار کننده مسلط شده اند

بیشک اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ٣ تدبیر کرنے والے مردوں کو مسلط کیا گیا

تفسیر اظہار العرفان

١ اس آیت کریمہ میں کبائر کے تعین میں چند اقوال ہیں۔ (١) سورہ نساء کی اول آیت سے یہاں تک ۳۰ آیات ہیں ان ہی آیات کے احکام کی نافرمانی کو کبائر کہا گیا ہے۔ (٢) کبائر سات ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطاب کے دوران ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! سن لو کبائر سات ہیں آپ نے یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا اور پھر ساتھ ہی گنتی بھی بتائی۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' کسی جان کو ناحق قتل کرنا' پاک دامن عورت پر الزام لگانا' یتیم کا مال کھانا' سود کھانا' جنگ کے روز پیٹھ دیکر بھاگنا اور ہجرت کے بعد ارتداد کا شکار ہونا۔ (٣) کبائر نو ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کبائر نو ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' کسی نفس کو ناحق قتل کرنا' جنگ کے روز فرار ہونا' محصنہ پر تہمت لگانا' سود کھانا' یتیموں کا مال ظلمًا کھانا' مسجدِ حرام میں الحاد کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ (٤) کبائر چار ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کبائر یہ ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا' اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا' نیکیاں چھوڑ کر اللہ کی رحمت سے آس لگانا اور اللہ کی دشمنی میں آنا۔ (٥) ہر وہ کام جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے وہ کبیرہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس کبائر کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کل ما نهى الله عنه فهو كبيرة یعنی ہر وہ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہ کبیرہ ہے۔ (٦) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ کیا کبائر سات ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ستر کے قریب ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ ۷۰۰ سو کے قریب ہیں۔ (٧) کبائر تین ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کبائر تین ہیں۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا' اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امید کر کے گناہ کرتے رہنا اور اللہ تعالیٰ سے مکر کرنا۔ (٨) ہر وہ کام جسکے کرنے پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہر وہ گناہ جس کے سبب اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈالے یا اسکے غضب کا سبب ہو یا لعنت کا سبب ہو یا عذاب کا سبب ہو۔ (ابن جریر) ٢ ترمذی اور حاکم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ام سلمہ نے عرض کی کہ مرد جہاد کرتے ہیں جبکہ عورتیں جہاد نہیں کرتیں۔ [اس لئے جہاد کے ثواب سے محروم ہیں] اور میراث میں بھی عورتوں کا حصہ نصف ہے یعنی دونوں طرح سے عورتیں گھاٹے میں ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کی کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! میراث میں بھی عورتوں کا حصہ مردوں کے حصے سے آدھا ہے اور شہادت میں بھی دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے کیا اعمال میں بھی ہمارا حصہ اسی طرح سے ہے کہ جب کوئی عورت نیکی کا کام کرے تو اسکے لئے آدھی نیکی لکھی جائیگی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ٣ داؤد بن حصین کہتے ہیں کہ میں ربیع کی بیٹی ام سعد کے سامنے' جبکہ وہ حجرہ ابوبکر میں مقیم تھیں قرآن پڑھ رہا تھا جب وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ پڑھا تو انھوں نے کہا کہ نہیں' اس طرح نہیں بلکہ وَالَّذِيْنَ عَاقَدَتْ پڑھو اور کہو کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور انکے بیٹے کے بارے میں نازل ہوئی جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے اسلام لانے سے انکار کر دیا تھا اور انھوں نے اسے اپنی وراثت سے عاق کر دینے کی قسم کھا لی تھی پھر جب وہ مسلمان ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکو وراثت کا حقدار ٹھہرا دیا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ

برزنان بسبب آنکه فضل نهاده است خدا بعضے آدمیاں را بر بعض و سبب آنکه

عورتوں پر اس سبب سے جو اللہ نے فضیلت دی انکے بعض کو بعض پر اور اس سبب جو

اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ

خرچ کردند از اموال خویش پس زناں نیکوکار فرمابردارنده نگاہدارنده

انھوں نے اپنے اموال سے خرچ کیا پس نیکوکار عورتیں حکم ماننے والیاں حفاظت کرنے والیاں

لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ

بر غیبت ازواج را بآنچه نگہداشت خدا و آں زنانیکه می ترسید نافرمانی ایشانرا

شوہر کی غیر موجودگی میں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی سے تم ڈرتے ہو

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ

پس پند گوئید ایشانرا و ببرید از ایشاں در خوابگاہہا و بزنید ایشانرا زدنی

پس انھیں نصیحت کرو اور جدا ہو جاؤ ان سے خوابگاہوں میں اور انھیں مارو

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

پس اگر فرمانبرند شما را پس مطلبید بر ایشاں راه بیدادی هرآئنه خدا

پس اگر تمہاری فرمانبرداری کریں تو پس ان پر ظلم کی راہ مت طلب کرو بیشک اللہ

كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا

هست بلند مرتبه بزرگ قدر و اگر دانید ناسازگاری میان مرد و زن پس برانگیزید

بلند مرتبہ ہے ۱ اور اگر تم جانو کہ مرد اور عورت کے درمیان سازگاری نہ ہوگی تو بھیجو

حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ

داوری که حکم کند از کسان شوهر و میانجی دیگر از کسان زن اگر خواهند

ایک عادل جو فیصلہ کرے مرد والوں کی جانب سے اور دوسرا قاصد عورت والوں کی طرف سے اگر وہ دونوں چاہیں

۱ حضرت حسن روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی کہ اس نے مجھے تھپڑ مارا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''القصاص'' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور وہ عورت قصاص لئے بغیر واپس چلی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری اپنی بیوی کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انصاری کی بیوی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! اس نے مجھے اسقدر مارا کہ میرے چہرے پر ضربوں کے نشان پڑ گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس نے اچھا کام نہیں کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) مردوں کی فضیلت عورتوں پر کئی وجوہ سے ثابت ہے۔ ان میں سے بعض صفاتِ حقیقیہ ہیں اور بعض احکامِ شرعیہ۔ صفاتِ حقیقیہ دو امر کی جانب لوٹتی ہیں علم اور قدرت۔ اس میں شک نہیں ہے کہ مردوں کے عقول اور علوم عورتوں کی نسبت زیادہ ہیں اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ طاقت کے اعتبار سے بھی مرد زیادہ ہوتے ہیں۔ احکامِ شرعیہ کے اعتبار سے بھی مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے مثلاً تمام انبیاء کا مرد ہونا' امامتِ کبریٰ اور صغریٰ کا مستحق مردوں کو قرار دینا' اذان اور خطبہ کیلئے صرف مردوں کا انتخاب کرنا وغیرہ یہ سب کے سب مردوں کی فضیلت پر دال ہیں۔ (تفسیر کبیر) اس آیت کریمہ میں عورتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱) صالحات یعنی وہ عورتیں جو اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرتی ہوں اور شوہر کی غیر موجودگی میں حقوق زوج کی حفاظت کرتی ہوں (۲) غیر صالحات یعنی وہ عورتیں جن کی نافرمانیاں قرائن سے ظاہر ہوں۔ (غرائب القرآن) جاننا چاہئے کہ عورت اسوقت تک صالحہ نہیں ہوسکتی جب تک شوہر کی فرمانبرداری نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صالحات کے ساتھ قانتات بھی ارشاد فرمایا ہے اور قانتات مطیعات کے معنی میں ہے۔ واحدی کہتے ہیں کہ لفظِ قنوت اطاعت کا فائدہ دیتا ہے اور یہ عام ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت بھی شامل ہے اور شوہر کی اطاعت بھی۔ شوہر کی غیر موجودگی میں حفاظت کے تین مفہوم ہیں۔ (۱) عورت اپنے آپ کو زنا سے بچائے کیونکہ اسکے سبب شوہر کو شرمندگی سے دوچار ہونا پڑیگا اور اس لئے بھی کہ ولد غیر کے نطفہ سے پروان چڑھے ہوگا۔ (۲) شوہر کی غیر موجودگی میں اسکے مال کی حفاظت کرنا' غیر ضروری مقام پر خرچ کر کے مال کو ضائع نہ کرے۔ (۳) عورت اپنے آپکو ایسے کاموں سے محفوظ رکھے جو اسکے شوہر کو ناپسند ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہترین عورت وہ ہے جسے تم دیکھو تو تمہیں خوش کر دے اور جب تم اسے حکم دو تو اطاعت کرے اور اگر تم ان سے غائب ہو تو تمہارے مال اور آبرو کی حفاظت کرے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (تفسیر کبیر) عورت سے جب نافرمانی سرزد ہو یا اسکے آثار ظاہر ہوں تو اولاً اسے نصیحت کی جائے اسکے باوجود بھی اگر وہ اطاعت نہ کرے تو ان سے بستر الگ کرنے کا حکم ہے۔ بعض نے یہ کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان سے کلام بند کر دیا جائے لیکن یہ کلام تین دن سے زیادہ بند نہ ہونا چاہئے۔ اسکے باوجود بھی نافرمانی کرے تو حسبِ ضرورت ضرب مباح ہوگی' لیکن ترکِ ضرب اولیٰ ہے۔ (غرائب القرآن)

اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

بصلاح آوردن سازگاری افگند خدا درمیان ایشاں ہرآئنہ خدا ہست دانا

صلاح لانا (تو) اللہ انکے درمیان موافقت ڈال دیگا بیشک اللہ جاننے والا

خَبِيْرًا ۝۳۵ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ

آگاہ و پرستید خدارا و شریک او مقرر مکنید چیزیرا و بہ پدر و مادر

خبردار ہے ۱ اور تم سب اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ

اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ

نیکوکاری کنید و بخویشان و یتیمان و گدایان و

کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اور محتاجوں کے ساتھ اور قرابت دار ہمسایہ کے ساتھ اور

الْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ

ہمسایہ خویشاوند و ہمسایہ اجنبی و ہم نشین بر پہلو نشستہ

اجنبی ہمسایہ کے ساتھ اور پہلو میں بیٹھنے والے ساتھی کے ساتھ

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

و بمسافر و بآنچہ دست شما مالک او شد ہرآئنہ خدا دوست ندارد

اور مسافر کے ساتھ اور جسکا تمہارا ہاتھ مالک ہو بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا ہے اس شخص کو جو تکبر کرنیوالا ہو اور بڑائی

مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝۳۶ ۙ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ

کسی را کہ باشد متکبر خود ستایندہ دوست ندارد آنانرا کہ بخل میکنند و امر میکنند

مارنے والا ہو ۲ (دوست نہیں رکھتا) ان لوگوں کو جو بخل کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں

النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ

مردماں را بخل و می پوشند آنچہ دادہ است ایشانرا خدا از فضل خود و

لوگوں کو بخل کرنے کا اور چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا اور ۳

۱ پچھلی آیت میں عورت کی نافرمانی کرنے پر اسے نصیحت کے طور پر بستر الگ کرنے اور مارنے کا حکم دیا گیا تھا اب ضرب کے بعد معاملہ فیصلہ ہی کا رہ جاتا ہے۔ اس لئے حَـكَـم یعنی فیصلہ کرنے والا مقرر کرنے کا کہا جارہا ہے۔ حَـكَـم کیلئے ضروری ہے کہ وہ متقی ہو اور ایسا ہو کہ دونوں فریق اسکے فیصلے کو تسلیم کرنے کو تیار ہوں۔ اسی طرح عاقل' بالغ' حریت اور مسلمان ہونا بھی ضروری ہے اور مستحب ہے کہ حَـكَـم دونوں کے رشتہ دار ہوں کیونکہ رشتہ داران دونوں کے باطنی معاملات سے بھی واقف ہونگے اس لئے انھیں فیصلہ کرنے میں سہولت ہوگی۔ (تفسیر کبیر و غرائب القرآن) حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میاں بیوی کے درمیان اختلاف ہو جائے تو اولًا نصیحت کی جائے اگر اسے سمجھانے سے معاملہ ختم ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ ثانیًا اس سے بستر الگ کرلیا جائیگا اگر اس طرح معاملہ درست ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ ثالثًا اسے تنبیہ کے طور پر مارا جائیگا اگر اس سے معاملہ درست ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ رابعًا اور آخری قدم یہ ہے کہ پھر اس معاملہ کو حاکم وقت کی جانب لے جائیں گے۔ لڑکا اور لڑکی کی طرف سے ایک ایک حَـكَـم مقرر کئے جائیں گے۔ (ابن جریر)

۲ جو اللہ تعالٰی کی عبادت کرے اور اسکے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے تو اسکا عمل ضائع ہوگا اور اسکی کوشش بیکار ہو گی۔ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اسکی تقدیر یوں ہوگی واحسنوا بهما احسانا یعنی ماں اور باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى اس سے مراد قرب جوار [قریبی ہمسایہ] ہیں۔ وَالْجَارِ الْجُنُبِ سے مراد بُعد جوار [دور کے ہمسایہ] ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جسکا پڑوسی اسکے شر سے محفوظ نہ ہو' خبردار پڑوسی چالیس گھروں تک ہے۔ زہری کہتے ہیں کہ اسکے گھر سے ہر جانب چالیس گھر مراد ہیں۔ بعض نے کہا کہ اَلْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى سے مراد نسب قریب کا پڑوسی ہے اور اَلْجَارِ الْجُنُبِ سے مراد اجنبی پڑوسی ہے اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اَلصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ سے مراد عورت ہے اس لئے کہ وہ مرد کے ساتھ رہتی ہے اور اسکی خوابگاہ بھی مرد کے ایک جانب ہوتی ہے۔ ابن سبیل سے مراد مسافر ہے جو اپنے شہر سے دور ہو یا اس سے مراد مہمان ہیں۔ (غرائب القرآن) ۳ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے علماء اپنے علم میں بخل کرتے تھے اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ کعب بن اشرف کا حلیف کردم بن زید' اسامہ بن حبیب' نافع بن ابی نافع' بحری بن عمرو' یحی بن اخطب [بعض روایت میں حیی بن اخطب ہے] اور رفاعہ بن زید بن تابوت انصار کے پاس جاکر انھیں مشورہ دیتے تھے کہ یہ جو تم اپنے اموال اللہ کی راہ میں بڑھ چڑھ کر خرچ کرتے ہو اس طرح سے تمہارا مال ختم ہو جائیگا اور تم فقیر ہو جاؤ گے اور اس طرح سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے تم مال خرچ کرنے میں سبقت نہ کرو۔ انھیں لوگوں کے بارے میں اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ سے وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا تک آیات نازل ہوئیں۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) بخل لغت میں منعِ احسان کو کہتے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں منعِ واجب [جیسے زکوٰۃ' صدقہ فطر ادا نہ کرنے] کو بخل کہتے ہیں۔ اس سے پہلے جن اصناف کا ذکر کیا گیا تھا وہ سب اغلب میں احسان بالمال کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لئے اب بخل بالمال کی مذمت کی جارہی ہے۔ (غرائب القرآن)

اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا ﴿٣٧﴾ وَالَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ

آماده ساختیم برائے کافران عذاب رسوا کننده و آنانکه خرج میکنند

ہم نے تیار کیا ہے کافروں کیلئے رسوا کرنے والا عذاب اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں

اَمۡوَالَهُمۡ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡيَوۡمِ

اموال خود را برائے نمودن مردمان و معتقد نیستند بخدا و نہ روز

اپنے اموال کو لوگوں کو دکھانے کیلئے اور اللہ پر اعتقاد نہیں رکھتے اور نہ روزِ

الۡاٰخِرِ ؕ وَمَنۡ يَّكُنِ الشَّيۡطٰنُ لَهٗ قَرِيۡنًا فَسَآءَ قَرِيۡنًا ﴿٣٨﴾ وَمَا

قیامت و ہر کہ شیطان یار او باشد پس وی بد یاریست و چہ

قیامت پر اور جسکا ساتھی شیطان ہو پس وہ کتنا برا ساتھی ہے ۱ اور کیا

ذَا عَلَيۡهِمۡ لَوۡ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا

زیاں بود اگر ایمان می آوردند بخدا و روز آخرت و خرچ می کردند از آنچہ

نقصان ہوتا ان پر اگر وہ سب اللہ پر ایمان لاتے اور آخرت کے دن پر اور خرچ کرتے اس سے جو

رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمۡ عَلِيۡمًا ﴿٣٩﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ

خدا داده است و ہست خدا بایشاں دانا ہر آئنہ خدا ستم نمیکند

اللہ نے انہیں دیا اور اللہ ان سب کا جاننے والا ہے ۲ بیشک اللہ ظلم نہیں فرماتا

مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنۡ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفۡهَا وَيُؤۡتِ

وزن ذره و اگر آں عمل نیکی باشد دو چنداں کندش و بدہد

ذرہ برابر اور اگر وہ عمل نیکی ہو تو اسے دوگنا فرمائیگا اور

مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿٤٠﴾ فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۭ

از نزدیک خود مزد بزرگ پس چہ حال باشد آنگاه کہ بیاریم از ہر قوم

اپنے پاس سے اسے بڑا اجر دیگا ۳ پس کیا حال ہوگا جب ہم لائیں گے ہر قوم میں سے

۱ واحدی کہتے ہیں کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ریاء کا لفظ نفاق کیلئے زیادہ مناسب ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ یہ لوگ عداوتِ رسول ﷺ میں مال خرچ کیا کرتے تھے۔ اس سے پہلی آیت میں جب ان لوگوں کا ذکر ہوا جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ نہیں کرتے تھے تو اب اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہورہا ہے جو دینِ اسلام سے روکنے کیلئے مال خرچ کرتے ہیں۔ اس انفاق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے اس لئے کہ اگر اللہ پر ایمان رکھتے تو اللہ کیلئے خرچ کرتے یا آخرت کیلئے۔ وَمَنۡ يَّكُنِ الشَّيۡطٰنُ الخ یعنی اس قسم کے افعال والوں کیلئے شیطان انکا دوست ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان وَمَنۡ يَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ یعنی جو رحمٰن کے ذکر کو چھوڑ کر زندگی بسر کریگا ہم اس پر شیطان کو مسلط کر دینگے اور وہ اسکے لئے ساتھی ہو جائیگا۔ (تفسیر کبیر و غرائب القرآن)

۲ یعنی ان لوگوں پر کون سی شے ہے کہ وہ ریا کاری کیلئے خرچ کرتے ہیں اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہیں اگر یہ لوگ آخرت پر یقین رکھتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے اور اپنے اموال کو فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خرچ کرتے تو ضرور ان کیلئے آخرت میں اسکا بدلہ ہوتا۔ (ابن جریر)

۳ جاننا چاہئے کہ یہ آیت تین امور کی بناء پر وعدہ پر مشتمل ہے۔ (۱) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ۔ ذرہ سرخ رنگ کی چیونٹی کو کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسکے مفہوم کو بیان کرنے کیلئے اپنی ہتھیلی میں مٹی اٹھائی پھر اسے پھونکا اسکے بعد فرمایا کہ ان اشیاء میں سے ہر ایک ذرہ ہے گویا کہ اس ٹکڑے میں قلیل اور کثیر ظلم کی نفی کر دی گئی ہے لیکن ابھی اصغر کے بارے میں کلام باقی ہے۔ اکثر مفسرینِ کرام اسکا جواب اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ النَّاسَ شَيۡئًا سے دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس میں مطلقاً ظلم کی نفی کی گئی ہے لہٰذا اس ظلم میں اصغر ظلم بھی شامل ہے۔ (۲) وَاِنۡ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفۡهَا۔ حضرت ابن مسعود ﷺ سے روایت ہے کہ بندہ کو قیامت کے روز لایا جائیگا اور ایک منادی اولین اور آخرین میں ندا کریگا کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے جس کسی کا اس پر حق ہو وہ آئے اور اپنے حق کا مطالبہ کرے پھر کہا جائیگا کہ ہر ایک حقدار کے حق کو دیا جائے۔ پس وہ کہے گا یا رب میں کہاں سے دونگا اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیگا اسکے اعمالِ صالحہ کو دیکھو اور اس میں سے حقدار کو حق ادا کرو آخر میں اس بندہ کیلئے ذرہ برابر نیکی باقی رہ جائیگی جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت سے بڑھا کر اسے جنت میں داخل فرمائیگا۔ اسی کو کتاب اللہ میں وَاِنۡ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفۡهَا سے بیان کیا گیا ہے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کو بڑھا کر ایک لاکھ فرمادیگا۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عبدِ مومن کو ایک لاکھ نیکیاں عطا فرمائیگا۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (۳) وَيُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِيۡمًا یعنی اللہ تعالیٰ عبدِ مومن کو اپنی طرف سے بڑا اجر عطا فرمائیگا۔ لدن بمعنی عند ہے لیکن لدن اکثر تمکین کیلئے آتا ہے جیسے کوئی شخص کہے عندی مال یعنی میرے پاس مال ہے اگر چہ وہ مال دوسرے شہر میں ہو لیکن جب لدی مال کہے گا تو ایسی صورت میں مال کا اسکے پاس ہونا ضروری ہے۔ یہ ہیں تین امور جن سے ثابت ہے کہ یہ آیت اہل ایمان کیلئے بشارت ہے۔ (تفسیر کبیر)

بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿٤١﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ

گواہی را و بیاریم ترا گواہ بر ایں امت آنروز کہ آرزو کنند

ایک گواہ کو اور ہم لائینگے آپکو اس امت پر گواہ ١ وہ دن کہ آرزو کرینگے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ

آنانکہ کافر شدند و نافرمانی پیغمبر کردند کاش بر ایشاں ہموار کردہ شود

وہ لوگ جو کافر ہوئے اور رسول کی نافرمانی کی کاش ان پر ہموار کر دی جاتی

الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿٤٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

زمین را و نپوشند از خدا ہیچ سخنے اے مومنان

زمین اور وہ سب نہ چھپا سکیں گے اللہ سے کوئی بات ٢ اے مومنو!

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

نزدیک مشوید بنماز حال آنکہ شما مست باشید تا آنکہ بفہمید آنچہ بزبان میگوئید

نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں رہو یہاں تک کہ تم سمجھو جو تم زبان سے کہتے ہو

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ

و بنماز نزدیک مشوید در حال جنابت تا آنکہ غسل کنید و اگر باشید

اور نماز کے قریب نہ جاؤ جنابت کی حالت میں (سوائے سفری حالات کے) یہاں تک کہ غسل کر لو اور اگر

مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ

بیمار یا مسافر یا بیاید کسی از شما از جای ضرور یا

بیمار ہو یا مسافر یا تم میں سے کوئی آئے حاجت کی جگہ سے یا

لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا

مباشرت زنان کنید و نیابید آب را پس قصد بکنید بزمین پاک پس مسح کنید

عورتوں سے مباشرت کرو اور نہ پاؤ پانی تو قصد کرو پاک زمین کا پس مسح کرو

١ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرے پاس قرآن پڑھو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہی نے تو ہمیں قرآن سکھایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے غیر سے اسکی تلاوت سنوں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورہ نساء کی پہلی آیت سے تلاوت شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچے تو اللہ کے رسول ﷺ رو پڑے پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرأت روک دی۔ حضرت سدی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی امت تمام رسولوں کیلئے گواہی دے گی کہ ان نفوسِ قدسیہ نے تیرے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیا تھا اور رسول اللہ ﷺ اپنی امت کی گواہی کی تصدیق فرمائینگے۔ اسی بناء پر ارشاد ہے جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا یعنی ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تمہارے نگہبان ہو جائیں۔ (تفسیر کبیر)

٢ یعنی وہ لوگ آرزو کرینگے کہ کاش ہمیں مٹی میں ڈال کر برابر کر دیا جاتا۔ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ کے تین مفہوم ہیں۔ (١) اگر دفن کئے جاتے تو موت کی طرح زمین میں ڈال کر برابر کر دئے جاتے۔ (٢) وہ سب چاہیں گے کہ کاش انھیں زمین میں دفن کے بعد دوبارہ نہ اٹھایا جاتا اور گل سڑ کر زمین میں ہی مل جاتے۔ (٣) جس طرح بہائم کو مٹی بنا دیا جائیگا اسی طرح یہ چاہیں گے کہ ہمیں بھی مٹی بنا دیا جاتا۔ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا۔ اس ٹکڑے کی دو تاویل ہیں (١) ماقبل سے اتصال (٢) کلامِ مبتدا۔ اگر اسے ماقبل سے متصل مانیں گے تو اسکی پہلی صورت یہ ہوگی کہ اگر انھیں مٹی میں ملا بھی دیا جائے جب بھی امرِ محمد ﷺ میں سے کچھ نہیں چھپا پائیں گے نہ اپنے کفر کو چھپا پائیں گے اور نہ اپنے نفاق کو۔ دوسری صورت یہ ہوگی کہ قیامت کے روز جب اہل اسلام کی مغفرت اور ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیں گے تو چھپانے کے طور پر کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ''ہمارے رب اللہ کی قسم ہم مشرکوں میں سے نہیں تھے'' تا کہ اللہ تعالیٰ انھیں بھی معاف فرما دے۔ اور اگر اس کلام کو مستانف مان لیا جائے تو اسکی صورت یہ ہوگی کہ وہ اپنے اعمال میں سے کسی بات کو بھی نہ چھپا سکیں گے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا اور وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ان دونوں آیات کو جمع کیونکر کریں گے۔ اسکا جواب تین طریقے سے ہے۔ (١) قیامت کے روز بہت سارے مواطن ہونگے ایک موقع ہوگا جس میں وہ کلام نہ کر سکیں گے اور ایک ایسا موقع بھی ہوگا جس میں کلام کر سکیں گے۔ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ''ہم برے عمل نہیں کرتے تھے'' اور وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ اس مواطن میں سے ہیں جس میں کافرین کلام کریں گے لیکن جھوٹا کلام۔ اسکے بعد اقرار کرتے ہوئے خود ہی کہیں گے يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا ''کاش کہ ہمیں لوٹایا جاتا اور ہم اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے'' پھر آخری مرتبہ انکی زبان پر مہر لگا دی جائے گی اور انکے ہاتھ، پیر اور جلو د انکے خلاف گواہی دینگے۔ (٢) یہ کتمان غیر واقع ہے بلکہ یہ تمنی میں داخل ہے۔ (٣) وہ سب کسی بات کو چھپانے کیلئے ایسا نہیں کہیں گے بلکہ وہ سب علی سبیل تو ہم اسکی خبر دینگے۔ جسکا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ کی قسم ہم اصل کے اعتبار سے مشرکین نہ تھے بلکہ ہمیں ہمارے گمان نے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ (تفسیر کبیر)

بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٤٣﴾ أَلَمْ

بروئے خویش و دستہائے خویش ہرآئنہ خدا ہست عفو کنندہ مہربان آیا

اپنے چہرے کا اور اپنے ہاتھوں کا بیشک اللہ معاف فرمانے والا مہربان ہے ۱ کیا

تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ

ندیدی بسوے کسانیکہ دادہ شدند بہرہ از کتاب می ستانند

تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کی جانب جنہیں کتاب سے ایک حصہ دیا گیا خریدتے ہیں

الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا السَّبِيلَ ﴿٤٤﴾ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

گمراہی را و میخواہند کہ شما گم کنید راہ را و خدا دانا تر است

گمراہی کو اور چاہتے ہیں کہ تم راستے کو بھول جاؤ ۲ اور اللہ خوب جانتا ہے

بِأَعْدَائِكُمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ بِاللَّهِ نَصِيرًا ﴿٤٥﴾ مِّنَ

بدشمنان شما و خدا دوست بس است و خدا یاری دہندہ بس است از

تمہارے دشمنوں کو اور اللہ (کی) دوستی کافی ہے اور اللہ مدد کرنے والا کافی ہے ۳

الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ

یہود قومی ہست کہ تغیر میکنند کلمہا را از جای آنہا و میگویند

یہود میں سے ایک گروہ ہے جو کلاموں کو بدل دیتے ہیں انکی جگہ سے اور کہتے ہیں

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا

شنودیم و عاصی شدیم و می گویند اسمع غیر مسمع و راعنا و می پیچانند سخن

ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی اور تم میری سنو اللہ تمہیں نہ سنوائے اور لپیٹتے ہیں بات کے وقت

بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا

بزبان خویش و طعنہ می زنند در دین اگر ایشاں گفتندے شنیدیم

اپنی زبان کو اور طعنہ دیتے ہیں دین میں اور اگر کہتے ہم نے سنا

۱ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہماری دعوت کا اہتمام کیا۔ اس دعوت میں انھوں نے ہمیں شراب پلائی جس سے ہم نشے سے سرشار ہو گئے۔ اسی اثنا میں نماز کا وقت ہو گیا تو لوگوں نے امامت کیلئے مجھے آگے بڑھا دیا۔ پس میں نے پڑھا کہ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ وَنَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ [کہہ دیجئے کہ اے کافرو! میں انکی عبادت نہیں کرتا جسکی تم عبادت کرتے ہو اور ہم انکی عبادت کرتے ہیں جسکی تم عبادت کرتے ہو] اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اسلع بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر کجاوہ کسنے پر مامور تھا ایک ٹھنڈی رات کو مجھے جنابت لاحق ہو گئی تو مجھے خوف ہوا کہ اگر میں ٹھنڈے پانی سے نہاؤنگا تو مر جاؤنگا یا بیمار ہو جاؤنگا۔ میں نے اسکا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنتُمْ سُكَارٰى پوری آیت نازل فرمائی۔ یزید بن ابی حبیب سے روایت ہے کہ بعض انصاریوں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ جب کبھی وہ جنبی ہوتے اور ان کو پانی کی ضرورت پڑتی تو مسجد میں سے گذرے بغیر وہ پانی نہ لا سکتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ نازل فرمائی۔ حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت ایک انصاری کے بارے میں نازل ہوئی جو بیمار تھا اس میں نہ تو خود اٹھ کر وضو کرنے کی طاقت تھی اور نہ کوئی اسکے پاس خدمتگار تھا جو اسے پانی لا دیتا۔ جب اسکا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت وَإِن كُنتُم مَّرْضٰى نازل فرمائی۔ حضرت ابراہیم نخعی روایت کرتے ہیں کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہو گئے اور یہ زخم بگڑ گئے اس حالت میں ان [میں سے بعض] کو جنابت لاحق ہو گئی [مگر زخموں کی وجہ سے نہانا نقصان دہ تھا] چنانچہ اسکی شکایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی تو آیت وَإِن كُنتُم مَّرْضٰى نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہیئے کہ اس آیتِ کریمہ کے حکم میں پانچ مذاہب ہیں (۱) ملامست [چھونا] اس جگہ ہاتھ کیساتھ خاص ہے (۲) امام ابوحنیفہ کا قول پہلے قول کے برعکس ہے یعنی ملامست اس جگہ لمس کیساتھ خاص ہے اور لمس سے مراد جماع ہے [صرف عورت کو چھونے سے غسل فرض نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی وضو ٹوٹتا ہے] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج میں سے بعض کا بوسہ لیتے پھر بغیر وضو کئے نماز کیلئے نکل پڑتے (۳) امام مالک کہتے ہیں کہ ملامست بالجماع سے تیمم لازم ہو جاتا ہے اور ملامست بالید سے تیمم اس وقت لازم ہوتا ہے جب وہ لذت حاصل کرے پس اگر بغیر لذت کے بوسہ لیگا تو اس پر وضو فرض نہیں ہوگا (۴) امام شافعی کہتے ہیں کہ جب مرد کے جسم کا کوئی حصہ عورت کے جسم سے مَس کرے تو اس پر وضو فرض ہے خواہ ہاتھ سے مس کرے یا اسکے علاوہ سے (۵) امام اوزاعی کہتے ہیں کہ لمس اگر ہاتھ سے ہو تو وضو ٹوٹ جائیگا ورنہ نہیں۔ (القرطبی) ۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رفاعہ بن زید بن التابوت علمائے یہود میں سے تھا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا تو زبان کو ذرا لچکا دیکر کہتا ارعنا سمعک یا محمد حتی نفھمک اور علیحدگی میں اسلام کا مذاق اڑاتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) [اسکی تفصیل سورہ بقرہ کی آیت ۱۰۴ میں آچکی ہے کہ رفاعہ بن زید یہود کے قبیلہ بنی قینقاع میں سے تھا اور اسلام کا بدترین دشمن تھا] ۳ یعنی اللہ تعالیٰ نے انکی عداوت کے بارے میں تمہیں خبر دے دی ہے اس لئے تم سب ان سے بچو۔ اللہ تعالیٰ انکی دشمنی سے بچانے کیلئے تمہارا ولی اور نصیر ہے۔ (بیضاوی) وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَّ نَصِيْرًا کی بجائے تکرار کے ساتھ کفٰی آیا ہے تا کہ قلب کو بہت زیادہ اثر اور اکثر مبالغہ حاصل ہو جائے۔ (تفسیر کبیر)

وَ اَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَ ۙ

وفرمانبرداری کردیم و بجائے اسمع غیر مسمع اسمع می گفتندے اسمع و بجائے راعنا انظرنا ہرآئنہ بودے بہتر ایشانرا و

اور ہم نے فرمانبرداری کی بجائے (اسمع غیر مسمع) کے اسمع انظرنا کہتے تو ضرور انکے حق میں بہتر ہوتا اور زیادہ درست

وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٤٦﴾

درست تر و لیکن لعنت کردہ است ایشانرا خدا بکفر ایشاں پس ایمان نمی آرند مگر اندکی

لیکن لعنت کی ہے اللہ نے ان پر انکے کفر کے سبب پس وہ سب ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے ۱

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا

اے اہل کتاب ایمان آرید بآنچہ فرود آوردیم باور کنندہ

اے اہل کتاب! ایمان لاؤ جو ہم نے اتارا تصدیق کرنے والا

لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى

آنچہ با شما ست پیش از آنکہ محو کنیم صورت رویہا را پس بگردانیمش بر

جو تمہارے پاس ہے قبل اسکے کہ ہم بگاڑیں تمہاری صورتوں کو پس ہم انھیں پھیر دینگے

اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ

شکل پشت رویہا یا لعنت کنیم ایشانرا چنانکہ لعنت کردیم اہل شنبہ را و ہست

انکے چہرے پیٹھ کی جانب یا ہم لعنت کریں ان پر جیسی لعنت ہم نے ہفتہ والوں پر کی اور

اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿٤٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ

ارادۂ خدا کردہ شدہ ہرآئنہ خدا نمی آمرزد کہ او را شریک مقرر کردہ شود

اللہ کا ارادہ کیا ہوا ہے ۲ بیشک اللہ معاف نہیں فرماتا ہے کہ اسکا شریک ٹھہرایا جائے

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

و می آمرزد غیر آں ہر کرا خواہد و ہر کہ شریک خدا مقرر کند

اور معاف فرماتا ہے اسکے علاوہ جسے وہ چاہے اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ جب اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیت میں یہ بیان فرمایا کہ وہ لوگ گمراہی خریدتے ہیں تو اب اس خرید کی کیفیت بیان ہو رہی ہے۔(۱) يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ یعنی کلموں کو انکی جگہ سے تبدیل کر دیتے تھے۔ تحریف کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیتے تھے جیسے ربعة کے لفظ کو آدم طویل سے اور رجم کے لفظ کو حد سے بدل دیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اہل ایمان کے دلوں میں باطل شبہ ڈالنا' تاویلاتِ فاسدہ پیش کرنا اور لفظ کو حق معنی سے کسی حیلہ کی وجہ سے باطل معنی کی طرف پھیر دینا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تھے اور آپ سے سوال کرتے۔ آپ جو جواب انھیں عنایت فرماتے باہر جا کر اس میں تحریف کر دیتے تھے۔(۲) وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا. ان لوگوں کی گمراہی خریدنے کی دوسری صورت یہ تھی کہ آپ کے دربار میں جب کلام سنتے تو سَمِعْنَا کہتے تھے۔(۳) اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ ۔ یہ ان لوگوں کی گمراہی خریدنے کی تیسری صورت ہے کہ یہ کلمہ ذو وجہین ہے یعنی اس کلام میں مدح اور تعظیم کا احتمال ہے اور اہانت کا بھی۔ (۴) وَ رَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِي الدِّيْنِ. یہ ان لوگوں کی گمراہی خریدنے کی چوتھی صورت ہے۔(تفسیر کبیر وغرائب القرآن)

۲ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم اسے ہدایت سے ہٹا کر گمراہی کی جانب لے جائیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قلب کا بدلنا ہے۔ تیسرا قول عبدالرحمٰن بن زید کا ہے کہ یہ وعید جن لوگوں کیلئے تھی وہ سب گذر چکے اور انھیں یہ وعید پہنچی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سردارانِ یہود مثلاً عبداللہ بن صوریا اور کعب بن اسد سے کلام فرمایا اور انھیں خوفِ الٰہی دلاتے ہوئے فرمایا کہ اے یہودیوں کی جماعت اللہ سے ڈرو اور اس پر ایمان لاؤ پس اللہ کی قسم تم لوگ جانتے ہو کہ میں اللہ کی طرف سے حق لیکر آیا ہوں۔ یہ سنکر وہ لوگ کہنے لگے کہ اے محمد (ﷺ) ہم اسے نہیں جانتے' انہوں نے آپکی نبوت کا انکار کیا اور کفر پر مصر رہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ عیسیٰ بن مغیرہ کہتے ہیں کہ ابراہیم سے حضرت کعب کے اسلام لانے کے بارے میں تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کعب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمان ہوئے جب یہ اسلام لانے کی غرض سے مدینہ جا رہے تھے تو اسوقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے ارادے سے نکل رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب کو دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ الخ نہیں پڑھتے۔ یہ سن کر حضرت کعب نے عرض کیا کہ میں نے اس یہودیت کو چھوڑ دیا ہے اور اسلام قبول کرنے آیا ہوں پھر حضرت کعب نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۔ حضرت سدی فرماتے ہیں کہ جس طرح ہفتہ کے روز شکار کرنے والوں کو بندر بنا دیا گیا اسی طرح ہم تمہیں سزا کے طور پر بندر بنا دینگے۔(ابن جریر وتفسیر کبیر) ۳ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب یہ آیت يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ الخ نازل ہوئی تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی یا نبی اللہ شرک کے بارے میں کیا حکم ہے۔ آپ نے اسے ناپسند فرمایا پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے کہ ہم جماعتِ صحابہ قاتل' یتیموں کا مال کھانے والے' جھوٹی گواہی دینے والے اور قطعِ رحم کرنے والے کے جہنمی ہونے میں شک نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(ابن جریر) اشاعرہ اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ شرک کے علاوہ صاحبِ کبیرہ کو توبہ سے پہلے اللہ تعالیٰ معاف فرما سکتا ہے جبکہ معتزلہ کا کہنا ہے کہ جس طرح اول کی مغفرت بغیر توبہ کے نہیں ہے ویسے ہی ثانی یعنی صاحبِ کبیرہ کی مغفرت بھی بغیر توبہ کے نہیں ہے۔(غرائب القرآن)

فَقَدِ افۡتَرٰٓی اِثۡمًا عَظِيۡمًا ﴿٤٨﴾ اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِيۡنَ يُزَکُّوۡنَ

ہر آئنہ افتری کردہ است بگناہ بزرگ آیا ندیدے بسوے کسانیکہ ستایش میکنند

بیشک اس نے بڑے گناہ کا افترا کیا۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو تعریف کرتے ہیں

اَنۡفُسَهُمۡ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَکِّیۡ مَنۡ يَّشَآءُ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ﴿٤٩﴾

خود را بلکہ خدا ستایش میکند ہر کرا خواہد و ستم کردہ نخواہند شد مقدار رشتہ

اپنی بلکہ اللہ تعریف فرماتا ہے جسکے لئے چاہے اور ظلم نہ کئے جائیں گے دھاگے برابر ١

اُنۡظُرۡ کَيۡفَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰهِ الۡکَذِبَ ؕ وَکَفٰی بِهٖۤ

ببیں چگونہ می بندد بر خدا دروغ را و ایں گناہ

دیکھو کس طرح باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور یہ گناہ

اِثۡمًا مُّبِيۡنًا ﴿٥٠﴾ ع اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ

آشکارہ پس است آیا ندیدے کسانیکہ بہرہ از کتاب دادہ شدند

صریح کافی ہے ٢ کیا تو نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں کتاب سے ایک حصہ دیا گیا

يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَالطَّاغُوۡتِ وَيَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ

معتقد میشوند بت را و معبود باطل را و می گویند در حق

اعتقاد رکھتے ہیں بت پر اور باطل معبود پر اور کہتے ہیں

کَفَرُوۡا هٰۤؤُلَآءِ اَهۡدٰی مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِيۡلًا ﴿٥١﴾

مشرکان کہ ایشاں راہ یابندہ تر انداز مسلمانان راہے

مشرکوں کے حق میں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ سیدھی راہ پر ہیں ٣

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنۡ يَّلۡعَنِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ

ایشاں آنگروہ اند کہ لعنت کرد ایشانرا خدا و ہر کہ خدا لعنت کندش پس نخواہی یافت

یہی وہ گروہ ہیں کہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کر دے تو نہ پائیگا ٣

تفسیر اظہار العرفان

١ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ یہودا اپنے بچوں کو ساتھ لاکر انکے ہمراہ نماز پڑھتے تھے کہ انکے ذمے نہ تو کوئی خطا ہے نہ کوئی گناہ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) دیگر مفسرینِ کرام کہتے ہیں کہ یہودا اپنے بچوں کو لیکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور پوچھا کہ کیا ان بچوں کے ذمے کوئی گناہ ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ انھوں نے کہا کہ پس یہی کیفیت ہماری ہے۔ ہمارے رات کے گناہ دن کو اور دن کے گناہ رات کو بخش دئے جاتے ہیں اور ہمارے ذمہ کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انکے اس دعوی کی اور انکے اس قول کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب بیٹے ہیں اور یہ کہ یہود و نصاری کے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا' تردید فرمائی ہے۔ علامہ جار اللہ زمخشری نے اس آیت پر یہ اضافہ کیا ہے کہ اس آیت کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو اپنی پاک بازی جتلائے اور اپنے اعمال' اپنی طاقت اور تقوی پر اترائے اور اپنی تعریفیں کرے۔ (تفسیر کشاف) ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام برہ تھا جسکے معنی ہیں نیک' پاک باز وغیرہ۔ نبی کریم ﷺ نے یہ نام تبدیل کر کے جویریہ رکھ دیا۔ اسی طرح حضرت زینب بنت ابی سلمہ ربیبہ رسول ﷺ کا اصل نام بھی برہ تھا آپ نے یہ نام بھی تبدیل کر دیا اور فرمایا لَا تُزَکُّوۡا اَنۡفُسَکُمۡ یعنی اپنی پاک بازی نہ جتلاؤ۔ (حاشیہ لباب النقول)

٢ یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے کہ انھیں دیکھئے کہ یہ لوگ اپنی پاکبازی بیان کرنے میں کس قدر افترا سے کام لے رہے ہیں۔ (تفسیر کبیر) ٣ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب کعب بن اشرف مکے آیا تو قریش نے اس سے کہا کہ کیا تم قوم سے دھتکارے ہوئے [اس شخص] کو دیکھتے ہو جو اپنے آپ کو ہم سے اچھا کہتا ہے حالانکہ ہم اہلِ حج ہیں، اہل سدانہ ہیں اور اہل سقایہ ہیں۔ کعب نے کہا کہ تم اس سے اچھے ہو' انہیں لوگوں کے بارے میں یہ آیت اور اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ نازل ہوئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جنگِ احزاب میں جن لوگوں نے احزاب کا ساتھ دیا وہ حیی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق، ابورافع، ربیع بن ابی الحقیق، ابوعمارہ اور ہوذہ بن قیس تھے جو قریش، غطفان اور بنی قریظہ میں سے تھے۔ انکے علاوہ جن لوگوں نے احزاب کا ساتھ دیا وہ بنی نضیر میں سے تھے جب یہ لوگ قریش کے پاس پہنچے تو قریش نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہ احبارِ یہود ہیں جو پہلی آسمانی کتابوں کا علم رکھتے ہیں ان سے پوچھنا چاہئے کہ ہمارا دین اچھا ہے یا محمد (ﷺ) کا' چنانچہ جب قریش نے ان سے یہ بات پوچھی تو انھوں نے کہا کہ تمہارا دین محمد ﷺ کے دین سے بہتر ہے اور تم محمد ﷺ اور انکے ساتھیوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتَابِ سے مُلۡكًا عَظِيۡمًا تک نازل فرمائیں۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ٤ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ کعب بن اشرف اور حیی بن اخطب نے مشرکین مکہ کو خوش کرنے کیلئے کہا کہ تمہارا دین، محمد ﷺ کے دین سے بہتر ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان جھوٹوں کیلئے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ابن جریر) اس آیت میں یہ خبر ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہیں اور قیامت کے روز انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کسی کی شفاعت نہ بچا سکے گی۔ (بیضاوی)

لَهٗ نَصِيْرًا ﴿٥٢﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ

مراد را یاری دہندہ آیا ایشانرا بہرہ است از پادشاہی پس آنہنگام ندہند

مراد کیلئے کوئی مدد کرنے والا۔ کیا ان کیلئے بادشاہت سے کوئی حصہ ہے پس جب تو نہ دینگے

النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿٥٣﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ

بمردمان مقدار نقیری آیا حسد میکنند با مردمان بر آنچہ ایشانرا

لوگوں کو تل بھر ا کیا وہ سب حسد کرتے ہیں لوگوں سے اس پر جو انہیں

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

خدا داده است از فضل خود پس ہرآئنہ ما دادیم کسان ابراہیم را کتاب و دانش

اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے پس بیشک ہم نے الِ ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی

وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿٥٤﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ

و دادیم ایشانرا پادشاہی بزرگ پس از کفار کسے ہست کہ ایمان آورد باں کتاب و از ایشاں

اور ہم نے انہیں بڑی سلطنت دی ۲ پس کافروں میں سے کچھ وہ ہے جو اس کتاب پر ایمان لائے اور ان سے

مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿٥٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کسے ہست کہ باز ایستاد از وی و کفایتست دوزخ آتش افروختہ ہرآئنہ کسانیکہ کافر شدند

کچھ وہ ہے جو اپنا منہ پھیر کر کھڑا ہوا اور کافی ہے دوزخ (میں) بھڑکتی ہوئی آگ ۳ بیشک وہ جو کافر ہوئے

بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ

بآیات ما در آریم ایشاں را بآتش ہرگاہ پختہ گردد پوستہای ایشاں

ہماری آیتوں کا (انکار کر کے) ہم انہیں لائیں گے آگ میں ۔ جب کبھی انکی کھالیں پک جائینگی

بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

بعوض پیدا کنیم برائے ایشاں پوستہای دیگر بجز آں تا بچشند عذاب را ہرآئنہ خدا

تو ہم پیدا کرینگے اسکے عوض میں انکے لئے اسکے سوا دوسری کھالیں تا کہ وہ سب عذاب چکھیں ۴ بیشک اللہ

۱ یہود کہتے تھے کہ ملک اور نبوت کے ہم زیادہ مستحق ہیں اس لئے عرب کی پیروی نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے اس قول کو رد فرمایا۔ بعض نے کہا کہ یہود گمان کیا کرتے تھے کہ بادشاہت آخری زمانے میں ہماری طرف لوٹ آئیگی اور یہود سے ایسے لوگ نکلیں گے جو اپنی بادشاہت کو تجدد دینگے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کہنے والے کے قول کی تکذیب فرمائی۔ ابوبکر اصم کہتے ہیں کہ وہ سب اہل باغات تھے اور انکے پاس مال اور قوت بادشاہوں کی طرح تھی پھر یہ لوگ فقراء پر بخالت کرنے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (غرائب القرآن) جاننا چاہئے کہ بادشاہت کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) صرف ظواہر پر بادشاہت: یہ عام ملوک کیلئے ثابت ہے۔ (۲) صرف بواطن پر بادشاہت: یہ علمائے دین کیلئے ثابت ہے۔ (۳) ظواہر اور بواطن دونوں پر بادشاہت: یہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کیلئے ثابت ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اہل کتاب کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) سمجھتے ہیں کہ تواضع کی ہر شے انکے لئے جائز ہے۔ ان کی نو بیویاں موجود ہیں لیکن اسکے باوجود انہیں مزید بیویاں کرنے کے علاوہ اور کوئی خواہش نہیں ہے۔ بھلا کونسا بادشاہ ان سے زیادہ خوش نصیب ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) علامہ آلوسی، مجاہد اور ضحاک وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہاں الناس سے مراد سید الناس یعنی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ (روح المعانی) جاننا چاہئے کہ حسد حاصل نہیں ہوتا مگر فضل کے وقت اور جب انسان کی فضیلت اتم اور اکمل ہوگی تو حاسدین کا حسد بھی اعظم ہوگا اور یہ بھی معلوم ہے کہ نبوت دین میں اعظمِ مناصب میں سے ہے جب اللہ تعالیٰ نے یہ اعظم منصب حضرت محمد ﷺ کو عطا فرمایا اور دن بدن اس میں ترقی فرمائی تو حاسدین کا حسد بھی بڑھتا چلا گیا۔ ان یہودیوں کی طرف سے اصل حسد یہی تھا لیکن ان لوگوں نے اپنے خبثِ باطن کا اظہار کثرتِ نساء [بہت ساری عورتوں] پر کیا حالانکہ یہ ایک حقیری چیز ہے جسے ہم فضل سے تعبیر نہیں کر سکتے ہیں ہاں اگر فضل کی تفسیر میں جمیع انعاماتِ الٰہی کو شامل کریں تو کثرتِ نساء کو فضل سے علی سبیل القصر شامل کر سکتے ہیں۔ کتاب سے شریعت کے ظواہر پر اشارہ ہے اور حکمت سے حقیقت کے اسرار کی طرف اشارہ ہے اول سے کمالِ علم کی طرف اشارہ ہے اور ثانی سے کمالِ قدرت کی جانب اور ملکِ عظیم کیلئے ان دونوں کا ہونا ضروری ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بدرجہ اتم عطا فرمایا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی یہود میں سے بعض نے محمد ﷺ پر ایمان لایا یا الِ ابراہیم کی باتوں پر بعض نے ایمان لایا اور بعض نے انکار کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو ان میں سے الِ ابراہیم پر ایمان لائے وہی محمد ﷺ پر بھی ایمان لائے۔ (بیضاوی) ۴ اسکی تین تفسیر ہیں۔ (۱) اس جلد کو اللہ تعالیٰ دوبارہ لوٹا دیگا تا کہ انہیں مسلسل عذاب ہوتا رہے۔ (۲) جلد جل جانے کے بعد جب اس سے احساسِ احتراق ختم ہو جائیگا تو اللہ تعالیٰ اسی جلد میں دوبارہ احساسِ احتراق [جلانے کا احساس] پیدا فرمائیگا تا کہ یہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔ (۳) اس جلد کی جگہ دوسری جلد پیدا فرمائیگا تا کہ ذوقِ عذاب قائم رہے۔ (بیضاوی)

كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٦﴾ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ہست غالب استوار کار و کسانیکہ ایمان آوردند و کارہاے شایستہ کردند

غالب حکمت والا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے

سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِينَ

زود در آریم ایشاترا بوستانہا کہ میرود زیر آں جوبہای جاویدان

ہم انھیں جلد داخل کریں گے ایسے باغات میں جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں ہمیشہ رہنے والے ہونگے

فِيهَا اَبَدًا ۖ لَهُمْ فِيهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ﴿٥٧﴾

در انجا ہمیشہ ایشانرا ست آنجا زنان پاک کردہ شدہ و در آریم ایشانرا بسایہ نیک

اس جگہ، انکے لئے اس جگہ پاک بیویاں ہونگیں اور ہم انھیں داخل کریں گے بہترین سایہ میں ۱

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ

ہر آئنہ خدا میفرماید شما را کہ ادا کنید امانتہا بسوی اہل آں و چوں حاکم شوید

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ادا کرو امانتوں کو انکے اہل کی طرف اور جب فیصلہ کرو

بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ

میان مردماں میفرماید کہ حکم براستی کنید ہرآئنہ خدا نیکو چیزیست کہ پند میدہد شما را

لوگوں کے درمیان تو فیصلہ کرو انصاف کے ساتھ۔ بیشک وہ کیا ہی بہترین چیز ہے جسکی اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے

بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اَطِيعُوا

باں ہرآئنہ خدا ہست شنوا بینندہ اے مومناں فرمانبرداری کنید

بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے ۲ اے مومنو! فرمانبرداری کرو

اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ

خدا را و فرمانبرداری کنید پیغمبر را و فرما روایان را از جنس خویش پس اگر اختلاف کنید

اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور اپنے میں سے فرمان جاری کرنے والوں کی پس اگر تم اختلاف کر بیٹھو

۱ قرآن کریم اپنے اسلوب کے مطابق وعید بیان کرنے کے بعد اب وعدہ بیان کر رہا ہے۔ جاننا چاہئے کہ اطاعت گذار کے ثواب کے باب میں چار امور بیان کئے گئے ہیں۔ (۱) سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ زجاج کہتے ہیں کہ اس سے پانی کی نہریں مراد ہیں۔ (۲) خلود اور تابید: چونکہ جہم بن صفوان کہتا تھا کہ جنت کی نعمت اور جہنم کا عذاب چند دنوں کے بعد منقطع ہو جائینگے اس لئے اس نے خلود اور تابید سے انکار کیا ہے (۳) لَهُمْ فِيهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ عورتیں حیض، نفاس اور دنیا کی جمیع پلیدی سے پاک ہونگیں۔ (۴) وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا: واحدی کہتے ہیں کہ یہاں ظلیل مبنی علی الفعل نہیں ہے کہ اسے فاعل اور مفعول کے معنی میں لیا جا سکے بلکہ یہ سایہ کی صفت میں مبالغہ پیدا کرنے کیلئے آیا ہے۔ جاننا چاہئے کہ عرب والے غایتِ حرارت میں رہتے تھے اس لئے سایہ انکے نزدیک راحت کے اعظم اسباب میں سے تھا۔ اسی بناء پر لفظِ ظل کو راحت سے کنایہ لیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ السلطان ظل الله فی الارض یعنی سلطان زمین میں اللہ کی راحت ہے۔ لہذا آیت میں ظل سے مراد راحت اور ظلیل مبالغہ کیلئے آیا ہے تو اب معنی یہ ہوگا کہ ہم انھیں عظیم راحت میں داخل کرینگے۔ اس تشریح سے وہ اعتراض رفع ہو گیا کہ جب جنت میں سورج نہیں ہوگا تو سایہ کیا معنی رکھتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو آپ نے عثمان بن طلحہ کو بلایا جب وہ آئے تو آپ نے ان سے کعبہ کی چابیاں طلب فرمائیں جب وہ گھر سے چابیاں لیکر واپس آئے اور آپ نے [چابیاں لینے کیلئے] ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو حضرت عباس نے کھڑے ہو کر اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان سقایہ کے علاوہ وہ کلید برداری کا منصب بھی مجھے عطا فرمائیں۔ اس پر عثمان نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عثمان چابیاں ادھر لاؤ۔ عثمان نے چابیاں آپ کے حوالے کر دیں اور کہا کہ یہ رہی اللہ کی امانت۔ آپ کعبے کا دروازہ کھول کر اندر تشریف لے گئے اور جب باہر نکلے تو بیت اللہ کا طواف کیا۔ اسکے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام چابیوں کی واپسی کا حکمنامہ لے کر نازل ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے عثمان بن طلحہ کو بلا کر چابیاں انکے حوالے کر دیں اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الخ تلاوت فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ، آپ پر میرے ماں باپ قربان، کعبے سے باہر تشریف لائے تو تو یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے اور اس سے پہلے میں نے کبھی آپ کو یہ آیت تلاوت فرماتے نہیں سنا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ آیت کعبے کے اندر نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) فتح مکہ سے ذرا پہلے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے۔ یہ نہایت شریف النفس اور نیک دل انسان تھے۔ انکے والد طلحہ بن ابی طلحہ (اصل نام عبد اللہ) زمانہ جاہلیت میں کعبے کا کلید بردار تھا۔ طلحہ جنگِ احد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا تو کلید برداری کا عہدہ باپ کی وراثت میں انھیں کو ملا۔ نبی کریم ﷺ نے بحکمِ الٰہی باپ کی وراثت کی بناء پر کعبے کی چابیاں انھیں کے سپرد کر دیں۔ (حاشیہ لباب النقول)

فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

در چیزی پس راجع کنید او بسوے خدا و پیغمبر اگر اعتقاد میدارید

کسی چیز میں تو اسے رجوع کرو اللہ اور رسول کی جانب اگر تم سب ایمان رکھتے ہو

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۵۹ اَلَمْ تَرَ

بخدا و روز آخر ایں بہتر است و نیکو تر است باعتبار عاقبت آیا ندیدے

اللہ پر اورآخرت کے دن پر یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے نیک تر ہے! کیا تو نے نہ دیکھا

اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ

بسوے کسانیکہ گمان می کنند کہ ایمان آوردند بآنچہ نازل کردہ شدہ است و آنچہ نازل کردہ شد

ان لوگوں کی جانب جو گمان کرتے ہیں اس پر ایمان لانے کا جو اتارا گیا آپکی طرف اور جو اتارا گیا

مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ

پیش از تو میخواہند کہ قضاہای خویش رفع کنند بسوے سرکش

آپ سے پہلے۔ چاہتے ہیں کہ اپنے فیصلے شیطان کی جانب لے جائیں

وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّھُمْ

و حال آنکہ فرمودہ شد ایشانرا کہ نا معتقد وی شوند و میخواہد شیطان کہ گمراہ سازد ایشانرا

حالانکہ انھیں حکم دیا گیا ہے کہ اس پر اعتقاد نہ رکھیں اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کرے

ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۶۰ وَاِذَا قِيْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

گمراہی دور و چوں گفتہ شود بایشاں کہ بیائید بسوئے آنچہ نازل کردہ است خدا

دوری کی گمراہی ۲ اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اسکی جانب جسے اللہ نے اتارا

وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ

و بسوے پیغمبر بہ بینی کہ آں منافقان بازی ایستند از تو

اور رسول کی جانب تو آپ ان منافقوں کو دیکھیں گے کہ آپ سے منہ موڑ کر پھرتے ہیں ۳

ع ۹ / ۸ / ۵

تفسیر اظہار العرفان

۱ مروی ہے کہ عبد اللہ بن حذافہ ایک لشکر کے مقابلے پر نکلے تو غصے میں آکر آگ جلادی اور [اپنے ہی ساتھیوں کو] حکم دیا کہ اس میں کود جاؤ۔ اس پر بعض نے تو صاف انکار کردیا اور بعض نے آگ میں کود جانے کا قصد کیا۔ داؤدی کہتے ہیں کہ اگر یہ آیت اس واقعہ سے پہلے نازل ہو چکی تھی تو اسکو عبد اللہ بن حذافہ سے خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور اگر یہ آیت واقعہ کے بعد نازل ہوئی تو اس میں اطاعت بالمعروف کا حکم ہے نہ کہ غیر معروف کا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس قصہ پر آیت فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ کا اطلاق ہوتا ہے۔ امیر کے حکم پر آگ میں کودنے اور نہ کودنے پر لوگوں میں اختلاف ہو گیا تھا اس لئے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ معاملہ میں انکی رہنمائی کی جائے چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن جریر نے روایت کی ہے کہ یہ آیت عمار بن یاسر اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے معاملے میں نازل ہوئی اسوقت حضرت خالد ﷜ امیر تھے اور حضرت عمار ﷜ نے انکی اجازت کے بغیر ایک شخص کو پناہ دے دی تھی اس پر دونوں میں اختلاف ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہئے کہ اس آیتِ کریمہ کا اکثر حصہ اصول فقہ پر مبنی ہے اور وہ اس طرح کہ فقہائے کرام کے نزدیک اصول شرع چار ہیں۔ (۱) کتاب اللہ: یہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ سے ثابت ہے۔ (۲) سنتِ رسول ﷺ: یہ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ سے ثابت ہے۔ (۳) اجماعِ امت: یہ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ سے ثابت ہے۔ (۴) قیاس: فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ سے ثابت ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ ابن جریر نے شعبی سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی اور منافق کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا کہ ہم یہ جھگڑا تمہارے اہل دین کے پاس لے چلتے ہیں یا یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ کے پاس لے جاتے ہیں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ نبی ﷺ ناحق فیصلہ نہیں فرماتے لیکن اس میں انکا اختلاف ہو گیا بالآخر وہ دونوں یہ جھگڑا جہینہ کے ایک کاہن کے پاس لے جانے پر متفق ہو گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جلاس بن صامت، معتب بن قشیر، رافع بن زید اور بشر اسلام کے مدعی (منافق) تھے۔ انکی قوم میں سے چند آدمیوں کیساتھ انکا کوئی جھگڑا تھا ان کو تحکیم کیلئے رسول اللہ ﷺ کی طرف بلایا لیکن انھوں نے کہا کہ نہیں ہم یہ جھگڑا دورِ جاہلیت کے کاہنوں کے پاس لے چلتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) مفسرین کرام نے اس آیت کی شان نزول میں بشر منافق اور ایک یہودی کے اس جھگڑے کا قصہ بھی بیان کیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ فرمایا تو بشر نے یہ فیصلہ قبول نہ کیا اور یہودی کو اس تنازع کا فیصلہ کرانے کیلئے حضرت عمر ﷜ کے پاس لے گیا حضرت عمر ﷜ نے فرمایا کہ جو نبی ﷺ کا فیصلہ قبول نہ کرے اسکا فیصلہ عمر یہ کرتا ہے کہ اسکا سر قلم کر دیا جائے۔ اسکی مزید تفصیل آیت فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ کے تحت آرہی ہے۔ (حاشیہ لباب النقول) ۳ یعنی یہودی فیصلہ کیلئے رسول اللہ ﷺ کی جانب بلا رہا تھا جبکہ منافق اس سے روک رہا تھا۔ (ابن جریر) صد اور سد میں فرق یہ ہے کہ صد غیر محسوس ہوتا ہے اور سد محسوس ہوتا ہے۔ ان دونوں کا معنی ہے روکنا۔ اس جگہ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا مقامِ حال میں واقع ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ آپ منافقین کو اس حال میں دیکھیں گے کہ وہ آپ سے یہودی کو روک رہا ہوگا۔ (بیضاوی)

صُدُوْدًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

باعراض پس چہ حال است آنگاہ کہ برسد بایشاں مصیبتے بسبب آنچہ پیش فرستادہ است دست ایشاں

اعراض کے ساتھ۔ پس کیا حال ہے جب انھیں کوئی مصیبت پہنچے اس سبب جو انکے ہاتھوں نے آگے بھیجا

ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿٦٢﴾

پس بیایند نزدیک تو قسم میخورند بخدا کہ نخواستہ بودیم مگر نیکوکاری و موافقت کردن

پھر آئیں گے آپ کے پاس اللہ کی قسم کھاتے ہوئے کہ ہم نے نہیں چاہی تھی مگر بھلائی اور موافقت کرنا ١

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

ایں گروہ آنانند کہ میداند خدا آنچہ در دل ایشاں است پس اعراض کن از ایشاں

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جانتا ہے جو انکے دلوں میں ہے پس آپ ان سے اعراض کیجئے

وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿٦٣﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا

و پند دہ ایشانرا و بگو بایشاں در دل ایشاں سخنے مؤثر و نفرستادیم

اور انھیں نصیحت کیجئے اور ان سے انکے دل میں اثر کرنے والی بات کہیئے ٢ اور ہم نے نہیں بھیجا

مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا

ہیچ پیغمبری مگر برای آنکہ فرمانبرداری کردہ شود بحکم خدا و اگر ایں جماعت وقتیکہ ستم کردند

کسی رسول کو مگر اس لئے کہ فرمانبرداری کی جائے انکی اللہ کے حکم سے اور اگر یہ جماعت جسوقت ظلم کریں

اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

بر خویشتن بیامدندی نزدیک تو پس آمرزش طلب کردندی از خدا و طلب آمرزش کردی برائے ایشاں پیغمبر

اپنے آپ پر (پھر) آئیں آپکے پاس اور اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول بھی ان کیلئے معافی طلب فرمائے تو

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

ہر آئنہ یافتندی خدا را برحمت باز آئندہ مہربان پس قسم پروردگار تو کہ ایشاں مسلمان نباشند

بیشک وہ سب پائیں گے اللہ کو رحمت سے رجوع کرنے والا مہربان ٣ پس تمہارے رب کی قسم کہ مؤمن نہیں ہوسکتے

تفسیر اظہار العرفان

١ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انھیں قتل کرنا اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مصیبت پہنچے تو یہ سب انکے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے کیونکہ اپنی مرضی سے غیر کی جانب فیصلے کیلئے گئے۔ مروی ہے کہ مقتول کے وارثین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے کہ ہمیں اسکا قصاص چاہئے کیونکہ ہم نے عمر کی طرف فیصلے کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ ہم یہ چاہتے تھے کہ ان دونوں کے درمیان صلح ہو جائے۔ (بیضاوی)

٢ یعنی یہ لوگ دل میں نفاق چھپائے آپکے پاس جھوٹی قسمیں کھا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی ہر بات سے واقف ہے آپ ان سے اعراض فرما کر انھیں قولِ بلیغ کے ذریعے نصیحت کیجئے۔ (بیضاوی) جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ تین معاملات کرنے کا حکم دیا ہے۔ (١) فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ: اس جملے سے دو فائدے حاصل ہو رہے ہیں ایک تو یہ کہ آپ ان کے عذر کو قبول نہ فرمائیں اور انھیں اپنی ناراضگی ہی میں چھوڑ دیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آپ ان سے اعراض فرما لیں انکے باطنی خبث کو ظاہر فرما کر انکی ہتک نہ کریں۔ (٢) وَعِظْهُمْ: آپ انھیں نفاق، مکر، کید، حسد اور کذب پر زجر فرمائیے اور انھیں آخرت سے ڈرائیے۔ (٣) وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا: انھیں آپ دنیا کے عقاب سے بھی ڈرائیے۔ وَعِظْهُمْ سے مراد آخرت سے ڈرانا ہے اور قَوْلًا بَلِيْغًا سے مراد دنیا کے عقاب سے ڈرانا ہے۔ (تفسیر کبیر)

٣ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا لیکن اسکے باوجود ان لوگوں نے طاغوت [شیطان] سے اپنا فیصلہ کرایا اب اللہ تعالیٰ انھیں دوبارہ رسول کی اطاعت کی جانب راغب فرما رہا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ سے علماء دلیل قائم کرتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام معاصی اور ذنوب سے معصوم ہیں کیونکہ آیت کا یہ ٹکڑا مطلقاً انکی اطاعت کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اگر ان نفوسِ قدسیہ سے معصیت سرزد ہو تو ہم پر اس معصیت کی اقتدا واجب ہوگی جبکہ معصیت کی اتباع ہم پر حرام ہے اس لئے اس سے لازم آتا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام معاصی اور ذنوب سے معصوم ہوں۔ (تفسیر کبیر) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا الخ ابوبکر اصم کہتے ہیں کہ منافقین کی ایک جماعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مکر کی اصطلاحات لیکر آپکی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی۔ اُدھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضرِ خدمتِ اقدس ہو کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے مکر و فریب کے بارے میں بتا دیتے ہیں جب منافقین کی اس جماعت نے مکر و فریب کرنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ تم سب کھڑے ہو جاؤ اور اللہ سے مغفرت طلب کرو میں بھی تمہاری سفارش کرونگا۔ اس اعلان کے باوجود کوئی بھی کھڑا نہ ہوا تو آپ نے قم یا فلاں قم یا فلاں فرمایا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اِسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ کو استغفار رسول کے ساتھ کیوں ملایا گیا۔ اسکا جواب کئی وجوہ سے دیا گیا ہے۔ (١) جب فیصلے کیلئے وہ لوگ طاغوت کی جانب گئے تو اس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دکھ ہوا کیونکہ ان لوگوں نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی تھی اور قاعدہ ہے کہ جو جسے تکلیف پہنچائے جب وہ معاف کریگا تو اللہ تعالیٰ بھی معاف فرما دیگا۔ (٢) قوم جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے راضی نہیں ہوئی تو ان سے سرکشی ظاہر ہوئی جب ان لوگوں نے توبہ کی تو گویا کہ اس سرکشی کو زائل کیا اور یہ سرکشی زائل نہیں ہوگی مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر۔ (تفسیر کبیر)

حَتّٰی یُحَکِّمُوۡکَ فِیۡمَا شَجَرَ بَیۡنَہُمۡ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ

تا آنکہ حاکم کنند ترا در اختلافی کہ واقع شد میاں ایشاں باز نیابند در دل خویش

جب تک کہ آپکو حاکم نہ بنائیں اختلاف میں جو ان کے درمیان واقع ہو پھر اپنے دل میں نہ پائیں

حَرَجًا مِّمَّا قَضَیۡتَ وَ یُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ﴿۶۵﴾ وَ لَوۡ اَنَّا کَتَبۡنَا

تنگی از آنچہ حکم فرمودی و قبول کنند بانقیاد و اگر ما می نوشتیم

تنگی اس سے جو فیصلہ آپ نے فرمایا اور پورے طور پر قبول کر لیں [1] اور اگر ہم لکھ دیتے

عَلَیۡہِمۡ اَنِ اقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ اَوِ اخۡرُجُوۡا مِنۡ دِیَارِکُمۡ مَّا

بر ایشاں کہ بکشید نفس خویشتن را یا بیروں شوید از خانہاے خویش

ان پر کہ اپنے آپ کو قتل کرو یا باہر کرو (اپنے آپکو) اپنے گھروں سے

فَعَلُوۡہُ اِلَّا قَلِیۡلٌ مِّنۡہُمۡ ؕ وَ لَوۡ اَنَّہُمۡ فَعَلُوۡا مَا یُوۡعَظُوۡنَ

نمیکردند ایں را مگر اندک از ایشاں و اگر میکردند از آنچہ پندداده میشوند

تو اسے نہیں کرتے مگر ان میں سے تھوڑے اور اگر کرتے جو نصیحت انہیں کی جاتی ہے

بِہٖ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ وَ اَشَدَّ تَثۡبِیۡتًا ﴿۶۶﴾ وَّ اِذًا لَّاٰتَیۡنٰہُمۡ مِّنۡ

ہرآئنہ بہتر بودی ایشانرا و محکم تر در استوار دین و آنگاہ البتہ دادیم ایشانرا

تو ضرور بہتر ہوتا ان کے لئے اور دین کے ثبات میں مضبوط تر ہوتا [2] اور اسوقت ہم انہیں ضرور دیتے

لَّدُنَّاۤ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ﴿۶۷﴾ وَّ لَہَدَیۡنٰہُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ﴿۶۸﴾ وَ

از نزدیک خویش مزد بزرگ و دلالت میکردیم ایشانرا براہ راست و

اپنی طرف سے بڑا اجر [3] اور ہم رہنمائی کرتے انہیں سیدھی راہ کی [4] اور

مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ

ہر کہ فرمانبرد خدا و رسول را پس ایں جماعت ہمراہ آنکسانند کہ انعام کردہ است خدا

جو فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسول کی پس یہ جماعت ان لوگوں کے ہمراہ ہوگی جن پر اللہ نے انعام کیا

تفسیر اظہار العرفان

[1] ائمہ ستہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ زمین کو سیراب کرنے کے بارے میں حضرت زبیر ؓ سے ایک انصاری کا جھگڑا ہو گیا تو نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیر سے فرمایا کہ اے زبیر! اپنے کھیت کو سیراب کرنے کے بعد پانی اپنے پڑوسی کی طرف جانے دو۔ اس پر انصاری نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ اس لئے کہ زبیر آپکی پھوپھی کا لڑکا ہے اس پر آپ کا چہرا متلون ہو گیا اور حضرت زبیر کو انکا پورا حق دیتے ہوئے فرمایا کہ اے زبیر! پانی کو اسوقت تک روکے رکھو جب تک کہ تمہارا کھیت منڈیروں تک بھر نہ جائے۔ اسکے بعد پانی کو اپنے پڑوسی کیلئے چھوڑ دو۔ حضرت زبیر ؓ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابوالاسود سے روایت ہے کہ دو شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک جھگڑا لائے تو آپ نے انکے درمیان فیصلہ فرما دیا۔ جس شخص کے خلاف آپ نے فیصلہ دیا اس نے کہا کہ ہم یہ فیصلہ حضرت عمر ؓ کے پاس لے چلتے ہیں۔ جب وہ دونوں حضرت عمر ؓ کے پاس پہنچے تو جس شخص کے حق میں حضور ﷺ نے فیصلہ دیا تھا بولا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ فرما دیا ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ ہم یہ فیصلہ حضرت عمر ؓ سے کرائیں گے۔ حضرت عمر ؓ نے پوچھا کہ کیا یہ درست ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ تم دونوں یہیں ٹھہرو میں ابھی تمہارے درمیان فیصلہ کئے دیتا ہوں۔ پھر آپ اندر سے تلوار لے کر آئے اور اس شخص کا سر قلم کر دیا جو ان سے فیصلہ کرانے کیلئے آیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہئے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فتوی اور احکام میں خطا سے معصوم ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان نفوسِ قدسیہ کے فتوے پر عمل کرنا واجب قرار دیا ہے۔ اساری بدر [بدر کے قیدیوں کا معاملہ] لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ اور عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی یہ تینوں کسی اور وجوہ پر محمول ہیں جسے اپنی جگہ بیان کیا جائیگا۔ (تفسیر کبیر) [2] ابن جریر نے سدی سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثابت بن قیس بن شماس اور ایک یہودی نے مفاخرت کی۔ یہودی نے کہا خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی جانیں ہلاک کر دینے کا حکم دیا تو ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ ثابت نے کہا کہ خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی جانیں قربان کر دینے کا حکم دیا تو ہم اس سے دریغ نہیں کرینگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وَلَوۡ اَنَّہُمۡ فَعَلُوۡا مَا یُوۡعَظُوۡنَ بِہٖ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ وَ اَشَدَّ تَثۡبِیۡتًا نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ہم لوگوں پر تکلیف میں شدت کریں جیسے ہم انہیں قتل، وطن سے نکلنے اور دیگر صعوبت کا حکم دیں تو سوائے قلیل کے اور کوئی اسے نہیں کر پائے گا اور اسوقت کفر و عناد ظاہر ہوگا اس لئے ہم نے اپنے بندوں پر مہربانی کرتے ہوئے آسان احکام نافذ کئے۔ پس چاہئے کہ اخلاص سے ان احکام پر عمل کیا جائے تا کہ دارین میں فلاح پالیں۔ حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نفس کے قتل کا حکم دیتا جب بھی ہم اس کے فرمان کے مطابق اپنے آپکو قتل کر ڈالتے لیکن تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے ہمیں ایسا حکم نہیں دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میری امت میں ایسے رجال بھی ہیں جنکے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے پہاڑ جیسے لنگر سے ایمان کو ثابت فرمایا۔ (تفسیر کبیر) [3] یہ آیت سوال مقدر کا جواب ہے یعنی کوئی کہے کہ ایمان کی تثبیت کے بعد کیا دیا جائیگا۔ اسکا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم انہیں اپنی طرف سے بڑا اجر عطا فرمائیں گے۔ (بیضاوی) [4] یعنی اپنے سلوک میں جنابِ قدس کی طرف ملیں گے اور ان پر غیب کے دروازے کھول دیئے جائینگے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہوگا اللہ تعالیٰ اسے ایسے علم کا وارث بنائیگا جو اسکے سوا کوئی نہیں جانتا ہوگا۔ (بیضاوی)

عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَ

بر ایشاں از پیغمبران و صدیقاں و شہیدان و

نبیوں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں سے اور

الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ

صالحان و نیکو رفیق اند ایشاں این بخشایش از خدا ست

صالحین سے اور یہ سب کیا ہی بہترین ساتھی ہیں ۱ یہ بخشائش اللہ کی طرف سے ہے

اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ

و بس است خدا دانا اے مسلمانان بگیرید سلاح خود را

اور کافی ہے اللہ جاننے والا ۲ اے مسلمانو! اپنے اسلحہ کو لو

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ

پس بیروں روید گروہ گروہ شدہ یا بیروں روید ہمہ جمع آمدہ و ہر آئینہ از شما آں است کہ درنگ میکند

پس باہر جاؤ تھوڑا تھوڑا کر کے یا باہر نکلو جمع ہو کر ۳ اور بیشک تم میں سے بعض وہ ہے جو ضرور دیر کریگا

فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ

پس اگر برسد بشما مصیبتے گوید انعام کرد خدا بر من چوں نبودم

پس اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں اللہ نے مجھ پر انعام کیا جب میں

اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ

حاضر باایشاں و اگر برسد بشما نعمتے از خدا

انکے پاس حاضر نہیں تھا ۴ اور اگر تمہیں کوئی نعمت پہنچے اللہ کی طرف سے

لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ

بگوید گویا ہرگز نبود میان شما و میان وی دوستی کاش بودمی

تو کہتے ہیں گویا ہرگز نہ تھی تمہارے اور انکے درمیان دوستی۔ کاش میں

تفسیر اظہار العرفان

۱ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے اپنی جان اور اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں اور آپ یاد آتے ہیں تو مجھے اسوقت تک چین نہیں آتا جب تک کہ یہاں آ کر آپکو دیکھ نہ لوں۔ جب مجھے اپنی اور آپکے موت کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ جنت میں داخل ہو کر انبیاء کے ساتھ اعلیٰ درجات میں چلے جائیں گے اس لئے ڈرتا ہوں کہ میں جنت میں داخل ہو کر بھی آپکو نہیں دیکھ سکوں گا۔ ابھی نبی ﷺ نے اسکا جواب بھی نہ دیا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس آیت کے ساتھ نازل ہوئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اصحابِ رسول ﷺ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمیں آپ سے جدا نہیں ہونا چاہئے آپ تو جنت میں داخل ہو کر اعلیٰ درجات میں جب چلے جائیں گے تو ہم آپکی زیارت بھی نہ کر سکیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہئے کہ نَبِيّٖنَ کے بعد تین اوصاف بیان کئے گئے ہیں یعنی صِدِّيْقِيْنَ، شُهَدَآءِ اور صَالِحِيْنَ۔ اس پر اتفاق ہے کہ نبیین باقی تین اوصاف کے مغایر ہیں۔ باقی ان تین اوصاف کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ تینوں اوصاف موصوف واحد کے لئے ہے کیونکہ ایک ہی شخص صدیق، شہید اور صالح ہو سکتا ہے۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ یہ تینوں اوصاف الگ الگ ہیں اور لوگوں کے صنف میں سے ہر ایک کی صفت واقع ہے یہ قول زیادہ مناسب ہے کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ میں تغایر ہوتا ہے۔ صدیق اسے کہتے ہیں جسکی عادت صدق ہو اور اس پر اسکا غلبہ ہو۔ شہداء انکی بہت ساری اقسام ہیں جو احادیث کریمہ میں موجود ہیں۔ صالح اسے کہتے ہیں جو اپنے اعتقاد اور اپنے عمل میں صالح ہو۔ (تفسیر کبیر) ۲ اس آیت میں ذالک اسم اشارہ کے بارے میں معتزلہ کا کہنا ہے کہ نبیوں کی مرافقت کی جانب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبعاً حاصل ہے یعنی جو ثواب بندے کیلئے اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اس کے علاوہ ہے۔ جبکہ اہل سنت کا کہنا ہے کہ ذالک اسم اشارہ جمیع ماتقدم کی جانب ہے کیونکہ یہ تمام کا تمام اللہ کی جانب سے فضل ہے۔ بندہ کے عمل سے اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے بدلے جو بھی ملیگا وہ فضل ہی ہوگا۔ اس پر چند دلیل سے وجوہ قائم ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے انسان میں قدرت پیدا کی لہذا انسان جو کچھ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت سے کرتا ہے۔ (۲) وجوب کا مفہوم یہ ہے کہ اسکے ترک پر ذم کا مستحق ہوتا ہے اور یہ الوہیت کے منافی ہے۔ (۳) انسان جو بھی اطاعت کرتا ہے وہ نعم سابقہ کے مقابلے میں کرتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو لاتعد ولاتحصی عطا فرمایا ہے لہذا آئندہ جو ثواب دیا جائیگا وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوگا۔ (تفسیر کبیر وغرایب القرآن) ۳ یعنی جہاد کیلئے ہمہ وقت بیدار رہو یہ آیت اگرچہ حرب [جہاد کے بارے] میں نازل ہوئی لیکن اسکے لفظ کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ بھلائی کے تمام کاموں کیلئے ہمہ وقت تیار رہے۔ (بیضاوی) ۴ یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں شامل مؤمنین کی جماعت سے ہے کیونکہ ان میں منافقین بھی تھے جن پر جہاد بڑا بار گزرتا تھا اور وہ لوگ طرح طرح کے حیل وحال سے جہاد میں جانے سے گریز کرتے تھے۔ (بیضاوی) یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ منافقین کو مؤمنین میں سے بتانے کا کیا معنی رکھتا ہے کیونکہ منکم کا مفہوم من المؤمنین ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ من حیث الجنس نسب اور اختلاط کی بناء پر منافقین کو مؤمنین میں سے کہا گیا ہے ورنہ یہ حقیقتاً مؤمنین میں سے نہیں ہیں۔ (تفسیر کبیر)

كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

بایشاں پس یافتمے مطلب بزرگ را پس باید کہ جنگ کنند در راہ

انکے پاس ہوتا تو بڑے مطلب میں کامیاب ہوتا ۱ پس چاہیئے کہ جنگ کریں اللہ کے

الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ

خدا آں مومنان کہ میفروشند زندگانی دنیا را بآخرت و ہر کہ

راستے میں وہ مومنین جو بیچتے ہیں دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے اور جو کوئی

يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ

جنگ کند در راہ خدا پس کشتہ شود یا غالب آید پس

جنگ کرے اللہ کی راہ میں پھر قتل کیا جائے یا غالب آ جائے تو

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ

بدہیمش مزد بزرگ و چیست شما را کہ جنگ نمیکنید در

ہم انھیں دینگے بڑا اجر ۲ اور کیا ہوا تمہیں کہ جنگ نہیں کرتے

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ

راہ خدا و برای بیچارگان کہ از مردمان و زنان

اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور

وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ

و کودکان آنانکہ میگویند اے پروردگار ما بیروں آر ما را

اور بچوں کیلئے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں باہر نکال

هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ

ازیں دیہ کہ ستمگارند اہل آں و مقرر کن برائے ما از

اس بستی سے کہ جسکے رہنے والے ظالم ہیں اور مقرر فرما ہمارے لئے ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ اللہ تعالیٰ جب مسلمانوں کو جنگ میں فتح ونصرت عطا فرماتا ہے اور کامیابی کی صورت میں مالِ غنیمت ہاتھ آتا ہے تو منافقین مسلمانوں سے اس طرح ملتے ہیں گویا کہ انکے درمیان پہلے سے مؤدت چلی آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان منافقین کے احوال کی خبر دی ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں ثواب اور طلبِ رضا کیلئے حاضر نہیں ہوتے ہیں بلکہ مالِ غنیمت کے حصول کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت قتادہ اور ابن جریج فرماتے ہیں کہ جب مسلمان جہاد میں کامیابی حاصل کرتے تھے تو منافقین حسد کے طور پر کہتے اے کاش! ہم بھی انکے ساتھ ہوتے۔ (ابن جریر)

۲ جب پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کی مذمت فرمائی تو اب جہاد میں جانے کی ترغیب فرما رہا ہے۔ یَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا کی دو تفسیر ہیں۔ (۱) یشرون' یبیعون کے معنی میں ہے۔ اب آیت کا معنی یہ ہوگا کہ چاہیئے کہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرے' جو لوگ دنیا کی زندگی کو بیچتے ہیں آخرت کے بدلے۔ یہ معنی اللہ کے اس فرمان کے مطابق ہوگا۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یعنی بیشک اللہ نے مومنوں کی جانیں اور اموال جنت کے بدلے خرید لیئے ہیں۔ (۲) یشرون' یشترون کے معنی میں ہے اس صورت میں یہ خطاب منافقین سے ہوگا جو جہاد سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اب آیت کا معنی یوں ہوگا کہ ''پس چاہیئے کہ وہ لوگ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے خریدتے ہیں اللہ کے راستے میں جہاد کریں'' پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ خبر دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ جہاد میں جانے کے بعد اگر قتل کر دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں انکے لئے بڑا اجر ہے اور اگر دشمن پر غالب آ گئے جب بھی اللہ تعالیٰ انھیں اجر عظیم عطا فرمائیگا یعنی کوئی حالت اجر سے خالی نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مسلمانوں پر جہاد واجب ہے اسی بناء پر اسکے ترک پر تعجب کے طور پر ارشاد ہے کہ تمہیں کیا ہوا کہ تم جہاد نہیں کرتے! اَلْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ سے مراد مکہ کے وہ مسلمان ہیں جو مدینہ منورہ ہجرت کر کے نہ آ سکے اور مکہ میں کافرین انہیں سخت اذیت دیتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ اَلْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ النِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ ہیں۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ یہاں یہ جائز ہے کہ رجال اور نساء سے مراد آزاد مرد اور آزاد عورتیں ہوں اور ولدان سے مراد غلام اور لونڈیاں ہوں۔ اس لئے کہ عبد کو ولید اور باندی کو ولیدہ کہتے ہیں اور ان دونوں کی جمع ولدان اور ولائد آتی ہے مگر اس جگہ ''الولدان'' مذکر اور مؤنث کیلئے جمع ہے۔ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا اس سے مراد مکہ ہے اور یہاں کے رہنے والوں کو ظلم سے موصوف اس لئے کیا کہ وہ لوگ شرک میں مبتلا تھے اور شرک کے بارے میں ارشاد ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ یعنی بیشک شرک بڑا ظلم ہے اور اس لئے بھی کہ وہ لوگ مسلمانوں کو اذیت دیتے تھے۔ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا الخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اے اللہ تو ہمارے لئے مومنین میں سے ایسا مرد مقرر فرما جو ہم پر حکمرانی کرے اور ہماری ضروریات کا خیال رکھے اور ہمارے دین کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی دعا قبول فرمائی اس طرح کہ فتح مکہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے عتاب بن اسید کو ان کے لئے امیر مقرر فرمایا۔ اسکا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ تو ہمارے لئے ولی یا نصیر ہو جا۔ (تفسیر کبیر)

لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾

نزدیک خود کارسازی و مقرر کن برائے ما از نزدیک خود یاری دہندہ

اپنی طرف سے کارساز اور مقرر فرما ہمارے لئے اپنی طرف سے مدد کرنے والا

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ

مومنان کار زار میکنند در راہ خدا و

اہل ایمان جہاد کرتے ہیں اللہ کی راہ میں اور

كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا

کافران می جنگند در راہ خدائے باطل پس جنگ کنید

کافرین جنگ کرتے ہیں باطل خدا کی راہ میں پس جنگ کرو

اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾ع

با دوستان شیطان ہر آئنہ حیلہ شیطان ست است

شیطان کے دوستوں سے بیشک شیطان کا حیلہ کمزور ہے ١

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا

آیا ندیدے بسوئے کسانیکہ گفتہ شد ایشانرا باز دارید دست خود و بر پاکنید

کیا تو نے نہ دیکھا ان لوگوں کی طرف جن سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ کو روکو اور قائم رکھو

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا

نماز را و بدہید زکوۃ را پس چوں نوشتہ شد بر ایشاں جنگ آنگاہ

نماز کو اور زکوۃ ادا کرو پس جب ان پر لکھ دیا گیا جہاد اسوقت

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ

گروہی بترسند از مردمان مانند ترسیدن از خدا یا

ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے ڈرنے لگے اللہ سے ڈرنے جیسا یا

تفسیر اظہار العرفان

١ یہ آیت کریمہ دلالت کررہی ہے کہ ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے نہ ہو وہ فی سبیل الطاغوت [شیطان کی راہ میں] ہے۔ اس لئے اسکی تقسیم یوں ہوگی کہ قتال فی سبیل اللہ ہوگا یا فی سبیل الطاغوت۔ دوسری بات اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ شیطان کا مکر کمزور ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی مدد فرماتا ہے اور شیطان اپنے دوستوں کی مدد کرتا ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ نصرتِ الٰہی مضبوط تر ہے اور نصرتِ شیطان کمزور تر ہے۔ کیا آپ مشاہدہ نہیں کرتے کہ اہل خیر کا ذکر جمیل رہتی دنیا تک باقی رہتا ہے اگرچہ یہ اہلِ خیر غایت فقر میں زندگی بسر کرتے ہیں اور ملوک و اہل دنیا جب انتقال کرجاتے ہیں تو دنیا میں ان کا رسم ختم ہوجاتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

٢ نسائی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ جب ہم مشرک تھے تو باعزت تھے لیکن جب سے ہم ایمان لائے ہیں ذلت میں پڑ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے درگذر کرنے کا حکم ہے یعنی قوم سے جنگ مت کرو۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے آپکو مدینے منتقل کردیا اور قتال کا حکم نازل ہوا تو ان لوگوں [میں سے ایک فریق] نے ہاتھ روکے رکھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اسلام قبول کرنے سے پہلے تو ہم زیادتی کرنے والوں کو ترکی بترکی جواب دیتے تھے اور انکو انکے کئے کا مزہ چکھاتے تھے لیکن جب سے ہم مسلمان ہوئے ہیں ہم کو قتال سے روک دیا گیا ہے اب ہم کفار کی گالیاں سنتے ہیں انکی سختیاں سہتے ہیں پھر بھی ہم ان سے لڑ نہیں سکتے بلکہ ذلت و رسوائی کے ساتھ اپنی بے عزتی پر ہمیں صبر کرنا پڑتا ہے۔ ان باتوں سے ان کا مقصد یہ تھا کہ انھیں قتال کی اجازت دی جائے تا کہ وہ دشمن کو اینٹ کا جواب پتھر سے دے سکیں لیکن جب انھیں لڑنے کا حکم دیا گیا تو وہ خدا کے خوف سے بھی زیادہ لڑائی سے ڈرنے لگے۔ (حاشیہ لباب النقول) دوسرے قول کے مطابق یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس پر چند طریقے سے بحث کرتے ہیں۔ (١) اللہ تعالیٰ نے انکے وصف میں يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً فرمایا اور یہ معلوم ہے کہ یہ وصف منافقین کے ہی لائق ہے اس لئے کہ مؤمن کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے دلوں میں اللہ کے خوف سے زیادہ لوگوں کا خوف رکھے۔ (٢) اللہ تعالیٰ نے انکے خوف کو بطورِ حکایت نقل فرمایا ہے کہ انھوں نے لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ”تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کردیا“ کہا جو کہ ایک طرح کا اعتراض ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر اعتراض کرنا کفار یا منافقین کے ہی لائق ہوسکتا ہے۔ (٣) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے فرمادیجئے کہ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ”دنیا کے ساز و سامان قلیل ہیں اور آخرت اس کیلئے بہتر ہے جس نے تقوی اپنایا“ یہ کلام ان لوگوں ہی سے کہا جاسکتا ہے جنکے نزدیک دنیا کی چاہت آخرت کی چاہت پر غالب ہو اور یہ بھی کفار یا منافقین کے ہی لائق ہے۔ (تفسیر کبیر) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ نماز اور زکوۃ کی فرضیت جہاد کی فرضیت سے پہلے ہے اور یہ ترتیب بھی عقل کے مطابق ہے اس لئے کہ نماز تعظیم سے عبارت ہے اور زکوۃ مخلوقِ خدا پر شفقت سے عبارت ہے اور شک نہیں ہے کہ یہ دونوں جہاد پر مقدم ہوں۔ (تفسیر کبیر)

أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ

زیادہ تر و گفتند اے پروردگار ما چرا نوشتی بر ما کار زار

اس سے بھی زیادہ اور انھوں نے کہا اے ہمارے رب تو نے ہم پر جہاد کیوں لکھ دیا

لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ

چرا زندہ نگذاشتی ما را تا وقتی نزدیک بگو بہرہ مندی دنیا

کیوں نہیں تو نے ہمیں زندہ چھوڑا نزدیک وقت تک۔ آپ فرما دیجئے دنیا سے فائدہ اٹھانا

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ قف وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧٧﴾ أَيْنَ

اندک است و آخرت بہتر است کسی را کہ پرہیزگاری کند و ستم کردہ نخواہید شد مقدار رشتہ ہر جا

تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے اس کے لئے جو پرہیزگاری کرے اور تم پر ظلم نہ کیا جائیگا دھاگے کے برابر۔ جہاں

مَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ

کہ باشید در یابد شما را مرگ و اگرچہ باشید در محلہاے

کہیں تم رہو موت تمہیں پا لے گی اور اگرچہ تم رہو مضبوط محلات

مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَإِن تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ

محکم و اگر برسد بایشاں نعمتے گویند ایں از

میں اگر انہیں کوئی نعمت پہنچے کہتے ہیں کہ یہ

عِندِ اللَّهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ

نزدیک خدا ست و اگر برسد بایشاں شدتی گویند یا محمد ایں از

اللہ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی شدت پہنچے تو کہتے ہیں (اے محمد) یہ

عِندِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۖ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ

نزدیک تو است بگو ہمہ از نزدیک خدا است پس چہ حال است ایں قوم را

آپ کی طرف سے ہے آپ فرما دیجئے تمام اللہ کی طرف سے ہے پس کیا حال ہے اس قوم کا ۲

تفسیر مظہر القرآن

۱ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ الخ اگر یہ آیت مؤمنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو یہ جملہ اعتراض کے طور پر نہیں ہے بلکہ موت سے جزا اور حیات سے تمنا کے طور پر ہے اور اپنی زندگی کو آخر وقت کی طرف لے جانے کی خواہش ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ کیوں نہیں تو نے مجھے اجل قریب کی جانب مؤخر کیا تا کہ میں تصدیق کرتا۔ اگر یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب تو یہ جملہ اعتراض کے طور پر ہے کہ تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کیا اور ہمیں اتنی مہلت دیتا کہ ہم اور جیتے۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ الخ آخرت انکے لئے بہتر ہے جو متقی ہو۔ کافر کیلئے تو دنیا ہی جنت ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ دنیا مومنین کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کیلئے جنت ہے۔ آخرت کی نعمت کو دنیا کی نعمت پر چار وجوہ سے ترجیح حاصل ہے۔ (۱) دنیا کی نعمت قلیل ہے جبکہ آخرت کی نعمت کثیر ہے۔ (۲) دنیا کی نعمت منقطع ہے اور آخرت کی نعمت غیر منقطع ہے۔ (۳) دنیا کی نعمت اپنے ساتھ غم بھی لاتی ہے جبکہ آخرت کی نعمت اس سے پاک ہے۔ (۴) دنیا کی نعمت سے نفع حاصل کرنا مشکوک ہے جبکہ آخرت کی نعمت سے نفع حاصل کرنا یقینی ہے۔ (غرائب القرآن)

۲ مفسرینِ کرام نے اس آیت کریمہ میں وارد لفظ حسنة اور سیئة کے بارے میں لکھا ہے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو مدینہ منورہ اللہ کی نعمتوں سے بھرا پڑا تھا لیکن جب یہود کی جانب سے عناد اور منافقین کی جانب سے نفاق ظاہر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حسبِ دستور ان سے اپنی نعمت روک لی۔ جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا اَخَذْنَا اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ یعنی اور ہم نے کسی بستی میں نبی کو نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو سختی اور تنگی سے پکڑا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اہل مدینہ کے حق میں اپنی نعمتیں تنگ کیں تو یہود اور منافقین کہنے لگے کہ اس شخص [نبی کریم ﷺ] کی آمد سے پہلے ہمارے یہاں بارشیں بھی ہوتی تھیں اور غلہ وغیرہ بھی وافر مقدار میں پیدا ہوتا تھا لیکن جب سے یہ آئے ہیں ہر چیز میں کمی آ گئی ہے۔ اس اعتبار سے وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ کا مفہوم یہ ہوگا کہ اور اگر انھیں وافر مقدار میں نعمت پہنچے۔ اور وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ کا مفہوم یہ ہوگا کہ اور اگر انکی نعمتوں میں تنگی آ جائے تو کہتے ہیں یہ آپکی طرف سے ہے۔ یہ تفسیر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے اور بھی واضح ہو جائیگی۔ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَهٗ یعنی جب ان کے پاس کوئی نعمت آتی تو کہتے کہ یہ ہمارے لئے ہے اور جب ان کے پاس تنگی آتی تو موسی اور ان کے ساتھی کی جانب فال لے جاتے۔ انکی دوسری تفسیر یہ ہے کہ حسنة سے مراد دشمن پر غلبہ اور مال غنیمت ہے اور سیئة سے مراد قتل اور ہزیمت وغیرہ ہے۔ قاضی کہتے ہیں کہ پہلی تفسیر زیادہ معتبر ہے۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت سے مراد یہ ہے کہ جمیع امور کی اسناد اللہ تعالیٰ کی جانب کی جائے۔ (غرائب القرآن) حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نِعَم [نعمتوں] اور مصائب [مصیبتوں] میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو کیا ہوا کہ یہ بات کیوں نہیں سمجھتے ہیں کہ حسنة اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر انعام ہے اور سیئة اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری آزمائش ہے۔ (ابن جریر)

لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿٧٨﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ

که نزدیک نیستند که بفهمند سخنے را آنچه رسید بتو از

جو بات سمجھنے کے قریب نہیں ہوتی اور جو نعمت تجھے پہنچے

حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ

نعمت پس از خدا ست و آنچه رسید بتو از محنت از نزدیک

پس وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو مشقت تجھے پہنچے وہ

نَّفْسِكَ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ

نفس تست و فرستادیم ترا پیغمبر برائے مردمان و بس است خدا

تیری ذات کہ طرف سے ہے اور ہم نے آپ کو بھیجا رسول بنا کر لوگوں کیلئے اور کافی ہے اللہ

شَهِيْدًا ﴿٧٩﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ

حاضر هر که فرمانبرداری کند رسول را پس هر آئنه فرمانبرداری خدا کرد و هر که

گواہی کو۱ جو کوئی رسول کی فرمانبرداری کرے پس بیشک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جو کوئی

تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿٨٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ

اعراض کرد پس نه فرستادیم ترا بر ایشاں نگهبان و میگویند

منہ پھیرے پس ہم نے نہ بھیجا آپکو ان پر نگہبان بنا کر۲ اور کہتے ہیں کہ ہمارے دل میں

طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ

در دل ما فرمانبرداری است پس چوں بیروں روند از نزدیک تو گروہی از ایشاں بوقت شب رای زنند

فرمانبرداری ہے پس جب باہر جاتے ہیں آپکے پاس سے ان میں کا ایک گروہ رات کے وقت میں

غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ فَاَعْرِضْ

غیر آنچه تو میفرمائی و خدا می نویسد آنچه شب میگویند پس اعراض کن

تو جو آپ نے فرمایا اسکے سوا کہتے ہیں اور اللہ لکھ رہا ہے جو وہ سب رات میں کہتے ہیں پس آپ اعراض کیجئے۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی اے محمد ﷺ اگر راحت ونعمت اور عافیت وسلامتی پہنچے تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے ہیں اور اگر شدت ومشقت اور اذیت وکراہت پہنچے تو یہ انکے گناہ کے سبب ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَا اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَةٍ سے مراد یہ ہے کہ جو فتح اور غنیمت تمہیں بدر کے روز پہنچیں۔ اور سیئة سے مراد یہ ہے کہ احد کے روز جو تکلیف پہنچی۔ (ابن جریر) ابوعلی جبائی کہتے ہیں کہ سیئة کا لفظ کبھی بلاء اور مشقت کیلئے واقع ہوتا ہے اور کبھی گناہ ومعصیت کیلئے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک افعالِ عباد مخلوق ہیں جبکہ اس آیت میں حسنة جو اطاعت ہے اسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور سیئة جو کہ گناہ اور بلیات سے عبارت ہے اسکی نسبت بندے کی طرف ہے۔ اہل سنت اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ حسنة بھی اگرچہ فعلِ عبد ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی تسہیل سے حاصل ہوتی ہے اس لئے اسکی اضافت اللہ تعالیٰ کی جانب درست ہے اور سیئة بھی بندے کا فعل ہے لیکن اسے اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف نہیں کیا جائیگا اس لئے کہ نہ یہ اللہ کا فعل ہے' نہ اللہ نے اسکا ارادہ کیا' نہ اسکا حکم دیا اور نہ وہ اسے چاہتا ہے تو ضروری ہوا کہ سیئة کی اضافت اللہ تعالیٰ کی جانب نہ کی جائے۔ (تفسیر کبیر) وَاَرْسَلْنَاکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا۔ الناس میں جو لام ہے یا تو عہد خارجی کا ہوگا یا جنس کیلئے یا استغراق کیلئے۔ اول باطل ہے اس لئے کہ عہد خارجی کا حصہ افراد میں سے معین ہوتا ہے جس سے لازم آئیگا کہ بعض انسان کی جانب آپ رسول بن کر آئے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے منافی ہے۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا یعنی اے لوگو! بیشک میں تم سب کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ دوسری صورت یعنی لام جنس کیلئے ہو یہ بھی باطل ہے اس لئے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ آپ صرف جنس انسان کیلئے رسول بن کر آئے جن کیلئے نہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف ہے۔ وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَیْکَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ الخ یعنی ہم نے آپکی طرف جنوں کی ایک جماعت کو پھیرا۔ اب متعین ہوا کہ الناس میں لام استغراق کیلئے ہے تاکہ حکم افراد میں سے ہر فرد کیلئے ثابت ہوجائے۔ (غرائب القرآن) ۲ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ منافقین کہنے لگے کہ یہ شخص یعنی محمد ﷺ شرک کی جانب بلاتے ہیں۔ وہ تو غیر اللہ کی عبادت سے روکتے ہیں لیکن چاہتے ہیں کہ ہم انھیں ایسا ہی رب بنائیں جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ آیت اقوی دلائل میں سے ہے کہ نبی جمیع اوامر' نواہی' تبلیغ اور اپنے افعال میں معصوم ہوتے ہیں ورنہ اسکی اطاعت بھی ہم پر لازم ہوگی۔ (غرائب القرآن) ۳ جب منافقوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت محمد ﷺ دعویٰ رسالت میں سچے نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اس آیت کے ذریعے تفکر اور تدبر کی دعوت دی کہ غور کرو یہ کیسا فصیح کلام پیش کرتے ہیں۔ اس کلام کے اول اور آخر پر غور کرو تو تم پر واضح ہوگا کہ دنیا کا بڑا سے بڑا ادیب بھی ایسا کلام پیش کرنے سے عاجز ہے۔ جاننا چاہئے کہ قرآن کی دلالت نبی کریم ﷺ کے صدق پر تین طریقے سے ہے۔ (۱) فصاحت (۲) اخبار غیب (۳) اختلاف سے محفوظ۔ (غرائب القرآن) حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے اللہ کے نبی ﷺ سے وعدہ کرکے اسے بدل ڈالا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان کو بدل ڈالا۔ (ابن جریر)

عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٨١﴾ اَفَلَا

از ایشاں و توکل نما بر خدا و خدا کارسازنده بس است ایا

ان سے اور اللہ ہی پر بھروسہ کیجئے اور اللہ کام بنانے والا کافی ہے۔ کیا

يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ

تامل نمیکنند قرآن را اگر بودی از نزدیک غیر خدا

وہ سب قرآن میں غور نہیں کرتے اگر یہ غیر خدا کی طرف سے ہوتا

لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ

البتہ یافتندی دراں اختلاف بسیار وقتیکہ بیاید نزدیک ایشاں چیزے از

تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے ۱ اور جب آئے ان کے پاس کوئی چیز

الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ

ایمنی یا ترس مشہور سازند آنرا و اگر راجع میگردانیدند آنرا بسوئے پیغمبر

امن سے یا خوف سے تو اسے مشہور کردیتے ہیں اور اگر اسے لوٹاتے رسول کی طرف اور اہل اسلام میں سے صاحب

وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ

وبسوی فرمان روایان از اہل اسلام ہر آئینہ دریافتندی مصلحت آں خبر را آنانکہ از ایشاں میتوانند برآوردن مصلحت

اختیار کی طرف تو ضرور اس خبر کی مصلحت کو جان لیتے ان میں سے وہ لوگ جو اسکی استطاعت رکھتے ہیں

مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ

آں و اگر نبودی بخشایش خدا بر شما و رحمت او البتہ پیروی میکردید

اور اگر تم پر اللہ کی بخشائش اور رحمت نہ ہوتی تو ضرور تم پیروی کرتے

الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٨٣﴾ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ

شیطانرا مگر اندکی پس جنگ کن در راه خدا بر تو مواخذه نیست

شیطان کی مگر تھوڑے ۲ پس اللہ کی راہ میں جنگ کرو تجھ پر مواخذہ نہیں ہے

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ قرآن معلوم المعنی ہے اسی بناء پر منافقین کو بھی تدبر کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اسی طرح آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نظر وفکر سے دلیل قائم کرنا جائز ہے۔ واضح رہے کہ قرآن کریم میں کوئی اختلاف نہیں ہے اگرچہ بظاہر ایک آیت دوسری آیت کے خلاف ہو لیکن اسے تناقض کی شرط میں رکھ کر دیکھا جائے تو حقیقتاً اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہوگا مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے لَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ یعنی گناہگار کے گناہ کی پوچھ نہ ہوگی کسی آدمی اور جن سے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ یعنی ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔ پہلی آیت اور دوسری آیت میں جب شرط تناقض کے اعتبار سے دیکھا جائے تو کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ پہلی آیت میں یہ ہے کہ فرشتے روز قیامت مجرمین کے چہرے سے دیکھ کر ہی پہچان لیں گے پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ جبکہ دوسری آیت میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرمین سے گناہوں کے بارے میں سوال کریگا اور حساب لیگا لہذا ان دونوں آیات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح ارشاد ہے فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ یعنی پس وہ (عصا) فوراً ایک ظاہر اژدھا ہو گیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا یعنی گویا سانپ ہے پیٹھ پھیر کر چلا۔ پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے عصا ڈالنے کے بعد اژدھا بنا اور دوسری آیت سے ظاہر ہے کہ وہ عصا اژدھا نہیں بنا بلکہ اژدھا کی طرح ہوگیا۔ ان دونوں میں بھی شرط تناقض کے اعتبار سے دیکھا جائے تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ یعنی کچھ منہ اس دن تروتازہ ہونگے اپنے رب کو دیکھتے ہونگے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ یعنی اسے آنکھیں ادراک نہیں کرسکتیں۔ شرط تناقض کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ پہلی آیت آخرت سے متعلق ہے جبکہ دوسری آیت دنیا سے متعلق ہے۔ (غرائب القرآن وتفسیر کبیر) یہ بات معلوم ہے کہ انسان اگر غایتِ فصاحت اور غایتِ بلاغت میں ہو اور کوئی کتاب لکھے جو طویل ابواب اور معانی کثیرہ پر مشتمل ہو تو ضروری ہے کہ اسکے کلام میں تفاوت ہوگا یعنی بعض قوی ہوگا اور بعض کمزور ہوگا لیکن قرآن باوجود معانی کثیرہ اور ابواب طویلہ پر مشتمل ہے اسکے نظم میں اول سے آخر تک کہیں بھی تفاوت نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ نبی کی جانب وحی فرماتا ہے اس لئے پورا قرآن ہمارے نبی ﷺ کی نبوت کی گواہی دے رہا ہے۔ (غرائب القرآن) ۲ مسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب نبی ﷺ نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار فرمائی تو میں مسجد میں داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ کنکریوں سے زمین کرید رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوگیا اور باآواز بلند اعلان کیا کہ حضور ﷺ نے اپنے بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی چنانچہ جو صحیح نتیجہ پر پہنچا وہ میں تھا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ

مگر بر جان تو و رغبت ده مسلمانانرا نزدیکست که موقوف سازد خدا

مگر اپنے جان پر اور رغبت دیجئے مسلمانوں کو۔ قریب ہے کہ اللہ روک لے

بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا ﴿٨٤﴾

جنگ کافرانرا و خدا سخت تر است باعتبار جنگ و سخت تر است باعتبار عقوبت

کافروں کی جنگ اور اللہ سخت تر ہے جنگ کے اعتبار سے اور سخت تر ہے عذاب دینے کے اعتبار سے ۱

مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا

ہر کہ شفاعت کند شفاعت نیک باشد او را بہرہ از ثواب آں

جو کوئی اچھی سفارش کرے اسکے لئے حصہ ہے اس سے

وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا

و ہر کہ شفاعت کند شفاعت بد باشد او را حصہ از عذاب آں

اور جو کوئی بری سفارش کرے اسکے لئے اسکے عذاب سے حصہ ہے

وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقِيتًا ﴿٨٥﴾ وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ

و ہست خدا بر ہمہ چیز توانا و چوں تعظیم کردہ شوید بسلامی

اور اللہ تمام چیزوں پر توانا ہے ۲ اور جب کوئی تمہاری تعظیم کرے سلام سے

فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى

پس تعظیم کنید بکلمہ بہتر از آں یا ہماں کلمہ جواب دہید ہر آئنہ ہست خدا بر

تو تعظیم کرو تم اس سے بہتر کلمہ سے یا اسی جیسے کلمہ سے جواب دو بیشک اللہ

كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ﴿٨٦﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى

ہمہ چیز حساب کنندہ خدا نیست ہیچ معبود مگر او البتہ بہم آرد شما را بسوئے

ہر چیز پر حساب لینے والا ہے ۳ اللہ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ ضرور ہم تمہیں جمع کریں گے

۱ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا اگرچہ تنہا ہی کیوں نہ ہو۔ بدرِ صغریٰ کے خروج سے پہلے ابو سفیان نے دوبارہ ملنے کا وعدہ اللہ کے رسول ﷺ سے کیا۔ پس بعض لوگ خروج کو ناپسند کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس کے نزول کے بعد ستر (۷۰) مجاہدین آپکے ساتھ ہو لئے اگر ایک بھی آپ کے ساتھ نہ ہوتا جب بھی آپ اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نکلتے۔ جاننا چاہئے کہ اس سے پہلی آیات میں جہاد کی اشد ترغیب دی گئی لیکن منافقین اسکے باوجود جہاد سے کم رغبت رکھتے تھے بلکہ مسلمانوں کو اس سے روکنے کیلئے دن رات کوشش کرتے رہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے جہاد کی ترغیب کی خاطر دوبارہ جہاد کا حکم صادر کیا۔ (تفسیر کبیر)

۲ شفاعت' شفع سے ماخوذ ہے اور شفع انسان کا اپنے ساتھ حاجت کیلئے کسی کو ملا لینا۔ چونکہ پہلی آیت میں جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی جہاد نہ کرے جب بھی آپ اللہ کے راستے میں جہاد کریں۔ اب اس آیت میں حکم دیا جا رہا ہے کہ اس غرض سے آپ اور لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیجئے تا کہ تحریض کا مقصد بھی پورا ہو جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں شفاعتِ حسنة سے مراد یہ ہے کہ ایمان باللہ اور کافروں سے جہاد کرنے میں شفع کرے اور شفاعتِ سیئة سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کفر اور کافروں سے محبت کی جائے اور ان سے لڑائی ترک کر دی جائے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ شفاعت الی اللہ دعا سے حاصل ہوتی ہے اس پر دلیل حدیثِ ابو درداء ؓ سے قائم کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مصیبت کے وقت جو اپنے مسلمان بھائی کیلئے دعا کرتا ہے تو اسکی دعا پر فرشتے آمین کہتے ہیں اور اس دعا کرنے والے کیلئے اسکی مثل اجر ہے۔ حضرت مقاتل کہتے ہیں کہ شفاعتِ سیئة سے مراد یہ ہے کہ جب یہود نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو السلام علیکم کی بجائے السام علیکم کہتے تھے اور سام موت کو کہتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ اے یہودیو! سام اور لعنت تم پر ہو کیا تم ایسا جملہ اللہ کے رسول ﷺ کیلئے کہتے ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر)

۳ جاننا چاہئے کہ قبل اسلام عرب کی عادت تھی کہ جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے تو "حیات اللہ" کہتے۔ گویا کہ وہ لوگ ایک دوسرے کو حیات کی دعا دیتے تھے۔ جب اسلام آیا تو حیات اللہ کو السلام علیکم سے بدل دیا یعنی لفظ تحیة کو لفظ سلام سے بدل دیا۔ ارشاد ہوتا ہے تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ان سب کا تحیة انکے ملنے والے روز سلام ہے۔ نمازی نماز میں کہتا ہے التحیات لله یعنی السلام من آفات الله کے معنی میں ہے۔ واضح رہے کہ ملاقات کے وقت السلام علیکم کہنا حیات اللہ سے اتم اور اکمل ہے۔ اسکی چند وجہیں ہیں۔ (۱) بندہ زندہ ہو لیکن سلامتی نہ ہو تو زندگی بیکار ہے۔ (۲) السلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے پس اللہ کے ذکر سے ابتدا بقائے سلامت کیلئے اتم و اکمل ہے۔ (۳) قرآن و حدیث میں سلام کی بڑی فضیلت آئی ہے اس لئے بندہ جب دوسرے کو سلام کرتا ہے تو ان فضائل کا طالب بھی ہوتا ہے جبکہ حیات اللہ میں یہ بات نہیں ہے۔ نکتہ: ابتدا کرنے والا السلام علیکم کہتا ہے اور جواب دینے والا وعلیکم السلام کہتا ہے گویا کہ اللہ کے ذکر سے شروع ہے اور ذکر (سلام) ہی پر ختم ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن مسعود ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے بری ہوتا ہے۔ حضرت ابی امامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک لوگوں میں اللہ کے سب سے قریب وہ لوگ ہونگے جو سلام میں پہل کرتے ہونگے۔ (مظہری)

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ

روز قیامت ہیچ شک نیست دراں و کیست راستگو تر از خدا

قیامت کے دن کی طرف اس میں کوئی شک نہیں ہے اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچا

حَدِيْثًا ۝٨٧ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ

بسخن پس چیست شما را اے مسلمانان در باب تملق کنندگان دو گروہ شدید و خدا نگونسار ساخت ایشانرا

بات میں؟ پس تمہیں کیا ہوا (اے مسلمانو) چاپلوسی کرنیوالوں کے باب میں دوگروہ ہوگئے اور اللہ نے اوندھا کردیا

بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَ

بشومی آنچہ میکردند آیا می خواہید کہ راہ نمائید کسے را کہ گمراہ ساخت او را خدا و

انکے نحس کے سبب جو وہ سب کرتے ہیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ راستہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کیا اور

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝٨٨ وَدُّوْا لَوْ

ہر کرا خدا گمراہ کند نیابی برائے او ہیچ راہے ایں تملق کنندگاں

جسے اللہ گمراہ کرے نہ پائیگا تو ان کیلئے کوئی راستہ ٢ یہ چاپلوسی کرنے والے

تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاۗءً فَلَا تَتَّخِذُوْا

آرزو کردند کہ شما نیز کافر شوید چنانچہ ایشاں کافر شدند پس برابر باشید پس دوست مگیرید ہیچ کس را

آرزو کرتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ سب کافر ہوئے پس تم سب ایک ہو جاؤ دوست نہ بناؤ کسی کو

مِنْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ

از ایشاں تا آنکہ ہجرت کنند در راہ خدا پس اگر

ان میں سے یہاں تک کہ وہ سب ہجرت کریں اللہ کی راہ میں پس اگر

تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَ

اعراض کردند پس اسیر گیرید ایشانرا و بکشید ہر جا کہ یابید و

منہ پھیریں تو انھیں اسیر بنا لو اور قتل کرو جہاں پاؤ اور

١ اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ توحید اور عدل متلازمان [ایک دوسرے کولازم] ہیں۔ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے توحید کی جانب اشارہ ہے اور لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ سے عدل کی جانب اشارہ ہے۔ اس سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کا احترام کریں اور کسی پر ظلم نہ کریں ورنہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرما کر ظالم سے مظلوم کو انصاف دلائیگا گویا کہ اس میں تہدید شدید ہے۔ معتزلہ اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام محدث ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو محدث کہا ہے۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی بات نازل کی۔ حدیث، حادث ہوگی یا محدث۔ اہلسنت اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ تم کلام میں حدوث کا جو حکم لگا رہے ہو وہ حرف اور صوت ہے اور ہم اسکے حدوث میں نزاع نہیں رکھتے بلکہ ہم جس کلام کے قدیم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ شے ان حروف اور اصوات سے دیگر ہے اور یہ آیت اس شے کے حدوث پر دلالت کرتی ہے۔ جسکا ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاق ہے۔ پس ہمارے لئے تو آیت سے اسکا مفہوم ظاہر ہے اور تمہارے نزدیک یہ ہے کہ تم کلام کے وجوہ کا ان حروف اور اصوات کے سوا انکار کرتے ہو۔ اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ تم اس آیت سے کلام کے حدوث پر استدلال کرو۔ (تفسیر کبیر)

٢ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں تین واقعات ہیں۔ پہلا واقعہ: شیخین نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگ احد پر نکلے تو جو لوگ آپ کے ہمراہ روانہ ہوئے تھے ان میں سے بعض واپس لوٹ آئے اس پر نبی ﷺ کے اصحاب میں اس بات پر اختلاف ہوگیا کہ آیا واپس لوٹ جانے والوں سے جنگ کی جائے یا نہیں۔ ایک فریق کہتا ہے کہ ان سے جنگ کی جائے اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرا واقعہ: حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے خطاب کیا اور فرمایا کون ہے جو مجھے اس شخص سے، بچائے جو مجھے دکھ پہنچاتا ہے اور مجھے دکھ پہنچانے والوں کو اپنے گھر میں جمع کرتا ہے؟ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اگر وہ شخص [ہمارے قبیلے] بنی اوس میں سے ہے تو ہم اسے قتل کئے دیتے ہیں اور اگر وہ ہمارے بھائیوں بنی خزرج میں سے ہے تو آپ جو حکم دینگے ہم اسکی تعمیل کرینگے۔ اس پر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے ابن معاذ! تم یہ بات رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے جذبے سے نہیں کہہ رہے بلکہ اس لئے کہہ رہے ہو کہ تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ شخص تم میں سے نہیں ہے اسید بن حضیر نے اٹھ کر کہا اے ابن عبادہ! تم منافق ہو اور منافقوں سے محبت رکھتے ہو۔ محمد بن مسلمہ نے اٹھ کر کہا اے لوگو! خاموش رہو ہم میں اللہ کے رسول ﷺ موجود ہیں آپ جو حکم دینگے ہم سب اسکی تعمیل کرینگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تیسرا واقعہ: عرب کے کچھ لوگوں نے رسول ﷺ کی خدمت میں مدینے آ کر اسلام قبول کیا۔ لیکن یہاں کی گرمی اور وبا سے تنگ آ کر وہ الٹے پھر گئے اور مدینے سے نکل گئے۔ چند صحابہ کرام راستے میں جا ملے اور ان سے پوچھا کہ تم مدینے سے واپس کیوں لوٹ آئے ہو؟ انھوں نے کہا کہ وہاں ہم بیمار ہوگئے۔ اس پر صحابہ نے کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں بھی تمہارے لئے صبر و تسکین کا سامان نہیں تھا؟ اسکے بعد صحابہ نے کہا کہ وہ منافق ہیں اور بعض نے کہا کہ انھوں نے کوئی منافقت نہیں کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

لَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٨٩﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ

دوست و یار مگیرید کسے را از ایشاں مگر آنانرا کہ پیوند دارند

دوست و مددگار نہ بناؤ ان میں سے کسی کو ۱ مگر وہ لوگ جو علاقہ رکھتے ہوں (ایسی)

اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ

با گروہی کہ میان شما و میان ایشاں عہد است یا بیایند نزدیک شما حالانکہ آنکہ تنگ آمدہ است

قوم کے ساتھ کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد ہے یا آئیں تمہارے پاس اس حال میں کہ طاقت نہ رہی ہو

صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ

سینہ ایشاں از آنکہ بجنگند با شما یا بجنگند با قوم خویش و اگر

انکے سینے میں کہ تمہارے ساتھ جنگ کریں یا اپنی قوم کے ساتھ جنگ کریں اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور مسلط کرتا انھیں

شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ

خواستی خدا ہر آئنہ مسلط ساختی ایشانرا بر شما پس قتال میکردند با شما پس اگر ایں فریق یکسو شوند از جانب شما

تم پر پس قتال کرتے تم سے پس اگر یہ گروہ تمہاری جانب سے کنارہ کش ہو جائے

فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ

و قتال نمیکنند با شما و بفگنند بسوے شما پیغام صلح را پس نکردہ است خدا شما را

اور تم سے قتال نہ کرے اور تمہاری طرف صلح کا پیغام ڈالے تو اللہ نے نہیں کیا ہے تمہارے لئے

عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿٩٠﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ

بر ایشاں راہی خواہید یافت قومیرا کہ میخواہند

ان پر کوئی راستہ ۲ تم پاؤ گے ایک قوم کو جو تم سے

يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا

ایمن شوند از شما و ایمن شوند از قوم خود ہرگاہ باز گردانیدہ میشوند بسوئے فتنہ انگیزی نگوسار انداختہ شوند

امن میں رہیں اور اپنی قوم سے امن میں رہیں جب فتنہ انگیزی کی جانب پھیرے جاتے ہیں تو اوندھے منہ گرتے ہیں ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ یعنی کفر جس طرح ان کے دلوں میں قائم ہے اسی طرح تمہارے دلوں میں بھی قائم ہو جائے۔ اس لئے ان سے دوستی مت کرو۔ یہاں تک کہ متحقق ہو جائے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے ہجرت کی ہے۔ دنیاوی اغراض شامل نہیں ہیں اور اسی راستے پر چل رہے ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے چلنے کا حکم دیا ہو۔ اگر اسکے خلاف ہو تو ہرگز ان سے دوستی نہ کرو۔ (بیضاوی) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مشرکین اور ملحدین سے دوستی نہ کی جائے کیونکہ دوسری جگہ ارشاد ہے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ۔ یعنی اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمن کو دوست۔ (تفسیر کبیر)

۲ حضرت حسن سے روایت ہے کہ سراقہ بن مالک کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اہل بدر اور اہل احد پر غالب آ گئے اور گرد و نواح میں اسلام پھیل گیا تو مجھے خبر ملی کہ حضور ﷺ میری قوم بنی مدلج پر لشکر کشی کیلئے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا ارادہ رکھتے ہیں لہذا میں نے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میں آپکو احسان کی طرف متوجہ کرتا ہوں میں نے سنا ہے کہ آپ میری قوم بنی مدلج پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ان سے اس شرط پر صلح کر لیں کہ اگر آپکی قوم نے اسلام قبول کر لیا تو وہ بھی ان کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جائینگے اور اگر آپکی قوم نے اسلام قبول نہ کیا [اور میری قوم نے اسلام قبول کر لیا] تو انکی اکثریت میری قوم کیلئے بہتر نہ ہوگی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ انکے ساتھ جا کر انکی خواہش کے مطابق صلح کر لو چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ وہ بھی ان کے ہمراہ اسلام میں داخل ہو جائینگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اسکے بعد جو قومیں انکے ساتھ اپنے آپکو الحاق کر لیتیں وہ بھی انکے ساتھ اس معاہدہ میں شریک ہوتیں۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت میں اہل ایمان کیلئے بشارتِ عظیمہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے رفع سیف فرمایا جو اس جانب التجا کرتے ہیں جس جانب مسلمان التجا کرتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ان سے عذاب اٹھائیگا جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوگا۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت ہلال بن عویمر اسلمی، سراقہ بن مالک مدلجی اور بنی خزیمہ بن عامر کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت ہلال بن عویمر اسلمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے مسلمانوں کے ساتھ اسکا میثاق تھا اسکی قوم سے چند آدمیوں نے اسے ورغلایا لیکن وہ نہ اپنی قوم سے لڑنا چاہتا تھا اور نہ مسلمانوں سے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۳ قبیلہ اسد اور غطفان اور بعض نے کہا کہ بنو عبدالدار مدینہ منورہ آئے اور اسلام ظاہر کیا تاکہ مسلمانوں سے امن میں رہے۔ جب وہ سب لوٹے تو کفر کیا اور اپنے قلوب کو پھر قبیح چیزوں کی جانب پھیرا۔ اس قوم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبر دی کہ یہ لوگ فقط جنگ سے بچنے کیلئے ایسا کر گئے ورنہ انکے قلوب میں کفر پہلے سے ہی موجود تھا لہذا تم انھیں جہاں پاؤ قتل کر دو یا انھیں اسیر بنا لو۔ اس لئے کہ انکی عداوت اور کفر خوب ظاہر ہو چکے ہیں۔ (بیضاوی)

فِيهَا فَإِن لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوٓا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوٓا

دراں پس اگر یکسو نشوند از جنگ شما و نیفگنند بسوئے شما پیغام صلح را و باز ندارند

اس میں پس اگر تم سے جنگ کرنے سے کنارہ نہ ہوں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام نہ لائیں اور باز نہ رکھیں

أَيْدِيَهُمْ فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ ۚ

دست خویش را پس اسیر گیرید ایشانرا و بکشید ایشانرا ہر جا کہ یابید و

اپنے ہاتھوں کو تو انھیں قیدی بناؤ اور انھیں قتل کرو جہاں کہیں پاؤ اور

وَأُولَٰئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿٩١﴾ وَمَا كَانَ

ایں جماعت دادہ ایم شما را بر ایشاں حجت ظاہر و نسزد

یہ جماعت ہم نے تمھیں ان پر روشن حجت دی اور سزاوار نہیں ہے

لِمُؤْمِنٍ أَن يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا

مسلمانانرا کہ بکشد مسلمانیرا لیکن واقع میشود بخطا و ہر کہ بکشد مسلمانانرا

مسلمانوں کو کہ مسلمانوں کو قتل کریں لیکن خطا سے قتل ہو جائے اور جو مسلمانوں کو قتل کرے

خَطَـًٔا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰٓ

بخطا لازم است آزاد کردن بردۂ مسلمان و خون بہا رسانیدہ شدہ

خطا سے تو لازم ہے آزاد کرنا مسلمان غلام کا اور خون بہا پہنچائے جائیں

أَهْلِهِۦٓ إِلَّآ أَن يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ عَدُوٍّ

بکسان مقتول مگر آنکہ ابرا نمایند پس اگر باشد مقتول از گروہ دشمنان

مقتول کے لوگوں کو مگر جو معاف کر دیں پس اگر مقتول تمہارے دشمن کے گروہ سے ہو

لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ وَإِن

شما و او مسلمان است پس لازم است آزاد کردن بردہ مسلمان و اگر

اور وہ مسلمان ہو تو لازم ہے آزاد کرنا مسلمان غلام کا اور اگر ۱

۱ ابن جریر نے حضرت عکرمہ سے روایت کی ہے کہ حارث بن یزید' جو بنی عامر بن لوی میں سے تھا ابو جہل سے مل کر عیاش بن ابی ربیعہ کو ایذائیں دیتا تھا۔ پھر [ایک وقت آیا جب] حارث ہجرت کر کے نبی ﷺ کی طرف روانہ ہوگیا۔ [راستے میں] حرہ کے مقام پر اسے حضرت عیاش ملے۔ تو آپ نے حارث کو کافر سمجھ کر تلوار سے اسکا کام تمام کر دیا۔ اسکے بعد حضرت عیاش نے نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ قصہ سنایا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی' ابو جہل بن ہشام اور حارث بن ہشام کے ماں جائے بھائی تھے۔ عیاش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینے پہنچ گئے تو اسکے ماں جائے بھائی ابو جہل اور حارث جو انکے چچازاد بھائی بھی تھے مدینے جا پہنچے اور کمالِ عیاری کے ساتھ یہ کہہ کر انھیں واپس مکے لے گئے کہ اماں جان نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک وہ تمہیں دیکھ نہ لیں اس وقت تک نہ سر میں تیل ڈالیں گی نہ سر میں کنگھی کرینگی اور نہ سائے میں بیٹھیں گی لیکن انھوں نے راستے میں ہی دھوکے سے ان کو رسیوں سے جکڑ لیا اور مکے جا کر ان کو ایک احاطے میں بند کر دیا۔ (حاشیہ لباب النقول) عروہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ احد کے روز رسول ﷺ کے ساتھ تھے ان کے والد یمان کو دیکھ کر مسلمانوں نے سمجھا کہ یہ بھی کفار کی طرف سے ہے اس لئے ان پر تلواروں کے پے در پے وار شروع کر دیئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان مسلمانوں کو بتایا کہ یہ میرے والد ہیں لیکن اسوقت کوئی مسلمان انکی بات نہ سمجھ سکا۔ قتل کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے وہ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ہے جب یہ واقعہ اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ایک سریہ میں تھے۔ حاجت کیلئے ایک گھاٹی کی جانب گئے تو دیکھا کہ ایک شخص بکریوں کے ساتھ وہاں موجود ہے آپ نے اس پر تلوار سے حملہ کیا تو اس شخص نے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ پڑھا۔ آپ نے پھر بھی اسے قتل کر دیا اور اسکی بکریاں ہنکا کے لے گئے لیکن دل میں کھٹکا رہا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر واقعہ بیان کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا ھَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ کیا تو نے اسکے دل کو چیر کر دیکھا تھا۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نادم ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر کبیر) یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ قتلِ خطا معصیت نہیں ہے تو توبہ کیا معنی رکھتی ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو غایتِ احتیاط کا حکم بذریعہ توبہ دینا چاہتا ہے تاکہ آئندہ اس قسم کی خطا نہ کریں جس سے کسی کی جان چلی جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو تو پے در پے ساٹھ روزے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے گویا کہ یہ ایک طرح کی تخفیف ہے اور تخفیف وہاں کی جاتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ بندوں پر رحمت سے رجوع فرماتا ہے لہٰذا تخفیف جب لوازمِ توبہ سے ہوئی تو اس لفظ کا اطلاق ہوا اور ارادہ تخفیف کا کیا گیا یعنی تسمیۃ الملزوم علی اللازم [لازم پر ملزوم کا نام رکھنا] قبیل سے ہے۔ (تفسیر کبیر)

كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ

باشد مقتول از قومی کہ میان شما و ایشاں عہد است پس لازم است خون بہا رسانیدہ شدہ

مقتول ایسی قوم سے ہو کہ تمہارے اور اسکے درمیان عہد ہے تو لازم ہے کہ خون بہا پہنچائے جائیں

اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ

بکسان او و آزاد کردن بردہ مسلمان پس ہر کہ نیابد بردہ را

انکی قوم کو اور آزاد کرنا مسلمان غلام کو پس جو کوئی نہ پائے غلام

فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ

پس لازم است روزہ داشتن دو ماہ پے در پے مشروع کرد کفارت بجہت قبول توبہ از جانب خدا و ہست

تو لازم ہے روزہ رکھنا دو مہینے متواتر۔ یہ مشروع ہے توبہ کی قبولیت کی جہت سے اللہ کی جانب سے اور

اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٩٢﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ

خدا دانندہ استوار کار و ہر کہ بکشد مسلمانانرا بقصد پس جزاء او

اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور جو قتل کرے مسلمانوں کو ارادے کے ساتھ تو اسکا بدلہ

جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَ

دوزخ است جاوید آنجا و خشم گرفت بر او خدا و لعنت کرد او را و

جہنم ہے عرصۂ دراز تک اس جگہ رہیگا اور غضب کیا اس پر اللہ نے اور اس کو لعنت کی اور

اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿٩٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ

آمادہ ساخت برائے او عذاب بزرگ اے مسلمانان چوں سفر کنید

تیار کیا اسکے لئے بڑا عذاب [1] اے مسلمانو! جب تم سفر کرو

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ

در راہ خدا پس نیک تفحص کنید و مگوئید کسے را کہ بسوی شما

اللہ کی راہ میں تو خوب تفتیش کر لو اور نہ کہو اسکے لئے جس نے تمہیں

[1] حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے مقیس بن صبابہ کے بھائی کو قتل کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے مقیس کو اسکا خون بہا دے دیا جو اس نے قبول بھی کر لیا لیکن بعد میں اس نے اپنے بھائی کے قاتل پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اس پر رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں اسکے خون کی حلت و حرمت کا ضامن نہیں ہوں۔ چنانچہ فتح مکہ کے دن اسے قتل کر دیا گیا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ یہ آیت اسی کے بارے میں نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) علامہ آلوسی نے اسی آیت کے شانِ نزول میں ذرا مختلف قصہ لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مقیس بن صبابہ کنانی کا بھائی ہاشم بنی نجار کے محلے میں مقتول پایا گیا۔ مقیس نے رسول اللہ ﷺ سے اسکی شکایت کی تو آپ نے قیس بن ہلال فہری کو مقیس کے ہمراہ بنی نجار کے پاس بھیجا اور انھیں کہلا بھیجا کہ اگر تمہیں قاتل کا پتہ ہو تو اسے مقیس کے حوالے کر دو۔ ورنہ اسکی دیت ادا کر دو۔ جب بنی نجار کو یہ پیغام پہنچا تو انھوں نے کہا کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کا حکم سر آنکھوں پر اور خون بہا ادا کر دیا۔ مقیس جب دیت کے اونٹ لے کر فہر کے ہمراہ واپس لوٹا تو راستے میں اسکی نیت میں فتور آ گیا اور شیطان نے اسے اس وسوسے میں ڈال دیا کہ خون بہا لینا تو شرم کی بات ہے کیوں نہ بھائی کے بدلے میں فہر کو قتل کر دوں اور جھونگے میں دیت کا مال بھی ہضم کر جاؤں؟ چنانچہ اس نے فہر کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکے کو بھاگ گیا اور وہاں جا کر کمال بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ یہ شعر کہے "میں نے صواحبِ قلعۂ فارع بنی نجار کے سرخیل فہر کو اپنے بھائی کے خون کے بدلے میں قتل کر دیا ہے اور اسکا خون بہا بھی لے آیا ہوں۔ میں نے بھائی کا خون کا بدلہ لے لیا اور سرہانے تکیہ رکھ کر سو گیا اور میں سب سے پہلے اوثان کی طرف لوٹنے والا ہوں۔ جب نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ میں اسکی حفاظت کا ذمہ دار نہیں ہوں۔ چنانچہ فتح مکہ کے روز اسے قتل کر دیا گیا۔ (روح المعانی) یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ قتلِ عمد کے بدلے دائمی طور پر اسے جہنم میں رکھا جائیگا اگرچہ وہ مؤمن ہی کیوں نہ مرے۔ مفسرین کرام اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ اگر خالدًا اپنے حقیقی معنی میں ہو جب تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو کسی کے قتل کو حلال سمجھ کر اسے قتل کریگا تو وہ جہنم کا مستحق دائمی طور پر ہوگا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ چیز کو حلال جانا۔ اسکا دوسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہاں خالدًا بمعنی مکثِ طویل یعنی وہ شخص اس جرم کی پاداش میں کافی عرصہ تک جہنم میں سزا کاٹے گا۔ (صادی) جمہور کے نزدیک قتلِ عمد کے مرتکب کی توبہ مقبول ہے کیونکہ کفر جو کہ قتل سے بھی بڑا جرم ہے جب اسکی توبہ قبول ہو جاتی ہے تو یہ توبہ بدرجہ اتم مقبول ہوگی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کے باب میں ارشاد فرمایا کہ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ یعنی شرک کے سوا جس گناہ کو چاہے اللہ تعالیٰ معاف فرما دے لہذا اس میں قتلِ عمد بھی شامل ہے اس لئے اسکی توبہ مقبول ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک مؤمن کا قتل دنیا کے زوال سے زیادہ بڑا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز بندہ سے سب سے پہلے نماز کے بارے میں حساب لیا جائیگا اور لوگوں کے درمیان سب سے پہلا فیصلہ قتل کا کیا جائیگا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا رب کسی چیز کے بارے میں دوبارہ سوال نہیں کریگا سوائے مؤمن کے قتل کے پس کوئی بھی [قاتل] بچ نہیں سکے گا۔ (القرطبی)

السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫

سلام انداختہ است نیستی مسلمان می طلبید متاع زندگانی دنیا

سلام کہا ہو کہ تو مسلمان نہیں ہے تم تلاش کرتے ہو دنیا کی زندگی کے سازوسامان کو

فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ

پس نزدیک خدا غنیمتہاے بسیار است ہمچنیں بودید پیش ازیں پس انعام کرد

پس اللہ کے پاس بہت زیادہ غنیمتیں ہیں اسی طرح تم اس سے پہلے تھے پس انعام کیا

عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿٩٤﴾

خدا بر شما پس تفحص کنید ہر آئنہ خدا ہست بآنچہ میکنید آگاہ

اللہ نے تم پر پس تفتیش کر لو بیشک اللہ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو ۱

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي

برابر نیستند نشینندگان غیر معذور از مسلمانان

برابر نہیں ہیں مسلمانوں میں سے غیر معذور بیٹھنے والے

الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ

و جہاد کنندگاں در راہ خدا بمال خویش

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اپنے مال سے

وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

و جان خویش فضل دادہ است خدا مجاہدانرا بمال و جان خویش

اور اپنی جان سے۔ اللہ نے فضیلت دی ہے جو اپنی جانوں اور اموال سے جہاد کرتے ہیں

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ

بر نشینندگان در مرتبہ و ہر یکی را وعدہ نیک کردہ است خدا

بیٹھنے والوں پر مرتبہ میں اور ہر ایک کیلئے اللہ نے اچھا وعدہ کیا ہے ۲

تفسیر مظہر العرفان

۱ بخاری اور ترمذی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ بنی سلیم کا ایک شخص جو اپنی بکریاں ہنکائے جارہا تھا نبی کریم ﷺ کے چند اصحاب رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ کے قریب سے گذرا تو اس نے انکو سلام کیا۔ صحابہ نے کہا کہ تو نے محض اپنی جان بچانے کیلئے ہم کو سلام کیا ہے اور حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اسکی بکریاں ہانک کر نبی کریم ﷺ کے پاس آ گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ پر لشکر روانہ کیا جس میں حضرت مقداد بھی تھے۔ جب وہ قوم کے ٹھکانے پر پہنچے تو سوائے ایک شخص کے جس کے پاس بہت سامان تھا باقی تمام لوگ نکل گئے تھے۔ اس شخص نے کلمۂ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا لیکن [اسکے باوجود] حضرت مقداد نے اسے قتل کر دیا [جب لشکر واپس آیا تو] نبی کریم ﷺ نے [حضرت مقداد سے] فرمایا کہ کل [قیامت کے روز] تم لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کا کیا جواب دو گے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تیسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو مسلمانوں کے ایک لشکر کے ہمراہ بھیجا جس میں حضرت قتادہ اور حضرت محلّم بن جثامہ بھی شامل تھے۔ ہمارے قریب سے ایک شخص عامر بن اضبط اشجعی گذرا تو اس نے ہمیں [مسلمانوں کے طریقے سے] سلام کیا لیکن محلّم نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ جب ہم واپس نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو اس واقعہ کا حال سنایا تو ہمارے بارے میں قرآنِ پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ مقتول کا نام مرداس بن نہیک تھا جو اہل فدک سے تھا۔ اسے قتل کرنے والے حضرت امامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور سریہ کے امیر غالب بن فضالہ لیثی تھے مرداس کی قوم شکست کھا کر بھاگ گئی اور مرداس [جسکے پاس بھیڑ بکریاں کا ریوڑ تھا] اکیلا باقی رہ گیا تھا۔ اس نے ریوڑ کو بچانے کیلئے پہاڑ کی اوٹ لی مگر جب لشکر اسکے پیچھے پہنچ گیا تو اس نے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ ' اور السلام علیکم کہا لیکن اسکے باوجود حضرت امامہ نے اسے قتل کر دیا جب لشکر واپس آیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ۲ بخاری نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص کو بلا لاؤ۔ جب وہ دوات' تختی اور شانے کی ہڈی لے کر آ گیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لکھو لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ الخ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے [جو وہیں موجود تھے] عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں ایک معذور شخص ہوں [کیا مجھے رخصت ہے؟] اس پر اس آیت کی بجائے لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے قلم کی سیاہی خشک ہوگئی اور نبی کریم ﷺ پر وحی کی غشی طاری ہوگئی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے زید! لکھو غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ۔ (روح المعانی) اہل تشیع اس آیت سے دلیل پکڑتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اس لئے کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ جہاد میں شرکت کرتے تھے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس قاعدے کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ' نبی کریم ﷺ سے بھی افضل ہو جائینگے کیونکہ کفار سے قتال انھوں نے زیادہ کیا ہے لہذا اس آیت سے افضلیتِ علی ثابت کرنا غیر معقول ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٩٥﴾

و افزون داد است خدا مجاہدانرا بہ نسبت نشینندگان مزد بزرگ

اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں کی نسبت بڑے اجر کیساتھ فضیلت دی

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

و افزون داد است مرتبہا از جانب خویش و آمرزش و بخشایش و ہست خدا آمر زندہ

(اور زیادہ کیا ہے) اپنی طرف سے ان کے مرتبے کو اور بخشش اور رحمت کو اور اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ﴿٩٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

مہربان ہر آئنہ آنانکہ فرشتگان قبض ارواح ایشاں کردند در حالتیکہ ستمگار بودند بر خویشتن

مہربان ہے! بیشک وہ لوگ کہ جن کی روح فرشتوں نے قبض کی اس حال میں کہ ظلم کرنے والے تھے اپنے اوپر

قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ

فرشتگاں بایشاں گفتند در چہ حال بودید شا گفتند بودیم بیچارگان در زمین

فرشتوں نے کہا کہ تم کس حال میں تھے انھوں نے کہا ہم زمین میں کمزور تھے

قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ

گفتند ایا فراخ نبود زمین خدا تا ہجرت میکردید در آں

انھوں نے کہا کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی تا کہ تم سب ہجرت کرتے اس میں

فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿٩٧﴾ اِلَّا

پس آں جماعت جای ایشاں دوزخ است و او بدجای است مگر

پس وہ جماعت کہ انکا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے ۲ مگر

الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ

آنانکہ بحقیقت بیچارہ اند از مردمان و زنان و کودکان

جو لوگ حقیقت میں کمزور ہوں مردوں میں سے اور عورتوں میں سے اور بچوں میں سے

۱ اس سے پہلی آیت کے اختتام پر اَجْرًا عَظِيْمًا فرمایا گیا اوراب مَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً فرمایا جارہا ہے یعنی اجمال کے بعد تفصیل کا بیان ہے تا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے مسلمانوں کو بہترین ترغیب ہو۔ بعض نے کہا کہ پہلی آیت میں اَجْرًا عَظِيْمًا سے مراد مالِ غنیمت، کامیابی اور ذکر جمیل ہے اور اس آیت میں مغفرت اور رحمت سے مراد آخرت کی نعمتیں ہیں۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اَجْرًا عَظِيْمًا میں ان مجاہدین کے انعام واکرام کا بیان ہے جو کفار سے جہاد کرتے ہیں اور دَرَجٰتٍ مِّنْهُ مَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً میں ان مجاہدین کے انعام واکرام کا ذکر ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرتے ہیں اور اس پر نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اب ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی جانب پلٹے۔ (بیضاوی)

۲ بخاری وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ کچھ مسلمان مکہ وغیرہ میں مشرکین کے ساتھ رہتے تھے اور اکثر رسول اللہ ﷺ کے خلاف رازدارانہ گفتگو میں شامل ہوتے تھے۔ جنگ بدر میں جب مشرکین مسلمانوں کے خلاف لڑنے کیلئے انکو زبردستی لے آئے [تو اثنائے جنگ میں] ان میں سے کوئی تیر کا نشانہ بن کر قتل ہو جاتا تھا اور کوئی لڑتے لڑتے مارا جاتا تھا۔ انھیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن مردویہ نے اپنی روایت میں انکے نام گنوائے ہیں۔ قیس بن ولید بن مغیرہ۔ ابوقیس بن فاکہہ بن مغیرہ۔ ولید بن عتبہ بن ربیعہ۔ عمرو بن امیہ بن سفیان اور علی بن امیہ بن خلف۔ انکے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ جنگِ بدر میں [مشرکین کے ساتھ] شامل ہوئے اور جب انھوں نے مسلمانوں کی [قلیل] تعداد دیکھی تو [اسلام کے برحق ہونے میں] شک میں پڑ گئے اور کہا کہ یہ مسلمان اپنے دین کے فریب میں آ گئے ہیں لیکن جنگ کے دوران وہ خود قتل ہو گئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مکہ میں کچھ لوگوں نے اسلام قبول کر لیا لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو انھوں نے [قریش مکہ کے] خوف کے مارے ہجرت کرنے سے گریز کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ کچھ اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا لیکن انھوں نے اپنا اسلام لانا مخفی رکھا۔ جنگ بدر میں انھیں بھی کفار ساتھ لے آئے۔ جب ان میں سے بعض مارے گئے تو مسلمانوں کو افسوس ہوا اور کہنے لگے کہ یہ تو مسلمان تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے ان لوگوں کو جوان میں سے کے میں باقی تھے یہ آیت لکھ بھیجی اور کہا کہ تمہارا کوئی عذر قبول نہ ہوگا [جب انھیں یہ خط پہنچا تو] وہ ہجرت کر کے مکہ سے روانہ ہوئے لیکن مشرکین راستے ہی میں انھیں ورغلا کر واپس لے گئے۔ اس پر وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِىَ فِى اللّٰهِ جَعَلَ الخ ترجمہ: اور بعض آدمی کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اللہ کی راہ میں انھیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے۔ (العنکبوت آیت نمبر ۱۰) نازل ہوئی۔ مسلمانوں نے یہ آیت بھی لکھ کر انھیں بھیج دی۔ اس آیت سے جب ان پر خوف طاری ہوا تو آیت ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا۔ ترجمہ: پھر بیشک تمہارا رب انکے لئے جنہوں نے اپنے گھر چھوڑے بعد اسکے کہ ستائے گئے۔ (نحل آیت نمبر ۱۱۰) نازل ہوئی۔ چنانچہ وہاں سے نکل کر وہ مسلمانوں سے آملے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ کے دو مفہوم ہیں۔ (۱) فرشتے انھیں موت دیتے ہیں۔ (۲) فرشتے انھیں جہنم کی جانب جمع کرتے ہیں۔ ظلم بول کے کبھی اس سے کفر کا ارادہ لیا جاتا ہے جیسے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔ [بیشک شرک بڑا گناہ ہے] اور کبھی ظلم بول کر معصیت کا ارادہ کیا جاتا ہے جیسے فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ۔ ترجمہ: پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنے نفس کیلئے معصیت کا ارادہ کرنے والے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾ فَاُولٰٓئِكَ

ہیچ چارہ نمی توانند و ہیچ راہ نمی یابند پس آں جماعت

کوئی حیلہ کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ کوئی راہ پاتے ہیں [1] پس وہ جماعت

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾

بنزدیک است کہ خدا عفو کند از ایشاں و ہست خدا عفو کنندہ آمر زندہ

قریب ہے کہ اللہ ان سے درگذر فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے [2]

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا

و ہر کہ ترک وطن بکند در راہ خدا بیابد در زمین اقامت گاہ بسیار

اور جو کوئی اللہ کی راہ میں وطن چھوڑے وہ زمین میں بہت اقامت گاہیں پائیگا

وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ

و فراخی معشیت و ہر کہ بیروں رود از خانہ خود ہجرت کنان بسوی خدا و

اور معشیت کی وسعت اور جو کوئی باہر جائے اپنے گھر سے ہجرت کرتا ہوا اللہ کی طرف اور

رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى

پیغامبر او پس در یابد او را موت پس بتحقیق ثابت شد مزد او بر

اسکے رسول کی طرف پھر اسے موت آلے تو تحقیق ثابت ہوا اسکا اجر

اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٠﴾ ع وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ

ع ١٤ ٤ ١١

خدا و ہست خدا آمر زندہ مہربان و چوں سفر کنید در زمین

اللہ پر اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے [3] اور جب تم زمین میں سفر کرو

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ ق اِنْ خِفْتُمْ

پس نیست بر شما گناہی در آنکہ کوتاہ سازید قدری از نماز اگر ترسید

تو نہیں ہے تم پر کوئی گناہ کہ نماز میں کچھ کمی کرو اگر تمہیں ڈر ہو

تفسیر اظہار العرفان

[1] مروی ہے کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ نے مکے کے مسلمانوں کو لکھ کر بھیجی تو جندب بن خمرہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ مجھے سواری پر بیٹھاؤ تاکہ میں مدینے ہجرت کر کے جاؤں کیونکہ نہ میں مستضعفین [کمزوروں] میں سے ہوں اور نہ میں ان میں سے ہوں جنہیں راستہ معلوم نہ ہو۔ اللہ کی قسم اب میں مکہ میں ایک رات بھی نہیں گذاروں گا چنانچہ وہ مکہ سے مدینے کیلئے روانہ ہوئے تو راستے میں ہی انتقال کر گئے۔ (تفسیر کبیر)

[2] عسی کے ذریعے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ترکِ ہجرت میں وسعت نہیں ہے۔ (بیضاوی)

[3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جندب بن خمرہ نے ہجرت کی تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میرا سامان لاد دو تاکہ میں مشرکین کے علاقہ سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا جاؤں لیکن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں فوت ہو گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب خالد بن حرام رضی اللہ عنہ نے حبشہ کو ہجرت کی تو راستے میں انھیں سانپ نے ڈس لیا جس سے وہ فوت ہو گئے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ تیسری روایت میں ہے کہ جب اکثم بن صیفی نبی کریم ﷺ کی جائے مخرج [ہجرت الی المدینہ پر روانگی کے مقام] پر پہنچا تو اس نے آپکی خدمت میں [مدینے] جانے کا ارادہ کیا لیکن اسکی قوم نے اسے روک لیا۔ اس نے کہا کہ اچھا' کوئی ایسا آدمی میرے پاس آئے جو میری باتیں ان تک اور ان کی باتیں مجھ تک پہنچا دے۔ اس پر دو آدمی تیار ہو گئے اور انھوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ اکثم بن صیفی کے ایلچی ہیں۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ کون ہیں آپ کیا ہیں اور کیا لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ ہوں۔ اللہ کا رسول اور اسکا بندہ ہوں اور اسکا پیغام: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ [بیشک اللہ تمہیں عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے] لایا ہوں۔ [یہ سن کر] وہ دونوں اکثم کے پاس آ گئے اور انھیں یہ سب باتیں بتائیں۔ اس نے کہا کہ اے میری قوم! وہ مکارم اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں اور برائیوں سے منع فرماتے ہیں لہذا تم اس امر [اسلام] کی طرف سبقت کرنے والے بنو پیچھے رہ جانے والے نہ بنو۔ یہ کہہ کر وہ اونٹ پر سوار ہوا اور مدینے کی طرف چل دیا لیکن راستے ہی میں فوت ہو گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ چوتھی روایت کے مطابق جندع بن خمرہ ضمری مکے میں رہتا تھا جب وہ بیمار ہوا تو اپنے بیٹوں سے کہا کہ مجھے مکے سے' جس کے خواص نے مجھے قتل کر ڈالا ہے' کہیں دور لے جاؤ۔ انھوں نے پوچھا کہاں لے جائیں؟ اس نے اشارے سے بتایا کہ مدینے کی طرف۔ اسکا مطلب تھا ہجرت الی المدینہ۔ چنانچہ وہ اسے لے کر چل پڑے جب وہ بنی غفار کے چشمے پر پہنچے تو وہ فوت ہو گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے اسکے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہیئے کہ مراغم سے کیا مراد ہے' اس میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے ہٹنے والا مراد ہے' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' حضرت ضحاک' حضرت ربیع وغیرہ کہتے ہیں کہ اس سے ایک طرف ہٹنے والا مراد ہے' حضرت ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے ہجرت کرنے والا مراد ہے۔ نحاس کہتے ہیں کہ اگرچہ الفاظ سب کے الگ الگ ہیں لیکن ان سب کے معانی تقریباً ایک ہی ہیں۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ مراغم اس شخص کو کہتے ہیں جو ذریعہ معاش تلاش کرے' امام مالک کہتے ہیں کہ زمین میں چلنے والے کو مراغم کہتے ہیں۔ (القرطبی)

اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ

از آنکه در بلا افکنند شما را کافران هر آئنه کافران هستند شما را

اسکا کہ کافرین تمہیں مصیبت میں مبتلا کریں بیشک کافرین تمہارا

عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ

دشمن آشکارا و چوں باشی درمیان مومنان پس برپا کردی برائے ایشاں نماز را پس باید کہ بایستید

کھلا دشمن ہیں ! اور جب تم مومنوں کے درمیان رہو تو انکے لئے نماز قائم کرو پس چاہئے کہ کھڑا ہو

طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا

گروہی از ایشاں با تو وباید کہ بگیرند سلاح خویش پس چوں بسجدہ روند

ایک گروہ ان میں سے تمہارے ساتھ اور چاہئے کہ وہ سب لئے رہیں اپنے ہتھیار جب وہ سجدہ میں جائیں تو دوسرا

فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ

پس آنگروہ دیگر باید کہ پیش از ایشاں باشند و باید کہ بیاید آنگروہ دیگر کہ ہنوز

گروہ ان لوگوں کے سامنے (دشمن کے مقابلے) ہوجائے اور چاہئے کہ جوان سے پہلے ہوا اور دوسرا گروہ اب آئے

يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ

نماز نکردہ اند پس نماز کنند با تو و باید کہ بگیرند حذر و سلاح خود را

جس نے نماز نہ پڑھی ہو پس نماز ادا کرے تمہارے ساتھ اور چاہئے کہ پکڑے رہیں اپنی پناہ اور اسلحہ

وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ

و آرزو کردید کافران کاش غافل شوید از سلاح خویش و

اور کافروں کی آرزو ہے کہ کاش تم غافل ہو جاؤ اپنے اسلحہ سے اور

اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ

متاع خویش پس حملہ کنند بر شما یکبارہ و ہیچ گناہ نیست

سامان سے تا کہ تم پر یکبارگی حملہ کریں اور کوئی گناہ نہیں ہے ٢

تفسیر اظہار العرفان

١ ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بنی نجار کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم جہاد کرتے ہیں اثنائے جنگ میں نماز کس طرح ادا کریں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ تا اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ نازل فرمائی۔ اس کے بعد وحی منقطع ہوگئی یعنی قصرِ صلوۃ کے بارے میں ایک سال توقف کے بعد جنگ کے موقع پر نازل ہوئی۔ پھر اگلے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی اور اثنائے جنگ میں جب آپ نے ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکین نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب نے تم کو پیچھے سے حملہ کرنے کا موقع فراہم کر دیا ہے کیوں نہ تم ان پر بھرپور حملہ کر دو۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ ان کے پیچھے اتنی ہی تعداد میں ایک دوسری فوج موجود ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نماز کی دو [الگ الگ] جماعتوں کے بارے میں آیت وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تا عَذَابًا مُّهِيْنًا نازل فرمائی چنانچہ صلوۃ الخوف کا حکم نازل ہوا۔ دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ فرماتے ہیں کہ ہم مقام عسفان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اس اثناء میں مشرکین نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ہمارا سامنا کیا۔ اس وقت مشرکین ہمارے اور قبیلہ کے درمیان تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکین کہنے لگے کہ اس وقت مسلمان نماز میں مشغول ہیں کیوں نہ ہم انکی بے خبری میں ان پر حملہ کر دیں پھر کہنے لگے کہ تھوڑی دیر میں ان کی اس نماز کا وقت آنے والا ہے جو انکو اپنی اولاد اور اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نماز ظہر اور عصر کے درمیانی وقت میں یہ آیت لے کر نازل ہوئے وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ الخ۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہئے کہ لفظ قصر تخفیف کی جانب اشارہ کرتا ہے اور اس میں یہ صراحت نہیں ہے کہ عدد رکعات میں تخفیف ہے یا کیفیت ادا میں۔ اسی بناء پر اس میں دو قول ہیں۔ (١) قصر سے مراد عدد رکعات میں تخفیف ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر وہ فرض جو اقامت کی حالت میں چار ہوں سفر کی حالت میں دو ہوں گے۔ (٢) یہاں اس سے مراد صلوۃ الخوف ہے یہ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ (تفسیر کبیر) ٢ اس آیت کریمہ میں صلوۃ الخوف کا بیان ہے اور صلوۃ الخوف کے بارے میں چار مذاہب ہیں۔ (١) لوگوں کو دو گروہ میں تقسیم کر دیا جائیگا پہلا گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیگا پھر دوسرا گروہ آئیگا اور وہ بھی امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیگا۔ یہ ان لوگوں کا مذہب ہے جنکے نزدیک صلوۃ الخوف امام کیلئے دو رکعت ہے اور مقتدی کیلئے ایک ایک رکعت۔ یہ حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (٢) امام پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعت پڑھکر سلام پھیر دیگا پھر دوسرے گروہ کے ساتھ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیگا۔ یہ حضرت حسن بصری کا مذہب ہے۔ انکے نزدیک صلوۃ الخوف امام کیلئے چار رکعت ہے اور مقتدی کیلئے دو دو رکعت ہے۔ (٣) امام پہلے گروہ کو ایک رکعت پڑھائیگا پھر دوسرا گروہ آئیگا اور ایک رکعت پڑھیگا دوسرا اگر وہ تشہد اور سلام پھیر کر چلا جائیگا اور پہلا گروہ امام کے ساتھ دوسری ہی رکعت کے قیام میں شامل ہوگا یعنی جہاں امام کو چھوڑ کر گیا تھا وہیں شامل ہوگا اور امام کیساتھ سلام پھیریگا یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ (٤) پہلا گروہ ایک رکعت پڑھ کر چلا جائیگا پھر دوسرا گروہ امام کیساتھ دوسری رکعت پڑھکر چلا جائیگا اور امام سلام پھیر دیگا اور دوسرا گروہ مسبوق کی طرح ادا کریگا۔ یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے۔ (تفسیر کبیر)

عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى

بر شما اگر باشد شما را رنجی از باراں یا بیمار باشید

تم پر اگر تمہیں بارش سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو

اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ

در آنکہ بنہید سلاح خویش را و بگیرید حذر خود را ہر آئنہ خدا آمادہ کرد است

اس میں کہ تم رکھو اپنے اسلحہ کو اور ضرور تم اپنی پناہ لو بیشک اللہ نے تیار کر رکھا ہے

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٠٢﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا

برائے کافران عذاب رسوا کنندہ پس چوں ایں نماز تمام کردید پس یاد کنید

کافروں کیلئے رسوا کرنے والا عذاب۔ پس جب یہ نماز مکمل کر لو تو چاہئے کہ یاد کرو

اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ

خدا را ایستادہ و نشستہ و بر پہلوی خویش پس چوں آرمیدید

اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلو پر پس جب تم مطمئن ہو جاؤ

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

برپا کنید نماز را ہر آئنہ نماز ہست بر مومنان فرض

تو نماز قائم کرو بیشک نماز مومنوں پر فرض ہے

كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا

وقت معین کردہ شدہ و سستی مکنید در جستجوئی کفار اگر شما

وقت مقررہ پر ا اور سستی نہ کرو کافروں کی جستجو میں اگر تم

تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ

دردمند میشوید پس ایشاں نیز دردمند میشوند چنانکہ دردمند میشوید و شما امید دارید از

تکلیف زدہ ہوتے ہو تو وہ بھی تکلیف زدہ ہوتے ہیں جیسا کہ تم تکلیف زدہ ہوتے ہو اور تم امید رکھتے ہو ۲

تفسیر مظہر القرآن

۱ چونکہ اس سے پہلے نماز قصر کا بیان تھا اس لئے فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ کا یہ مفہوم ہو سکتا ہے کہ جب تم سفر سے اقامت کی حالت میں آجاؤ یا صلوۃ الخوف کی نسبت سے یہ مفہوم ہوگا کہ جب تم سے خوف زائل ہو جائے۔ واضح رہے کہ نماز کے پانچ اوقات ہیں اس کی ایک بحث حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ الخ کی تفسیر میں گذر چکی ہے اور مزید دو بحث آئیگی۔ ایک اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ الخ کی تفسیر میں اور دوسری بحث اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ کی تفسیر میں آئیگی [ان شاء اللہ] علمائے محققین کہتے ہیں کہ انسان کیلئے پانچ مراتب ہیں اور ان ہی مراتب کے مطابق پانچ وقت کی نماز ہے۔ مرتبہ اولیٰ: سن النمو یعنی بچپن سے جوانی تک۔ مرتبہ ثانیہ: سن الوقوف اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنے کمال کی صفت پر بغیر زیادتی اور نقصان کے باقی رہتا ہے۔ مرتبہ ثالثہ: سن الکھولہ اس مرتبہ میں انسان کیلئے معمولی نقصان ظاہر ہوتا ہے۔ مرتبہ رابعہ: سن الشیخوخۃ اس مرتبہ میں انسان کیلئے بڑا نقصان ظاہر ہوتا ہے۔ مرتبہ خامسہ: اس مرتبہ میں انسان کے اس دنیا سے جانے کے بعد کچھ دنوں تک اسکے آثار باقی رہتے ہیں۔ (غرائب القرآن) یہ پانچ مراتب اس عالم کے جمیع حوادث کیلئے ثابت ہیں خواہ انسان ہو یا اسکا غیر ہو، حیوانات سے ہو یا نباتات سے یہاں تک کہ سورج کیلئے بھی یہ پانچ مراتب ہیں مثلاً جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اسوقت اسکی روشنی کو مولود کی حالت سے مشابہت ہوتی ہے۔ پھر اوپر کی جانب بڑھتا رہتا ہے اور اسکی روشنی بڑھتی رہتی ہے اسکی کیفیت کو سنِ نمو سے مشابہت ہے پھر زوال کے وقت کچھ دیر کیلئے اسکی روشنی ٹھہر جاتی ہے اس کیفیت کو سنِ وقوف سے مشابہت ہے۔ پھر وقت عصر کی طرف بڑھتا ہے اس وقت کیفیت کو سنِ کھولہ سے مشابہت حاصل ہے پھر وہ غروب تک پہنچ جاتا ہے اس کیفیت کو سنِ شیخوخت سے مشابہت حاصل ہے غروب کے بعد شفق کی صورت میں اسکے آثار کچھ دیر تک باقی رہتے ہیں اس کیفیت کو مرتبہ خامسہ سے مشابہت حاصل ہے گویا کہ نماز کے اوقات کو پانچ تک رکھنے میں کائنات کی ہر چیز کے مراتب کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۲ اللہ تعالیٰ نے جب جملہ معترضہ کے طور پر درمیان میں ان باتوں کو بیان فرمایا جسکی ایک مجاہد کو ضرورت پڑتی ہے تو اب پھر اس آیت میں جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ دشمن کی تلاش کرنے میں تم لوگ سست نہ پڑنا۔ مجاہدین اسلام کو تسلی اور تشفی دینے کیلئے فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو اس سے پہلے تم انہیں اس طرح کی تکلیف پہنچا چکے ہو جب یہ لوگ تکلیف پہنچنے کے بعد بھی خاموش نہ بیٹھے اور تمہارے مقابلے کیلئے نکل پڑے تو تم کیوں گھبراتے ہو۔ گویا کہ الم اور تکلیف میں تم دونوں مشترک ہو لیکن تم اس تکلیف پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہو اور یہ مشرکین کچھ امید نہیں رکھتے ہیں۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس امید سے مراد وہ وعدہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی فرمایا اور وہ یہ ہے کہ دین اسلام کو غالب فرمائیگا اور تمہارا جہاد کرنا بھی اسی اسلام کی سربلندی کی خاطر ہے۔ (تفسیر کبیر) اس آیتِ کریمہ کے مفہوم کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بھی خوب واضح فرمایا ہے۔ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ [آل عمران: ۱۴۰] ترجمہ: ''اگر تمہیں زخم پہنچا تو تحقیق اسی قسم کا زخم ایک قوم کو پہنچ چکا ہے'' کہا گیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں رجا خوف کے معنی میں ہے اس لئے کہ جو کسی شے کی امید رکھے گا وہ اسکے حصول سے دستبردار نہیں ہوگا اس لئے جسکی بندہ امید رکھتا ہے وہ خوفِ فوت سے خالی نہ ہوگا۔ فراء اور زجاج کہتے ہیں کہ رجا خوف کے معنی میں اس وقت ہوگا جب یہ نفی کے ساتھ ہو۔ (القرطبی)

اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٠٤﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ

خدا آنچه ایشانرا امید نیست و هست خدا دانا استوار کار هر آئنه ما فرود آوردیم

اللہ کی جسکی انھیں امید نہیں ہے اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ بیشک ہم نے اتاری

اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ

بسوئے تو کتاب را براستی تا حکم کنی میان مردمان بآنچه شناسا ساخته است ترا

تمہاری طرف کتاب حق کے ساتھ تا کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اس سے جو پہچان کرائی ہے آپکو

اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿١٠٥﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ

خدا و مباش خصومت کننده برای حمایت خیانت کنندگان و آمرزش خواه از خدا هر آئنه

اللہ نے اور نہ ہو جاؤ جھگڑا کرنے والوں خیانت کرنے والوں کی حمایت کیلئے[1] اور مغفرت چاہو اللہ سے بیشک

اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ

خدا هست آمر زنده مهربان و خصومت مکن از جانب آنانکه

اللہ بخشنے والا مہربان ہے[2] جھگڑا نہ کرو ان لوگوں کی طرف سے جو

يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا

خیانت میکنند با جنس خویش هر آئنه خدا دوست ندارد آنرا که باشد خیانت کنندگاں

خیانت کرتے ہیں اپنے جنس سے بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا اُسے جو خیانت کرنے والے

اَثِيْمًا ﴿١٠٧﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ

گناہگار پنہاں میکنند از مردمان و پنہاں نمیکنند از

گناہگار ہیں[3] چھپتے ہیں لوگوں سے اور اللہ سے نہیں چھپتے ہیں

اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَ

خدا و او با ایشاں آنگاه که بشب مشورت میکنند آنچه خدا نمی پسندد از تدبیر و

حالانکہ وہ ان کیساتھ ساتھ ہے جسوقت رات میں ان باتوں کا مشورہ کرتے ہیں جسے اللہ پسند نہیں فرماتا ہے اور[4]

[1] محمود بن لبید روایت کرتے ہیں کہ ایک بالا خانے کے تنازعہ پر بشیر بن حارث کی قتادہ بن نعمان کے چچا رفاعہ بن زید سے عداوت ہو گئی۔ بشیر نے اس بالا خانے میں پچھواڑے سے نقب لگائی اور رفاعہ کا طعام اور دو زرہیں اور دیگر اسلحہ چوری کر کے لے گیا۔ قتادہ نے اسکی اطلاع نبی ﷺ کو دی۔ تو آپ نے بشیر کو بلا کر اس چوری کے متعلق دریافت فرمایا مگر وہ صاف مکر گیا اور ساتھ ہی اس چوری کا الزام ایک شریف آدمی لبید بن سہیل پر لگا دیا۔ اس پر قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی۔ جب بشیر کے متعلق قرآن نازل ہو گیا اور اسکی چوری کا پول کھل گیا تو وہ مرتد ہو کر مکے بھاگ گیا اور سلافہ بنت سعد کے پاس جا ٹھہرا۔ وہاں اس نے نبی ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کی ہجو گوئی شروع کر دی۔ اس پر آیت وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ الخ نازل ہوئی اور حسان بن ثابت نے اس [بشیر] کی ہجو میں شعر کہنے شروع کر دیئے۔ حتی کے وہ ماہ ربیع سن ۴ھ کو واپس مدینے آ گیا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ سے وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ تک طعمہ بن ابیرق کے بارے میں نازل ہوئیں۔ لوہے کی ایک زرہ اس نے چرائی اور انکے مؤمنین ساتھیوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں [نہ جاننے کے پیشِ نظر] اسکی صفائی بیان کی اور زرہ کی چوری کا الزام ایک یہودی کی جانب لے گئے۔ (ابن جریر) بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ بمعنی بِمَا اَعْلَمَكَ اللّٰهُ یعنی اللہ نے آپ کو اس بارے میں علم عطا کیا۔ یہاں علم کو رؤیت سے اس لئے تعبیر کی گئی ہے کہ علم یقینی شک کی جہات سے مبرا ہوتا ہے گویا کہ علم رؤیت کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ علمائے محققین اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فیصلہ وحی کے ذریعے کرتے ہیں یا نص کے ذریعے۔ (تفسیر کبیر) [2] عصمۃ انبیاء علیہم السلام کے طاعنین اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ ان سے بھی ذنب ہوتا ہے جب ہی اللہ تعالیٰ نے انھیں استغفار کا حکم دیا ہے۔ مفسرین کرام چند وجوہ سے اسکا جواب دیتے ہیں۔ (۱) یہ استغفار ان امور سے متعلق ہے جو حسنات الابرار سیئات المقربین [مقربین کے سیئات ابرار کیلئے نیکیاں ہیں] کے قبیل سے ہیں۔ (۲) نبی کریم ﷺ نے ظاہری شواہد کے پیش نظر طعمہ کے حق میں فیصلہ دیا تھا جو کہ فیصلے کا طریقہ بھی ہے۔ اس لئے اسے ذنب نہیں کہا جا سکتا ہے۔ (۳) وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ یہ احتمال رکھتا ہے کہ آپ ان لوگوں کیلئے دعا فرمائیں جن لوگوں نے طعمہ کی براءتِ سرقہ [چوری سے پاک] کا ارادہ کیا تھا۔ (تفسیر کبیر) [3] یعنی جو خیانت کرنے والے ہیں انکی طرف سے مجادلہ نہ کرو ورنہ خیانت کا وبال تمہاری جانب لوٹ آئیگا۔ طعمہ کے لوگ اسکی براءت کی گواہی دینے لگے اور اس گواہی پر مبالغہ آرائی کے طور پر لڑائی بھی کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔ مروی ہے کہ طعمہ مرتد ہو کر بھاگ گیا تھا۔ (بیضاوی) [4] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ سب لوگوں سے حیا کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں کرتے۔ واحدی کہتے ہیں کہ اس معنی کو تفسیری پہلو نہیں دیا جا سکتا ہے اس لئے کہ لوگوں سے حیا کا مطلب یہ ہے کہ ان سے چھپایا جائے اور اللہ تعالیٰ سے چھپنا ممکن نہیں ہے۔ وَهُوَ مَعَهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علم، قدرت اور رؤیت سے تمہارے ساتھ ہے اور اتنا ہی انسان کے زجر کیلئے کافی ہے۔ (تفسیر کبیر)

كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿١٠٨﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ

ہست خدا بآنچہ میکنند در گیرندہ آگاہ باشید شما اے قوم خصومت کردید

وہ سب جو کرتے ہیں اللہ احاطہ کرنے والا ہے۔ آگاہ رہو تم ہو کہ جھگڑتے ہو

عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ

از طرف خیانت کنندگان در زندگانی دنیا پس کہ خصومت خواہد کرد با خدا از طرف ایشاں روز

خیانت کرنے والوں کی طرف سے دنیا کی زندگی میں پس کون جھگڑا کریگا اللہ سے انکی جانب سے روزِ

الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا

قیامت یا کیست باشد بر ایشاں کارسازندہ و ہر کہ بکند کار بد

قیامت یا کون ہے جو ان پر وکیل ہوگا ۱؎ اور جو کوئی برا عمل کرے

اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾

یا ستم کند بر خویش باز آمرزش طلبد از خدا می یابد خدا کہ آمر زندہ مہربانست

یا ظلم کرے اپنے اوپر پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے اللہ کو بخشنے والا مہربان پائیگا ۲؎

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰي نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ

و ہر کہ بکند گناہی پس جز ایں نیست کہ میکند آنرا بر جان خویش و ہست

اور جو کوئی گناہ کرے پس اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ وہ اپنی جان پر اسے کرتا ہے اور

اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗـــــَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ

خدا دانا استوار کار و ہر کہ بکند خطائی یا گناہی باز

اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۳؎ اور جو کوئی خطا کرے یا گناہ پھر

يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾ۧ وَلَوْلَا

تہمت کند بآں بے گناہے را پس خود برداشت افترا و گناہ ظاہر را و اگر نبودی

تہمت لگائے کسی بے گناہ پر پس اس نے خود جھوٹ اور کھلا گناہ اٹھایا ۴؎ اور اگر نہ ہوتا

۱؎ یہ خطاب مؤمنین سے ہے جو طعمہ سے اسکی چوری کی براءت کی کوشش کررہے تھے اس لئے کہ ظاہری طور پر اسکی چوری پر کوئی دلیل قائم نہ تھی اور اس لئے بھی کہ ظاہری طور پر وہ مسلمانوں میں سے تھا۔ اس آیت کا مفہوم یہ نکلا کہ آج تم لوگ طعمہ سے دنیاوی سزا ہٹانے کیلئے کوشش کر رہے ہو انھیں جب آخرت میں اللہ تعالیٰ عذاب دیگا اس وقت اس سے عذاب ہٹانے کیلئے کون مخاصمت کریگا۔ (تفسیر کبیر)

۲؎ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس باب میں دعوتِ توبہ کے ساتھ تین قسم کی ترغیبات کو بیان فرمایا ہے۔ (۱) وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ الخ [اور جو کوئی برا عمل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے] اس آیت میں سوء سے مراد وہ قبیح فعل ہے جسے طعمہ نے درع چوری کر کے اسکا ارتکاب کیا اور پھر چوری کا الزام ایک یہودی کی جانب کیا۔ ظلم نفس سے مراد یہ ہے کہ انسان جھوٹی قسم کھائے۔ جاننا چاہئے کہ یہ آیت دو حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ اول حکمت: توبہ مقبول ہے جمیع گناہ میں۔ اس لئے کہ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ جمیع گناہوں کو شامل ہے۔ دوسری حکمت: اس آیت کا ظاہر تقاضا کرتا ہے کہ صرف استغفار کافی ہے۔ بعض نے کہا کہ استغفار توبہ سے مقید ہے اس لئے کہ استغفار اصرارِ گناہ پر کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳؎ اس آیت کریمہ میں ترغیب کی دوسری قسم کا بیان ہے۔ کسب منفعت اور دفع مضرہ [نقصان پہنچانے والی چیزوں کے ہٹانے] کا نام ہے۔ اسی بناء پر اسے اللہ تعالیٰ کی صفت بنانا جائز نہیں ہے۔ [اس لئے کہ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی] اس آیت کا مقصود یہ ہے کہ عاصی کو استغفار کی ترغیب دی جائے گویا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ گناہ جسے تم اپنی عادت کے مطابق کرتے ہو میں اسکے نفع اور ضرر سے پاک ہوں بلکہ یہ دونوں تمہاری ہی جانب لوٹتے ہیں لہذا تم اسکے ضرر سے بچنے کیلئے مجھ سے توبہ استغفار کرو۔ (تفسیر کبیر) ۴؎ اس آیت کریمہ میں تیسری ترغیب کا بیان ہے اس آیت کریمہ میں لفظ خطیئہ اور اثم ان دونوں کے درمیان تین طریقے سے فرق ہے۔ اول: خطیئہ گناہ صغیرہ کو کہتے ہیں اور اثم گناہ کبیرہ کو کہتے ہیں۔ ثانی: خطیئہ وہ گناہ ہے جو اپنے فاعل ہی کی جانب پلٹتا ہے اور اثم وہ گناہ ہے جو غیر کی جانب ہوتا ہے جیسے ظلم اور قتل وغیرہ۔ ثالث: خطیئہ وہ گناہ ہے جسکا کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے خواہ عمداً ہو یا خطاً اور اثم وہ گناہ ہے جو بالعام حاصل ہوتا ہو۔ ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا اس ٹکڑے میں ''بہ'' کے ضمیر کا مرجع کیا ہے اس میں چار اقوال ہیں۔ (۱) اسکا مرجع خطیئۃ ہے یا اثمًا دونوں میں سے کسی ایک کی جانب اسے لوٹا سکتے ہیں۔ (۲) اسکا مرجع فقط اثم ہے اس لئے کہ یہ قریب ہے۔ (۳) اسکو کسب کی جانب لوٹائیں گے۔ اسوقت معنی یہ ہوگا کہ یرم کسبہ بریئًا یعنی اپنے کسب کو غیر مجرم کی جانب لے جاتا ہے۔ (۴) اس ضمیر کو خطیئۃ کے معنی کی جانب لوٹائیں گے۔ اسوقت معنی یہ ہو کہ جو ذنب کمائے پھر اسے بری الذمہ افراد کی جانب لے جائے۔ فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا ۔ بہتان یہ ہے کہ اپنے بھائی کی جانب امر منکر لے جائے حالانکہ وہ اس سے بری ہو۔ جاننا چاہئے کہ صاحب بہتان دنیا میں اشد الذم [بہت زیادہ مذمت کے لائق] ہے اور آخرت میں اشد العقاب [بہت زیادہ عذاب کا مستحق] ہے۔ (تفسیر کبیر)

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ

فضل خدا بر تو و بخشایش او قصد کردہ بودند گروہی از ایشاں کہ

آپ پر اللہ کا فضل اور اسکی بخشائش تو ارادہ کرتا ایک گروہ ان میں سے کہ

يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ

گمراہ کنند ترا و گمراہ نمی کنند مگر بر خویشتن را و ہیچ زیاں نرسانند بتو

گمراہ کرے تجھے اور گمراہ نہیں کرتے مگر اپنے آپکو اور کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے آپکو

مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ

و فرود آورد است خدا بر تو کتاب و دانش و آموختہ است ترا

اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت اتاری اور آپکو سکھایا ہے

مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا

آنچہ نمی دانستی و ہست فضل خدا بر تو بزرگ نیست

جو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ پر بڑا ہے [1] نہیں ہے

خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ

خوبی در بسیارے از مشورت پنہانی ایشاں لیکن خوبی در مشورت کسے است کہ فرماید بصدقہ یا

کوئی بھلائی بہت زیادہ انکے پوشیدہ مشورہ میں لیکن بھلائی اسکے مشورہ میں ہے جو حکم دے صدقہ کا یا

مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

بکار پسندیدہ یا بصلاح کاری۔ میان مردمان و ہر کہ ایں کند بطلب

اچھے کام کا یا لوگوں کے درمیان صلح کرنے کا اور جو کوئی یہ کرے اللہ

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾

خوشنودی خدا بد ہمیش مزد بزرگ

کی رضا چاہنے کیلئے پس ہم اسے دینگے بڑا اجر [2]

[1] فضل سے مراد نبوت ہے اور رحمت سے مراد عصمت ہے۔ اَنْ يُّضِلُّوْكَ سے مراد یہ ہے کہ قومِ طعمہ یہ جاننے کے باوجود کہ طعمہ چور ہے پھر بھی اسکی براءت پر نبی کریم ﷺ کے پاس آکر مجادلہ کرتی تھی اور اس چوری کی نسبت ایک یہودی کی جانب کرتی تھی لہذا اسکا مطلب یہ ہوا کہ ان یضلوک بمعنی یلقوک فی الحکم الباطل یعنی آپ باطل حکم میں پڑ کر خطا کر جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اثم اور عدوان پر انکے تعاون کے سبب اور جھوٹی گواہی اور بہتان کے پیش نظر فرمایا کہ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ یعنی ان سب کا وبال خود ان ہی کی جانب لوٹتا ہے۔ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ میں دو وجہیں ہیں۔ (۱) قفال کہتے ہیں یہ مستقبل میں واقع ہے پس اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ آپکی عصمت باقی رہے گی جو لوگ بھی آپکو باطل میں ڈالنے کی لایعنی کوشش کرینگے وہ کبھی کامیاب نہیں ہونگے۔ (۲) اسکا دوسرا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ ان لوگوں نے آپکو باطل میں ڈالنے کی کوشش کی لیکن اسکے باوجود آپ باطل میں نہیں پڑے اس لئے کہ آپ کا فیصلہ ظاہر کے مطابق تھا اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر احکام ظاہر دیکر۔ واضح رہے کہ قفال کی تفسیر کے مطابق اگر مستقبل میں وعدہ عصمت مراد ہے تو ایسی صورت میں وَاَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ اس وعدہ کیلئے مؤکد ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا اسکے بارے میں قفال کہتے ہیں کہ آیت کا یہ ٹکڑا دو مفہوم رکھتا ہے۔ پہلا مفہوم: اس سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو دین سے متعلق ہوں جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيْمَانُ یعنی آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے۔ اس تفسیر کی صورت میں اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپکو ان دونوں کے اسرار اور حقائق پر مطلع کیا جو آپ اس سے پہلے نہیں جانتے تھے اس لئے منافقین آپکو راہ حق سے ہٹا نہیں سکتے ہیں اور نہ آپکے قدم میں ازلال لا سکتے ہیں۔ دوسرا مفہوم: اس سے مراد اخبار اولین ہے اسی طرح آپکو منافقین کے حیلے اور انکے مکر و فریب کو بھی بتا دیا گیا۔ (تفسیر کبیر) آپ کو اولین و آخرین اور ما کان و ما ھو کائن کا علم عطا کیا گیا اس لئے آپ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ (ابن جریر) آپ کو احکام اور غیب سے متعلق سب کچھ سکھا دیا۔ (جلالین) یعنی آپ کو علم غیب سکھا دیا۔ (صاوی) [2] جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اعمال خیر کے تین انواع کو بیان فرمایا ہے یعنی امر بالصدقہ' [صدقہ کا حکم] امر بالمعروف [نیکی کا حکم] اور اصلاح بین الناس۔ [لوگوں کے درمیان اصلاح کا عمل] اعمالِ خیر کو ان تین میں بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عملِ خیر ایصال منفعت [نفع پہنچانے] سے ہوگا یا دفعِ مضرت [نقصان پہنچانے] سے۔ ایصالِ خیر اگر خیراتِ جسمانیہ سے ہو تو اعطائے مال ہے اسکی جانب اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ سے اشارہ کیا گیا ہے' ایصالِ خیر اگر خیرات روحانیہ سے ہو تو اسکی جانب اَوْ مَعْرُوْفٍ سے اشارہ کیا گیا اور اگر ایصال خیر ازالتِ ضرر سے ہو تو اسکی جانب اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مجامع الخیرات اس آیت میں مذکور ہیں۔ ان تین انواع کی جانب نبی کریم ﷺ نے یوں اشارہ فرمایا کہ ابن آدم کا کلام امر بالمعروف سے ہوگا' نھی عن المنکر سے ہوگا یا ذکر اللہ سے ہوگا۔ (تفسیر کبیر)

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى

و هر که مخالفت کند پیغمبر را بعد ازانکه معلوم شد او را راه هدایت

اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے بعد اسکے کہ ہدایت کا راستہ معلوم ہوا

وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ

و پیروی کند سوای راه مسلمانان متوجه میکلیمش بآنچه میل کردش و در آریمش

اور پیروی کرے مسلمانوں کے راستے کے سوا ہم اسے پھیر دینگے جسکی طرف وہ پھرا اور ہم اسے داخل کرینگے

جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ

بدوزخ و او بد جاییست هر آئنه خدا نمی آمرزد آنکه

دوزخ میں اور وہ کیا ہی بری جگہ ہے ۱؎ بیشک اللہ معاف نہیں فرماتا کہ

يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ

شریک با او مقرر کرده شود و می آمرزد غیر شرک هر کرا خواهد و هر که

اسکا شریک ٹھہرایا جائے اور معاف فرماتا ہے شرک کے سوا جس کیلئے چاہے اور جو کوئی

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ

شریک خدا مقرر کند پس گمراه شد گمراهی دور مشرکان نمی پرستند

شریک ٹھہرائے اللہ کا پس گمراہ ہوا دور کی گمراہی کیساتھ ۲؎ مشرکین نہیں پوجتے

مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾

بجز خدا مگر بتانے را که بنام دختراں مسمّٰی کرده اند و نمی پرستند مگر شیطان دور رفته از حد

اللہ کے سوا مگر لڑکیوں کے نام سے موسوم بتوں کو اور نہیں پوجتے حد سے گذرے ہوئے شیطان کو ۳؎

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا

لعنت کرد او را خدا و گفت شیطان البته بگیرم از بندگان تو حصه که در علم ازلی

لعنت کی اسے اللہ نے اور کہا شیطان نے ضرور میں لونگا تیرے بندوں سے ایک حصہ جو علم ازلی میں ہے ۴؎

۱؎ زجاج کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے طعمہ کے باب میں ان معاملات کو ظاہر فرما دیا جو حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسکے باوجود طعمہ دین حق سے پھر گیا اور بتوں کی عبادت کرنے والوں سے جا ملا جنکا دین غیر اسلام اور جنکا راستہ صراط مستقیم کے علاوہ ہے۔ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى کا مفہوم یہ ہے کہ ہم اسے اس جانب ملائیں گے جو اسکا نفس چاہتا ہوگا اور وہ لوگ جن پر بھروسہ کرتے ہیں ان کی جانب مؤکل کر دینگے۔ بعض ائمہ نے کہا ہے کہ یہ آیتِ سیف سے منسوخ ہے خاص طور پر مرتد کے حق میں۔ آیت سے ظاہر یہ ہے کہ ہم ان پر ذلت اور رسوائی ڈال دینگے۔ مروی ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اُس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا جو اجماعِ امت پر دلیل ہو پس آپ نے قرآن کو تین سو مرتبہ پڑھا یہاں تک کہ آپ نے اس آیت پر وقف کیا۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ [مؤمنین کے راستہ کے سوا] کی پیروی حرام ہے تو معلوم ہوا کہ سبیل المؤمنین کی پیروی ضروری ہے۔ اس آیت سے یہ بھی دلالت ملتی ہے کہ نبی ﷺ معصوم ہیں اور آپکی اقتدا اقوال اور افعال میں ہم پر واجب ہے ورنہ بعض امور میں مخالفت لازم آئیگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ دین کی تصحیح ممکن نہیں ہے مگر نظر اور استدلال سے۔ اس لئے کہ "هُدٰى" دلیل کیلئے اسم ہے نہ کہ علم کیلئے۔ (غرائب القرآن)

۲؎ جاننا چاہئے کہ یہ آیت اس سورت میں دو مرتبہ ہے اور اس تکرار سے دو فائدے حاصل ہو رہے ہیں۔ فائدہ اولیٰ: قرآن کریم میں عموماتِ وعید اور عموماتِ وعدہ متعارضہ [ایک دوسرے کے خلاف ہیں] ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آیت وعید میں سے کسی وعید کو ایک ہی لفظ کیساتھ دو مرتبہ ذکر نہیں فرمایا لیکن اس آیت کو ایک ہی سورت میں لفظ واحد سے مکرر فرمانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو معاف فرمانا چاہتا ہے لہذا یہ تکرار تاکید کا فائدہ دے رہی ہے۔ فائدہ ثانیہ: آیات متقدمہ میں ذرع کی چوری کا بیان تھا اور وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ الخ میں اسکے ارتداد کا بیان ہے اور اس آیت کو ان دونوں سے متصل بیان کر کے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر سارق ذرع ارتداد نہ کرتا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہ ہوتا لیکن اس نے ارتداد کر کے اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ٹھہرایا اس لئے یہ نا قابلِ معافی جرم ہو گیا۔ (تفسیر کبیر) ۳؎ یعنی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسے کی عبادت کرتے ہیں جن کے نام عورتوں کے نام پر رکھے گئے ہیں جیسے لات اور عزیٰ وغیرہ۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ عرب کے قبائل میں سے کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جو کسی ایسے بت کی عبادت نہ کرتا تھا جس کا نام عورت کے نام پر ہوتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرأت میں "اِلَّا اِنَاثًا" کی بجائے اِلَّا اَوْثَانًا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں اِلَّا اُثُنًا ہے یعنی وثن کی جمع۔ بعض نے کہا کہ یہ اِلَّا اَمْوَاتًا کے معنی میں ہے یعنی جس طرح عورت مرد میں اخس [کم تر] ہے اسی طرح میت زندوں میں اخس [کم تر] ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ لوگ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور کہتے کہ یہ بنات اللہ [اللہ کی بیٹیاں] ہیں۔ اس لئے وہ لوگ فرشتے کی عبادت کرتے تھے اور فرشتوں کو بنات اللہ کہتے تھے۔ (غرائب القرآن) ۴؎ اس آیت میں شیطان کی دوسری صفت بیان کی جا رہی ہے۔ اسکی پہلی صفت شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ہے یعنی وہ شیطان جو صرف برائی کا ارادہ کرتا ہے اور بھلائی سے کوسوں دور ہے۔ دوسری صفت لَعَنَهُ اللّٰهُ سے بیان کی جا رہی ہے یعنی وہ شیطان جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ (بیضاوی)

مَفْرُوْضًا ﴿١١٨﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ

معین شده البته گمراه کنم ایشاں را و البته در آرزوی باطل افکنم ایشانرا و البته بفرمایم ایشانرا تا بشگافند

معین ہو چکا ہے اور ضرور میں انھیں گمراہ کرونگا اور ضرور انھیں باطل آرزؤں میں ڈالونگا اور ضرور میں انھیں حکم دونگا

اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ

گوش چہار پایان البته بفرمایم ایشانرا تا تغیر دہند آفرینش خدا را و ہر که

چیرنے کا چوپائے کی کان اور ضرور میں انھیں حکم دونگا کہ بدل دے اللہ کی پیدائش کو اور جو کوئی

يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا

دوست گیرید شیطان را بجز خدا پس زیانکار شد زیاں

دوست رکھے شیطان کو اللہ کے سوا پس نقصان اٹھانے والا ہو گا کھلے

مُّبِيْنًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿١٢٠﴾

ظاہر شیطان وعده میدہد ایشانرا و در آرزوی می اندازد ایشانرا و وعده نمی کند ایشانرا شیطان مگر فریب

نقصان کیساتھ ۱ شیطان وعدہ دیتا ہے انکو اور آرزؤں میں ڈالتا ہے انھیں اور وعدہ نہیں دیتا شیطان انکو مگر فریب کا ۲

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿١٢١﴾ وَالَّذِيْنَ

آں جماعت جای ایشاں دوزخ است و نیابند ازاں مخلصے و آنانکه

وہ جماعت انکا ٹھکانا دوزخ ہے اور نہیں پائیں گے اس سے بچنے کی جگہ ۳ اور جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

ایمان آوردند و کارہای شایسته کردند در آریم ایشانرا بوستانہا میرود زیر

ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم انھیں داخل کرینگے ایسے باغوں میں جنکے نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ

آں جوبہا جاویدان آنجا ہمیشه و وعده کرد است خدا براستی و

نہریں جاری ہونگیں اس جگہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ نے سچا وعدہ کیا ہے اور ۴

۱ یعنی لمبی عمر اور خوب مال جمع کرنے کی خواہشات کے ذریعے شیطان اہل ایمان کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے اور آخرت کی تیاری کرے۔ انسان کا دل دنیاداری میں پھنس کر پتھر یا اس سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ. جمہور مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ عرب والے بحائر کے کانوں کو کاٹتے تھے۔ جب اونٹنی پانچ بچے جنتی اور پانچواں بچہ نر ہوتا تو اسکی کان میں چیرا لگاتے تھے اور اسکا نام بحیرہ رکھتے تھے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ بتوں کے نام پر کان کا ایک مخصوص حصہ کاٹ کر چھوڑ دیتے تھے اور اس امر کو فی نفسہ [مستقل] عبادت گمان کرتے تھے۔ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ تغییر کی دو صورتیں ہیں معنوی اور حسی۔ حضرت سعید بن میبّب، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن، حضرت ضحاک، حضرت مجاہد، حضرت قتادہ، حضرت نخعی اور حضرت سدی کہتے ہیں کہ خلق اللہ کی تغییر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام سے تبدیل کرنا اور اسکا عکس یا فطری استعداد کو باطل کرنا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ ہے جو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ لعن اللہ الواشمات والواشرات والمتنمصات یعنی اللہ تعالیٰ نے واشمات، واشرات اور متنمصات پر لعنت کی ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ ان افعال کے ذریعے عورت زنا کی طرف جاتی ہے۔ وشم ہاتھ میں سوئی کے نوک سے مخصوص حصے پر چبھن لگا کر اس میں نیل بھر دینا۔ وشر دانتوں کا تیز اور باریک کرنا۔ تنمیص ابرو کے بال اکھاڑنا۔ حضرت انس، شہر بن حوشب، عکرمہ اور ابو صالح فرماتے ہیں کہ تغییر خلق اللہ سے مراد خصی ہونا ہے۔ حضرت زجاج فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چوپایہ پیدا فرمایا تاکہ انسان اسے سواری بنائے اور فائدہ اٹھائے لیکن انسان نے اسے اپنے اوپر حرام کر لیا جیسے بحائر اور سوائب۔ چاند اور سورج اس لئے پیدا کئے کہ اس سے انتفاع حاصل کرے لیکن اسکی عبادت شروع کردی۔ (غرائب القرآن) اہل تفسیر کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خلقت میں تغییر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند، پتھر، آگ وغیرہ اس لئے پیدا کئے تاکہ لوگ اسکی خلقت میں غور وفکر کریں اور اپنے خالق کی معرفت حاصل کریں اور ان اشیاء سے نفع حاصل کریں لیکن کافروں نے اس مطلب اور مفہوم کو الٹ دیا اور ان اشیاء کو ہی معبود بنا بیٹھے۔ (القرطبی) ۲ شیطان نفع کا اظہار کر کے انسان کو نقصان میں ڈالنا چاہتا ہے۔ شیطان یہ وعدہ خیالات فاسدہ کے ذریعے انسانی قلوب میں ڈالتا ہے یا پھر اپنے ساتھیوں کی زبانی لوگوں میں ان خیالات کا پرچار کراتا ہے۔ (بیضاوی) ۳ جاننا چاہئے کہ غرور انسان کی ایسی حالت کو کہتے ہیں جسے وہ وجدان کے وقت اچھا سمجھتا ہے مگر انکشاف حال کے وقت یہ غرور موذی ثابت ہوتا ہے۔ جس کے سبب سے انسان دنیا کی لذتوں میں پڑ جاتا ہے اور اللہ سبحانہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ اس نکتۂ نظر سے دیکھا جائے تو فی الحال لذیذ ہوتا ہے لیکن اسکا انجام برا ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں غرور کا انجام بتاتے ہوئے فرمایا کہ اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (تفسیر کبیر) ۴ اب اللہ تعالیٰ وعید کے بعد اپنے وعدہ کا ذکر فرما رہا ہے کیونکہ طریقۂ معہودہ یہی ہے کہ وعدہ کے بعد وعید کا بیان آتا ہے اور وعید کے بعد وعدہ کا بیان آتا ہے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۔ یہ جملہ علی سبیل الاستفہام [سوال کے طور پر] ہے اور یہ استفہام انکار کو متضمن ہے جسکا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی سچا نہیں ہے اس لئے جو وعدہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ بھی سچا ہے اور شیطان سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں ہے۔ اس لئے جو وعدہ شیطان کرتا ہے وہ بھی جھوٹ پر مبنی ہوگا۔ (غرائب القرآن)

مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ

کیست راستگوئی تراز خدا در سخن نیست کار بوفق آرزوی شما و نہ بوفق

کون ہے اپنی بات میں اللہ سے زیادہ سچا۔ نہیں ہے کام تمہارے آرزو کے موافق اور نہ موافق ہے

اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ

آرزوی اہل کتاب ہر کہ بکند کار بد جزا داده خواہد شد بآں و نیابد برای خود

اہل کتاب کی آرزو کے جو کوئی برا عمل کرے بدلہ دیا جائیگا اسکا اور نہیں پائیگا وہ

دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ

بجز خدا ہیچ دوستی و نہ یاری دہندہ و ہر کہ بکند از کار ہای شایستہ

اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مدد کرنے والا[1] اور جو کوئی اچھے کاموں میں سے کرے

مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ

مرد باشد یا زن و او مسلمان است پس آں جماعت در آیند

مرد ہو یا عورت اور وہ مسلمان ہو پس وہ جماعت داخل ہوگی

الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ

بہشت و ستم کرده نشوند مقدار نقیری و کیست نیکوتر باعتبار دین از کسیکہ

جنت میں اور ظلم نہ کیا جائیگا ذرہ برابر بھی[2] اور دین کے اعتبار سے کون نیکوتر ہے اس شخص سے جس نے

اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ

منقاد ساخت روئے خود را برائے خدا و او نیکوکار است و پیروی کرد ملت ابراہیم را

اپنے چہرے کو جھکا دیا اللہ کیلئے اور وہ نیکوکار ہے اور ملت ابراہیم کی پیروی کی

حَنِيْفًا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

در حالتیکہ حنیف بود و خدا دوست گرفت ابراہیم خلیل اللہ را و خدا راست آنچہ در آسمانہا ست

اس حالت میں کہ وہ باطل سے جدا تھا اور اللہ نے ابراہیم کو خلیل بنایا[3] اور اللہ کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہود اور نصاری کہتے تھے کہ ہمارے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا اور قریش کہتے تھے کہ مرنے کے بعد ہم کو اٹھایا ہی نہ جائیگا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت مسروق سے روایت ہے کہ نصاری اور اہل اسلام نے ایک دوسرے پر اپنی فضیلت جتلائی۔ ایک فریق کہتا تھا کہ ہم کو تم پر فضیلت حاصل ہے اور دوسرا کہتا تھا کہ نہیں بلکہ ہم تم سے افضل ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت مسروق کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اہل کتاب نے کہا کہ ہم اور تم برابر ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ نازل فرمائی۔ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ الخ اس سے معتزلہ دلیل پکڑتے ہیں کہ فساق کیلئے قطعی طور پر وعید ثابت ہے اور معتزلہ نے اس سے شفاعت کی نفی کی ہے۔ اہل سنت اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ کافروں کیلئے مخصوص ہے اس لئے کہ وہ ہمارے نزدیک عبادات کے خطاب میں شامل نہیں ہیں۔ یہ ہم نے مانا کہ یہ آیت مؤمن اور کافر دونوں کے حق میں برابر ہے لیکن مؤمن کے حق میں وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِكَ سے مخصوص کر دیا گیا ہے اور یہ بھی کیوں تسلیم نہیں کرتے کہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں تکلیف و آلام اور ہموم و غموم میں مبتلا کر کے اس کیلئے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اس آیت کے بعد صلاح کیسے ممکن ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غفر الله لک یا ابا بکر یعنی اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے کیا تم بیمار نہیں پڑتے اور کیا تمہیں تکلیف نہیں پہنچتی پس یہ سب گناہوں کا کفارہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے اس آیت کی تلاوت کی اور کہا کہ ہم اپنے اعمال کے سبب ہلاک ہو گئے جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ مؤمن کیلئے دنیا کی مصیبت اور تکلیف کافی ہے۔ (غرائب القرآن) [2] مِنَ الصَّالِحَاتِ میں ''من'' تبعیض کیلئے ہے کیونکہ بہت سے حج کرنے والے ایسے ہیں کہ انھیں انکے حج سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح بہت سے نمازی اور جہاد کرنے والے ہیں۔ (غرائب القرآن) جاننا چاہئے کہ یہ آیت ان دلائل میں سے ایک ہے کہ صاحب کبیرہ دائمی طور پر جہنم میں نہیں رہے گا۔ (تفسیر کبیر) [3] جاننا چاہئے کہ دین اسلام دو امور پر مبنی ہے۔ اعتقاد اور عمل۔ اعتقاد کی جانب اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان اَسْلَمَ وَجْهَهٗ سے اشارہ فرمایا۔ اس لئے کہ اسلام انقیاد اور خضوع ہے اور انسان کا اپنے رب کو قلب سے پہچاننا ہے جب انسان اعتقادی طور پر مستحکم ہو جاتا ہے تو اپنی زبان سے اَسْلَمَ وَجْهَهٗ جیسے کلمات ادا کرتا ہے۔ عمل کی جانب وَهُوَ مُحْسِنٌ سے اشارہ فرمایا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر) علماء فرماتے ہیں کہ خلیل وہ انسان ہے جو اسکے امور اور اسکے اسرار میں شامل ہو اور دوست کے دل میں اسکی محبت جاگزیں ہو جب اللہ تعالیٰ نے ملکوتِ اعلیٰ و اسفل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں خبر دی اور یکے بعد دیگرے انھیں آزمایا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پورا کر دکھایا تو اللہ تعالیٰ نے آپکو خلیل کے لقب سے ملقب فرمایا۔ اس لئے کہ خلت بھلائی اور منافع پہنچانے کے ارادے کا نام ہے۔ بعض نے کہا کہ خلیل وہ ہے جو اپنے دوست کے موافق ہو جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو اللہ کے اخلاق سے مزین کرو۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مکارم اخلاق کو پہنچے تو آپکو خلیل کہا گیا۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ خلیل وہ ہے جو اپنے دوست کے راستے پر چلے اگرچہ وہ راستہ ریت کا ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہے اس لئے آپکو خلیل کہا گیا ہے۔ (غرائب القرآن)

تفسیر اظہار العرفان

وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿١٢٦﴾ ۧ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ

و آنچہ در زمین است و ہست خدا بہر چیز در گیرندہ و طلب فتوی میکنند از تو

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے[1] اور آپ سے فتوی طلب کرتے ہیں

فِي النِّسَآءِ ۗ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ

در باب زنان بگو خدا فتوی میدہد شما را در باب زنان و آنچہ خواندہ میشود بر شما

عورتوں کے باب میں۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ فتوی دیتا ہے تمہیں عورتوں کے باب میں اور وہ جو تم پر پڑھا جاتا ہے

فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ

در کتاب نازل شد است در حق آں زنان یتیمہ کہ نمی دہید ایشانرا

کتاب میں (نازل ہوا ہے) ان یتیم عورتوں کے حق میں کہ نہیں دیتے تم انھیں

مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ

آنچہ فرض کردہ شد است برای ایشاں و رغبت میکنید کہ نکاح کنید با ایشاں و نازل شد است در باب بیچارگان

جو ان کیلئے فرض کیا گیا ہے اور تم چاہتے ہو کہ نکاح کر و ان سے (اور نازل ہوا ہے) کمزوروں کے باب میں

مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۗ وَمَا

از کودکان و حکم است بآنکہ تعہد حال یتیمان کنید بانصاف و آنچہ

بچوں سے اور حکم ہے کہ یتیموں کے حال میں انصاف سے قائم رہو اور جو

تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿١٢٧﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ

میکنید از نیکوئی ہست خدا بآں دانا و اگر زنی

تم کرتے ہو بھلائی سے اللہ اسے جانتا ہے[2] اور اگر کسی عورت کو

خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ

معلوم کند از شوہرش سرکشی یا روگردانی پس گناہ نیست

اپنے شوہر کی سرکشی یا جی بھر جانے کا خوف ہو تو کوئی گناہ نہیں ہے

[1] یعنی خلقاً اور ملکاً اللہ ہی کیلئے ہے۔ آسمان اور زمین میں سے جسے چاہے مالک و مختار بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے ایک ایک اعمال سے واقف ہے اس لئے انھیں ان کے کئے کا بدلہ دیگا۔ (بیضاوی) پچھلی آیت کے بعد اس آیت کو بیان کرنے کی چار وجوہ ہیں۔ (۱) انسان کسی کو دوست بناتا ہے تا کہ حاجت کے وقت اس کے کام آسکے لیکن اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست کسی حاجت کے پیش نظر نہیں بنایا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو زمین و آسمان کا مالک حقیقی ہے۔ (۲) اول سورت سے یہاں تک مختلف قسم کے امر، نہی، وعدہ اور وعید بیان کئے گئے ہیں اور اب اس آیت میں الٰـــــہ المحدثات [ساری کائنات کے معبود] بیان کئے جا رہے ہیں۔ (۳) اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے پہلے وعدہ اور وعید کا ذکر فرمایا ہے اور اسکی وفادو امور سے ہوسکتی ہے قدرتِ تامہ اور علم تام سے اور ان دونوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ (۴) جب اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسکے خلیل ہیں تو اب اس آیت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آپ باوجود اسکے خلت کے اسکے عبد ہیں۔ (تفسیر کبیر)

[2] اس آیت کے بارے میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ جس شخص کے پاس یتیم لڑکی ہوتی تھی وہ اسکا ولی اور اسکا وارث ہوتا تھا اور اسکے مال میں اسکا حصہ ہوتا تھا حتی کہ اسکو بیاہنے کا بھی اسی کو اختیار ہوتا تھا۔ عموماً وہ اس لڑکی سے خود نکاح کرنے کا خواہش مند ہوتا تھا تا کہ کسی دوسرے سے اسکا نکاح کر دینے کی صورت میں کہیں وہ اسکے مال کا حصے دار نہ بن جائے چنانچہ وہ ایسی لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے زبردستی روک دیتا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت سدی روایت کرتے ہیں کہ دمیمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے چچا کی بیٹی تھی [جو بدشکل تھی] اسکے پاس کچھ مال تھا جو اسے باپ سے وراثت میں ملا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ خود بھی اس سے نکاح کرنے کی رغبت نہ رکھتے تھے اور کسی دوسرے سے بھی اسکا نکاح نہ کرتے تھے تا کہ مال اسکا شوہر نہ لے جائے۔ انھوں نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) واحدی کہتے ہیں کہ استفتاء طلب فتوی کو کہتے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ استفتیت الرجل فی المسئالۃ فافتانی یعنی فلاں شخص سے اپنے مسئلہ میں فتوی طلب کیا تو اس نے مجھے فتوی دیا۔ افتا، فتیا اور فتوی یہ سب افتاء کے لئے وضع کئے گئے ہیں اور افتاء مشکل کے اظہار کو کہتے ہیں اور اسکی اصل "الفتی" بمعنی شباب ہے۔ جس طرح جوان قوی ہوتا ہے اسی طرح اس مشکل مسئلہ میں اسکی بات قوی ہوتی ہے اس لئے اسے فتوی کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) جاننا چاہیئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کچھ صحابہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میراث وغیرہ میں عورتوں کا کیا حکم ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان سوال کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ اللہ تمہیں عورتوں کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے یعنی جو تم نے سوال کیا ہے اسکا حکم بیان فرماتا ہے۔ اس آیت کے احکام کو اسی سورت کے شروع میں عورتوں کے جو احکام بیان کئے گئے ہیں انکی جانب لوٹانا چاہیئے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ چند ایسے سوالات ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے تو آپ نے جواب نہیں دیا یہاں تک کہ اس کے متعلق وحی نازل ہوئی۔ وہ یہ ہیں، وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ الخ، وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى الخ، وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ الخ اور وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ الخ (القرطبی)

عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يُّصۡلِحَا بَيۡنَهُمَا صُلۡحًا ؕ وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ ؕ وَاُحۡضِرَتِ

بر ایشاں در آنکہ صلح آرند درمیان خویش نوئی از صلح و صلح کاری بہتر است وحاضر کردہ شدہ اند

ان پر اس میں کہ اپنے درمیان صلح کر لیں کسی طرح کا صلح اور صلح کرنا بہتر ہے اور قریب کیا

الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

نفوس نزدیک بخل و اگر نیکوکاری و پرہیزگاری کنید پس ہر آئنہ خدا ہست

گیا ہے نفوس کو بخل کے اور اگر بھلائی اور پرہیزگاری کرتے تو بیشک اللہ

بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنۡ تَسۡتَطِيۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا

بآنچہ میکنید آگاہ و نتوانید ہر گز عدل کردن

باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو ١ اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا عدل کرنا

بَيۡنَ النِّسَآءِ وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡ فَلَا تَمِيۡلُوۡا كُلَّ الۡمَيۡلِ فَتَذَرُوۡهَا

میان زنان اگرچہ نہایت رغبت کنید پس باری کجی مکنید تمام کجی تا آنکہ بگذارید آں زنان را

عورتوں کے درمیان اگرچہ نہایت رغبت رکھو پس تم نہ جھکو ایک جانب مکمل یہاں تک کہ تم ان عورتوں کو چھوڑ دو

كَالۡمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنۡ تُصۡلِحُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا

معلقہ و اگر اصلاح کنید و پرہیزگاری نمائید پس ہر آئنہ خدا ہست آمر زندہ

معلقہ کی طرح اور اگر اصلاح کرو اور پرہیزگاری ظاہر کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا

رَّحِيۡمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنۡ يَّتَفَرَّقَا يُغۡنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ

مہربان و اگر مرد و زن از یکدیگر جدا شوند کفایت کند خدا ہر یکی را از تونگری خود و ہست

مہربان ہے ٢ اور اگر مرد اور عورت ایک دوسرے سے جدا ہوں تو اللہ کفایت کریگا ہر ایک کو اپنی تونگری سے اور

اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيۡمًا ﴿۱۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ

خدا جواد استوار کار و خدا راست آنچہ در آسمانہا ہست و آنچہ در زمین است

اللہ بہت سخی حکمت والا ہے ٣ اور اللہ کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

١ ابوداؤد اور حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بوڑھی ہو گئیں تو انکو یہ خوف لاحق ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ انکو طلاق دے دیں گے اس لئے انھوں نے آپ سے عرض کی کہ میری باری کا دن عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ محمد بن مسلمہ کی بیٹی رافع بن خدیج کے نکاح میں تھی۔ وہ کبر سنی کے سبب سے یا کسی دوسری وجہ سے اس سے متنفر ہو گیا۔ اس لئے اسے طلاق دینے کا ارادہ کر لیا لیکن اس عورت نے کہا کہ تم مجھے طلاق نہ دو اور جس طرح چاہو باری مقرر کر لو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آیت وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی جسکے نکاح میں ایک عورت تھی اور اسکے بطن سے اسکی اولاد بھی تھی۔ اس شخص نے ارادہ کیا کہ اس عورت کی جگہ دوسری بیوی لے آئے لیکن وہ عورت اس شرط پر راضی ہو گئی کہ وہ شخص اسے اپنی زوجیت میں باقی رکھے اور اسکی باری مقرر نہ کرے۔ ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ جب آیت وَاِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡ بَعۡلِهَا الخ نازل ہوئی تو ایک عورت نے جو اپنے خاوند سے یہ بات طے کر چکی تھی کہ خواہ وہ اس کے قریب نہ جائے لیکن اسے طلاق نہ دیگا۔ نان ونفقہ کا تقاضا کیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت وَاُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) خافت بمعنی علمت یا ظنت ہے یعنی اگر معلوم ہو یا گمان ہو کہ تمہارے شوہر تمہارے ساتھ ناانصافی کرینگے۔ واضح رہے کہ یہ صلح ان چیزوں میں ہوگی جو شوہر کیلئے بطور حق ثابت ہوں۔ عورت کا حق مرد پر مہر، نفقہ اور باری ہے یہ تین ہیں کہ عورت اسکے بارے میں شوہر سے مطالبہ کر سکتی ہے۔ باقی رہی وطی تو اسکے متعلق شوہر کو مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ وَاِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا الخ اسکے بارے میں تین اقوال ہیں۔ پہلا قول: یہ خطاب شوہروں سے ہے کہ حق کی ادائیگی میں تم لوگ عورتوں کیساتھ اچھا سلوک کرو۔ دوسرا قول: یہ خطاب شوہر اور بیوی دونوں سے ہے یعنی ہر ایک دوسرے کیساتھ اچھا سلوک کرے تا کہ کسی پر ظلم نہ ہو۔ تیسرا قول: یہ خطاب ان دونوں کے علاوہ کو ہے یعنی اے صلح کرنے والو! ان کے درمیان نیک صلح کرو۔ (تفسیر کبیر) ٢ کسی ایک جانب جھکاؤ کی بناء پر انسان عدل نہیں کر سکتا ہے اس لئے اسے ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنی ازواج کے درمیان باری مقرر فرماتے تو عدل کرتے تھے اور اسکے بعد ارشاد فرماتے کہ یہ وہ باری ہے جو میری ملک میں تھی میں نے اسے برابر تقسیم کی پس تم سب میرا مواخذہ نہ کرنا اس میں جسکی ملکیت تمہارے پاس ہو۔ معلقۃ ایسی عورت کو کہتے ہیں جسکا شوہر زندہ ہو اور اسے اپنی زوجیت میں ہی رکھتا ہو لیکن اس سے موافقت نہ رکھتا ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس دو عورتیں ہوں اور وہ ان میں سے کسی ایک کی جانب مائل ہو تو قیامت کے روز اس حالت میں آئیگا کہ اسکا ایک جانب جھکا ہوگا۔ (بیضاوی) ٣ یعنی ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ جدائی کے بعد بہتر جوڑا عطا فرمائیگا اور انکی زندگی کو پہلے سے زیادہ خوشگوار بنا دیگا۔ کلبی کہتے ہیں کہ یہ اس سلسلے میں ہے کہ شوہر بھلائی کیساتھ عورت کو چھوڑنے یا رکھنے کا فیصلہ کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ انعام اسکے فیصلہ کرنے اور نصیحت کرنے میں ہے۔ (غرائب القرآن)

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ

و ہر آئنہ حکم فرمودیم آنانرا کہ دادہ شدند کتاب پیش از شما و شما را

اور بیشک ہم نے حکم دیا انکو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور تمہیں

اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۗ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

نیز کہ بترسید از خدا و اگر کافر شوید پس ہر آئنہ خدا راست آنچہ در آسمانہا ست

بھی کہ اللہ سے ڈرو اور اگر کافر ہوئے تو بیشک اللہ کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِی الْاَرْضِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿١٣١﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی

و آنچہ در زمین است و ہست خدا توانگر ستودہ شدہ و خدا راست آنچہ

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بے نیاز تعریف کیا ہوا ہے [1] اور اللہ کیلئے ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٣٢﴾ اِنْ

در آسمانہا ست و آنچہ در زمین ست و خدا کارساز بس است اگر

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کام بنانے والا کافی ہے [2] اگر

يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۗ وَكَانَ

خواہد دور کند شما را اے مردمان و بوجود آرد دیگراں را و ہست

چاہے کہ تمہیں دور کرے اے لوگو! اور وجود میں لائے دوسروں کو اور

اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿١٣٣﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ

خدا بر ہمہ چیز توانا ہر کہ باشد طالب جزای

اللہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے [3] جو کوئی طالب ہو جزائے

الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۗ وَكَانَ

دنیا پس نزدیک خدا ہست ثواب دنیا و آخرت و ہست

دنیا کا تو اللہ کے نزدیک وہ دنیا ہی میں دنیا اور آخرت کا بدلہ طلب کرتا ہے اور [4]

[1] یہ آیت پچھلی آیت کیلئے تفسیر کی طرح ہے۔ چونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وسعت کا تذکرہ کیا گیا تھا اور اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کتنی وسیع وعریض کائنات کا مالک ہے یا اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یتیم، کمزور، عورت اور مسکین کیساتھ عدل اور احسان کا حکم دیا تھا اور اب اس آیت میں واضح فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اشیاء کا محتاج نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو زمین وآسمان کا مالک حقیقی ہے بلکہ ان امور سے تمہیں ہی فائدہ پہنچے گا۔ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ الخ اس سے مراد یہ ہے کہ تقویٰ جمیع امم کیلئے شریعت عامہ ہے کسی زمانے میں بھی اسے منسوخ یا تبدیل نہیں کیا گیا ہے اس لئے تمہیں بھی اسکا حکم دیا جا رہا ہے۔ یہاں الکتاب اسم جنس ہے اور یہ تمام کتب سماویہ کو شامل ہے یعنی ہر کتاب میں تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ الخ یعنی ہم نے انہیں بھی تقویٰ کا حکم دیا اور تمہیں بھی اور ہم نے ان سے بھی کہا اور تم سے بھی کہ اگر تم اسکا انکار کرو گے تو اسکا وبال تمہاری ہی طرف لوٹے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا مالک ہے اور بے نیاز ہے۔ (تفسیر کبیر)

[2] بشمول اس آیت کے تین مرتبہ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آیا ہے۔ اس تکرار سے کیا فائدہ حاصل ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ تین امور کی تقریر کیلئے تین مرتبہ مذکورہ کلام آیا ہے۔ اولاً جب وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا الخ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنی سخاوت بیان کی تو اسکے بعد وَلِلّٰهِ الخ کے ذریعے اب اپنی سخاوت کی وسعت بیان فرما رہا ہے۔ ثانیاً وَاِنْ تَكْفُرُوْا الخ کیساتھ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مطیعین کی اطاعت اور مذنبین کے ذنب سے اللہ تعالیٰ منزہ ہے پس اطاعت سے اسکا جلال نہیں بڑھتا اور معاصی سے اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اس لئے ایسا کلام لایا گیا جو اس کلام کو بیان کر سکے۔ ثالثاً اس کے بعد یہ بیان کیا گیا کہ اگر اللہ چاہے تو تمہاری جگہ دوسری مخلوق لے آئے لہٰذا وَلِلّٰهِ الخ کا مقصد یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ افنا [فنا کرنے] اور ایجاد [نئی مخلوق لانے] پر قادر ہے کیونکہ زمین وآسمان کا مالک ہے۔ (تفسیر کبیر) [3] یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو غیر انسان کو تمہاری جگہ لے آئے کیونکہ وہ اس پر قادر ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تخویف [ڈرانے] اور انتہائی ناراضگی کا اظہار ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ خطاب نبی کریم ﷺ کے دشمنوں سے ہے کیونکہ سخت قسم کی ناراضگی ان ہی پر ہوسکتی ہے۔ بِاٰخَرِيْنَ سے مراد یہ ہے کہ لوگوں میں سے ایسے کو لے آئے جو تم پر حکمرانی کرے۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی پیٹھ پر مارا اور فرمایا کہ یہ قوم ہے جو ابنائے فارس کا ارادہ کرتی ہے۔ (غرائب القرآن) [4] پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسکی جانب ترغیب دی جو بزرگی اور کرامت اسکے پاس ہے جیسے مجاہد اگر جہاد سے صرف مال غنیمت کا ارادہ کرے تو صحیح نہیں ہے کیونکہ دنیا کا مال وزر فانی ہے اور اخس ہیں جبکہ اخروی نعمت اشرف ہے اس لئے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم لوگ ایسی نعمت کی آرزو کرو۔ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا یعنی اللہ تعالیٰ انکے کلام کو سنتا ہے کہ وہ لوگ سوائے مال غنیمت کے اور کچھ طلب نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ وہ سب جہاد کی کوشش نہیں کرتے ہیں بلکہ غنیمت کی کامیابی کی توقع رکھتے ہیں۔ یہ ایک طرح کا زجر ہے۔ (غرائب القرآن وتفسیر کبیر)

ع ١٩ ٨ ١٦

اللّٰهُ سَمِيۡعًا بَصِيۡرًا ﴿١٣٤﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ

خدا شنوای دانا اے مسلمانان متعہد انصاف باشید

اللہ سننے والا جاننے والا ہے ١ اے مسلمانو! انصاف کے وعدے پر قائم رہو

بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ اَوِ الۡوَالِدَيۡنِ وَ

اظہار حق کنندہ گان برائے خدا و اگرچہ بر ضرر خویشاں یا پدر و مادر و

حق کا اظہار کرنے والے اللہ کیلئے اگرچہ اپنا نقصان ہو یا باپ ماں یا

الۡاَقۡرَبِيۡنَ‌ۚ اِنۡ يَّكُنۡ غَنِيًّا اَوۡ فَقِيۡرًا فَاللّٰهُ اَوۡلٰى بِهِمَا‌ فَلَا

خویشاوندان باشد اگر آنکہ حق بروی ثابت میشود تونگر باشد یا فقیر بہر حال خدا مہربان تر است بر ایشاں پس

رشتے داروں کا اگر وہ جس پر حق ثابت ہو تونگر ہو یا فقیر بہر حال اللہ ان سب پر سب سے زیادہ مہربان ہے پس

تَتَّبِعُوا الۡهَوٰٓى اَنۡ تَعۡدِلُوۡا‌ ۚ وَاِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا فَاِنَّ

پیروی خواہش نفس مکنید اعراض کناں از عدل و اگر پیچانید سخن را یا روی گردانید پس ہر آئنہ

تم خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرو اعراض والے ہوکر انصاف سے اور اگر تم بات کو ہیر پھیر کردو یا روگردانی کرو تو بیشک

اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ﴿١٣٥﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا

خدا ہست بآنچہ میکنید آگاہ اے مسلمانان

اللہ اس سے آگاہ ہے جو تم کرتے ہو ١ اے مسلمانو!

اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَالۡكِتٰبِ الَّذِىۡ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ

ایمان آرید بخدا و پیغامبر او و آں کتاب کہ فرو فرستاد است بر پیغامبر خود

ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اور اس کتاب پر جسے اللہ نے اپنے رسول پر اتاری

وَالۡكِتٰبِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ‌ ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِاللّٰهِ وَ

و آں کتاب کہ فرو فرستاد است پیش ازیں و ہر کہ کافر شود بخدا و

اور اس کتاب پر جسے اس سے پہلے اتاری اور جو کوئی منکر ہو جائے اللہ کا اور ٢

١ حضرت سدی سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نبی ﷺ پر اتری تو آپ کے پاس دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے جن میں سے ایک امیر تھا اور ایک غریب۔ نبی کریم ﷺ کا خیال تھا کہ غریب امیر پر زیادتی نہیں کرتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے امیر و غریب سب کیساتھ انصاف کرنے کا حکم نازل فرمایا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہئے کہ اس آیت میں انصاف کا حکم شہادت کے حکم سے پہلے ہے اسکی تین وجہیں ہیں۔ (١) اکثر انسان کی عادت ہے کہ وہ دوسرے کو حکم دیتا ہے لیکن جب اپنا معاملہ آتا ہے تو سب بھول جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اولاً انصاف قائم کرنے کا حکم دیا پھر شہادت علی الغیر کا حکم دیا تا کہ یہ تنبیہ ہو جائے کہ طریقہ حسنہ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر تنگی غیر کی نسبت زیادہ کرے۔ (٢) قیام بالقسط کا مفہوم یہ ہے کہ غیر کی پریشانی کے ضرر کو ہٹایا جائے اور یہ حق ہے کہ دفع ضرر عن الغیر مقدم ہو اپنے ضرر کے ہٹانے پر۔ (٣) قیام بالقسط فعل ہے اور شہادت قول ہے اور فعل قول سے اقوی ہوتا ہے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالۡمَلٰۤئِكَةُ وَاُولُوا الۡعِلۡمِ قَآئِمًا بِالۡقِسۡطِ میں شہادت، قیام بالقسط فعل پر مقدم ہے جبکہ اس آیت میں اسکے برعکس ہے۔ جواب: شہادتِ الٰہی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کیلئے خالق ہے اور اسکا قیام بالقسط اس سے عبارت ہے کہ وہ ان مخلوقات میں عدل کی رعایت فرماتا ہے اس لئے یہاں شہادت کو مقدم رکھا تا کہ اول مخلوق ہو پھر اس کیساتھ قیام بالقسط ہو۔ (تفسیر کبیر)

٢ جاننا چاہئے کہ اس آیت کے ظاہر سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ حکم تحصیل حاصل ہے کیونکہ ایمان والے کو ایمان لانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اسکے جواب میں مفسرین کرام کے دو اقوال ہیں۔ (١) پہلا قول: یہ خطاب مسلمانوں سے ہے پھر اس قول کی توجیہ پانچ جہتوں سے ہے۔ (١) اس سے مراد " دوموا علی الایمان و اثبتوا علیہ" ہے یعنی ایمان پر دوام پکڑو اور اس پر قائم رہو۔ حاصل یہ ہوگا کہ یٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ماضی اور حاضر میں ہے اور اٰمنوا مستقبل میں ہے۔ (٢) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا علی سبیل التقلید [تقلید کے راستے پر] ہے اور اٰمِنُوۡا علی سبیل الاستدلال [استدلال کے راستے پر] ہے۔ (٣) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بحسبِ استدلالاتِ جمیلہ ہے اور اٰمِنُوۡا بحسبِ دلائلِ تفصیلیہ ہے۔ (٤) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا میں دلائلِ تفصیلیہ اللہ، ملائکہ، کتب اور رسولانِ عظام ہیں اور اٰمِنُوۡا میں عظمتِ الٰہی ہے جسکی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اسی طرح احوالِ ملائکہ، اسرارِ کتب اور صفاتِ رسول ہیں۔ (٥) مروی ہے کہ احبارِ یہود میں سے ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کی کہ یا رسول ﷺ! ہم آپ پر، آپکی کتاب پر، موسیٰ پر، تورات پر اور حضرت عزیر علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں انکے علاوہ کتب اور رسول کا ہم انکار کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں سب پر ایمان لانا پڑیگا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم ایسا نہیں کرینگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسرا قول: یہ خطاب یہود و نصاری سے ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اے وہ لوگ جو موسیٰ اور تورات پر اور عیسیٰ اور انجیل پر ایمان لائے اب محمد ﷺ پر بھی ایمان لاؤ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ خطاب منافقین سے ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اے وہ لوگ جو زبان سے ایمان لائے دل سے بھی ایمان لاؤ۔ واضح رہے کہ اس آیت میں چار چیزوں پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ اللہ، رسول، ملائکہ اور کتب۔ کفر کا ذکر پانچ امور میں کیا گیا ہے، کفر باللہ، کفر بالملائکہ، کفر بالکتب، کفر بالرسل اور کفر بالیوم الآخر۔ (تفسیر کبیر)

مَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ

فرشتگان او و کتابهای او و پیغامبران او و بروز آخر پس هر آئنہ گمراہ شد

اسکے فرشتوں کا اور اسکی کتابوں کا اور اسکے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا پس بیشک وہ گمراہ ہوا

ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿١٣٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا

گمراہی دور بدرستی آنانکہ ایمان آوردند باز کافر شدند باز ایمان آوردند

دور کی گمراہی میں۔ بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے

ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا

باز کافر شدند باز زیادتی کردند در کفر پس هر گز نیامرزد خدا ایشانرا او هر گز

پھر کافر ہوئے پھر بڑھے اپنے کفر میں پس ہرگز اللہ انھیں نہیں بخشے گا اور ہرگز

لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿١٣٧﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا

نماید ایشانرا راہی خبر دہ منافقانرا بآنکه ایشانرا باشد عذاب

انہیں راستہ نہیں دکھائیگا ۱؎ آپ منافقوں کو بتا دیجئے کہ بیشک انکے لئے تکلیف

اَلِيْمًا ﴿١٣٨﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ

درد دہندہ آن منافقانرا کہ کافراں را دوست میگیرند بجز

دینے والا عذاب ہے ۲؎ وہ منافقین جو کافر کو دوست بناتے ہیں مؤمنوں کو

الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ

مومنان آیا نزدیک ایشاں ارجمندی می طلبند پس هر آئنہ ارجمندی خدا راست

چھوڑ کر۔ کیا انکے پاس کوئی عزت تلاش کرتے ہیں پس بیشک ساری عزت اللہ کیلئے

جَمِيْعًا ﴿١٣٩﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ

همہ یکجا و هر آئنہ فرو فرستاد است بر شما خدا در قرآن کہ چوں بشنوید

ہے ۳؎ اور بیشک اللہ اتار چکا تم پر قرآن میں کہ جب تم سنو

۱؎ اس آیت کریمہ میں چار اقوال ہیں۔ پہلا قول: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کے بعد کفر کو مکرر کیا۔ دوسرا قول: اس سے یہود مراد ہیں کیونکہ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان لائے پھر حضرت عزیر علیہ السلام کا انکار کر کے کفر کیا پھر حضرت داؤد علیہ السلام پر ایمان لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کر کے کفر کیا پھر اپنے کفر کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے بڑھایا۔ تیسرا قول: اس سے مراد منافقین ہیں۔ پس ایمان اول انکی جانب سے اظہار اسلام ہے اور اسکے بعد کفر انکا نفاق ہے' ایمانِ ثانی جب وہ لوگ مسلمانوں سے ملتے تھے تو کہتے کہ ہم مؤمنین ہیں اور کفرِ ثانی جب اپنی جیسی صفات کے لوگوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں' ازدیادِ کفر مسلمانوں کے حق میں مکر وفریب کرنا اور اسکے لئے طرح طرح کی تدبیر سوچنا تا کہ اسکے ذریعے مسلمانوں کو ستایا جا سکے۔ قفال کہتے ہیں کہ اس آیت میں عدد کا بیان نہیں ہے بلکہ ایمان کے بابت میں انکے تردد کو بیان کیا گیا ہے جیسے مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَا اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ انکے درمیان تردد کرنے والے ان لوگوں کی جانب اور نہ اِن لوگوں کی جانب۔ چوتھا قول: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب سے ایمان لائے تا کہ مسلمانوں کو شک میں ڈالا جائے گویا کہ اس نے اولاً ایمان ظاہر کیا پھر ایمان سے پھر کر کفر ظاہر کیا اور مسلمانوں کا مذاق اڑا کر اپنے کفر کو زیادہ کیا۔ لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ ۔ یہاں سوال ہوتا ہے کہ اس آیت میں جو حکم مذکور ہے وہ مشروط ہے قبل توبہ سے یا بعد توبہ سے۔ اول باطل ہے اس لئے کہ قبل توبہ علی الاطلاق مذکور نہیں ہے۔ ثانی بھی باطل ہے کیونکہ کفر بعد توبہ مغفور ہے اگرچہ ہزار کفر کے بعد توبہ کرے۔ پس سوال ہوا کہ پھر معاف نہ کرنے کا کیا مفہوم ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ کو ہم استغراق [تمام] پر محمول نہیں کرتے بلکہ معہود سابقہ [جن لوگوں کا پہلے ذکر ہو چکا] پر محمول کرتے ہیں اور مراد اس سے وہ قوم ہے جسکی موت علم باری تعالیٰ میں کفر ہی پر ہوگی اور انھیں توبہ نصیب نہ ہوگی اس لئے انکے حق میں لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ الخ فرمایا گویا کہ اس آیت میں یہ اخبار ہے کہ انکی موت کفر پر ہوگی۔ (تفسیر کبیر) ۲؎ جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیت میں منافقین کو یہ بتایا کہ نہ انہیں معاف کیا جائیگا اور نہ انہیں جنت کی راہ دکھائی جائیگی۔ اب اس آیت میں یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ جیسے انہیں اور ثواب سے نہیں ملایا جائیگا ویسے ہی انہیں طرح طرح کی سزائیں دی جائیگی۔ (تفسیر کبیر) بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بمعنی اخبر المنافقین ہے یعنی آپ منافقوں کو خبر دے دیجئے کہ انکے نفاق کا صلہ اللہ تعالیٰ کے یہاں دردناک عذاب ہے۔ (ابن جریر) ۳؎ واحدی کہتے ہیں کہ العزۃ بمعنی الشدۃ ہے یعنی لغت میں اسکا معنی شدت ہے جیسے کہا جاتا ہے استعز المرض علی المریض اذا اشتد مرضہ و کاد ان یھلک یعنی مریض پر مرض نے قوت طلب کی جب مرض سخت ہوا اور مریض ہلاک کے قریب ہو گیا۔ منافقین یہود سے اتصال کے سبب قوت وطاقت طلب کرنا چاہتے تھے اللہ تعالیٰ نے انکی یہ رائے باطل کی اور فرمایا کہ سارا زور تو اللہ کے پاس ہے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کیلئے ثابت نہیں ہے جبکہ دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوت اللہ تعالیٰ کیلئے' اسکے رسول کیلئے اور مؤمنین کیلئے ثابت ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ قدرت کاملہ فقط اللہ تعالیٰ کیلئے ہے باقی کیلئے اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے ثابت ہے۔ لہٰذا عند التحقیق ساری قوت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ اس لئے ارشاد ہوا۔ اَنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا. (تفسیر کبیر) اس آیت کریمہ میں منافقین کی ایک پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ لوگ دین اسلام کے دشمن یعنی کافرین سے دوستی رکھتے ہیں تا کہ ان سے جو خود کمزور ہے طاقت طلب کی جائے۔ (ابن جریر)

اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ

بآیتہای خدا انکار نمودہ می آید و تمسخر کردہ میشود پس منشینید با ایشاں تا آنکہ

اللہ کی آیتوں کو کہ اسکا انکار کیا جاتا ہے اور مذاق کیا جاتا ہے پس نہ بیٹھو ان لوگوں کیساتھ

حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ

شروع کنند در سخنی بجز آں ہر آئنہ شما آنگاہ بشینید مانند آں کافران باشید ہر آئنہ

یہاں تک کہ وہ لوگ دوسری بات میں لگ جائیں بیشک تم جب بیٹھو گے تو ان کافروں کی مثل ہو جاؤ گے بیشک

اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۙ﴿۱۴۰﴾

خدا بہم آرندہ است منافقان و کافرانرا ہمہ یکجا در دوزخ

اللہ جمع کرنے والا ہے منافقوں اور کافروں کو جہنم میں ایک جگہ ۱

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ

آں منافقان کہ انتظار شما میکنند پس اگر باشد شما را فتحے از جانب خدا

وہ منافقین جو تمہارا انتظار کرتے ہیں پس اگر تمہارے لئے کوئی فتح ہو اللہ کی جانب سے

قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ

گویند آیا نبودیم با شما و اگر باشد کافرانرا نصیبے

تو کہیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کیلئے کوئی حصہ ہو

قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ

گویند آیا غالب نشدیم بر شما و باز نداشتیم شما را از ضرر مسلمانان پس خدا

تو کہیں گے کیا غالب نہ ہوئے ہم تم پر اور نہ بچایا ہم نے تم کو مسلمانوں کے ضرر سے پس اللہ

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ

حکم خواہد کرد میان شما روز قیامت و ہرگز کشادہ نگرداند خدا کافرانرا

فیصلہ کریگا تمہارے درمیان قیامت کے روز اور ہرگز کشادہ نہیں فرمائیگا اللہ کافروں کیلئے ۲

۱ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ مشرکین اپنی مجلس میں قرآن کریم کا ذکر کر کے استہزاء کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ پھر مدینہ منورہ میں احبار یہود مشرکین کی طرح اپنی مجلس میں قرآن کریم کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور انکے ساتھ منافقین بیٹھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے منافقین کو مخاطب کیا اور انھیں روکا گیا کہ ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ لوگ قرآن کریم کا استہزاء کرنا چھوڑ دیں۔ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ یعنی اے منافقو! کفر میں تم بھی ان احبار کی طرح ہو۔ اہل علم کہتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کفر سے رضا، کفر ہے۔ اسی طرح جو منکرات سے راضی ہو اور اسکے ساتھ بیٹھتا اٹھتا ہو اگرچہ وہ ان منکرات کو نہ کرتا ہو جب بھی وہ گناہ میں شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں لفظ مثل ذکر کیا ہے۔ یہ تو اس صورت میں ہے کہ جب بیٹھنے والا اس مجلس میں ہونے والے افعال سے راضی ہو۔ لیکن اگر راضی نہ ہو اور علی سبیل الخوف [کسی کے خوف کے سبب] ایسی مجلس میں بیٹھنا پڑ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ الخ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ منافقین اور کافرین کفر میں برابر ہیں اس لئے ان دونوں کو جہنم میں یکجا کیا جائیگا۔ جس طرح دنیا میں قرآن کریم کے استہزاء کیلئے جمع ہوتے تھے اسی طرح جہنم میں انھیں عذاب کیلئے اللہ تعالیٰ جمع فرمائیگا۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی وہ لوگ خیر اور شر کا انتظار کرتے ہیں اگر مسلمانوں کو یہود و کفار پر فتح ظاہر ہوتو فوراً کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں ہیں؟ یعنی مال غنیمت میں ہمارے لئے بھی حصہ مقرر کرو اور اگر یہود کیلئے فتح ظاہر ہوتو کہتے ہیں کہ ہمیں تو کچھ اختیار حاصل نہ تھا ورنہ ہم تمہیں جانے سے روک دیتے۔ اس آیت کی دو تفسیر ہیں۔ پہلی تفسیر: منافقین مسلمانوں کو اسلام اور جہاد کے خلاف اکسانے کیلئے بظاہر ہمدردی کرتے تھے کہ اگر ہمیں قابو ہوتا تو ہم کبھی تمہیں قتل گاہ میں جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ استحوذ علی فلان یعنی فلاں پر اس نے غلبہ حاصل کیا۔ دوسری تفسیر: کفار و یہود میں سے جو کوئی اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا تو منافقین انھیں ڈراتے اور اسلام میں داخل ہونے سے روکنے کیلئے اپنا مال خرچ کرتے تھے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی کامیابی کو 'فتح' اور کافروں کی کامیابی کو 'نصیب' کہا گیا ہے۔ جواب: مسلمانوں کے حال کی تعظیم کیلئے اور کافروں کے حال کی تحقیر کیلئے ایسا کہا گیا ہے اس لئے کہ مسلمانوں کی کامیابی امر عظیم ہے جس سے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے منافقوں سے دنیا میں تلوار اٹھائی ہے لیکن آخرت میں عذاب سے نہیں بچ سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ مؤمنین اور منافقین کے درمیان قیامت کے روز فیصلہ فرمائیگا۔ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ الخ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز مؤمنین پر کافروں کیلئے کوئی راہ نہیں ہوگی کیونکہ اس سے پہلے قیامت ہی کا ذکر تھا۔ دوسرے قول کے مطابق اس سے مراد دنیا ہی میں ہے۔ تیسرے قول کے مطابق یہ عام ہے لہذا اسکا اطلاق دنیا اور آخرت دونوں پر ہوگا۔ (تفسیر کبیر)

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿١٤١﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ

بر مسلمانان راہی ہر آئنہ منافقان فریب میکنند خدا را

مسلمانوں کی راہ۔ بیشک منافقین دہوکا دینا چاہتے ہیں اللہ کو حالانکہ اللہ بھی ان سے

وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ

و خدا نیز فریب میکند با ایشاں و چوں منافقان بسوی نماز بر خیزند کاہلی کنان

(انکے دہوکے کا بدلہ دینے کیلئے) حیلہ فرماتا ہے اور جب منافقین نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی کرتے ہوئے

يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٤٢﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ

برخیزندمی نمایند بمردمان و یاد نمی کنند خدا را مگر اندکی مترددوند

کھڑے ہوتے۔ لوگوں کیلئے دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر کم ۱ متردد ہیں

بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ

درمیان ایں و آں نہ بسوی ایناں اندو نہ بسوی آنان و ہر کرا گمراہ کند

اِسکے اور اُسکے درمیان اور نہ اِنکی طرف ہیں اور نہ اُنکی طرف ہیں اور جسے گمراہ کرتا ہے

اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿١٤٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا

خدا پس نیابی او را ہیچ راہی اے مسلمانان مگیرید

اللہ پس تو نہ پائیگا انکے لئے کوئی راستہ ۲ اے مسلمانو! نہ بناؤ

تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ اَتُرِيْدُوْنَ

دوست کافرانرا بجز مسلمانان آیا می خواہید

دوست کافروں کو مسلمانوں کے سوا کیا تم چاہتے ہو

اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٤٤﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى

کہ ثابت کنید برای خدا بر خویش الزام ظاہر ہر آئنہ منافقان در

کہ ثابت کرو اللہ کیلئے اپنے اوپر کھلا الزام ۳ بیشک منافقین

۱ زجاج کہتے ہیں کہ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ بمعنی يُخَادِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ہے یعنی منافقین دہوکا دینے کی غرض سے ایمان ظاہر کرتے ہیں لیکن اپنا کفر چھپائے رکھتے ہیں۔ وَهُوَ خَادِعُهُمْ یعنی اللہ تعالیٰ عقاب کے ذریعے انکے خداع کا بدلہ دیگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اَنَّهُ تَعَالٰى خَادِعُهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ یعنی اللہ تعالیٰ انھیں آخرت میں خداع سے دوچار فرمائیگا اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ انھیں مؤمنین کی طرح نور عطا فرمائیگا پس جب صراط کی جانب جائینگے تو اچانک نور ختم ہو جائیگا اور ظلمت چھا جائے گی۔ اسکی دلیل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے قائم کرتے ہیں۔ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا اَضَاءَتْ الخ حضرت ابن جریج کہتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی اور ابو عامر بن نعمان کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر و ابن جریر) وَاِذَا قَامُوْا الخ یعنی مؤمنین کیساتھ جب نماز کا ارادہ کرتے ہیں تو انتہائی سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ يُرَاءُوْنَ النَّاسَ الخ یعنی مؤمنین کیساتھ نماز فقط ریا کیلئے پڑھتے ہیں۔ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ اس کے بارے میں چار اقوال ہیں۔ (۱) ذکر اللہ سے مراد نماز ہے یعنی وہ سب نماز نہیں پڑھتے مگر بہت کم۔ (۲) اس سے مراد یہ ہے کہ وہ سب نماز میں اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت تھوڑے۔ وہ لوگ فقط تکبیرات کا اظہار کرتے ہیں لیکن قرأت اور تسبیحات جنہیں آہستہ ادا کرتے ہیں، سرے سے ہی چھوڑ دیتے تھے۔ (۳) یہ لوگ جمیع اوقات میں سے کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے ہیں خواہ وہ وقت نماز میں ہو یا خارج نماز ہو۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ اس طرح کا ذکر بہت سے اسلام ظاہر کرنے والوں میں پایا جاتا ہے اگر آپ دن رات انکی صحبت میں رہیں تو سوائے دنیاوی گفتگو کے اور کچھ سننے کو نہیں ملے گا۔ (۴) حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ ان میں سے جن کے ذکر کو قبول فرماتا ہے وہ بہت تھوڑے ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۲ مُذَبْذَبِيْنَ بمعنی متحیرین یعنی کسی چیز میں اس طرح تردد کرنا کہ جانبین میں سے کسی جانب نہ سکے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مذبذبین کو کسرہ دیکر پڑھتے ہیں اسوقت معنی یہ ہوگا کہ قلوب، دین اور اپنی رائے میں شک کرتے ہیں۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا۔ ہمارے اصحاب اس سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ یہ ذبذ بہ اللہ کی جانب سے ہے اسی بناء پر متصلاً اسکا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ قفال کہتے ہیں کہ اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو منافقین سے دوستی کرنے سے روک دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے منافقین کے احوال کو بیان فرمایا ہے۔ منافقین کا یہ طریقہ رہا ہے کہ کبھی مسلمانوں کے جانب مائل ہوتے تھے اور کبھی کفار کی جانب مائل ہوتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ اسکا سبب یہ تھا کہ انصار مدینہ کے لئے بنی قریظہ میں محبت و مودت تھی انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم کسے اپنا دوست بنائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مہاجرین کو اپنا دوست بناؤ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا الخ اگر اس آیت کو ترکِ موالاتِ منافقین پر محمول کرینگے تو اسکا مفہوم یہ ہوگا کہ کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ منافقین کو دوست بنا کر حجت قائم کر لو کہ تم ان ہی میں سے ہو۔ اگر آیت کو منافقین کی روش اپنانے سے منع کرنے پر محمول کرینگے کہ اسکا مفہوم یہ ہوگا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے لئے عذاب کا سبب پیدا ہو۔ (تفسیر کبیر)

الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ

طبقه زیر ترین اند از آتش و نیابی ایشانرا هیچ یاری دهنده

دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں اور تو نہ پائیگا انکے لئے کوئی مدد کرنے والا ؎۱

لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا

مگر آنانکه توبه کردند و صلاح پیش گرفتند و چنگ زدند

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح اختیار کئے اور مضبوطی سے تھامے رہے

وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا

بخدا و خالص گردانیدند دین خود را برائے خدا پس آں جماعت

اللہ کو اور خالص کیا اپنے دین کو اللہ کیلئے پس وہ جماعت

دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ

همراه مومنان اند و زود بدهد خدا مومنانرا

مومنوں کے ہمراہ ہوگی اور اللہ مومنوں کو جلد دیگا

يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

مزد بزرگ چه کار کند خدا بعذاب شما

بڑا اجر ؎۲ اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کریگا

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَ

اگر سپاسداری کنید و ایمان آرید

اگر شکر ادا کرو اور ایمان لاؤ

اٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

و هست خدا قدر شناس دانا

اور اللہ قدر شناس جاننے والا ہے ؎۳

؎۱ ابن انباری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی سزا کے بارے میں فرمایا کہ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ اور آل فرعون کے بارے میں فرمایا کہ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابَ ان دونوں عذاب کی قسم میں سے کون سا عذاب سخت ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ زیادہ سخت عذاب ہے کیونکہ منافقین دوہرے جرم کے مرتکب ہوتے ہیں ایک کفر اور دوسرا اسلام کا مذاق اڑانا۔ اس بناء پر انہیں آل فرعون سے بھی زیادہ سخت عذاب دیا جائیگا۔ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا یہ جملہ تہدید کے طور پر ہے۔ ہمارے اصحاب اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ فساق اہل ایمان کے حق میں شفاعت ثابت ہے کیونکہ جب انکے حق میں کوئی نصیر نہ ہوگا تو اہل ایمان کے حق میں نصیر ہوگا۔ لیث کہتے ہیں کہ درک گڑھے کے سب سے نچلے حصے کو کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

؎۲ جاننا چاہئے کہ اس آیت میں منافقین پر سختیوں کا ذکر ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے عقاب ہٹانے کیلئے چار امور کی قید لگائی ہے۔ (۱) توبہ۔ (۲) اصلاح عمل۔ پس توبہ قبیح چیزوں سے ہے اور اصلاح آئندہ کے اعمال کو بہتر بنانے سے عبارت ہے۔ (۳) اعتصام باللہ اور وہ یہ ہے کہ توبہ اور اصلاح عمل کی غرض اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنا ہو نہ کہ مصلحتاً ایسا کیا جائے۔ اس لئے کہ اگر دنیا طلب کرنے کیلئے توبہ اور اصلاح عمل اپنائیگا تو یہ دونوں بہت جلد زائل ہو جائینگے اور اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے ایسا کریگا تو توبہ اور اصلاح عمل کے راستے پر قائم رہیگا۔ (۴) اخلاص: اس میں سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً ترکِ قبیح کا حکم دیا ثانیاً فعلِ حسن کے کرنے کا حکم دیا ثالثاً ترک اور فعل کو طلبِ رضا کیلئے کرنے کا حکم دیا اور رابعاً یہ فرمایا گیا کہ طلبِ رضا خالص ہو اس کیساتھ کسی اور چیز کی آمیزش نہ ہو۔ جب یہ چار شرطیں منافقین کی جانب سے پائی جائیں تو ان کے حق میں فرمایا گیا فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔نکتہ: مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ کہا گیا فَاُولٰٓئِکَ الْمُؤْمِنُوْنَ نہیں کہا گیا تا کہ اہل ایمان کی فضیلت ان پر باقی رہ جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے منافقین کے ذکر کے بعد تشریفاً مومنین کے اجر کو بیان کیا۔ یہ اس جانب اشارہ ہے کہ منافقین کا حال اللہ تعالیٰ کے نزدیک شدید ہے۔ (تفسیر کبیر)

؎۳ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دیگا تشفی کیلئے یا دفعِ ضرر کیلئے۔ یہ تینوں اللہ تعالیٰ کیلئے محال ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حاجات سے غنی لذاتہ ہے اور جلبِ نفع اور دفعِ مضار سے منزہ ہے اس لئے سزا دینے کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو اچھے اعمال پر ابھارے جائیں اور برے اعمال سے بچائے جائیں۔ جب انسان اچھے اعمال کی جانب آجائے اور برے اعمال سے بچ جائے تو اللہ تعالیٰ انسان کو عذاب دے کر کیا کریگا۔ اس آیت کریمہ میں شکر کو ایمان پر مقدم کیا اس کی تین وجہیں ہیں۔ (۱) اس میں تقدیم وتاخیر ہے اصل عبارت یوں ہوگی اِنْ اٰمَنْتُمْ وَ شَکَرْتُمْ اس لئے کہ ایمان تمام طاعات پر مقدم ہے۔ (۲) واؤ ترتیب کیلئے نہیں ہے بلکہ مطلق جمع کے لئے ہے اس لئے ایمان شکر پر مقدم ہی رہے گا۔ (۳) جب انسان اپنے آپ کو دیکھتا ہے تو انسان کو اپنے وجود میں بے شمار نعمتیں نظر آتی ہیں اس لئے کہ انسان اولاً ان نعمتوں کو دیکھ کر اجمالاً شکر ادا کرتا ہے پھر ایمان لا کر تفصیلاً شکر ادا کرتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ

دوست ندارد خدا بلند گفتن سخن بد مگر سخن گفتن مظلوم کہ عفو است و ہست خدا

اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا سوائے اسکے جس پر ظلم کیا گیا ہو (معاف ہے) اور اللہ

ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿١٤٨﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ

شنوای دانا اگر آشکا کنید کار نیک را یا پنہاں کنید آنرا یا عفو کنید از

سننے والا جاننے والا ہے ۱ اگر تم نیک کام علانیہ کرو یا اسے پوشیدہ کرو یا معاف کرو

اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿١٤٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

ظلمی پس ہر آئنہ خدا ہست عفو کنندہ توانا ہر آئنہ کسانیکہ کافر میشوند

کسی ظلم کو تو بیشک اللہ معاف فرمانے والا قدرت والا ہے ۲ بیشک جو لوگ انکار کرتے ہیں

يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

بخدا و پیغمبران او و کسانیکہ میخواہند کہ تفرقہ کنند درمیان خدا و پیغمبران او

اللہ کا اور اسکے رسولوں کا اور وہ لوگ چاہتے ہیں کہ تفرقہ کریں اللہ اور اسکے رسول کے درمیان

وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ

وکسانیکہ میگویند ایمان می آریم ببعض پیغمبران و نا معتقد میشویم ببعض را و میخواہند

اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں بعض پیغمبروں پر اور ہم ایمان نہیں رکھتے بعض پر اور چاہتے ہیں

اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿١٥٠﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

کہ راہی گیرند درمیان این و آں آنجماعت ایشانند کافراں

کہ نکالیں بیچ کی ایک راہ ۳ یہی جماعت حقیقت میں کافر ہیں

حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٥١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

بتحقیق و آمادہ ساختہ ایم برائے کافران عذاب خوار کنندہ و کسانیکہ ایمان آوردند

ہیں اور ہم نے تیار کیا ہے ان کافروں کیلئے خوار کرنے والا عذاب ۴ اور وہ لوگ جو ایمان لائے

۱ حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے مدینے میں ایک شخص کی ضیافت کی اور پھر اپنے مہمان کی بدگوئی کرنے لگا اور پھر پلٹ کر اسکی تعریفیں کرنے لگا جن کا وہ شخص مستحق تھا۔ اس طرح سے اس نے مہمان کیلئے بھی آسانی فراہم کردی کہ وہ میزبان کی تعریف کرے جن کا وہ مستحق ہو۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مظلوم اپنی دعا میں اپنی آواز ظالم کے خلاف بلند کرے۔ حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ مظلوم ظالم کے ظلم کی خبر اعلانیہ دے۔ حضرت اصم کہتے ہیں کہ غیبت اور شک کی بناء پر چھپے ہوئے احوال کو بیان کرنا جائز نہیں ہے لیکن ظلم کا اظہار کرنا جائز ہے مثلاً چوری یا غصب وغیرہ۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ مظلوم کی ظالم کے مقابلے میں مدد کی جائیگی۔ (غرائب القرآن)

۲ جاننا چاہیئے کہ بھلائی کے مقامات بہت زیادہ ہیں لیکن ان سب کو دو امور میں محصور کیا گیا ہے۔ صدق مع الحق [حق کیساتھ سچائی] اور خُلُق مع الْخَلْق [مخلوق کیساتھ حسن اخلاق] اور وہ جو خلق سے متصل ہے اسے بھی دو امور میں محصور کیا گیا ہے انکی جانب نفع پہنچانا اور ان سے نقصان ہٹانا۔ اول کی طرف اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ سے اشارہ کیا گیا ہے اور ثانی کی جانب اَوْ تَعْفُوْا سے اشارہ کیا گیا ہے گویا کہ اس مختصر سے جملے میں جمیع انواع خیر اور اعمال بر [نیکی کے تمام اعمال] موجود ہیں۔ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا۔ اس میں چند احتمالات ہیں (۱) اللہ تعالیٰ جانبین کو معاف فرما دیتا ہے باوجود یہ کہ وہ بدلہ لینے پر قادر ہے اس لئے تم بھی معافی کے اس طریقے کو اپناؤ۔ یہ قول حضرت حسن کا ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے جو عفو کو اپناتا ہے۔ (۳) کلبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مصاحب کی نسبت معافی پر زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ (تفسیر کبیر) حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کسی نے گالی دی آپ خاموش رہے پھر اس نے گالی دی تو آپ نے اسکا جواب دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر جانے لگے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس نے گالی دی تو آپ بیٹھے رہے لیکن میرے جواب پر آپ اٹھ کر جانے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم خاموش تھے تو تمہاری طرف سے فرشتے جواب دے رہے تھے لیکن جب تم نے جواب دیا تو فرشتے چلے گئے اور شیطان آ گیا اس لئے میں اس مجلس سے جا رہا ہوں۔ (غرائب القرآن)

۳ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ دو گروہ کے احوال کو بیان فرما رہا ہے۔ (۱) بعض انبیاء پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کر دیتے ہیں۔ (۲) یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان لاتے تھے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل مقدس کا انکار کر دیتے تھے۔ (۳) نصاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل مقدس پر ایمان رکھتے تھے لیکن نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیتے تھے۔ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا یعنی وہ لوگ کفر اور ایمان کے درمیان ایک نیا راستہ نکالنا چاہتے تھے۔ (تفسیر کبیر)

۴ یعنی گروہ ثلثہ جن کا پہلی آیت میں ذکر ہوا یہ سب بالیقین کافر ہیں۔ ان کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پہلا گروہ کا کفر واضح ہے کہ بعض نبیوں کا انکار کرتے ہیں۔ دوسرے گروہ کا کفر بھی واضح ہے کہ یہ لوگ تکذیب انبیاء کرتے ہیں۔ تیسرے گروہ کا کفر بھی واضح ہے کہ یہ لوگ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کا انکار کرتے ہیں۔ (غرائب القرآن)

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ

بخدا و پیغمبران او و تفرقہ نکردہ اند درمیان ہیچ یکی از ایشاں آنجماعت

اللہ پر اور اسکے رسولوں پر اور تفرقہ نہ کیا ان میں سے کسی ایک کے درمیان یہی جماعت ہے

سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع

بدہیم ایشانرا مزد بزرگ و ہست خدا آمر زندہ مہربان

ہم انھیں بڑا اجر دیں گے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۱

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ

درخواست میکنند از تو اہل کتاب کہ فرود آری بر ایشاں کتابی از آسمان

درخواست کرتے ہیں آپ سے اہل کتاب کہ تم اتارو ان پر ایک کتاب آسمان سے

فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ

پس سوال کردہ بودند از موسیٰ سخت تر ازیں گفتند خدا را بنما بما

پس انھوں نے سوال کیا موسیٰ سے اس سے بھی زیادہ سخت انھوں نے کہا کہ اللہ کو ہمیں دکھایئے

جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا

آشکارا پس گرفت ایشانرا صاعقہ بسبب گناہ ایشاں باز معبود گرفتند

اعلانیہ پس پکڑ لیا انھیں کڑک نے ان کے گناہ کے سبب پھر معبود بنایا

الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ

گوسالہ را بعد از آنکہ آمد بایشاں معجزہا پس در گزشتیم ازیں

بچھڑے کو بعد اس کے کہ انکے پاس روشن معجزے آئے پس ہم نے معاف فرما دیا اس

ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ

جریمہ و دادیم موسیٰ را غلبہ ظاہر و بر داشتیم بالای ایشاں

حصے کے جرم کو اور موسیٰ کو روشن غلبہ دیا ۲ اور ہم نے اٹھایا ان کے اوپر

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت کریمہ سے ہمارے اصحاب ان لوگوں کے حق میں عفو ثابت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو۔ (تفسیر کبیر)

۲ ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چند یہودی آئے اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حضور سے تختیاں لے کر آتے تھے۔ آپ بھی ہمارے پاس تختیاں لے کر آئیں تو ہم آپکی تصدیق کرینگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس پر ایک یہودی نے پاؤں کی انگلیوں کے بل کھڑے ہو کر [اونچا ہو کر اپنے آپ کو نمایاں کر کے] کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی ہے نہ آپ پر، نہ موسیٰ پر، نہ عیسیٰ پر اور نہ کسی اور پر۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (انعام آیت ۹۱) نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت کریمہ میں یہود کی جہالتوں میں سے دوسری جہالت بیان کی جا رہی ہے یعنی ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ آسمان سے یک دم کتاب لائیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام یک دم کتاب لے کر آئے۔ دوسرے قول کے مطابق ان کا یہ مطالبہ تھا کہ آپ فلاں، فلاں کی جانب کتاب نازل کریں۔ تیسرے قول کے مطابق ان کا مطالبہ یہ تھا کہ آپ آسمان سے کوئی کتاب نازل کریں اس حال میں کہ ہم اسے دیکھ رہے ہوں۔ (غرائب القرآن) جاننا چاہئے کہ تنزیلِ کتاب سے بڑا جرم رؤیت باری تعالیٰ کا مطالبہ ہے جو انکے آباء اجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا اس لئے کہ کتاب کی تنزیل فی ذاتہ امر ممکن ہے جبکہ رؤیت باری تعالیٰ عند المعتزلہ ممتنع لذاتہا ہے اور دیگر کے نزدیک دنیا میں ممتنع ہے [لیکن آخرت میں ممکن ہے] (غرائب القرآن) مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ میں پہلے قول کے مطابق بینات سے مراد صاعقہ [کڑک] ہے پس صاعقہ اگرچہ واحد ہے مگر اسکی دلالت اللہ تعالیٰ کی قدرت، اسکے علم، اسکے قدیم، اسکے لئے جسم اور عرض کی مخالفت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرتی ہے اس بناء پر اسے جمع کے طور پر بینات کہا گیا ہے کیونکہ صاعقہ من حیث اللفظ واحد ہے لیکن من حیث المفہوم جمع ہے اور یہاں مفہوم کا اعتبار کیا گیا ہے۔ دوسرے قول کے مطابق بینات سے مراد انزال صاعقہ اور انھیں مارنے کے بعد زندہ کرنا ہے۔ تیسرے قول کے مطابق یہ ہے کہ وہ لوگ زمانہ فرعون میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے طرح طرح کے معجزے دیکھ چکے تھے مثلاً عصا، ید بیضا اور فلقِ بحر وغیرہ لیکن اسکے باوجود وہ لوگ بچھڑے کو معبود بنا کر اسکی عبادت کرنے لگے۔ اس کلام سے مقصود یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! ان لوگوں نے آپ سے کتاب نازل کرانے کا مطالبہ کیا ہے۔ آپ جان لیں کہ ان کا یہ مطالبہ فقط عناد کی بناء پر ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر آسمان سے کتاب نازل کروا چکے تھے اور انھیں طرح طرح کے معجزات دکھا چکے تھے لیکن اسکے باوجود ان لوگوں نے علی سبیل العناد رؤیت کا مطالبہ کر دیا اور پھر اسے چھوڑ کر بچھڑے کی عبادت میں مشغول ہو گئے یہ سب اس بات کی روشن دلیل ہے کہ یہ لوگ عناد میں اتنے دور نکل چکے ہیں کہ اب حق کو قبول نہیں کریں گے۔ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا یعنی ہم نے اس عناد کے باوجود قوم موسیٰ کو فتح و نصرت عطا کی اور انکے دشمن پر انھیں غالب کیا لیکن یہ سب ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ واضح رہے کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کیلئے بشارت ہے کہ یہ کفار بغض و عناد کے سبب ایمان سے انکار کرتے ہیں ورنہ یہ لوگ بھی آپ کی حقانیت جانتے اور پہچانتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا

طور را برائے گرفتن عہد ایشاں و گفتیم ایشانرا در آئید سجدہ کنان در باب

طور کو ان سے عہد لینے کیلئے اور فرمایا ان سے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ

وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا

و گفتیم ایشانرا تجاوز مکنید در روز شنبہ و گرفتیم ایشانرا عہد

اور ہم نے ان سے فرمایا حد سے نہ بڑھو ہفتہ کے روز اور ہم نے لیا ان سے مضبوط

غَلِيْظًا ﴿۱۵٤﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ

محکم پس بسبب شکستن ایشاں عہد خود را و بسبب کفر ایشاں بآیت خدا و

عہد[۱] پس ان کے مضبوط عہد توڑنے کے سبب اور اللہ کی آیتوں سے انکار کرنے کے سبب اور

قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ

کشتن ایشاں انبیاء را بناحق و گفتن ایشاں کہ دل ما در پردہ است بلکہ

انکا انبیاء کو ناحق قتل کرنے (کے سبب) اور انکا کہنا کہ ہمارے دلوں پر پردہ ہے بلکہ

طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ

مہر نہاد است خدا بر ایشاں بسبب کفر ایشاں پس ایمان نیارند مگر اندکی و بسبب کفر ایشاں

مہر لگا دی اللہ نے ان پر انکے کفر کے سبب پس ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے[۲] اور انکے کفر کے سبب

وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵٦﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا

و گفتن ایشاں بر مریم بہتان سخت و بسبب گفتن ایشاں را کہ ما کشتیم

اور انکا مریم پر سخت بہتان لگانے کے سبب[۳] اور انکے کہنے کے سبب کہ ہم نے شہید کر دیا

الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا

مسیح عیسیٰ پسر مریم کہ فی الواقع پیغمبر خدا بود و نہ کشتہ اند او را و

مسیح عیسیٰ ابن مریم کو جو فی الواقع اللہ کے رسول تھے اور نہ شہید کیا ہے انھیں اور

[۱] اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اب انکی سرکشی کو بیان فرمارہا ہے۔ (۱) ان کے سروں پر کوہِ طور اٹھا دیا گیا تاکہ خوف کے مارے میثاق قبول کرلیں کیونکہ یہ لوگ اپنی سرکشی کی بناء پر میثاق سے انکار کررہے تھے۔ اسکی جانب یوں اشارہ کیا گیا ہے وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمْ بِمِيْثَاقِهِمْ [اور ہم نے انکے اوپر اٹھا دیا انکے میثاق کے سبب] (۲) بیت المقدس کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کا حکم دیا گیا لیکن یہ لوگ اس حکم میں بھی سرکشی کر گئے اسکی جانب یوں اشارہ کیا گیا ہے وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا ۔[اور ہم نے انہیں حکم دیا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ] (۳) ہفتہ کے دن انھیں شکار کرنے سے منع کیا گیا لیکن اسکے باوجود یہ لوگ شکار کرتے تھے اس نافرمانی کی جانب یوں اشارہ کیا گیا ہے وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ [اور ہم نے انہیں حکم دیا کہ ہفتہ کے روز شکار مت کرو] بعض نے کہا ہے کہ یہاں العدو بمعنی اعتداء نہیں ہے بلکہ بمعنی حضر ہے مفہوم اسکا یہ ہوگا کہ ہم نے انھیں ہفتہ کے روز کسب وعمل سے منع کیا گویا کہ یہ کہا گیا کہ تم لوگ اپنے گھروں میں حاضر رہو اور عمل سے رکے رہو میں رزاق ہوں تمہیں رزق دونگا لیکن یہ لوگ اس حکم کی نافرمانی سے بھی باز نہیں آئے۔ (غرائب القرآن)

[۲] جاننا چاہئیے کہ حرف باء چار امور پر داخل ہے (۱) نقضِ میثاق یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب میثاق توڑنے کے سبب نازل فرمایا (۲) اللہ تعالیٰ کی آیات توڑنے کے سبب ان پر عذاب نازل کیا گیا۔ یہاں آیات اللہ سے مراد معجزات ہیں کیونکہ ان لوگوں نے معجزات دیکھنے کے باوجود اسکا انکار کیا جو عذابِ الٰہی کا سبب بنا۔ (۳) انبیائے کرام علیہم السلام کو ناحق قتل کرنا ان پر عذاب آنے کا سبب ہے۔ (۴) ان کا دل حق بات قبول نہیں کرتا۔ قفال کہتے ہیں غلف، غلاف کی جمع ہے جیسے کتب، کتاب کی جمع ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ ان لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہمارے پاس بہت علوم ہیں اس لئے ہمیں کسی اور کی حاجت نہیں ہے بایں سبب انھوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کو جھٹلایا۔ قفال ہی اسکے بارے میں دوسرا قول یہ پیش کرتے ہیں کہ غلف، اغلف کی جمع ہے اور اغلف پردے سے کسی چیز کے چھپا لینے کو کہتے ہیں اسوقت معنی یہ ہوگا کہ ہمارے دل مکمل طور پر چھپے ہوئے ہیں اس لئے ہم آپکی بات نہیں سمجھ پاتے۔ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ [بلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر انکے کفر کے سبب مہر لگا دی] اس جملے سے ان کے دعوے کی تردید کی جارہی ہے کہ ہمارے پاس اتنے علوم ہیں کہ کسی اور کی ضرورت ہی نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے قلوب میں علم نہیں ہے بلکہ ہم نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اس لئے یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ (تفسیر کبیر)

[۳] جاننا چاہئیے کہ جب ان لوگوں نے حضرت مریم پر زنا کا الزام عائد کیا تو یہ الزام کفر ٹھہرا کیونکہ انھوں نے اللہ کی قدرت پر شک کیا کہ وہ اللہ بغیر باپ کے کسی کو پیدا نہیں کرسکتا ہے گویا کہ ان کے نزدیک ہر ولد مسبوق بالوالد ہے مسبوق الی الاول نہیں ہے اور یہ قول عالم اور دھر کے قدیم ہونے کا سبب ہے اس لئے یہ بھی کفر ہے۔ بُهْتَانًا عَظِيْمًا اس لئے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت بہت سے معجزات اور کرامات ظاہر ہوئیں جس سے وہ لوگ سمجھ سکتے تھے کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا اس الزام زنا سے پاک ہیں لیکن اسکے باوجود ان لوگوں نے زنا کا الزام لگایا اس لئے اس الزام کو بہتان عظیم کہا گیا۔ (تفسیر کبیر)

صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

بردار نکردہ اند او را و لیکن مشتبہ شد بر ایشاں و ہر آئنہ کسانیکہ اختلاف کردند در باب عیسی

نہ انھیں سولی پر چڑھایا ہے اور لیکن مشتبہ کر دیا گیا ان پر اور بیشک وہ لوگ جنھوں نے اختلاف کیا عیسیٰ کے بارے میں

لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ

در شک انداز از حال او و نیست ایشانرا باں یقینی لیکن پیروی ظن میکنند

ان کے حال کے متعلق شک میں ہیں اور انھیں اسکا کچھ بھی یقین نہیں ہے لیکن ظن کی پیروی کرتے ہیں

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۟ۙ (۱۵۷) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

و بیقین نکشتہ اند او را بلکہ برداشت او را خدا بسوے خود و ہست خدا

یقیناً انھوں نے انکو قتل نہیں کیا ۱ بلکہ انھیں اللہ نے اپنی جانب اٹھایا اور اللہ

عَزِيْزًا حَكِيْمًا (۱۵۸) وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ

غالب استوار کار و نباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آورد بعیسیٰ

غالب حکمت والا ہے ۲ اور نہیں ہے کوئی شخص اہل کتاب میں سے مگر وہ ضرور ایمان لائے گا عیسیٰ پر

قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (۱۵۹) فَبِظُلْمٍ

پیش از مردن عیسی و روز قیامت باشد عیسی گواہ بر ایشاں پس بسبب ظلمے کہ

عیسی کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسی ان پر گواہ ہونگے ۳ پس اس ظلم کے سبب

مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ

بظہور آمد از یہود حرام ساختیم بر ایشاں چیز ہاے پاکیزہ کہ حلال بودند ایشانرا

جو یہود سے ظاہر ہوا ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کیں جو ان پر حلال تھیں

وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا (۱۶۰) وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا

و بسبب باز داشتن ایشاں مردمان بسیار از راہ خدا و گرفتن ایشاں سود را

اور لوگوں کو بہت زیادہ روکنے کے سبب اللہ کی راہ سے ۴ اور انکے سود لینے کے سبب

تفسیر اظہار العرفان

۱ یہ انکے کفر عظیم پر دلالت ہے کیونکہ انھوں نے قتل عیسیٰ علیہ السلام کا خود اعتراف کیا۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دشمنی میں بالقصد قتل کرنے کا اعتراف کیا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ آپکو المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ بھی تسلیم کریں اور قتل کے درپے بھی رہیں۔ اسکا جواب یہ ہوگا کہ انھوں نے یہ جملہ استہزاء کے طور پر کہا جیسے فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت یہ کہنا کہ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ. اور کفار کا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بابت یہ کہنا کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ. اسکا دوسرا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ کے بیان میں قبیح کی جگہ حسن کو بیان کیا ہو۔ جاننا چاہیئے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا دعویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کے کذب پر ارشاد فرمایا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ. مروی ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپکو آسمان پر اٹھالیا۔ روسائے یہود نے عوام کے فتنہ کے ڈر سے ایک شخص کو قتل کیا اور لوگوں میں یہ اعلان کیا یہ مسیح ہے۔ زیادہ تر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فقط نام سے جانتے تھے اس لئے آسانی سے دھوکا کھا گئے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو لوگ قتل کے ارادے سے اندر داخل ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں سے ایک شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ بنادیا اور ان لوگوں نے اسے ہی قتل کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارے میں جن لوگوں نے اختلاف کیا وہ دو گروہ ہیں۔ (۱) نصاری: ان میں تین گروہ ہیں۔ نسطوریہ انکا گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو من جہتِ ناسوت [ظاہراً] صلیب دی گئی نہ کہ من جہت لاہوت [باطناً] ملکانیہ انکا گمان ہے کہ آپ کو من جہت لاہوت صلیب دی گئی نہ کہ من جہت ناسوت۔ یعقوبیہ انکا گمان ہے کہ آپ کو صلیب ان دو جوہروں میں سے ایک جوہر کو دی گئی جس میں متولد ہوئے (۲) یہ اختلاف کرنے والے یہود ہیں جیسا کہ قتل کا واقعہ پہلے گذر ہو چکا۔ (تفسیر کبیر) ۲ رفع سے مراد ایسی جگہ لے جانا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا حکم نہ چلتا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ وغیرہ۔ اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ العزۃ سے مراد کمال قدرت ہے اور حکمت سے مراد کمال علم ہے اس میں تنبیہ ہے کہ دنیا سے آسمانوں کی طرف عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھانا بشر کیلئے محال ہے لیکن اللہ تعالیٰ جو قادر مطلق ہے اس کیلئے محال نہیں ہے۔ اسکی نظیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ اس آیت میں "بہ" کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ رہی ہے اور "موتہ" کی ضمیر اہل کتاب کی جانب۔ معنی یہ ہوگا کہ یہود و نصاری میں سے کوئی ایسا نہیں ہوتا جو اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لاتا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں ضمیروں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب لوٹائی جائے۔ اسوقت معنی یہ ہوگا کہ جب آپ آسمان سے قرب قیامت نازل ہونگے تو جمیع اہل ملل آپ پر ایمان لائیں گے یعنی آپکی موت سے پہلے۔ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دجال نکلے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوکر اسے ہلاک کرینگے اور دنیا میں کوئی اہل کتاب باقی نہیں رہیگا مگر وہ سب آپ پر ایمان لائیں گے یہاں تک کہ ملتِ واحد یعنی اسلام باقی رہیگا۔ (بیضاوی) ۴ یعنی انکی طرف سے کوئی بھی ظلم ہوا اس سبب سے ہم ان پر طیبات کو حرام کردیتے ہیں اور انھوں نے بہت سے لوگوں کو سیدھے راستے سے روکا اس سبب سے بھی ہم ان پر طیبات کو حرام کرتے ہیں۔ (بیضاوی) جاننا چاہیئے کہ ظلم کے انواع دو قسموں پر محصور ہیں۔ مخلوق پر ظلم اسکی جانب اشارہ ہے۔ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اور دین حق سے اعراض کرکے ظلم کرنا اسکی جانب اگلی آیت میں اشارہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَّ اَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ وَ اَكۡلِهِمۡ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ ؕ وَ

و حال آنکہ منع کردہ شدہ انداز آں و خوردن ایشاں اموال مردمانرا بناحق و

حالانکہ اس سے روکے گئے اور ان کے کھانے کے سبب لوگوں کے اموال کو ناحق اور

اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوۡنَ

مہیا کردہ ایم برائے کافراں از ایشاں عذاب درد دہندہ لیکن ثابت قدمان

ہم نے تیار کیا ہے کافروں کیلئے جو ان میں سے ہیں تکلیف دینے والا عذاب[1] لیکن ثابت قدم رہنے والے

فِى الۡعِلۡمِ مِنۡهُمۡ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ

در علم از اہل کتاب و مومنان کہ ایمان آرند بآنچہ فرو فرستادہ شدہ است بسوئے تو

علم میں اہل کتاب سے اور مؤمنین جو ایمان لاتے ہیں جو اتارا گیا ہے آپ کی طرف

وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ وَ الۡمُقِيۡمِيۡنَ الصَّلٰوةَ وَ الۡمُؤۡتُوۡنَ

و آنچہ فرو فرستادہ شدہ است پیش از تو و برپادارندگان نماز را و دہندگان

اور جو اتارا گیا ہے آپ سے پہلے اور نماز قائم رکھنے والے ہیں اور زکوۃ دینے والے

الزَّكٰوةَ وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ

زکوۃ را و ایمان آرندگان بخدا و روز آخر ایں جماعت

ہیں اور ایمان لانے والے ہیں اللہ پر اور آخرت پر یہی جماعت ہے

سَنُؤۡتِيۡهِمۡ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿۱۶۲﴾ اِنَّاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ كَمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ

زود بدہیم ایشانرا مزد بزرگ ہر آئنہ ما وحی فرستادیم بسوئے تو چنانکہ فرستادہ بودیم

کہ ہم عنقریب دینگے انھیں بڑا اجر[2] بیشک ہم نے وحی بھیجی آپکی جانب جیسی وحی بھیجی

اِلٰى نُوۡحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ۚ وَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ

بسوے نوح و پیغمبران پس ازوی و چنانچہ وحی فرستادیم بسوئے ابراہیم

نوح کی جانب اور نبیوں کی جانب اور جیسی وحی بھیجی ابراہیم کی جانب

[1] منع کرنے کے بعد بھی سود لینا اور لوگوں کے اموال ناجائز طریقے سے کھانا' یہ وہ گناہ ہیں جو دین و دنیا میں سختی کا سبب ہیں۔ دنیا میں ان کے لئے سختی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کھانے ان پر حرام کردیئے اور آخرت کی سختی کے بارے میں ارشاد ہے۔ وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا یعنی ہم نے ان کیلئے تکلیف دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (غرائب القرآن)

[2] اس سے مراد حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور انکے اصحاب ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ علماء کی تین قسمیں ہیں۔ اول: وہ علماء جو فقط اللہ تعالیٰ کے احکام کو جانتے ہیں۔ ثانی: وہ علماء جو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو جانتے ہیں۔ ثالث: وہ علماء جو اللہ تعالیٰ کے احکام اور ذات وصفات دونوں کی معرفت رکھتے ہیں۔ پہلی قسم کے علماء احکام الٰہی' تکالیف الٰہی اور شرائع الٰہی کو خوب جانتے پہچانتے ہیں' دوسری قسم کے علماء جو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت رکھتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ اس ذات کیلئے کیا واجب ہے' کیا جائز ہے اور کیا ممتنع ہے اور تیسری قسم کے علماء جو عالمین کے نام سے موصوف ہیں اور یہی اکابر علماء ہیں۔ اس اقسام ثلثہ کی جانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں اشارہ فرمایا ہے کہ "جَالِسِ الۡعُلَمَاءَ وَ خَالِطِ الۡحُكَمَاءَ وَ رَافِقِ الۡكُبَرَاءَ" یعنی علماء کی مجلس اختیار کرو' حکماء سے ملتے رہو اور کبراء کی رفاقت اختیار کرو۔ جب یہ تقسیم سمجھ میں آگئی تو تو کتاب اللہ کی اس آیت کی ترتیب پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انکے وصف میں راسخین فی العلم فرمایا پھر اولاً اسکی شرح بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ وہ سب احکام الٰہی کو جانتے ہیں اور ان احکام پر عمل کرتے ہیں۔ احکام الٰہی کا علم اس ٹکڑے سے ثابت ہے۔ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ اور ان احکام پر عمل کرنا اس ٹکڑے سے ثابت ہے وَالۡمُقِيۡمِيۡنَ الصَّلٰوةَ وَالۡمُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ۔ عمل کے باب میں نماز اور زکوۃ پر اکتفا کیا گیا ہے اس لئے کہ یہ دونوں اشرف الطاعات [اطاعتوں میں سب سے بڑی اطاعت] ہیں۔ نماز عبادت بدنیہ میں اشرف ہے اور زکوۃ عبادت مالیہ میں اشرف ہے۔ جب احکام الٰہی کی معرفت اور اسکے مطابق عمل کرنا بیان کردیا گیا تو اب عاملین بالله کا بیان ہورہا ہے اور اس باب میں اشرف المعارف علم بالمبدا اور علم بالمعاد [کائنات کی پیدائش اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا علم] ہیں۔ علم بالمبدا کی جانب یوں اشارہ کیا گیا ہے "اَلۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ" اور علم بالمعاد کی جانب اس قول سے اشارہ کیا گیا ہے "وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ"۔ اب جبکہ ان تینوں کی شرح ہوگئی تو ظاہر ہوا کہ اس آیت کریمہ میں جن لوگوں کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں وہ سب احکام الٰہی کے عالم ہیں اور علم کے مطابق اسکے عاملین بھی ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ سب عالم باللہ اور احوال معاد ہیں۔ جب یہ سب علوم اور معارف حاصل ہوں تو ایسے اشخاص کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب راسخین فی العلم ہیں۔ واضح رہے کہ وَالۡمُقِيۡمِيۡنَ الصَّلٰوةَ بصریوں کے نزدیک مدح ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور عبارت یوں ہوگی اَعۡنِى الۡمُقِيۡمِيۡنَ الصَّلٰوةَ وَهُمُ الۡمُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ [وہ لوگ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور وہ سب زکوۃ ادا کرتے ہیں] امام کسائی کہتے ہیں کہ المقیمین کو اس "ما" پر عطف کرینگے جو بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ میں ہے اور "ما" چونکہ محل جر میں ہے [اس لئے المقیمون کی بجائے المقیمین ہے] اور مؤتون الزکاۃ کو "والمؤمنون" پر عطف کرینگے۔ اس لئے یہ حالت رفع میں ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى

و اسماعیل و اسحٰق و یعقوب و نبیرگان او و عیسیٰ

اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور انکی اولاد اور عیسیٰ

وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ

و ایوب و یونس و ہارون و سلیمان و چنانکہ دادیم داؤد را

اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان (کی جانب) اور جیسے ہم نے داؤد کو

زَبُوْرًا ﴿١٦٣﴾ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ

زبور و چنانکہ فرستادیم پیغمبران کہ قصہ ایشاں گفتہ ایم بر تو پیش ازیں

زبور دی ١ اور جیسے ہم نے جن پیغمبروں کو بھیجا انکا قصہ ہم نے بیان کیا آپ پر اس سے پہلے

وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى

و پیغمبران کہ قصہ ایشاں نگفتہ ایم بر تو و گفت خدا با موسیٰ

اور کچھ پیغمبر ہیں کہ انکا قصہ ہم نے بیان نہ کیا آپ پر اور اللہ نے موسیٰ سے

تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ

سخن فرستادیم پیغمبران مژدہ دہندہ گان و بیم کنند گان تا نباشد

کلام فرمایا ٢ ہم نے بھیجا پیغمبروں کو خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) تا کہ نہ ہو

لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ

مردمانرا بر خدا الزام بعد فرستادن پیغامبران و ہست خدا

لوگوں کیلئے اللہ پر کوئی حجت پیغمبروں کے بھیجنے کے بعد اور اللہ

عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ

غالب استوار کار لیکن خدا اظہار میفرماید در حق آنچہ فرو فرستادہ است بسوئے تو

غالب حکمت والا ہے ٣ لیکن اللہ اظہار فرماتا ہے اسکے حق میں جو آپکی جانب اتارا ہے

١ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عدی بن زید نے کہا: ہم نہیں جانتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر وحی نازل کی ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) وحی چند معانی میں استعمال ہوتی ہے مثلاً اشارہ، کتابت، رسالت، الہام اور کلامِ خفی۔ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا۔ اس آیت میں وحی بمعنی اشارہ مستعمل ہے۔ امام ابو عبد اللہ التیمی فرماتے ہیں کہ وحی اسکی اصل تفہیم ہے اس لئے ہر وہ چیز جو اشارہ، الہام یا کتب سے سمجھی جائے وہ وحی ہے۔ (عمدۃ القاری) جاننا چاہیئے کہ اس آیت کریمہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ بارہ [صحیح یہ ہے کہ گیارہ] انبیائے کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی ذکر کیے گئے ہیں اور وہ اس لئے کہ یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر آپ صادق ہیں تو ایک ہی دفعہ میں آسمان سے کوئی کتاب لایئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس شبے سے نکالنے کیلئے بارہ انبیائے کرام کا ذکر فرمایا کہ انھیں تم انبیاء اور مرسل مانتے ہو حالانکہ ان میں سے کسی پر بھی دفعتًا کتاب نازل نہیں کی۔ (تفسیر کبیر) انبیاء کے ذکر کو حضرت نوح علیہ السلام سے شروع کیا کیونکہ آپ ہی اول ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کے احکام نازل فرمائے۔ (غرائب القرآن)

٢ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیائے کرام علیہم السلام کے احوال کو قرآن میں ذکر کیا اور اکثر علی سبیل التفصیل [تفصیل کے طور پر] غیر مذکور ہیں۔ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل میں سے ہر ایک کو مبعوث فرمایا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ساتھ تکلم سے خاص فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس تخصیص سے یہ لازم نہیں آتا کہ انکے علاوہ تمام انبیائے کرام کی نبوت میں طعن کیے جائیں بس اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات دفعتًا نازل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے حق میں طعن کیے جائیں جن پر کتاب دفعتًا نازل نہیں ہوئی۔ (تفسیر کبیر) اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمانا مراتب وحی کی انتہا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے درمیان آپکو خاص فرمایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وہ فضیلت عطا کی جو ان انبیاء میں سے ہر ایک کو تنہا تنہا عطا کی۔ (بیضاوی) ٣ اس آیت کریمہ میں ایک سوال کا جواب دیا جارہا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں اور نبیوں کو ہماری جانب کیوں بھیجا ہمیں تنبیہ فرما دیتا اور جو ہم نہیں جانتے تھے وہ ہمیں بتا دیتا۔ اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بعثتِ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام لوگوں کی ضرورت کے تحت ہے کیونکہ انسانی عقول جزئیات کے ادراک سے قاصر ہیں بلکہ انسانوں میں اکثر ایسے ہیں جو کلیات کے ادراک سے قاصر ہیں اس لئے ضرورت تھی کہ ان میں کامل العقول نفوس کو انکی ہدایت کیلئے بھیجے جائیں۔ (بیضاوی) اس آیت کریمہ سے ہمارے اصحاب دلیل قائم کرتے ہیں کہ معرفت الٰہی کا وجوب ثابت نہیں ہوتا مگر سننے سے۔ اس لئے فرمایا گیا لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ۔ معتزلہ اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ عبد کبھی اپنے رب سے حجت کریگا جبکہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی کام پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ یعنی وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ آیت کریمہ میں حجت سے مراد یہ ہے کہ جو تمہارے درمیان حجت سے مشابہ ہو وہ قائم ہو جائے۔ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا یعنی ان انبیاء اور رسل کی حاجت اللہ تعالیٰ کو نہیں ہے کیونکہ وہ تو زبردست حکمت والا ہے بلکہ ان کی ضرورت انسانوں کو ہے کیونکہ انسان کمزور ہے۔ (تفسیر کبیر)

أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

کہ فرو فرستاد است آنرا بعلم خود و فرشتگان نیز گواہی میدہند و بس است خدا

کہ اسے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ کی

شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ

گواہ ہر آئینہ کسانیکہ کافر شدند و باز داشتند از راہ

گواہی [1] بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے اور انھوں نے روکا اللہ کے

اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

خدا بتحقیق گمراہ شدند گمراہی دور ہر آئینہ کسانیکہ کافر شدند

راستے سے تحقیق گمراہ ہوئے دوری کی گمراہی میں [2] بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے

وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾

و ستم کردند ہرگز نیامر زد ایشانرا خدا و نماید ایشانرا راہی

اور انھوں نے ظلم کیا ہرگز اللہ انہیں معاف نہیں فرمائیگا اور نہ انہیں راستہ دکھائیگا [3]

إِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ أَبَدًا ۗ وَكَانَ ذٰلِكَ

مگر راہ دوزخ جاویدان آنجا ہمیشہ و ہست ایں آسان

مگر دوزخ کا راستہ اس جگہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ آسان ہے

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ

بر خدا اے مردمان ہر آئنہ آمد بشما پیغامبر

اللہ پر [4] اے لوگو! بیشک تمہارے پاس رسول آئے

بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۗ وَإِنْ تَكْفُرُوْا

براستی از جانب پروردگار شما پس ایمان آرید تا ایمان آوردن بہتر باشد برائے شما و اگر کافر شوید

حق کیساتھ تمہارے رب کی طرف سے پس ایمان لاؤ تا کہ ایمان لانا بہتر ہو تمہارے لئے اور اگر کافر ہوئے [5]

تفسیر اظہار العرفان

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ نے ان سے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں جانتا ہوں کہ تمہیں میرے خدا کی طرف سے رسول ہونے کا علم ہے انھوں نے کہا کہ ہم تو یہ خبر نہیں جانتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اللہ تعالیٰ کی شہادت قرآن کریم ایسی فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہے کہ اولین و آخرین اسکے معارضہ سے قاصر ہیں پس یہ معجزہ ہوا اور اظہارِ معجزہ مدعی کی صداقت کی گواہی ہے اور فرشتوں کی گواہی یہ ہے کہ معجزہ کا ظہور انکے ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ اب آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اے محمد ﷺ! ان یہودیوں کے کذب کی پرواہ نہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ جو الـــہ العالمین ہے وہ آپکی نبوت کی گواہی دیتا ہے۔ اسی طرح تمام ملائکہ آپکی نبوت کی گواہی دیتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

[2] اس آیت کریمہ کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ یہود حضرت محمد ﷺ اور قرآن کا انکار کرتے رہیں گے اسی طرح لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنے کیلئے انکے قلوب میں شکوک و شبہات ڈالتے رہیں گے۔ یہود پہلا شبہہ یہ ڈالتے تھے کہ اگر محمد ﷺ اللہ کے رسول ہوتے تو ان پر بھی ایک ہی مرتبہ میں کتاب نازل ہوتی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت یکبارگی نازل ہوئی۔ دوسرا شبہہ یہ ڈالتے تھے کہ توریت میں مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت تبدیل یا تنسیخ نہ ہوگی۔ تیسرا شبہہ یہ ڈالتے تھے کہ انبیاء کیلئے ضروری ہے کہ وہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں یا حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں سے۔ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا کیونکہ وہ لوگ لوگوں کو گمراہ کرنے میں بہت سخت تھے اس لئے ضلالا بعیدا کہا گیا ہے پھر اس گمراہی سے مال اور جاہ کمانے کی کوشش میں لگ جاتے تھے۔ (تفسیر کبیر) [3] یعنی ان لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے ذکر کو چھپا کر اور لوگوں کے قلوب میں شبہات ڈال کر بڑا ظلم کیا ہے اور یہ ظلم انھوں نے اپنے آپ پر کیا ہے۔ (تفسیر کبیر) [4] اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انھیں جنت کا راستہ نہیں بتائے گا بلکہ جہنم کی طرف رہنمائی فرمائیگا۔ (تفسیر کبیر) [5] جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہود کے شبہات کا مختلف طریقوں سے جواب دیا اور انکے فساد کو بے نقاب فرمایا تو اب دینِ محمد ﷺ کی جانب عام دعوت دی جارہی ہے۔ حق لیکر آنے کا دو مفہوم ہے۔ (١) نبی کریم ﷺ قرآن لے کر آئے اور قرآن معجزہ ہے اس لئے لازم آتا ہے کہ آپ جو لیکر آئے وہ حق ہے۔ (٢) آپ اللہ تعالیٰ کی جانب عبادت کیلئے لوگوں کو بلاتے ہیں اور غیر کی عبادت سے روکتے ہیں اور عقل اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ حق ہے پس اس سے بھی لازم آتا ہے کہ آپ حق لیکر آئے۔ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ یعنی تمہارا نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانا بہتر ہوگا کیونکہ کفر کا انجام بہت برا ہوگا اگر تم نے ایمان لانے سے منہ پھیرا تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ایمان کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ تو مالک السموت والارض ہے اور ان دونوں کے درمیان جتنی چیزیں ہیں ان سب کا خالق ہے اور جسکی یہ شان ہوگی وہ کسی چیز کا بھی محتاج نہیں ہوگا۔ اسکا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ جسکی شان یہ ہو وہ تم پر عذاب نازل کرنے پر بھی قادر ہے اگر تم سب کفر سے باز نہ آئے۔ اسکا تیسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر تم نے کفر بھی کیا جب بھی جان لو آسمان و زمین اسی کیلئے ہے اور اسی کی عبادت میں مصروف ہیں اور ان دونوں میں اسی اللہ کا حکم چلتا ہے اور چلے گا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا یعنی اللہ تعالیٰ پر مؤمنین اور کافرین کے اعمال میں سے کچھ بھی مخفی نہیں ہے اس لئے وہ کسی کے اعمال کو ضائع نہیں فرمائیگا۔ مؤمنین کو اسکے حسن عمل کو بدلہ دیگا اور کافرین کو اسکی بداعمالیوں کی سزا دیگا۔ (تفسیر کبیر)

فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

پس ہر آئنہ خدا را ست آنچہ در آسمانہا ست و در زمین و ہست خدا

تو بیشک اللہ کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا

دانا استوار کار اے اہل کتاب از حد مگزرید در دین خود و

جاننے والا حکمت والا ہے اے اہل کتاب حد سے نہ گذرو اپنے دین میں اور

تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

مگوئید بر خدا مگر سخن راست جز ایں نیست کہ مسیح عیسیٰ پسر مریم

نہ کہو اللہ پر مگر حق بات اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم

رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ز فَاٰمِنُوْا

پیغمبر خدا و فیض او است و انداخت آنرا بسوے مریم و روحیست از جانب خدا پس ایمان آرید

اللہ کے رسول اور اسکے فیض ہیں اور ڈالا اسے مریم کی جانب اور روح ہیں اللہ کی طرف سے پس ایمان لاؤ

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ قف وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا

بخدا و پیغمبران او و مگوئید کہ خدایاں سہ اند باز آئید ازیں قسم گفتار تا ایں باز ماندن بہتر باشد شما را جز ایں نیست کہ

اللہ پر اسکے رسولوں پر اور نہ کہو کہ وہ تین ہیں اس قسم کی باتوں سے باز رہو تا کہ یہ باز رہنا تمہارے لئے

اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى

خدا معبود یگانہ است پاکیست خدا را ازانکہ باشد او را فرزندی برائے اوست آنچہ در

بہتر ہو اسکے سوا کچھ نہیں کہ اللہ ایک معبود ہے پاک ہے اللہ اس سے کہ اسکے لئے کوئی فرزند ہو اسی کیلئے ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ ع لَنْ

آسمانہا ست و آنچہ در زمین ست و بس است خدا کار سازندہ ندارد

آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کام بنانے والا ا نہیں رکھتے ہیں

وقف لازم

۲۳ ع ۹ ۳

تفسیر اظہار العرفان

ا جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہود کے شبہات کا جواب دے دیا تو اب نصاری کی جانب کلام فرما رہا ہے۔ اسکی تقدیر یوں ہوگی کہ اے نصاری میں سے اہل کتاب! تم سب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور تعظیم مسیح میں حد سے نہ بڑھو۔ اس لئے کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طعن میں مبالغہ کرتے تھے اور نصاری انکی تعظیم میں مبالغہ کرتے تھے اس لئے دونوں کو غلو کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقِّ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت میں حلول اور اتحاد مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ بدنِ انسان میں حلول واتحاد سے پاک ہے۔ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اللہ کے کلمہ کے سبب ہوئی اور انھیں حکم دیا کہ بغیر واسطہ اور بغیر نطفہ کے پیدا ہو جائیں۔ روح کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ (۱) لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جب کسی چیز کی غایت طہارت و نظافت بیان کرتے ہیں تو اسے روح کہہ دیتے ہیں، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے نطفہ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی پھونک سے ہوئی تو ضروری تھا کہ اس نظافت وطہارت کو "روح" سے موسوم کیا جاتا (۲) انکے ادیان میں روح حیاتِ خلق کیلئے سبب ہے اس لئے آپکو روح کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صفت میں بھی ارشاد فرمایا کہ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح وحی کی (۳) رُوْحٌ مِّنْهُ بمعنی رحمة منه ہے اسکی تفسیر میں یہ آیت پیش کی جاتی ہے وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ای برحمة منه یعنی اللہ تعالیٰ نے انکی تائید اپنی رحمت سے کی (۴) کلامِ عرب میں نفخ کو روح کہتے ہیں اس لئے کہ روح اور ریح متقاربان [قریب قریب معنی میں] ہیں پس روح حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نفخ سے عبارت ہے اور "مِنْهُ" اللہ تعالیٰ کے حکم سے عبارت ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا. (۵) لفظِ روح مقام تنکیر میں ہے اور اس سے فائدہ تعظیم کا حاصل ہو رہا ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ یعنی یوں نہ کہو کہ اللہ تعالیٰ واحد بالجواہر ہے اور اقانیم ثلثہ [تثلیث کے تین افراد] ہے۔ جاننا چاہیئے کہ نصاری کا مذہب انتہائی مجہول ہے اس لئے کہ وہ لوگ ذاتِ موصوف کیلئے تین صفات ثابت کرتے ہیں مگر ان کا نام صرف صفات رکھتے ہیں ورنہ فی الحقیقت وہ ذوات ہیں اس دلیل سے کہ ان کے نزدیک (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا میں اللہ تعالیٰ کا حلول فرمانا جائز ہے۔ جب تک حالت حلول میں ہو اسوقت تک ذوات متعددہ قائمہ ثابت کرتے ہیں اور جب حلول کے درجے سے خارج ہو جائے تو صفات کا نام دیتے ہیں۔ یہ عقیدہ کفر محض ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ جاننا چاہیئے کہ "ثلاثہ" خبر ہے مبتدائے محذوف کیلئے۔ پھر اس مبتداء کے تعین میں تین اقوال ہیں۔ (۱) مبتدائے محذوف "الاقانیم" ہے۔ اسوقت معنی یہ ہوگا کہ اور تین اقانیم [تین افراد] نہ کہو۔ (۲) زجاج کہتے ہیں کہ مبتدائے محذوف "الھتنا" ہے۔ اسوقت معنی یہ ہوگا کہ اور یوں نہ کہو کہ ہمارے الٰہ تین ہیں۔ قرآن کریم دلالت کرتا ہے کہ نصاری کا مذہب ہے کہ اللہ، مسیح اور مریم یہ تینوں الٰہ ہیں۔ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَاُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اے عیسیٰ! کیا تم نے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا ئیں۔ (۳) فراء کہتے ہیں کہ مبتدائے محذوف "ھم" ہے اسوقت معنی یہ ہوگا کہ نہ کہو کہ وہ سب تین ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے توحید کے قول کو مؤکد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ولد سے اپنی پاکی بیان فرمائی۔ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ۔ پھر آخر آیت میں ارشاد فرمایا وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا یعنی وہ اللہ تمام مخلوقات کی تدبیر اور محدثات کی حفاظت کیلئے کافی ہے اس لئے دوسرے الٰہ کے اثبات کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر)

يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ

ننگ عیسیٰ از آنکہ باشد بندہ خدا و نہ فرشتگان

تنگی عیسیٰ اس سے کہ اللہ کا بندہ بنیں اور نہ فرشتے

الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ

مقربین ننگ دارند و ہر کہ ننگ کند از بندگی او و سر کشی کند

مقربین تنگی رکھتے ہیں اور جو کوئی تنگی محسوس کرے اسکی بندگی سے اور سر کشی کرے

فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿١٧٢﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

پس خواہد بر انگیخت ایشانرا نزدیک خویش ہمہ یکجا پس اما کسانیکہ ایمان آوردند و کردند کارہائے

پس عنقریب انھیں اٹھائیگا اپنے نزدیک جمع کر کے [1] پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور

الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ

شایستہ پس تمام دہد ایشانرا مزد ایشاں و زیادہ دہد ایشانرا از فضل خود

اچھے کام کئے تو پورا دیگا انھیں ان کا اجر اور زیادہ دیگا انھیں اپنے فضل سے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

واما کسانیکہ ننگ داشتند و سر کشی کردند پس عذاب دہد ایشانرا عذاب

اور وہ لوگ جنھوں نے تنگی محسوس کی اور سر کشی کی پس عذاب دیگا انھیں

اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿١٧٣﴾

درد دہندہ و نیابند برائے خویش بجز خدا ہیچ دوستے و ہیچ یاری دہی

تکلیف دینے والا عذاب [2] اور نہ پائیں گے اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست اور نہ کوئی مدد کرنے والا [3]

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ

اے مردمان بتحقیق آمد نزدیک شما دلیلی از پروردگار شما و نازل کردیم

اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس ایک دلیل تمہارے رب کی طرف سے آئی اور ہم نے نازل کیا

[1] کلبی کہتے ہیں کہ نجران کا وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور کہا کہ آپ ہمارے صاحب کو کیا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے صاحب کون ہے؟ انھوں نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ نے فرمایا کہ تم نے ان کے بارے میں میری طرف سے کیا سنا ہے؟ کہنے لگے کہ آپ انھیں عبداللہ ورسولہ کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبداللہ کہلانے میں کوئی عار محسوس نہیں فرماتے ہیں انھوں نے کہا کیوں نہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس آیت کریمہ میں انکے شبہ کی تحقیق اس طرح کی ہے کہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "ابن اللہ" اس لئے کہتے تھے کہ آپ غیب کی خبریں بتاتے تھے اور خلافِ عادت امور آپ سے صادر ہوتے تھے مثلاً مردے کو زندہ کرنا وغیرہ۔ اس آیت میں ان سے یہ کہا گیا ہے کہ علم کی اس مقدار کے پیش نظر اور اللہ تعالیٰ کی عبودیت سے اس مقدار کی قدرت کے پیش نظر اگر تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہو تو ملائکہ مقربین کے حالات تو اس سے اعلیٰ ہیں۔ اس لئے کہ وہ سب کل لوحِ محفوظ پر مطلع ہیں اور عرشِ الٰہی کو باوجود اسکی عظمت کے آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے پھر بھی ملائکہ مقربین کو عباد اللہ کہنے سے انھیں کوئی تنگی محسوس نہیں ہوتی تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تنگی کیونکر محسوس کرینگے۔ یہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عبدہ ورسولہ ہونے کی دلیل جو اس آیت سے ثابت ہو رہی ہے۔ واضح رہے کہ افضلیتِ ملائکہ کے قائلین کی یہ آیت دلیل ہے۔ (غرائب القرآن) علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ فرماتے ہیں کہ یہ ہمیں تسلیم ہے کہ مغیبات پر ملائکہ کی اطلاع بنسبت بشر کے زیادہ ہے اور یہ بھی ہمیں تسلیم ہے کہ اس عالم میں تصرف پر ملائکہ کی قدرت بشر کی قدرت سے زیادہ ہے اور کیسے نہ ہو کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے شہرِ مدائن کو اپنے ایک پر سے اکھاڑ ڈالا۔ اس لئے قدرت اور اطلاع کے مسئلے پر تو کوئی اختلاف ہی نہیں ہے بلکہ نزاع اس میں ہے کہ ملائکہ کی اطاعات پر ثواب زیادہ ہے یا بشر کی اطاعات پر ثواب زیادہ ہے یہ آیت کریمہ اس مسئلے پر کوئی دلالت نہیں کرتی ہے اور وہ اس لئے کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کو اخبارِ غیب اور خوارقِ عادات امور لانے پر محمول کیا اس لئے اس جگہ ملائکہ کا ذکر کر کے اس شبہے کا ازالہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ آیت تفضیلِ ملائکہ پر دلیل نہیں بن سکتی ہے۔ یہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آیت سے مراد ملائکہ کی تفضیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کثرتِ ثواب میں اطاعات پر ہے۔ (تفسیر کبیر) [2] یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ تفصیل' مفصل کے مطابق نہیں ہے کیونکہ یہ آیت پہلی آیت کیلئے تفصیل ہے اور پہلی آیت میں صرف ایک فریق کا ذکر کیا گیا تھا اور اس آیت میں دو فریق کا ذکر ہے۔ صاحبِ کشاف اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ تمہارے اس قول کی طرح ہے کہ جمع الامام الخوارج یعنی امام نے خوارج کو جمع کیا پس جو نہ نکلا وہ انکی چادر میں رہا اور جو نکل گیا وہ چادر سے بھی نکل گیا گویا کہ دو فریق میں سے ایک فریق کا ذکر مفصل میں محذوف رکھا گیا ہے اس لئے کہ ان دونوں میں سے ایک کا ذکر کرنا دوسرے کو حذف کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ (غرائب القرآن) [3] یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ بننے میں جو تنگی رکھتا ہو یا تکبر کرتا ہوا سے جہنم کی آگ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ (ابن جریر)

إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿١٧٤﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا

برائے شما روشنی آشکارا پس اما آنانکہ ایمان آوردند بخدا او چنگ زدند با و

تمہارے لئے واضح پہچانا ہوا! پس وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور مضبوطی سے تھامے رہے اسے

بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ

پس زود در آرد ایشانرا در رحمت و فضل از نزدیک خود و بنماید ایشانرا

اس سبب وہ جلد داخل کریگا اپنی طرف سے رحمت اور فضل میں اور دکھائیگا انھیں

إِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿١٧٥﴾ يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ

بسوے خود راہ راست طلب فتوی میکنند از تو بگو خدا فتوی میدہد شما را

اپنی طرف سے سیدھی راہ ۲ آپ سے فتوی طلب کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں فتوی دیتا ہے

فِي الْكَلَالَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ

در باب میراث کسیکہ والد و ولد ندارد اگر مردی بمیرد کہ فرزندش نیست و او را خواہر باشد

میراث کے باب میں جو والد اور ولد نہ رکھتا ہو اگر مرد مر جائے جسکی کوئی اولاد نہ ہو اور وہ بہن رکھتا ہو

فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ

پس خواہرش را ست نیمہ آنچہ گذاشت است و اگر ایں خواہر مردے آں برادر وارث او شدی

پس اسکی بہن کیلئے ہے آدھا حصہ جو اس نے چھوڑا اور اگر بہن مر جائے تو اسکا بھائی وارث ہوگا بہن اولاد نہ رکھتی ہو

فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِن

اگر نباشد آنرا فرزندے پس اگر خواہران دو باشند پس ایشانرا است دو سوم حصہ آنچہ بگذاشتہ است و اگر

پس اگر دو بہنیں ہوں تو انکے لئے ہے دو تہائی حصے اس سے جو اس نے چھوڑا اور اگر

كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ

ایشاں جماعت باشند مردان و زنان پس مرد را ست مانند حصہ دو زن

وہ سب جماعت ہوں مرد اور عورتیں پس مرد کیلئے ہے دو عورت کے حصے کی مثل ۳

منزل ۱

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمام فرقوں یعنی منافقین، کفار، یہود اور نصاری ہر ایک کے شبہات کا جواب دے دیا تو اب عام خطاب کے ذریعے جمیع انسانوں کو حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی جانب دعوت دے رہا ہے۔ برھان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور آپ کا نام برھان اس لئے رکھا گیا کہ آپ کا کام تحقیقِ حق پر دلیل قائم کرنا ہے اور ابطالِ باطل پر دلیل قائم کرنا ہے۔ نور مبین سے مراد قرآن پاک ہے اس لئے کہ یہ قلوب میں نورِ ایمان کا سبب ہے۔ (تفسیر کبیر) برھان سے مراد معجزاتِ نبی ﷺ ہیں اور نور سے مراد قرآن کریم ہے یعنی اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلائلِ عقلیہ و شواہدِ نقلیہ آئے اس لئے اب تمہارے پاس کوئی عذر اور علت باقی نہیں ہے۔ بعض نے کہا کہ برھان سے مراد "دین" یا "رسول اللہ ﷺ" یا قرآن ہے۔ (بیضاوی)

۲ جب دلائل اور براھین کی روشنی میں حضرت محمد ﷺ کا رسول ہونا اور قرآن کا آسمانی کتاب ہونا ثابت ہو گیا تو اب اللہ تعالیٰ ان دونوں کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دے رہا ہے۔ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اسکے افعال و احکام اور اسکے اسماء [ناموں] پر ایمان لاؤ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین امور کا وعدہ فرمایا ہے۔ رحمت، فضل اور ہدایت۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رحمت سے مراد جنت ہے اور فضل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں ایسے انعامات عطا فرمائیگا جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا۔ علامہ رازی فرماتے ہیں کہ رحمت اور فضل دونوں جنت اور ما فیھا [جو کچھ اس میں ہے] پر محمول ہیں اور ہدایت سے مراد یہ ہے کہ ارواحِ بشریہ میں عالم قدس سے انوار کی تجلی کی سعادت حاصل ہو جسے ہم سعادتِ روحانیہ کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) ۳ نسائی نے بہ طریق زبیر حضرت جابر ؓ سے روایت کی ہے کہ جب میں بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ [میری بیمار پرسی کیلئے] میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے بھائیوں کیلئے ایک تہائی وصیت کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ بہتر سلوک کرو میں نے عرض کی کہ ایک حصہ یعنی نصف۔ آپ نے فرمایا بہتر سلوک کرو۔ یہ فرما کر آپ باہر تشریف لے گئے اور پھر پلٹ کر واپس آ گئے اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم اس بیماری میں نہ مرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ تمہارے بھائیوں کیلئے دو تہائی ہے۔ حضرت جابر ؓ کہا کرتے تھے آیت قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ آیت يَسْتَفْتُونَكَ کے جواب میں نازل ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ جس قصے کا ذکر اس سورت کے شروع میں کیا گیا ہے حضرت جابر ؓ کا یہ قصہ اسکے علاوہ ہے۔ ابن مردودیہ نے حضرت عمر ؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے کلالہ کی وراثت کے بارے میں پوچھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) کلالہ وہ شخص ہے جو لا ولد ہو اور اسکا باپ اور دادا بھی زندہ نہ ہوں۔ (حاشیہ لباب النقول) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سورت کی آیات کے سلسلے میں ہم نے جو اسباب بیان کئے ہیں اگر آپ ان پر غور کرینگے تو آپ پر یہ بات واضح ہوگی کہ یہ سورت مدنی ہے اور ان کے قول کی تردید ہو جائیگی جو کہتے ہیں کہ یہ مکی سورت ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اہل علم کہتے ہیں کہ کلالہ کے بارے میں دو آیات نازل ہوئیں ایک موسم سرما [شتاء] میں اور ایک موسم گرما [صیف] میں اور دوسری آیت یہی ہے اس لئے اس آیت کو آیتِ صیف بھی کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۚ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٧٦﴾

بیان میکند خدا برای شما تا گمراہ نشوید و خدا ہمہ چیز دانا ست

اللہ بیان فرماتا ہے تمہارے لئے تا کہ بھٹک نہ جاؤ اور اللہ تمام چیزوں کا جاننے والا ہے [1]

سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورہ مائدہ مدنی ہے اس میں ۱۲۰ آیات اور ۱۶ رکوع ہیں [2]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بنام خدای بخشایندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ

اے مومناں وفا کنید عہدہا حلال کردہ شدہ است برائے شما

اے مؤمنو! وعدے وفا کرو تمہارے واسطے حلال کئے گئے ہیں

بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ

چہار پایان از قسم انعام مگر آنچہ خواندہ خواہد شد بر شما نہ حلال دارندہ شکار

چوپائے کی قسم سے مویشیاں مگر وہ جسے تم پر آئندہ بیان کیا جائیگا نہ حلال جانو شکار کو

اَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

در حالتیکہ محرم باشید ہر آئنہ خدا میکند آنچہ خواہد اے

اس حالت میں کہ تم محرم ہو بیشک اللہ بیان فرماتا ہے جو چاہے [3] اے

اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ

مسلماناں ہتک حرمت مکنید نشانہای خدا را و نہ ماہ حرام را نہ قربانی را

مسلمانو! اللہ کی نشانیوں کو حلال مت خیال کرو اور نہ ماہ حرام کو اور نہ قربانی کے جانور کو

[1] واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے اول میں اموال کے احکام بیان کئے اور آخر میں بھی اموال کے احکام بیان کئے تا کہ آخر اول کے مطابق ہو جائے۔ جاننا چاہئے کہ اس سورت میں ایک لطیف نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اول سورت اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت پر مشتمل ہے یعنی يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ. اور یہ دلالت قدرت کی وسعت پر ہے اور اس سورت کا اختتام کمالِ علم پر ہے یعنی وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور یہی دو وصف ہیں جن کے سبب سے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ربوبیت اور الوہیت کو ثابت کیا تھا۔ (تفسیر کبیر)

[2] اس سورت میں گیارہ ہزار سات سو تینتیس (۱۱۷۳۳) حروف اور دو ہزار آٹھ سو چار (۲۸۰۴) کلمات ہیں۔ (غرائب القرآن) یہ سورت اسوقت نازل ہوئی جب آپ حدیبیہ سے تشریف لائے اس میں بہت سارے احکام بیان کئے گئے ہیں مثلاً احکام عقود، احکام ذبائح، شکار کا مسئلہ اہل کتاب سے نکاح، طہارت، چور کی سزا، شراب اور جوے کے احکام، قسم کا کفارہ وغیرہ۔ اسی سورت میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے یعنی قابیل اور ہابیل کا قصہ بیان ہوا ہے، اس سورت کو مائدہ اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حواریوں نے جب کھانا طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے دسترخوان اتارا۔ (صفوۃ التفاسیر)

[3] وَاُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ ۔ ہر زندہ جو عقل نہ رکھتا ہو وہ بهیمه ہے اور انعام اونٹ، گائے اور بکری کو کہتے ہیں۔ اس فرق کے بعد اب یہاں چند سوال ہوتے ہیں۔ پہلا سوال: جب ''لفظِ بهیمه'' اسمِ جنس ہے اور انعام اسمِ نوع ہے تو لفظِ بهیمه کے بعد انعام ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ بهیمه اور انعام سے مراد ایک ہی شے ہے لیکن بهیمه کی اضافت انعام کی جانب بیان کے لئے ہے جیسے خاتم فضة اصل میں خاتم من فضة یعنی چاندی سے بنی ہوئی انگوٹھی۔ اسی طرح بهیمه الانعام معنی کے اعتبار سے بهیمة من الانعام ہے یعنی چوپائے میں سے اونٹ، گائے اور بکری وغیرہ حلال ہیں۔ دوسرا سوال: جب اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ کہنے سے کلام مکمل ہو جاتا ہے تو بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ جواب: بهیمه سے مراد کچھ اور ہے اور انعام سے مراد کچھ اور ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک گائے ذبح کی تو اسکے پیٹ سے بچہ نکلا آپ نے اس بچے کی دم کو پکڑ کر کہا یہ ہے من بهيمة الانعام ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ذبح کے بعد پیٹ سے نکلنے والے بچے ہیں۔ (تفسیر کبیر) ثنویہ کہتے ہیں کہ حیوانات کا ذبح کرنا باعثِ تکلیف ہے اور جو تکلیف کا باعث ہو وہ قبیح ہے اور قبیح سے اللہ راضی نہیں ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ یہ حیوانات اپنے آپ سے ان تکالیف کو ہٹانے پر قدرت نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی اپنی تکالیف کو زبان سے بیان کر سکتے ہیں اس لئے بھی ذبح قبیح ہے۔ یہ وہ دو وجوہ ہیں جنکی بناء پر فرقِ اسلامیہ میں اس مسئلے پر مختلف گروہ بن گئے ہیں۔ کرامیہ فرقہ کا کہنا ہے کہ ہمیں یہ بات تسلیم نہیں ہے کہ ذبح کے بعد ان جانوروں کو تکلیف ہوتی ہے بلکہ بوقتِ ذبح اللہ تعالیٰ ان سے تکالیف اٹھالیتا ہے۔ معتزلہ فرقہ کا کہنا ہے کہ ہمیں یہ تسلیم نہیں ہے کہ ہر ایلام قبیح ہے بلکہ وہ ایلام [تکلیف پہنچانا] قبیح ہے جو کسی جنایت کی وجہ سے نہ ہو اور کسی عوض سے ملحق نہ ہو۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے ان حیوانات کو اسکے بدلے میں آخرت میں اچھا بدلہ عطا فرمائیگا اور ذبح سے دنیوی مظالم ہٹ جاتے ہیں جیسے فصد کی تکلیف کے بعد جسمانی الم سے نجات ملتی ہے۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ بیشک حیوانات میں ذبح کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی ملک میں تصرف ہے اور مالک جب اپنی ملک میں تصرف کرے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا

و نہ آنچہ در گردن او قلادہ می اندازند و نہ قصد کنندگان بیت الحرام کہ می طلبند فضلی

اور نہ وہ جنکی گردن میں ہار ڈالتے ہوں اور نہ مسجد حرام کے قصد کرنے والوں کو جو چاہتے ہیں اپنے رب سے

مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

از پروردگار خویش و خوشنودی از وی و چوں احرام کشادید پس شکار بکنید و حمل نکند شما را

فضل اور اسکی خوشنودی اور جب احرام کھول دو تو شکار کرو اور نہ ابھارے تمہیں

شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ

دشمنی گروہی بسبب آنکہ باز داشتند شما را از مسجد حرام بر تجاوز کردن از حد

کسی گروہ کی دشمنی حد سے تجاوز کرنے پر اس سبب کہ انھوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ

و با یکدیگر مدد کنید برنیکوکاری و پرہیزگاری و بایکدیگر مدد مکنید بر گناہ

اور ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیزگاری پر اور ایک دوسرے کی مدد نہ کرو گناہ پر

وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾

و ستم و بترسید از خدا ہر آئنہ خدا سخت است عقوبت او

اور ظلم پر اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ اسکی سزا سخت ہے [۱]

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ

حرام کردہ شد بر شما مردار و خون و گوشت خوک و آنچہ نام

تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام

اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ

غیر خدا بوقت ذبح او یاد کردہ شود و آنچہ بخفقہ کردن و آنچہ بسنگ و عصا و آنچہ از جائے بلند افتادہ بمیرد

اسکے ذبح کے وقت بلند کیا گیا ہو اور جو گلا گھونٹنے سے مرے اور جسے پتھر سے مارا گیا ہو اور جو بلند جگہ سے گر کر مرا ہو

تفسیر اظہار العرفان

[۱] ابن جریر نے حضرت عکرمہ سے روایت کی ہے کہ حسطم بن ہند الکبری سامانِ خور دونوش لیکر ایک قافلے کیساتھ مدینے آیا۔ جب وہ مال بیچ کر فارغ ہو گیا تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لی اور مشرف باسلام ہو گیا۔ جب وہ واپس لوٹا تو آپ نے اس پر ایک نگاہ ڈالی اور حاضرین سے فرمایا کہ یہ شخص میرے پاس فاجر چہرے کے ساتھ آیا تھا اور غدار گدی کیساتھ لوٹ رہا ہے۔ القصہ جب وہ یمامہ پہنچا تو مرتد ہو گیا۔ اس کے بعد وہ ماہِ ذیقعدہ میں سامانِ خور دونوش لے کر ایک قافلے کے ہمراہ عازمِ مکہ ہوا تو انصار و مہاجرین کی ایک جماعت نے اس قافلے کو لوٹنے کا تہیہ کر لیا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی تو اصحابِ رسول ﷺ نے قافلے کو لوٹنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) یہ قافلہ ماہِ ذیقعدہ میں عازمِ مکہ تھا چونکہ ذیقعدہ کا مہینہ اشہرِ حرم میں سے ہے اس لئے مسلمانوں کو اس قافلہ پر حملہ سے روک دیا گیا۔ (حاشیہ لباب النقول) حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام حدیبیہ میں تھے کہ مشرکین نے ان کو بیت اللہ [کی زیارت] سے روک دیا۔ یہ بات صحابۂ کرام کو سخت ناگوار گذری۔ اسی اثناء میں اہل مشرق سے مشرکین کی ایک جماعت، جو عمرہ ادا کرنے کیلئے جا رہی تھی صحابۂ کرام کے قریب سے گذری تو انھوں نے کہا کہ کیوں نہ ہم بھی انھیں روک دیں؟ جیسا کہ ہمیں روکا گیا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) دراصل جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو بیت اللہ کی زیارت سے روک دیا تو ان میں بالعموم یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ کیوں نہ ہم بھی مشرکین کو راستے میں ہی روک لیا کریں جو اطراف و جوانب سے حج اور عمرہ ادا کرنے کیلئے مکے آتے ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اے مسلمانو! یہ جو تمہارے لئے بعض مشرکین نے مسجد حرام کا راستہ روک دیا ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی ان کی دشمنی میں زیادتیاں کرنے لگو، نہیں، بلکہ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ان سے تعاون کرو۔ البتہ گناہ اور نافرمانی کے کاموں میں کسی سے تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اسکی پکڑ نہایت سخت ہے۔ (حاشیہ لباب النقول) هَدِيْ کے بارے میں واحدی کہتے ہیں کہ ھدی وہ جانور ہے جسے بیت اللہ کی جانب اونٹ، گائے یا بکری وغیرہ کی شکل میں بھیجے جائیں۔ قلائد، قلادۃ کی جمع ہے بمعنی ہار۔ اونٹ وغیرہ کے گلے میں ڈال کر بیت اللہ کی جانب چھوڑ دیتے تھے تاکہ دیکھنے والے سمجھ جائیں کہ یہ ھدی کا جانور ہے۔ وَلَا آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ یعنی ایسی قوم جو بیت اللہ جانے کا ارادہ رکھتی ہو۔ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا۔ اسکی دو تفسیر ہیں۔ فضل اور رضوان سے وہ حلال تجارت مراد ہے جو حج کے موقع پر حجاج کیلئے جائز تھی۔ بعض نے کہا کہ یہ موسم حج میں تجارت سے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔ (۱) فضل سے مراد ثواب ہے اور رضوان سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو جائے اس لئے کہ مشرکین اگرچہ بیت اللہ میں طواف کرتے ہیں یا دیگر امور انجام دیتے ہیں مگر اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی انھیں ثواب دیا جائیگا۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے کیونکہ لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ کا تقاضا یہ ہے کہ اشہر حرم میں قتال حرام ہے اس لئے اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ سے منسوخ ہے۔ وَلَا آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ کا تقاضا یہ ہے کہ مشرکین کو مسجد حرام جانے سے نہ روکا جائے اس لئے فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا سے منسوخ ہے۔ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اس سے ظاہر یہ ہے کہ احرام کھولنے کے بعد شکار واجب ہے لیکن اس جگہ اس امر سے اباحت کا فائدہ حاصل ہو رہا ہے۔ (تفسیر کبیر)

وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ

وآنچہ بشاخ زدن مردہ باشد وآنچہ درندہ خوردہ باشد مگر آنچہ بعد ازیں آفتہا ذبح کردہ باشید وآنچہ ذبح کردہ باشد

اور جو سینگ مارنے کی وجہ سے مرا ہو اور جسے درندہ نے کھایا ہو مگر جسے آفتوں کے بعد (مرنے سے قبل) تم نے ذبح

عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ

بر نشانہاے معبود باطل و آنکہ طلب کنید معرفت قسمت خود بہ تیرہائے حال ایں ہمہ فسق است

کیا ہو اور ذبح کیا گیا ہو جسے باطل معبود کے نشانوں پر اور وہ جسے طلب کرو اپنی قسمت کی معرفت کیلئے حال کے

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ

امروز نا امید شدند کافران از دین شما پس مترسید از ایشاں

تیروں سے یہ سب فسق ہے آج کے روز نا امید ہوئے کافرین تمہارے دین سے پس نہ ڈرو ان سے

وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ

و بترسید از من امروز کامل کردم برائے شما دین شما را و تمام کردم بر شما

اور ڈرو مجھ سے۔ آج کے روز میں نے مکمل کیا تمہارے لئے تمہارا دین اور میں نے پوری کی تم پر

نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ

نعمت خود را و اختیار کردم اسلام را دین برائے شما پس ہر کہ لاچار شوند در

اپنی نعمت اور میں نے اسلام کو پسند کیا تمہارے لئے (بطور) دین پس جو کوئی مجبور ہو

مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳

گرسنگی غیر مایل بگناہ پس بہر آئنہ خدا آمر زندہ مہربان است

بھوک میں گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے[۱] سوال کرتے ہیں آپ سے

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا

سوال میکنند ترا کہ چہ چیز حلال کردہ شد بر ایشاں بگو حلال کردہ شد برائے شما پاکیزہ ہا و آنچہ

کہ کیا چیز حلال کی گئی ہے آپ ان سے فرما دیجئے کہ حلال کی گئی ہیں تمہارے لئے پاک چیزیں اور

تفسیر اظہار العرفان

[۱] ابن مندہ نے کتاب الصحابہ میں عبداللہ بن جبلہ بن جبان بن حجر سے اور انھوں نے اپنے باپ [جبلہ] سے اور دادا حبان سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ میں مردار گوشت کی ہانڈی کے نیچے آگ سلگا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مردار گوشت کی ممانعت کا حکم نازل فرمایا۔ اس پر میں نے ہانڈی پلٹ دی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اس آیت کریمہ میں مستثنی گیارہ ہیں (۱) مردار: کفار کہا کرتے تھے کہ تم لوگ اسے کھاتے ہو جسے تم نے مارا اور جسے اللہ مارتا ہے اسے نہیں کھاتے۔ عقلاء کہتے ہیں کہ مردار کی تحریم میں حکمت یہ ہے کہ خون جو ہر لطیف ہے جب جانور مرتا ہے تو خون اسکے اندر ہی سرایت کر جاتا ہے جسکی وجہ سے تعفن پیدا ہو جاتا ہے اس لئے اسکے کھانے میں نقصان ہوتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے مردار کے کھانے سے منع فرما دیا ہے (۲) خون: کفار فصید [فصد کے ذریعے نکالا ہوا خون] کھایا کرتے تھے اور وہ خون ہی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس سے منع فرما دیا ہے (۳) خنزیر کا گوشت: علماء کہتے ہیں کہ غذا کھانے والے کے جوہر کے جزء کا حصہ بنتی ہے اس لئے ضروری ہوا کہ غذا کھانے والوں کو ایسی غذا سے روک دیا جائے جس سے اخلاق میں فساد ہو چنانچہ خنزیر شر اور حرص کا مجموعہ ہے اس لئے اسے حرام قرار دیا تاکہ کھانے والے میں یہ کیفیت پیدا نہ ہونے پائے جبکہ گائے اور بکری میں یہ بات نہیں پائی جاتی ہے (۴) مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ: مشرکین وقتِ ذبح لات اور عزیٰ کا نام لیا کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا۔ (۵) اَلْمُنْخَنِقَةُ: زمانہ جاہلیت میں لوگ بکریوں کے گلے دبا کر مار دیتے تھے اور اسکا گوشت کھاتے تھے۔ کبھی گلے میں رسی ڈال کر مارتے تھے اور کبھی دو لکڑیوں کے بیچ گردن ڈال کر دبا دیا کرتے تھے۔ ان تمام صورتوں میں سے کسی صورت سے بھی گلے دبا کر ماریں جائیں وہ جانور حرام ہیں۔ (۶)

اَلْمَوْقُوْذَةُ: یعنی وہ جانور جسے کسی وزنی چیز سے مار کر ہلاک کیا گیا ہو یا بندوق وغیرہ سے۔ (۷) اَلْمُتَرَدِّيَةُ: بلند جگہ سے گر کر ہلاک ہو جائے مثلاً پہاڑ سے نیچے گر جائے یا کنویں میں گر کر ہلاک ہو جائے۔ اسی طرح پہاڑ پر جانور ہو اور اسے تیر لگے جس سے وہ نیچے گر کر ہلاک ہو جائے وہ جانور بھی حرام ہے کیونکہ نہیں معلوم کہ اسکی روح تیر لگنے سے نکلی ہے یا اوپر سے نیچے گر جانے کی وجہ سے نکلی ہے۔ (۸) اَلنَّطِيْحَةُ: وہ جانور جسے دوسرے جانور نے سینگ مار کر ہلاک کر دیا ہو۔ واضح رہے کہ آخر کے چار جانور بھی میتہ میں داخل ہیں لیکن انکا الگ سے بیان مزید وضاحت کیلئے ہے۔ (۹) وہ جانور جسے درندہ نے کھایا ہو۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب درندہ کسی جانور کو مار دیتا تو وہ لوگ جانور کا بقیہ حصہ کھا لیتے تھے۔ حضرت علیؓ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت حسن اور قتادہ فرماتے ہیں کہ وَالْمُنْخَنِقَةُ سے وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ تک اسکا اطلاق ہوتا ہے معنی یہ ہوگا کہ اگر تم جانور کو اس حال میں پاؤ کہ آنکھ، دم یا پیر وغیرہ میں حرکت ہو تو سمجھو کہ ابھی اس میں جان باقی ہے اب اگر اسے ذبح کرو گے تو وہ جانور تمہارے لئے حلال ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ حکم صرف وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ سے خاص ہے۔ (۱۰) مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ: وہ جانور جسے بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ نصب سے مراد بت نہیں ہے بلکہ وہ پتھر ہیں جو کعبہ کے گرد نصب تھے۔ وہ لوگ ان پتھروں کے پاس اصنام کی خوشنودی کیلئے ذبح کرتے تھے اور اسکے خون کو پتھر پر لگا دیتے تھے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ وہ جانور جو بتوں کی تعظیم کے اعتقاد پر ذبح کئے جاتے تھے۔ (۱۱) وہ طریقہ جسے زمانہ جاہلیت میں ایجاد کیا گیا اس طریقے میں اگرچہ مطاعم سے نہ ہو جب بھی اس طریقے سے کمایا ہوا مال حرام ہے۔ اکثر اہل لغت کہتے ہیں کہ اس جگہ استقسام بمعنی جوا ہے۔ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ۔ یہ اشارہ جمیع ما تقدم کی جانب ہے یعنی ان بیان کردہ محرمات میں سے کسی کا بھی کھانا باعثِ فسق ہے۔ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الخ یہاں یوم سے مراد معین یوم نہیں ہے بلکہ زمانِ حاضر اور جو ماضی کے زمانہ سے متصل ہو اور آنے والا زمانہ مراد ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ کافرین اب مستقل طور پر مایوس ہو چکے ہیں کہ اب ان خبائث کو تم لوگ حلال سمجھو گے۔ (غرائب القرآن)

عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ

آموختہ باشید اوراز جانوران شکاری در حالتیکہ شکار تعلیم کنند گانیدی می آموزید اینہارا بعض آنچہ خدا شمارا آموختہ

جسے تم نے سکھایا ہو شکاری جانوروں میں سے اس حال میں کہ تم شکار کی تعلیم دیتے ہو سکھاتے ہو بعض وہ چیز جسے اللہ

فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ

است پس بخورید از آنچہ نگاہ داشتند برائے شما و یاد کنید نام خدا را برآں و

نے تمہیں سکھایا ہے پس کھاؤ اس سے جو روکا تمہارے لئے اور اس پر اللہ کا نام ذکر کرو اور

اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴﴾ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ

بترسید از خدا ہر آئنہ خدا زود حساب کنندہ است امروز حلال کردہ شد برائے شما

ڈرو اللہ سے بیشک اللہ جلد حساب کرنے والا ہے ۱؎ آج کے روز حلال کی گئیں تمہارے لئے

الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَ

پاکیزہ ہا و طعام آنانکہ اہل کتابند حلال ست برائے شما و

پاکیزہ چیزیں اور کھانا ان لوگوں کا جو اہل کتاب ہیں حلال ہے تمہارے لئے اور

طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ

طعام شما حلال ست برائے ایشاں و حلال کردہ شد برائے شما محصنات از زنان مسلمانان و محصنات

تمہارا کھانا حلال ہے انکے لئے اور حلال کی گئیں تمہارے لئے مسلمان عورتوں سے پاکدامن اور پاکدامن

مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

از زنان کسانیکہ کتاب دادہ شدہ اند پیش از شما چوں بدہید ایشانرا

ان لوگوں کی عورتوں سے جنہیں کتاب دی گئی تم سے پہلے۔ جب تم انہیں دو

اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ

مہر ایشاں عفت کنان نہ شہوت را نندگان و نہ دوست پنہاں

انکے مہر پاکدامنی اختیار کرتے ہوئے نہ کہ بدکاری کرتے ہوئے اور نہ خفیہ دوست ۲؎

تفسیر اظہار العرفان

۱؎ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی تو آپ نے اجازت دے دی لیکن حضرت جبرائیل علیہ السلام نے توقف کیا۔ اس پر آپ چادر لپیٹ کر باہر تشریف لائے تو جبرائیل علیہ السلام دروازے پر کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے آپکو اندر آنے کی اجازت دے دی تھی۔ جبریل نے کہا کہ ہاں! لیکن اس گھر میں ہم داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی تصویر یا کتا ہو۔ اس پر جب گھر میں نگاہ ڈالی تو ایک جگہ پر کتے کا پلاّ موجود تھا۔ اسکے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابورافع کو حکم دیا کہ مدینے کے تمام کتے مار ڈالو۔ یہ سن کر لوگ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے جس جنس [کتوں کو] مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے اس میں سے ہمارے لئے کیا حلال کیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ عدی بن حاتم طائی سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کتوں کے شکار کے بارے میں پوچھنے آیا مگر آپکو معلوم نہ تھا کہ اسے کیا جواب دیں اس پر آیت تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہیئے کہ اشیاء کی اصل حلت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بندوں کے نفع کیلئے پیدا فرمایا ہے۔ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا یعنی وہی ہے جس نے تمہارے نفع کیلئے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے لیکن اس میں سے وہ مستثنیٰ ہے جسکی حرمت اصول سے ثابت ہو اور وہ اصول چند ہیں۔ (۱) تنصیصِ کتاب: جیسے مردار اور خون وغیرہ۔ (۲) تنصیصِ سنت: جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد سے نکاحِ متعہ تم پر حرام ہے۔ (۳) وہ جو معنیٰ منصوص میں ہو جیسے نبیذ جب اس میں نشہ ہو تو شراب کی طرح ہے اس لئے کہ تحریم میں دونوں شریک ہیں۔ (۴) درندوں میں سے ہر ذی ناب اور پرندوں میں سے ہر ذی مخلب جیسے کتا، شیر وغیرہ اور پرندوں میں شاہین، باز وغیرہ۔ (۵) حیوانات میں سے جسے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ فواسق پانچ ہیں جنہیں حل اور حرم میں قتل کرو۔ سانپ، چوہا، کوا، کتا اور چیل۔ (۶) جسکے قتل پر نہی وارد ہو۔ اس لئے کہ اگر اسکا کھانا حلال ہوتا تو اسے ذبح کا حکم دیا جاتا جیسے چیونٹی، ھدھد وغیرہ۔ (۷) جس سے خبث طلب کی جائے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ۔ (غرائب القرآن) ۲؎ یہاں اہل کتاب سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بنی تغلب کے نصاریٰ کا استثناء کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ نصرانی نہیں ہیں کیونکہ ان کے یہاں کھانے میں سوائے شراب کے اور کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح مجوسی بھی اس سے خارج ہے۔ بعض نے یہ کہا کہ حِلٌّ لَّهُمْ سے مراد جزیہ ہے کیونکہ ایک موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انکی عورتوں سے نکاح نہ کرو اور انکا ذبیحہ نہ کھاؤ۔ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ یعنی جب کھانا حرام ہو تو اسکا خریدنا اور کھلانا دونوں حرام ہے کیونکہ حرام شے کی بیع منع ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حربیات حلال نہیں ہیں۔ (بیضاوی) حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ کتابیہ سے نکاح اس زمانے میں خاص تھا اس لئے کہ اس وقت مسلمات کی قلت تھی۔ حضرت سعید بن مسیب اور حضرت حسن فرماتے ہیں کہ کتابیات، ذمیات اور حربیات پر مشتمل ہیں اس لئے ان سب سے نکاح جائز ہے لیکن اکثر فقہاء اسے ذمیہ سے خاص کرتے ہیں اور یہی مذہب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ کثیر فقہاء فرماتے ہیں کہ کتابیہ سے نکاح جائز نہیں ہے مگر جب تک کہ نزولِ قرآن سے پہلے وہ تورات اور انجیل سے منسلک نہ ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے "مِنْ قَبْلِكُمْ" فرمایا ہے۔ (غرائب القرآن)

اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِی

گیرندہ گان و ہر کہ نا معتقد اسلام باشد پس نا بود شد عمل او و او در

بناتے ہوئے اور جو کوئی اسلام سے پھرے تو اسکا عمل ضائع ہو گیا اور وہ

الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۟ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی

آخرت از زیاکارانست اے مسلماناں چوں بر خیزید بسوی

آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔ اے مسلمانو! جب تم کھڑے ہو

الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ

نماز پس بشوئید روے خود را و دستہاے خود را تا آرنج

نماز کی طرف تو دھو ڈالو اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ

و مسح کنید سر خود را و پایہاے خود را تا شتالنگ و اگر باشید شما

اور مسح کرو اپنے سر کا اور اپنے پاؤں کو (دھو ڈالو) ٹخنوں تک اور اگر تم

جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ

با جنابت پس غسل کنید و اگر باشید بیمار یا مسافر یا

جنابت سے ہو تو غسل کرو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر یا

جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ

بیائید یکے از جای خلا یا مساس کردہ باشید زنان را پس

تم میں سے کوئی آئے حاجت کی جگہ سے یا جماع کی ہو عورتوں سے اور

تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ

نیابید آب پس قصد کنید خاک پاک را پس مسح کنید از آنخاک بروے خود

نہ پاؤ پانی تو تیمم کرو پاک مٹی سے پس مسح کرو اس پاک مٹی سے اپنے چہرے پر ١

١ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرا ہار مدینے کے قریب بیداء میں گر گیا تو رسول اللہ ﷺ وہیں اتر پڑے اور میری گود میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر مجھے ایک زوردار گھونسا مارا اور کہا کہ تو نے ہار کی وجہ سے سب لوگوں کو روک رکھا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ جاگ اٹھے۔ جب صبح ہوئی تو ہم نے پانی تلاش کیا لیکن ہم کو پانی کہیں نہ ملا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر نے کہا کہ اے آلِ ابوبکر! تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر رحمت [تیمم کی رخصت] نازل فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ میرے ہار کے بارے میں جو معاملہ ہوا سو ہوا اور اہل افک نے جو کچھ کہا سو کہا' پھر ایک دوسرے غزوہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گئی اور اس میں بھی میرا ہار گم ہو گیا اور لوگوں کو اسکی تلاش میں رکنا پڑا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ بیٹی تم ہر سفر میں لوگوں پر مصیبت اور بلا بن جاتی ہو لیکن جب اللہ تعالیٰ نے تیمم کی رخصت دی تو کہنے لگے کہ تم مبارک لڑکی ہو۔ بخاری نے یہ حدیث عمرو بن حارث کی روایت سے اخذ کی ہے جس میں سورہ مائدہ کی اسی آیت کو آیتِ تیمم ہونے کی تصریح کی ہے لیکن اکثر رواۃ صرف یہ کہتے ہیں کہ فنزلت اٰیۃ التیمم یعنی تیمم کی آیت نازل ہوئی لیکن اسکی تصریح نہیں کرتے [کہ آیتِ تیمم سورہ مائدہ کی یہ آیت ہے یا سورہ نساء کی آیت نمبر ۴۳ ہے] ابن عبد البر کہتے ہیں کہ یہ حدیث معضل ہے [حدیث معضل وہ حدیث ہے جسکی سند میں متواتر دو راوی ساقط ہوں] جسکا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے کیونکہ ہم کو معلوم نہیں کہ ان دو آیتوں میں سے کس آیت کے نزول کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر عتاب کیا گیا۔ ابن بطال کہتے ہیں کہ وہ آیت سورہ نساء والی آیت ہے کیونکہ سورہ مائدہ والی آیت وضو کی آیت کے نام سے معروف ہے اور سورہ نساء والی آیت میں وضو کا ذکر تک نہیں ہے اس لئے یہ آیت (نساء ۴۳) تیمم کیلئے خاص ہے چنانچہ واحدی نے بھی اس حدیث کو سورہ نساء کی آیت کے اسباب نزول میں شمار کیا ہے' لیکن اس میں شک نہیں کہ درست بات وہی ہے جسکی طرف بخاری مائل ہوئے ہیں یعنی سورہ مائدہ کی یہی آیت تیمم کی آیت ہے کیونکہ اس میں سفر کی تصریح ہے۔ ثانیاً اس حدیث سے واضح ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے بھی واجب تھا لہذا قافلے کا بے آب مقام پر قیام کرنا بے حد پریشانی کا موجب بنا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے وہ کچھ صادر ہوا جو ہوا۔ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ یہ بات تمام اہل مغازی کو معلوم ہے کہ جب سے نماز فرض ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے کوئی بھی نماز بغیر وضو کے نہیں پڑھی اور سوائے جاہل اور معاند کے کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا ہے۔ وضو پر پہلے سے عمل ہونے کے باوجود آیت وضو کے نزول میں یہ حکمت ہے کہ اسکی فرضیت وحی متلو کے تحت بھی آ جائے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) یہ آیت سات فصلوں پر مشتمل ہے اور ہر فصل مثنی ہے (١) طہارتان یعنی وضو اور غسل (۲) مطہران یعنی پانی اور مٹی (۳) حکمان یعنی غسل اور مسح (۴) موجبان یعنی حدث اور جنابت (۵) مبیحان یعنی مرض اور سفر (٦) اتیان یعنی رفع حاجت اور جماع (۷) کرامتان یعنی تطہیر ذنوب اور اتمام نعمت۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص وضو پر دوام اختیار کریگا تو اسکی موت شہادت کی موت ہوگی۔ (الجوہرۃ النیرۃ) اِذَا قُمْتُمْ بمعنی اذا اردتم ہے یعنی جب تم نماز ادا کرنے کا ارادہ کرلو تو وضو کرو جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. اس میں بھی قرأت اردت کے معنی میں ہے۔ (بیضاوی)

وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّ

و دست خود نمی خواہد خدا کہ مشروع کند بر شما مشقتے و

اور اپنے ہاتھ پر اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر مشروع کرے کوئی مشقت اور

لٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٦

لیکن میخواہد کہ پاک سازد شما را و تمام کند نعمت خود را بر شما تا شود کہ شکر گزاری کنید

لیکن چاہتا ہے کہ پاک کرے تمہیں اور مکمل کرے اپنی نعمت کو تم پر تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ

و یاد کنید نعمت خدا را بر خود و پیمان خدا را کہ عہد بستہ است با شما باں

اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے اور اللہ کے اس وعدے کو جسکا تم سے عہد لیا ہے

اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

آنگاہ کہ گفتید شنیدیم و فرمانبرداری کردیم و بترسید از خدا ہر آئنہ خدا دانا ست بآنچہ

جب تم نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی اور تم اللہ سے ڈرو بیشک اللہ جاننے والا ہے جو

الصُّدُوْرِ ۝٧ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ

در سینہ ہا باشد اے مسلمانان متعہد حق اللہ باشید

سینوں میں ہے ۱ اے مسلمانو! حق کے وعدے پر اللہ کیلئے قائم رہو

شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ؗ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا

گواہی دہندگان باشید براستی و حمل نکند شما را دشمنی قومی بر ترک عدل

گواہی دینے والے ہو جاؤ حق کیساتھ اور تمہیں نہ ابھارے کسی قوم کی دشمنی عدل کے ترک کرنے پر

تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۙ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ

عدل کنید ایں نزدیکتر ست بہ پرہیزگاری و بترسید از خدا ہر آئنہ

عدل کرو یہ زیادہ قریب ہے پرہیزگاری کے اور ڈرو اللہ سے بیشک ۲

تفسیر اظہار العرفان

۱ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ کہا گیا "نِعَمَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ" نہیں کہا گیا اس لئے کہ اس سے مقصود اعدادِ نعمت میں تامل نہیں ہے بلکہ جنسِ نعمت میں تامل ہے کیونکہ یہ نعمت کی وہ جنس ہے جس پر غیر قادر نہیں ہوسکتا ہے پس کون ہے جو نعمتِ حیات، صحت، عقل، ہدایت، جمیع آفات سے حفاظت اور دین و دنیا کی تمام بھلائی عطا کرسکے۔ اس لئے نعمتِ الٰہی وہ جنس ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قادر نہیں ہوسکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا فرمان "نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ" ہوا تا کہ اس جنسِ نعمت پر غور و فکر کر کے انسان اسکا شکر بجالائے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ آیت کا مفاد یہ ہے کہ وہ نعمت جسے تم بھول چکے ہو یاد کرو۔ جب انسان پر جمیع ساعات واوقات متواتر و متوالی اسکی نعمت آتی رہتی ہے تو انسان اسے کیسے بھول سکتا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ جب نعمت کثرت سے آتی رہتی ہے اور پے در پے آتی ہے تو امرِ معتاد کی طرح ہوگئی پس غلبۂ ظہور اور کثرتِ وقوع کے سبب وہ نعمت محلِ نسیان میں پہنچ گئی۔ اسی بناء پر محققین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ باطن اس لئے ہے کہ وہ بہت زیادہ ظاہر ہے اور یہی انکے قول سے مراد ہے کہ سبحان من احتجب عن العقول بشدة ظهوره واختفى عنها بكمال نوره. یعنی پاک ہے وہ ذات جو اپنے شدتِ ظہور کی وجہ سے عقول سے محجوب ہے اور اپنے کمالِ نور کی وجہ سے مخفی ہے۔ بس اسی طرح کثرتِ نعمت کی وجہ سے انسان اسے بھول چکا اس لئے فرمایا گیا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ. وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ. اس میثاق کے بارے میں تین اقوال ہیں (۱) یہ وہ میثاق ہے جو انکے اور رسول کے درمیان ہوا تھا کہ رسول کی بات سنیں گے اور محبوب و مکروہ میں انکی اطاعت کرینگے (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ وہ میثاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اسوقت لیا تھا جب انھوں نے کہا کہ ہم تورات اور جو کچھ اس میں ہے اس پر ایمان لائے۔ پس جملہ توراۃ میں محمد ﷺ کی بشارت بھی تھی تو لازم ہوا کہ وہ لوگ اس میثاق پر عمل کرتے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ (۳) حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ میثاق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکالا اور فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔ سب نے عرض کی بَلٰی کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت سدی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ میثاق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے عقول میں نقش فرمایا۔ (غرائب القرآن) ۲ جاننا چاہیئے کہ تکالیف اگرچہ بہت زیادہ ہیں لیکن ان تمام کو دو پر منحصر کیا گیا ہے (۱) تعظيم لامر الله [اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم] اس کی جانب اللہ نے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ۔ (۲) الشفقة على خلق الله یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کرنا اسکی ترغیب اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے دی۔ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ گویا یہ ارشاد ہو رہا ہے کہ اپنی قرابت اور مؤدت میں جھوٹی گواہی مت دو اور اپنے اعداء و اضداد کے بارے میں جو گواہی تمہارے پاس ہو اسے چھپاؤ مت۔ حضرت زجاج کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو بیان کرو اس لئے کہ شاہد وہ بیان کرتا ہے جو اسکے پاس موجود ہو پھر اللہ تعالیٰ نے جمیع خلق کو حکم دیا کہ جب ایک دوسرے کیساتھ معاملہ کرو تو عدل و انصاف کیساتھ کرو۔ اور ظلم کو چھوڑ دو۔ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى سے مراد یہ ہے کہ عدل کرنا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کے قریب ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اپنا اسلام ظاہر کریں اسے قتل نہ کرو یا جنگ میں انھیں مثلہ نہ کرو انکے بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔ تمہارا یہ عمل تقوی کے قریب ہے اس میں تنبیہ ہے کہ جب اسلام اپنے دشمنوں کیساتھ بھی عدل و انصاف کا درس دیتا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اپنے اولیاء اور احباء کو فراموش کردے۔ (غرائب القرآن)

اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

خدا آگاه است بآنچه میکنید وعده کرد است خدا بکسانیکه ایمان آوردند و کارہا

اللہ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔ اللہ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور اچھے

الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ

شایستہ کردند بایں مضمون کہ ایشانرا ست آمرزش و مزد بزرگ و کسانیکہ کافر شدند و

کام کئے اس اعتبار سے انکے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے ۱ اور وہ لوگ جو کافر ہوئے اور

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

بدروغ نسبت کردند آیات ما را ایشانند اہل دوزخ اے

ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں ۲ اے

اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا

مسلمانان یاد کنید نعمت خدا را بر شما آنگاه کہ قصد کردند قومی کہ دراز کنند

مسلمانو! یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے جسوقت کہ ارادہ کیا ایک قوم نے کہ دراز کرے

اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى

دست خود را بسوے شما پس باز داشت دستہاے ایشانرا از شما و بترسید از خدا و بر

اپنے ہاتھ تمہاری طرف پس روک دیا انکے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرو اللہ سے اور

اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ

خدا باید کہ توکل کنند مومنان و ہر آئنہ گرفت خدا پیمان

اللہ ہی پر چاہیئے کہ مومنین بھروسہ کریں ۳ اور بیشک اللہ نے وعدہ لیا

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ

بنی اسرائیل و معین ساختیم از ایشان دوازده سردار و گفت خدا

بنی اسرائیل سے اور ہم نے معین کیا ان میں سے بارہ سردار کو اور اللہ نے فرمایا

۱ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ وعدہ کرنے والا کل مقدورات پر قادر ہے اور جمیع معلومات کا عالم ہے اور اسکے ساتھ ساتھ جمیع حاجات سے غنی ہے تو وہ وعدہ کے خلاف کیسے کرسکتا ہے۔

۲ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جہنم میں ہمیشہ رہنا کفار کیلئے ہے۔ (تفسیر کبیر)

۳ ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیکر کعب بن اشرف اور بنی نضیر کے پاس [قبیلہ بنی عامر کے دو مقتولوں کے] خون بہا کا مطالبہ لیکر گئے تو انھوں نے کہا کہ آپ تشریف رکھیں اور کھانا تناول فرمائیں، ہم ابھی خون بہا ادا کرتے ہیں جب آپ بیٹھ گئے تو حی بن اخطب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ موقع ہاتھ نہ آئیگا۔ اوپر سے پتھر لڑھکا کر انھیں قتل کردو تاکہ ہمیشہ کیلئے شر مٹ جائے چنانچہ آپ پر لڑھکانے کیلئے وہ چکی کا ایک بہت بڑا پاٹ اٹھا لائے لیکن اللہ تعالیٰ نے انکے ہاتھ روک لئے، حتیٰ کہ جبرائیل علیہ السلام نے آکر آپکو وہاں سے ہٹادیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن جریر ہی نے حضرت قتادہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت رسول اللہ علیہ السلام پر اسوقت نازل ہوئی جب آپ ساتویں غزوہ بطن نخل میں تھے۔ [یہ غزوہ ذات الرقاع شعبان ۴ھ کے دوران کا واقعہ ہے] بنی ثعلبہ اور بنی محارب نے یہ سازش کی کہ نبی کریم علیہ السلام کو دھوکے سے بے خبری میں قتل کردیا جائے چنانچہ اس کام کیلئے ایک اعرابی کو بھیجا جب وہ آپ کے پاس پہنچا تو آپ کسی منزل پر سو رہے تھے۔ اعرابی نے اپنا اسلحہ سنبھال لیا اور کہا کہ اب آپ کو مجھ سے کون بچاسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ اس پر اس نے تلوار میان میں رکھ لی اور حملہ نہ کیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو محارب کے ایک شخص غورث بن حارث نے اپنی قوم سے کہا کہ میں محمد [علیہ السلام] کو قتل کرکے ان سے تمہارا پیچھا چھوڑا دونگا۔ جب وہ رسول اللہ علیہ السلام کے پاس آیا تو آپ بیٹھے ہوئے تھے اور تلوار آپکی گود میں پڑی تھی۔ اس نے کہا یا محمد! کیا میں آپکی تلوار دیکھ لوں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں، دیکھ لو۔ اس نے تلوار اٹھا کر سانت لی اور اسے لہرانے لگا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے حملہ کرنے کی ہمت اور توفیق نہ دی پھر [کھسیانہ ہوکر] کہنے لگا اے محمد [علیہ السلام]! آپ کو مجھ سے خوف نہیں آتا جبکہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، مجھے تم سے اللہ بچائیگا۔ اس کے بعد اس نے تلوار میان میں رکھ کر رسول اللہ علیہ السلام کو واپس دے دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) مروی ہے کہ ایک دفعہ مشرکین نے رسول اللہ علیہ السلام اور آپکے اصحاب کو مقام عسفان میں ظہر کی نماز ادا کرتے دیکھا جب آپ نماز سے فارغ ہوگئے تو وہ لوگ افسوس کرنے لگے کہ کاش کہ ہم ان پر کوئی چیز گرادیتے جس سے محمد علیہ السلام کو نقصان پہنچتا پھر ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ جب یہ لوگ نماز عصر ادا کرینگے تو ہم اپنے منصوبے کی تکمیل کرینگے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو ان کے مکر سے باخبر کیا اور صلوۃ الخوف کے احکام نازل فرمائے۔ اس آیت میں اسی جانب اشارہ ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جب ایک اعرابی نے تلوار سونت کر کہا کہ آپکو مجھ سے کون بچائیگا آپ نے فرمایا کہ اللہ۔ تو تلوار اسکے ہاتھ سے گرگئی آپ نے بڑھ کر تلوار اٹھائی اور اس اعرابی سے فرمایا کہ اب تجھے میری تلوار سے کون بچائیگا! اس اعرابی نے کہا کہ لَا اَحَدَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بیضاوی)

إِنِّيْ مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ

ہر آئنہ من با شما ام مضمون پیمان آنکہ اگر بر پاداشتید نماز را و دادید زکوۃ را و معتقد شدید

بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں (وعدہ کا مضمون یہ ہے کہ) اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور ایمان لاؤ

بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّأُكَفِّرَنَّ

پیغمبران مرا و تقویت کردید ایشانرا و قرض دادید خدا را قرض نیک البتہ نا بود سازم

میرے رسولوں پر اور انھیں قوت پہنچاؤ اور اللہ کو اچھا قرض دو تو ضرور میں مٹا دونگا

عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

از شما گناہان شما را و البتہ در آرم شما را بوستانہا کہ میرود زیر آں

تم سے تمہارے گناہوں کو اور ضرور میں داخل کرونگا تمہیں ایسے باغوں میں جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں

الْأَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۤءَ

جوبہا پس ہر کہ کافر شود از شما بعد ازیں پس گم کرد راہ

پس جو کوئی کافر ہو تم میں سے اس کے بعد تو اس نے گم کر دیا سیدھا

السَّبِيْلِ ﴿١٢﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا

راست را پس بسبب شکستن ایشاں پیمان خویش را لعنت کردیم ایشانرا و سخت گردانیم

راستہ[1] پس ان سب کے اپنے وعدے توڑنے کے سبب ہم نے ان پر لعنت کی اور سخت کر دیا

قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا

دل ایشانرا تغیر میکنند کلمات را از مواضع آنہا و فراموش کروند

انکے دل کو۔ کلمات کو انکی اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور بھلا دیا

حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَاۤئِنَةٍ مِّنْهُمْ

حصہ از آنچہ باں پندداده شدند و ہمیشہ ہستی کہ آگاہ میشوی بر خیانتی از ایشاں

(اس) حصے کو جو اسے نصیحت کی گئی تھی اور ہمیشہ انکی خیانت پر مطلع ہوتے رہو گے[2]

تفسیر اظہار العرفان

[1] مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں بارہ قبائل تھے پس اللہ تعالیٰ نے ہر قبیلہ سے ایک شخص کو انتخاب فرمایا تا کہ وہ اپنی قوم میں سردار اور حاکم ہو۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ بارہ نقباء وہ ہیں جنہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جبارین کی جانب جہاد کیلئے بھیجا جب ان لوگوں نے دیکھا کہ قوم جبارین جسامت اور قوت کے اعتبار سے بہت مضبوط ہے تو وہ سب لوٹ آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا تھا کہ قوم جبارین کے بارے میں اپنی قوم کو تم کچھ نہ بتانا مگر یہ لوگ اپنی قوم کو بتانے لگے۔ ان میں سے صرف دو تھے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں پر عمل کیا یعنی کالب بن یوفنا جو یہودا کی اولاد سے تھے اور یوشع بن نون جو افراثیم بن یوسف کی اولاد سے تھے انکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ۔ (تفسیر کبیر) جب اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو اپنی نعمت اور وعدے سے متعلق خطاب فرمایا تو اب اسکے بعد بنی اسرائیل کے میثاق اور اسکے نقضِ میثاق کو بیان فر رہا ہے تا کہ اس بات کیلئے تحذیر ہو جائے کہ تم میں سے جو انکے افعال کی طرح کریگا تو وہ بھی سزا کا مستحق ہوگا۔ (غرائب القرآن) مروی ہے کہ جب بارہ نقباء شہر کنعان گئے تو وہاں عوج بن عنق سے ملاقات ہوئی۔ یہ شخص بنی نوع انسان میں سے تھا اس نے تین ہزار سال عمر پائی اور اس کے قد کی لمبائی تین ہزار تین سو تیس ہاتھ تھی۔ اسکے سر پر لکڑی کا گھٹا تھا اس نے بارہ نقباء کو پکڑ کر اس گھٹے پر رکھا اور اپنی بیوی کی طرف جا کر اسے پھینکا اور کہا کہ ان لوگوں کو چکی میں ڈال کر پیس دو۔ اسکی بیوی نے کہا کہ نہیں، آپ انھیں چھوڑ دیں تا کہ یہ لوگ اپنی قوم میں جا کر ہمارے احوال بتائیں۔ چنانچہ ان بارہ نقباء کو چھوڑ دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب لشکر لیکر قومِ جبارین پر چڑھائی کیلئے پہنچے تو عوج بن عنق لشکرِ موسیٰ علیہ السلام کے برابر پہاڑ پر پتھر لیکر چڑھ گیا تا کہ اس لشکر پر پھینک کر اسے ہلاک کردے۔ اللہ تعالیٰ نے ھدھد پرندے کو حکم دیا کہ جب وہ پتھر پھینکنے کیلئے سر پر اٹھائے تو درمیان میں چونچ مار کر سوراخ کردے چنانچہ ایسا ہی ہوا پتھر درمیان سے سوراخ ہو کر اسکی گردن میں ہار کی طرح لٹک گیا۔ جسکی وجہ سے اسے تکلیف ہونے لگی اسی حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو آپ نے اسے قتل کرڈالا۔ اس قصے کو اکثر مفسرین کرام نے ذکر کیا ہے۔ (صاوی) وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ الخ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کو پانچ امور سے مشروط فرمایا (١) اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ یعنی اگر تم نماز پڑھتے رہو (٢) وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ یعنی اپنے اموال سے زکوۃ کی صورت میں غرباء کی مدد کرتے رہو (٣) وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِىْ یعنی میرے جتنے رسول اب تک آچکے ان سب پر تمہارا ایمان رہنا چاہیئے (٤) وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ یعنی تم لوگ سب انکی مدد کرتے رہو گے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد در حقیقت سارے نبیوں کی مدد ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ العزر بمعنی الرد ہے اسی بناء پر اکثر مفسرین کرام کہتے ہیں کہ عزرتموهم بمعنی نصرتموهم یعنی تم سب انکی مدد کرو گے کیونکہ کسی انسان کی مدد کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے اسکے دشمن کو ہٹا دیا جائے (٥) وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یعنی تم لوگ اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے جب ان پانچ امور میں کامیاب ہو جاؤ گے تو تمہارے لئے بدلہ یہ ہے کہ میں تمہارے گناہوں کو مٹا دونگا اور تمہیں جنت میں داخل کرونگا۔ (تفسیر کبیر) [2] اس آیت کریمہ میں انکی خیانت بیان کی جارہی ہے یعنی لوگوں نے تکذیب رسل اور انکے قتل کو اپنا شعار بنایا۔ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کو چھپایا اور اس سے پہلی آیت میں موجود میثاق کی باتوں کو جھٹلایا۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ لَعَنّٰهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے انھیں اپنی رحمت سے نکال دیا۔ حضرت حسن اور مقاتل کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم نے انھیں بندر اور خنزیر سے مسخ کردیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان پر جزیہ مقرر کردیا۔ (تفسیر کبیر)

اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡہُمۡ فَاعۡفُ عَنۡہُمۡ وَ اصۡفَحۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ

مگر اندکی از ایشاں پس در گذر از ایشاں و اعراض کن ہر آئنہ خدا دوست میدارد

مگر تھوڑے ان میں سے پس ان سے درگذر فرمایئے اور اعراض کیجئے بیشک اللہ دوست رکھتا ہے

الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّا نَصٰرٰۤی اَخَذۡنَا

احسان کنندگانرا و گرفتیم از کسانیکہ گفتند ما نصاری ایم

احسان کرنے والوں کو۔ اور ہم نے لیا ان سے جنہوں نے کہا کہ ہم نصاری ہیں

مِیۡثَاقَہُمۡ فَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوۡا بِہٖ ۪ فَاَغۡرَیۡنَا بَیۡنَہُمُ

پیمان ایشاں پس فراموش کردند حصہ از آنچہ باں پندداداہ شدند پس پیوستہ ساختیم درمیان

انکے وعدے کو پس بھلا دیا (اس) حصے کو جو اسے نصیحت کی گئی تھی پس ہم نے

الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ؕ وَ سَوۡفَ یُنَبِّئُہُمُ

فرقہای نصاری دشمنی و کینہ تا روز قیامت و خبر خواہد داد ایشانرا

نصاری فرقوں کے درمیان دشمنی اور کینہ قیامت کے روز تک ڈال دیئے اور عنقریب

اللّٰہُ بِمَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۱۴﴾ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ

خدا بآنچہ میکردند اے اہل کتاب ہر آئنہ آمد بشما

اللہ انہیں بتائیگا جو وہ سب کرتے تھے [۱] اے اہل کتاب! بیشک تشریف لائے تمہارے پاس

رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ کَثِیۡرًا مِّمَّا کُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡکِتٰبِ

پیغمبر ما بیان میکند برائے شما بسیاری از آنچہ کہ پنہاں میداشتید از کتاب

ہمارے رسول بیان کرتے ہیں تمہارے لئے اس کتاب میں سے بہت سی چیزیں جسے تم چھپاتے تھے کتاب سے

وَ یَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ ۬ؕ قَدۡ جَآءَکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ نُوۡرٌ وَّ کِتٰبٌ

و در گذر کند از تقصیرات بسیار اے اہل کتاب ہر آئنہ آمد بشما از خدا نوری و کتابی

اور درگذر فرماتے ہیں بہت سی خطاؤں کو۔ اے اہل کتاب! بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور ایک [۲]

[۱] ان لوگوں نے نصاری کے نام سے اپنے آپکو متعارف کرایا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ''مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ '' فرمایا تھا تو اسکے جواب میں انھوں نے ''نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ'' کہا تھا ورنہ حقیقت کے اعتبار سے یہ لوگ ''انصار الشیطان'' تھے اس لئے کہ حق کی مخالفت کرتے تھے۔ (غرائب القرآن)

[۲] ابن جریر نے حضرت عکرمہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند یہودی آئے اور رجم کی بابت پوچھا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم میں سے عالم کون ہے؟ انھوں نے ابن صوریا کی جانب اشارہ کیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی اور جس نے کوہِ طور کو بلند کیا اور تم کو ان مواثیق کی قسم دیتا ہوں جو تم سے لئے گئے [یہ سنتے ہی] ابن صوریا پر کپکپی طاری ہوگئی اور کہا کہ جب ہم میں گناہوں کی کثرت ہوگئی تو ہم [رجم کرنے کی بجائے] سو درے مارنے لگے اور سر مونڈنے لگے اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یَـا اَھْلَ الْکِتَابِ تاصِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ''رَسُوْلُنَا'' کو دو وصف سے متصف فرمایا۔ پہلا وصف یہ ہے کہ ہمارے یہ رسول ان باتوں کو بھی بتا دیتے ہیں جسے تم لوگ چھپاتے ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت چھپائی اور رجم کے حکم کو چھپایا پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیان کر دیا۔ یہ آپ کا معجزہ ہے اس لئے کہ آپ نے کوئی کتاب نہیں پڑھی اور نہ کسی سے پڑھنا سیکھا اسکے باوجود آپ نے ان کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر فرما دیا تو یہ اخبار عن الغیب ہوگئی اس لئے آپکا یہ معجز ہوا۔ دوسرا وصف یہ بیان کیا گیا کہ بہت ساری باتیں جسے تم چھپاتے ہو یہ رسول ظاہر نہیں فرماتے اور یہ ظاہر نہ فرمانا اس سے درگذر کرنا اس لئے تھا کہ اسکے اظہار کی دین میں حاجت نہ تھی اس لئے اسے ظاہر کر کے شرمندہ نہ کیا۔ اسکے ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ رسول ہر چیز کو جانتے تھے جسے وہ لوگ چھپاتے تھے۔ قَدْ جَاءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ ۔ اس میں چند اقوال ہیں (۱) نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب سے مراد قرآنِ کریم ہے (۲) نور سے مراد اسلام اور کتاب سے مراد قرآن ہے (۳) نور اور کتاب سے مراد قرآن ہے لیکن یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ عطف' معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت چاہتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا نام ''نورِ ظاھر'' رکھا گیا ہے اس لئے کہ نور ظاہر وہ ہے جو بصارت کو اشیائے ظاہرہ کے ادراک میں تقویت پہنچائے اور نور باطن وہ ہے جو حقائق اور معقولات کے ادراک میں بصیرت کو تقویت پہنچائے۔ (تفسیر کبیر) قرآن جو ظلمات' شک اور ضلال کیلئے کاشف ہے اور اعجاز کے اعتبار سے واضح ہے اس لئے اسے نور کہا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (بیضاوی) نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (غرائب القرآن) اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ذاتِ گرامی سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن فرمایا' اسلام کو ظاہر کیا اور شرک کو مٹا دیا پس جو روشنی طلب کرنا چاہتا ہوگا آپ انکے لئے نور ہیں۔ (ابن جریر) یہ نور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (جلالین) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اس لئے کہا گیا ہے کہ نور کا کام بصائر کو منور کرنا ہے اور رشاد کیلئے رہنمائی کرنا ہے اور اس لئے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسی اور معنوی ہر قسم کے نور کی اصل ہیں۔ (صاوی) آیت کریمہ کے آخری ٹکڑے کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ آیت کے شروع میں جو دو وصف بیان کئے گئے ہیں اس نبی کے آنے کا مقصد یہی دو کام نہیں ہیں بلکہ یہ تو نور ہیں اور نور سے بہت سارے فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ (ابوالسعود)

مُّبِيْنٌ ۝١٥ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ

روشن بسبب آں دلالت می نماید خدا کسے را کہ طلب رضای او کرد بسوے راہہای نجات

روشن کتاب آئی۔ اس کے سبب ہدایت دیتا ہے اللہ اسے جس نے اس کی رضا طلب کی

وَ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ يَهْدِيْهِمْ اِلٰى

و بیروں می آرد ایشانرا از تاریکی بسوے روشنی باراده خود و دلالت میکند ایشانرا بسوے

اور نکالتا ہے اسے تاریکیوں سے روشنی کی طرف اپنے ارادے سے اور رہنمائی فرماتا ہے انکی

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝١٦ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

راه راست هر آئنہ کسانیکہ کافر شدند گفتند کہ خدا ہمون

سیدھے راستے کی طرف ۱ بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے انھوں نے کہا کہ اللہ وہ

الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ

مسیح پسر مریم است بگو کہ میتواند از خدا چیزے از انتقام اگر بخواہد

مسیح ابن مریم ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ کون طاقت رکھتا ہے اللہ سے کچھ انتقام لینے کا اگر چاہے

اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ

کہ ہلاک کند عیسیٰ پسر مریم را و مادرش را کہ مریم است و آنانرا کہ در زمین اند

کہ ہلاک کر دے عیسیٰ ابن مریم کو اور انکی ماں کو جو مریم ہیں اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں

جَمِيْعًا ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ

ہمہ یکجا و خدا راست پادشاہی آسمانہا و زمین و آنچہ درمیان ایشاں ہر دو است می آفریند

اور اللہ کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور جو ان دونوں کے درمیان ہے پیدا کرتا ہے

مَا يَشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝١٧ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ

ہر چہ میخواہد و خدا بر ہمہ چیز توانا ست و گفتند یہود

جو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۲ اور کہا یہودی

۱ یَهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ میں ضمیر واحد لائی گئی ہے کہ نور اور کتاب باعتبار مفہوم ایک ہی ہے اس لئے ضمیر واحد لائی گئی۔ (بیضاوی) اللہ تعالیٰ ظلماتِ کفر سے نکال کر نورِ ایمان کی جانب لے جاتا ہے جس طرح انسان اندھیرے میں متحیر ہو جاتا ہے پس اسی طرح کفر میں متحیر رہتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ اس آیت میں سوال ہے اور وہ یہ ہے کہ نصاریٰ میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو یہ کہتا ہو کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔ تو پھر انکی جانب نسبت کر کے یہ قول کیونکر پیش کیا گیا ہے؟ جواب: فرقۂ حلولیہ میں سے بہت سے ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے انسان کے معین بدن میں حلول کیا ہے یا اسکی روح میں' اور جب ایسا ہو تو بعید نہیں ہے کہ کہا جائے نصاریٰ کا یہ کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی اللہ ہیں بلکہ اقرب یہ ہے کہ نصاریٰ اسی جانب گئے ہیں اور اس طرح وہ لوگ کہتے ہیں کہ بیشک اقنومِ کلمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں متحد ہیں۔ پس اقنومِ کلمہ ذاتی ہونگے یا صفاتی۔ اگر ذاتی ہوں تو مفہوم یہ ہوگا اللہ تعالیٰ کی ذات حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کر گئی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں متحد ہو گئی ہے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی انکے نزدیک الٰہ ہونگے اور اگر یہ کہا جائے کہ اقنومِ کلمہ صفت سے عبارت ہے تو صفت کا ایک ذات سے دوسری ذات کی جانب انتقال غیر معقول ہے پھر اس تقدیر پر کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اقنوم علم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب منتقل ہو گیا ہے اس سے لازم یہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اب علم سے خالی ہو گئی ہے اور جو عالِم نہ ہو وہ الٰہ نہیں ہو سکتا ہے پس ایسی صورت میں لازم آتا ہے کہ الٰہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں اب ثابت ہو گیا کہ بالواسطہ یا بلا واسطہ نصاریٰ کا یہی دعویٰ ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مذہب کے فساد پر دلیل قائم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا الخ تقدیری معنی یہ ہوگا کہ ''اگر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ کو وفات دے تو کون ہے جو اس وفات کو روک سکے'' وجہ استدلال یہ ہے کہ تمہارے قول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی الٰہ ہیں تو الٰہ کو موت نہیں آنی چاہئے اور اگر اسے کوئی موت دینا بھی چاہے تب بھی اسے موت نہیں آئیگی۔ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام انکے لئے مشاکل ہیں جو زمین میں ہے یعنی صورتِ خلقت، جسمیت، ترکیب، تغیر صفات اور احوال میں۔ جب تمہیں تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مدبر کیلئے خالق ہے تو اب دیکھو ان سب کی خلقت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خلقت ایک دوسرے سے مشابہ ہے لہٰذا جس طرح مدبر خالق نہیں ہے بلکہ مخلوق ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام خالق نہیں ہیں بلکہ مخلوق ہیں۔ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى الخ اس میں دو وجہیں ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ انسان کو کبھی مذکر اور مؤنث کے ملاپ سے پیدا فرماتا ہے جیسا کہ عام طور پر قانون ہے' کبھی بغیر ماں اور باپ کے پیدا فرماتا ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور کبھی بغیر باپ کے پیدا فرماتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ (۲) اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے پرندے کی صورت بناتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس میں گوشت' حیات اور قدرت پیدا فرماتا ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے معجزہ ہے اور کبھی آپ مردے کو زندہ فرماتے' کوڑھ اور برص والے کو شفایاب فرماتے تھے یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قدرت سے کرتے تھے اس لئے یہ کام آپ سے بطور معجزہ صادر ہوتا تھا لہٰذا ان افعال میں سے کسی فعل کی بناء پر اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا ہے اور نہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ''الٰہ'' ہونے پر دلیل ہو سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اللہ تعالیٰ وہ معبود ہے جو ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اور ہر شے کا مالک ہے جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو کوئی اسے روکنے والا نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر وابن جریر)

وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ

و ترسایاں ما پسران خدا ایم و دوستان او ایم پس بگو چرا عذاب میکند شما را

اور نصرانی نے ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اسکے دوست ہیں پس آپ فرما دیجئے کہ پھر تمہیں عذاب کیوں دیتا ہے

بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ

برگناہان شما بلکہ شما آدمیانید از جنس آنچہ پیدا کردہ است می آمرزد ہر کرا خواہد

تمہارے گناہوں پر بلکہ تم سب آدمی ہو جو اس نے پیدا کیا معاف فرماتا ہے جسے چاہے

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

و عذاب میکند ہر کرا خواہد و خدا راست پادشاہی آسمانہا و زمین

اور عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت

وَمَا بَيْنَهُمَا ؗ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ

و آنچہ درمیان ایں ہر دو باشد و بسوے اوست رجوع اے اہل کتاب ہر آئنہ آمد است بشما

اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اے اہل کتاب! بیشک تشریف لائے تمہارے پاس

رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا

پیغامبر ما بیان میکند برائے شما در حالت انقطاع آمدن پیغمبراں تا نگوئید کہ

ہمارے رسول بیان کرتے ہیں تمہارے لئے اس حالت میں کہ رسولوں کا آنا بند تھا تاکہ نہ کہو تم کہ نہیں آیا ہمارے

مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ؗ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ

نیامد نزدیک ما ہیچ مژدہ دہندہ و بیم کنندہ آری ہر آئنہ آمد است بشما مژدہ دہندہ و

پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کیوں نہیں تحقیق تشریف لائے تمہارے پاس بشارت دینے والا اور

نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى

بیم کنندہ و خدا بر ہمہ چیز توانا ست و یاد کن چون گفت موسیٰ

ڈرانے والا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ؏ اور یاد کرو جب موسیٰ نے کہا

۱؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نعمان بن قصی، بحر بن عمرو اور شاس بن عدی آئے اور آپ سے [دین کے بارے میں] بات چیت کی۔ آپ نے انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور اسکے عذاب سے ڈرایا تو انھوں نے نصاریٰ کی طرح کہا کہ اے محمد! [ﷺ] ہم کو اللہ کے عذاب سے نہ ڈراؤ ہم اسکے بیٹے اور پیارے ہیں اس لئے وہ ہمیں سزا نہیں دیگا۔ اللہ تعالیٰ نے انکے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ یہود نے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ نہیں کہا اسی طرح نصاریٰ نے بھی نہیں کہا تو یہاں یہ قول کیا معنی رکھتا ہے؟ جواب: یہ اس قبیل سے ہے جہاں مضاف کو حذف کر دیا گیا ہو تقدیر یوں ہوگی۔ نحن ابناء رسل اللہ یعنی ہم اللہ کے رسولوں کے بیٹے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ یعنی وہ لوگ جو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ لوگ اللہ کے رسول کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ دوسرا جواب: لفظِ ابن جس طرح نسبی بیٹے کیلئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح اسکے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جسے شفقت اور محبت کی بناء پر بیٹا بنالیا گیا ہو۔ پس جب ان لوگوں نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی شفقت اور محبت ہم پر اتم اور اکمل ہے تو اللہ تعالیٰ کے کمال عنایت کے دعوے کو "نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ" سے تعبیر کیا۔ تیسرا جواب: یہود نے دعویٰ کیا کہ حضرت عزیر علیہ السلام "ابن اللہ" ہیں اور نصاریٰ نے گمان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام "ابن اللہ" ہیں پھر ان دونوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان دونوں کی اولاد میں سے ہیں تو گویا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ اس جملے سے ان کے دعوے کو رد کیا جا رہا ہے یعنی اگر تم سب ایسا ہی ہوتے جیسا کہ تم نے دعویٰ کیا تو پھر اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب کیوں دیگا۔ عذاب دینا اس بات کی علامت ہے کہ تمہارا دعویٰ جھوٹا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۲؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کو دین اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو۔ خدا کی قسم! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپکی بعثت سے پہلے تو تم خود انکا ذکر کرتے تھے اور ہمارے سامنے انکی صفات بیان کرتے تھے۔ رافع بن حریملہ اور وہب بن یہوذا نے کہا کہ ہم نے تمہارے سامنے انکا کوئی ذکر نہیں کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی کتاب نازل کی ہے اور نہ کوئی خوشخبری سنانے والا یا ڈرانے والا بھیجا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد انبیاء کا انقطاع ہے۔ کہا جاتا ہے فتر الشیء یفتر فتورًا یعنی جب شے کی حدت ختم ہو جائے۔ اصطلاح میں ایک سے دوسرے فاصلے کو فترت کہتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان چھ سو سال کا فاصلہ تھا۔ دوسرے قول کے مطابق ان دونوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ تھا۔ کلبی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سات سو سال کا فاصلہ تھا۔ (تفسیر کبیر و غرائب القرآن) نبی کے انقطاع کے بعد بعثتِ محمد ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ ان لوگوں نے تغیر و تحریف کو شریعت کا نام دے رکھا تھا اور اس سبب سے حق کیساتھ باطل اور صدق کیساتھ کذب کو ملا رکھا تھا۔ اس لئے انسان زبان حال سے فریاد کر رہا تھا کہ اے میرے معبود! ہم نے تجھے پہچانا اور یہ بھی تسلیم ہے کہ تیری عبادت ہم پر ضروری ہے لیکن ہمیں یہ نہیں معلوم کہ تیری عبادت کیسے ادا کی جائیگی گویا کہ اس زمانے کے انسانوں کیلئے عبادت چھوڑنے کا عذر تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت میں حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ انھیں عبادت کا صحیح طریقہ بتا کر انکے عذر کا ازالہ کر دیا جائے۔ (تفسیر کبیر)

لِقَوۡمِهٖ يٰقَوۡمِ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِيۡكُمۡ اَنۡۢبِيَآءَ

قوم خود را اے قوم من یاد کنید نعمت خدا را بر شما چوں پیدا کرد درمیان شما پیغمبرانرا

اپنی قوم سے اے میری قوم! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہے جب پیدا کیا تمہارے درمیان نبیوں کو

وَجَعَلَكُمۡ مُّلُوۡكًا ۖ وَّاٰتٰٮكُمۡ مَّا لَمۡ يُؤۡتِ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۲۰﴾

و پادشاہ ساخت شما را و داد شما را آنچہ نداد ہیچ کس از عالمیان

اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ دیا جو عالمین میں سے کسی کو نہیں دیا ۱

يٰقَوۡمِ ادۡخُلُوا الۡاَرۡضَ الۡمُقَدَّسَةَ الَّتِىۡ كَتَبَ اللّٰهُ لَـكُمۡ

اے قوم من در آئید بزمین پاک کہ مقرر ساختہ است آنرا خدا برائے شما

اے میری قوم! داخل ہو جاؤ پاک زمین میں جسے مقرر کیا ہے اللہ نے تمہارے لئے

وَلَا تَرۡتَدُّوۡا عَلٰٓى اَدۡبَارِكُمۡ فَتَـنۡقَلِبُوۡا خٰسِرِيۡنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوۡا

و روگرداں مشوید بر سمت پشت خود آنگاہ زیانکار گردید گفتند

اور اپنے پشت دیکر منہ مت پھیرنا اسوقت نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے ۲ انھوں نے کہا

يٰمُوۡسٰٓى اِنَّ فِيۡهَا قَوۡمًا جَبَّارِيۡنَ ۖ وَاِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَهَا

اے موسیٰ ہر آئنہ آنجا گروہے ہستند زور آور و ہر گز ما داخل نشویم آنجا

اے موسیٰ! بیشک اس جگہ ایک گروہ زور آور ہے اور ہرگز ہم اس جگہ داخل نہ ہونگے

حَتّٰى يَخۡرُجُوۡا مِنۡهَا ۚ فَاِنۡ يَّخۡرُجُوۡا مِنۡهَا فَاِنَّا دٰخِلُوۡنَ ﴿۲۲﴾

تا آنکہ ایشاں بیروں آیند از آنجا پس اگر ایشاں از انجا بیروں شوند ہر آئنہ ما در آئیم

جب تک وہ سب اس جگہ سے نکل نہ جائیں پس اگر وہ سب اس جگہ سے نکل جائیں تو بیشک ہم داخل ہونگے ۳

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيۡنَ يَخَافُوۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمَا

گفتند دو مرد از اہل تقویٰ انعام کردہ بود خدا بر ایشاں

اہل تقویٰ میں سے دو مرد نے کہا جن پر اللہ نے انعام کیا تھا

۱ اللہ تعالیٰ نے ان پر تین امور سے احسان کیا (۱) اِذْ جَعَلَ فِيكُمْ اَنْبِيَاءَ یعنی بنی اسرائیل میں انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لاتے رہے (۲) وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا: حضرت سدی کہتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمہیں قبطیوں سے آزاد کیا ورنہ اس سے پہلے تم غلامی کی زندگی گذار رہے تھے۔ ضحاک کہتے ہیں انکے مکانات وسیع تھے' انکے پاس پانی کا وافر ذخیرہ موجود تھا' انکے پاس اموالِ کثیر تھا اور انکے پاس خادم موجود تھے۔ جن کی یہ شان ہو وہ بمنزلہ بادشاہ کے ہوگا۔ حضرت زجاج فرماتے ہیں کہ ملک اسے کہتے ہیں جسکی حدود میں اسکی اجازت کے بغیر کوئی داخل نہیں ہوسکتا ہے۔ بعض نے کہا کہ ملک وہ ہے جسے صحت' اسلام' امن' فوز اور قہرِ نفس حاصل ہو۔ بعض نے کہا کہ بادشاہ وہ ہے جو اپنی معیشت اور معاملات میں دوسرے کا محتاج نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ انکے آباء واجداد میں بڑے بڑے بادشاہ پیدا ہوئے اس لئے فرمایا وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ہر نبی بادشاہ ہوتا ہے اس لئے کہ امت میں اس ہی کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ (۳) وَاٰتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ: یعنی ان کیلئے سمندر کو پھاڑ دینا' انکے دشمن کو غرق کر دینا' بادلوں سے سایہ کرنا' من وسلوی نازل کرنا وغیرہ یہ وہ انعامات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے لوگوں میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمائے۔ (غرائب القرآن)

۲ مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب جبلِ لبنان پر چڑھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم یہاں سے دیکھو جہاں تک تمہاری نگاہ پہنچے گی وہاں تک کا حصہ مقدس ہے اور وہ تمہاری ذریت کی میراث ہو جائیگی۔ بعض نے کہا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم مصر سے نکلی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ تمہیں ارضِ شام میں بسایا جائیگا اسی بناء پر یہ لوگ ارضِ شام کو ارضِ مواعید کہتے ہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہ نقیب کو وہاں کے حالات کا جائزہ لینے بھیجا تو ان لوگوں نے اجسامِ عظیمہ رکھنے والے لوگوں کو دیکھا۔ (تفسیر کبیر) اَلْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ پاکیزہ زمین کو کہتے ہیں اور اس زمین کو جو آفات وبلیات سے پاک ہو۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو شرک سے پاک کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام کیلئے اسے مسکن بنایا۔ اس ارض کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت سدی وغیرہ فرماتے ہیں کہ وہ زمین اریحا کی ہے۔ حضرت کلبی کہتے ہیں کہ دمشق اور فلسطین کی زمین ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اردن کی زمین مراد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد کوہِ طور ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ اسکی تین تفسیر ہیں (۱) اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو بنی اسرائیل کیلئے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا تھا (۲) کتب بمعنی وہب یعنی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو وہ زمین عطا کی (۳) کتب بمعنی امر یعنی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس سرزمین میں داخل ہونے کا حکم دیا۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ قوم جبارین اگرچہ مضبوط ترین قوم تھی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تو بنی اسرائیل کمزور ہونے کے باوجود اس پر غالب آگئی۔ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلٰى اَدْبَارِكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ دینِ صحیح سے شک کی جانب مائل مت ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر شک نہ کرنا یا اسکا مطلب یہ ہے کہ جس سرزمین کی طرف تمہیں جانے کا حکم دیا گیا ہے اس حکم سے مت پھرنا۔ مروی ہے کہ قوم نے مصر کی جانب لوٹنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا۔ (تفسیر کبیر) ۳ جبارین کی تفسیر دو ہیں۔ (۱) جبار بروزن فعال ہے بمعنی اجبرہ علیہ اس نے اس پر جبر کیا یعنی کسی کام پر مجبور کیا۔ (۲) کھجور کا طویل اور بلند درخت جہاں ہاتھ نہ پہنچ سکے۔ اسی طرح طویل عظیم اور قوی شخص کو بھی اس کھجور کے درخت سے مشابہت کی بناء پر رجل جبار کہتے ہیں۔ چونکہ اس شہر کے لوگ انتہائی قوی اور عظیم الاجسام تھے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ہاتھ انکی گردن تک نہ پہنچ سکتے تھے اس لئے اسے قومِ جبارین کہا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

اُدۡخُلُوۡا عَلَيۡهِمُ الۡبَابَ‌ۚ فَاِذَا دَخَلۡتُمُوۡهُ فَاِنَّكُمۡ غٰلِبُوۡنَ ۚ

اے قوم در آئید بریں جماعت از راہ دروازہ پس چوں در آمدید بدروازہ پس ہر آئنہ شما غالب باشید

اے قوم! داخل ہو جاؤ اس جماعت پر دروازے سے پس جب دروازے میں داخل ہو جاؤ گے تو بیشک تم غالب ہو جاؤ گے

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوۡا

و بر خدا توکل کنید اگر مسلمان ہستید گفتند

اور اللہ ہی پر توکل کرو اگر تم سب مسلمان ہو [1] انھوں نے کہا

يٰمُوۡسٰۤى اِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوۡا فِيۡهَا فَاذۡهَبۡ

اے موسیٰ ما ہرگز ندر آئیم دریں زمین ہیچ گاہ مادام کہ ایشاں در آنجا اند پس تو

اے موسیٰ! ہم ہرگز اس زمین میں داخل نہ ہونگے جب تک کہ وہ لوگ اس جگہ ہوں پس آپ جایئے

اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ

و پروردگار تو بروید و جنگ کنید ہر آئنہ ما ایں جا نشستہگانیم گفت موسیٰ اے پروردگار من

اور آپکا رب [2] اور جنگ کیجئے ہم اس جگہ بیٹھیں ہیں [3] موسیٰ نے عرض کی اے میرے رب

اِنِّىۡ لَاۤ اَمۡلِكُ اِلَّا نَفۡسِىۡ وَاَخِىۡ‌ فَافۡرُقۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَ

قادر نیستم الا بر خود و بر برادر خود پس فیصل کن میان ما و میان

میں قادر نہیں ہوں مگر اپنے اور اپنے بھائی پر پس تو فیصلہ فرما ہمارے درمیان اور

الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيۡهِمۡ‌ۚ

گروہ گناہگاران گفت خدا پس آں زمین حرام کردہ شد است بر ایشاں

گناہ کرنے والے گروہ کے درمیان [3] اللہ نے فرمایا پس وہ زمین حرام کر دی گئی ہے ان پر

اَرۡبَعِيۡنَ سَنَةً‌ ۚ يَتِيۡهُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ؕ فَلَا تَاۡسَ عَلَى

چہل سال سرگرداں میشوند در زمین پس اندوہناک مباش بر

چالیس سال تک پھرتے رہیں گے زمین میں پس غمگین نہ ہو [4]

تفسیر اظہار العرفان

[1] یہ دو شخص یوشع بن نون اور کالب بن یوفنا تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کا خوف اپنے دلوں میں رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا انعام ہدایت کی شکل میں فرمایا تھا۔ یہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر یقین رکھتے تھے اسی بناء پر اپنے لوگوں سے یقین کیساتھ کہا کہ اگر تم اس شہر میں داخل ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ تم سے کیا ہے اس پر ایمان رکھو اور اس شہر کے قوی الجثہ لوگوں سے مت ڈرو بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھو وہ تمہیں غالب فرمائیگا۔ (تفسیر کبیر)

[2] اِذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ. اس میں چند وجوہ ہیں (۱) وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بمنزلہ ایک مجسمہ مانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کیلئے ''جانا اور آنا'' جائز سمجھتے تھے (۲) یہاں ذھاب اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے جیسے یہ کہنا فذھب یجیبنی یعنی وہ ارادہ کرتا ہے کہ مجھے جواب دے گویا کہ ذھاب ارادہ کے معنی میں ہے اب اسکا معنی یہ ہوگا کہ آپ اور آپ کا رب قوم جبارین سے قتال کا ارادہ کیجئے ہم یہیں بیٹھیں ہیں (۳) اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ اے موسیٰ! آپ قومِ جبارین سے لڑائی کے لئے جایئے آپکا رب آپکی مدد فرمائیگا (۴) وَرَبُّكَ سے مراد ان کے بھائی حضرت ھارون علیہ السلام ہیں۔ انھیں مجازی طور پر رب اس لئے کہا گیا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اِذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ اگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے ذھاب ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے معنی میں کہا ہوگا تو یہ کفر ہے اور اگر یہ جملہ اطاعت سے روگردانی کے طور پر کہا ہو تو فسق ہے اسی بناء پر اس کلام کے اختتام پر فَلَا تَاۡسَ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡفَاسِقِيۡنَ کہا گیا۔ (تفسیر کبیر)

[3] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ان کے کلام کو سنا تو رب تعالیٰ سے عرض گزار ہوئے کہ اے اللہ! یہ نافرمان قوم ہے میں صرف اپنا اور اپنے بھائی کا اختیار رکھتا ہوں۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ دو صالح مرد جنکا تذکرہ اس سے پہلی آیت میں ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انھیں اپنے ساتھ شامل کیوں نہیں فرمایا؟ جواب: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کے اکثر لوگوں میں تمرد اور سرکشی ملاحظہ کی تو آپ نے از روئے احتیاط اپنے اور اپنے بھائی تک اختیار کو محدود رکھا۔ یا اسکا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اخی سے مراد بھائی ہے اور اسکا اطلاق نسب اور مذہب دونوں اعتبار سے ہوتا ہے اس لئے آپکے جملے کا مفہوم یہ ہو جائیگا کہ میں اپنے اور اپنے ان بھائی کا جو نسب اور مذہب کے اعتبار سے ہیں اختیار رکھتا ہوں اس طرح وہ دونوں صالح مرد بھی شامل ہو جائیں گے۔ (تفسیر کبیر)

[4] چالیس سال تک بنی اسرائیل کے لوگ مقامِ تیہ میں پڑے رہے اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو بغیر کسی جنگ کے انہیں عطا فرمائی۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ھارون علیہ السلام بنی اسرائیل کیساتھ مقامِ تیہ میں تھے یا نہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ یہ دونوں انکے ساتھ مقام تیہ میں نہیں تھے۔ اپنے اس قول پر تین دلائل دیتے ہیں۔ اول: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ فَافۡرُقۡ بَيۡنَنَا وَ بَيۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفَاسِقِيۡنَ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مع حضرت ھارون علیہ السلام کے وہاں سے ہٹا لیا کیونکہ آپ نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ نبیوں کی دعا کو قبول فرلیتا ہے۔ ثانی: مقامِ تیہ انکے لئے بمنزلہ عذاب کے تھا اور انبیاء پر عذاب نہیں ہوتا ہے اس لئے لازم آتا ہے کہ آپ مقامِ تیہ میں انکے ساتھ نہ تھے۔ ثالث: قوم کو انکی نافرمانی کی وجہ سے بطور عذاب چالیس سال تک مقامِ تیہ میں رکھا گیا اس لئے ضروری ہے کہ آپ دونوں انکے ساتھ نہ ہوں۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ آپ مقامِ تیہ میں انکے ساتھ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر وہاں کے عذاب کو سہل فرما دیا تھا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے آگ کے اندر سہل فرما دیا تھا۔ واضح رہے کہ اس گروہ کیمطابق حضرت ھارون علیہ السلام کا انتقال مقامِ تیہ میں ہوا۔ اسکے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھی یہیں انتقال ہو گیا پھر یوشع بن نون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کے بیٹے تھے وصیت کیمطابق ارضِ مقدسہ میں بنی اسرائیل کو لیکر داخل ہوئے۔ (تفسیر کبیر)

الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ

گروہ ستمگاران و بخواں بر قوم خود خبر دو پسر آدم براستی

ظلم کرنے والے گروہ پر۔ اور پڑھیئے اپنی قوم پر آدم کے دو بیٹے کی خبر حق کیساتھ

اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ

چوں نیاز حق کردند قربانی را پس قبول کردہ شد از یکے و قبول کردہ نشد از دیگر

جب قربانی حق کے حضور پیش کر دی تو ان میں سے ایک کی قبول کی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی

الْاٰخَرِؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ

گفت قابیل البتہ بکشم ترا ہابیل گفت جز ایں نیست کہ خدا قبول میکند از

قابیل نے کہا ضرور میں تجھ کو قتل کرونگا ہابیل نے کہا اسکے سوا کچھ نہیں کہ اللہ قبول فرماتا ہے

الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۷﴾ لَىٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا

متقیان اگر دراز کنی بسوے من دست خود را تا بکشی مرا ہر آئنہ

متقین (کی قربانی) ۱ اگر تو میری طرف اپنا ہاتھ دراز کریگا تا کہ تو مجھے قتل کر دے ہرگز

بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ

دراز نکنم بسوے تو دست خود را تا بکشم ترا ہر آئنہ من می ترسم از خدا پروردگار

میں دراز نہیں کرونگا تیری طرف اپنے ہاتھ کو کہ تجھے قتل کروں بیشک میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب ہے

الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ

عالمہا ہر آئنہ من میخواہم کہ ببری گناہ مرا و گناہ خود را پس باشی

عالمین کا ۲ بیشک میں چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ تجھ پر ہو پس تو ہو جائے

مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾

از اہل دوزخ و ایں جزای ستمگارانست

اہل دوزخ سے اور یہ بدلہ ہے ظلم کرنے والوں کا ۳

۱ اِبْـنَـیْ اٰدَمَ کے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے ہیں یعنی ھابیل اور قابیل۔ ان دونوں کے درمیان جو جھگڑا واقع ہوا تھا اسکے سبب کے بارے میں دو رائے ہیں۔ پہلی رائے یہ ہے کہ ھابیل بکریاں وغیرہ چراتا تھا اور قابیل زراعت کا کام کرتا تھا۔ ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کیلئے نذر دینے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ ھابیل نے ایک نہایت خوبصورت بکری نذر کی اور قابیل نے خراب گندم نذر کی۔ آسمان سے آگ آ کر ھابیل کی نذر کو جلا گئی جو قبولیت کی علامت تھی اس پر قابیل کو غصہ آیا کہ میری نذر قبول نہ ہوئی اور ھابیل کی نذر قبول ہوگئی۔ اس نے اس قبولیت پر حسد کی بناء پر ھابیل کو قتل کیا۔ یہ ان دونوں کے مابین جھگڑے کا پہلا سبب ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں بچے کی ولادت جڑواں ہوتی تھی یعنی ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ ایک جڑواں کی شادی دوسرے جڑواں سے کر دی جاتی تھی چنانچہ قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ بہت خوبصورت تھی قاعدے کے مطابق اس لڑکی کی شادی ھابیل سے ہونی تھی لیکن قابیل یہ چاہتا تھا کہ خلافِ قاعدہ اس لڑکی سے میری شادی ہونی چاہیئے یہ دونوں کے مابین اختلاف اور قتل کا سبب ہے (۲) حضرت حسن اور ضحاک کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے جنہوں نے قربانی پیش کی یہ صلبی اولاد سے نہیں تھے بلکہ بنی اسرائیل میں سے تھے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ اس قصہ کے اختتام پر فرمایا مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الخ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ گناہ بنی اسرائیل کے کسی شخص سے سرزد ہوا۔ واضح رہے کہ قول اول کو اکثر اصحابِ اخبار نے اختیار کیا ہے۔ فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۔ اکثر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ قبولیت کی علامت یہ تھی کہ آگ اسے جلا کر چلی جاتی تھی۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ اس وقت کوئی فقیر نہیں تھا جسے نذر دی جاتی اس لئے آگ آ کر جلا جاتی تھی۔ ایک کی نذر قبول فرمانا اور دوسرے کی نذر رد کر دینا اس بات کی علامت ہے کہ قبولِ اعمال کی شرط تقویٰ ہے اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۔ اہل ایمان کو بھی اللہ تعالیٰ نے جس قربانی کا حکم دیا اس میں بھی قبولیت کی شرط تقویٰ ہے۔ لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ تک نہ اسکا گوشت پہنچتا ہے اور نہ اسکا خون ہاں لیکن تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ گویا کہ اس آیت کے ذریعے اہل ایمان کو خبر دینا مقصود ہے کہ تم اپنے اعمال کو ریاکاری سے بچاؤ اور تقویٰ کی نذر کرو۔ (تفسیر کبیر) ۲ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جب قابیل نے ھابیل کو قتل کی دھمکی دی تو ایسی صورت میں جان کی حفاظت واجب تھی اور قتل کیلئے اپنے آپکو سپرد کر دینا حرام تھا پھر ھابیل نے اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ کیوں کہا؟ جواب: اس میں یہ احتمال ہے کہ مقتول کیلئے علیٰ سبیل الظن قتل کی علامات ظاہر ہوئیں اس لئے ھابیل نے علیٰ سبیل الوعظ اور نصیحت اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ کہا تا کہ قابیل پر یہ ظاہر ہو جائے کہ قتل انتہائی قبیح فعل ہے جسے میں کسی صورت بھی اپنا نہیں سکتا چنانچہ جب ھابیل سو گئے تو قابیل نے پتھر سے انکا سر کچل ڈالا۔ اسکا دوسرا جواب یہ ہے کہ ھابیل نے یہ جملہ اس لئے کہا تھا کہ میں تمہاری طرف ہاتھ ہرگز نہیں بڑھاؤں گا یعنی قتل کی غرض سے لیکن ضرر دفع کرنے کی غرض سے تمہاری طرف ہاتھ بڑھا سکتا ہوں۔ (تفسیر کبیر) ۳ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ ھابیل نے یہ کیسے کہہ دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا گناہ بھی تمہارے سر آئے جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی یعنی تم دوسرے کا گناہ نہ اٹھاؤ گے۔ جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میرے قتل کا گناہ بھی تم ہی اٹھاؤ۔ زجاج کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ ہی کی جانب میرے قتل کا گناہ اور تمہاری نذر قبول نہ ہونے کا گناہ لوٹایا جائیگا۔ (تفسیر کبیر)

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ

پس نفس او سہل ساخت در نظر او کشتن برادرش را پس بکشت او را

پس اسکے نفس نے آسانی پیدا کی اسکی نظر میں اپنے بھائی کے قتل کرنے میں پس قتل کیا اسے

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ

و شد از زیانکاراں پس فرستاد خدا زاغے را کہ میکافت در زمین تا بنمایدش

نقصان اٹھانے والا ہو کر! پس اللہ نے بھیجا ایک کوے کو جو زمین میں کُریدتا تا کہ اسے دکھائے

كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ

چگونہ بپوشد تن مردار برادر خود گفت اے وائے بر من ایا عاجز شدم ازانکہ

کیسے وہ چھپائے گا اپنے مردہ بھائی کو۔ کہا اے خرابی! میں عاجز ہوا اس سے کہ

اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوْءَةَ اَخِىْ ۚ فَاَصْبَحَ

باشم مانند ایں زاغ پس بپوشم تن مردار برادر خویش پس شد

اس کوے کی مثل ہو جاؤں پس میں اپنے مردہ بھائی کے تن کو چھپاؤنگا پس ہو گیا

مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۚۛ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْۤ

از پشیمانندگاں بسبب ایں حادثہ حکم کردیم بر بنی

پشیمان ہونے والوں میں سے ۲ اس واقعہ کے سبب ہم نے فیصلہ کیا بنی

اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى

اسرائیل کہ ہر کہ بکشد کسے بغیر عوض کسے یا فساد کرد در

اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے کسی جان کو بغیر کسی عوض کے یا فساد کرے

الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا

زمین پس چنانستی کہ کشتہ است مردمانرا ہمہ یکجا و ہر کہ بسبب زندگانی کسے شد

زمین میں تو ایسا ہے کہ اس نے قتل کیا تمام لوگوں کو اور جو کوئی زندگانی کا سبب پیدا کرے

تفسیر اظہار العرفان

۱ مروی ہے کہ قابیل کو نہیں معلوم تھا کہ ھابیل کو کیسے قتل کیا جائے پس ابلیس نمودار ہوا اور اس نے ایک پرندے کو پکڑ کر پتھر سے اسکے سر کو کچل ڈالا جس سے وہ پرندہ مر گیا۔ پس قابیل نے جان لیا کہ ہابیل کو کس طرح قتل کیا جائیگا۔ ایک دن ہابیل کو سوتا ہوا پایا پس اس نے پتھر سے اسکا سر کچل دیا۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کسی نفس کو ظلماً قتل نہیں کیا جائیگا مگر اس میں آدم کے اس بیٹے کا بھی حصہ ہوگا اور یہ اس سبب سے ہے کہ اس نے سب سے پہلے انسانی قتل کا طریقہ جاری کیا۔ اس لئے دین و دنیا میں نقصان اٹھانے والا ہو گیا اور اس لئے بھی کہ اس نے اپنے والدین کو ناراض کیا جو کہ قیامت تک کیلئے مذموم ہے۔ کہا گیا ہے کہ وہ اپنے بھائی کو قتل کرنے کے بعد ارضِ یمن سے فرار ہو کر عدن کی جانب چلا گیا۔ وہاں ابلیس آیا اور کہنے لگا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہابیل کی نذر کو آگ کیوں جلا کر گئی۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ ابلیس نے کہا کہ اس لئے کہ وہ آگ کی خدمت اور عبادت کرتا تھا چنانچہ قابیل نے آگ جلانے کیلئے ایک جگہ بنائی اور اسکی عبادت شروع کر دی۔ اس طرح یہ اول ہے جس نے آگ کی عبادت کی۔ مروی ہے کہ جس وقت ہابیل کو قتل کیا گیا تھا اسوقت انکی عمر ۲۰ سال تھی۔ انکا قتل حراء کے پیچھے ہوا۔ بعض نے کہا کہ بصرہ میں مسجدِ اعظم کی جگہ قتل ہوا۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کیا تو اسکا پورا جسم سیاہ ہو گیا جبکہ اس سے پہلے سفید تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہارا بھائی کہاں ہے؟ جواب دیا میں اس پر کوئی وکیل نہیں ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے اسے قتل کر دیا ہے اسی بناء پر تمہارا جسم سیاہ ہو گیا ہے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سو برس تک زندہ رہے لیکن کبھی ہنسے نہیں۔ (تفسیر کبیر) ۲ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ قابیل کی سمجھ میں نہیں آیا کہ قتل کے بعد ہابیل کی لاش کو کیا کیا جائے پھر اسے ڈر تھا کہ کوئی درندہ آ کر اسے کھا نہ لے۔ اس لئے اس نے ہابیل کی لاش اپنے جراب میں اٹھالی اور ایک سال تک اپنی پیٹھ پر رکھے رہا' یہاں تک کہ جب اس میں تغیر ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا اکثر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ دو کوے بھیجے گئے دونوں نے لڑتے لڑتے ایک کو مار دیا اور پھر مٹی کھود کر اس میں دفن کر دیا۔ قابیل نے سمجھ لیا کہ اسے اپنے بھائی کی لاش کو کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت اصم فرماتے ہیں کہ جب اس نے قتل کر کے اسے چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو مقتول کے پاس آ کر مٹی کھودنے لگا پس جب قابیل نے اسے دیکھا تو سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ بعد موت کے اس مقتول کی کیا تکریم فر رہا ہے۔ اس پر قابیل نادم ہوا۔ حضرت ابو مسلم کہتے ہیں کہ کوے کی عادت تھی کہ اشیاء کو دفن کر دیا کرتا تھا چنانچہ کوا آ کر قابیل کے سامنے کسی چیز کو دفن کر گیا۔ جس سے قابیل سمجھ گیا کہ ہمیں بھی بھائی کی لاش دفن کرنا چاہیئے۔ (غرائب القرآن) قَالَ يٰوَيْلَتٰى الخ قابیل کو دفن کا طریقہ معلوم تھا لیکن اس نے اپنے بھائی کو از روئے تحقیر چھوڑ دیا تھا جب اس نے دیکھا کہ ایک کوا دوسرے کوے کو قتل کر کے دفن کر رہا ہے تو اسکا دل نرم ہوا اور اپنے آپ سے کہنے لگا کہ اس کوے نے اپنے بھائی کو قتل کر کے دفن کیا ہے لیکن میں نے اپنے بھائی کو قتل کر کے ایسے ہی چھوڑ دیا ہے گویا کہ میں شفقت اور مہربانی میں اس کوے سے بھی کم ہوں پھر اس نے اپنے بھائی ہابیل کو مٹی کھود کر دفن کیا اور افسوس کے طور پر "يٰوَيْلَتٰى" کہا۔ (تفسیر کبیر) یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "الندم توبة" یعنی ندامت توبہ ہے پس جب قابیل نادمین میں سے ہوا تو گویا کہ تائبین میں سے ہوا تو اسکی توبہ کیوں قبول نہیں ہوئی۔ جواب: جب اس نے دفن کا طریقہ جانا تو لاش کو پیٹھ پر اٹھانے کی وجہ سے نادمین میں سے ہوا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ بھائی کے قتل سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو سکا اس قتل کے بعد والدین اور دیگر بہن بھائی کی ناراضگی بھی مول لی اس لئے وہ نادمین میں سے ہو گیا۔ اس لئے اس ندامت کو توبہ کا درجہ نہیں دیا جا سکتا ہے۔ (تفسیر کبیر)

فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا

پس چنانستی که زنده ساخت مردمانرا همه یکجا و هر آئنه آمدند به بنی اسرائیل پیغامبران ما

تو ایسا ہے کہ اس نے زندہ کیا تمام لوگوں کو اور بیشک تشریف لائے بنی اسرائیل کے پاس ہمارے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ ؗ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ

به نشانهای روشن باز بسیاری از ایشاں بعد ازیں در زمین

روشن نشانیوں کے ساتھ۔ پھر ان میں سے بہت زیادہ اسکے بعد زمین میں

لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

تجاوز کنندگانند جز ایں نیست که جزائے کسانیکه جنگ میکنند با خدا و رسول او

تجاوز کرنے والے ہیں [1] اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ بدلہ ان لوگوں کا جو جنگ کرتے ہیں اللہ اور اسکے رسول سے

وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ

و می شتابند در زمین بقصد فساد که کشته شوند یا بردار کرده شوند یا

اور دوڑتے ہیں زمین میں فساد کے ارادے سے کہ قتل کیئے جائیں یا سولی چڑھا دی جائے یا

تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ

بریده شوند دستها و پایهاے ایشاں از جانب مخالف یا دور کرده شوند از

کاٹ دیئے جائیں انکے ہاتھوں اور پیروں کو مخالف جانب سے یا دور کر دیئے جائیں

الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

وطن ایں رسوای است ایشانرا در دنیا و ایشانرا ست در آخرت

وطن سے۔ یہ رسوائی ہے انکے لئے دینا میں اور انکے لئے آخرت میں

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ

عذاب بزرگ مگر کسانیکه توبه کردند پیش از آنکه

بڑا عذاب ہے [2] مگر وہ لوگ جنہوں نے اس سے پہلے توبہ کی [3]

[1] اگر قاتل اور مقتول کا تعلق بنی اسرائیل سے ہوگا تو اس واقعہ اور وجوبِ قصاص کے درمیان مناسبت ظاہر ہے اور اگر قاتل اور مقتول حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد سے ہوں تو اسکے بیان کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح قابیل کو قتل کے بعد سوائے ندامت وحسرت اور نقصان کے کچھ نہ ملا ویسے بنی اسرائیل کو ندامت وحسرت اور نقصان کے سوا کچھ نہ ملیگا۔(غرائب القرآن)

[2] مروی ہے کہ عبدالملک بن مروان نے خط لکھ کر آیت اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے لکھ بھیجا کہ یہ آیت ان عرنی باشندوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مرتد ہوگئے اور چرواہے کو قتل کر کے اونٹ ہانک کر لے گئے۔(لباب النقول فی اسباب النزول) ابن سعد کا بیان ہے کہ آٹھ عُرَنی مردوں نے اسلام قبول کیا اور مدینے میں سکونت اختیار کرلی۔ لیکن انھیں اس شہر کی ہوا راس نہ آئی اور بیمار رہنے لگے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مدینے سے چھ میل دور قباء کے نواح میں بمقام ذی الجدر بھیج دیا جہاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں چرتی تھیں۔ کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد جب وہ صحت یاب ہو کر موٹے تازے ہوگئے تو انکی نیت میں فرق آ گیا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام چرواہے "یسار" کو نہایت بے دردی سے قتل کر دیا اور آپکی اونٹنیاں ہانک کر لے گئے۔ ان ظالموں نے حضرت یسار کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے اور انکی زبان اور آنکھوں میں کانٹے چبھوئے حتیٰ کہ آپ وفات پا گئے جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپ نے کرز بن جابر فہری کی امارت میں دس آدمیوں کا ایک دستہ انکے تعاقب میں بھیجا جو انھیں گرفتار کر کے مدینے لے آیا۔ اسوقت آپ مدینے سے باہر الغابہ میں زغابہ کے مقام پر تشریف رکھتے تھے اس لئے ان کو وہیں لے جایا گیا وہاں آپکے حکم سے انکے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور انکی آنکھوں میں سلائیاں پھیری گئیں جیسے کہ انھوں نے آپ کے چرواہے کو قتل کیا تھا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ واقعہ سن ٦ ہجری کا ہے۔ سہیلی کہتے ہیں کہ عرنیین کا مثلہ چرواہوں کے قصاص میں کیا تھا کہ انھوں نے آپ کی اونٹنیوں کے چرواہے کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے تھے اور انکی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی تھیں اور مزید اس پر یہ کہ اس وقت تک تحریمِ مثلہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔(حاشیہ لباب النقول) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص قتل کرے اور مال چھین لے تو امام کو تین امور میں سے کسی ایک کے فیصلے کا حق حاصل ہوگا (۱) فقط اسے قتل کرے (۲) قتل کرے اور قتل سے پہلے اسکے ہاتھ اور پاؤں کاٹے (۳) قتل کرے اور صلیب دے۔ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے قید کر لیا جائیگا اور اسکو اکثر اہل لغت نے اختیار کیا ہے۔ اس پر دلیل یہ دیتے ہیں کہ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ کے تحت جمیع ارض سے اسے نکالا جائیگا اور یہ بقائے حیات کے پیشِ نظر غیر جائز ہے' یا اسے ایک شہر سے دوسرے شہر کی جانب نکالا جائیگا اور یہ بھی غیر جائز ہے اس لئے کہ اس "نفی" سے غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کے شہر سے ہٹا دیا جائے اگر اسے دوسرے شہر کی جانب نکال دیا جائیگا تو وہ شخص وہاں جا کر مسلمانوں کو ستائیگا' یا پھر اسے دار کفر کی جانب نکال دیا جائیگا یہ بھی غیر جائز ہے اس لئے کہ مسلمانوں کو دار کفر کی جانب نکالنا گویا کہ اس پر ردت پیش کرنا ہے جب یہ تمام صورتیں باطل ہو گئیں تو محبوس کی صورت باقی رہ گئی اور یہی قول اما ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔(تفسیر کبیر) [3] امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ توبہ حاکم کی گرفتاری کے بعد کرے تو اس سے سزا ساقط نہ ہوگی اس لئے کہ اس پر قدرت کے بعد توبہ عقوبات کو ختم کرنے کیلئے ہوسکتی ہے اسی طرح باقی تمام حدود میں۔ بعض نے کہا ہے کہ اسوقت بھی اسکی توبہ قابلِ قبول ہوگی جسطرح تلوار کے سائے کے نیچے اظہارِ اسلام درست ہے۔(غرائب القرآن)

تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٣٤ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

دست یابید بر ایشاں پس بدانید کہ خدا آمر زندہ مہربان است اے

کہ تم ان پر قدرت پالو پس جان لو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اے

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا

مسلمانان بترسید از خدا و بطلبید قرب بسوئے او و جہاد کنید

مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اسکی جانب نزدیکی تلاش کرو اور جہاد کرو

فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٣٥ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ

در راہ او تا رستگار شوید ہر آئنہ کافران اگر

اسکی راہ میں تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ ۱ بیشک کافر اگر

اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ

باشد بدست ایشاں آنچہ در زمین و ہمراہ او مانند او مہیا برائے آنکہ عوض خود دہندہ آنرا

انکے ہاتھ میں ہو جو کچھ زمین میں ہے سب اور اسکے ساتھ اسکی مثل اپنے بدلے کیلئے اسے دیں

مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

از عذاب روز قیامت ہرگز قبول کردہ نشود از ایشاں و ایشانراست عذاب

قیامت کے روز کے عذاب سے (بچنے کیلئے) تو ہرگز ان سے قبول نہ کیا جائیگا بیشک انکے لئے

اَلِيْمٌ ۝٣٦ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ

درد دہندہ بخواہند کہ بیروں روند از دوزخ و نیستند بیروں رفتگان

تکلیف دینے والا عذاب ہے ۲ دوزخ سے باہر نکلنا چاہیں گے اور نہیں ہیں وہ سب باہر نکلنے والے

مِنْهَا ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝٣٧ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا

از دوزخ و ایشانرا ست عذاب دایم و مرد دزد و زن دزد ببرید

دوزخ سے اور انکے لئے باقی رہنے والا عذاب ہے ۳ مرد چور اور عورت چور ہو تو کاٹو

تفسیر اظہار العرفان

۱ جاننا چاہیئے کہ جمیع تکالیف دو قسموں پر منحصر ہیں۔ (۱) ترکِ منہیات: اسکی جانب اِتَّقُوا اللّٰهَ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ (۲) فعلِ مامورات: اسکی جانب وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ سے اشارہ کیا گیا ہے۔ جب ترکِ منہیات، فعلِ مامورات پر بالذات مقدم ہے تو اللہ تعالیٰ نے ذکر میں بھی اسے مقدم رکھا۔ واضح رہے کہ ظاہر افعال میں ترک اور فعل دونوں امر معتبر ہیں، اسی طرح اخلاق میں بھی یہ دونوں معتبر ہیں۔ اخلاقِ فاضلہ کا حصول جن امور کے کرنے سے حاصل ہوتے ہوں انکے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اخلاقِ ذمیمہ سے جن امور کو چھوڑ کر بچا جا سکتا ہو اسکو چھوڑنے کا حکم ہے۔ اسی طرح افکار میں بھی یہ دونوں معتبر ہیں کہ جن امور کی جانب تفکر کر کے توحید، نبوت اور معاد کے دلائل حاصل کئے جا سکتے ہوں ان میں غور و فکر کا حکم دیا گیا ہے اور جن امور سے ان دلائل میں شبہات ہو سکتے ہیں ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح مقامِ تجلی میں بھی یہ دونوں امور معتبر ہیں پس فعل اللہ تعالیٰ کی طرف مکمل رجوع کا نام ہے اور غیر اللہ کی جانب التفات چھوڑنے کا نام ترک ہے چونکہ جمیع مقامات میں نفی، اثبات پر مقدم ہے جیسے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اسی بناء پر اس آیت میں پہلے اِتَّقُوا اللّٰهَ [جو کہ بمنزلہ نفی ہے] فرمایا اور وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ [جو کہ بمنزلہ اثبات ہے] اسکے بعد ارشاد ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ بمعنی القربة الی الله "یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب قربت تلاش کرو" ہے۔ حضرت ابن زید فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر اس چیز کی محبت تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ کی محبت کی جانب لے جائے۔ (ابن جریر) الیه الوسیلة ای ما یقربکم الیه من طاعته یعنی جو اطاعت تمہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے اسے تلاش کرو۔ (جلالین) خواہ وہ اطاعت فرض ہو یا نفل جیسے حدیث شریف میں ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں پس جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو اسکے کان میری سماعت کا مظہر بن جاتی ہے، اسکی آنکھ میری بصارت کا مظہر ہو جاتے ہیں الخ پس اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے والے وسائل میں سے انبیائے کرام، اولیائے عظام کی محبت، صدقات، دوست و احباب کی زیارت، کثرتِ دعا، صلہ رحمی، کثرتِ ذکر وغیرہ بھی ہیں پس معنی یہ ہوگا کہ ہر ایک جو تمہیں اللہ کے قریب کر دے اسے لازم پکڑو اور جو اس سے دور کر دے اسے چھوڑ دو۔ جب آپ نے یہ جان لیا تو اب یہ واضح گمراہی اور خسران میں سے ہے کہ جو مسلمان اولیاء اللہ کی زیارت کیلئے جاتے ہیں انھیں یہ کہہ کر کافر کہہ دیا جائے کہ انکی زیارت غیر اللہ کی عبادت ہے بلکہ انکی زیارت اللہ تعالیٰ کی محبت ہی میں ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اِلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّةَ لَهٗ یعنی اسکا ایمان کامل نہیں ہے جسکے پاس اسکی محبت نہ ہو۔ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ۔ خاص کا عطف عام پر ہے یہ اس جانب اشارہ ہے کہ جہاد اعظم طاعات میں سے ہے۔ جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ جہادِ اصغر جیسے مشرکین سے قتال کرنا اور جہادِ اکبر جیسے اپنے نفس اور شیطان سے جہاد کرنا۔ مشرکین سے جہاد کرنا جہادِ اصغر اس لئے ہے کہ کبھی یہ مد مقابل ہوتا ہے اور کبھی یہ نہیں ہوتا ہے اگر میدانِ جہاد میں کافر قتل کر دے تو مسلمان شہید ہو جائیگا اور اگر مسلمان کافر کو مار ڈالے تو سعید ہو جائیگا۔ نفس سے جہاد کو اکبر اس لئے کہا گیا کہ نفس ہمیشہ مد مقابل رہتا ہے اور اگر نفس قتل کر ڈالے تو مسلمان اشقیاء ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نفس کے قتل سے سلامت میں رکھے۔ (صاوی) ۲ جب اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو جمیع خیرات اور ہر قسم کی سعادات کی جانب رہنمائی کی تو اب کافروں کے احوال کو بیان فرما رہا ہے کہ انکی زندگی کا مقصد صرف اور صرف دنیا ہی ہے عقبیٰ کی تیاری نہیں کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز کافرین سے کہا جائیگا کہ اگر تیرے لئے پوری زمین سونے سے بھر دی جائے تو کیا اسے تو فدیہ دیگا جواب ملیگا جی ہاں! کہا جائیگا اس سے بھی آسان صورت تجھے دنیا میں دی گئی لیکن تو اسے گنوا کر آیا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ یعنی جب وہ لوگ نکلنے کی تمنا کریں گے تو ان سے کہا جائیگا کہ اب تم یہاں سے نہیں نکل سکتے ہو۔ (تفسیر کبیر)

أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾

دست ایشانرا جزای آنچه بعمل آوردند عبرتی از طرف خدا و خدا غالب دانا ست

انکے ہاتھ، بدلہ ہے جو عمل انھوں نے کیا ہے، عبرت ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۱

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ

پس ہر کہ توبہ کرد بعد ستم خود و کار شایستہ بعمل آوردند ہر آئنہ خدا بر رحمت باز میگردد

پس جو کوئی توبہ کرے اپنے ظلم کے بعد اور اچھے عمل لائے تو بیشک اللہ رحمت سے رجوع فرماتا ہے

عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ

بروی ہر آئنہ خدا آمر زندہ مہربان است آیا نداستے کہ خدا برائے او را ست پادشاہی

اس پر۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۲ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ بیشک اللہ کیلئے ہے بادشاہت

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ

آسمانہا و زمین عذاب میکند ہر کرا خواہد و می آمرزد ہر کرا

آسمانوں اور زمین کی، عذاب کرتا ہے جسے چاہے اور معاف فرماتا ہے جسے

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا

خواہد و خدا بر ہمہ چیز توانا ست اے پیغمبر اندوہگین

چاہے اور اللہ تمام چیزوں پر قادر ہے۳ اے رسول! غمگین

يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا

نکند ترا کسانیکہ سعی میکنند در کفر از آنانکہ گفتند

نہ کریں تجھے وہ لوگ جو کفر میں دوڑتے ہیں ان لوگوں میں سے جنہوں نے کہا

اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ

بدہان خویش ایمان آوردیم و ایمان نیاورد است دل ایشاں و از قوم

اپنے منہ سے ہم ایمان لائے اور نہیں ایمان لائے انکے دل اور قوم

۱ حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک عورت نے چوری کی تو اسکا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا اس عورت نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ کی آیت فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ نازل فرمائی۔ (لباب القول فی اسباب النزول) اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت مجمل ہے اور اس پر چند دلائل پیش کرتے ہیں (۱) مال کے ایک مخصوص مقدار کے چرانے پر ہاتھ کاٹا جائیگا اور وہ مخصوص مقدار آیتِ کریمہ میں مذکور نہیں ہے (۲) اس آیت سے یہ ثابت ہے کہ چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائیگا لیکن یہ مذکور نہیں ہے کہ کونسا ہاتھ کاٹا جائیگا (۳) چور کا ہاتھ کہاں تک کاٹا جائیگا یہ بھی مذکور نہیں ہے لہذا ان وجوہات کی بناء پر یہ آیت مجمل کہلائے گی۔ (تفسیر کبیر) جمہور فقہائے کرام کے نزدیک قطع واجب نہیں ہے مگر دو شرط پر اول مقدار نصاب کے مطابق ہو دوم مال حفاظت میں ہو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مقدارِ نصاب دس دراہم ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "لا قطع الا فی ثمن المجن" یعنی ہاتھ کاٹنا نہیں ہے مگر مجن کی قیمت کی مقدار میں اور ظاہر ہے کہ مجن کی قیمت دس دراہم سے کم نہیں ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقدارِ نصاب ربعِ دینار ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "لا قطع الا فی ربع دینار" یعنی ہاتھ کاٹنا نہیں ہے مگر دینار کی چوتھائی میں۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ مقدارِ نصاب تین دراہم یا ربعِ دینار ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص پہلی مرتبہ چوری کریگا تو اسکا سیدھا ہاتھ کاٹا جائیگا، دوسری مرتبہ چوری کریگا تو اسکا الٹا پیر کاٹا جائیگا، تیسری مرتبہ چوری کریگا تو الٹا ہاتھ کاٹا جائیگا اور چوتھی مرتبہ میں سیدھا پیر کاٹا جائیگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیسری اور چوتھی مرتبہ میں ہاتھ یا پیر نہیں کاٹا جائیگا بلکہ اسے قید کیا جائیگا۔ (تفسیر کبیر) متکلمین اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ امت پر واجب ہے کہ اپنے لئے امام معین کرے تاکہ وہ زنا اور سرقہ کی حد قائم کرے۔ (غرائب القرآن) وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ یعنی اللہ تعالیٰ انتقام لینے میں زبردست ہے اور تکالیف وشرائع کے نفاذ میں حکیم ہے۔ حضرت اصمعی کہتے ہیں کہ میں سورہ مائدہ کی تلاوت کر رہا تھا اور میرے ساتھ ایک اعرابی بیٹھا تھا۔ جب میں نے یہی آیت تلاوت کی تو وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ کی بجائے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پڑھ دیا۔ اس اعرابی نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کس کا کلام ہے میں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس نے کہا کہ پھر پڑھیئے میں نے غلطی سے پھر وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پڑھ دیا اس اعرابی نے مجھے کہا کہ پھر پڑھیئے یہاں تک کہ میں اپنی غلطی پر متنبہ ہوگیا اور وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ تلاوت کی۔ میں نے اس اعرابی سے پوچھا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں تلاوت میں خطا کر رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے تو اسکے اختتام پر غفور رحیم کیسے آسکتا ہے۔ (تفسیر کبیر) ۲ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے توبہ طلب کرے اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتا ہے اگر یہ کہا جائے کہ "وَاَصْلَحَ" دلالت کرتا ہے کہ صرف توبہ غیر مقبول ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ واصلح دلالت کرتا ہے کہ توبہ نیک نیت سے ہو اور پختہ ارادہ ہو کہ آئندہ گناہ نہیں کریگا۔ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہاتھ کٹنے سے پہلے چور توبہ کرلے تو کیا حد اس سے ساقط ہو جائیگی؟ اسکے جواب میں بعض علمائے تابعین نے کہا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب ہے کہ حد اس سے ساقط نہ ہوگی بلکہ اس پر علی سبیل الامتحان قائم ہوگی۔ (تفسیر کبیر) ۳ اس آیت کریمہ میں تعذیب [عذاب دینا] مغفرت پر مقدم ہے کیونکہ سرقہ [چوری] کا ذکر توبہ سے پہلے ہے۔ (تفسیر کبیر)

هَادُوْاۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ

یہود نیز ایشاں شنوندگانند سخن دروغرا شنوند گانند برائے گروہی دیگر

یہود میں سے بھی یہ لوگ جھوٹ سننے والے ہیں دوسرے گروہ کیلئے سننے والے ہیں (جو)

لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ

کہ ہنوز پیش تو نیامدہ اند بتو تغیر میکنند کلمات را بعد از ثبوت آنہا در موضع خویش میگویند

ابھی آپ کے پاس نہیں آئے۔ کلمات کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں اسکے ثبوت کے بعد کہتے ہیں

اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ

اگر دادہ شوید ایں حکم محرف قبول کنید و اگر آنرا دادہ نشوید پس احتراز نمائید

اگر تمہیں یہ تبدیل شدہ حکم دیا جائے تو قبول کر لو اور اگر اسے نہ دیا جائے تو احتراز کرو

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ

و ہر کہ خدا ضلالت او ارادہ کرد است پس نتوانی برائے او از خدا چیزی از ہدایت

اور اللہ جسکی گمراہی کا ارادہ کرے پس نہیں دے سکتا ہے تو اسے اللہ (کی مرضی کے بغیر) کوئی ہدایت

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِى

ایشاں آنانند کہ نخواستہ است خدا کہ پاک کند دل ایشانرا ایشانرا در

یہی لوگ ہیں کہ نہ ارادہ کیا اللہ نے انکے دلوں کو پاک کرنے کا۔ انکے لئے

الدُّنْيَا خِزْىٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٤١﴾ سَمّٰعُوْنَ

دنیا رسوائی و ایشانرا ست. در آخرت عذاب بزرگ ایشاں شنوندگانند

دنیا میں رسوائی ہے اور انکے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ یہی لوگ سننے والے ہیں

لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ

سخن دروغ را خورند گانند حرام را پس اگر بیایند پیش تو حکم کن میاں ایشاں

جھوٹی بات، حرام کھانے والے ہیں پس اگر آئیں آپ کے پاس تو فیصلہ کریں انکے درمیان

ل احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت یہود کے دونوں کے بارے میں نازل فرمائی جن میں سے ایک نے دوسرے پر زمانہ جاہلیت میں غلبہ پالیا تھا اور ان میں ان شرائط پر صلح ہوئی تھی کہ اگر غالب فریق کا کوئی آدمی مغلوب فریق کے کسی فرد کو قتل کردے تو اسکی دیت پچاس وسق ہوگی اور اگر مغلوب فریق کسی فرد کو قتل کردے تو اسکی دیت سو وسق ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے تک وہ انہیں شرائط پر قائم رہے، حتیٰ کہ جب آپ کا زمانہ آگیا اور مغلوب فریق کے ایک شخص نے غالب فریق کے ایک آدمی کو قتل کردیا تو انھوں نے مغلوب فریق سے ایک سو وسق تاوان کا مطالبہ کیا لیکن انھوں نے جواب دیا کہ دو کنبوں کے درمیان جن کا دین ایک ہو، جن کی نسبت ایک ہو اور جنکا شہر بھی ایک ہو، یہ جائز ہے کہ ایک کا خون بہا دوسرے کے خون بہا سے نصف ہو؟ اب تک ہم تو تمہارے ظلم و جور کی وجہ سے دوہرا خون بہا دیتے رہے ہیں مگر اب جبکہ حضرت محمد ﷺ آگئے ہیں ہم تمہیں [دوہری دیت ہرگز] نہ دیں گے۔ قریب تھا کہ ان میں جنگ چھڑ جاتی لیکن وہ دونوں فریق رسول اللہ ﷺ کی فیصلے پر رضامند ہو گئے لیکن باوجود اسکے انھوں نے آپ کو ثالث مقرر کرنے سے پہلے چند منافقین کو آپ کے پاس بھیج دیا تاکہ فیصلہ سے پہلے ہی آپ کی رائے معلوم ہو جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) یہ منافقین غالب فریق نے بھیجے تھے جب دونوں فریق رسول اللہ ﷺ کی ثالثی پر رضامند ہوگئے تو غالب فریق کو یہ اندیشہ ہوا کہ آپ انکو دوہری دیت نہ دلائیں گے کیونکہ حقیقتاً وہ ظلم و جور ہی سے دوہری دیت وصول کرتے تھے اس لئے انھوں نے چند منافقین کو آپ کی خدمتِ اقدس میں بھیجا تاکہ آپ کی رائے معلوم ہو سکے اور اگر نبی کریم ﷺ کا فیصلہ انکے خلاف ہو تو وہ آپ کو ثالث ہی نہیں بنائیں گے۔ جب وہ منافقین آپ کے پاس اس مشن پر آئے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے آپ کو سب کچھ بتادیا۔ (روح المعانی) احمد اور مسلم وغیرہ نے حضرت براء بن عازب ﷺ سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ کے قریب سے ایک مجلود یہودی گذرا جس کا منہ کالا کیا ہوا تھا آپ نے یہودیوں کو بلا کر پوچھا کہ کیا تمہاری کتاب میں زانی کی یہی سزا ہے؟ انھوں نے جواب دیا ہاں: پھر آپ نے ان کے ایک عالم کو بلایا اور فرمایا کہ تمہیں اس خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی کیا تمہاری کتاب میں زانی کی یہی سزا ہے؟ اس نے جواب دیا خدا کی قسم نہیں: اگر آپ قسم دیکر نہ پوچھتے تو میں آپ کو صحیح بات نہیں بتاتا۔ دراصل ہماری کتاب میں زانی کی سزا رجم ہی ہے، لیکن جب ہمارے اشراف میں زنا عام ہوگیا تو ہم نے یہ طریقہ اختیار کرلیا کہ جب کوئی بڑا آدمی زنا کرتا تو ہم اسے چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی ادنیٰ آدمی زنا کرتا تو ہم اس پر حد جاری کرتے تھے۔ آخر میں ہم نے ایک اجتماع کیا تاکہ اعلیٰ اور ادنیٰ سب کیلئے کوئی قانون وضع کریں چنانچہ منہ کالا کرنے اور کوڑے مارنے پر ہمارا اتفاق ہوگیا اس پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے عہد کیا کہ اے اللہ! سب سے پہلے میں تیرے حکم کو دوبارہ رائج کرونگا سو آپ کے پاس جب کوئی فیصلہ آتا تو آپ رجم کا حکم فرماتے اور زانی کو سنگسار کیا جاتا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اللہ تعالیٰ نے بعض تکالیف و شرائع کو بیان فرمایا اسکے باوجود بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ کچھ لوگ کفر کی جانب دوڑ رہے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ لازم تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دیتا چنانچہ اس آیت کو نازل فرما کر تسلی دی گئی۔ جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ کے ذریعے متعدد مقام پر خطاب فرمایا ہے لیکن يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ کے ذریعے صرف دو مقام پر خطاب کیا گیا ہے ایک تو یہی مقام ہے اور دوسرا مقام يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ہے اس میں شک نہیں ہے کہ یہ خطاب تشریف اور تعظیم پر مشتمل ہے۔ (تفسیر کبیر)

اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ

یا اعراض کن از ایشاں و اگر اعراض کنی از ایشاں ہیچ زیاں نرسانند بتو

یا اعراض کریں ان سے اور اگر آپ ان سے اعراض کریں تو آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

و اگر حکم کنی پس حکم کن درمیان ایشاں بانصاف ہر آئنہ خدا دوست دارد

اور اگر آپ فیصلہ کریں تو فیصلہ کیجئے انکے درمیان انصاف سے بیشک اللہ دوست رکھتا ہے

الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ

عدل کنندگانرا و چگونہ حکم میکنند ترا و نزدیک ایشاں توریت است

انصاف کرنے والوں کو[1] اور کیسے فیصلہ چاہتے ہیں آپ سے حالانکہ انکے پاس توریت ہے

فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ

کہ دراں حکم خدا ست باز اعراض میکنند بعد ازیں و نیستند ایشاں

کہ جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اعراض کرتے ہیں اسکے بعد اور نہیں ہیں وہ سب

بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ

معتقدان ہر آئنہ ما فرود آوردیم توریت را در انجا ہدایت و روشنی است

اعتقاد رکھنے والے[2] بیشک ہم نے اتاری توریت اس میں ہدایت اور روشنی ہے اس سے انبیاء فیصلہ کرتے ہیں جنہوں

يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ

حکم میکنند باں پیغمبران کہ منقاد حکم الٰہی اند برائے یہود و حکم کنند خدا پرستان

نے حکم الٰہی کی اطاعت کی ان لوگوں کو جو یہودی تھے اور فیصلہ کرتے ہیں اللہ کو پوجنے والے

وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ

و احبار ایشاں ہمہ حکم میکروند بآنچہ حافظ آں گردانیدہ شدہ انداز کتاب خدا و بر آں

اور احبار یہ سب فیصلہ کرتے ہیں اس سے جسکے وہ سب محافظ بنائے گئے تھے اللہ کی کتاب سے اور ان پر

ع ٦ ٩ ١٠

[1] حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل فدک میں سے ایک شخص نے زنا کیا تو اہل فدک نے مدینے کے یہودیوں کو بھیجا کہ [زنا کی سزا کے بارے میں] محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو اگر وہ کوڑے لگانے کا حکم دیں تو مان لو اور اگر سنگسار کرنے کا حکم دیں تو رد کردو چنانچہ انھوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا اور مجرم کو سنگسار کر دیا گیا اس پر آیت فَاِنْ جَآءُوْكَ تا بَيْنَهُمْ نازل ہوئی۔(لباب النقول فی اسباب النزول) واضح رہے کہ زنا کے بارے میں یہودی آپ کو اس امید پر حکم بناتے تھے کہ شاید سزا میں تخفیف ہو جائے لیکن جب انکی توقع کے خلاف آپ صحیح فیصلہ فرماتے اور رجم کا حکم دیتے' جس سے وہ بچنا چاہتے تھے اور جسکا وہ پہلے ہی فیصلہ کر چکے ہوتے تھے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجم کا فیصلہ فرمائیں تو رد کر دو لیکن اسکے باوجود آپ کے فیصلے پر عمل بھی کرتے تھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ پیغمبرانہ جلال کا رعب ان پر ایسا طاری ہو جاتا تھا کہ وہ آپ کا حکم رد نہ کر سکتے تھے۔(حاشیہ لباب النقول) سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۔اسکی تین صورتیں ہیں (۱) حضرت حسن فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے حاکموں کے پاس وہ لوگ جو اپنے دعوی میں جھوٹے ہوتے رشوت لیکر آتے تھے اور حاکم رشوت لیکر باطل دعوی کرنے والے کے حق میں فیصلہ دیتا اور دوسرے فریق کی جانب التفات نہ کرتا تھا گویا کہ بنی اسرائیل کے حاکم جھوٹ سنتے تھے اور رشوت کے حرام مال کو کھاتے تھے (۲) بنی اسرائیل کے فقراء اغنیاء سے مال لیتے تھے تا کہ وہ سب یہودیت پر قائم رہیں اور اغنیاء سے جھوٹی بات سنتے تھے (۳) وہ سب توریت کی جانب جھوٹ منسوب کرتے تھے اور لوگوں کو سناتے تھے۔(تفسیر کبیر) [2] یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہود کے فیصلے پر تعجب ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! توریت کے علم کے باوجود یہ لوگ زنا کی حد میں اپنی مرضی سے کیسے فیصلہ کر رہے ہیں۔اس واقعہ کے بعد یہود کی جانب سے جہالت اور عناد ظاہر ہوئے۔پہلی صورت عناد کی یہ ہے کہ توریت سے فیصلہ نہ کرنا اس بات کی علامت ہے کہ انھیں اپنی کتاب کے حکم سے عناد ہے۔عناد کی دوسری صورت یہ ہے کہ جب یہ لوگ توریت کے فیصلے کو نہیں مانتے ہیں تو گویا کہ انکا اعتقاد ہے کہ اس کتاب میں باطل حکم ہے جو کہ عناد ہی کی ایک صورت ہے۔تیسری صورت یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے انحراف کیا تو اللہ تعالیٰ نے انکی جہالت اور عناد کو لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کر دیا تا کہ مسلمان انکی جہالت اور عناد سے واقف ہو جائیں۔احناف اس آیت سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ توریت کے احکام اور شرائع جب تک منسوخ نہ ہوں اسوقت تک ہمارے لئے بھی لازم عمل ہیں۔(تفسیر کبیر) ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ. ذالک اسم اشارہ کو اسکی جانب بھی کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا حکم توریت میں موجود ہے یہ لوگ اس سے انحراف کرتے ہیں اور اسم اشارہ کو تحکیم کی جانب بھی لوٹا سکتے ہیں۔اسوقت معنی یہ ہوگا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لوگ آپ کے فیصلے سے روگردانی کرتے ہیں۔ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۔اسکے چند مفہوم ہیں۔(۱) یہ لوگ حقیقت میں توریت پر ایمان لانے والے نہیں ہیں لیکن لوگوں کو دھوکا دینے کیلئے اپنا ایمان ظاہر کرتے ہیں۔(۲) یہ جملہ اخبار ہے یعنی اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ یہ لوگ کبھی بھی ایمان نہیں لائیں گے۔(۳) یہ لوگ اگرچہ آپ سے فیصلہ طلب کریں لیکن اس فیصلے کو مانیں گے نہیں اور نا ہی اس پر اعتقاد رکھیں گے۔(تفسیر کبیر)

شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا

گواه بودند پس گفتیم مترسید از مردمان و بترسید از من و خرید مکنید

گواه پس ہم نے فرمایا مت ڈرو لوگوں سے اور ڈرو مجھ سے اور مت خریدو

بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ

بآیتہای من بہای اندک و ہر کہ حکم نکند بآنچہ خدا فرو فرستاد است پس ایشاں

میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت اور جو فیصلہ نہ کرے اس سے جسے اللہ نے اتارا ہے پس وہ

هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ

نا معتقدان اند و لازم ساختیم بر یہود در توریت کہ شخص عوض شخص است

لوگ اعتقاد رکھنے والے نہیں ہیں ۱ اور ہم نے لازم کیا یہود پر توریت میں کہ شخص کے عوض شخص ہے

وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ

و چشم عوض چشم است و بنی عوض بنی است و گوش عوض گوش است

اور آنکھ کے عوض آنکھ ہے اور ناک کے عوض ناک ہے اور کان کے عوض کان ہے

وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ

و دندان عوض دندان است و حکم زخمہا اعتبار مماثلہ ست پس ہر کہ عفو کند آں زخم

اور دانت کے عوض دانت ہے اور زخموں کا فیصلہ مماثلت کے اعتبار سے ہے پس جو کوئی اس زخم کا عوض معاف کردے

بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

پس ایں کفارت است ویرا و ہر کہ حکم نکند بآنچہ خدا فرستاد است پس ایشانند

تو یہ کفارہ ہے اسکے لئے اور جو فیصلہ نہ کرے اس سے جسے اللہ نے اتارا ہے پس یہی لوگ

الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا

ستمگاران و از پس فرستادیم بر پی ایں پیغمبران عیسیٰ پسر مریم را باور دارندہ

ظلم کرنے والے ہیں ۲ اور اسکے بعد ہم نے بھیجا ان رسولوں کے نشان پر عیسیٰ ابن مریم کو اسکی تصدیق کرنے والا

تفسیر اظہار العرفان

۱ ھُدًی سے مراد احکام اور شرائع کا بیان ہے اور نور سے مراد توحید نبوت اور معاد ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ ھدی سے مراد وہ فیصلہ ہے جسکے بارے میں وہ لوگ آپ کے پاس فتوی طلب کرنے آئے تھے اور نور سے مراد یہ ہے کہ اس نبی کا حکم حق ہے جو نور کی طرح روشن ہے۔ بعض نے کہا کہ ھدی سے مراد یہ ہے کہ توریت میں حق کی جانب جانے کیلئے ہدایت موجود ہے اور ایسی بات بھی موجود ہے جس سے انسان عدل وانصاف کرسکتا ہے اور نور سے مراد یہ ہے کہ جو احکام بیان کئے گئے ہیں اس پر عمل کرنا روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ (غرائب القرآن) یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جب ہر نبی مسلمان ہوتے ہیں تو پھر اَلنَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا سے کیا فائدہ ہے؟ اسکا جواب کئی طریقے سے دیا گیا ہے (۱) اسلموا سے مراد انقادوا ہے یعنی وہ نبی جو صاحبِ شریعت نہ تھے انھوں نے بھی توریت کے احکام کی پیروی کی۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک وہ لوگ توریت کے احکام کی پیروی کرتے رہے (۲) حضرت حسن اور زہری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں جنہوں نے توریت کے مطابق ان کے لئے رجم کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت محمد ﷺ کیلئے تعظیم کے طور پر نبی کے بجائے انبیاء کا لفظ آیا ہے کیونکہ آپ میں تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے خصائل موجود ہیں۔ (۳) ابن الانباری کہتے ہیں کہ یہ جملہ یہود ونصاری کیلئے رد ہے اس لئے کہ انکے بعض کہتے تھے کہ کل انبیاء یہود ونصاری تھے پس اللہ تعالیٰ نے انکے جواب میں فرمایا کہ تمام انبیاء مسلمان تھے یعنی انبیائے کرام علیہم السلام یہودیت یا نصرانیت سے موصوف نہ تھے بلکہ سب کے سب مسلمان تھے۔ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ ۔ جاننا چاہیئے کہ قوم کی جانب سے تحریف کا اقدام دو وجہوں میں سے کسی ایک وجہ سے ہوگا (۱) خوف کی وجہ سے: اگر تحریف اس بناء پر ہے تو اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ میرے علاوہ کسی اور سے نہ ڈرو۔ جب تمہارے اندر یہ بات آجائیگی تو تم خود بخود تحریف کے اقدام سے اپنے آپ کو بچالو گے (۲) طمع اور رغبت کی وجہ سے: اگر تحریف کا عمل اس بناء ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے ارشاد فرمایا وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا یعنی میری آیات کو تھوڑی قیمت کے عوض نہ بیچو اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا کے سارے مال ومتاع قلیل ہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے تحریف کے دونوں دروازے بند فرمادیئے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۔ خوارج کہتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کررہی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے وہ کافر ہے۔ خوارج کے اس قول کا کئی طریقے سے جواب دیا گیا ہے۔ ان میں سے حضرت عکرمہ کا قول زیادہ پسندیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں "لَمْ يَحْكُمْ" سے مراد یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے فرمان کو اپنے دل سے برا جانے اور زبان سے اسکا انکار کرے تو ایسا شخص کافر ہے اور اس آیت کا مفہوم بھی یہی کچھ ہے۔ (تفسیر کبیر) ۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں كَتَبْنَا بمعنی فرضنا ہے یعنی ہم نے توریت میں ان پر یہ حکم فرض کیا ہے کہ جان کے بدلے جان ہے۔ آپ ہی سے مروی ہے کہ وہ لوگ عورت کے بدلے مرد کو قتل نہیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اسی طرح انسانی اطراف یعنی کان، ناک، آنکھ وغیرہ کا حکم ہے۔ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ. "لہ" کی ضمیر عافی [معاف کرنے والے] کی طرف راجع ہے یا معفو عنہ کی جانب راجع ہے۔ اول صورت میں معنی یہ ہوگا کہ مجروح یا مقتول کا ولی جب معاف کردے تو وہ معافی عافی کیلئے کفارہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے جسم سے کچھ صدقہ دے تو اللہ تعالیٰ اسکی مقدار میں اسکے گناہوں کو معاف فرمادیگا۔ یہ قول اکثر مفسرین کرام کا ہے۔ دوسری صورت میں معنی یہ ہوگا کہ مجنی علیہ جب جانی [خطا کرنے والے کو] معاف کردے تو یہ معافی اسکے لئے کفارہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

لِمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ ۪ وَ اٰتَیۡنٰہُ الۡاِنۡجِیۡلَ فِیۡہِ

آنچہ پیش ازوی بود کہ توریت ست و دادیمش انجیل در وی

جو ان سے پہلے تھی توریت میں سے اور ہم نے انھیں انجیل دی اس میں

ہُدًی وَّ نُوۡرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ

ہدایت و روشنی است و باور دارندہ آنچہ پیش ازوی بود کہ توریت باشد

ہدایت اور روشنی ہے اور اسکی تصدیق کرنے والی جو ان سے پہلے تھی توریت میں سے

وَ ہُدًی وَّ مَوۡعِظَۃً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿٤٦﴾ وَلۡیَحۡکُمۡ اَہۡلُ الۡاِنۡجِیۡلِ

و ہدایت و پند متقیانرا و فرمودیم باید کہ حکم کند اہل انجیل

اور ہدایت ونصیحت پرہیزگاروں کیلئے [1] اور ہم نے فرمایا چاہئے کہ اہل انجیل فیصلہ کریں

بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فِیۡہِ ؕ وَ مَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ

بآنچہ فرو فرستاد است خدا دروی و ہر کہ حکم نہ کند بآنچہ فرو فرستادہ است خدا پس

اس سے جو اللہ نے اتارا ہے اس میں اور جو فیصلہ نہ کرے اس سے جسے اللہ نے اتارا ہے تو

ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿٤٧﴾ وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا

ایشانند بدکاران و فرو فرستادیم بسوے تو کتاب را براستی باور دارندہ

وہی لوگ فسق کرنے والے ہیں [2] اور ہم نے اتاری آپ کی جانب کتاب حق کے ساتھ تصدیق کرنے والی

لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ مُہَیۡمِنًا عَلَیۡہِ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَہُمۡ

آنچہ پیش ویست از کتاب و نگہبان بروی پس حکم کن درمیان ایشان

اسکی کتاب کی جو ان سے پہلے تھی اور اس پر نگہبان پس فیصلہ کیجئے ان کے درمیان اس سے جسے اللہ نے اتارا ہے اور

بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَ لَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الۡحَقِّ ؕ

بآنچہ فرود آورد است خدا وپیروی مکن خواہش ایشانرا اعراض کناں از آمد بتو حکم الہی

پیروی نہ کر انکے خواہش کی اعراض کرتے ہوئے اس سے جو اللہ کا حکم آپکے پاس آیا ہے [3]

تفسیر اظہار العرفان

[1] جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں انجیل کے پانچ اوصاف بیان فرمائے ہیں (۱) ھدی: اس سے مراد یہ ہے کہ انجیل توحید' تنزیہ' نبوت' معاد وغیرہ کے دلائل پر مشتمل ہے (۲) نور: اس سے مراد یہ ہے کہ انجیل مقدس میں احکامِ شرعیہ کا بیان اور تکالیف کی تفصیل واضح انداز میں موجود ہے (۳) مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ: یہ ممکن ہے کہ انجیل حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی تصدیق کرتی ہے (۴) ھدی: دوسری مرتبہ ہدایت سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بشارت پر مشتمل ہے اور آپ کا تشریف لانا اھتداء کا سبب ہے (۵) موعظۃ: انجیل مقدس چونکہ نصائح' مواعظ' زواجر بلیغہ پر مشتمل ہے اس لئے اسے موعظہ کہا گیا ہے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ ایک ہی آیت میں دو مرتبہ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ آیا ہے ان دونوں میں کیونکر مطابقت ہو گی؟ جواب: اول جگہ مصدق سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسری جگہ مصدق سے مراد انجیل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام توریت کی تصدیق فرمانے والے ہیں۔ یہاں یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک نئی شریعت اور نئی کتاب لیکر آئے جو شریعتِ موسیٰ سے جدا تھی تو پھر آپکا تصدیق فرمانا کیا معنی رکھتا ہے؟ جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق سے مراد یہ ہے کہ آپ نے یہ اقرار کیا کہ توریت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے اور اسکے احکام منسوخ ہونے سے پہلے واجب العمل تھے۔ (تفسیر کبیر)

[2] مفسرین کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ یکے بعد دیگر تین مرتبہ آنے والی صفات یعنی "اَلۡکَافِرُوۡنَ اَلظّٰلِمُوۡنَ اور اَلۡفَاسِقُوۡنَ" ایک ہی شخص کی صفت ہے یا متعدد شخص کی۔ قفال کہتے ہیں کہ یہ ایک ہی شخص کی صفات ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وہ نیکو کار ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وہ متقی ہے۔ جس طرح مؤمن' نیکوکار اور متقی ایک ہی شخص کی صفت واقع ہیں بس اسی طرح کافرون' ظالمون اور فاسقون کا موصوف بھی ایک ہی ہے۔ دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ "الکافرون" سے مراد احکامِ شرع کے منکرین ہیں اور ثانی وثالث یعنی "الظالمون اور الفاسقون" سے مراد تارکِ احکامِ شرع ہیں۔ حضرت اصم کہتے ہیں کہ اول اور ثانی سے مراد یہود ہیں اور ثالث سے مراد نصاریٰ ہیں۔ (تفسیر کبیر) [3] یہ خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے کیونکہ اَنۡزَلۡنَا اِلَیۡکَ الۡکِتَابَ بِالۡحَقِّ سے مراد قرآن ہے جو کہ آپ پر نازل کیا گیا اور مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ مِنَ الۡکِتَابِ سے مراد ہر آسمانی کتاب ہے۔ مھیمن کے بارے میں دو اقوال ہیں (۱) مھیمن بمعنی محافظ چنانچہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہے۔ ان الکتاب مھیمن لنبینا * والحق یعرفہ ذو والالباب۔ یعنی کتاب ہمارے نبی ﷺ کیلئے محافظ ہے اور صاحبِ عقل حق کو خوب پہچانتے ہیں (۲) مھیمن اصل میں مؤامن تھا ہمزہ کو ھا سے بدل دیا اور ثانی ہمزہ کو یاء سے بدل دیا تو مھیمن ہو گیا۔ اس میں شک نہیں ہے کہ یہ کتاب تحریف اور تبدیل سے پاک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوۡنَ یعنی ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرینگے۔ اسی طرح قرآن نے توریت' انجیل اور زبور کے بارے میں گواہی دی کہ یہ سب کتبِ سماوی ہیں۔ مروی ہے کہ یہود کی ایک جماعت نے کہا کہ آؤ ہم سب محمد ﷺ کی طرف چلیں تا کہ ہم انھیں انکے دین کے بارے میں فتنہ میں ڈالیں۔ اس ارادے سے وہ سب آپکے پاس آئے اور کہا اے محمد (ﷺ)! تحقیق آپکو معلوم ہے کہ ہم یہود کے احبار اور انکے اشراف میں سے ہیں اگر ہم آپکی پیروی کرلیں تو پوری قوم آپکی پیروی کریگی لیکن ہمارے اور آپکے درمیان ایک جھگڑا ہے اسکے فیصلے کیلئے ہم آپکے پاس آئے ہیں آپ اسکا فیصلہ کیجئے ہم آپ پر ایمان لائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر کبیر)

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ

براے ہر گروہی از شما مقرر ساختہ ایم شریعتی و راہی و اگر خواستی خدا

تم میں سے ہر گروہ کیلئے ہم نے ایک شریعت بنائی اور ایک راہ اور اگر اللہ چاہتا

لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا

گردانیدے شما را یک امت ولیکن خواست کہ بیاز ماید شما را در آنچہ بشما دادت پس شتیابی کنید بسوے

تو تم سب کو ایک امت بنادیتا اور لیکن چاہا کہ تمہیں آزمائے اس میں جو تمہیں دیا پس جلدی کرو

الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

خیرات بسوے خدا رجوع شما ست ہمہ یکجا پس خبر خواہد کرد شما را بآنچہ

بھلائی کی جانب' اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے پس خبر دیگا تمہیں اسکی جس میں تم سب اختلاف کرتے تھے اور

فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۴۸ۙ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا

دراں اختلاف میکردید و فرمودیم کہ حکم کن میان ایشاں بآنچہ فرود آورد است خدا ومکن

ہم نے فرمایا کہ فیصلہ کرو انکے درمیان اس سے جسے اللہ نے اتارا ہے اور نہ ہو جاؤ

تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ

پیروی خواہش ایشانرا و بترس از ایشاں از آنکہ گمراہ کنند ترا از بعض

پیروی کرنے والا انکی خواہش کی اور ان سے بچو کہیں گمراہ نہ کر دے تجھے بعض سے

مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ

آنچہ فرود فرستاد است خدا بسوے تو پس اگر اعراض کنند پس بدانکہ میخواہد خدا

جسے اللہ نے اتارا ہے آپکی جانب پس اگر وہ سب اعراض کریں تو تُو جان کہ اللہ چاہتا ہے

اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ

کہ عذاب کند ایشانرا بسبب بعض گناہان ایشاں و ہر آئنہ بسیاری از مردمان

کہ انہیں عذاب کرے انکے بعض گناہوں کے سبب اور بیشک لوگوں میں سے بہت سے ؏

تفسیر اظہار العرفان

ا لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۔لفظِ شرعة کے مادہ اشتقاق میں دو وجوہ ہیں (۱) شرع بمعنی بین اور واضح ۔ابن سکیت کہتے ہیں کہ لفظِ شرع مصدر ہے جیسے کہا جاتا ہے شرعت الاھاب اذا شققتہ چمڑے کو واضح کیا جب اس میں شگاف کیا (۲) شرع ماخوذ ہے شروع سے ۔منہاج بمعنی طریق واضح ۔کہا جاتا ہے کہ نھجت لک الطریق میں نے تمہارے لئے واضح راستہ کیا۔اس ٹکڑے سے اکثر علماء دلیل قائم کرتے ہیں کہ جو شریعت ہم سے قبل تھی وہ ہم پر لازم نہیں ہے۔اس لئے کہ ہر ایک کیلئے ایک شریعت اور ایک راستہ ہے۔اس میں خطاب امم ثلاثہ سے ہے یعنی امت موسیٰ' امت عیسیٰ اور امت محمد ﷺ ۔اس لئے کہ ان ہی تینوں کا ذکر آیات سابقہ میں تھا پھر اس ٹکڑے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توریت کیلئے ایک شریعت ہے' انجیل کیلئے ایک شریعت ہے اور قرآن کیلئے ایک الگ شریعت ہے۔بعض علمائے مفسرین کہتے ہیں کہ شرعة اور منہاج دونوں ایک ہی معنی سے عبارت ہے اور تکریر تاکید کیلئے ہے ان دونوں سے مراد دین ہے۔دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں فرق ہے پس شرعة مطلق شریعت سے عبارت ہے اور طریقت مکارم شریعت سے عبارت ہے اور منہاج سے یہی مراد ہے۔پس شریعت اول ہے اور طریقت آخر ہے۔مبرد کہتے ہیں کہ شریعت ابتدائے طریقت ہے اور طریقت دائمی راستہ کا نام ہے۔ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ الخ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے مختلف شریعتیں اس لئے بنائیں تا کہ انہیں آزمایا جائے کہ ان میں سے کون اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کام کرتا ہے اور کون شکوک وشبہات میں پڑتا ہے۔اسی وجہ سے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ یعنی بھلائی کے کاموں میں جلدی کرو۔(تفسیر کبیر) ۲ یعنی آپ کی جانب جو اتارا گیا ہے آپ انکی روشنی میں فیصلہ کیجئے۔بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت تخییر [دو کاموں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے] کیلئے ناسخ ہے۔ارشاد ہے فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ پس آپ انکے درمیان فیصلہ کیجئے یا ان سے اعراض کیجئے۔اس سے پہلی والی آیت میں تحکیم [فیصلہ] کا حکم دینے کے بعد اب دوبارہ اسکا حکم دیا جارہا ہے یہ تکرار یا تو تاکید کیلئے ہے یا یہ بتانے کیلئے کہ ان دونوں کا حکم ایک ہی ہے اس لئے کہ ان لوگوں نے زنا کا مسئلہ دریافت کیا تھا۔ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ الخ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہود یہ چاہتے تھے کہ آپ کو اپنی خواہشات کے تابع بنائیں پس جو کوئی حق سے پھرے گا اور باطل کی جانب متوجہ ہوگا وہ فتنہ میں پڑیگا۔اس لئے ارشاد ہے وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ اور بیشک قریب تھا کہ وہ سب تمہیں فتنہ میں ڈال دیتے۔اس جگہ کلام میں فتنہ کا لفظ حق سے پھر جانے اور باطل سے مل جانے کو کہا گیا ہے۔نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے اَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا یعنی میں تجھ سے حیات کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں پھر ارشاد ہے فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ الخ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بعض گناہوں کے بدلے دنیا میں بھی آزمائیگا اور انہیں قتل وجلاوطنی سے عذاب دیگا۔اس آیت میں بعض گناہوں کا ذکر ہے اس لئے کہ وہ لوگ دنیا میں بعض گناہ کے مقر [اقرار کرنے والے] تھے اس لئے انکے حق میں بعض گناہ کی سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔یہ آیت کریمہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر ایک کام اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہے۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لوگ کفر اور سرکشی میں بہت آگے نکل چکے ہیں۔(تفسیر کبیر)

لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ

بدکارانند ایا حکم جاہلیت میخواہند و کیست خوبتر

بدکار ہیں کیا جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور کون ہے زیادہ اچھا

مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

از خدا باعتبار حکم برائے قومیکہ یقین دارند اے مومنان

اللہ سے حکم کے اعتبار سے اس قوم کیلئے جو یقین رکھتی ہے ۱ اے مومنو!

ع ۷ / ۷ / ۱۱

لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ

دوست مگیرید یہود و نصاری را بعض ایشاں دوست

دوست مت بناؤ یہود اور نصاری کو انکا بعض دوست ہے

بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى

بعض اند و ہر کہ از شما دوست دارد ایشانرا پس ہر آئنہ او از جملہ ایشاں است ہر آئنہ خدا راہ نمی نماید

بعض کا اور جو کوئی تم میں سے دوست رکھے ان لوگوں کو پس بیشک وہ ان ہی میں سے ہے بیشک اللہ راہ نہیں دکھاتا ہے

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

گروہ ستمگاران را می بینی کسیرا کہ در دل ایشاں بیماری است

ظلم کرنے والے گروہ کو ۲ تو دیکھے گا ان لوگوں کو جسکے دل میں بیماری ہے

يُسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ

سعی میکنند در دوستی یہود و نصاری میگویند می ترسیم از آنکہ برسد ما را مصیبتی

کوشش کرتے ہیں یہود و نصاری کی دوستی میں، کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں اس سے جو مصیبت ہمیں پہنچے

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا

پس نزدیک است کہ خدا بیارد فتح یا چیزی دیگر را از نزدیک خود پس پشیمان بشوند

پس قریب ہے کہ اللہ فتح لائے یا دوسری چیز اپنی طرف سے پس پشیمان ہو جائیں گے

۱ یعنی وہ حکم جو انکی خواہشات کے مطابق ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت بنی قریظہ اور نضیر کے بارے میں نازل ہوئی۔ جب ان دونوں نے آپ سے فیصلہ میں زمانہ جاہلیت کا فیصلہ طلب کیا۔ (بیضاوی)

۲ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بنو قینقاع نے جنگ کی تو عبداللہ بن ابی بن سلول ان کے آڑے آ گیا اور انکی حفاظت کیلئے اٹھ کھڑا ہوا لیکن حضرت عبادہ بن صامت [جسکا عبداللہ بن ابی کی طرف پیمان حلف تھا] اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر یہ عہد و پیمان توڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالی میں پہنچ گیا اور کفار کی دوستی سے کنارہ کش ہو کر اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ جوڑ لیا۔ راوی کا قول ہے کہ یہ آیت عبادہ بن صامت اور عبداللہ بن ابی کے قصہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) قصہ یہ ہے کہ جنگِ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے قبیلہ بنی قینقاع کو، جو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا حلیف تھا جمع کر کے فرمایا کہ اے گروہِ یہود! پیشتر اسکے کہ تمہارا حشر بھی قریش کا سا ہو اسلام قبول کر لو۔ یہ بات آپ نے اس لئے فرمائی کہ انکا سب سے حلیفانہ معاہدہ تھا لیکن جب جنگِ بدر میں آپکو فتح حاصل ہوئی تو مارے حسد کے معاہدہ توڑ دیا اور کھلے بندوں مخالفت پر اتر آئے۔ دراصل انکا بڑا گروہ تو عبداللہ بن ابی کا تھا جسکے زمانہ جاہلیت سے انکے ساتھ حلیفانہ مراسم چلے آ رہے تھے اور جس نے در پردہ انھیں اپنی اعانت کا وعدہ دے رکھا تھا۔ اس لئے جب آپ نے انھیں بلا کر فرمایا کہ قریش کے انجام سے عبرت حاصل کرو اور اسلام میں داخل ہو جاؤ جب تم جانتے بھی ہو کہ میں نبی مرسل ہوں تو انھوں نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش کے چند ناتجربہ کار آدمیوں پر غلبہ پا لینے سے اتراؤ نہیں، جب ہم سے سابقہ پڑیگا تو جان لوگے کہ آپکو کس قوم سے پالا پڑا ہے اور مردانِ میدان کیسے ہوتے ہیں۔ اسی زمانے میں ایک عرب عورت کچھ سامانِ تجارت مدینے لائی اور اسے فروخت کرنے کیلئے بنی قینقاع کے بازار میں ایک یہودی سنار کے دکان کے سامنے بیٹھ گئی۔ لفنگے یہودی نے شرارتاً اس عورت سے کہا کہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹاؤ لیکن اس شریف زادی نے انکار کر دیا۔ یہودی تو شرارت پر تلے ہوئے تھے، سنار نے اٹھ کر اس عورت کے لباس کا ایک پلو اسکی پیٹھ سے باندھ دیا۔ جب وہ فارغ ہو کر اٹھی تو برہنہ ہو گئی اور یہ اوباش یہودی اس شریف زادی کی بے حرمتی پر خوب ہنسے اور اسکا مذاق اڑایا۔ اس بے عزتی پر اس بیچاری نے چیخ چیخ کر دہائی دی اور ظلم کی دادرسی کیلئے فریاد کی۔ حتی کہ ایک غیرتمند مسلمان نے آگے بڑھ کر اس یہودی سنار کو قتل کر دیا جو اس شرارت کا بڑا مجرم تھا۔ اس پر یہودیوں نے اس متقی اور غیرتمند مسلمان کو گھیر کر شہید کر دیا۔ یہ کوئی اتفاقی واقعہ نہ تھا بلکہ غیض و غضب کی آگ پہلے ہی سے بھڑک رہی تھی اور یہودی برملا کہتے پھرتے تھے جب ہمارے ساتھ لڑنے کی نوبت آئیگی تو مسلمانوں کو معلوم ہو جائیگا کہ ہم کس قدر دلیر اور جنگجو قوم ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کے سر اٹھانے سے پہلے ہی بنی قینقاع کا محاصرہ کر لیا ابھی محاصرہ کے پندرہ روز ہی گذرے تھے کہ انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے، لیکن عبداللہ بن ابی بن سلول جو انتہائی منافق اور بے ایمان تھا انکی مدد کیلئے اٹھ کھڑا ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے موالی پر احسان فرمائیے۔ آپ نے تامل فرمایا لیکن عبداللہ بن ابی برابر اصرار کرتا رہا حتی کہ یہ تک کہہ دیا کہ تین سو زرہ پوش اور چار سو بے زرہ یہودی نوجوانوں نے آج کالے اور گورے دشمنوں سے ہماری حفاظت کی ہے اور آپ ایک ہی جھٹکے میں ان سب کا صفایا کرنا چاہتے ہیں؟ خدا کی قسم! میں زمانے کے الٹ پھیر سے ڈرتا ہوں۔ الغرض عبداللہ بن ابی کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے آپ نے مصلحتاً یہود کو اسکے حوالے کر دیا۔ عبداللہ بن ابی کی طرح عبادہ بن صامت کا بھی یہود کے قبیلہ بنی قینقاع سے حلیفانہ عہد و پیمان تھا لیکن ابن ابی کے برعکس عبادہ کفار کی دوستی کو لات مار کر اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سائے تلے آ گئے اور دین و دنیا کی سعادت حاصل کی۔ (حاشیہ لباب النقول)

عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ ﴿٥٢﴾ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ

بر آنچہ پنہاں داشتند در دل خویش و گویند

اس پر جو ان لوگوں نے اپنے دل میں چھپا رکھا ہے ١ اور کہتے ہیں

اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ

مومنان آیا ایشاں اند آنانکہ قسم خورند بخدا سخترین سوگندہائے خویش کہ البتہ ایشاں

مؤمنین، کیا یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے مذاق میں اللہ کی قسم کھائی کہ ضرور وہ سب

لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿٥٣﴾ یٰٓاَیُّهَا

ہمراہ شما اند امروز نا بود شد عملہای ایشاں پس گشتند زیانکار اے

تمہارے ساتھ ہیں آج کے روز ضائع ہوئے انکے اعمال پس نقصان اٹھانے والے ہو گئے ٢ اے

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ

مومناں ہر کہ از شما بر گردد از دین خود پس خواہد

مومنو! جو کوئی تم میں سے پھر جائے اپنے دین سے پس عنقریب

یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ

آورد خدا گروہی را کہ دوست میدارد ایشانرا و ایشاں دوست میدارند او را متواضع اند بر مومنان

اللہ ایک (ایسے) گروہ کو لائیگا جسے وہ دوست رکھے گا اور وہ سب اسے دوست رکھیں گے مؤمنین پر بہت نرم

اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

درشت طبع اند بر کافران جہاد میکنند در راہ خدا

کافروں پر بہت سخت جہاد کرتے ہیں اللہ کی راہ میں

وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ

و نمی ترسند از ملامت ملامت کنندہ ایں بخشایش خدا ست میدہد آنرا

اور نہیں ڈرتے ہیں ملامت کرنے والے کی ملامت سے۔ یہ اللہ کی بخشائش ہے اسے دیتا ہے ٣

تفسیر اظہار العرفان

١ یعنی عبداللہ بن ابی بن سلول اور اسکے ساتھی یہود اور نصاریٰ سے دوستی کرنے کیلئے دوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حوادثِ زمانہ سے ڈرتے ہیں اس لئے ان سے دوستی رکھتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

٢ مؤمنین نے علیٰ سبیل التوبیخ یہود سے کہا کہ کیا یہ لوگ ہیں؟ جو حضرت محمد ﷺ کی معاونت کے بارے میں جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔ (القرطبی)

٣ اس میں اختلاف ہے کہ "فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ" سے کون لوگ مراد ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپکے اصحاب ہیں جنہوں نے اہلِ ردت اور مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا اور وہ اس طرح کہ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو عامۃ العرب مرتد ہو گئے سوائے اہل مکہ، اہل مدینہ اور بحرین میں عبدالقیس کے۔ ان میں سے بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کا ارادہ کیا تو اصحاب نبی ﷺ نے اسے ناپسند کیا یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کرینگے حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ سب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہیں۔ پس جس نے کہہ دیا تو اس نے اپنی جان اور مال کو مجھ سے بچا لیا مگر اسکا حق اور اسکا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں ان سے قتال کرونگا اس لئے کہ زکوٰۃ حق المال ہے اور اللہ کی قسم جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بکری کا ایک بچہ بھی دیتے ہوں اور اب دینے سے انکار کریں تو میں انکے خلاف جہاد کرونگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کو ناپسند کیا اور انھوں نے کہا کہ یہ اہلِ قبلہ ہیں پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی گردن میں تلوار لٹکائی اور تنہا انکے خلاف جہاد کیلئے نکل پڑے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مانعین زکوٰۃ کے خلاف قتال کو ہم لوگوں نے اولاً ناپسند کیا پھر بعد میں ہم سب نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی۔ حضرت ابوبکر بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے ابوحفص سے سنا ہے کہ نبیوں کے بعد پیدا ہونے والا کوئی بچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہوگا۔ آپ نبی ﷺ کے بعد اہل ردت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں تین فرقوں نے ارتداد کیا۔ (١) قبیلہ مذحج اسکا رئیس ذوالاحمار عبہلہ بن کعب بن العنسی تھا، اسکا لقب اسود تھا۔ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اللہ کے رسول ﷺ نے ایک وفد بھیج کر اسے اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ انکار کرنے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے چنانچہ اس لعین کو فیروز دیلمی نے واصلِ نار کیا (٢) قبیلہ بنی حنیفہ اسکا رئیس مسیلمہ بن کذاب تھا۔ اسے بھی اللہ کے رسول ﷺ نے اسلام کی دعوت پیش کی اور فرمایا کہ انکار کرنے کی صورت میں اسے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ وحشی غلام مطعم بن عدی جنہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا تھا، مسیلمہ کذاب کو واصلِ نار کیا اسے قتل کرنے کے بعد وحشی غلام نے کہا کہ میں نے حالتِ کفر میں خیر الناس کا خون بہایا تھا اور اب حالتِ اسلام میں شر الناس کا خون بہایا ہے (٣) قبیلہ بنو اسد اسکا رئیس طلیحہ بن خویلد تھا اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اسکے خلاف جہاد کیلئے اللہ کے رسول ﷺ تیاری فرما رہے تھے کہ آپکا وصال ہو گیا۔ آپکے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں طلیحہ کے خلاف جہاد کیلئے بھیجا آخر کار حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو فتح نصیب ہوئی اور طلیحہ گرفتار ہوا پھر اس نے اپنی نبوت سے توبہ کی اور مسلمان ہو گیا اور اسلامی احکام پر قائم رہا۔ (مظہری) حضرت سدی کہتے ہیں کہ یہاں قوم سے مراد "انصار" ہیں۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد "اہل یمن" ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد "اہل فارس" ہیں۔ (غرائب القرآن)

مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ﴿٥٤﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ

بهر که خواهد و خدا جواد دانا است جز ایں نیست که دوست شما خدا است و رسولِ او

جسے چاہے اور اللہ بہت سخی جاننے والا ہے۔ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ تمہارا دوست اللہ اور اسکے رسول

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوا الَّذِيۡنَ يُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ

و مومنان که بر پا میدارند نماز را و میدهند

اور مومنین ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں

الزَّكٰوةَ وَهُمۡ رٰكِعُوۡنَ ﴿٥٥﴾ وَمَنۡ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ

زکوة را و ایشاں پیوسته نماز گذارند و هر که دوستی کند با خدا و با رسول او

اس حال میں کہ وہ مل کر نماز ادا کرتے ہیں ! اور جو کوئی دوستی کرے اللہ اور اسکے رسول سے

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فَاِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ ﴿٥٦﴾ يٰۤاَيُّهَا

و مومنان پس هر آئنه گروه خدا همونست غالب اے

اور مؤمنین سے تو بیشک اللہ کا گروہ وہی غالب ہے ٢ اے

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا دِيۡنَكُمۡ هُزُوًا

مومنان دوست مگیرید کسانیرا که تمسخر و بازی گرفته اند دین شما را

مؤمنو! دوست مت بناؤ ان لوگوں کو جو تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل ٹھہراتے ہیں

وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَالۡكُفَّارَ

از کسانیکه داده شده اند ایشانرا کتاب پیش از شما و نه سائر کافرانرا

ان لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور نہ بناؤ کافروں کو

اَوۡلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا

دوست و بترسید از خدا اگر مسلمان هستید و چوں

دوست اور ڈرو اللہ سے اگر تم مسلمان ہو ٣ اور جب

١ طبرانی نے اوسط میں عمار بن یاسر سے ایک سند کیساتھ جس میں مجاہیل کا نام بھی شامل ہے۔ روایت کی ہے کہ ایک سائل حضرت علی بن ابی طالب ﷛ کے انتظار میں کھڑا ہو گیا جبکہ آپ نفلی نماز کے رکوع میں تھے۔ حضرت علی ﷛ نے [اس رکوع کی حالت میں] اپنی انگوٹھی اتار کر سائل کو دے دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام ﷛ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی کہ بیشک ہمارے لوگ جو بنی قریظہ اور نضیر سے ہیں انھوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے اور قسم کھائی ہے کہ ہم بیٹھیں گے نہ اپنے لوگوں کیساتھ بیٹھنے کی اجازت دینگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عبد اللہ بن سلام ﷛ نے عرض کی کہ ہم اس پر راضی ہیں کہ اللہ اور اسکے رسول اور مؤمنین ہمارے دوست ہیں۔ "وَالَّذِيۡنَ" یہ جمیع مؤمنین کیلئے ہے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین ﷛ سے پوچھا گیا کہ کیا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سے حضرت علی ﷛ مراد ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت علی ﷛ بھی مؤمنین میں سے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر ﷛ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (القرطبی) ولی کا لفظ کبھی ناصر اور محب کے معنی میں آتا ہے جیسے وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ' اور کبھی متصرف کے معنی میں آتا ہے جیسے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ایما امرة نکحت بغیر اذن ولیها یعنی جو عورت اپنے متصرف کی اجازت کے بغیر نکاح کرے۔ اس آیت میں ولی دونوں معنی میں مستعمل ہے۔ (تفسیر کبیر) اَوۡلِيَآءُكُمۡ کی بجائے وَلِيُّكُمۡ کہا گیا تا کہ تنبیہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ولایت اصل ہے باقی کی ولایت بالتبع ہے۔ (غرائب القرآن) جب اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو منع فرما دیا کہ کافروں سے موالات نہ کرو تو اب اس آیت میں جن سے موالات کی اجازت ہے انکی نشاندہی کی جا رہی ہے۔ (بیضاوی) علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ سائل نے جب مسجد رسول ﷺ میں سوال کیا اور کسی نے کچھ نہ دیا تو حضرت علی ﷛ نماز میں رکوع کی حالت میں تھے آپ نے سائل کو اپنی انگوٹھی کی جانب اشارہ کیا یہاں تک کہ سائل نے آپکی انگلی سے انگوٹھی اتار لی۔ حضرت علی ﷛ کا یہ عمل دلالت کرتا ہے کہ عملِ قلیل سے نماز میں فساد نہیں آتا ہے۔ (القرطبی) ٢ یعنی جو لوگ اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا حکم مانتے ہیں اور مسلمانوں کی جماعت میں سے والی بناتے ہیں پس یہی لوگ حزب اللہ ہیں۔ بعض نے کہا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور اسکے رسول ﷺ اور مؤمنین کی نصرت کرتے ہیں یہی لوگ حزب اللہ ہیں۔ (القرطبی)

٣ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رفاعہ بن زید بن تابوت اور سوید بن حارث بظاہر مسلمان تھے لیکن بباطن یہ دونوں منافق تھے۔ ان دونوں سے ایک مسلمان کی دوستی تھی۔ ان کے بارے میں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا تا بِمَا كَانُوۡا يَكۡتُمُوۡنَ نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جب اس سے پہلی آیات میں یہود و نصاری کو دوست بنانے سے منع کیا گیا تو اب مطلقاً کفار کی دوستی سے روکا جا رہا ہے۔ یہ لوگ دین سے کھیل کود کرتے ہیں اور اپنی زبان سے دین کا مذاق اڑاتے ہیں جیسا کہ سورہ بقرہ میں گذر چکا ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب مسلمان سجدہ کرتے تو یہود اور مشرکین ہنسا کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (القرطبی) ان سے دوستی کی نہی انکے استہزاء پر مترتب ہے۔ یہ اس جانب اشارہ ہے کہ جب اس علت کے پیش نظر ان سے دوستی کی ممانعت ہے تو یہود و نصاری اور دیگر کافرین سے تو بدرجہ اتم منع ہوگی۔ (مظہری)

نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ

ندا کنید بسوے نماز تمسخر و بازی گیرند آں را ایں

تم پکارو نماز کی طرف تو تمسخر اور کھیل کرتے ہیں اسکا

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ

بسبب آنست کہ ایشاں گروہے ہستند کہ ہیچ نمی فہمند بگو اے اہل کتاب

یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ ایسے گروہ ہیں جو عقل نہیں رکھتے ۱ آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب!

تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ

عیب نمیگیرید بر ما مگر آنکہ ایمان آوردیم بخدا و بآنچہ فرود فرستادہ شدہ ست بسوے ما و بآنچہ

ہم پر کیا عیب لگانے کی تمنا رکھتے ہو یہی نا کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ اتارا گیا ہے ہماری طرف اور جو کچھ

اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ

فرود فرستادہ شد ست پیش ازیں دیگر آنکہ بیشتر از شما بدکاراند بگو آیا

اتارا گیا ہے اس سے پہلے، دیگر یہ کہ تم میں سے اکثر بدکار ہیں ۲ آپ فرما دیجئے کہ کیا

اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ

خبر دہم شما را بد ترین ازیں باعتبار جزا نزدیک خدا آں بدتر کسے ست کہ لعنت کرد او را

میں تمہیں خبر دوں اسکی جو اللہ کے نزدیک جزا کے اعتبار سے بدترین ہے (یہ) وہ ہے جس پر لعنت کی ہو

اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ

خدا و خشم گرفت بروی و گردانید از ایشاں بوزنگاں و خوکان

اللہ نے اور ان پر غضب فرمایا اور انھیں بندر اور سؤر بنایا

وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ

و کسیکہ پرستد معبود باطل را ایں گروہ بدتراند باعتبار جای و گمراہ تر

اور وہ جو عبادت کرے باطل معبود کی یہی گروہ بدترین ہیں باعتبار جگہ اور گمراہ تر ہیں ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ کلبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا منادی جب ندا کرتا تو یہود علی سبیل الاستہزاء کہتے کہ وہ سب کھڑے ہوئے نہیں کھڑے ہوئے ان سب نے نماز پڑھی نہیں پڑھی اور ان سب نے رکوع کیا نہیں کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جو اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سن کر کہتا کہ کاذب جل جائے ایک رات اسکا خادم آگ کے پاس گیا اور یہ شخص سو رہا تھا آگ کی ایک چنگاری آ کر اسکے گھر میں گری جس سے اسکا گھر اور وہ شخص جل کر خاکستر ہو گیا۔ بعض نے کہا کہ ان کافروں کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب وہ لوگ اذان سنتے تھے تو حسد کے طور پر کہتے کہ اے محمد (ﷺ) آپ نے ایسا کام ایجاد کیا جس کام کو ہم نے اس سے پہلے کسی کو کرتے نہ دیکھا اور نہ سنا آپ انبیائے سابقہ کی مخالفت کر رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (غرائب القرآن) علماء فرماتے ہیں کہ ہجرت سے قبل مکہ میں اذان نہیں تھی بلکہ اسکی جگہ اَلصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ کہا جاتا تھا جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت کی اور کعبہ کو قبلہ کی جانب پھیر دیا گیا تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ اذان کا حکم بھی آ جاتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبد اللہ بن زید، حضرت عمر بن خطاب اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان کی بشارت دی۔ (القرطبی) یہ آیت کریمہ دلالت کر رہی ہے کہ اذان کا ثبوت نصِ کتاب سے بھی ہے فقط خواب سے نہیں ہے۔ (تفسیر کبیر) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۔ عقل کا تقاضا ہے کہ استہزاء کو چھوڑ دیا جائے اور شے کے حسن و قبیح پر غور کیا جانا چاہیئے۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کافرین اگرچہ امور دنیا میں عاقلین ہیں لیکن امور دین میں عقل سے عاری ہیں۔ (مظہری) ۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چند یہودی آئے۔ جن میں ابو یاسر بن اخطب، نافع بن ابی غازی بن عمرو بھی تھے انھوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کون سے رسولوں کو مانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر، حضرت اسحاق علیہ السلام پر، حضرت یعقوب علیہ السلام پر اور انکی اولاد پر نازل کیا اور جو کچھ دوسرے پیغمبروں کو دیا ان سب پر ایمان رکھتے ہیں ہم انکے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مطیع اور اسکے فرمانبردار ہیں جب آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا تو وہ انکی نبوت کے بارے میں جھگڑنے لگے اور کہا کہ ہم نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں اور نہ ان کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) هَلْ تَنْقِمُوْنَ کے بارے میں مفسرین کرام کی مختلف عبارتیں ہیں مثلاً هل تعیبون کیا تم عیب لگاتے ہو، هل تنکرون کیا تم انکار کرتے ہو اور هل تکرهون کیا تم ناپسند کرتے ہو۔ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم نے اس دین کا مذاق کیوں اڑایا۔ کیا تم اس دین میں ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کے سوا کچھ اور بھی پاتے ہو گویا کہ یہ جملہ علی سبیل التعجب ہے۔ (تفسیر کبیر) ۳ اصحاب سبت کو بندر بنا دیا گیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مائدہ کے انکار کرنے والوں کو خنزیر بنا دیا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ دونوں طرح کا مسخ اصحاب سبت میں ہے ان کے جوانوں کو بندر بنا دیا گیا اور انکے بوڑھوں کو خنزیر بنا دیا گیا تھا۔ امام بغوی فرماتے ہیں کہ جب یہود نے کہا کہ ہم نے اہل دین کو نہیں دیکھا جنکا حصہ دین و دنیا میں کم ہو اور نہ تمہارے دین سے زیادہ برا دین کوئی اور دیکھا تو اسکے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ کیا میں تمہیں جزاء کے اعتبار سے بدترین کے بارے میں خبر نہ دوں۔ (مظہری) اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کا ٹھکانا جہنم میں مقامِ سقر ہے جو بدترین جگہ ہے۔ (تفسیر کبیر)

عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾ وَإِذَا جَآءُوكُمْ قَالُوٓا اٰمَنَّا وَقَدْ

از راهِ راست و چوں بیایند پیش شما گویند ایمان آوردیم حالانکه

سیدھے راستے سے اور جب تمہارے پاس آئیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حال یہ ہے کہ

دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

با کفر در آمدند و با کفر بیروں رفتند و خدا دانا تر است بآنچه

وہ سب کفر ہی میں آئے اور کفر (ہی) میں باہر گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو

كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى

می پوشیدند و می بینی که بسیاری از ایشاں سعی میکنند در

وہ سب چھپاتے ہیں ١ اور تو دیکھتا ہے کہ ان میں سے اکثر کوشش کرتے ہیں

الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا

گناه و تعدی و حرام خوردن خویش هر آئنه بد چیز است که

گناہ اور ظلم اور اپنے حرام کھانے میں، بیشک بری چیز ہے جو

يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ

بعمل آوردند چرا نه منع میکنند ایشانرا خدا پرستان و دانشمندان از دروغ

عمل وہ سب کرتے ٢ کیوں نہیں منع کرتے انھیں اللہ کو پوجنے والے اور عقل رکھنے والے انکے جھوٹ

الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾

گفتن ایشاں و حرام خوردن خویش هر آئنه بد چیزیست که میکنند

کہنے سے اور اپنے حرام کھانے سے، بیشک بری چیز ہے جو وہ سب کرتے ہیں ٣

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ

و گفتند یهود دست خدا بگردن بسته است بگردن بسته باد و دستهائے ایشاں

اور یہود نے کہا اللہ کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہے، گردن سے بندھے ہوئے ہیں انکے ہاتھ

تفسیر اظہار العرفان

١ یہ منافقین کی صفت ہے کہ یہ لوگ آپکے دربار میں بیٹھ کر نصیحت کی اتنی باتیں سنتے ہیں مگر اس سے نفع حاصل نہیں کرتے ہیں بلکہ کفر کی حالت میں آتے ہیں اور کفر ہی کی حالت میں لوٹتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ یہود ہیں جنہوں نے کہا کہ صبح کے وقت ایمان لے آؤ اور شام کے وقت پھر جاؤ۔ (القرطبی)

٢ مسارعت کسی چیز کو تیزی سے شروع کرنے کو کہتے ہیں۔ اثم سے مراد وہ گناہ ہے جو ان کی ذات سے خاص ہے اور عدوان سے مراد وہ گناہ ہے جو ان کے غیر کیساتھ خاص ہے۔ لفظِ مسارعت اکثر امر فی الخیر میں استعمال ہوتا ہے جیسے ارشاد ہے يُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ یعنی وہ سب بھلائی کے کام میں جلدی کرتے ہیں اسی طرح نُسَارِعُ لَهُمْ فِى الْخَيْرٰتِ یعنی ہم بھلائی میں انکے واسطے جلدی کرتے ہیں پس مناسب یہ تھا کہ اس جگہ عجلت کا لفظ آتا مگر مسارعت کا لفظ اس لئے آیا کیونکہ وہ لوگ ان منکرات کی جانب اس طرح سبقت کرتے ہیں گویا کہ یہی حق ہے۔ (تفسیر کبیر) اس آیت کریمہ میں لفظِ کثیر سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ انکے تمام افراد گناہ، تعدی اور رشوت میں مبتلا نہیں تھے بلکہ ان میں سے بعض حیاء کی بناء پر ان تینوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ (غرائب القرآن)

٣ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ربانی علمائے انجیل کو کہتے ہیں اور احبار علمائے توریت کو کہتے ہیں۔ (غرائب القرآن) بعض نے کہا کہ یہاں کل یہود میں مستعمل ہے۔ اس لئے کہ ان آیات میں اسی کا تذکرہ چلا آرہا ہے۔ یہ آیت کریمہ ان علماء کیلئے توبیخ ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے۔ حضرت مشعر کہتے ہیں کہ جب فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ فلاں بستی کو الٹ دو۔ فرشتوں نے کہا کہ اے رب! اس میں فلاں عابد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سمیت الٹ دو۔ اس لئے کہ وہ بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ بیٹھا ہے۔ ترمذی میں ہے کہ بیشک لوگ جب ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ کو ظلم سے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ عقاب کے طور پر اسے اندھا کردے۔ (القرطبی) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ قرآن میں سب سے سخت آیت ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے ہوں۔ (مظہری) لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ، لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ سے ابلغ ہے اس لئے کہ "صنع" انسان کا وہ عمل ہے جو غور وفکر کرنے کے بعد کرتا ہو۔ اس وجہ سے اسکی مذمت بھی زیادہ ہے اور اس لئے بھی کہ ترکِ حسنات، معصیت کے وقوع سے زیادہ قبیح ہے، اس لئے کہ نفس اس سے لذت حاصل کرتا ہے اور اسکی جانب مائل ہوتا ہے، ترکِ انکار میں یہ نہیں ہے۔ (بیضاوی) حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس آیت کے علاوہ کوئی اور آیت نہیں ہے جس سے میں سب سے زیادہ ڈرتا ہوں۔ معصیت روح کا مرض ہے اور اسکا علاج اللہ تعالیٰ، اسکی صفات اور اسکے احکام کا علم ہے پس جب یہ علم حاصل ہو جائے اور معصیت زائل نہ ہو تو یہ اس مرض کی طرح ہے کہ جسکے بیمار کو دوا پلانے کے باوجود بیماری زائل نہ ہو پس اگر علم حاصل ہونے کے باوجود معصیت زائل نہ ہو تو اسکے لئے سخت اقدام کئے جاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے علماء کیلئے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیتے ہیں اور خود بھی معصیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں سخت پیغام دیا ہے۔ (تفسیر کبیر) جانبِ عوام یعملون کہا گیا اور جانبِ علماء یصنعون کہا گیا اس لئے یہ کہ منع عمل میں ابلغ ہے۔ یہ آیت علماء کے حق میں سخت ترین وعید ہے۔ (صاوی)

وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ

و لعنت کردہ شود ایشانرا بسبب آنچہ گفتند بلکہ دو دست او کشادہ است خرچ میکند چنانچہ

اور لعنت کی گئی ان پر انکے کہنے کے سبب بلکہ اسکا دونوں ہاتھ کھلا ہے خرچ کرتا ہے جیسے

يَشَآءُ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ

میخواہد و البتہ با فزاید در حق بسیاری از ایشاں آنچہ فرود فرستادہ شود بسوے تو از

چاہتا ہے اور انکے اکثر کے حق میں ضرور اضافہ کریگا جو اتارا گیا تمہاری طرف

رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۭ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ

پروردگار تو نافرمانی و کفر را و افگندیم درمیان فرقہائے یہود دشمنی و

تمہارے رب کی طرف سے، کفر اور نافرمانی کو اور ہم نے ڈال دی انکے اپنے فرقوں کے درمیان دشمنی اور

الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ

نا خوشی تا روز قیامت ہر گاہ بر می افروزند آتشی برائے جنگ

ناراضگی قیامت کے روز تک۔ جب بھی جنگ کی آگ سلگائی

اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا

فرو می نشاندش خدا و می شتابند در زمین برائے فساد و خدا ندارد

تو اسے اللہ نے بجھا دیا اور دوڑتے ہیں زمین میں فساد کیلئے اور اللہ

يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا

دوست مفسدانرا و اگر اہل کتاب ایمان می آوردند و پرہیزگاری می کردند

دوست نہیں رکھتا ہے مفسدین کو [1] اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے

لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ

نا بود ساختیم از ایشاں گناہاں ایشانرا و در آوردے ایشانرا بوستانہای نعمت و اگر ایشاں

تو ہم مٹا دیتے ان سے انکے گناہوں کو اور انھیں نعمت کے باغوں میں داخل کرتے [2] اور اگر وہ سب

[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک یہودی نباش بن قیس نے [نبی کریم ﷺ سے] کہا کہ آپ کا رب کنجوس ہے خرچ نہیں کرتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق یہ آیت قبیلہ بنی قینقاع کے سردار فنحاس کے بارے میں نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) حضرت حسن فرماتے ہیں کہ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ کہنے کا انکا مقصد یہ تھا کہ اللہ کا ہاتھ ہمیں عذاب دینے سے بندھا ہوا ہے۔ بعض نے کہا کہ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ فقر اور مال کی قلت میں مبتلا ہیں اور مَنْ ذَا الَّذِيْ الخ یعنی کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے' والی آیت سنی تو کہنے لگے کہ محمد ﷺ کا اللہ فقیر ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ کا معنی تمثیل کے طور پر ہے جیسے ارشاد ہے کہ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ یعنی اپنے ہاتھ کو اپنی گردن پر بندھا ہوا نہ کرلو۔ (القرطبی) مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہود میں اکثر صاحب ثروت اور صاحب مال تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا اور ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس سبب سے انکی روزی میں تنگی کر دی۔ اس پر یہود کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطایا دینے سے اپنا ہاتھ روک لیا ہے جیسے کسی جاہل کو بلاء اور شدت میں مبتلا کیا جائے تو وہ اسی قسم کے الفاظ کہتا ہوگا۔ (تفسیر کبیر) بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمت وسیع ہے۔ ایسی صورت میں ''ید'' بمعنی نعمت ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں نعمتِ ظاہرہ ہے جو تمہارے اخلاق کو بہتر کر دیگی اور نعمتِ باطنہ ہے جو تمہارے عمل کی برائیوں کو چھپا لے گی۔ بعض نے کہا کہ اس دو نعمت سے مراد بارش اور نبات ہے۔ حضرت سدی کہتے ہیں کہ يَدَاهُ سے مراد ثواب اور عقاب کی دو قوتیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا سیدھا ہاتھ بھرا ہوا ہے دن رات سخاوت کے باوجود اس میں کمی نہیں آتی کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین اور آسمان کی خلقت کے وقت سے اب تک خرچ کر رہا ہے لیکن اس میں کوئی کمی نہیں آئی۔ (القرطبی) وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ الخ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طوائفِ یہود کو دین کے اعتبار سے مختلف کیا یہاں تک کہ وہ سب کسی بات پر متفق نہیں ہو سکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت ۷۱ فرقوں میں بٹ گئی ان میں سے ایک جنتی ہے باقی جہنمی ہیں' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت ۷۲ فرقوں بٹ گئی ان میں سے ایک جنتی ہے باقی جہنمی ہیں اور میری امت عنقریب ۷۳ فرقوں نے بٹ جائیگی ان میں سے ایک جنتی ہوگی باقی جہنمی۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! وہ کون ہونگے؟ فرمایا الجماعات الجماعات یعنی بڑی بڑی جماعت۔ یعقوب بن زید کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب بھی یہ حدیث بیان فرماتے تو قرآن کی یہ آیت سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تک تلاوت فرماتے تھے۔ (مظہری) كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ۔ یعنی وہ لوگ جب بھی اللہ کے رسول ﷺ سے جنگ کا ارادہ کرتے تو اللہ تعالیٰ انکے شر کو ان ہی کی جانب لٹا دیتا تھا اور انکے درمیان منازعت ہو جاتی تھی' یا جب کبھی وہ لوگ کسی سے جنگ کا ارادہ کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ انھیں غالب فرماتا تھا لیکن جب توریت کے حکم کے خلاف کام کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط فرمایا' اسکے بعد فطرس رومی کو مسلط کیا' اسکے بعد مجوسی کو مسلط کیا اور پھر اسکے بعد مسلمانوں کو ان پر غالب کیا۔ (بیضاوی)

[2] یعنی اگر یہود و نصاری اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاتے اور جو کچھ آپکی جانب اتارا گیا اسکی تصدیق کرتے' انکے منہیات سے بچتے اور انکے احکام پر عمل کرتے تو ہم انکی خطاؤں کو معاف فرما کر انھیں جناتِ نعیم میں داخل کرتے۔ (ابن جریر)

اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ

بر پا میداشتند حکم توریت و انجیل را و آنچه فرود آورده شد است بسوے ایشاں از

توریت اور انجیل کے حکم کو قائم رکھتے اور جو اتارا گیا انکی طرف

لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ

پروردگار ایشاں البتہ خوردندی از بالائے خود و از زیر پائے خود از ایشاں

انکے رب کی طرف سے، تو روزی کھاتے اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے، ان میں سے

اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ ع يٰٓاَيُّهَا

ع ٩ ١٠/١٣

گروہی است میانہ رو و بسیاری از ایشاں بد چیزیست کہ میکنند اے

ایک گروہ ہے درمیانہ اور ان میں سے اکثر برے عمل ہی کرتے ہیں ۱ اے

الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ

پیغامبر برساں آنچہ فرود آوردہ شد است بسوے تو از پروردگار تو و اگر

رسول! پہنچایئے جو اتارا گیا آپکی جانب آپ کے رب کی طرف سے اور اگر

فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ

نکردی نرسانده باشی پیغام خدا را و خدا نگاہدارد ترا از مردمان

آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ اللہ کا پیغام پہنچانے والے نہ ہونگے اور اللہ آپکی حفاظت فرمائیگا لوگوں سے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٧﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ

ہر آئنہ خدا راہ نمی نماید گروہ کافرانرا بگو اے اہل کتاب

بیشک اللہ ہدایت نہیں دیتا کافروں کو ۲ آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب!

لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ

نیستید بر چیزے تا آنکہ بر پا کنید حکم توریت و انجیل را و آنچہ

نہیں ہو تم کسی چیز پر یہاں تک کہ قائم رکھو توریت اور انجیل کے حکم کو اور جو کچھ

تفسیر اظہار العرفان

۱ اگروہ لوگ نعتِ محمد ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر قائم رہتے تو اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی برکتوں کو ان پر بہا ڈالتا، یا درختوں میں کثرت سے پھل لگتے اور کھیتوں میں غلے زیادہ ہوتے۔ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ یعنی بعض گروہ جو عادل تھا غلو کرنے والا نہ تھا اور وہ یہی گروہ ہے جو حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائے۔ بعض نے کہا کہ مقتصدۃ بمعنی متوسطہ ہے یعنی اپنی عداوت میں متوسط ہیں۔ (بیضاوی)

۲ حضرت حسن سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسالت سے سرفراز کیا تو میں اسکی تنگی اور تلخی سہنے کا عادی ہو گیا اور میں جان گیا کہ لوگ میری تکذیب کرینگے۔ سو اللہ تعالیٰ نے مجھے تنبیہ فرمائی کہ میں اسکا پیغام پہنچادوں ورنہ مجھ سے باز پرس ہوگی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ جب آیت يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے عرض کی اے میرے رب! میں یہ پیغام کیسے پہنچاؤں جب کہ میں اکیلا ہوں اور تمام لوگ میرے خلاف متفق ہیں اس پر آیت وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ نازل ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر محافظ پہرہ دیتے تھے جب آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی تو آپ نے قبہ سے سر باہر نکالا اور لوگوں سے فرمایا کہ سب لوگ چلے جاؤ۔ اب میری حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم کسی سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ہوتے تو آپکے لئے ایک گھنا سایہ دار بڑا درخت چھوڑ دیتے تھے ایک دن آپ ایک درخت کے نیچے آرام فرما ہوئے تو اپنی تلوار اس درخت کے ساتھ لٹکا دی۔ اسی اثناء میں ایک شخص آیا اور آپکی تلوار کو اپنے قبضہ میں لیکر کہنے لگا اے محمد! (ﷺ) اب آپکو کون بچائیگا؟ آپ نے فرمایا مجھے اللہ بچائیگا یہ کہہ کر آپ نے اسے حکم دیا کہ تلوار رکھ دو تو اس نے تلوار رکھ دی اس پر آیت وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنی اغار پر حملہ کیا تو آپ ذات الرقیع کے مقام پر ایک بلند قامت درخت کے نیچے آرام فرما تھے۔ آپ ایک کنویں کے منڈیر پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے کہ بنی اغار کے ایک شخص نے، جسکا نام وارث تھا [اپنی قوم سے] کہا کہ میں محمد (ﷺ) کو یقیناً قتل کر دونگا۔ اسکے ساتھیوں نے پوچھا کہ تم انکو کس طرح قتل کرو گے؟ اس نے کہا کہ میں ان سے تلوار مانگ لونگا اور جب وہ تلوار میرے حوالے کر دینگے تو میں [دھوکے سے ان پر حملہ کر کے] انھیں قتل کر دونگا۔ چنانچہ اس نے آپکے پاس آکر کہا کہ اے محمد! (ﷺ) ذرا اپنی تلوار مجھے دیجئے کہ میں اسکی آزمائش کر دیکھوں۔ آپ نے اپنی تلوار اسکے حوالے کر دی لیکن [دہشت کے مارے] اسکے ہاتھ کانپنے لگے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے شخص! تیرے اور تیرے ارادے کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہو گیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اسکے شانِ نزول میں یہ واقعہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ پر پہرہ دینے کیلئے جناب ابو طالب روزانہ بنی ہاشم میں سے آدمی بھیجا کرتے تھے، حتی کہ یہ آیت نازل ہوگئی اسکے بعد ابو طالب نے آپکی حفاظت کیلئے آدمی بھیجنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا! اب مجھے جن و انس سے محفوظ رکھنے کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) جاننا چاہیئے کہ شانِ نزول میں اگرچہ روایات کثرت سے ہیں لیکن ان تمام کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو یہود و نصاریٰ کے مکر سے محفوظ فرمالیا ہے۔ سوال: جب آپکی حفاظت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو احد میں چہرہ لہولہان کیوں ہوا۔؟ اسکے دو جواب ہے۔ (۱) اللہ تعالیٰ نے آپکو قتل سے محفوظ فرمایا ہے۔ (۲) یہ آیت غزوۂ احد کے بعد نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر کبیر)

أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم

فرو فرستادہ شد است بسوے شما از پروردگار شما و البتہ با فزاید در حق بسیاری را از ایشاں

اتارا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اور انکے اکثر کے حق میں ضرور اضافہ کریگا

مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ فَلَا تَأْسَ عَلَى

آنچہ فرو فرستادہ شد است بسوے تو از پروردگار تو طغیان و کفر را پس اندوہگین مشو بر

جو اتارا گیا ہے آپکی طرف آپکے رب کی جانب سے، طغیان اور کفر کو پس غمگین نہ ہوں

الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَ

قوم کافران ہر آئنہ مسلمانان و یہودان و

قوم کافرین پر ۱ بیشک مسلمان اور یہودی اور

الصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ

ہمچنیں است حال ستارہ پرستان و ترسایان ہر کہ ایمان آورد بخدا و روز آخر و

اسی طرح ہے ستارہ پرست کا حال اور نصاریٰ جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور

عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾

کرد کار شایستہ ہیچ ترس نیست بر ایشاں و ایشاں اندوہگین نشوند

اچھا کام کرے کوئی، ڈر نہیں ہے ان پر اور وہ سب غمگین نہ ہونگے ۲

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا

ہر آئنہ گرفتیم عہد بنی اسرائیل و فرستادیم

بیشک ہم نے عہد لیا بنی اسرائیل سے اور ہم نے بھیجا

إِلَيْهِمْ رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُهُمْ

بسوے ایشاں پیغامبران را ہرگاہ آمدی بایشاں پیغامبری بآنچہ دوست نمیداشت نفس ایشاں

انکی جانب رسولوں کو، جب کبھی رسول انکے پاس وہ لیکر آئے جسے انکے نفوس پسند نہیں کرتے ۳

۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رافع، سلام بن مشکم اور مالک بن صیف [رسول اللہ ﷺ کے پاس] آئے اور کہا کہ اے محمد! (ﷺ) کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور انکے دین پر ہوں؟ اور یہ کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے اس پر آپ کا ایمان ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے، لیکن تم نے نئی نئی باتیں ایجاد کرلیں اور اصل باتیں جو کتاب میں تمھیں تم نے انکا انکار کیا اور جو کچھ لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس پر تم نے پردہ ڈال دیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم تو اسی کو مانتے ہیں جو ہمارے پاس ہے اور ہم ہدایت پر اور حق پر ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۔ اس میں دو وجوہ ہیں (۱) انکی طغیانی اور سرکشی کے بڑھنے پر افسوس نہ کیجئے۔ اس لئے کہ اسکا ضرر اور نقصان ان ہی کی جانب لوٹے گا (۲) ان پر نزولِ عذاب اور نزولِ لعن پر افسوس مت کیجئے۔ (تفسیر کبیر)

۲ اس آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ بغیر ایمان کے کوئی فضیلت اور منقبت کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ انسان کیلئے دو قوتیں ہیں (۱) قوتِ نظری (۲) قوتِ عملی۔ پہلی قوت بغیر معرفتِ حق کے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی ہے اور دوسری قوت بغیر عملِ خیر کے حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ اعظم المعارف اشرفِ موجودات کی معرفت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اور افضل الخیرات تعظیم معبود ہے اور مخلوق کو نفع پہنچانا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "التعظيم لامر الله والشفقة على خلق الله" یعنی اللہ کے حکم کیلئے تعظیم ہے اور اللہ کی مخلوق پر شفقت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جو اس ایمان کو بجالائے اور اعمالِ خیر ادا کرے تو اسے کوئی خوف یا غم نہ ہوگا۔ خوف کا تعلق مستقبل سے ہے اور حزن کا تعلق ماضی سے ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھ کر انھیں کوئی خوف نہ ہوگا اور طیبات دنیا کے فوت کا انھیں کوئی غم نہ ہوگا۔ (تفسیر کبیر) آیت کریمہ کے اول میں إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا فرمایا اور آیت کے اختتام پر مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ فرمایا اس تکرار سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: منافقین اپنے آپ کو مؤمنین گمان کرتے تھے اس لئے اس تکرار کے ذریعے انھیں عدمِ خوف اور عدمِ حزن سے نکال دیا گیا ہے۔ دوسرا فائدہ: لفظِ ایمان مطلق ہے اور اس مطلق میں کئی اقسام داخل ہیں ان میں سے اشرف ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت ہیں اس لئے اعادہ کے ذریعے ان دونوں اقسام کی جانب تنبیہ کردی گئی۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ مکلف جو معصوم نہیں ہے، احوالِ قیامت سے خالی ہو؟ اسکا جواب دو طریقے سے ہے (۱) احوالِ قیامت خلوِ عملِ صالح سے مشروط ہے اور عملِ صالح ادا کرنے والا نہ ہوگا مگر جب تک کہ معاصی کو ترک نہ کردے (۲) خوف حاصل ہوگا مگر نہایت ہی مختصر۔ اس لئے اسے معدوم سے تعبیر کی گئی۔ (تفسیر کبیر) ۳ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ "كَذَّبُوا" کو ماضی لایا گیا ہے اور تَقْتُلُونَ کو مضارع، اسکی کیا وجہ ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کیسے جھٹلاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی کیسے نافرمانی کرتے تھے یہاں تک کہ ایک قول کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال مقامِ تیہ میں ہوا۔ قتل کے باب میں یہ ہے کہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ قتل کے ارادے سے داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں آسمان پر اٹھالیا۔ اس لئے تکذیب کو ماضی رکھا گیا اور قتل کو مضارع سے بیان کیا گیا۔ دوسرا سوال یہ ہوتا ہے کہ فریقا دو مرتبہ آیا ہے اور دونوں مفعول ہے، اور مفعول کو یہاں مقدم کرنے سے کیا فائدہ حاصل ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ تکذیب اور قتل اگرچہ برے ہیں لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب اور قتل اقبح ہے اس لئے مقدم کیا گیا تاکہ اس پر دلالت قائم ہوجائے۔ (تفسیر کبیر)

فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ

گروہے را بدروغ نسبت کردند و گروہی را میکشتند و پنداشتند کہ ہیچ عقوبت

توایک گروہ نے انکی جانب جھوٹ کی نسبت کی اور ایک گروہ انھیں شہید کرتے ہیں اور انھوں نے گمان کیا کہ کوئی سزا

فِتْنَةٌ فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا

نخواہد بود پس کور شدند وکر گشتند پس برحمت بازگشت خدا بر ایشاں پس باز کور شدند وکر گشتند

نہیں ہوگی پس اندھے اور بہرے ہوگئے پھر اللہ نے ان پر رحمت سے رجوع فرمائی پھر اندھے اور بہرے ہوگئے

كَثِيرٌ مِنْهُمْ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾ لَقَدْ كَفَرَ

بسیاری از ایشاں و خدا بینا ست بآنچہ میکنند ہر آئنہ کافر شدند کسانیکہ

ان میں سے اکثر اور اللہ دیکھنے والا ہے جو وہ سب کرتے ہیں ! بیشک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي

گفتند خدا ہماں است عیسیٰ پسر مریم و گفتہ بود مسیح اے نبی

کہا کہ اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے اور کہا تھا مسیح نے اے بنی

إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ

اسرائیل پرستید خدا را پروردگار من و پروردگار شما ہر آئنہ کسانیکہ شریک

اسرائیل! تم سب اللہ کو پوجو جو میرا اور تمہارا رب ہے بیشک وہ جو

بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا

خدا مقرر میکند حرام کرد است خدا بہشت را بروی و جاے او دوزخ ست و نیست

اللہ کیساتھ شریک کرتا ہے اللہ نے اس پر جنت حرام کی ہے اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے اور نہیں ہے

لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ

ستمگارانرا ہیچ یاری دہندہ ہر آئنہ کافر شدند کسانیکہ گفتند کہ خدا

ظالموں کیلئے کوئی مددگار ۲ بیشک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ

۱ مفسرین کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ دومرتبہ عَمُوْا وَ صَمُّوْا کے آنے کی وجہ کیا ہے۔ اسکے بارے میں چار اقوال ہیں۔ (۱) پہلی جگہ عَمُوْا وَصَمُّوْا جو حضرت زکریا، یحیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے زمانے میں ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کی توبہ ایمان لانے کی بناء پر قبول فرمائی پھر یہ لوگ حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں آپکی نبوت اور رسالت کا انکار کر کے اندھے اور بہرے ہوئے۔ اسی بناء پر کَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فرمایا گیا کیونکہ یہود کے اکثر لوگوں نے نبی آخر الزماں ﷺ کا انکار کیا مگر ان میں سے ایک جماعت نبی کریم ﷺ پر ایمان لائی جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور آپکے اصحاب (۲) بنی اسرائیل بچھڑے کی عبادت کر کے عَمُوْا وَصَمُّوْا کے مصداق ہوئے پھر اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ قبول کی۔ اسکے بعد رؤیت باری تعالیٰ کا مطالبہ کر کے اندھے اور بہرے ہوئے (۳) قفال کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں جو ذکر فرمایا ہے اسے اس آیت کی تفسیر بنانا درست ہے یعنی وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ سے وَجَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا تک [اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں وحی بھیجی کہ ضرور تم زمین میں دوبارہ فساد مچاؤ گے اور ضرور بڑا غرور کرو گے پھر جب ان میں پہلی بار کا وعدہ آیا ہم نے تم پر اپنے کچھ بندے بھیجے سخت لڑائی والے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کو گھسے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا پھر ہم نے ان پر الٹ کر تمہارا حملہ کر دیا اور تم کو مالوں اور بیٹوں سے مدد دی اور تمہارا جتھا بڑھا دیا] پہلی جگہ عَمُوْا وَصَمُّوْا مراد ہے پھر دوسری جگہ عَمُوْا وَصَمُّوْا کا مفہوم اسی سورت کی اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءُا الخ [پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا کہ دشمن تمہارا منہ بگاڑ دیں اور مسجد میں داخل ہوں جیسے پہلی بار داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر قابو پائیں تباہ کر کے برباد کر دیں] (۴) پہلی مرتبہ جب اندھے اور بہرے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام وغیرہ کو بھیج کر ہدایت دی۔ اسکے بعد وہ لوگ پھر اپنی عادت کے مطابق گمراہی کی جانب پلٹ گئے۔ (تفسیر کبیر) ۲ جاننا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہود کے قول کو نقل فرمایا تو اب نصاریٰ کے قول کو بیان فرما رہا ہے۔ نصاریٰ میں ایک فرقہ ہے جسے یعقوبیہ کہتے ہیں اس فرقے کا کہنا ہے کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک حضرت مریم سلام اللہ علیہا نے "اللہ" جنا۔ شاید انکے کہنے کا مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ (معاذ اللہ) ذاتِ عیسیٰ علیہ السلام میں حلول کر گیا ہے یا ذاتِ عیسیٰ میں متحد ہو گیا ہے۔ نصاریٰ کے قول کو نقل کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول کو نقل فرمایا تا کہ نصاریٰ کے قول کے فساد پر دلالت ہو جائے۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور اپنے غیر کے درمیان دلائل حدوث میں کوئی تفریق نہیں رکھی۔ (تفسیر کبیر) وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ ناصر کی بجائے انصار جمع کہا گیا ہے کیونکہ انکا گمان تھا کہ ہمارے لئے بہت سے مددگار ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے کہ جمع کا صیغہ لانے سے تنبیہ ہو جائے کہ یہ لوگ جن جن کو اپنا مددگار سمجھتے ہیں ان میں سے کوئی بھی ظالموں کی مدد نہیں کریگا۔ اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ سے آخر تک یہ احتمال ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے بطور حکایت اسکی خبر دی ہے تا کہ اس پر تنبیہ ہو جائے کہ ان لوگوں کا کہنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کیلئے نہ تھا اور نہ اس لئے کہ انکے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جائے۔ (مظہری) اس آیت کریمہ سے ہمارے اصحاب نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ فساق کا عذاب دائمی نہ ہوگا کیونکہ جب مشرکین کیلئے کوئی ناصر نہ ہوگا تو مؤمنین کے فساق کے لئے یقیناً کوئی نہ کوئی ناصر ہوگا جسے شفیع کہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)

ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا

سوم سہ است و ہیچ الہ نیست مگر الہ یگانہ است و اگر باز نمانند

تین کا تیسرا ہے اور نہیں ہے کوئی معبود مگر ایک ہی خدا ہے اور اگر باز نہ آئیں

عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ

از آنچہ میگویند خواہد رسید کافرانرا از ایشاں عذاب

اس سے جو کہتے ہیں تو ضرور پہنچے گا ان میں سے کافروں کو تکلیف دینے والا

اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ

الیم آیا رجوع نمی کنند بسوے خدا و آمرزش نمی طلبند ازو و خدا

عذاب ۱ کیا اللہ کی جانب وہ سب رجوع نہیں کرتے اور اس سے مغفرت طلب نہیں کرتے اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ

آمر زندہ مہربانست نیست عیسیٰ پسر مریم مگر پیغامبری

بخشنے والا مہربان ہے ۲ عیسیٰ ابن مریم نہیں ہیں مگر ایک رسول

خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا

گذشتہ اند پیش ازوی پیغامبران و مادر او ولیہ بود ہر دو

گذر چکے ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول اور ان کی والدہ ولیہ تھیں، ہر دو

يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ

میخوردند طعام را ببیں چگونہ بیان میکنیم نشانہای باز ببیں

کھانا کھاتے تھے دیکھو کیسے ہم بیان کرتے ہیں نشانیوں کو انکے لئے پھر دیکھو

اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا

چگونہ گردانیدہ میشوند بگو آیا عبادت میکنید بجز خدا چیزیرا کہ

کیسے بھٹکتے پھر رہے ہیں ۳ آپ فرما دیجئے کیا تم سب عبادت کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی جو

تفسیر مظہر العرفان

۱ یعنی مرقوسیہ اور نصطوریہ اقانیم ثلاثہ کے قائل تھے۔ بعض نے کہا کہ ثلاثہ سے مراد اللہ ہے یعنی مرتبہ ذات، حضرت عیسیٰ علیہ السلام انکے زعم کے مطابق صفتِ علم سے عبارت ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام انکے زعم کے مطابق صفتِ حیات سے عبارت ہیں۔ بعض نے یہ بھی کہا کہ ثلاثہ سے مراد اللہ تعالیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا ہیں جیسا کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِىْ وَ اُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی اے عیسیٰ! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ مجھے اور میری ماں کو دو الہ مانو۔ (مظہری) نصاری کا کہنا تھا کہ ابن الٰہ، اب اللہ ہے اور روح القدس الٰہ ہے۔ (القرطبی) متکلمین نے نصاری سے یہ بات نقل کی ہے کہ انکے قول کے مطابق جو ہر واحد، اقانیمِ ثلاثہ ہے یعنی اب، ابن اور روح القدس اور یہ تینوں ایک الٰہ ہیں جیسے شمس کے تین اقانیم ہیں یعنی قرص، شعاع اور حرارت۔ نصاری نے اپنے اس باطل قول میں ذات کو اب سے، کلمہ کو ابن سے اور حیات کو روح القدس سے تعبیر کی ہے اور کہا کہ کلمہ جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں ایسے مل گیا جیسے دودھ میں پانی۔ واضح رہے کہ نصاری کا یہ قول باطل ہے اس لئے کہ ثلاثہ یعنی تین، واحد نہیں ہو سکتا ہے اور واحد ثلاثہ نہیں ہو سکتا ہے دنیا میں اس قسم کا فساد والا قول سوائے نصاری کے اور کسی نے نہیں کہا ہے۔ (تفسیر کبیر) وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ الخ یہ جملہ انھیں زجر کے طور پر کہا جا رہا ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ یہ ان نصاری کو زجر ہے جو دلیل قائم ہونے کے باوجود دینِ نصاری پر قائم رہے۔ (غرائب القرآن) ۲ فراء کہتے ہیں کہ لفظِ استفہام کے ذریعے ان سے اس لئے خطاب کیا جا رہا ہے کہ اس وعیدِ شدید کے باوجود وہ لوگ کفر پر مصر ہیں۔ (غرائب القرآن) نصاری کو چاہیئے کہ وہ شرک سے توبہ کرلیں اور موحدین والا عقیدہ بنائیں یعنی اتحاد اور حلول سے پاک مانیں۔ (مظہری) ۳ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں مگر رسولوں کی جنس سے ایک رسول، جو اس سے پہلے گذر چکے ہیں اگر عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو زندہ فرماتے ہیں، برص اور کوڑھ کے مرض والوں کو شفایاب فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں عصا کو زندہ فرمایا اور فلقِ بحر کا معجزہ دکھایا۔ اگر نصاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ کی پیدائش کو دلیل بناتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بغیر ماں باپ کے پیدا فرمایا۔ (تفسیر کبیر) وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ یعنی حضرت مریم سلام اللہ علیہا بھی تمام عورتوں کی طرح ایک عورت ہیں انھیں کثرتِ صدق، اللہ تعالیٰ کی آیات اور انبیائے کرام علیہم السلام کی تصدیق کی بناء پر فضیلت دی گئی ہے۔ (مظہری) كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ۔ جاننا چاہیئے کہ اس سے نصاری کے قول کے فساد پر دلیل قائم کی جارہی ہے اور اسکا بیان چند وجوہ سے ہے (۱) جس کیلئے ماں ہو اسکا حادث ہونا ظاہر ہے اور جو حادث ہوگا اسکا ایک زمانے میں معدوم ہونا بھی ثابت ہوگا اور جو ایسا ہوگا وہ "الٰہ" نہیں ہو سکتا ہے (۲) یہ دونوں کھانے پینے کی حاجت رکھتے ہیں، جو ایسا ہوگا وہ الٰہ نہیں ہو سکتا ہے اس لئے کہ الٰہ کسی چیز کا بھی محتاج نہیں ہوتا ہے لہذا یہ دونوں الٰہ نہیں ہو سکتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) اولاً اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کیلئے ان چیزوں کو بیان فرمایا جو کمالات کا سبب ہیں اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی بیان فرما دیا کہ ان کمالات کے پیشِ نظر ان دونوں کو الٰہ نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ ان سے قبل کے رسل بھی بہت سے کمالات کے متحمل تھے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے حدوث کی نشانیاں بیان فرمائیں جو ربوبیت کے منافی ہیں پھر تعجب کے طور پر فرمایا گیا کہ ان دلائل کے باوجود یہ لوگ کہاں بھٹک رہے ہیں۔ انھیں چاہیئے کہ ان دلائل پر غور و فکر کریں۔ (مظہری)

يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٦﴾

نمی تواند برائے شما زیادتی و نہ سودی و خدا ہمانست شنوای دانا

طاقت نہیں رکھتی تمہارے لئے نقصان کا اور نہ فائدہ کا اور اللہ وہی سننے والا جاننے والا ہے ۱

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا

بگو اے اہل کتاب از حد مگذرید در زمین خود بناحق و مکنید

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق حد سے نہ گذرو اور نہ کرو

تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا

پیروی نفس قومیرا کہ گمراہ شدند پیش ازیں و گمراہ کردند مردمان

پیروی ایسی قوم کی خواہش کی جو گمراہ ہو چکی ہے اس سے پہلے اور گمراہ کیا بہت سے

كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٧٧﴾ لُعِنَ الَّذِيْنَ

بسیار را و کجروی کردند از راہ راست لعنت کردہ شد

لوگوں کو اور سیدھے راستے سے بھی ۲ لعنت کی گئی

كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ

کافرانرا از بنی اسرائیل بر زبان

بنی اسرائیل کے کافروں پر داؤد اور

دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ

داؤد و عیسی پسر مریم ایں بسبب آنست کہ

عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر یہ اس سبب سے ہے کہ

بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٧٨﴾

نافرمانی کردند و از حد میگذشتند یکدیگر را منع نمیکردند

انھوں نے نافرمانی کی اور حد سے گذرتے تھے ۳

تفسیر اظہار العرفان

۱ اس آیت کریمہ میں نصاریٰ کے قول کے فساد پر دوسری دلیل دی جارہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے مذہب کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دی گئی جب صلیب پر انھیں پیاس لگی اور انھوں نے پانی طلب کیا تو انکی ناک کے ذریعے سرکہ پہنچایا گیا۔ اپنے اس واقعہ سے انھیں خود سوچنا چاہیئے کہ کیا اللہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ عالم کا الٰـہ ہر چیز سے مستغنی ہوتا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں جبکہ الٰـہ کسی کی عبادت نہیں کرتا ہے۔ [بلکہ مخلوق خود اسکی عبادت کرتی ہے] (تفسیر کبیر)

۲ یہود نے تفریط سے کام لیا کہ حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر زنا اور کذب کا الزام لگایا اور نصاریٰ نے افراط سے کام لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الٰـہ بنا بیٹھے۔ جاننا چاہیئے کہ غلو فی الدین [دین میں اپنی طرف سے بڑھانے چڑھانے] کی دو قسمیں ہیں (۱) حق: اسکی صورت یہ ہے کہ حق کی تقریر، توضیح اور حقائق کے بیان کرنے میں مبالغہ کرنا' چونکہ اس سے مقصد دین حق کا پرچار کرنا ہوتا ہے اس لئے یہ جائز ہے۔ (۲) باطل: حسب شہوات دین بیان کئے جائیں۔ یہ صورت ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں شریعت کو اپنی مرضی کے مطابق بنانا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ ہم نے قرآنِ کریم میں لفظِ ھوی صرف شر کے معنی میں پایا ہے۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ فلان یھوی الخیر بلکہ یوں کہا جائیگا کہ فلان یرید الخیر یعنی فلاں بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اسکا نام ھـوی اس لئے رکھا گیا کہ اپنے ماننے والے کو جہنم میں لے جائیگا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس یہ کہا کہ الحمد لله الذی ھوٰی علی ھواک یہ سنکر حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کل ھوای ضلالة یعنی ہر ہوی گمراہی ہے۔ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ یعنی نصاریٰ اور یہودی کے ائمہ نے بعثتِ نبی ﷺ سے قبل اپنی قوم کو گمراہ کررکھا تھا۔ ان لوگوں نے مسئلہ تثلیث [تین خدا] کا خوب پرچار کیا اور دوسرے نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی شان میں تفریط سے کام لیا۔ اس آیت کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ گمراہی ہمیشہ انکی جانب رہی۔ اول جگہ ضَلُّوْا سے مراد قدیم گمراہی ہے اور ثانی جگہ اس سے مراد جدید گمراہی ہے۔ بعض نے کہا کہ ضلالِ اول سے مراد دین کی گمراہی ہے اور ضلالِ ثانی سے مراد جنت سے بھٹکنا ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ضلالِ ثانی سے مراد اعتقاد کی گمراہی ہے یعنی وہ سب ارشادِ حق سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ (غرائب القرآن) ۳ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کافرین پر لعنت کرنا جائز ہے عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ یعنی زبور اور انجیل میں ان پر لعنت کی گئی ہے کیونکہ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔ ابو مالک کہتے ہیں کہ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ سے مراد یہ ہے کہ انھیں بندر بنادیا گیا تھا اور عَلٰى لِسَانِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ سے مراد یہ ہے کہ انھیں خنزیر بنادیا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ سے مراد اصحابِ سبت ہیں اور عَلٰى لِسَانِ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے نزول مائدہ کے بعد بھی کفر کیا۔ بعض نے کہا کہ اسلاف واخلاف پر حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے انکار پر لعنت کی گئی اس لئے کہ یہ دونوں نبی مبعوث کو زیادہ جانتے تھے۔ (القرطبی) حضرت داؤد علیہ السلام نے یوں دعا کی اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُمْ وَاجْعَلْهُمْ اٰيَةً فَمَسَخُوْا قِرَدَةً یعنی اے اللہ! تو ان پر لعنت فرما اور انھیں باعثِ عبرت بنا پس اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بندر بنادیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُمْ وَاجْعَلْهُمْ اٰيَةً فَمَسَخُوْا خِنْزِيْرًا یعنی اے اللہ! تو ان پر لعنت فرما اور انھیں باعثِ عبرت بنا پس اللہ تعالیٰ نے انھیں خنزیر بنادیا اور وہ سب پانچ ہزار تھے (مظہری)

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ

از آن عمل زشت کہ مرتکب آں شدند

ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے اس برے عمل سے

فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا

ہر آئنہ بد چیزیست کہ میکردند

جسکے وہ مرتکب ہوئے بیشک بری چیز ہے جو عمل وہ کرتے تھے ١

يَفْعَلُوْنَ ۝٧٩ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ

می بینی کہ بسیاری از ایشاں

تو دیکھتا ہے کہ ان میں سے بہت سے

يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ

دوستی میکنند با کافران

دوستی رکھتے ہیں کافروں کے ساتھ

لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ

ہر آئنہ بد چیزیست کہ پیش فرستاد

بیشک وہ بری چیز ہے جو پہلے بھیجا انکے لئے انکے نفوس نے،

اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِى الْعَذَابِ

برائے ایشاں نفوس ایشاں آں چیز خشم گرفتن خدا ست بر ایشاں و ایشاں در عذاب

وہ چیز اللہ کی ناراضگی ہے ان پر اور وہ سب عذاب میں

هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝٨٠ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ

جاویدانند و اگر ایمان آوردندے

ہمیشہ رہیں گے ٢ اور اگر ایمان لاتے

١ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ منکرات سے روکنا اس شخص پر فرض ہے جو اسکی طاقت رکھتا ہو یا ضرر سے امن میں ہو اگر ضرر کا خوف ہو تو چاہیئے کہ اسکے کرنے کو دل سے برا جانیں اور اس سے ملنا جلنا اسوقت تک بند رکھے جب تک منکرات کو چھوڑ نہ دے۔ ماہرین اہل علم کہتے ہیں کہ ناہی کیلئے ضرر سے امن میں رہنا ضروری نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کو منکرات سے روکتے رہنا چاہیئے۔ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ: یعنی ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بنی اسرائیل میں سب سے پہلے جو خرابی داخل ہوئی وہ یہ ہے کہ ایک شخص جب پہلے کسی دوسرے شخص سے ملتا تو اسے تلقین کرتے ہوئے کہتا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنے اس برے کاموں سے باز آ جاؤ پھر دوسرے دن جب اسی شخص سے ملتا تو اسے برائی سے منع نہیں کرتا تھا بلکہ اسکے کھانے' پینے اور بیٹھنے میں بھی شریک ہو جاتا تھا پس اللہ تعالیٰ نے انکے قلوب کو ایک دوسرے کے موافق کر دیا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ سے فَاسِقُوْنَ تک۔ اسکے بعد فرمایا: کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم! تم ضرور نیکیوں کا حکم دو گے' برائیوں سے روکو گے' ظالم کا ہاتھ روکو گے' حق کا ساتھ دو گے [اگر ایسا نہ ہوا] تو اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک دوسرے کے قلوب پر ضرور مہر لگا دیگا اور تمہاری جانب ضرور لعنت آئیگی جیسی لعنت انکی جانب آئی۔ جاننا چاہیئے کہ اس آیت کریمہ میں یہ دلالت بھی موجود ہے کہ برے لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے سے اپنے آپکو بچائے۔ (القرطبی) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو سنا آپ فرما رہے تھے کہ لوگ ظالم کو ظلم کرتا ہوا دیکھ کر اسے ظلم سے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے انھیں اندھا کر دے۔ (مظہری) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو سنا' آپ فرما رہے تھے کہ تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے چاہیئے کہ وہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے دور کرے اور اگر اسکی طاقت نہ ہو تو زبان سے اسے روکے اور اگر اسکی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے [لیکن] یہ ایمان کا سب سے کمزور حصہ ہے (مسلم شریف) لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ یہ جملہ تعجب کے طور پر ہے کیونکہ برائی کو سمجھتے ہوئے بھی اپنا لینا باعث تعجب ہی ہے۔ (بیضاوی)

٢ یعنی اہل کتاب میں سے بہت سوں کو آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ بغض رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کے بغض کی وجہ سے مشرکین سے دوستی کرتے ہیں۔ ان کی یہ دوستی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ (بیضاوی) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہود کے انکار کو مؤکد فرما رہا ہے۔ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ سے عام یہود مراد ہیں' بعض نے کہا کہ اس سے کعب بن اشرف اور اسکے ساتھی مراد ہیں' حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے منافقین مراد ہیں' يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا. اس سے مشرکین مراد ہیں' یہ لوگ یہود کے دین پر نہیں تھے۔ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ: یعنی انکے نفوس نے جو کچھ کیا اور جو کچھ انکے لئے مزین کیا وہ کیا ہی برا ہے۔ (القرطبی)

بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ

بخدا و پیغامبر و آنچه فرو فرستاده شد است بسوی وی

الله پر اور نبی پر اور جو اتارا گیا انکی جانب تو یقیناً

مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا

البتہ دوست نگر فتندی مشرکانرا و لیکن بسیاری از ایشاں

دوست نہ بناتے مشرکوں کو لیکن ان میں سے اکثر

مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٨١﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ

فاسقانند هر آئنه بیابی سخت ترین مردمان

فاسق ہیں ۱ بیشک تو پائیگا لوگوں میں سب سے سخت

عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ

در عداوت مسلمانان یہود و مشرکانرا

مسلمانوں کی عداوت میں یہود اورمشرکوں کو

اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا

و هر آئنه بیابی نزدیک ترین مردمان در دوستی مسلمانان کسانیرا که

اور بیشک تو پائیگا لوگوں میں سب سے قریب مسلمانوں کی دوستی میں ان لوگوں کو

الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ

گفتند ما نصاری ایم این بسبب آنست که از جنس ایشاں هستند دانشمندان

جنہوں نے کہا کہ ہم نصاری ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان میں بہت سے عقل مند

قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾

و گوشه نشینان و بسبب آنست که ایشاں تکبر نمی کنند

اور عبادت گذار ہیں اور اس سبب سے ہے کہ تکبر نہیں کرتے ہیں ۲

۱ یعنی اگر اہل کتاب اپنے نبی پر ایمان لاتے۔ اگر یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے تو نبی سے مراد حضرت محمد ﷺ ہونگے۔ (بیضاوی)

۲ حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری کو خط دیکر نجاشی کے پاس بھیجا۔ جب وہ نجاشی کے دربار میں پہنچے اور نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کا خط پڑھا تو اس نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے مہاجرین کو اور راہبوں اور پادریوں کو بلایا پھر اس نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ قرآن پڑھیں۔ انھوں نے سورہ مریم تلاوت فرمائی تو اسکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ نجاشی نے اپنے سرکردہ اصحاب کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے ان کے سامنے سورہ یاسین کی تلاوت فرمائی تو وہ رونے لگے انھیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی یہودی ایسا نہیں ہے جسکے دل میں مسلمانوں کے قتل کی خواہش نہ ہو۔ بغوی کہتے ہیں کہ جمیع نصاری مسلمانوں سے محبت نہیں کرتے بلکہ اکثر نصاری مسلمانوں کی عداوت میں یہود کی طرح ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو قتل کیا جائے، انھیں قیدی بنایا جائے، ان کے شہروں اور مساجد کو ویران کیا جائے اور انکی کتاب کو جلایا جائے۔ اس لئے آیت کریمہ میں نصاری سے مراد نجاشی اور انکے ساتھی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت نجاشی اور اسکے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ آیت جمیع یہود اور جمیع نصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ یہود سخت دلوں کے مالک ہیں اور نصاری نرم دلوں کے مالک ہیں۔ میں (قاضی ثناء اللہ) کہتا ہوں کہ آیت کا عموم لفظ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس سے جماعت معینہ مراد نہ لی جائے اگرچہ سبب نزول نجاشی اور اسکے ساتھی ہیں لیکن یہود میں سے بھی جماعت معنیہ نے اسلام قبول کیا جیسے عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھی اور کعب بن احبار وغیرہ بھی اس صفت سے متصف ہیں اس لئے کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہود اور نصاری کے درمیان تفرقہ کیا جائے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ اس جگہ نصاری سے مراد وہ لوگ ہیں جو بعثتِ نبی ﷺ سے قبل بھی دین حق پر قائم تھے۔ ان ہی میں سے نجاشی اور اسکے ساتھی ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ یا ثالث ثلاثہ نہیں کہا تھا۔ بغوی کہتے ہیں کہ "قس اور قسیس" روم کی لغت میں عالم کو کہتے ہیں۔ قاموس میں ہے رئیس النصاری فی العلم کو کہتے ہیں۔ صحاح میں ہے کہ رؤسِ نصاری میں سے عالم عابد کو کہتے ہیں۔ قس کی اصل یہ ہے کہ شے کی پیروی کرنا اور اسے رات میں تلاش کرنا۔ علماء اور عابدین کو قسیس اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لوگ بھی علم تلاش کرتے ہیں اور رات کی تاریکی میں اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے ہیں۔ رھبان، راھب کی جمع ہے جیسے راکب کی جمع رکبان۔ صوامع میں گوشہ نشین ہو کر عبادت کرنے والے کو کہا جاتا ہے وَاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ یعنی جب انھیں حق کی جانب بلایا جاتا ہے تو اسے قبول کر لیتے ہیں تکبر نہیں کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ تین کیلئے دو اجر ہیں وہ شخص جو اہل کتاب ہو اپنے نبی پر بھی ایمان لائے اور محمد ﷺ پر بھی ایمان لائے۔ دوسرا وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے آقا کا بھی۔ تیسرا وہ شخص جس نے اپنی باندی سے وطی کی ہو اور علم و ادب سکھایا ہو پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے۔ (مظہری)

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ

و چوں بشنوند آنچه فرو فرستاده شده بسوئے پیغمبر بہ بنی کہ چشمہائے ایشاں اشک میریزند بسبب

اور جب سنتے ہیں وہ جسے اتارا گیا رسول کی جانب تو دیکھو گے کہ انکی آنکھیں آنسو گرا رہی ہیں بسبب

تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا

آنچه شناختند از حق میگویند اے پروردگار ما ایمان آوردیم پس بنویس ما را با

اسکے کہ انھوں نے حق پہچان لیا' کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو لکھ دے ہمیں

فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ

شاہدان و چیست ما را کہ ایمان نیاریم بخدا و آنچه آمده است بما از دین راست

گواہوں کیساتھ ۱ اور کیا ہوا ہمیں کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور جو کچھ ہمارے پاس دین حق سے آیا

وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ﴿٨٤﴾ فَأَثَابَهُمُ

و چیست ما را کہ طمع نکنیم کہ داخل کند ما را پروردگار ما با گروہ نیکوکاران پس جزا داد ایشانرا

اور کیا ہوا ہمیں کہ طمع نہ کریں کہ داخل فرمائے ہمارا رب ہمیں نیکوکار گروہ کیساتھ ۲ پس انھیں بدلہ دیا

اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

خدا بآنچه گفتند بوستانہا میرود زیر آں جوبہا جاویدان

اللہ نے جو انھوں نے کہا' ایسے باغات جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں ہمیشہ رہیں گے

فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَ

در انجا و ایں است جزائے نیکوکاران و کسانیکہ کافر شدند و

اس جگہ اور یہ ہے نیکوکار کا بدلہ ۳ اور وہ لوگ جو کافر ہوئے اور

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿٨٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

بدروغ نسبت کردند آیات ما را ایشانند اہل دوزخ اے

ہماری آیتوں کی طرف جھوٹ کی نسبت کی یہی لوگ دوزخ کے رہنے والے ہیں ۴ اے

تفسیر اظہار العرفان

۱ نسائی نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت نجاشی اور اسکے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ کے دو مفہوم ہیں (۱) انکی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہیں پھر آنسو ٹپکنے لگتے ہیں کیونکہ فیض برتن کے بھر جانے کو کہتے ہیں یہاں تک کہ بھر کر ٹپکنے لگے۔ (۲) اس سے مراد مبالغہ ہے یعنی جب یہ لوگ حق سنتے ہیں تو انکی آنکھیں خود بخود آنسو بہانے لگتی ہیں۔ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۔اس میں بھی دو احتمالات ہیں (۱) شاہدین سے مراد حضرت محمد ﷺ کی امت ہے کیونکہ انکے بارے میں کہا گیا ہے کہ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ یعنی اور اس طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اے اللہ! تو ہمیں مسلمانوں کے ساتھ لکھ دے (۲) اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں ہر اس شخص کیساتھ لکھ دے جس نے تیرے انبیاء کی نبوت کی گواہی دی ہو۔ (تفسیر کبیر)

۲ یعنی ہمیں کیا ہوا کہ حضرت محمد ﷺ ہمیں ایمان کی دعوت دیں اور ہم قبول نہ کریں۔ اسکے ساتھ وہ لوگ یہ طمع بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں امتِ محمدیہ علی صاحب الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے۔ یہ لوگ پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ اس امت کی کیا فضیلت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ یعنی اور تحقیق ہم نے زبور میں اس ذکر کے بعد لکھ دیا کہ بیشک زمین کے وارث میرے صالحین بندے ہونگے۔ (مظہری) حضرت ابن زید فرماتے ہیں کہ قوم صالحین سے مراد اللہ کے رسول ﷺ اور آپکے اصحاب ہیں۔ (ابن جریر) ۳ یعنی اللہ تعالیٰ نے انکے خلوص اعتقاد کا یہ بدلہ دیا کیونکہ محسنین ایسے اشخاص کو کہتے ہیں جو کمالِ خشوع اور خضوع کیساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تم اپنے رب کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم انھیں دیکھ رہے ہو پس اگر تم اسے دیکھ نہیں سکتے تو یہ تصور کرو کہ وہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (مظہری) اس آیت کریمہ کا ظاہر یہ دلالت کرتا ہے کہ وہ سب اس ثواب کے مستحق فقط قول سے ہو گئے۔ اس لئے کہ ارشاد ہے فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا۔ اور یہ غیر ممکن ہے اس لئے کہ مجرد قول ثواب کا فائدہ نہیں دیتا ہے۔ اسکا جواب دو طریقے سے دیا گیا ہے (۱) اس آیت سے پہلے گذر چکا ہے کہ انکی صفت اخلاص ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے کیونکہ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ انکے بارے میں ارشاد ہے پس جب معرفت' اخلاص اور کمالِ انقیاد پہلے سے حاصل ہیں تو اب قول بھی اس میں شامل کر لیا گیا ہے اس طرح مکمل ایمان انھیں حاصل ہو گیا (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بِمَا قَالُوا بمعنی بِمَا سَأَلُوا ہے یعنی انھوں نے یہ سوال کیا کہ اے اللہ ہمیں مسلمانوں کیساتھ شامل فرما۔ (تفسیر کبیر) ۴ نیکوکار کا بدلہ بیان کرنے کے بعد اب کافرین کا بدلہ بیان کیا جا رہا ہے کیونکہ قرآن کا یہ اسلوب رہا ہے کہ جنت کے ذکر کے بعد جہنم کا ذکر آتا ہے اور جہاں جہنم کا ذکر ہو تو وہاں جنت کا ذکر آتا ہے تا کہ ترغیب اور ترہیب دونوں جمع ہو جائیں جب پہلے تصدیق بالقلب اور معرفتِ حق مع اقرار باللسان بیان ہوا تو اب اسکی ضد یعنی انکارِ حق اور تکذیبِ حق کا بیان ہے۔ (مظہری)

اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ

مومنان حرام مکنید لذایذ آنچه خدا حلال ساخته است شما را و از حد مگذرید

مومنو! حرام نہ کرو لذیذ (پاکیزہ) چیزوں کو جسے اللہ نے حلال بنایا ہے تمہارے لئے اور حد سے مت گذرو

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ

هر آئنه خدا دوست ندارد از حد گزرندگان را و بخورید آنچه روزی داده ست شما را خدا

بیشک اللہ دوست نہیں رکھتا حد سے گذرنے والوں کو ! اور کھاؤ اس سے جو روزی اللہ نے تمہیں دی

حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ لَا

حلال پاکیزه و بترسید از خدا که شما بوی ایمان آوردید باز

حلال پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے جس پر تم نے ایمان لایا ہے ٢

يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا

خواست نمیکند شما را خدا به لغو در سوگندهای شما و لیکن باز خواست می کند از شما

اللہ تمہیں نہیں پکڑتا ہے تمہاری قسموں میں سے لغو قسم میں لیکن پکڑتا ہے تمہیں

عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ

بسبب محکم کردن سوگند بقصد پس کفاره یمین منعقده طعام دادن ده مسکین است

بالقصد پکی قسم کھانے کے سبب پس یمین منعقدہ کا کفارہ دس مسکین کو کھانا دینا ہے

مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ

از جنس میانه از آنچه می خورانید اہل خود را یا پوشش دادن ایشانرا یا آزاد کردن

درمیانی جنس سے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا انھیں کپڑا پہنانا ہے یا غلام آزاد کرنا

رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ

برده پس هر که نیابد لازم است روزه داشتن سه روز این است کفاره

ہے پس جو کوئی نہ پائے تو لازم ہے روزہ رکھنا تین دنوں کا' یہ ہے کفارہ ٣

١ ترمذی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! جب مجھے [کھانے کو] گوشت ملتا ہے تو مجھ پر شہوت غلبہ کرتی ہے اور میری طبیعت عورتوں کی طرف مائل ہو جاتی ہے' اس لئے میں نے گوشت کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ چند صحابہ نے' جن میں سے ایک عثمان بن مظعون ہیں' عورتوں کو اور گوشت کو اپنے لئے حرام کرلیا اور اپنے مذاکیر کاٹ پھینکنے کیلئے چھریاں اٹھالیں تا کہ شہوات سے فارغ ہو کر عبادت میں مشغول ہو جائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ آیت صحابہ کرام کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی' جس میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت ابن مسعود' حضرت عثمان بن مظعون' حضرت مقداد بن اسود اور حضرت سالم مولی ابی حذیفہ ؓ کے نام شامل ہیں۔ انھوں نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ نہ عورتوں کے قریب جائیں گے نہ گوشت کھائیں گے اور نہ چکنائی استعمال کریں گے اور یہ کہ کھدر پہنیں گے اور کھانا بمقدار قوت کھائیں گے اور یہ کہ زمین میں راہبوں کی طرح چلیں پھریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ زید بن اسلم سے روایت ہے کہ عبداللہ بن رواحہ کے پاس انکی قوم کا ایک مہمان آیا اسوقت حضرت عبداللہ ؓ نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے جب وہ گھر گئے تو انھیں معلوم ہوا کہ گھر والوں نے انکے انتظار میں مہمان کو بھی کھانا نہیں کھلایا ہے اس پر عبداللہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم نے میری خاطر میرے مہمان کو بھوکا رکھا اب کھانا میرے لئے حرام ہے۔ اس پر انکی بیوی نے کہا کہ [اگر تم نہیں کھاتے تو] مجھ پر بھی کھانا حرام ہے۔ [یہ سنکر] مہمان نے کہا کہ [اگر یہ بات ہے تو پھر] مجھ پر بھی کھانا حرام ہے جب حضرت عبداللہ ؓ نے یہ حال دیکھا تو کھانے میں ہاتھ ڈال دیا اور کہا کہ اللہ کے نام سے کھاؤ اسکے بعد جب حضرت عبداللہ ؓ نبی کریم ﷺ کی خدمت گئے اور اپنا یہ ماجرہ سنایا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) ٢ حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ حلال وہ ہے جسے شرع نے حلال کیا ہو اور طیب وہ جسے بطور غذا استعمال کرتے ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو حلوہ اور شہد بہت پسند تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ثرید بہت پسند تھا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھا کر شکر ادا کرنے والا' صائم اور صابر کی طرح ہے۔ (مظہری) ٣ شریعت میں قسم کی چار صورتیں ہیں ان میں سے دو موجب کفارہ ہیں اور دو پر کفارہ نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ قسم کی چار صورتیں ہیں دو پر کفارہ لازم ہے اور دو پر نہیں ہے پس وہ قسم جس پر کفارہ لازم ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص کہے کہ واللہ لا افعل کذا و کذا یعنی اللہ کی قسم میں ایسا نہیں کرونگا اور وہ ایسا کرلے۔ اسی طرح کہے کہ واللہ لافعلن کذا و کذا فلا یفعل یعنی اللہ کی قسم میں ضرور ایسا کرونگا اور وہ ایسا نہ کرے۔ ان دو صورتوں میں کفارہ لازم ہے۔ پس وہ صورت جس پر کفارہ لازم نہیں ہے کوئی شخص یہ کہے کہ واللہ ما فعلتُ کذا و کذا و قد فعل یعنی اللہ کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا حالانکہ اس نے ایسا کیا ہو۔ اسی طرح واللہ لقد فعلتُ کذا و کذا ولم یفعل یعنی اللہ کی قسم میں نے ایسا کیا حالانکہ اس نے نہ کیا ہو۔ ان دو صورتوں میں کفارہ لازم نہیں ہے۔ (القرطبی) اگر کوئی شخص قرآن کی قسم کھائے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک منعقد ہو جائیگی لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک منعقد نہیں ہوگی اس لئے کہ عرف معدوم ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کعبہ یا نبی ﷺ کی قسم کھائے تو منعقد نہ ہوگی۔ (مظہری)

اَيۡمَانِكُمۡ اِذَا حَلَفۡتُمۡ ؕ وَ احۡفَظُوۡۤا اَيۡمَانَكُمۡ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

سوگندہائے شما چوں سوگند خورید و نگہدارید سوگندہای خود را ہمچنیں بیان میکند

تمہاری قسموں کا جب تم قسم کھاؤ اور حفاظت کرو اپنی قسموں کی اسی طرح بیان فرماتا ہے

اللّٰهُ لَكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۸۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا

خدا برائے شما آیتہا خود را تا بود کہ شما شکر کنید اے مسلمانان

اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کو تا کہ تم شکر ادا کرو اے مسلمانو!

اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ

جز ایں نیست کہ خمر وقمار و نشانہای معبودان باطل و تیرہای فال پلید ست از

اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ شراب اور جوا اور باطل معبودوں پر چڑھائے گئے اور فالوں کے تیر پلید ہیں

عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ فَاجۡتَنِبُوۡهُ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَا يُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ

کردار شیطان است پس احتراز کنید از وی تا بود کہ شما رستگار شوید جز ایں نیست کہ میخواہد شیطان

شیطان کے عمل سے ہے پس اس سے احتراز کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ اسکے سوا کچھ نہیں ہے کہ شیطان

اَنۡ يُّوۡقِعَ بَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِى الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ

کہ باندازد درمیان شما دشمنی و ناخوشی بسبب خمر و قمار

تمہارے درمیان دشمنی اور ناراضگی ڈالنا چاہتا ہے شراب اور جوا کے سبب

وَيَصُدَّكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ

و باز دارد شما را از یاد خدا و از نماز آیا الحال شما

اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روکتا ہے تو کیا تم سب

مُّنۡتَهُوۡنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاحۡذَرُوۡا ۚ

باز ایستادید و فرمانبرداری کنید خدا را و فرمانبرداری کنید پیغمبر را و بترسید

رک جاؤ گے ۲ اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور ڈرو

۱ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو اہل مدینہ شراب پیتے تھے اور جوئے کا مال کھاتے تھے۔ انھوں نے ان دونوں چیزوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے آیت وَيَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ (بقرہ! ۲۱۹) نازل فرمائی۔ اس پر لوگ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں حرام نہیں کیں بلکہ فرمایا ہے کہ یہ بہت بڑے گھاٹے کے کام ہیں لہذا وہ شراب پیتے رہے حتی کہ ایک دن مہاجرین میں سے ایک شخص نے یا اسکے اصحاب میں سے کسی نے مغرب کی نماز پڑھائی تو قرأت کو خلط ملط کر گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی زیادہ سخت آیت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡتُمۡ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ (نساء! ۴۳) نازل فرمائی۔ اور اسکے بعد اس سے بھی سخت آیت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ تا فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ نازل فرمائی۔ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ اے ہمارے رب! ہم اس سے باز آئے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) شراب نوشی کی بہت سی خرابیوں میں سے ایک یہ ہے کہ شراب پینے والا مخمور ہو کر ہوش وحواش کھو بیٹھتا ہے اور نشے کی حالت میں اسے اپنے پرائے، نیک و بد اور اچھے برے میں تمیز نہیں رہتی۔ واہیات بکتا ہے، دنگا فساد کرتا ہے اور کوئی بھی برے سے برا کام کر گذرتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ عتبان بن مالک نے، جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مواخاتی بھائی تھے ایک ضیافت کا اہتمام کیا اور اس میں شراب پیش کی تو مہمان نے شراب پی کر ایک دوسرے کے سر پھٹول کی۔ اسی لئے معاشرہ کے صالح افراد زمانۂ جاہلیت میں بھی شراب کے نزدیک نہیں گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ساری عمر شراب نہیں پی۔ (تاریخ الخلفاء) حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے شراب اس لئے نہیں پی کہ یہ عقل کو زائل کر دیتی ہے۔ (تفسیرات احمدیہ) شراب کی حرمت سن ۳ ہجری غزوہ احد کے بعد واقع ہوئی۔ (القرطبی) فَاجۡتَنِبُوۡهُ یعنی اس سے دور رہو یہ اجتناب کا حکم علی جہت التحریم ہے اسی بناء پر علمائے مسلمین کا اسکی حرمت پر اتفاق ہے۔ اس کلمہ یعنی فاجتنبوہ کو مطلق رکھا گیا تا کہ شراب سے نفع حاصل کرنا من کل الوجوہ حرام ہو جائے۔ لہذا اسکا پینا، اسکا بیچنا، وغیرہ سب حرام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص شراب تحفہ کے طور پر لیکر آیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کر دیا ہے اس شخص نے عرض کی نہیں، پھر اس شراب کو اپنے برتن میں ڈالنے لگا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اسے برتن میں کیوں ڈال رہا ہے اس نے عرض کی میں اسے بیچ ڈالونگا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکا پینا اور بیچنا دونوں حرام کر دیا ہے پھر اس شخص نے برتن کا منہ کھول کر ساری شراب انڈیل دی۔ (القرطبی) ۲ ایک انصاری نے شراب کے نشے میں آکر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سر کو اونٹ کے جبڑا سے مار کر زخمی کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شراب پینے والا ایسا ہے جیسے بتوں کی عبادت کرنے والا۔ وَيَصُدَّكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ یعنی شیطان شراب اور جوئے کے ذریعے تمہیں نماز اور اللہ کی یاد سے روکتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ذکر میں خاص نماز کا تذکرہ فرمایا اس لئے کہ یہ شعارِ مؤمن اور دین کا ستون ہے اور مؤمن اور کافر کے درمیان صورتاً فارق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيۡعَ اِيۡمَانَكُمۡ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان یعنی نماز کو ضائع نہیں فرمائیگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبد مومن اور عبد کافر کے مابین وجہ امتیاز ترکِ صلوۃ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کی حفاظت کریگا تو نماز اسکے لئے نور ہوگی اور برہان ہوگی اور قیامت کے روز اس کے لئے نجات ہوگی اور جو ایسا نہ کرے تو نماز نہ نور ہوگی نہ برہان ہوگی اور نہ نجات ہوگی بلکہ اسکا حشر قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کیساتھ ہوگا۔ (مظہری)

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

پس اگر روگردانید پس بدانید کہ بر پیغمبر ما نیست مگر پیغام رسانیدن آشکارا

پس اگر تم سب روگردانی کرو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر نہیں ہے مگر واضح پیغام پہنچانا ۱

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ

نیست بر کسانیکہ ایمان آوردند و کارہاشایستہ کردند گناہی

نہیں ہے ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے کوئی گناہ

فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا

در آنچہ خوردند چوں پرہیزگاری کردند و ایمان آوردند کارہائے شایستہ کردند باز پرہیزگاری کردند

اس میں جو وہ (پہلے) کھا(پی) چکے جب پرہیزگاری کریں اور ایمان لائیں اور اچھا کام کریں پھر پرہیزگاری کریں

وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۚ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

۱۲ ع ۷ / ۲

و ایمان آوردند باز پرہیزگاری کردند و نیکوکاری کردند و خدا دوست میدارد احسان کنندگان را

اور ایمان لائیں پھر پرہیزگاری کریں اور نیکی کریں اور اللہ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو ۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ

اے مسلمانان ہر آئنہ می آزماید شما را خدا بچیزی از شکار

اے مسلمانو! بیشک اللہ تمہیں آزماتا ہے بعض چیزوں کے شکار سے

تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ

کہ برسد باں دستہائے بشما و نیزہ ہائے شما تا متمیز کند خدا کسے را کہ غائبانہ از وی می ترسد

کہ تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے اس کو پہنچتے ہیں تا کہ ظاہر فرمائے اللہ کہ کون غائبانہ اس سے ڈرتا ہے

فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰٓاَيُّهَا

پس ہر کہ تعدی کند بعد ازیں او را ست عذاب درد دہندہ اے

پس جو کوئی اسکے بعد حد سے تجاوز کرے تو اسکے لئے تکلیف دینے والا عذاب ہے ۳ اے

۱ اس آیت کا ظاہر یہی ہے کہ جو اس سے پہلے شراب اور جوئے کی حرمت کا بیان ہوا ہے اس میں کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور مخالفت سے بچو۔ (تفسیر کبیر) فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا الخ یعنی جان لو کہ اگر تم نے ان احکام سے روگردانی کی تو تم اپنی اس روگردانی سے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے ہو۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا میں شراب پیئے پھر اس سے توبہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں اس پر حرام کر دیگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے لعنت کی شراب، اسکے پینے والے، اسکے پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، بنانے والے، بنوانے والے، اٹھانے والے، جسکی طرف اٹھا کر لے جائی جائے اور اسکی قیمت کھانے والے پر۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے شراب پی تو اللہ تعالیٰ چالیس صبح تک اسکی نماز قبول نہیں فرمائیگا پس اگر توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرما لیتا ہے پھر اگر شراب پینے کی جانب لوٹے تو اللہ تعالیٰ چالیس صبح کی نماز قبول نہیں فرماتا ہے پس اگر توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرما لیتا ہے پھر اگر شراب پینے کی جانب لوٹے تو اللہ تعالیٰ چالیس صبح کی نماز قبول نہیں فرماتا ہے پس اگر توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرما لیتا ہے پھر اگر چوتھی مرتبہ شراب کی جانب لوٹے تو اللہ تعالیٰ اسکی چالیس صبح کی نماز قبول نہیں فرماتا ہے اور اگر توبہ کرے تو اسکی توبہ قبول نہیں فرماتا ہے اور اسے نہرِ خبال سے پلائیگا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ والدین کا نافرمان، جوا کھیلنے والے اور شراب پر مداومت کرنے والے کو جنت میں داخل نہیں کیا جائیگا۔ (مظہری) ۲ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! بہت سے لوگ جو شراب پیتے تھے اور جوئے کی کمائی کھاتے تھے اللہ کی راہ میں شہید ہو چکے ہیں یا طبعی موت مر چکے ہیں اور اب اللہ تعالیٰ نے اسے شیطانی کام قرار دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ نسائی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ تحریم خمر انصار کے دو قبیلوں کے بارے میں نازل ہوئی جو شراب پیتے تھے جب وہ نشے میں غرق ہو جاتے تو ایک دوسرے سے بیہودگیاں کرتے اور جب نشہ اتر جاتا اور ان میں سے ہر ایک اپنے چہرے، اپنے سر اور اپنی داڑھی پر اسکے آثار دیکھتا تو کہتا کہ میرا یہ حال میرے فلاں بھائی نے کیا ہے۔ دراصل وہ بھائی بھائی ہی تھے اور انکے دلوں میں حسد اور کینہ نہیں تھا اسوقت وہ صرف یہ کہتے تھے کہ اگر اسے مجھ سے ہمدردی ہوتی تو میرا یہ حال نہ کرتا لیکن ایک وقت آیا جب انکے دل بغض و عداوت سے معمور ہو گئے جب اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ الخ نازل فرمائی تو ریاکار لوگ کہنے لگے کہ یہ گندی پلید شے فلاں شخص کے پیٹ میں ہے جو جنگ احد میں مارا گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) اللہ تعالیٰ نے گناہ کی نفی کو دو مرتبہ حصولِ تقویٰ اور ایمان پر اور ایک مرتبہ تقویٰ اور احسان پر موقوف فرمایا۔ اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ اول فعل اتقاء، ثانی دوام اور ثبات اور ثالث عباد پر ظلم کرنے سے بچنے کیلئے ہے۔ دوسرے قول کیمطابق اول اتقاء جمیع معاصی سے بچنا اس آیت کے نزول سے پہلے، ثانی شراب اور جوا سے بچنے اور ثالث اس آیت کے نزول کے بعد جسے حرام قرار دیا گیا ہے اس سے بچنا مراد ہے۔ تیسرے قول کیمطابق اول اتقاء سے مراد کفر سے بچنا، ثانی کبائر سے بچنا اور ثالث صغائر سے بچنا ہے۔ (غرائب القرآن) ۳ یہ آیت حدیبیہ کے سال نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس طرح آزمایا کہ شکار انکے سواریوں کو ڈھانپ لیتا تھا اور انکے ہاتھوں پر آ کر بیٹھتا تھا۔ اسوقت یہ لوگ عمرہ کے احکام میں تھے تا کہ ان لوگوں کو ظاہر کیا جائے جو اللہ کے عقاب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں۔ اس جگہ علم ذکر کر کے وقوع معلوم اور اسکے ظہور کا ارادہ کیا گیا ہے۔ (بیضاوی)

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ

مسلمانان مکشید صید را چوں احرام بستہ باشید و ہر کہ بکشد آنرا

مسلمانو! نہ قتل کرو شکار کو جب تم احرام کی حالت میں رہو اور جو کوئی اسے قتل کرے

مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ

از شما بقصد پس واجب ست جزای و آں جزای مانند چیزیست کہ او را کشتہ است حکم کند بآں

تم میں سے بالقصد پس واجب ہے بدلہ اور وہ بدلہ اس چیز کی مانند ہے جسے اس نے قتل کیا ہے چوپائے کے جنس سے

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًاۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ

دو صاحب عدالت از شما باشد آں چہار پایہ قربانی رسیدہ بکعبہ یا آں جزای کفارہ است طعام

تم میں سے دو صاحب عدل اسکا فیصلہ کرے وہ ہدی کا جانور کعبہ میں پہنچے یا وہ بدلہ کفارہ ہے

مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ

فقیراں یا برابر آں از روزہ تا بچشد جزائے کردار

چند مسکینوں کا کھانا یا اسکے برابر روزہ تا کہ چکھے بدلہ اپنے کردار

اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ

خود عفو کردہ است خدا از آنچہ گذشت و ہر کہ دیگر بار کند انتقام گیرد از وی خدا

کا اللہ نے معاف فرمایا ہے اسے جو گذر چکا ہے اور جو (اس گناہ کی جانب) پلٹے تو اللہ اس سے انتقام لیگا

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ

و خدا غالب صاحب انتقام است حلال کردہ شد برای شما شکار دریا و خوردن آں

اور اللہ زبردست صاحب انتقام ہے [1] حلال کیا گیا ہے تمہارے لئے دریا کا شکار اور اسکا کھانا

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا

تا منفعت باشد برای شما و برای قافلہ و حرام کردہ شد بر شما شکار بیابان تا

تا کہ منفعت ہو تمہارے لئے اور قافلہ کیلئے اور حرام کیا گیا تم پر خشکی کا شکار جب [2]

تفسیر اظہار العرفان

[1] یعنی حیوان کا شکار خواہ گوشت حلال ہو یا نہ ہو یہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے لیکن آپ چند جانوروں کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں یعنی سانپ، بچھو، چوہا، چیل، کوا، بھڑیا اور انسان کو کاٹنے والا کتا۔ مسئلہ: شکار کی جانب اشارہ کرنا یا کوئی ایسا عمل کرنا جو شکار پر دلالت کرے بمنزلہ قتل کے ہے۔ مسئلہ: پرندوں کا انڈا بھی توڑنا شکار ہے۔ مسئلہ: اس بات پر اجماع ہے کہ محرم جب شکار کرے یا ذبح کرے تو اسکا حکم مردار کی طرح ہے اسکا کھانا حرام ہے۔ مسئلہ: اگر غیر محرم شکار کرے اور محرم کو اسکے قتل کا حکم دے تو محرم کیلئے اسکا کھانا حرام ہے۔ وَمَنْ قَتَلَهٗ مُتَعَمِّدًا جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے نزدیک بدلہ واجب ہے خواہ جان بوجھ کر قتل کرے یا بھول کر۔ مسئلہ: محرم ایسے شکار پر زبان یا اشارہ سے دلالت کرے جسے وہ قتل کرنا چاہتا ہو تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جزاء واجب ہے۔ (مظہری) زہری کہتے ہیں کہ قتل فی العمد میں قرآن کے فرمان کے مطابق جزا واجب ہے اور قتل فی الخطا والنسیان میں سنت کے مطابق جزاء واجب ہے۔ فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک "مثل" سے مراد قیمت ہے اس لئے کہ مثل مطلق صورتًا اور معنًی دونوں پر مشترک ہے۔ صورتًا سے مراد یہ ہے کہ جانور کے بدلے جانور دینا اور معنًی سے مراد یہ ہے کہ جانور کے بدلے قیمت ادا کرنا۔ (اصول الشاشی) هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ۔ کعبہ کو کعبہ اسکے ارتفاع اور مربع ہونے کی بناء پر کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ عرب والے ہر مربع گھر کو کعبہ کہتے ہیں۔ اس جگہ کعبہ بول کر کل حرم مراد ہے اور بالغ الکعبہ سے مراد یہ ہے کہ ھدی حرم میں پہنچ جائے۔ (تفسیر کبیر) [2] سمندر کا جملہ شکار تین قسموں پر منقسم ہے (۱) مچھلیاں: اسکی تمام اقسام حلال ہیں (۲) مینڈک: اسکی تمام اقسام حرام ہیں (۳) مذکور الصدر دو قسموں کے علاوہ میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیسری قسم بھی حرام ہے۔ ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ حلال ہے اور وہ اس آیت کے عموم سے دلیل قائم کرتے ہیں۔ بحر سے مراد جمیع پانی ہے خواہ نہر میں ہو یا تالاب میں۔ اللہ تعالیٰ نے محرم پر شکار کی تحریم تین جگہوں پر بیان فرمائی ہے۔ (۱) غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ. (مائدۃ:۱) (۲) لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ (مائدۃ:۹۵) (۳) وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا (مائدۃ:۹۶) پانی کے شکار سے مراد یہ ہے کہ جس جانور کی افزائش پانی میں ہوتی ہو۔ وہ جانور جو خشکی میں رہتا ہو اسے صید البر [خشکی کے شکار] میں شمار کرینگے۔ اسی طرح وہ جانور جو کبھی پانی میں رہتا ہو اور کبھی خشکی میں رہتا ہو اسے بھی صید البر میں شمار کیا جائیگا۔ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ محرم کیلئے صید البر حرام ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ شکار جسے غیر محرم کرے محرم کیلئے حلال ہے یا نہیں؟ اس میں تین اقوال ہیں۔ (۱) ہر حال میں محرم کیلئے حرام ہے۔ یہ مذہب حضرت علیؓ حضرت ابن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ہے۔ اسی طرح حضرت سعید بن زبیر، حضرت طاؤس، حضرت ثوری اور حضرت اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔ (۲) شکار کا گوشت محرم کیلئے مباح ہے بشرطیکہ محرم نے شکار نہ کیا ہو۔ یہ مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ انکی دلیل ابوداؤد شریف کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صید البر تمہارے لئے حلال ہے بشرطیکہ محرم نے اسکا شکار نہ کیا ہو۔ (۳) جب غیر محرم، محرم کیلئے بغیر اسکی معاونت کے شکار کرے تو اسکے لئے حلال ہے۔ یہ قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ (تفسیر کبیر)

دُمۡتُمۡ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡۤ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۹۶﴾

وقتیکه احرام بسته باشید و بترسید از خدا که بسوی وی حشر کرده خواهید شد

تک تم احرام کی حالت میں ہو اور اللہ سے ڈرو کہ اسی کی جانب اٹھائے جاؤ گے

جَعَلَ اللّٰهُ الۡكَعۡبَةَ الۡبَيۡتَ الۡحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ

گردانید خدا کعبه را که خانه بزرگوار است سبب انتظام امور مردمان

اللہ نے کعبہ کو جو کہ بزرگ گھر ہے لوگوں کے انتظام کا سبب بنایا

الشَّهۡرَ الۡحَرَامَ وَالۡهَدۡىَ وَالۡقَلَاۤئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعۡلَمُوۡۤا

و ماه حرام و قربانی را و آنچه در گردنش قلاده اندازند ایں بیاں براے آنست تا بدانید

اور ماہ حرام اور قربانی کو اور وہ جانور جنکی گردن میں ہار ہو یہ بیان اس لئے ہے تا کہ تم جانو

اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ وَاَنَّ

که خدا میداند آنچه در آسمانها و آنچه در زمین است و بدانید

کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جان لو

اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ﴿۹۷﴾ اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ

که خدا بهمه چیز دانا است بدانید که خدا سخت است عقوبت او

کہ اللہ ہر چیز کو جانتا ہے ۱ جان لو کہ اللہؔ اسکا عذاب سخت ہے

وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ

و بدانید که خدا آمرزنده مهربان ست نیست بر پیغمبر مگر رسانیدن پیغام و خدا

اور جان لو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۲ نہیں ہے رسول پر مگر پیغام پہنچانا اور اللہ

يَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۹۹﴾ قُلۡ لَّا يَسۡتَوِى الۡخَبِيۡثُ

میداند آنچه آشکارا کنید و آنچه پنهاں کنید بگو اے محمد برابر نیست پلید

جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو ۳ اے محمد! آپ فرما دیجئے کہ برابر نہیں ہے پلید

تفسیر اظہار العرفان

۱ کعبہ کے مصالح الناس ہونے کے بارے چند اقوال ہیں (۱) اہل مکہ مختلف اطراف کی جانب تجارت کیلئے جانے پر مجبور تھے کیونکہ شہر مکہ ایک خشک علاقہ تھا جہاں کھیتی باڑی نہیں ہوسکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی عظمت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی یہاں تک کہ اہل دنیا اسکی زیارت کیلئے آتے ہیں اس دوران مختلف اطراف سے اہل تجارت مختلف تجارتی سامان بھی لیکر آتے تھے اس طرح اہل مکہ کو مختلف اطراف میں جانے کی بجائے مکہ ہی میں تجارتی سامان اور خریدار دستیاب ہوگئے (۲) عرب کے لوگ قتل و غارت گری کرتے تھے لیکن حرم میں اس سے باز رہتے تھے گویا کہ اہل حرم نے اپنی جان اور اپنے اموال کو محفوظ کرلیا حتی کہ اگر کوئی قاتل حرم میں پناہ لیتا اور مقتول کا کوئی بھائی وہاں قاتل کو پالیتا تب بھی اسے حرم میں کچھ نہیں کہا جاتا تھا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص جرم کر کے حرم میں چلا جاتا تو جب تک وہ حرم میں ہوتا اسوقت تک اسے کچھ نہیں کہا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا جَعَلۡنَا حَرَمًا اٰمِنًا کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے حرم کو امن کی جگہ بنایا (۳) اہل مکہ کعبۃ اللہ کے سبب سے اہل اللہ ہوئے۔ قیامت تک جو کوئی بھی کعبہ سے قریب ہوگا وہ اہل مکہ کی تعظیم کریگا اور انکی قیادت سیادت تک باقی رکھی گئی (۴) کعبہ کو باعتبار دین کے قِيٰمًا لِّلنَّاسِ کہا گیا ہے کیونکہ مناسک حج ادا کئے جاتے ہیں جو کہ اطاعاتِ عظیمیہ میں سے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ کوئی بعید نہیں ہے کہ ان تمام وجوہ کو قِيٰمًا لِّلنَّاسِ پر محمول کریں اس لئے کہ قوامِ معیشت، کثرتِ منافع میں ہوگا تو یہ ان بیان کردہ چار صورتوں میں سے پہلی صورت ہوگی یا دفعِ ضمار سے ہوگا تو بیان کردہ دوسری صورت ہے یا حصولِ جاہ و ریاست میں ہوگا تو بیان کردہ تیسری صورت ہے یا پھر حصولِ دین سے حاصل ہوگا تو وہ چوتھی صورت ہوگی۔ جب یہ ثابت ہوا کہ کعبۃ اللہ ان اقسام اربعہ کے حصول کا سبب ہے تو پھر یہ بھی ثابت ہوا کہ کعبۃ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ ہے۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ آیت نے ان چار اشیاء کو قِيٰمًا لِّلنَّاسِ کا سبب بتایا ہے (۱) کعبہ: اسکے قِيٰمًا لِّلنَّاسِ ہونے کے بارے میں اوپر چار وجوہ بیان ہوچکی ہیں (۲) شہرِ حرام: کیونکہ اہل عرب حرم میں جدال و قتال سے اپنے آپکو روک لیتے تھے اس لئے اسے قِيٰمًا لِّلنَّاسِ بتایا گیا ہے (۳) ہدی: چونکہ یہ جانور حرم میں ذبح ہوتے ہیں اس لئے اسے بھی اہل مکہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔ (۴) قلائد: چونکہ جانور کے گلے میں ہار ڈالنا اس بات کی علامت ہوتی تھی یہ جانور حرم میں ذبح ہوگا اس لئے لوٹ مار سے محفوظ رہتا تھا اس لئے قلائد کو بھی قِيٰمًا لِّلنَّاسِ فرمایا گیا۔ (تفسیر کبیر) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کے پیدائش کے روز ہی مکہ کو حرم بنادیا تھا۔ اشھر حرم میں چار مہینے شامل ہیں۔ رجب المرجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم الحرام۔ (مظہری) ۲ اس آیت کریمہ میں وعدہ اور وعید دونوں ہیں، جو لوگ بیان کئے گئے احکام پر عمل کرینگے انکے لئے مغفرت کا وعدہ ہے اور جو لوگ ان احکام سے روگردانی کرینگے انکے لئے سخت عذاب ہے۔ ابوالشیخ نے حسن سے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے آیتِ رخاء کیساتھ آیتِ شدت اور آیتِ شدت کیساتھ آیتِ رخاء کا ذکر فرمایا ہے تا کہ مومن راغب اور راہب دونوں ہی رہے یعنی اللہ تعالیٰ پر بغیر عمل کے امید لگائے نہ بیٹھا رہے اور نہ ہی اپنے آپکو خوف کے مارے ہلاک کر بیٹھے۔ (مظہری) ۳ یعنی رسول کے ذمے جتنا پہنچانا تھا وہ پہنچا چکے اب تمہاری جانب سے کوئی عذر قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ یعنی تصدیق اور تکذیب اسی طرح فعل اور عزیمت سے جو کچھ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ (مظہری)

وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

و پاک اگر در عجب آرد ترا بسیاری پلید پس ترسید از خدای

اور پاک اگرچہ خوش لگے آپ کو پلیدی کی کثرت پس ڈرو اللہ سے

يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اے خداوندان خرد تارستگار شوید اے مسلمانان

اے عقلمندو! تاکہ تم فلاح پا جاؤ [۱] اے مسلمانو!

لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا

سوال مکنید از آں چیزہا کہ اگر ظاہر کردہ شود حقیقت آنہا پیش شما غمگین کند شما را و اگر سوال کنید

سوال نہ کروان چیزوں کے بارے میں کہ اگر تم پرانکی حقیقت ظاہر کی جائیں توتمہیں غمگین کردے اوراگرسوال کرو

عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَ

از آں وقتیکہ فرود آوردہ میشود قرآن البتہ ظاہر کردہ شود پیش شما عفو کرد خدا از آں سوالات و

اسکے متعلق اسوقت جب قرآن کواتارا جارہاہوتو ضرور ظاہر کردی جائیں گی تم پر[۲] اللہ نے ان سوالات کومعاف کیااور

اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا

خدا آمرزندہ برد بار است ہر آئنہ سوال کردہ بودند از مثل آں چیزہا قومی پیش از شما باز کافر شدند

اللہ بخشنے والا بردبار ہے [۲] بیشک ان چیزوں کی مثل تم سے پہلے کی قوم نے سوال کیا تھا پھر

بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا

بآنہا مشروع نکردہ است خدا ہیچ بحیرہ و نہ ہیچ سائبہ و نہ ہیچ

اس کا انکار کر گئے [۳] اللہ نے مشروع نہیں کیا ہے کوئی بحیرہ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی

وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ

وصیلہ و نہ حام را و لیکن کافراں دروغ می بندند

وصیلہ اور نہ کوئی حام لیکن کافرین جھوٹ گڑھتے ہیں

[۱] واحدی نے اسباب النزول میں اوراصبہانی نے ترغیب میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تحریم خمر کا ذکر کیا تو ایک اعرابی اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی کہ میں شراب کا کاروبار کرتا تھا جس میں میں نے بہت مال کمایا اگر میں اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کردوں تو کیا اس میں [میرا] کوئی بھلا ہوگا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پاک وطیب اشیاء کے علاوہ کوئی چیز قبول نہیں فرماتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول)

[۲] بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک خطبہ پڑھا تو ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور پوچھا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ فلاں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بخاری ہی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ چند لوگ رسول اللہ ﷺ سے استہزاً سوال کرتے تھے۔ کوئی پوچھتا کہ میرا باپ کون ہے، کوئی پوچھتا کہ میری گمشدہ اونٹنی کہاں ہے؟ ان ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) یہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ سے ازراہِ شرارت و استہزاء سوال کرتے تھے وہ مسلمان کب ہوئے؟ پھر انکو اللہ تعالیٰ نے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے خطاب سے کیوں نوازا؟ دراصل یہ آیت ان سچے مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ازراہ تحقیق رسول اللہ ﷺ سے ایسی اشیاء کے متعلق سوال کرتے تھے جنکی تصدیق انکے نزدیک ضروری ہوتی تھی لیکن اللہ اور اسکے رسول کے نزدیک انکی وضاحت خلافِ مصلحت تھی مثلاً ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا ہر سال آپ نے سکوت فرمایا لیکن اس نے دوبار اور سہ بار یہی سوال پوچھا۔ ظاہر ہے کہ انکی نیت خیر تھی اور اس سوال سے حج کی تفصیلات معلوم کرنا چاہتے تھے لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ افسوس! اگر میری زبان سے ہاں نکل جاتا تو حج ہر سال کیلئے فرض ہوجاتا، تم سے پہلی امتیں کثرتِ سوال اور باہمی اختلاف کی بناء پر ہلاک ہوئیں اس لئے جس چیز کا تمہیں حکم دوں اس پر بقدرِ استطاعت عمل کرو: اور جس چیز سے منع کروں اس سے باز رہو۔ یہ اور اس طرح کے سوالات مخلص مسلمان کرتے تھے اور يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے خطاب سے انھیں کو نوازا گیا ہے۔ رہے مستہزین، تو انکے کرتوت ضمنی طور پر اس آیت کے تحت آتے ہیں چنانچہ اس آیت کی رو سے انھیں ان تمام سوالات سے روک دیا گیا جو استہزاءً یا امتحاناً یا تعنتاً کرتے تھے۔ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ الحاصل یہ آیت کثرتِ سوال کے سبب نازل ہوئی خواہ وہ بر سبیل استہزاء یا امتحان یا ازراہِ عیب جوئی کئے گئے ہوں۔ (حاشیہ لباب النقول) عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا یعنی وہ مسئلہ جو گذر چکا ہے یا وہ اشیاء جن کے بارے میں سوال امور جاہلیت پر مبنی تھے اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرمادیا۔ بعض نے کہا کہ العفو بمعنی الترک ہے یعنی جن اشیاء کی حرمت اور حلت نہیں بتائی گئی وہ معفو عنها ہے اس لئے اسکے بارے میں سوالات مت کرو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر فرائض کو لازم کیا ہے پس اسے ضائع نہ کرو اور حرمات کو حرام کیا ہے پس اس میں مت پڑو اور کچھ حدود تمہارے لئے متعین کئے پس اس سے تجاوز مت کرو اور کچھ اشیاء سے بغیر نسیان کے سکوت فرمایا پس اسکی بحث میں مت پڑو۔ (القرطبی) [۳] یہ اس قوم کی صفت بھی ہوسکتی ہے جنہوں نے اپنے نبیوں سے بہت زیادہ سوال کئے مثلاً جب بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو ان لوگوں نے کئی سوالات کئے، قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے ناقہ کے بارے میں سوال کیا، قوم عیسیٰ نے مائدہ کے بارے میں سوال کیا اور بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد بادشاہ مقرر کرنے کا سوال کیا۔ (مظہری)

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ اِذَا قِيْلَ

بر خدا و بسیاری از ایشاں در نمی یابند چوں گفتہ شود

اللہ پر اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے [1] اور جب کہا جائے

لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا

ایشانرا بیائید بسوے آنچہ نازل کرد خدا و بسوے پیغمبر گویند

ان سے آؤ اسکی جانب جو اللہ نے اتارا اور رسول کی جانب' کہتے ہیں

حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا

بس است ما را آنچہ بر آں یافتیم پدران خود را اگرچہ پدران ایشاں ہیچ نمی

کافی ہے ہمیں وہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا' انکے باپ دادا اگرچہ کچھ نہ

يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دانستند و ہیچ راہ نمی یابند اے مسلمانان

جانتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں [2] اے مسلمانو!

عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ

محافظت کنید خویشتن را ضرر نمی رساند شمارا کسے کہ گمراہ شد چوں است رجوع شمارا یاب شدید بسوے خدا

حفاظت کرو اپنی' تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکیں گے وہ جو گمراہ ہوئے جب تم راہ پائے رہو' اللہ کی جانب

مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

رجوع شما ہمہ یکجا پس خبر دہد شما را بآنچہ عمل میکردید اے

سب کا لوٹنا ہے پس خبر دیگا تمہیں جو عمل تم کرتے تھے [3] اے

اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ

مسلمانان نصاب شہادت درمیان شما وقت وصیت چوں برسد یکی از شما موت دو کس

مسلمانو! گواہی کا نصاب تمہارے درمیان وصیت کیوقت جب تم میں سے کسی ایک کے پاس موت آئے (یہ ہے)

تفسیر اظہار العرفان

[1] اس آیت میں چار طرح کے جانور بیان کیے گئے ہیں (۱) بحیرہ : یہ البحر بمعنی شق سے ماخوذ ہے۔ ابوعبیدہ اور زجاج کہتے ہیں کہ یہ وہ اونٹنی ہے جو پانچ مرتبہ بچے جنے۔ آخری بچہ نر ہوتا تو کان کو چیر کر اپنے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے پھر اس پر سوار نہ ہوتے تھے' نہ اسے ذبح کرتے تھے' جہاں سے چاہے چرلے اور جہاں سے چاہے پانی پی لے (۲) سائبہ : یہ ساب بمعنی جانور کا آزاد پھرنا' سے ماخوذ ہے۔ اسکے بارے میں چند اقوال ہیں۔ پہلا قول: حضرت ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص بیماری سے شفایاب ہوتا' یا سفر سے صحیح سلامت واپس پلٹتا' یا نذر مانتا' یا نعمت کا شکر بجالانا چاہتا تو بتوں کے نام پر جس جانور کو آزاد کرتا اسے سائبہ کہتے ہیں اسکی باقی باتیں وہی ہیں جو بحیرہ کیلئے ہیں۔ دوسرا قول: فراء کہتے ہیں کہ جب کوئی اونٹنی دس بار بچہ جنتی اور ہر بار مادہ جنتی تو اسے بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ تیسرا قول: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ وہ جانور ہے جسے بتوں کے نام پر آزاد کیا جاتا پھر اس جانور سے صرف بت خانے کی خدمت کرنے والے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ چوتھا قول: یہ وہ غلام ہے جسے بتوں کے نام پر آزاد کر دیا جاتا تھا اس شرط پر کہ اسکی میراث' ولاء اور دیت کسی کیلئے نہیں ہوگی (۳) وصیلہ : مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ وہ بکری ہے کہ اگر مادہ جنے تو انکے لئے ہو اور اگر نر جنے تو اسے بتوں کیلئے کر دیتے تھے اگر بیک وقت نر اور مادہ جنے تو اسے بتوں کے نام پر آزاد کر دیتے تھے (۴) حام : یہ وہ اونٹ ہے جس سے دس مرتبہ گیابھ کیا گیا ہو پھر اسے بتوں کے نام پر آزاد کر دیا گیا ہو۔ وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ عمرو بن لحی الخزاعی مکہ کا بادشاہ تھا یہ اول شخص ہے جو دین اسماعیل سے پھرا۔ اس نے بتوں کی عبادت شروع کی' خانہ کعبہ میں بتوں کو نصب کیا اور بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام کو مشروع کیا۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے شب معراج اسے آگ میں جلتے دیکھا اسکی آنت کی بدبو سے اہل نار کو اذیت ہوتی تھی۔ (تفسیر کبیر) [2] جاننا چاہیئے کہ عالم مقتدی کی پیروی جائز ہے اور عالم مقتدی وہ ہے جو اپنی بات حجت اور دلیل سے کرتا ہو۔ (تفسیر کبیر) [3] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے اہل کتاب کی جانب سے جزیہ قبول فرمایا اور عرب کی جانب سے اسلام یا قتال قبول فرمایا تو بعض منافقین قبولِ جزیہ پر مؤمنین کو طعن کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لَا يَضُرُّكُمْ یعنی ملامت کرنے والوں کی ملامت سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا جب تم ہدایت پر قائم رہو گے۔ مسلمان کافروں پر کفر اور گمراہی کی بناء پر سختی کرتے تھے اس لئے ان سے کہا گیا کہ عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ یعنی اپنے آپکو بچانا اور ایمان پر قائم رہنا تم پر لازم ہے۔ ضالین کی ضلالت سے اور جاہلین کی جہالت سے تمہیں نقصان نہیں پہنچے گا۔ ایک صورت یہ بھی تھی کہ جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور انکے رشتے دار وغیرہ کا جب انتقال ہوتا تو وہ سب غمگین ہو جاتے تھے کیونکہ حالتِ کفر پر انکا انتقال ہوتا تھا۔ آیتِ کریمہ کے ظاہر سے یہ وہم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر غیر واجب ہے۔ اسکا جواب کئی طریقے سے دیا گیا ہے (۱) آیت کریمہ اس پر دلالت نہیں کرتی بلکہ آیت یہ دلالت کر رہی ہے کہ اپنے رب کی اطاعت کرنے والوں پر واجب ہے کہ عاصی کے ذنوب پر مؤاخذہ نہ کرے۔ باقی رہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو اسکا وجوب دلائل سے ثابت ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ پڑھتے ہو اور اسے اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھتے ہو حالانکہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ بیشک جب لوگ منکرات دیکھیں اور اس سے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے عذاب سے اندھا کر دے (۲) حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ [فتنوں سے] اپنے آپکو بچانا آخر زمانہ میں ہوگا (۳) یہ آیت ان کفار کیساتھ مخصوص ہے جن کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وعظ انکو کوئی فائدہ نہ دیگا اور وہ کفر کو نہیں چھوڑیں گے۔ (تفسیر کبیر)

الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ

اند که صاحب عدالت باشند از شما یا دیگراں از غیر شما

کہ تم میں سے دو صاحب عدالت ہوں یا تمہارے غیر سے ہوں

اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ

اگر شما سفر کردہ باشید در زمین پس رسد بشما مصیبت

اگر تم زمین میں سفر کرو اور تمہیں موت کی مصیبت پہنچے اگر تمہیں شک ہو تو ان دونوں کو نماز کے بعد روک لو پس وہ

الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ

موت اگر شک داشتہ باشید باز دارید ایشانرا بعد از نماز پس قسم خوردند بخدا

اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اللہ کی قسم کے عوض دنیا کا مال نہیں خریدینگے اگرچہ

اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا

اگر شک داشتہ باشید خرید نمی کنیم عوض سوگند خدا بہای دنیا را اگرچہ کسیکہ برائے نفع او گواہی دہم صاحب قرابت باشد

جسکے نفع کیلئے گواہی دے رہے ہیں وہ رشتہ دار ہوں اور نہیں چھپائیں گے اللہ کی گواہی کو بیشک

نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى

و پنہاں نمیکنیم گواہی خدا را ہر آئنہ ما آنگاہ از گناہگاران باشیم پس اگر اطلاع واقع شد بر

ہم اسوقت گناہگاروں سے ہونگے پس اگر اطلاع ملے کہ ان دو گواہوں نے گناہ حاصل کیا ہے تو دوسرے دو شخص جو

اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ

آنکہ ایں دو گواہ حاصل کردند گناہی پس بایستند دو کسے دیگر کہ قرابت قریبہ داشتہ باشند بجائے آنہا از

قرابت رکھتے ہوں ان دونوں کی جگہ کھڑے ہو جائیں اس جماعت میں سے جسکے مال کو ان دونوں جھوٹے گواہوں

الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ

جماعت کہ مال را حق خود ساخت ہر یکے از دو گواہ دروغ کہ بزبردستی برایشاں پس سوگند بخورند بخدا کہ ہر آئنہ گواہی ما

میں سے ہر ایک نے جبراً انکے خلاف اپنا حق ثابت کیا پس اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ۲

۱ ترمذی وغیرہ نے ابن عباس اور تمیم داری سے روایت کی ہے۔ اس میں تمیم داری کہتے ہیں کہ اس سے میرے اور عدی بن براء کے علاوہ تمام لوگ بری ہیں۔ یہ دونوں [تمیم داری اور عدی بن براء] نصرانی جو زمانہ قبل از اسلام میں شام کی طرف نکل جاتے تھے۔ ایک دفعہ یہ دونوں تجارت کے سلسلے میں ملک شام کی طرف گئے تو بنی سہم کا غلام بُدَیل بن ابی مریم بھی بغرض تجارت وہاں جا پہنچا۔ اسکے پاس چاندی کا ایک پیالہ تھا۔ بدیل بیمار ہو گیا اور اس نے ان دونوں کو وصیت کی کہ [میری موت کے بعد] میرا ترکہ میرے گھر والوں کو پہنچا دینا۔ تمیم کہتے ہیں کہ جب وہ فوت ہو گیا تو ہم نے وہ پیالہ ایک ہزار درہم میں بیچ دیا اور رقم عدی بن براء اور میں نے آپس میں تقسیم کر لی پھر ہم اسکے اہل خانہ کے پاس گئے اور اسکا جو کچھ ترکہ ہمارے پاس تھا ہم نے انکے حوالے کر دیا انھوں نے سامان دیکھا تو پیالہ مفقود تھا لہذا انھوں نے اس بارے میں ہم سے پوچھا تو ہم دونوں نے جواب دیا کہ جو چیزیں ہم نے تم کو دے دی ہیں انکے سوا بدیل نے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا۔ اسکے بعد جب میں مسلمان ہو گیا تو مجھے اپنے گناہ کا احساس ہوا اور بدیل کے اہل خانہ کے پاس جا کر اپنے جرم کا برملا اعتراف کیا اور اپنے حصے کے پانچ سو درہم اسکے حوالے کر دیئے اور ان سے کہا کہ اسی قدر رقم میرے ساتھی کے پاس ہے لہذا وہ اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔ آپ نے ان سے اسکا ثبوت طلب فرمایا تو وہ ثبوت نہ دے سکے چنانچہ آپ نے بدیل کے وارثوں سے فرمایا کہ اس سے قسم اٹھوالو۔ اور عدی نے قسم اٹھالی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ عمرو بن عاص اور ایک دوسرے شخص نے [عدی کے قسم کے مقابلہ میں] قسم اٹھالی تو عدی بن براء سے پانچ سو درہم وصول کر لئے گئے۔ تنبیہ: ذہبی نے قطعیت کے ساتھ کہا ہے کہ اس حدیث سے جس تمیم کا ذکر آیا ہے وہ تمیم داری نہیں ہے، لیکن حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ حدیث میں داری کی تصریح موجود ہے۔ (لباب النقول فی اسباب النزول) پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر کے بعد تمیم داری اور عدی بن براء کو بلوایا اور منبر کے پاس ان سے قسم لی گئی کہ تم دونوں حلفاً بتاؤ کہ بدیل کے مال میں خیانت نہیں کی ہے چنانچہ وہ دونوں جھوٹی قسم کھا کر وہاں سے نکل گئے پھر کافی زمانے کے بعد چاندی کا وہ پیالہ انکے پاس پایا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چاندی کا وہ پیالہ مکہ میں ایک شخص کے پاس ملا اس سے پوچھا گیا کہ تو نے یہ پیالہ کہاں سے حاصل کیا تو اس نے یہ جواب دیا کہ ہم نے یہ پیالہ تمیم اور عدی سے خریدا ہے، یہ بات جب نبی ﷺ تک پہنچی تو ان دونوں نے اقرار کیا کہ ہم نے اسے بیچا ہے لیکن اس پیالہ کے اصل مالک کے پاس کوئی دلیل نہ ہونے کی بناء پر ہم نے جھوٹی قسم کھائی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (مظہری) ۲ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر وصیت کرنے والوں کے حلف کے بعد گناہ کی جانب مائل ہوں مثلاً جھوٹی قسم کھائے یا مال میں خیانت کرے تو ایسی صورت میں میت کی قرابت میں سے دو شخص حلف اٹھائیں کہ گواہان کی جانب سے خیانت ظاہر ہوئی ہے۔ (تفسیر کبیر)

اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

درست است از گواہی آں دو و از حد تجاوز نکردہ ایم ہر آئنہ ما آنگاہ باشیم از جملہ ستمگاراں

ان دو گواہوں سے زیادہ درست ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا ہے بیشک ہم اسوقت ظالموں میں سے ہونگے

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا

ایں اسلوب نزدیک تر است بآنکہ بیارند گواہی را بر وجہ آں یا بترسند

یہ اسلوب اس سے قریب تر ہے کہ گواہی اس طریقے پر ادا کریں یا وہ سب ڈریں

اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَ

از آنکہ رد گردہ شود سوگندہا بعد سوگندہائے ایشاں و بترسید از خدا و بشنوید حکم او را و

اس سے کہ پھیر دی جائیں قسمیں انکے قسموں کے بعد' اور اللہ سے ڈرو اور اسکے حکم کو سنو اور

اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَ يَجْمَعُ

خدا راہ نمی نماید گروہ بدکارانرا یاد کن آنروز کہ جمع کند

اللہ راستہ نہیں دکھاتا بدکار قوم کو ۱ یاد کرو جس روز جمع فرمائیگا

اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۖ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ اِنَّكَ

خدا پیغامبرانرا پس بگوید چہ جواب دادہ شد شما را گویند ہیچ دانش نیست ما را ہر آئنہ

اللہ رسولوں کو پھر فرمائیگا کیا جواب تمہیں دیا گیا عرض کرینگے کچھ علم نہیں ہے ہمیں بیشک

اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ

توئی دانندہ امور پنہانی آنوقت کہ گوید خدا اے عیسی پسر مریم یاد کن

تو ہی جاننے والا ہے پوشیدہ امور کا ۲ جس وقت کہ اللہ فرمائیگا اے عیسیٰ ابن مریم! یاد کرو

نِعْمَتِىْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ

نعمت مرا بر خود و بر والدۂ خویش چوں قوت دادم ترا بروح

میری (اس) نعمت کو (جو) تم پر اور تمہاری والدہ پر تھی جب میں نے قوت دی تجھے روح

۱ احکام میں کافر کی شہادت مسلمان پر جائز نہیں ہے۔ دوسری جماعت کے مطابق انکی شہادت جائز ہے لیکن اسوقت جب دو مسلمان گواہ نہ ہوں۔ شریح کہتے ہیں کہ جو شخص سفر میں ہو اور کسی مسلمان کو اپنے قریب نہ پاتا ہو کہ اپنی وصیت پر گواہ بنا سکے تو کافر کو گواہ بنا سکتا ہے۔ انکے نزدیک سوائے وصیت کے اور کسی چیز میں گواہ نہیں بنا سکتے ہیں۔ (مظہری)

۲ جاننا چاہیئے کہ قرآن کریم میں یہ طریقہ رائج ہے کہ جب شرائع' تکالیف اور احکام بیان کئے جاتے ہیں تو اسکے بعد الہیات' احوالِ انبیاء یا احوال قیامت بیان کئے جاتے ہیں تا کہ جو تکالیف و احکام بیان کئے گئے ہیں مؤکد ہو جائیں۔ پس جب تکالیف و احکام کی مختلف انواع کا بیان ہو گیا تو اسکے بعد احوالِ قیامت اولاً پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احوال ثانیاً بیان کئے جا رہے ہیں۔ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا الـخ دلالت کرتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے احوال سے بے خبر ہوتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر گواہ ہونگے۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا یعنی پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور اے محبوب ان سب پر آپکو گواہ بنا کر لائیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا یعنی تا کہ تم سب لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم سب پر نگہبان ہو جائیں۔ پس یہ امت تمام لوگوں پر گواہ ہوگی تو باقی تمام انبیاء کی گواہی بھی اپنی امت کے حق میں ثابت ہوگی تو پھر قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا کا کیا معنیٰ ہوگا؟ اسکا جواب کئی طریقوں سے دیا گیا ہے (۱) مفسرین کرام کا اس پر اجماع ہے کہ قیامت کیلئے ایسے زلزلے اور ہولناکیاں ہونگیں جسے دیکھ کر قلوب اپنی جگہ سے زائل ہو جائیں گے پس انبیائے کرام ان ہولناکیوں کے مشاہدات کے وقت اکثر امور بھول جائیں گے اسی کی جانب لَا عِلْمَ لَنَا سے اشارہ کیا گیا ہے۔ نحاس کہتے ہیں کہ یہ جواب صحیح نہیں ہے اس لئے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق ارشاد ہے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ علامہ قرطبی اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کا اطلاق قیامت کے اکثر موقعوں پر ہوگا لیکن بعض موقع پر خوف ہوگا جیسے حدیث شریف میں ہے کہ جب جہنم ابل رہی ہوگی تو کوئی نبی اور کوئی صدیق نہیں ہوگا مگر اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیگا۔ دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز جبرائیل مجھے خوف دلائیں گے یہاں تک کہ میں رو پڑونگا اور جبرائیل سے کہونگا کہ اے جبرائیل! کیا اللہ تعالیٰ نے مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ کی مغفرت کی بشارت نہیں دی۔ جبرائیل مجھ سے کہیں گے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ گواہ ہو جائیں اس دن کی ہولناکیوں پر جس نے آپکو آپکی مغفرت بھلا ڈالی۔ (۲) اس سے مراد مبالغہ ہے جیسے کوئی شخص غیر سے کہے مَا تَقُوْلُ فِىْ فُلَانٍ؟ تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اس صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ یا اللہ ان لوگوں نے تبلیغ کا جواب کیا دیا تو ہم سے زیادہ جانتا ہے (۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسکا مفہوم یہ ہوگا کہ تو ظاہر اور پوشیدہ دونوں کو جانتا ہے اور ہم صرف اسے جانتے ہیں جو تو ہم پر ظاہر فرماتا ہے (۴) انھوں نے جو جواب ہماری حیات میں ہمیں دیا وہ ہمیں معلوم ہے اور جو جواب ہماری وفات کے بعد انھوں نے دیا ہمیں اسکا علم نہیں ہے (۵) جب انبیائے کرام علیہم السلام کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے' حکیم ہے اور عادل ہے ظلم نہیں کرتا تو انھوں نے ادب اسی میں سمجھا کہ لَا عِلْمَ لَنَا کہہ کر سکوت اختیار کیا جائے اور معاملات کو اللہ تعالیٰ کی جانب سپرد کر دیا جائے۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کیلئے لفظِ علام جائز ہے جیسے خلاق وغیرہ جائز ہے' لیکن اس پر اجماع ہے لفظ علامۃ کا اطلاق ذات باری کیلئے جائز نہیں ہے شاید اس وجہ سے کہ اس میں لفظی تانیث ہے۔ (تفسیر کبیر والقرطبی)

الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ

قدس سخن می گفتی با مردمان در مہد و در حالت معمری و چوں آموختیم ترا

قدس سے تو بات کرتا تھا لوگوں سے گہوارہ میں اور معمری کی حالت میں اور جب میں نے تمہیں

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ

کتاب و دانش و توریت و انجیل و چوں پیدا میکردی از

کتاب و حکمت اور توریت اور انجیل سکھائی اور جب تم پیدا کرتے تھے

الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ

گِل مانند شکل مرغ بحکم من پس دم میزوندی در وی پس میشد

مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند میرے حکم سے پس تم پھونک مارتے تھے اس میں پس

طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَ

مرغے بحکم من و بہ میکردی کور مادر زاد را و برص دار را بحکم من و

پرندہ ہو جاتا میرے حکم سے اور تم پیدائشی اندھے کو اور برص والے کو نجات دیتے تھے میرے حکم سے اور

اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

چوں بیروں می آوردی مردگانرا بحکم من و چوں باز داشتیم شر بنی اسرائیل

جب تم زندہ کرتے تھے مردوں کو میرے حکم سے اور جب میں نے بنی اسرائیل کے شر کو روکا

عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ

از تو آنگاہ کہ آوردی نزدیک ایشاں معجزہا پس گفتند کافران از ایشاں

تجھ سے جسوقت تم لیکر آئے انکے پاس معجزے پس کہا ان میں سے کافروں نے

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ

نیست ایں مگر سحر آشکارا و چوں الہام فرستادم بسوے حواریان

نہیں ہے یہ مگر کھلا جادو ۱ے اور جب میں نے الہام بھیجا حواریوں کی جانب

تفسیر اظہار العرفان

۱ے اس آیت کریمہ میں قَالَ فعل ماضی ہے مستقبل نہیں ہے۔ اسکی دو وجہیں ہیں (۱) قربِ قیامت پر دلالت ہو جائے گویا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اور ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے اسی بناء پر جب لشکر قریب آ جائے تو کہا جاتا ہے الجیش قد اتی یعنی لشکر آ گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ یعنی اللہ کا حکم آ گیا۔ (۲) قال حکایتِ حال پر وارد ہے جیسے کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے کانک بنا و قد دخلنا بلدۃ کذا یعنی گویا کہ تو ہمارے ساتھ تھا اس حال میں کہ ہم شہر میں داخل ہوئے۔ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ۔ یہاں نعمت واحد بول کر جمع مراد ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا یعنی اگر تم اللہ کی نعمت شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے ہو۔ جاننا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے نعمت کی تفسیر چند امور سے فرمائی ہے (۱) اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو طاہرہ نورانیہ مشرفہ علویہ خیرہ سے خاص فرمایا (۲) تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مہد میں یہ کلام فرمایا اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ یعنی بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے کتاب عطا فرمائی۔ بچپن اور معمری میں کلام فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں وقتوں میں ان کے کلام میں کچھ فرق نہ آیا۔ اس سے دلیل قائم کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ اتارے جائیں گے کیونکہ آپ کو کہولہ سے پہلے آسمان پر اٹھالیا گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو ۳۳ سال کی عمر میں آسمان کی جانب اٹھالیا (۳) وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ. کتاب کے بارے میں دو قول ہیں۔ اس سے مراد کتابت اور خط ہے یا اس سے مراد جنسِ کتاب ہے پس انسان اولاً کتاب سیکھتا ہے پھر کتب شریفہ کی جانب ترقی کرتا ہے اور حکمت علوم نظریہ اور عملیہ سے عبارت ہے۔ اسکے بعد توریت اور انجیل کا ذکر ہے اور اس میں دو وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ: کتب ذکر کرنے کے بعد خاص طور پر اس کا ذکر کرنا علیٰ سبیل التشریف ہے جیسے اللہ کا فرمان حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى یعنی تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور خاص طور درمیان نماز کی حفاظت کرو۔ دوسری وجہ: کتب الٰہیہ کے اسرار پر مطلع وہی ہو سکتا ہے جو علوم شرعیہ و علوم عقلیہ ظاہریہ سے واقف ہو۔ پس توریت اور انجیل سے اسرار کی جانب اشارہ ہے جسے اکابر انبیاء علیہم السلام جانتے ہیں۔ یہ توجیہ زیادہ قوی ہے (۴) وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ یعنی چوتھی نعمت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تھی کہ مٹی سے پرندے کی شکل بناتے اور اس میں پھونک مارتے تو اس میں جان آ جاتی تھی۔ واضح رہے کہ بِاِذْنِيْ کی قید سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے رونما ہوتا تھا باقی جگہوں پر اسکا تکرار تاکید کیلئے ہے (۵) وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ۔ امام خلیل کہتے ہیں کہ اکمہ پیدائشی نابینا کو کہتے ہیں اور اعمی اسے کہتے ہیں کہ جسکی آنکھوں میں روشنی ہو لیکن پھر ختم ہو جائے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پانچویں نعمت ہے (۶) وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ یعنی جب تم ان کی قبروں سے مردے میرے حکم سے نکالتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میت کے پاس یوں کہتے تھے اخرج باذن اللہ من قبرک یعنی تو اپنی قبر سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکل۔ ان افعال میں اذن کا ذکر کرنا اس جانب اشارہ ہے کہ حقیقت فعل کی اضافت اللہ تعالیٰ کی جانب ہے جیسے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی کسی نفس کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مرے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے چھٹی نعمت ہے (۷) وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان معجزات عجیبہ کا اظہار فرمایا تو یہود نے آپکے قتل کا ارادہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے آپکو آسمان پر اٹھالیا۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ساتویں نعمت ہے۔ (تفسیر کبیر، مظہری)

اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَ بِرَسُوْلِیْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اشْهَدْ بِاَنَّنَا

کہ ایمان آرید بمن و پیغامبر من گفتند ایمان آوردیم و گواہ باش بآنکہ ما

کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر' انھوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ ہو جاؤ اس پر کہ ہم

مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوٰرِیُّوْنَ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ

مسلمانیم چوں گفتند حواریان اے عیسیٰ پسر مریم آیا

مسلمان ہیں ۱ جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا

یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ

می تواند پروردگار تو کہ فرستد بر ما خوانی از آسمان گفت

آپکا رب ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر ایک خوان آسمان سے بھیجے کہا

اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ

بترسید از خدا اگر شما مسلمان ہستید گفتند میخواہیم کہ بخوریم

اللہ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو ۲ انھوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ ہم کھائیں

مِنْهَا وَ تَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ

از آں خوان و آرام گیرد دلہاے ما و بدانیم کہ راست گفتی با ما و باشیم

اس خوان سے اور آرام پکڑے ہمارے دل اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا اور ہم ہو جائیں

عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ

الربع

بر نزول از گواہان گفت عیسی پسر مریم بار خدایا اے

نزول پر گواہوں میں سے ۳ عرض کی عیسیٰ ابن مریم نے اے

رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا

پروردگار ما فرود آر برما خوانی از آسمان تا باشد عیدی براے ما

ہمارے رب! نازل فرما ہم پر ایک خوان آسمان سے تا کہ ہمارے لئے عید ہو

تفسیر اظہار العرفان

۱ وحی کلام عرب میں بمعنی الہام ہے۔ اسکی چند صورتیں ہیں (۱) وحی بمعنی ارسال یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو رسولوں کی جانب بھیجنا (۲) وحی بمعنی الہام جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ اسوقت معنی یہ ہوگا کہ کوئی بات دل میں ڈالنا دینا۔ وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اور تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں کی جانب الہام کیا (۳) وحی بمعنی اعلان یعنی جاگتے ہوئے میں یا سوتے ہوئے میں۔ حضرت ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ اوحیت بمعنی امرت ہے یعنی میں نے حواریوں کو حکم دیا۔ بعض نے کہا کہ یہاں اوحیت بمعنی بینت یعنی میں نے حواریوں کیلئے بیان کیا۔ (القرطبی) اس آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے ان میں سے آٹھویں نعمت کا بیان ہے۔ (تفسیر کبیر)

۲ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حواریوں کی جانب سے قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ نقل فرمایا تو هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ کیا معنی رکھتا ہے کیونکہ یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک پر دلالت کرتا ہے اور ایمان لانے کے بعد ایسا نہیں ہوسکتا ہے۔ مفسرین کرام اس شبہے کا جواب کئی طریقے سے دیتے ہیں۔ پہلا طریقہ: وہ سب مؤمن ہی تھے لیکن مزید طمانیت حاصل کرنے کیلئے ایسا کہا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی کہ یا اللہ! تو مردے کیسے زندے فرماتا ہے مجھے دکھا اور اس دیکھنے کے بارے میں خود تشریح فرمادی کہ وَلٰـكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ اور لیکن یہ سوال اس لئے ہے تا کہ اس مشاہدے سے میرا دل مزید قرار پکڑے۔ دوسرا طریقہ: اس کلام میں لفظ هَلْ کے ذریعے استفہام ہے یعنی ایسا کرنا حکمت میں جائز ہے یا نہیں؟ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کام حکمت کی وجوہ کی رعایت پر موقوف ہے تو اس جگہ اس حکمت کے بارے میں سوال ہے جو ایمان کے منافی نہیں ہے۔ تیسرا طریقہ: حضرت عدی فرماتے ہیں کہ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ بمعنی هل یطیعک ربک ان سالته ہے یعنی اگر آپ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں تو کیا آپکے سوال پر اللہ تعالیٰ ایسا کریگا۔ اس صورت میں استطاع بمعنی اطاع ہے اور سین اس میں زائد ہے۔ چوتھا طریقہ: شاید یہاں رب سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ اس لئے کہ وہ بھی انکی تربیت فرماتے تھے اور مختلف الانواع اعانت فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ یعنی میں نے تمہاری مدد کی روح القدس سے۔ (تفسیر کبیر) حواری انبیائے کرام علیہم السلام کے خالص امتی کو کہا جاتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ یعنی کون ہے جو اللہ کے احکام کی جانب میری مدد کرے تو حواریوں یعنی مخلصوں نے کہا کہ ہم آپکی مدد کرینگے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کیلئے حواری ہے اور میرے حواری حضرت زبیر ہیں۔ (القرطبی) مائدۃ اس دسترخوان کو کہتے ہیں جس پر کھانا ہو۔ (مظہری) ۳ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مائدہ کا سوال کیا تو آپ نے اسے سخت ناپسند فرمایا اور ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو روزی تمہیں دی ہے اس پر قناعت کرو اور آسمان سے مائدہ کا سوال مت کرو' اگر مائدہ نازل ہوگا وہ تمہارے رب کی نشانیوں میں سے ہوگا قوم ثمود کو اس وقت ہلاک کیا گیا جب انھوں نے اپنے نبی سے اسکا سوال کیا پھر جب وہ نشانی قوم ثمود کو دی گئی تو انھوں نے اسکا انکار کیا۔ حواریوں نے یہ سنکر جو جواب دیا وہ اس آیت کریمہ میں موجود ہے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انھیں تیس روزے رکھنے کا حکم دیا پس جب تم افطار کرو تو اللہ تعالیٰ سے کچھ سوال مت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں خود عطا فرمائیگا' لیکن انھوں نے روزے رکھ کر مائدہ کا سوال کردیا۔ (مظہری)

لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

برائے اوائل امت ما و آخر امت ما و معجزہ از جانب تو و روزی دہ ما را و تو بہترین روزی دہندگانی

ہمارے اول گروہ کیلئے اور ہمارے آخر گروہ کیلئے اور تیری جانب سے نشانی اور ہمیں روزی دے تو سب سے بہتر

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ

گفت خدا فرود آرندہ ام آنرا بر شما پس ہر کہ کافر شود از شما بعد ازیں

روزی دینے والا ہے[۱] فرمایا اللہ نے میں اتارونگا اسے تم پر پس جو کوئی کافر ہو گا تم میں سے اسکے بعد

فَاِنِّيْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

پس من تعذیب کنم او را عذابیکہ تعذیب نکنم بآں ہیچ یک از اہل عالم

تو میں اسے ایسا عذاب دونگا کہ عالم میں کسی ایک کو وہ عذاب نہ دونگا [۲]

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ

و یاد کن آنوقت کہ گفت خدا اے عیسی پسر مریم آیا تو گفتی بمردمان

اور یاد کرو جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے کہا تھا لوگوں سے

اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ قَالَ سُبْحٰنَكَ

کہ خدا گیرید مرا و مادر من بجز خدا گفت بپاکی یاد میکنم ترا

کہ الٰہ بناؤ مجھے اور میری ماں کو اللہ کو چھوڑ کر، عرض کرینگے پاکی ہے تجھے

مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ

نسزد مرا کہ بگویم آنچہ لائق من نیست اگر

مجھے سزاوار نہیں تھا کہ میں وہ کہوں جو میرے لائق نہیں ہے اگر

قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ

گفتہ باشم ایں قول پس تو آنرا دانستہ میدانی آنچہ در دل من ست و نمی دانم آنچہ در

میں نے یہ قول کہا ہو گا تو تجھے اسکا علم ہو گا تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو [۳]

[۱] کہا گیا ہے کہ اتوار کے روز صبح اور شام ان پر مائدۃ نازل ہوا۔ اسی بناء پر ان لوگوں نے اتوار کے دن کو عید بنایا۔ (القرطبی)

[۲] حضرت سلمان فارسی ﷜ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تو سرخ رنگ کا دسترخوان آسمان سے اترا۔ اس دسترخوان کے اوپر اور نیچے بادل تھا اس میں سے دسترخوان نکل کر ان کے ہاتھوں میں آ گیا وہ لوگ یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ منظر دیکھ کر رو پڑے اور دعا کی ''اے اللہ! تو مجھے شاکرین میں سے کر دے۔ اے اللہ! تو اس دسترخوان کو رحمت بنا دے اور اسے عقوبت نہ بنا'' یہود نے ایسی چیزوں کو دیکھا جسے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا اور اس دسترخوان سے ایسی خوشبو پائی جو خوشبو اس سے پہلے نہیں پائی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اٹھو اور دسترخوان کھولنے سے پہلے کوئی اچھا عمل کرو۔ حواریوں کے سردار شمعون الصفار نے کہا کہ اے عیسیٰ آپ ہم میں اولیٰ ہیں اور آپ ہمارے رسول بھی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وضو کیا اور طویل نماز ادا فرمائی اور خوب روئے اسکے بعد دسترخوان کھولا اور کہا ''اللہ کے نام سے جو بہترین رزق دینے والا ہے'' جب دسترخوان کھولا تو اس میں تازہ بھنی ہوئی مچھلی تھی جس میں کانٹے نہیں تھے اسکے سر کے پاس نمک کا پیالہ اور دم کی طرف سرکہ کا پیالہ تھا۔ مچھلی کی ہر جانب مختلف الانواع سبزیاں تھیں اور اسکے اطراف میں پانچ پیالے تھے۔ ایک پیالہ میں زیتون، دوسرے میں شہد، تیسرے میں گھی، چوتھے میں پنیر اور پانچویں میں خشک گوشت کے ٹکڑے تھے۔ شمعون نے عرض کیا کہ اے روح اللہ! یہ دنیا کے کھانوں میں سے ہے یا آخرت کے کھانوں میں سے ہے؟ آپ نے فرمایا یہ دنیا کے کھانوں میں سے ہے اور نہ آخرت کے کھانوں میں سے ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اسے بنایا ہے۔ تم نے جو سوال کیا تھا اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا ہے اس لئے اسے کھاؤ۔ انھوں نے کہا اے روح اللہ! اول آپ کھائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی پناہ کہ میں اس میں سے کھاؤں لیکن اس میں سے وہ کھائے جن لوگوں نے سوال کیا تھا۔ یہ سنکر یہود ڈر گئے اور اس دسترخوان سے نہیں کھایا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اہل فاقہ، مرض، اہل برص، جزام وغیرہ کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ اس میں سے کھاؤ اللہ تعالیٰ تم سب کو نجات عطا فرمائیگا چنانچہ ۱۳۰۰ سو مرد اور عورت نے اس دسترخوان سے پیٹ بھر کر کھایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بلا اور مصیبت سے نجات عطا فرمائی۔ کھانے کے بعد جب دسترخوان کو دیکھا گیا تو اس میں سب کچھ ویسے ہی تھا جیسے آسمان سے اترا تھا پھر مائدہ آسمان کی جانب چلا گیا یہودیوں نے مائدہ کو جاتے وقت بھی دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی بھیجی کہ میں نے مائدہ کو مشروط طور پر اتارا تھا اب جو نہیں مانے گا میں اسے عذاب دونگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ یا اللہ یہ تیرے بندے ہیں اگر تو انھیں عذاب دے یا انھیں معاف کر دے پس بیشک تو زبردست حکمت والا ہے۔ پس ان میں سے ۳۳۳ مردوں کو راتوں رات خنزیر بنا دیا گیا۔ صبح کے وقت وہ سب راستوں میں پھرتے تھے اور گندگی کھاتے تھے جب لوگوں نے دیکھا تو سب عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جزع فزع کرتے ہوئے گئے۔ تین روز تک یہ سب زندہ رہے اسکے بعد ہلاک کر دیئے گئے۔ (مظہری)

[۳] یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ علام الغیوب کیلئے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ استفہام کے ذریعے سوال کرے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ استفہام علی سبیل الانکار ہے۔ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ مفسرین کرام اسکی مختلف توجیہ فرماتے ہیں (۱) جو میں چھپاتا ہوں تو اسے جانتا ہے لیکن جسے تو چھپاتا ہے میں اسے نہیں جانتا (۲) تو جانتا ہے جو میرے پاس ہے لیکن میں نہیں جانتا جو تیرے پاس ہے (۳) تو میرے غیب کو جانتا ہے لیکن میں تیرے غیب کو نہیں جانتا (۴) میری طرف سے جو دنیا میں ہے تو اُسے جانتا ہے لیکن تیری طرف سے جو آخرت میں ہے میں اسے نہیں جانتا (۵) تو جانتا ہے جو میں کہونگا اور کرونگا لیکن تو کیا فرمائیگا اور کیا کریگا میں نہیں جانتا (۶) تو میری معلومات کو جانتا ہے لیکن میں تیری معلومات کو نہیں جانتا۔ واضح رہے کہ یہاں نفس ذات سے عبارت ہے۔ (تفسیر کبیر)

نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿١١٦﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ

دل تو است هر آئنه تو دانندہ امور پنهانی نگفته ام بایشاں مگر آنچه

تیرے دل میں ہے بیشک تو پوشیدہ امور کا جاننے والا ہے۔ نہیں کہا ہے میں نے ان سے مگر جسکا

اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ

فرموده بودی مرا باں که پرستید خدا را پروردگار من و پروردگار شما و بودم بر ایشاں

تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور میں تھا ان پر

شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ

نگاهبان مادامی که درمیان ایشاں بودم پس وقتیکه بر گرفتی مرا

نگاہبان جب تک کہ انکے درمیان تھا پس جس وقت کہ تو نے مجھے اٹھایا

الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿١١٧﴾

بروی تو بودی نگهباں بر ایشاں و تو بر همه چیز نگهبانی

ان پر تو نگہبان ہو گیا اور تو تمام چیزوں پر نگہبان ہے [1]

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ

اگر عذاب کنی ایشانرا پس ایشاں بندگان تو اند و اگر بیامرزی ایشانرا پس توئی

اگر تو انھیں عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں معاف فرما دے تو تو ہی

اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١١٨﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ

غالب استوار کار گوید خدا ایں روزیست که نفع کند دراں راستگویانرا

غالب حکمت والا ہے [2] اللہ فرمائیگا یہ وہ دن ہے کہ نفع دیگا اس میں سچ کہنے والوں کا

صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

راستی ایشاں ایشانرا باشد بوستانها میرود در زیر آں جوبها جاویدان

سچ انھیں، انکے لئے ایسے باغات ہونگے جنکے نیچے نہریں جاری ہونگیں ہمیشہ رہنے والے ہونگے [3]

تفسیر اظہار العرفان

[1] اس آیت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو آسمان پر اٹھانے سے پہلے وفات دی گئی حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ اخبار زندہ اٹھانے پر دلالت کرتے ہیں۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ لفظِ وفات قرآن کریم میں تین معانی کیلئے مستعمل ہے (۱) موت: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا یعنی اللہ تعالیٰ اجل ختم ہونے پر وفات دیتا ہے (۲) نوم: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِاللَّيْلِ یعنی وہ اللہ ہے جو رات کے وقت تمہیں سلاتا ہے (۳) رفع: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ یعنی اے عیسیٰ! بیشک میں تمہیں اٹھانے والا ہوں۔ (القرطبی)

[2] اس آیت کی تاویل مختلف زاویے سے کی گئی ہے (۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول علی وجہ الاستعطاف اور مہربانی ہے جیسے آقا اپنے غلام پر شفقت فرماتا ہے۔ اسی بناء پر فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ کہا گیا ہے فانهم عصوك نہیں کہا گیا (۲) یہ جملہ علی وجہ التسلیم ہے یعنی ان لوگوں نے ایسا کیا تو یقیناً عذاب کے مستحق ہیں۔ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ کہا فانك انت الغفور الرحيم نہیں کہا تا کہ دلالت ہو جائے کہ یہ علی وجہ التسلیم ہے اور انکے معاملات کو اللہ تعالیٰ کی حکمت کی جانب سپرد کیا گیا ہے اگر الغفور الرحيم کہتے تو اسکا مطلب یہ ہوتا کہ جنکا انتقال شرک پر ہوا ان کے حق میں مغفرت کی جا رہی ہے اور یہ محال ہے اب معنی یہ ہوگا کہ یہ لوگ کفر پر باقی رہے اور انکا انتقال کفر پر ہی ہوا تو تو انھیں عذاب دیگا تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو نے انھیں اپنی توحید کی جانب ہدایت دی ہو تو تو انھیں معاف فرما دیگا۔ اس لئے کہ تو اتنا زبردست ہے کہ تجھے تیرے ارادے سے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور تو حکیم ہے کہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورہ ابراہیم کی آیت (۳۶) رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تلاوت فرمائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اِنْ تُعَذِّبْهُمْ الخ کہا۔ قیامت کے دن نبی کریم ﷺ اپنے دستِ مبارک کو اٹھائیں گے اور عرض کرینگے "اَللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ" یہ کہتے ہوئے رو پڑینگے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیگا اے جبرائیل! محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور رونے کا سبب پوچھو حالانکہ تمہارا رب سب جانتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آ کر پوچھیں گے نبی کریم ﷺ وہ سب کچھ کہیں گے جو انکے رب نے ان سے وعدہ کیا تھا پس اللہ تعالیٰ فرمائیگا اے جبرائیل! جاؤ اور محمد ﷺ سے کہہ دو کہ ہم عنقریب آپ کو امت کے بارے میں راضی کر دینگے۔ (القرطبی) حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایک ہی آیت پر ساری رات گذار دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے اپنی امت کیلئے دعا کی۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ کیا جواب دیا گیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جو جواب دیا گیا اگر لوگ اس پر مطلع ہو جائیں گے تو عمل چھوڑ بیٹھیں گے۔ حضرت ابو ذر عرض کرتے ہیں کہ کیا میں لوگوں کو اسکی بشارت نہ دوں۔ آپ نے فرمایا کیوں نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور ایسا نہ کیجئے لوگ عمل چھوڑ بیٹھیں گے پھر حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو روک دیا گیا۔ (مظہری)

[3] صدق سے مراد صدق فی الدنیا ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز جب اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ کہا جائیگا تو ابلیس بھی اسکی تصدیق کریگا لیکن اس سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ دنیا میں اسکی تکذیب کرتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسکی تصدیق کرینگے تو آپکو اس سے فائدہ ہوگا کیونکہ آپ دنیا میں بھی اسکی تصدیق کرتے تھے۔ (غرائب القرآن)

فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

در انجا ہمیشہ و خوشنود شدند ایشاں از خدا ایں است و خشنود شد ایشاں ازو ایں ست رستگاری

اس میں' راضی ہوا ان سے اللہ اور راضی ہوئے وہ سب اللہ سے اور یہ ہے بڑی

الْعَظِيْمُ ۝۱۱۹ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ

بزرگ خدا راست پادشاہی آسمانہا و زمین و آنچہ در آنہا است و

کامیابی' اللہ کے لئے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ اس میں ہے اور

وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۲۰

اوبر ہمہ چیز توانا ست

وہ تمام چیزوں پر قادر ہے ۱

ع ۱۶ ۵ ۶

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّسِتٌّ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورہ انعام مکی ہے اور اس میں ۱۶۵ آیات اور ۲۰ رکوع ہیں ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

بنام خدای بخشایندہ مہربان

اللہ کے نام سے (جو بہت) رحم والا مہربان (ہے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ

ستایش خدا راست کہ آفرید آسمانہا و زمین و پیدا کرد

تمام تعریف اللہ کیلئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور

الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ڛ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝۱

تاریکیہا و روشنی باز کافران برابر میکنند با پروردگار خود

تاریکیاں اور روشنی پیدا کیں پھر کافرین اپنے پروردگار کے ساتھ اس جیسا ٹھہرانے لگے ۳

۱ اس سورت کا اختتام اللہ تعالیٰ کی ملکیت پر ہے کل ممکنات اور جمیع ارواح کا مالک اللہ ہی ہے۔ یہ آیت سوالِ مقدر کا جواب ہے یعنی اتنی بڑی کامیابی کون عطا فرمانے والا ہے؟ جواب آیا لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ الخ (غرائب القرآن)

۲ یہ سورت اکثر مفسرین کرام کے نزدیک مکی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس میں دو آیات یعنی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ اور وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ مدنی ہیں۔ ثعلبی کہتے ہیں کہ کہ سورہ انعام میں چھ آیات مدنی ہیں۔ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ سے تین آیات تک اور قُلْ لَّآ اَجِدُ سے تین آیات تک۔ حدیث شریف میں ہے کہ یہ سورت سوائے چھ آیات کے یکبارگی نازل ہوئی ہے جب یہ سورت نازل ہوئی تو وادی ستر ہزار فرشتوں سے بھر گئی۔ ان میں سے صرف ایک آیت یعنی وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ کے ساتھ بارہ ہزار فرشتے تھے۔ یہ سب کے سب بلند آواز سے تسبیح کرتے ہوئے اترے۔ حضرت عمر بن خطاب ؓ فرماتے ہیں کہ سورہ انعام' نجائب قرآن یعنی افاضل سور ہے۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ فاتح توریت' فاتح انعام ہے اور خاتم توریت' خاتم هود ہے۔ حضرت جابر ؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص سورہ انعام کی ابتدائی تین آیات یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ سے وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ تک تلاوت کریگا تو اللہ تعالیٰ چالیس ہزار فرشتے مؤکل فرمائیگا وہ سب اپنی عبادت کی مثل اسکے قیامت تک عبادات لکھتے رہیں گے اور ایک فرشتہ ساتویں آسمان سے لوہے کا گرز لیکر آئیگا جب شیطان اسکے پڑھنے والے کو وسوسہ ڈالنا چاہے گا تو یہ اس سے مارینگے اور درمیان میں ستر ہزار حجابات قائم کرینگے۔ جب قیامت کا روز ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ اس بندے کو میری رحمت کے سایہ میں رکھو جس روز میرے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا' میری جنت کے پھلوں سے کھاؤ' کوثر سے پانی پیو اور سلسبیل کے پانی سے غسل کرو۔ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں۔ بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر کوئی عرب کی جہالت جاننا چاہتا ہو تو اسے چاہئیے کہ اس سورت کی ایک سو تیس آیات کے بعد سے تلاوت کرے یعنی قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ سے وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ تک۔ تنبیہ: علماء فرماتے ہیں کہ یہ سورت مشرکین سے حجت کے باب میں اصل ہے اسی طرح مبتدعین اور حشر و نشر کے منکرین کے حق میں بھی اصل ہے اس لئے اسکا تقاضا تھا کہ یکبارگی اترے۔ (القرطبی) ۳ حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن زمین پیدا کی' اتوار کے دن زمین پر پہاڑ بنایا' پیر کے روز درخت پیدا فرمایا' منگل کے دن مکروہات پیدا فرمائے' بدھ کے روز نور پیدا کیا' جمعرات کے روز چوپائے پھیلائے اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا فرمایا۔ آخر خلق کو جمعہ کی ساعات میں سے آخری ساعت میں پیدا کیا۔ ظلمات اور نور کے بارے میں علمائے مفسرین کا اختلاف ہے۔ سدی' قتادہ اور جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ ظلمات سے مراد رات کی سیاہی ہے اور نور سے مراد دن کی روشنی ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ ظلمات سے مراد کفر ہے اور نور سے مراد ایمان ہے۔ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی تاویل کر کے ظاہر سے نکلنے کے مترادف ہے حق تو یہ ہے کہ یہ لفظ عام ہے۔ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ یعنی کافرین پھر اللہ تعالیٰ کا شرک ٹھہرانے لگے جبکہ اللہ وہ ہے جس نے کائنات کی تمام چیزیں تنہا پیدا کیں۔ (القرطبی)